ہفت روزہ ''فیملی میگزین'' میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ
جنات کا بیٹا
ناگی بی اے

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : آفتاب ہاشمی

مصنف : ناگی بی۔اے

قانونی مشیر : شیخ محمد اسلم ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

قیمت : 350روپے

سول ڈسٹری بیوٹرز:

دُعا پبلیکیشنز

ہیڈ آفس:25/C لائر مال لاہور فون:042-7325418

شوروم:الحمد مارکیٹ اُردو بازار لاہور فون:042-7233585

وقار عظیم پاکستانی پوائنٹ

رات ایسی سیاہ ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ بادل گرج رہے اور بجلیاں کڑک کڑک
ے گر رہی ہیں اور ایسے سخت اور خوفناک وقت میں دہشت اور وحشت میں ڈوبا ہوا میں ننگے سر، ننگے
ر آگے کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ ہر طرف سے بھیانک چیخوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ مجھے
شنی کی تلاش ہے' مگر دور دور تک کوئی ٹمٹماتا دیا دکھائی نہیں دیتا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے
روں پر زہریلے سانپ اور زہریلے کیڑے مٹر گشت کر رہے ہوں اور اونچے اونچے درخت شیطانی
قہقہے لگا رہے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کوئی صدیوں پرانا مرگھٹ ہے۔ اچانک میرا پاؤں
ب ٹوٹی ہوئی قبر میں پڑتا ہے۔ قبر سے خون یوں ابل رہا ہے جیسے آتش فشاں پھٹتا ہے اور اس کا لاوا
طرف پھیل جاتا ہے۔

پھر مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے میں زمین میں دھنس رہا ہوں اور قبر مجھے نگل رہی ہے۔ میں زور
سے چیختا چلاتا ہوں اور زور لگا کر قبر سے نکلتا ہوں۔ اس وقت مجھے اس ابلتے خون سے ہڈیوں کا ایک
ھانچا باہر آتا دکھائی دیتا ہے۔ پھر دیکھتے دیکھتے یہ ڈھانچہ ایک مکروہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔ میں اس
سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ مجھے اپنے شیطانی پنجوں میں جکڑ لیتا ہے اور مجھے اوپر فضا میں
ہال دیتا ہے۔ مگر میں چیختا، چلاتا اور لہراتا ہوا پھر واپس اس کے ہاتھوں میں آ جاتا ہوں۔ پھر وہ
یوں کا ڈھانچہ مجھ سے کہتا ہے۔

"تجھے سچائی کی تلاش ہے۔ تو اندھیروں سے روشنی تلاش کرنا چاہتا ہے۔"

میں جواب دینے کے لئے منہ کھولتا ہوں مگر بول نہیں پاتا۔ میری آواز بند ہو جاتی ہے۔ وہ
ھے قبر سے باہر پھینکتا ہے۔ اس لمحے تمام قبریں شق ہو جاتی ہیں اور ان سے ڈھانچے برآمد ہونے لگتے
ں۔ درختوں کی لہراتی شاخیں پھنکارتے سانپ بن جاتی ہیں اور وہ سب مل کر مجھ پر ٹوٹ پڑتے ہیں
ر.........

مگر اسی لمحے میری بند آنکھوں کے سامنے نور کا ایک ہالہ آ جاتا ہے۔ اس کے آتے ہی تمام

66733

شیطانی ڈھانچے سٹ سٹ کے قبروں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ درخت ساکت ہو جاتے ہیں اور اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں میٹھی اور اجلی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ پھر نور کے اس ہالے سے ایک مقدس ہاتھ باہر آتا اور میرے سر پر سایہ بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

میں چونک کر اپنے اردگرد دیکھتا ہوں۔ گاڑی کے ڈبہ کا چھوٹا بلب بجھ چکا تھا۔ شیشوں سے باہر صبح کا اجالا پھوٹتا دکھائی دے رہا تھا۔ مسافر اپنی نشستوں پر ٹکے اونگھ رہے تھے۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ گاڑی کو حیدرآباد پہنچنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔

مجھے اس طرح کے ڈراؤنے اور خوفناک خواب ایک مدت سے نظر آ رہے تھے مگر ہر بار وہ نور کا ہالہ اور مقدس ہاتھ میرے سر پر آ جاتا تھا اور میں نامعلوم شیطان کی دستبرد سے نکل جاتا تھا۔ میں استغفر اللہ پڑھتا اٹھا اور فرش پر لیٹے ہوئے مسافروں سے بچتا ہوا غسل خانہ میں گیا اور وہاں سے وضو کر کے واپس آیا۔ پھر اپنی سیٹ پر فجر کی قضا نماز ادا کی اس کے بعد میں نے حصار قائم کیا اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر وظائف پڑھنے میں محو ہو گیا۔ پھر مجھے اس وقت ہوش آیا جب کسی نے میرا کاندھا ہلایا اور کہا۔ ”او میاں! حیدرآباد آ گیا ہے۔“

میں ہڑبڑا کے سیدھا ہو گیا۔ ڈبے میں آپا دھاپی مچی تھی۔ میں نے بھی اپنا سامان اٹھایا اور اترنے کی تیاری کرنے لگا۔

تیز گام حیدرآباد (سندھ) سٹیشن پر رکی تو میں نے اپنا مختصر سوٹ کیس سنبھالا اور سیکنڈ کلاس کے ڈبہ سے اتر کر پلیٹ فارم پر چلنے لگا۔ ابھی میں چند قدم چلا تھا کسی نے پشت سے آواز دی۔ ”میاں جی!“

میں رکا اور پلٹ کر دیکھا۔ بابا لالی تیز تیز قدم اٹھاتے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ بابا لالی میرے والد کے گہرے دوست، ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھے۔ والد صاحب کو عملیات کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ وہ اس کے ماہر بھی تھے۔ بابا لالی بھی عملیات کے رسیا تھے مگر ایک غلط ”عمل“ کی وجہ سے ان کی تمام صلاحیتیں ختم ہو گئی تھیں اور ایک جن جس کا نام دیوس تھا وہ ان کا دشمن ہو گیا تھا۔

بابا لالی میرے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے سوٹ کیس پلیٹ فارم پر رکھ کر بابا لالی کو خوش آمدید کہا۔ مگر انہوں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور میں ان کے بوڑھے مگر مضبوط ہاتھوں میں سمٹ گیا۔ انہوں نے کچھ دیر تک مجھے سینے سے لگائے رکھا پھر الگ کرتے ہوئے بولے۔ ”میں ٹھیک وقت پر پہنچ گیا؟“

”مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں حیدرآباد آ رہا ہوں؟“ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

”اشرف میاں نے ہمارے، دل کے تار ہلا دیئے تھے۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ خود یا ان کا

جانشین آنے والا ہے۔“

”اچھا تو بابا حضور نے آپ کو مطلع کر دیا۔“ میں نے جواب دیا۔ پھر سوٹ کیس اٹھا کر چلنے لگا۔

”بابا حضور نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کچھ پریشان ہیں۔ ہو سکے تو میں کچھ آپ کی مدد کروں۔“ میں نے چلتے ہوئے کہا۔

”ہاں بیٹے! مجھے دیوس نے تنگ کر رکھا ہے۔ وہ حیدرآباد کے تمام جنوں کا سردار ہے۔“ بابا لالی نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بتایا۔ ”اب تو اس نے کھلے الفاظ میں کہا ہے کہ وہ اس منگل کو ریشماں کو اٹھا لے جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی بابا لالی نے ایک ایسی طویل ٹھنڈی سانس بھری کہ میں ان کی بے بسی پر کپکپا اٹھا۔

”بابا جی!“ میں نے انہیں تسلی دینے کو کہا۔ ”میرے ہوتے ہوئے کسی خبیث کا ہاتھ آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔“

”ہاں بیٹے۔ اشرف میاں نے بھی مجھے یقین دلایا ہے۔ کاش ایسا ممکن ہو سکے۔“ یہ کہتے ہوئے وہ بلک پڑے اور میرے پاؤں پکڑنے کے لئے نیچے جھکے۔ میں نے جھٹ سے انہیں کندھے سے تھام لیا اور کہا۔ ”بابا ایسا نہ کرو۔ اب میں آ گیا ہوں۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

میرا جوانی کا عالم تھا۔ نیا نیا خون، نئی نئی امنگیں اور جذبات تھے اور عملیات کی دنیا میں آئے ہوئے مجھے چوتھا سال تھا۔ میں نے بابا لالی کو دلاسہ دیا مگر وہ ہچکیاں بھرتے ہوئے کہنے لگے۔

”بیٹے! میری مدد کرو ورنہ زندگی کی آخری پونجی بھی مجھ سے چھن جائے گی۔“

میں گھبرا گیا۔ بابا لالی کا میرے والد کے ساتھ بہت یارانہ تھا۔ اس لئے میں بابا کی بہت عزت کرتا تھا۔ میں نے بابا کو تسلی دی پھر ان کی بیچارگی اور مصیبت کی پوری داستان سنی۔ ہم پلیٹ فارم سے نکلے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کے بابا لالی کے گھر پہنچے۔ ان کا مکان بڑا عالیشان تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک خوبصورت کوٹھی تھی۔ بابا لالی کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا وہ اپنی بیٹی کے ساتھ اس بڑی کوٹھی میں رہتے تھے۔

وہاں پہنچ کے انہوں نے سب سے پہلے مجھے اپنی بیٹی سے ملایا۔ اس کی عمر مشکل سے پندرہ سولہ سال ہو گی۔ اس عمر میں لڑکیاں، جوان لڑکوں کو دیکھ کر جھجکتی ہیں مگر بابا لالی کی بیٹی نے کسی طرح کے تاثر کا اظہار نہیں کیا اور گم صم بیٹھی رہی میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”تمہارا نام ریشماں ہے نا؟“

"ہاں!" اس کے ساتھ ہی اس نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

میں نے فوراً اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کی معصوم آنکھوں میں فکر کی پرچھائیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔

"تم ابھی کنواری ہو ریشماں؟" میں نے سوال کیا۔

اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا مگر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"مجھے تمہارا جواب چاہیے ریشماں!" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"کس بات کا جواب؟" اس نے لاپروائی سے کہا مگر اسی لمحہ اس کی آنکھوں میں دو موٹے موٹے آنسو چمک اٹھے جو میرے سوال کا جواب تھا۔

"شکر ہے خداوندا!" میری زبان سے نکل گیا۔

ریشماں ایک بھولی بھالی لڑکی تھی۔ یہ عمر لڑکیوں کے ہنسنے کھیلنے کی ہوتی ہے مگر ظالم دیوس نے ریشماں اور اس کے باپ بابا لالی کی تمام خوشیاں چھین لی تھیں۔ ریشماں کا چہرہ اٹھتی جوانی کے باوجود مرجھا چکا تھا اور چہرے کی سرخی نے پیلی رنگت اختیار کر لی تھی۔ گلاب کی یہ کلی کھلنے سے پہلے ہی مرجھا رہی تھی۔

بابا لالی اور اس کی معصوم بیٹی ریشماں کی حالت دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا اور میں نے بابا لالی سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کی مدد ضرور کروں گا۔ ریشماں، بابا لالی کی اکلوتی اولاد تھی اور اس کے لئے لالی کا پریشان ہونا بجا اور درست تھا۔

اصولاً مجھے لالی کی مدد کرنے کا وعدہ کرنے سے پہلے اپنے والد سے مشورہ اور ہدایات حاصل کرنا چاہیے تھیں مگر ریشماں کی حالت دیکھنے اور بابا لالی کے بتانے پر کہ "دیوس" نے صاف الفاظ میں لالی کو آگاہ کر دیا ہے کہ وہ منگل کی اندھیری رات میں ریشماں کو اٹھا لے جائے گا، میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ فوری طور پر دیوس کو قابو میں کرنے کے سلسلے میں قدم اٹھاؤں۔ نہ جانے اس وقت یہ کیسا جذبہ تھا کہ میں اپنے قد سے بڑی بات کرنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے خیال انگیز لہجے میں کہا۔

"ریشماں مجھے تیری پاکیزگی کی قسم، میں تجھے دیوس سے نجات دلا کر رہوں گا چاہے اس میں میری جان ہی چلی جائے۔"

پھر میں نے جیسے خواب سے چونک کر سوال کیا۔ "آج کون سا دن ہے لالی بابا؟"

"اتوار۔"

"پیر پھر منگل۔" میں نے شمار شروع کیا۔ "منگل کے آنے میں ابھی اڑتالیس گھنٹے باقی

ہیں۔"

"ہاں اڑتالیس گھنٹے۔" بابا لالی نے دہرایا۔ "مگر کیا کر سکوں گا میں؟" لالی نے جیسے خود سے سوال کیا۔

"بابا مجھے سوچ کے جواب دینا؟" میں نے اسے تاکید کی۔

"پوچھو بیٹے میں سچ سچ بتاؤں گا۔" بابا کو جیسے کچھ اطمینان ہوا۔

"دیوس کا مسکن کہاں ہے؟" میں نے پوچھا

"ہاں میں جانتا ہوں اس کمینے کا مسکن۔" بابا لالی نے مضبوط آواز میں جواب دیا۔ "دیوس نے مجھے خود بتایا تھا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو پرانے قبرستان میں آ جانا۔ بوڑھ کے بوڑھے درخت کے پاس' میں تمہیں وہیں ملوں گا۔"

"کوئی پرانی بلڈنگ یا مکان ہے وہاں؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہیں۔ سوائے ایک چبوترے کے، اس کے گرد تین دیواریں ہیں جن میں تین بوسیدہ مگر مضبوط دروازے لگے ہیں۔"

"دروازے کھلے ہیں کہ بند؟"

"وہ ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔"

پھر میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "تیاری کرو لالی بابا۔ ہم منگل کی رات اس قبرستان میں گزاریں گے۔"

لالی بابا نے مجھے حیران نظروں سے دیکھا پھر بولے۔ "مگر بیٹے تم اکیلے کیا کرو گے میری صلاحیتیں تو معدوم ہو چکی ہیں۔"

"اللہ پر بھروسہ رکھو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

بابا لالی مجھے ایک کمرے میں لے گئے جس میں ایک آرام دہ مسہری بچھی تھی۔ سفر کی تکان نے میرا جسم چور چور کر دیا تھا۔ میں پڑ کے ایسا بے خبر سویا کہ جب آنکھ کھلی تو رات ہو چکی تھی۔ میں نے اٹھ کے غسل کیا۔ اب میری سستی اور تکان دور ہو چکی تھی۔

میں بابا لالی کے کمرے میں آ بیٹھا۔ لالی بابا بھی آ گئے تھے۔ دونوں نے مل کر چائے پی پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

لالی بابا نے پوچھا۔ "بیٹے اب تم کیا کرو گے ...... میرا مطلب ہے کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے اور بار بار پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔

میں نے انہیں اتنا پریشان دیکھا تو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بابا لالی ...... گھبرانے اور پریشان

ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں آ گیا ہوں' جیسا تم کہو گے میں ویسا ہی کروں گا۔''

لالی بابا نے ایک ٹھنڈی اور لمبی سانس لی اور بولے۔ ''بیٹے میری یادداشت بالکل ختم ہو گئی ہے۔ صبح کا کھایا شام کو یاد نہیں رہتا اس صورت میں تم سے کیا کہوں گا۔ سوائے اس کے جو تم مناسب سمجھو وہ کرو یا پھر جیسا اشرف میاں نے کہا ہو ایسا قدم اٹھاؤ۔''

''مگر انہیں آپ کے پورے حالات کا تو علم نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''وہ تو صرف یہ جانتے ہیں کہ آپ سے ''عمل'' کرنے میں کوئی غلطی ہو گئی تھی اس لئے آپ عملیات کی دنیا سے بے دخل کر دیئے گئے۔ بابا نے تو مجھے صرف یہ حکم دیا کہ میں آپ کے حالات درست کر دوں اور صحیح راستے پر ڈال دوں۔''

''ناگی میاں! یہ سب باتیں تو بعد کی ہیں۔'' انہوں نے گھبرائے انداز میں کہا۔ ''مجھے تو اپنی بچی کی سب سے زیادہ فکر ہے۔ وہ ظالم دیوس کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ سب سے پہلے تم میری بچی کی حفاظت کا انتظام کرو اس کے بعد کوئی دوسرا کام کرنا۔''

''اس کی تم فکر نہ کرو۔'' میں نے اطمینان سے کہا۔ ''اس کا انتظام تو میں نے یہاں آتے ہی کر دیا تھا۔ یہ جنات اور شیطان صاحب علم اور عملیات کرنے والوں کے جانی دشمن ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اور میرے بابا ہر وقت ہوشیار رہتے ہیں۔ مجھ سے بابا نے چلتے وقت کہہ دیا تھا کہ حیدر آباد پہنچتے ہی اپنے گرد حصار کھینچ دینا۔ چنانچہ میں نے حیدر آباد پر اترنے سے پہلے اپنے گرد حصار بنایا پھر تمہارے یہاں پہنچ کر میں نے تمہارے مکان کے گرد حصار قائم کر دیا تھا۔''

بابا لالی کو جیسے اطمینان ہو گیا۔ انہوں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''بیٹے تم بہت ذہین معلوم ہوتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اشرف میاں بھی تم پر بہت محنت کرتے ہیں۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ تمہاری مدد سے میں دیوس کی زیادتیوں سے محفوظ ہو جاؤں گا۔''

''انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔'' میں نے کہا۔ ''میں ایسا عمل کروں گا کہ دیوس تمہارا پیچھا بھی چھوڑ دے اور تم سے معافی بھی مانگے۔''

''اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔''

میں نے جواب دیا۔ ''کل کا دن ہمارے پاس ہے پھر کیوں نہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں۔''

بابا لالی واقعی سب کچھ بھول چکے تھے۔ ان کی عقل اور سمجھ بھی تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ میرے سوال پر انہوں نے مجھے حیران نظروں سے دیکھا پھر پوچھا۔

''ناگی بیٹے شاید تم نے کہا تھا کہ منگل آنے میں ابھی اڑتالیس گھنٹے ہیں مگر اب تم کل کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔ کیا پرسوں کیا جانے والا کام تم کل شروع کرنا چاہتے ہو؟''

میں سمجھ گیا کہ لالی بابا واقعی عقل و خرد سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ ایک موٹی سی بات بھی ان کی سمجھ ؍نہ آ رہی تھی چنانچہ میں نے انہیں سمجھایا۔

''منگل کا کام تو منگل کو ہو گا مگر کل کا دن بھی کیوں ضائع کیا جائے۔ منگل کے لئے ہم کل کچھ ی بھی تو کر سکتے ہیں۔''

یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی بولے۔ ''ہاں یہ ٹھیک ہے مگر کل تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''کل میں ایک نظر اس قبرستان کو دیکھنا چاہتا ہوں جہاں پرسوں یعنی منگل کو مجھے چوکی لگانا ے۔''

''تم بہت سمجھدار ہو گئے ہو۔'' بابا نے میری تعریف کی۔ ''کل تمہیں واقعی وہ جگہ پہلے دیکھ لینی یے جہاں تم پرسوں کی رات گزارو گے۔ قبرستان کا راستہ بھی بہت ٹیڑھا میڑھا ہے۔ جگہ جگہ ڈے ہیں جن میں پانی بھرا رہتا ہے۔ پتلی پتلی پگڈنڈیاں ہیں جن پر بہت سنبھل کے چلنا پڑتا ہے۔''

''اس لئے تو میں کہہ رہا ہوں بابا!'' میں نے کہا۔ ''کل ہم راستوں اور پگڈنڈیوں کو اچھی طرح یکھ لیں گے تاکہ پرسوں ہمیں کوئی پریشانی نہ ہو کیونکہ پرسوں تو ہم سورج چھپنے کے بعد قبرستان روانہ ں گے۔''

''تم نے بالکل ٹھیک سوچا ہے ناگی!'' انہوں نے میری ذہانت کی داد دی۔ ''اس طرح ہم ں کے راستوں اور ماحول سے پہلے سے واقف ہو جائیں گے۔'' اس طرح میں نے منگل کے دن روع ہونے والے کام کا کل سے آغاز کرنے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ پیر کے دن میں نے بابا لالی سے بازار سے ایک چوکور چٹائی اور کھڑے ماش منگوا لئے۔ رے بابا لالی کے پاس بھی تھے اور میں اپنے ساتھ بھی لایا تھا۔ ہار پھول اور خوشبو کا انتظام بھی پیر کی ح کو کر لیا گیا۔ پھر جب دوپہر ڈھلی تو میں بابا لالی کے ساتھ پرانے قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔

انسان سوچتا کچھ ہے مگر جب اس کے برعکس ہوتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشانی کے لم میں وہ ایسی حرکت کا ارتکاب کر جاتا ہے جس کے نتائج بڑے سخت ہوتے ہیں۔ میرے اور بابا لی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ابھی ہم گھر سے چند قدم کے فاصلے پر تھے کہ یکا یک پیچھے سے ریشماں کی واز سنائی دی۔ ہم دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ آہنی گیٹ کے دونوں پٹ تھام کر کھڑی نظر آئی۔ ہم نوں واپس ہوئے مگر بابا لالی تقریباً دوڑتا ہوا ریشماں کے پاس پہنچ گیا۔

''کیا ہوا ہے میری بچی.........'' بابا لالی اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر پوچھنے لگے۔

اس دوران میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ ریشماں نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"تو نے آواز کیوں دی تھی میری بچی۔ بول اب بتا کیوں نہیں رہی؟" بابا لالی لاڈ کے ساتھ اسے پوچھ رہا تھا مگر وہ نظریں جھکائے خاموش سی کھڑی رہی۔

"ریشماں!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "کیا بات ہے؟ تو اپنے بابا کی بات کا جواب کیوں نہیں دے رہی......"

اس بار ریشماں نے نظریں اٹھائیں اور مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں انگارے کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور ان میں خونخواری ابھر رہی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ جب ہم گھر سے نکلے تھے تو ریشماں کی حالت معمول پر تھی۔ بابا لالی نے اسے بتایا بھی تھا کہ ہم قبرستان جا رہے ہیں۔ اس وقت اس نے کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہ کیا تھا لیکن چند منٹ بعد ہی اس کے تیور بدلے سے نظر آ رہے تھے۔ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے غرائی۔ "تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔" اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا۔ لالی بابا ہڑبڑا گئے۔

"ریشماں پتر تو کیا کہہ رہی ہے۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں تم اچھی طرح سمجھتے ہو بڈھے۔" ریشماں کی آواز میں غصہ بھی تھا اور قہر بھی۔

پھر اس کے ساتھ ہی مجھے اور بابا لالی کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ دیوس کی طاغوتی طاقتوں نے ریشماں کو اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے۔ اس لمحے میرے ذہن میں بہت سے خدشات اور سوالات پیدا ہوئے کہ میں نے تو بابا لالی کے گھر کے گرد کل ہی حصار قائم کر دیا تھا۔ اس حصار کی بدولت کوئی بھی شیطانی قوت اس گھر میں وارد نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر یہ سب کیسے ممکن ہو گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے حصار قائم کرنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ ریشماں نے مجھے ایک زوردار تھپڑ دے مارا اور میں تیورا کر سڑک پر جا گرا۔ تھپڑ اس قدر جاندار تھا کہ میری آنکھوں کے سامنے ستارے ناچنے لگے۔ میں نے ہاتھ میں جو تسبیح پکڑی تھی۔ وہ جھٹکے سے میرے ہاتھوں سے نکلی اور پکی سڑک پر دور تک پھسلتی چلی گئی۔ بابا لالی تو خوف سے نچڑ گیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور سسکتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے لگا۔

"معاف کرنا بیٹا۔ اس میں ریشماں کا کوئی قصور نہیں ہے۔" یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ معصوم سی ریشماں کے کانچ جیسے ہاتھوں میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ہے۔ لہٰذا میں بابا کے ہاتھ کا آسرا لے کر اٹھ پڑا اور ریشماں کی طرف قدم بڑھانے لگا' پھر رک گیا اور جلدی سے سڑک پر پڑی ہوئی تسبیح اٹھانے کے لئے پلٹ گیا لیکن یہ بڑی بدقسمتی کے لمحات تھے۔ اسی لمحہ ایک تانگے والا ادھر سے آ رہا

تھا۔ میرے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی تانگے کا ایک پہیہ تسبیح کے اوپر سے گزر گیا اور چھوٹے چھوٹے کالے دانوں والی میری خاندانی تسبیح ٹوٹ کر سڑک پر بکھر گئی۔ مجھے بڑے دکھ اور بے بسی کا احساس ہوا کیونکہ میں عملیات کے دوران اس تسبیح سے عمل کی تعداد بھی گنتا تھا۔ میں نے دل میں تانگے والے کو ایک موٹی سی گالی دی اور واپس ریشماں کی طرف پلٹ آیا۔ بابا لالی اس سے خاصا دور کھڑا منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ وہ اپنے طور پر کوئی وظیفہ یا عمل پڑھ رہا تھا مگر میں یہ جانتا تھا کہ بابا لالی کے علوم کی طاقتیں اب ختم ہو چکی ہیں۔ مگر دل کی تسلی کے لئے وہ اپنی مخفی طاقتوں کا سہارا حاصل کرنے کے لئے لگا ہوا تھا۔

میں جونہی ریشماں کے پاس پہنچا تو اس نے عجیب سے انداز میں قہقہہ لگایا اور بولی۔

"لگتا ہے ابھی تمہاری تسلی نہیں ہوئی۔"

"میری تسلی تو ہو گئی ہے مگر اب میں تمہاری تسلی کروں گا...... شیطان کی اولاد" میں نے دانت کچکچا کر کہا۔ "تو اپنی خباثتوں سے باز آ جا اور اس معصوم کی جان چھوڑ دے۔ ورنہ خدا کی قسم میں تجھے جلا کر راکھ کر دوں گا......"

"تو مجھے راکھ کرے گا......" ریشماں کے اندر کا شیطان دہاڑا۔

"ہاں میں تجھے راکھ کروں گا اور تیرے بالوں کے تیر بنا کر تیری زبان میں گاڑ دوں گا۔"

میں نے اس کی نفسیات جاننے کے لئے جنات کی کڑی سزا کا حوالہ دیا۔ یہ سن کر وہ آتش گیر مادے کی طرح پھٹ پڑا۔

"تو مجھے سزا دے گا.........؟"

"ہاں میں تجھے سزا دوں گا۔" میں نے اس دوران چند انتہائی طاقتور وظائف کا ورد شروع کر کے اپنے گرد حصار قائم کر دیا تھا۔

"مجھ تک پہنچنے سے پہلے تمہیں ریشماں کی لاش پر سے گزرنا پڑے گا......" وہ نہایت سفاکی سے غرایا اور پھر اس نے کوئی مہلت دیئے بغیر ہی اوچھا وار کر دیا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے ریشماں ماہی بے آب مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔ یہ دیکھ کر بابا لالی دوڑا دوڑا آیا اور میرے قدموں میں گر گیا۔

"میرے بچے! میری بیٹی کو بچالو............ وہ اسے مار ڈالے گا۔"

میں نے بابا کو اٹھایا اور کہا۔ "بابا اب تم پرے ہٹ جاؤ اور میرے قریب نہ آنا۔ میں آج اس کا حساب بے باک کر دوں گا............"

دوپہر کا وقت ہو چلا تھا سخت گرمیوں کے دن تھے۔ سورج ہمارے سروں کے اوپر تھا اور اس کی

حدت سے ہوا اور زمین بھی جل رہی تھی۔ بابا کا گھر اچھے بھلے بارونق علاقے میں تھا مگر گرمیوں کی وجہ سے اس وقت ہر طرف سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ اگر اس وقت سڑک پر چہل پہل ہو رہی ہوتی تو یقیناً لوگ ریشماں کو تڑپتے دیکھ کر وہاں اکٹھے ہو جاتے اور ہمارے لئے اور مشکلات بڑھ جاتیں۔

میں نے اس دوران خود کو سنبھال لیا تھا اور نہایت احتیاط اور تیزی کے ساتھ پڑھائی کرتا ہوا ریشماں کے قریب پہنچا' جو تڑپ تڑپ کر نڈھال ہو رہی تھی اور اس کے منہ سے کسی ذبح ہوتے ہوئے جانور کی طرح آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے جلدی سے اس پر پہلی دفعہ پھونک ماری اور چند لمحات بعد دوسری پھونک ماری تو ریشماں کا وجود سنبھلنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جلدی سے ریشماں کے گرد ایک دائرہ کھینچ دیا اور خود دائرے سے ایک قدم باہر کھڑے ہو کر پڑھائی کر کے اس پر پھونکیں مارنے لگا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے صرف دو منٹ پڑھائی کی تھی جس کے بعد ریشماں اس دائرے کے اندر بالکل ساکت سی ہو کر رہ گئی تھی اور اس کی اذیت ناک آوازیں بھی آنا بند ہو گئی تھیں۔ اس کا منہ نیچے گیٹ کے پختہ فرش پر ٹنک گیا تھا۔ میں آگے بڑھا اور اس کا چہرہ سیدھا کرنے لگا کہ یکا یک اس نے ایک زوردار ہچکی لی اور کالے خون سے بھری ہوئی قے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یوں لگا جیسے یہ خون نہ ہو کسی نے بدبودار اور مردہ گوشت پھینک دیا ہو' جس کی بو سے فضا متعفن ہو گئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کالا خون ایک لوتھڑے میں بدل گیا اور پھر اس سے پہلے کہ لوتھڑا کوئی اور شکل اختیار کرتا میں نے آیت الکرسی اور درود ابراہیمی پڑھ کر ریشماں پر پھونک ماری اور اسے جلدی سے اٹھا کر دائرے سے باہر آ گیا۔ خون کا لوتھڑا دیکھتے ہی دیکھتے ایک شعلے میں بدلا اور پھر اس میں آگ لگ گئی اور کچھ ہی ثانیے بعد وہ راکھ میں بدل گیا۔ میں نے احتیاطاً ایک بار پھر کچھ عملیات پڑھے اور بابا لالی کے دروازے پر پھونک ماری اور پھر لالی بابا کو اپنے پاس بلایا۔

"بابا جلدی سے اس راکھ کو کپڑے میں باندھ لو۔ یہ ہمارے کام آئے گی.........."

بابا لالی اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا کہ یہ راکھ ہمارے کس عمل کے دوران کام آ سکتی تھی۔ بابا نے اپنی چادر کے پلو میں راکھ اکٹھی کر کے باندھ لی پھر گھبراتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ریشماں تو بچ گئی ہے ناں.........."

میں نے ریشماں کی نبض دیکھی تو مجھے پریشانی لاحق ہو گئی۔ اس کی نبض نہایت آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ میں نے بابا کو کوئی جواب نہ دیا بس یہ کہا۔ "بابا اندر چلو اور جا کر انگیٹھی میں خوشبویات ڈال کر دھونی تیار کرو.........."

بابا ہڑبڑا کر تیزی سے اندر بھاگ گیا۔

مسحور کن خوشبو نے حجرے پر سحر طاری کیا ہوا تھا۔ عود' مشکبو اور لونگ کے دانے دھیمی آنچ پر نک رہے تھے اور میٹھا میٹھا' حواس کو اپنے سحر میں جکڑنے والا دھواں اٹھ رہا تھا۔ کمرے میں ملگجا بالا تھا۔ بابا لالی نے روشنی کے لئے سرسوں کے تیل کے دو دیئے جلا کر حجرے کے دو کونوں میں رکھ یئے تھے۔ یہ بابا کے عملیات والا ایک کشادہ کمرہ تھا جس کی ایک کھڑکی باغیچے میں کھلتی تھی۔ اس کی چھت اونچی تھی۔ بابا نے چھت کے ساتھ عملیات کے لئے استعمال ہونے والی مکروہ اشیا دھاگوں سے کائی ہوئی تھیں' جبکہ دیواروں میں مختلف جانوروں کے سر' کھوپڑیاں اور پرندوں کے پنجے میخوں کے اتھ گاڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ بابا لالی اب عملیات کی طاقت سے محروم ہو چکا تھا مگر اس نے کمرے ی شان و شوکت قائم رکھی ہوئی تھی۔ ریشماں کے بے ہوش ہونے کے بعد جونہی میں نے اسے دھونی ار کرنے کا حکم دیا تو اس نے لمحوں میں مقفل حجرے کو کھول کر چوکی کا ماحول پیدا کر لیا تھا۔

میں نے ریشماں کو انگیٹھی کے پاس لٹا دیا اور پھر انگیٹھی اور اس کے گرد ایک مستطیل حصار کھینچ دیا۔ اس کے بعد میں نے بابا لالی سے پوچھا۔

"چاچا لالی تیرے پاس کھیلنے کا سامان تو ہوگا؟"

"ہاں شاید ہوگا؟" وہ میری بات سن کر اٹھا مگر ایک لمحہ کے لئے اسے شبہ ہوا اور مجھ سے یافت کرنے لگا۔

"غالباً تم میخیں گاڑ کر کچھ کرنا چاہتے ہو!"

"ہاں بابا! میخیں بہت ضروری ہیں۔" میں چوکی بیٹھنے سے پہلے کپڑے کی شکنیں دور کرنے ۔ عملیات کی دنیا میں کھیلنا دراصل اس عمل کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی عامل لوہے کی میخیں مختلف نامات پر گاڑ کر ہوائی مخلوق کے راستے روکتا ہے یا پھر ان کی مدد سے انہیں باندھ دیتا ہے۔

بابا لالی ایک کونے میں گیا اور ایک بوسیدہ زنگ آلود ٹین کے ڈبہ میں سے لوہے کی میخیں نکال یا اور مجھے پکڑاتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹے کیا یہ سخت قسم کا کام ہے؟"

"ہاں بابا۔ یہ بہت سخت اور جان جوکھم کا کام ہے۔" میں نے بابا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "بابا ید تم نہیں جانتے کہ دیوس کون ہے۔ کیا میں صحیح کہہ رہا ہوں؟"

"میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ یہ ایک جن ہے اور بہت ظالم ہے۔" بابا لالی نے جھرجھری لیتے ئے کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس پر کبھی ہاتھ نہ ڈالتا۔"

"بابا یہ دیوس جو ہے ناں واقعی بہت شر انگیز ہے بلکہ یوں کہو کہ سارے شر اور فساد کی جڑ ہی یہی ہے۔ دیوس ابلیس کا پرتو ہے' اس کا عکس اور مقرب ہے۔ اسے ابلیس کا موکل جن بھی کہا جاتا ہے۔"

بابا لالی میری بات سن کر خوف سے سہم گیا۔

"تو......تو پھر بیٹا تم اسے کیسے قابو کرو گے۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو میری مانو تم اس کا خیال دل سے نکال دو اور صرف میری ریشماں کو بچانے کے لئے کوئی دوا دارو کرو۔" بابا لالی تھر تھر کانپنے لگا۔

"بابا میں جب قدم آگے بڑھاتا ہوں تو پھر پیچھے نہیں جاتا۔" میں نے اسے دلاسہ دیا۔ "بہر حال تم فکر نہ کرو اگر میری زندگی کا اختتام دیوں کے ہاتھوں ہی لکھا ہے تو پھر مجھے اس عمل سے تائب نہیں ہونا چاہئے۔ میں اسے اپنا اسیر کروں گا اور اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کروں گا۔" نہ جانے اس لمحے میرے اندر اتنا اطمینان کہاں سے آ گیا تھا کہ میں نے ہر طرح کے خدشات کو پس پشت ڈال دیا اور بابا سے کہا۔

"بابا! چار میخیں ڈبے کے کونوں میں گاڑ دو اور باقی مجھے دے دو۔" بابا نے میخیں گاڑنے کے بعد باقی ماندہ مجھے پکڑا دیں۔

"بابا۔ اب تم حوصلے سے بیٹھو۔ یہ چھرا لو اور اپنے پاس رکھ لو اور ہاں...... وہ راکھ بھی مجھے دے دو۔" بابا نے چھرا پکڑ لیا اور چادر کے کونے میں لپٹی راکھ ایک جستی پلیٹ میں رکھ کر مجھے دے دی اور پھر میں نے وظائف کا ورد شروع کرنے سے پہلے بابا کو چند وظائف پڑھنے کو کہا۔

ایک دور ختم کرنے کے بعد میں نے چٹکی کی مدد سے پلیٹ میں رکھی راکھ اٹھائی اور اسے سلگتی ہوئی انگیٹھی میں ڈال دیا۔ انگیٹھی جو آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی یکا یک شعلوں میں بدل گئی۔ اس کے ساتھ ہی میں اور بابا لالی چوکس ہو گئے۔ میں نے بابا لالی کو جو وظائف بتائے تھے وہ انہیں بلند آواز میں پڑھنے لگا۔

"بابا ذرا سنبھل کے۔" شعلے ایک دم تیز اور اونچے ہوئے تو ان کی لپٹیں بابا لالی تک پہنچنے لگیں۔ میں اور ریشماں انگیٹھی سے کچھ اس طرح کے رخ پر بیٹھے تھے جہاں تک شعلے نہیں پہنچ پا رہے تھے۔

بابا لالی نے میری بات سنی یا نہیں مگر اس لمحہ حجرے میں آہ و پکار شروع ہو گئی اور یوں لگا جیسے حجرے میں قیامت کا نقارہ بج اٹھا ہے۔ کسی جنگ کی مانند تیز رفتار اور زخموں سے گھائل گھوڑوں کی ہنہناہٹ، ہاتھیوں کی چنگھاڑ اور سر کٹتی لاشوں کی آخری دردناک چیخوں جیسا ماحول .... حجرے کی فضا خوشبویات سے بوجھل ہو گئی۔ ہر سو کالا غبار ہی غبار دکھائی دینے لگا۔ مجھے اس لمحے احساس ہوا کہ یہ راکھ جس بھی جن کی ہے وہ انتہائی دہشت ناک اور طاقتور ہو گا لیکن میں نے اپنے عمل کو کمزور نہیں ہونے دیا اور تیزی سے وظائف پڑھنے کے بعد انگیٹھی میں پھونکیں مارنے لگا۔

"مار دیا......... او ظالم تو نے یہ کیا کر دیا' تو نے ایک ناقابل شکست جن زادے کو راکھ میں

ل دیا۔ میرے آقا......... مجھے اس ظالم سے بچانے میں تیرے حکم سے اس لڑکی اور اس عامل کو رنے آیا تھا......... اے برائیوں کے جد امجد ابلیس......... مجھے بچا کہ میں تیرے موکل دیوں کا وکل تھا لیکن مجھے اس ظالم مسلمان عامل نے مار دیا۔"

میں جوں جوں وظائف ادا کر رہا تھا' کالے گرد و غبار سے ایک بھاری بھرکم طاغوتی صدا بلند ہو ہی تھی۔ وہ بار بار اپنا سینہ کوٹتی' چیختی چلاتی اور دھاڑ دھاڑ کر ابلیس کو پکار رہی تھی۔

دھواں اب آہستہ آہستہ سمٹ کر انگیٹھی میں واپس آ رہا تھا اور اس کے ساتھ کالے مرغولوں سے ایک سیاہ اور کوتاہ قامت گٹھے ہوئے جسم کا ہیولہ برآمد ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں موٹی تھیں اور گھنی نویں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔ لمبی اور پچکی ہوئی ناک اس کے دہانے تک آتی تھی۔

جن اپنے اصل روپ میں میرے سامنے نڈھال سا کھڑا تھا۔ اس کا ماتم اور آہ و زاری اب ختم و چکی تھی اور وہ سسکیاں بھر رہا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کی تنی ہوئی گردن کو اپنی مٹھی یں جکڑ لیا تو وہ مچلنے لگا۔

"تجھے تمہارے رسول ﷺ کا واسطہ ہے مجھے چھوڑ دو۔" وہ گڑگڑایا۔

"شیطان کی اولاد مجھے واسطے نہ دے۔ میرے رسول ﷺ پاک کا کہنا ہے کہ شیطان پر رحم نہ کھاؤ۔ میں تجھ پر اور تیرے آقا پر تھوکتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے میں نے اس پر تھوک دیا تو اس نے یک دہاڑ ماری۔

"میں تمہارا ہمیشہ کے لئے غلام بن جاؤں گا' مجھے معاف کر دے۔ اگر تو اجازت دے تو میں س لڑکی کی رگوں سے اپنی ساری راکھ باہر نکالوں؟"

میں نے اسی لئے تو یہ سارا عمل کیا تھا لہٰذا میں نے اس کی گردن چھوڑی اور کہا۔

"ایک لمحہ میں اپنی گندگی اس کے پاک وجود سے نکال لو۔"

میں نے سخت لہجے میں کہا تو اس نے ایک جھرجھری لی اور زور سے بالکل اس طرح سانس سینے میں کھینچنے لگا جیسے کوئی شخص حقہ کا کش لگاتے ہوئے اس کا دھواں اپنے اندر کھینچتا ہے۔

اس نے دو تین بار ہی ایسا کیا ہو گا کہ اس کا قد اور جسامت بڑھنے اور پھیلنے لگا۔ اسی لمحہ میں نے ریشماں کی نبض چھوئی تو مجھے اس میں روانی محسوس ہوئی۔

"میں نے اپنی راکھ کھینچ لی ہے۔" اس نے کہا۔ اس کا قد و قامت اب کسی توانا اور گرانڈیل انسان کی مانند نظر آ رہا تھا مگر اس کا سر اب جھک گیا تھا۔ اس نے اپنا کام تو کر دکھایا تھا اور اب واپسی کی اجازت مانگنے لگا تھا مگر میں نے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی نیت کر لی۔ میری زندگی کا یہ فیصلہ اچھا تھا یا برا اس وقت میں نے اس پر غور نہیں کیا مگر بعد میں مجھے جن پر اسرار' ناقابل یقین

حالات کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے مجھے بدل کر رکھ دیا تھا۔

"میں جاؤں؟" اس نے جھکے ہوئے سر کے ساتھ پوچھا۔

"نہیں .... پہلے میرے سوالوں کا جواب دو۔" میں نے سخت لہجہ اختیار کیا تو اس نے بے بسی اور لاچارگی سے میری طرف دیکھا مگر اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔

اس کی آنکھوں میں دہشت اور درندگی تھی۔ اگرچہ وہ میرے آگے سر جھکا چکا تھا مگر اس کی آنکھوں سے وحشیانہ پن اور کینہ سے اس بات کا اظہار ہو رہا تھا کہ اگر میں ذرا بھی نرم پڑا تو مجھے مٹھی میں پکڑ کر سرمہ بنا ڈالے گا لیکن میں نے تہیہ کر لیا کہ اس شیطان کو آزادی کا موقع نہیں دوں گا۔ میں نے راکھ سے بھری پلیٹ کو اپنی طرف سرکایا اور اس میں سے ایک چٹکی بھر کر سلگتی انگیٹھی میں ڈال دی تو اس شیطان نے دلدوز چیخ ماری۔ چیخ اس قدر خوفناک اور بے ساختہ تھی کہ بابا لالی وظائف کی گردان کرنا بھول گیا اور خوف سے سہم کر کنارے کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

"بابا لالی! تم نے یہ کیا حرکت کر ڈالی؟" میں اس کی حرکت پر تپ گیا اور لاچارگی سے ہاتھ ملنے لگا۔ کیونکہ اب اس کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ جو عامل جنات کی حاضری یا بدروحوں کے مقابلہ کے دوران اپنے حصار کو چھوڑ دیتا ہے وہ شیطانوں کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ اگرچہ اس وقت اس شیطان جن کے علاوہ کوئی اور طاغوتی طاقت حجرے میں دکھائی نہیں دے رہی تھی' لہٰذا میں نے اپنے خوف اور غصہ کو بالائے طاق رکھا اور بابا لالی کو جلدی سے اپنی جگہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن لالی بابا تو حواس باختہ ہو چکا تھا۔ اس نے میری ہدایت پر عمل کرنے کی بجائے پیچھے کھسکنا شروع کر دیا۔ میرے لئے یہ جاں گسل مراحل تھے۔ اس وقت اگر بابا لالی کسی طاغوتی طاقت کے ہاتھ لگ جاتا تو میں اسے بالکل نہ بچا سکتا تھا۔ کیونکہ میں بیک وقت ریشماں اور شیطان جن کو سنبھالنے کے علاوہ چوکی لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اگر میں جذبات میں آ کر اپنی جگہ چھوڑ کر باہر نکلتا تو شیطان جن میری دستبرد سے آزاد ہو کر وہ قیامت مچاتا کہ اسے قابو کرنا پھر کسی کے بس میں نہ ہوتا۔ عملیات کا کام بظاہر بڑا پرکشش اور پراسرار لگتا ہے مگر شاید کسی کو معلوم نہیں کہ ایک سچا کھرا عامل ہر وقت پل صراط سے گزر رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ عملیات کے قواعد کی پابندی نہ کرے تو اس کے مؤکلات کے علاوہ دیگر شرپسند ہوائی مخلوق اس کا ستیاناس کر دیتی ہیں۔ میرے والد میاں اشرف نے مجھے عملیات کے قواعد پر سختی سے قائم رہنے کی ہدایت کی ہوئی تھی۔ لہٰذا میں کسی قسم کی جذباتی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔

ان حالات میں، میں نے جو بھی کام کرنے تھے، انہیں فوراً پایہ تکمیل پہنچانے کی کوشش کرنے لگا۔ البتہ اس دوران میں نے بابا لالی پر کچھ عملیات پڑھ کر پھونک ماردی تھی اور اسے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ بابا اپنی حفاظت کے لئے چھرا پاس ہی رکھنا۔ لوہے کی چھری واحد ہتھیار ہے جو بڑے سے بڑے

جن، شیطان، بھوت پریت وغیرہ کو خوفزدہ کر دیتا ہے۔ ان میں کسی ایک کو چھری کی نوک بھی لگ جائے تو وہ بری طرح گھائل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے دوبارہ اپنے وجود کے ساتھ اڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے جنات لوہے کا استعمال اور لوہے سے بنی چھریوں سے گریز کرتے ہیں۔

میں نے راکھ کی ایک اور چٹکی بھری اور اسے بھی انگیٹھی میں پھینک دیا۔ اس بار ایک نارنجی رنگ کا شعلہ پیدا ہوا' جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس شیطان کے قدموں کو پکڑ لیا اور وہ ماہی بے آب کی طرح مچلنے لگا۔

"اے اچھے انسان مجھے چھوڑ دے۔" وہ اذیت سے بولا۔ مگر میں ابھی اس سے اس کی اذیت سے لطف اٹھانے لگا۔

"میری راکھ مجھے واپس کر دے اے انسان، مجھے اس طرح اذیت دے کر نہ مار۔ مجھے مار کر تجھے تو شاید کچھ نہ ملے مگر میرے آقا دیوس کو جب پتا چلا کہ اس کا عظیم دوست اور وفادار محافظ طیقوش ایک عامل کے ہاتھوں سے مارا گیا ہے تو وہ تجھے اور تیرے سارے خاندان کو مار ڈالے گا ...." شعلوں پر رقص بسمل جاری تھا۔

"کیا تم دیوس نہیں ہو"؟ میں قدرے حیران ہوا۔

"دیوس آقا اتنے چھوٹے چھوٹے کام نہیں کرتے' اے انسان ...... ان کے سارے کام تو ہم جیسے ان کے غلام کرتے ہیں ...." طیقوش کا وحشیانہ رقص اب بڑھنے لگا اور اس کا قد بھی بتدریج بڑھنے لگا۔

"مجھے اس اذیت سے نجات دے دو ...... میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ہر تعاون کروں گا......"

"ٹھیک ہے میں تجھے شعلوں سے نجات دلا دیتا ہوں مگر تمہیں میری ایک شرط ماننی پڑے گی۔" میں نے راکھ کو چٹکی میں پکڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے لیکن اے عظیم عامل تو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ میں اس وقت کتنا کمزور ہوں۔ اگر تم مجھے میری راکھ دے دو تو میں قد و قامت اور علوم کے ساتھ زندہ ہو جاؤں گا اور پھر جو تو کہے گا اس پر عمل کروں گا۔"

میں ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا کہ اس کا اعتبار کروں یا نہیں۔ اگرچہ اس وقت حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں طیقوش کو یا تو اپنی قید میں کر لیتا یا اس سے عہد لے کر اسے چھوڑ دیتا۔ مگر میرے دل و دماغ میں بھی سودا سا گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا پہلے تم اپنی نشانی بیان کرو اور اس بات کا بھی وعدہ کرو کہ اگر میں تمہیں راکھ کھانے کے لئے دے دیتا ہوں تو تم اپنے علوم کی مدد سے کوئی شرانگیزی

نہیں کرو گے اور نہ ہی اس کمرے میں موجود ریشماں اور اس کے باپ کو تنگ کرو گے۔ بتاؤ کیا تمہیں یہ شرط منظور ہے؟''

''مجھے منظور ہے۔'' اس نے جھٹ سے وعدہ کیا۔ میں نے راکھ پلیٹ میں رکھ دی اور اپنے پاس رکھے ہوئے مٹی کے کوزے میں ہاتھ ڈبو کر پانی پر پھونک ماری' پھر ہاتھ شعلوں پر جھٹک دیا تو شعلے یکا یک بجھ گئے اور طیقوش کو گویا قرار مل گیا۔

''اب مجھے میری راکھ دو۔'' اس نے سنبھلتے ہی مطالبہ کیا۔

''وہ بھی دیتا ہوں...... مگر پہلے یہ بتاؤ کہ تم ریشماں کے اندر کیسے سرایت کر گئے تھے۔ حالانکہ میں اس پر اور اس کے گھر کے گرد حصار قائم کر کے گیا تھا۔'' میں نے اپنی ایک الجھن پوچھی۔

وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ ''کیا یہ بات اس کا ثبوت نہیں ہے کہ طیقوش اپنے آقا کی طاقت سے ہر حصار کو توڑ سکتا ہے۔ بہرحال تمہاری تشویش ختم کرنے کے لئے یہ بتا دوں کہ ریشماں اس سامنے والے مکان میں رہنے والے ایک نوجوان کو پسند کرتی ہے۔'' طیقوش نے کھلی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ یہاں سے واقعی سامنے والا گھر نظر آ رہا تھا۔ ''جب تم اور لالی بابا گھر سے نکلے تو عین اسی وقت وہ لڑکا اپنے کوٹھے پر آیا اور اس نے ریشماں کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ اب ریشماں جونہی اپنے گھر کی چار دیواری کے پاس جا کر اس کی باتیں سننے لگی مجھے موقع مل گیا۔ میں اس نوجوان میں حلول کر گیا اور ریشماں کو دیوار کے اوپر چڑھنے کے لئے کہا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ دیوار چار فٹ اونچی ہے۔ ریشماں تو بچپن سے یہ دیواریں پھاند رہی ہے لہٰذا وہ دیوار کے ذریعے اس نوجوان تک جا پہنچی۔ اس کے بعد ریشماں کو قابو کرنا میرے لئے ناممکن نہ تھا۔ اس کے بعد جو ہوا تمہارے سامنے ہے۔''

''تم ریشماں کے پیچھے کیوں پڑے ہو...... یہ تو بڑی بھولی بھالی لڑکی ہے۔'' میں نے کہا۔

سارا قصور لالی بابا کا ہے۔ اس نے دیوس آقا کی سلطنت میں جا کر چلہ کیا تھا، بدقسمتی سے اس شام دیوس آقا بوڑھے برگد کے استھان پر آرام کر رہے تھے۔ سارے محافظ اور غلام شہروں، دیہاتوں اور صحراؤں میں اپنے اپنے فتنے جگانے اور پھیلانے پر مامور تھے۔ لالی بابا کے عملیات نے دیوس آقا کی نیند خراب کر دی۔ وہ جلال میں آ گئے اور انہوں نے لالی بابا کے سامنے ظاہر ہو کر اسے ڈرایا دھمکایا اور بھاگ جانے کے لئے کہا۔ تم نہیں جانتے ہمارے دیوس آقا' ابلیس کے مؤکل اور ان کے مقرب خاص ہیں۔ بڑے ہی غضب ناک اور برائیوں کا سرچشمہ ہیں۔ ان کی طاغوتی طاقتوں سے ابلیس آقا کے سارے بیٹے بھی پناہ مانگتے ہیں لیکن لالی بابا دیوس آقا کی طاقتوں سے غافل تھا۔ اس نے دیوس آقا کو پکڑنے کے لئے بہت سے شعبدے دکھائے اور عملیات کے زور پر ان کو پکڑنے کے لئے حملہ کر

دیا۔ جس پر دیوس آقا طیش میں آ گئے اور انہوں نے لالی بابا کو اس کی چوکی سمیت اٹھا کر قبرستان سے باہر پھینک دیا۔

''کیا ایک عامل اس قدر بھی بے بس ہو سکتا ہے۔ میں نہیں مانتا۔ اس میں کوئی اور بات ہے۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔

''بھولے انسان! لالی بابا کو کیا سمجھتا ہے۔ یہ کہ یہ بہت اچھا انسان اور پہنچا ہوا عامل ہے۔ شاید تمہیں نہیں معلوم اس سفاک اور ظالم مسلمان عامل نے کالا جادو بھی سیکھا ہوا ہے۔ اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ نوری اور روحانی طاقتوں کے حامل عامل بڑے سے بڑے جن کو بھی اپنا مطیع بنا لیتے ہیں جیسا کہ تم نے کیا...... مگر...... لالی کے اندر پاپ کا سمندر ہے۔ اس پر کالے علم کی مار تھی۔ یہ بھی شیطان کا پجاری تھا اور ظاہر ہے جب یہ شیطان کے خلاف اٹھے گا تو ذلت ہی اٹھائے گا۔ یہ تو اسے شکر کرنا چاہیے کہ دیوس آقا نے اسے مارا نہیں۔ البتہ اسے اذیت پہنچانے کے لئے اس کی بیٹی ریشماں پر سحر پھونک دیا اور مجھے اس پر مامور کر دیا۔ ریشماں اور اس گھر کو گندگی اور غلاظت کا ڈھیر بنانا میری ذمہ داری تھی مگر تم نے اپنے علوم کی طاقت سے مجھے راکھ میں بدل دیا۔''

مجھے یہ بالکل معلوم نہیں تھا کہ بابا لالی گندے اور کالے علوم کا پجاری بن چکا تھا۔ مجھے زندگی بھر کالے علم کے پجاریوں سے نفرت رہی ہے اور میں ہمیشہ ان سے کترا کر گزر جاتا ہوں۔ اس وقت لالی بابا کا یہ روپ میرے سامنے آیا تو میری ساری ہمدردیاں نفرت میں بدل گئیں۔ البتہ میں نے ریشماں کو بچانے کا عہد کر لیا۔

میں نے راکھ کی پلیٹ طیقوش کے سامنے کر دی تو اس نے جلدی سے پلیٹ پکڑ کر ساری راکھ اپنے منہ میں ڈال لی اور کسی نشہ باز کی طرح جھوم جھوم کر اسے کھانے لگا۔ آپ شاید یقین نہ کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ راکھ ہضم کرتے ہی طیقوش کے قد و قامت میں اضافہ ہو گیا۔ اب ایک بھاری بھرکم کالا بھجنگ وجود میرے سامنے یوں لہرانے لگا جیسے طوفانوں میں بڑے بڑے درخت جھومنے لگتے ہیں۔

میں نے چونکہ اب خود کو ہر طرح کے غیر متوقع حالات کے لئے تیار کر لیا تھا لہٰذا میں نے چند وظائف پڑھنے کے بعد خود پر اور ریشماں پر پھونک ماری۔ میری یہ حرکت دیکھ کر طیقوش کا شیطانی قہقہہ گونجا۔

'اے انسان! اب تیری یہ پھونکیں کسی کام نہ آئیں گی میرے آقا دیوس کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں۔''

یہ سن کر میں کانپ اٹھا مگر اپنا خوف اس پر ظاہر نہ ہونے دیا اور کہا۔ ''طیقوش تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم میں سے کسی کو انتقام کا نشانہ نہیں بناؤ گے۔''

''ہاہا...... ہاہا......'' طیقوش کا شیطانی قہقہہ گرجتے بادلوں اور طوفانی لہروں کی طرح حجرے کے

درودیوار پر برسا تو ہر چیز کانپ کر رہ گئی تھی۔ بے ہوش ریشماں بھی یکدم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے جونہی اپنے سامنے ایک شیطان کو دیکھا تو چیخ مار کر میرے اوپر گر گئی اور جھٹکا کھا کر میں بھی پیچھے گرا تو ایک پاؤں حصار سے باہر ہو گیا۔

"آقا...... اے ابلیس کے لاڈلے۔ شروفساد اور فتنہ سازیوں کے خالق...... میرے آقا...... آجا...... آجا...... وہ دیکھو میرا آقا آ گیا......" طیقوش دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا اور میں گھبرا کر اردگرد دیکھنے لگے۔

"اے عظیم دیوس! تو جنات کی آبرو ہے۔ اماں طرطبہ کی تجھ پر نظر کرم ہے۔ ابلیس کا تو چہیتا ہے۔ ابلیس کے بیٹے تجھ سے شر کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اے فتنوں کے خالق طاغوتی طاقتوں کے والی...... دیکھ اس عامل نے تیرے سیوک' تیرے غلام طیقوش کو کس قدر لاچار کر دیا تھا...... آ اور مجھے اس کی دسترس سے بچا لے......" طیقوش کی آواز گرجتے بادلوں اور ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی بجلیوں سے بھی بلند تھی۔ میں اس وقت حقیقتاً لاچار ہو گیا تھا۔ ریشماں مجھ پر کچھ اس طرح سے گری تھی کہ میں آدھا حصار سے باہر تھا۔ مجھے اس وقت محسوس ہو گیا کہ اب میں طیقوش کو قابو نہیں کر سکوں گا۔ حالانکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمیں اپنے کینہ کا نشانہ نہیں بنائے گا۔ مگر یہ میری بھول تھی۔

وہ شیطان تھا اور شیطان بھی ایسا کہ جسے ابلیس کی آشیرواد حاصل تھی۔

میں نے خود کو بچانے کے لئے ریشماں کو جلدی سے پرے پھینکا اور حصار کے اندر پہنچ کر وظائف پڑھنے لگا میں نے ابھی ایک دور مکمل بھی نہ کیا تھا کہ یکایک کمرہ کسی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا۔ ہر سو تپش پھیل گئی اور بوجھل اور بھاری بھرکم سانسوں سے حجرے کی فضا گرم تندور کا منظر پیش کرنے لگی۔ ایک غبار سا پورے حجرے میں چکرانے لگا اور معاً ایک کونے میں آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اس دوران میں نے وظائف کا ایک دور مکمل کر لیا تھا مگر اسی لمحہ لالی بابا کی ایک دلدوز چیخ سنائی دی۔ کسی نادیدہ طاقت نے اسے آگ کے شعلوں میں اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ لالی بابا کی چیخ و پکار سن کر حجرے میں موجود طاغوتی طاقتیں قہقہے لگانے لگیں۔

"تجھے کہا تھا کہ حرامزدگی نہ کرنا۔" کسی نے فلک شگاف لہجے میں کہا تھا۔ "اور تو نے کیا سمجھا تھا...... کل کا یہ بالکا تجھے بچا لیتا۔" اب وہ آواز میری طرف بڑھنے لگی۔ اس کا ہیولہ سیاہ غبار سے نمودار ہونے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک طویل قامت ٹھوس بدن اور سفید لمبی لمبی داڑھی والا عفریت میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں آتش فشاں کے دہانوں کی طرح سلگ رہی تھیں۔

"تجھ سے تو میں بعد میں نمٹ لوں گا اور تیرا فیصلہ بھی فرزند جنات آقا کریں گے۔ تو نے جنات کے بیٹوں کو اپنے شعبدوں سے ڈرانے کی جو جسارت کی ہے، ہم تمہیں اس کی پوری اجرت

دیں گے۔" اس کے بعد اس نے طیقوش کو اشارہ کیا۔

"ریشماں کو اٹھا لو۔ میں دیکھتا ہوں اس عامل میں اسے بچانے کی کتنی طاقت ہے۔ سن رہے ہو لڑکے!" وہ مجھے دعوت مبارزت دے کر بولا۔ "میں ہوں دیوس...... ریشماں کو بچانا چاہتے ہو تو اگلی نوچندی رات کو گوٹھ ماچھی کے صحرائی ٹیلوں میں آ جانا...... فرزند ابلیس، صحراؤں کے آقا، برائیوں کے خالق، ہفاف خود اس لڑکی کا فیصلہ کریں گے۔"

پھر دیکھتے ہی دیکھتے طیقوش نے جھک کر ریشماں کو اٹھایا اور اپنے آقا دیوس کے ساتھ سیاہ دھوئیں میں تحلیل ہو گیا۔

ہر طرف دہشت و کربلا کا منظر تھا۔ نیچے قدموں تلے گرم جھلستی ریت تھی تو اوپر آسمان پر سورج کسی کھولتے پانی کی طرح آگ میرے سر پر برسا رہا تھا۔ صحرائی جہاز بھی سخت و شدید گرمی میں آگے چلنے سے گریزاں تھا اور ریت کے جلتے ذروں پر چلتے ہوئے بلبلا رہا تھا۔ میں تو پھر بھی اس کی پیٹھ پر سوار تھا اور سر پر ایک موٹی سی پگڑی باندھ رکھی تھی مگر یہ پگڑی بھی مجھے گرمی کی شدت سے بچانے کیلئے مہربان سایہ نہیں بن پا رہی تھی۔ میری لاچارگی دیدنی تھی۔ میں نے چھاگل کو منہ سے لگایا تو اس سے صرف دو بوند پانی نکلا۔ سوکھے اور بے جان ہونٹوں کو تھوڑی سی تراوٹ ملی مگر گرمی کی حدت نے وہ بھی جذب کر لی اور میرے لبوں کی کھال ایک بار پھر ادھڑ گئی۔

اونٹ بری طرح بلبلا رہا تھا اور زور آوری دکھانے پر تل گیا تھا۔ مجھے خدشہ ہوا اگر اسے کچھ دیر کیلئے شجر سایہ دار نہ ملا اور پانی سے اس کی پیاس نہ بجھائی تو یا تو یہ مر جائے گا یا پھر باغی ہو کر بھاگ اٹھے گا۔ اس کی مہار میرے ہاتھوں سے نکل جانے کا مطلب یہ تھا کہ میں اب لاچارگی کے عالم میں ہر غضب اور جہنم کی آگ سے بھڑکتے ہوئے صحرا میں اذیت ناک موت مارا جاؤں گا۔

مگر میرا جذبہ ناتواں بدن کو حرارت دے رہا تھا۔ اس صحرا میں سفر کرتے ہوئے میں نے دو راتیں اور ڈیڑھ دن گزار دیا تھا۔ دوسرا دن بھی اب اختتام کو تھا مگر گوٹھ ماچھی کے شیطانی صحراؤں کا کوئی اتہ پتہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ سیانے سچ ہی کہتے ہیں صحرا شیطانوں کا گڑھ ہے' اس لئے تو اونٹ کو ان صحراؤں کا جہاز کہا گیا ہے۔ یہ واحد جانور ہے جو صحرا کی شیطانی وسعتوں اور اس کے سرابوں میں سفر کر سکتا ہے۔ صحراؤں کا یہ جانور شاید اسی وجہ سے کینہ پرور ہے اور ظاہر ہے شتر کا کینہ اور شیطان کا کینہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ دیوس کے حکم پر جب طیقوش نے ریشماں کو اٹھا لیا تھا تو اس نے کہا تھا اگلی نوچندی رات کو گوٹھ ماچھی کے صحراؤں میں شیطان کا بیٹا، جنات کی عزت ہفاف نیا جنم لے

رہا ہے اور اس کی ولادت نو پر جشن ابلیس کا اہتمام کیا جائے گا۔ اب اس کا فیصلہ اسی جشن کی رات کو ہوگا' لہٰذا تم وہاں چلے آنا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ گوٹھ ماچھی کہاں ہے اور وہاں کیسا طلسم کدہ ہوگا' جہاں فرزندان ابلیس کی سلطنت قائم ہے۔ میں نے بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ غور و خوض کیا تھا کہ مجھے دیوس کے تعاقب میں وہاں جانا چاہیے یا نہیں۔ اگرچہ یہ شیطانی گورکھ دھندا کسی آکٹوپس کی طرح لگ رہا تھا۔ مجھے گمان ہونے لگا کہ میں اس طاغوتی طاقتوں کے جال میں کہیں پھنستا ہی نہ چلا جاؤں۔ اس بات کا احساس مجھے اس وجہ سے بھی ہوا کہ اگر دیوس چاہتا تو وہ مجھے اپنی پہلی حاضری کے دوران ہی نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن اس نے ایک طرح سے مجھے اپنے پیچھے آنے کی دعوت دی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ میری طاقت سے خائف تھا یا پھر وہ مجھے نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا؟ یہ سوچتے ہی مجھے گوناں اطمینان ہوا۔ میرا اس بات پر یقین بڑھ گیا کہ میرے سر پر میاں صاحب، اور بابا نہال شاہ کے علاوہ خاندانی بزرگوں کا دست شفقت ہے۔ اس لئے شیطانی مجھے گزند نہیں پہنچا سکتا لیکن میرا یہ اطمینان مجھے گھمنڈ کی مانند لگا میں نے توبہ استغفار کی اور سوچنے لگا کہ گوٹھ ماچھی کے صحراؤں تک کیسے پہنچا جائے؟

اگلے روز میں حیدر آباد کے قبرستان میں گیا۔ قبرستان سنسان اور ویران تھے' کوئی گورکن نہ ملا۔ اس دوران میں نے پورے حیدر آباد میں ایسے عاملوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی جو ان قبرستانوں میں چلے وغیرہ کاٹتے تھے لیکن مجھے کوئی بھی عامل دستیاب نہ ہو سکا۔ میں سارے دن کی خواری کے بعد جب بے نیل و مرام لالی بابا کے گھر واپس آیا تو تھک ہار کر بستر پر گر گیا۔ یہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری تھی۔ صبح فجر کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نماز ادا کرنے کے بعد صبح کاذب تک جائے نماز پر ہی بیٹھ کر وظائف پڑھتا رہا اور خدا سے دعا کرنے لگا۔ "یا الٰہی مجھے ریشماں کو بچانے کی ہمت دے اور مجھے اتنی طاقت دے کہ صحرائی شیطانوں کو نیست و نابود کر دوں۔"

ناشتہ کر کے میں ایک بار پھر باہر نکلا اور آہستہ آہستہ سڑک پر چہل قدمی کرنے لگا۔ معاً مجھے سڑک کے کنارے مٹی میں اپنی بکھری ہوئی تسبیح کے دانے نظر آ گئے۔ میں نے جھٹ سے تمام دانے اٹھا لئے۔ دانے پورے تو نہیں تھے' بہر حال جتنے ملے میں نے غنیمت جان کر سنبھال لئے۔ انہیں پانی سے دھو کر دھاگے میں پرو دیا اور اسے ہاتھوں میں پکڑ کر تسبیح پڑھنے لگا کہ معاً میرے ذہن میں جلترنگ ہو گئی۔

"او میرے خدایا" مجھے یاد آ گیا مجھے تو اس قبرستان میں جانا چاہیے' جہاں دیوس کا مسکن تھا۔ مجھے اس وقت اپنی بدحواسیوں پر غصہ بھی آیا کہ میں نے پچھلی رات سو کر گزار دی تھی حالانکہ وہ رات جسے اندھیری منگل کہتے ہیں' میری رہنمائی کر سکتی تھی۔ اسی رات کی خاطر ہی تو میں ایک روز پہلے اس

قبرستان میں جانے کا ارادہ لے کر نکلا تھا۔ یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جب شامت آتی ہے تو اچھے بھلے عقل مند کی بھی مت ماری جاتی ہے' بہر حال اب کالی منگل تو واپس نہیں آ سکتی تھی مگر اس سے اگلی رات بھی امید افزا ہوتی ہے۔ میں نے بدھ کی رات کو کبھی عمل نہیں کیا تھا' مگر میں نے اس صورتحال میں ارواح کے ذریعے گوٹھ ماچھی کے شیطانی صحرا کا پتہ معلوم کرنے کا ارادہ کیا اور پھر سارا دن وظائف پڑھتے رہنے کے بعد مغرب کی نماز کے بعد میں نے سامان اٹھایا اور قبرستان کی طرف چل پڑا۔

وہ حیدر آباد کا ایک پرانا قبرستان تھا۔ حیدر آباد کی آبادی اور قبرستان کے درمیان تقریباً چار میل کا فاصلہ تھا۔ ممکن ہے کہ اچھے دنوں میں آبادی سے اس قبرستان تک کوئی پکی سڑک ہو مگر اب قبرستان سے دور دور تک کسی سڑک کا نام و نشان نہ تھا۔ قبرستان یوں بھی آبادیوں سے دور ہوتے ہیں اور سوائے فاتحہ پڑھنے والوں کے دوسرے لوگ ادھر کا بہت کم رخ کرتے ہیں۔ پھر جب تیس سال پہلے شہر کی آبادی سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک نیا قبرستان بن گیا تو لوگوں نے اس پرانے قبرستان سے ہمیشہ کیلئے منہ موڑ لیا اور اکثر لوگ تو یہ بھی بھول گئے تھے کہ حیدر آباد میں اس نئے قبرستان کے علاوہ کوئی پرانا قبرستان بھی تھا۔

قبرستان یوں بھی ویران ویران رہتے ہیں۔ سوائے کوئی خاص ضرورت کے لوگ ادھر کا کم ہی رخ کرتے ہیں' چنانچہ پرانا قبرستان دن بھر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رہتا۔ قبرستان کی ویرانی اور جھاڑ جھنکار کی وجہ سے لوگ اس سے کترا کے نکل جاتے تھے' مگر رات ہوتے ہی اس ویرانے میں جیسے بہار آ جاتی تھی۔ دن کے وقت جہاں آدمی تلاش کرنے پر بھی نہ ملتا' وہاں رات ہوتے ہی لوگوں کی سرگوشیاں اور دبی دبی آوازیں ہر طرف بکھر جاتی تھیں اور رات جیسے جاگ اٹھتی تھی۔

بظاہر یہ پرانا قبرستان بوڑھے اور صدیوں پرانے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا' مگر چاند کے مہینے کی آخری راتیں، خصوصاً آخری منگل کی رات تو یہاں جوت جگاتی تھی۔ یہ بات مشہور بھی ہے اور کسی حد تک ٹھیک بھی ہے کہ آخری منگل کی سیاہ رات کو جن، بھوت پریت آزاد ہوتے ہیں' جشن مناتے ہیں' صرف بھوت پریت ہی نہیں بلکہ اس رات کو عامل لوگ وہاں عمل پڑھنے جاتے ہیں۔ اس رات کو سب سے زیادہ ٹونے ٹوٹکے اور جادو ہوتے ہیں۔ جادو کی ہنڈیاں اڑائی جاتی ہیں۔ بعض عامل تو ایسی رات کو کسی ٹوٹی قبر میں اتر کر جن اور بھوتوں کو اپنے قابو میں کرنے کیلئے پوری رات عمل پڑھتے رہتے ہیں۔

قبرستان میں ایک ٹیلے پر برگد کا ایک صدیوں پرانا درخت تھا۔ اس ٹیلے کے گرد ہر وقت گندہ اور غلیظ پانی رینگتا رہتا تھا۔ ٹیلے پر جانے کیلئے صرف ایک پتلی پگڈنڈی تھی۔ وہ پگڈنڈی اس قدر پتلی

اور پھسلوان تھی کہ ایک تو اس پر دو آدمی برابر برابر نہیں چل سکتے تھے، دوسرے یہ کہ اگر جانے والا ذرا چوکے یا بداحتیاطی کرے تو اس گندے پانی میں گر کر تحت الثریٰ تک پہنچ جائے۔

رات تو رات، دن کے وقت اس مقام اور وہاں کھڑے برگد کے درخت کو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا، مگر مجھے تو وہیں جانا تھا اور وہیں تمام رات عملیات میں مصروف رہنا تھا، چنانچہ میں اس خطرناک اور بل کھاتی پگڈنڈی کو پار کر کے برگد کے درخت کے نیچے پہنچا اور میں نے درخت کی جڑ کے پاس چوکی لگانے کا عزم کیا۔ چوکی لگانے سے پہلے میں نے حصار قائم کیا۔ حصار قائم کرتے وقت محسوس ہو رہا تھا جیسے سینکڑوں چرند پرند اور خاص کر چمگادڑ پروں کو پھڑپھڑاتے میرے سر پر سے گزر رہے ہیں اور چاروں طرف جنگلی جانور اس طرح بھاگ رہے ہیں جیسے انہیں کوئی مار مار کر بھگا رہا ہو۔

میں نے ہر طرف سے لاپرواہ ہو کر چوکی لگائی۔ پھر انگیٹھی سلگائی اور وظائف کا ورد شروع کیا۔ وظائف کے ورد کے دوران شیطانی طاقتوں نے مجھے بہت ڈرایا، دھمکایا، بہلایا، پھسلایا اور طرح طرح کا لالچ دیا کہ میں وظیفہ بند کر دوں اور عمل کا سلسلہ روک دوں۔ چنانچہ کبھی مجھے کوئی غراتا ہوا شیر آتا دکھائی دیتا' جو بھاگ کر مجھ پر حملہ کرتا مگر حصار کے قریب آ کر اس کے قدم ایک دم رک جاتے' جیسے کسی نے اسے پکڑ لیا ہو۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی ہاتھی جیسا قوی ہیکل انسان مجھ پر حملہ آور ہونے کو بڑھتا' مگر حصار سے ٹکرا کر وہ پیچھے کی طرف گر جاتا' اس طرح جیسے کسی نے اسے دھکیل دیا ہو۔ عملیات کے دوران ایسے دہشت ناک روح فرسا واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ کوئی بھی مضبوط عامل ان سے گھبراتا نہیں ہے۔ آدھ گھنٹہ بعد مجھے محسوس ہوا کہ جیسے قبرستان کا ماحول تبدیل ہونے لگا ہے۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ ساکت اور خاموش ہو گئی۔ ہوا نے درختوں کے پتوں کو گدگدانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ سناٹے کا عالم اور گہری رات کا طلسم کوئی نیا فتنہ جگانے لگا۔ میں چوکس ہو گیا۔ اس لمحہ کوئی سرسراتی ہوئی چیز میرے قریب سے گزری۔ میں نے سوچا یہ چمگادڑ ہو گی یا کوئی پرندہ لیکن جب وہی چیز بار بار میرے حصار کے گرد چکرانے لگی تو میں نے عملیات کے ذریعے اپنی باطنی آنکھوں کو روشن کر دیا' جس نے اندھیروں کے طلسم میں اس سرسراتے فتنے کا سراپا میرے سامنے ظاہر کر دیا۔ سفید پیرہن میں اس کا اجلا دودھیا اور ٹھنڈی سفید شعاعوں کی طرح چمکتا ہوا ماہتاب چہرہ، آنکھوں میں تقدس جلوہ فگن تھا۔ میں حیران ہوا کہ اس اندھیرے ظلمات سے بھرے قبرستان میں قدرت کا پراسرار حسین شاہکار کہاں سے آ سکتا ہے۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''اے حسن بے مثال، تقدس کی مورتی تو کون ہے؟'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور میرے حصار سے باہر اتر کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی تراشیدہ قامت' دراز گیسو جن سے

عطر وعود کی مہک اٹھ رہی تھی۔ حواس کو مختل کرنے والا حسن اور مہک اس کے اظہار بیان سے دو آتشہ ہو گیا۔

''میں کون ہوں؟ مجھ سے یہ نہ پوچھنا اے نیک انسان مجھے کس نے بھیجا ہے یہ بھی دریافت نہ کرنا۔'' وہ بولی تو وحشت وکرب میں مبتلا قبرستان میں زندگی جاگ اٹھی۔ یوں لگا جیسے بہشت کی حور گلستان میں کھڑی ہے۔

میں مبہوت سا ہو گیا۔

''تمہیں جن کی تلاش ہے۔ میں تمہیں ان کا پتہ بتانے آئی ہوں'' اس کی لوچ دار آواز میں زندگی کی ساری مٹھاس بھری تھی۔ پھر اس نے مجھے گوٹھ ماچھی کے شیطانی صحرا کے بارے میں بتایا اور آخر میں کہا۔

''اے انسان! تو ظلمتوں کی طرف سفر کرنے والا ہے۔ تیرا پالا عزازیل کے خانوادے اور اس کی ساری نسل سے پڑے گا۔ شر اور فساد کے سارے فتنے وہاں موجود ہوں گے۔ تیرا سفر صعوبتوں سے بھرا ہو گا' مگر تو اللہ پر یقین رکھنا۔ اپنا ایمان نہ خراب کرنا' نیکی کی قوتیں تیرا ساتھ دیں گی۔''

اس سے قبل کہ میں اس سے کچھ اور دریافت کرتا' وہ اوجھل ہو گئی۔ میرے قلب وجگر کو گھائل کر کے، میرے من کو اتھل پتھل کر کے وہ نہ جانے کہاں سے آئی تھی اور کہاں چلی گئی۔ میں کافی دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ رات کا آخری پہر کٹ رہا تھا۔ میں نے سامان اٹھایا اور گھر کی طرف چل دیا۔

فجر کی نماز کے بعد میں سو گیا اس روز میں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ سامان کی تیاری کرنے میں مجھے کافی دیر گزر گئی۔ نوچندی رات میں چار روز رہ گئے تھے۔ اس اپسرا کے مطابق گوٹھ ماچھی تک پہنچنے میں چار روز لگ جانے تھے۔ میں شہر سے نکلا اور ایک گھوڑا خرید کر اس پر سفر شروع کیا۔ دو روز تک میں اس پر سفر کرتا رہا۔ پھر جب صحرا شروع ہوا تو میں نے ایک شتربان سے شتر کرائے پر لے لیا تھا اور پھر باقی سفر اس پر شروع کر دیا تھا۔

یہ میری اس طویل مسافت کا آخری روز تھا' مگر منزل کا نشان دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ راستے میں کوئی ایسا شخص بھی نہیں مل رہا تھا جس سے گوٹھ ماچھی کے صحرا کی نشاندہی لیتا البتہ میری راہبر نے مجھے جو نشانیاں بتائی تھی ان کا بھی ظہور نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ صحرا میں صدیوں پرانا ایک قبرستان، ریت کا پہاڑ اور کھنڈرات نظر آئیں گے۔ یہ ہی گوٹھ ماچھی کا وہ طلسم کدہ ہے' جہاں ابلیس کا بیٹا ہفاف اپنی سلطنت کا دربار لگا کر بیٹھا ہے۔

اونٹ کی بلبلاہٹ بڑھ گئی تھی اور وہ بار بار مہار چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بھوک، پیاس اور قیامت خیز گرمی نے اس کے سر میں فتنہ جگا دیا تھا۔ میں ماہر شتر سوار تو نہیں تھا' لہٰذا اس کی سرکشی کو

قابو میں نہ کر سکا اور وہ مجھے پیٹھ سے گرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اونٹ کے اوپر سے گرنا چھت سے گرنے کے برابر ہوتا ہے۔ میں جب نیچے گرا تو گرم ریت میں سیدھا سر کے بل گرا تھا۔ ریت میری آنکھوں میں پڑ گئی تو یوں لگا جیسے کسی نے دہکتی سلاخیں میری آنکھوں میں داخل کر دی ہیں۔ گرنے سے میرا جوڑ جوڑ ہل گیا تھا لیکن میں جسمانی تکالیف بھول کر آنکھوں کو ہاتھوں سے ملنے لگا' اور ریت نکالنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ میرے پاس تو اب پانی بھی نہیں تھا کہ آنکھیں دھو ہی سکتا۔ میں ماہی بے آب کی طرح سلگتی ریت پر تڑپ رہا تھا۔ مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں رہا تھا۔ پگڑی بھی سر سے اتر کر گر گئی تھی اور تڑپنے سے گرم ریت کپڑوں کے اندر داخل ہو کر بدن کو سلگانے لگی۔ میں بے اختیار سسکیاں بھرنے لگا۔ یہ لاچارگی تھی یا گرم ریت کے ذروں کا کمال کہ آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ خود پر رونے لگا اور نڈھال سا ہو کر گرم جھلستی ریت پر لیٹ گیا۔ آنکھیں کھل نہیں پا رہی تھیں اور بدن سے بھی جان نکلتی جا رہی تھی۔ گرم اور جہنمی آگ میرے بدن کو پگھلانے لگی تھی۔ میرا شعور' میرے علوم اور بدن ہر چیز جامد و ساکت ہو چکی تھی۔ بس اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ روح میرے بدن کی آگ سے نکل کر کسی نرم و ٹھنڈے گلستان میں جانے کے لیے پھڑا پھڑ رہی ہے اور جانکنی کا مرحلہ قدموں کی طرف جاری ہو چکا ہے۔ البتہ مجھے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ میرا جسم پگھل رہا ہے اور مائع میں تبدیل ہو رہا ہے۔ پھر یوں لگا جس جگہ میں لیٹا ہوا ہوں وہاں سے ریت اردگرد سرک رہی ہے اور میرا بدن ایک پارے میں تحلیل ہو کر ریت کے اندر دھنستا، پھر گرتا ہوا جا رہا ہے۔ اس لمحے میں نے ایک دلدوز چیخ ماری تھی۔ شاید اس دنیا میں میری یہ آخری چیخ تھی' کیونکہ اس کے بعد ریت نے مجھے جذب کر لیا تھا اور میرا پارہ نما بدن ریت میں راستہ بناتا ہوا نیچے ہی نیچے گرتا جا رہا تھا۔ ریت میرے لئے راستہ بناتی جا رہی تھی اور میں انتہائی تیزی کے ساتھ بس گرتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس وقت میرا دل ہر طرح کے جذبات سے خالی ہو چکا تھا البتہ ایک لطیف سا مسرور سا پراسرار خیال میری فطرت کو سرشار کر رہا تھا۔ یہ لطف و مستی کا عالم تھا۔ کتنے ہی گھنٹے مجھے ریت کی گہرائیوں میں پہنچتے ہوئے لگے تھے اور پھر ایک دھماکے کے ساتھ میں کسی سخت جگہ پر گرا تھا۔ میرا وجود ایک پارے کی مانند تھا۔ بدن کی ایک ایک رگ اور میرا اندرونی جسمانی نظام بھی میری نظروں کے سامنے تھا۔ دھماکے کے ساتھ گرنے سے قدرتی طور پر مجھے چوٹ نہ لگی۔ میں نے لطف و مستی اور جذب کے عالم میں گرد و پیش میں دیکھا تو سرسبز شاداب قطعہ تھا۔ ہر طرف پھول لہرا رہے تھے اور دیکھا کہ یہ سرسبز قطعہ دراصل بلندی پر واقع ہے۔ اس سے نیچے تا حد نظر کھنڈرات ہی کھنڈرات نظر آ رہے ہیں اور ایک عجیب و غریب طویل القامت مخلوق خرمستیوں میں مصروف ہے۔ ابھی میں غلطاں و پریشان تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ معاً عقب سے آواز آئی۔

"ہم تمہارا سواگت کرتے ہیں۔ آخر تم پہنچ ہی گئے ہو۔" میں نے جلدی سے پلٹ کر دیکھا تو سیقوش اپنی فطری خباثت کے ساتھ میری طرف بڑھ رہا تھا۔

طیقوش کو دیکھتے ہی میرے من میں آگ لگ گئی۔ میرے تن کا خاکی بدن تو نہ جانے کیسے اتر گیا تھا' مگر صاف پانیوں کی طرح شفاف بدن کے سمندر میں مدوجزر آ گیا اور آئینے کی طرح چمکدار میرا پورا جسم گویا روح لطیف کی مانند تھا' جس کے اندر ہیجانی جذبات نے حرکت شروع کی تو پورا بدن نفرت کی آگ میں جھلنے لگا۔ رگوں میں تیرتا سرخ لہو صاف دکھائی دینے لگا۔ اک اک رگ شدت جذبات سے پھڑک رہی تھی۔

"طیقوش میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تو فضا میں تیرتے وہ خوش الحان پرندے یکایک مکروہ مہیب پرندوں اور درندوں میں بدل گئے۔ سبزے پر بیٹھی تتلیاں خونخوار کیڑے مکوڑوں میں بدل گئیں اور بہت سے زہریلے کیڑے میرے اوپر چڑھنے کیلئے اچھلنے کودنے لگے۔ بھوت پریتوں کی مانند فضا میں تیرتے پرندے بھی خوں آشام نظروں سے گھورتے، تیروں سے زیادہ نوکیلی چونچوں اور آہنی پنجوں کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہو گئے، میں انہیں دیکھ کر ایک لمحہ کیلئے خوف میں مبتلا ہو گیا مگر مولا نے مجھے ان کی دسترس سے دور رکھا اور میرے قریب آتے ہی کسی غیبی طاقت نے انہیں بھسم کر کے رکھ دیا۔ وہ چیختے چلاتے فضاؤں میں یوں بجھ گئے' جیسے شہاب ثاقب آسمان سے ٹوٹ کر گرتا ہے تو سرخ انگارہ کی مانند دکھائی دیتا ہے' مگر فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔

میں نے درود پاک اور آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا اور مجھے توانائی کا احساس ہوا۔ میری خوفزدگی ختم ہو گئی۔ میں نے بڑے غضب کے عالم میں طیقوش کو دیکھا اور پھر اپنے گرد و پیش میں پھیلے کھنڈرات، صحرا اور پہاڑوں کو دیکھنے لگا۔ ایک دنیا میرے سامنے تھی جو لہو و لعب میں مبتلا تھی۔ صحراؤں اور پہاڑوں میں دور دور تک بڑے بڑے بت اور اہرام ایستادہ تھے اور ہر بت کے پاس مختلف گیروے لباس میں ملبوس مخلوق سجدہ کی حالت میں دکھائی دے رہی تھی۔ اوپر آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا اور ستارے جھلمل کر رہے تھے۔ ستاروں اور چاند کی روشنی پورے ماحول کی سحر زدگی اور نحوست کے داغوں کو اجالوں میں بدلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ ابلیس کے طلسمات کی سرزمین ہے۔ اس کے بڑے بیٹے ہفاف کی یہاں حکومت ہے۔" طیقوش کا لہجہ غراتے ہوئے درندے کی مانند تھا۔ "یہ بدی کے گماشتوں کا وطن ہے۔" اب اس کے لہجے میں رعونت اور فخر بھی تھا۔ "ہم اس سرزمین کے رکھوالے ہیں۔ تمہاری ریشماں ہماری دسترس میں ہے اور اب کچھ ہی دیر بعد اسے آقا ہفاف کی زندگی کو دوام بخشنے کیلئے قربان کر دیا جائے گا۔ ایک

کالے عامل کی بیٹی کی بھینٹ ہمارے آقا کی بدی کی قوتوں کو پروان چڑھانے کیلئے بہت ضروری ہے۔"

طیقوش کی بات سنتے ہی نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے اس پر تھوک دیا اور کہا۔"اے بدی کے گماشتے میں تجھ پر اور تیرے آقا ہغاف مردود پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں وہ ریشماں کو کیسے قربان کرتے ہیں۔ میں تجھے اور تیری اس دنیا کو بھی یہ بات سمجھا دینا چاہتا ہوں"۔ پھر میں نے کھنڈرات کی طرف رخ بدلا اور کہا:

"اے بدی کے گماشتو! سنو......" میری آواز کھنڈرات اور صحرا کی مہیب مسافتوں کو چیرتی ہوئی دور دور تک پھیل گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میری صدا کے بلند ہوتے ہی ہر طرف شرانگیز زندگی انگڑائیاں لینے لگی ہے۔ دور دور تک پھیلے ابلیس کے فرزندوں کے مجسموں کے تیور بھی بدلنے لگے اور اس کے قدموں میں سر جھکا کر گری پڑی ابلیسی قوتوں، بدروحوں، گمراہ انسانوں اور کیڑے مکوڑوں کے بے جان جسموں میں حرکت پیدا ہوگئی ہے۔ طیقوش کو میں نے انگشت شہادت کے زور سے دور رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے آواز پہلے سے بھی بلند کی اور کہا۔

"میری بات غور سے سنو، اگر تم نے ریشماں کو اپنے آقا کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش بھی کی تو خدائے ذوالجلال کی قسم...... میں اس کی بخشی ہوئی نورانی قوتوں اور علوم کی طاقت سے تمہاری ابلیسی قوتوں کا مقابلہ کروں گا...... اور یاد رکھنا یہ مقابلہ جو صدیوں سے آدم اور ابلیس کے درمیان جاری ہے، یہ عہد اس مقابلے میں بھی ابلیس کی ذلت کا تماشا دیکھے گا...... تم نے دیکھا ہے کہ صرف اللہ پر توکل رکھنے والے کبھی بھی مات نہیں کھاتے...... اور میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت پر کامل یقین ہے۔"

میرا اجلال دیکھ کر طیقوش کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔"طیقوش تم بد عہد ہو، بدعہدی تمہاری سرشت میں لکھی گئی ہے۔ افسوس میں نے تجھ پر بھروسہ کیوں کیا...... مگر یاد رکھنا، میں تجھے اب بھی راکھ میں بدل سکتا ہوں...... اگر تمہیں اس بات پر ناز ہے کہ تمہارا آقا دیوس اور اس کا آقا فرزند ابلیس ہغاف تجھے بچالے گا تو یہ تمہاری بھول ہے......"

ایک طرف تو میری صدا نے کھنڈرات میں ہلچل مچا دی تھی اور دوسری طرف میری دھمکیوں نے طیقوش کو پریشان کر دیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی جلالی اور ہوس گیر آنکھوں میں شرمندگی تیرنے لگی ہے تو میں نے اس کی ذلت و مذمت کے لئے ایک اور وار کیا۔

"طیقوش تم سمجھتے ہو میں ابلیس کے بیٹوں کی شیطانی سرزمین پر آ کر بے بس ہوگیا ہوں تو لو دیکھو میں تجھے اپنی طاقتوں کی ایک جھلک دکھاتا ہوں۔" میں نے آیت الکرسی پڑھ کے اس کی طرف

ہونک ماری تو اس کے بدن میں آگ لگ گئی۔ یہ آگ اب اس سے بجھ نہیں سکتی تھی۔ آیت الکرسی سے شریر بدنوں کو آگ لگ جاتی ہے۔ یہ آگ جو نار جہنم جیسی ہوتی ہے شیطان کی موت پر مہر ثبت کر تی ہے۔ اس سے قبل جب وہ ریشماں کے اندر طاغوتی قوت بن کر مجھے للکار رہا تھا تب بھی میں نے ایک ایسے ہی وظیفے سے راکھ میں بدل دیا تھا۔

طیقوش نار جہنم سے چلانے لگا۔"اے نیک دل انسان مجھے ایک بار پھر معاف کر دے۔ اب ں عہد کرتا ہوں کہ تجھے کوئی گزند نہیں پہنچاؤں گا اور تیری غلامی کروں گا۔"

میں اس وقت طیقوش کو مارنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اسے سزا دے کر اپنے مقاصد کیلئے ستعمال کرنے کی تدبیر اختیار کی تھی۔ لہٰذا میں اس کے قریب گیا اور اللہ پاک سے دعائے خیر اور مدد نگی اور ایک دعا پڑھ کر اس کے جھلستے بدن کو آگ سے نجات دلا دی اور اس کے ساتھ ہی اس کے سر کے بالوں کا ایک گچھا اتار کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔

اس نے سر جھکا کر دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے اور عاجزی کے ساتھ بولا۔"اے برے آقا اب آپ کو اس غلام سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔"

میں طیقوش کو قید کرنے کے دوران ماحول سے بے خبر بھی نہیں تھا۔ میری صدا نے کھنڈرات کی ہیب و دہشت انگیز دنیا میں میری موجودگی ثابت کر دی تھی اور مجھے توقع تھی کہ ابلیس کے گماشتے اب ھ پر باقاعدہ حملہ کریں گے لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہاں پورے ماحول میں جو لہو و ب میں مبتلا تھا، ایک لاتعلقی کا سا عالم تھا۔ میری طرف کسی نے بھی توجہ نہ دی تھی۔

میں بلندی پر کھڑا کھنڈرات وصحرا کی دنیا میں بنے ان مجسموں کو غور سے دیکھنے لگا جن کے سیاہ ن اور مہیب چہرے آسمان کی وسعتوں کو چھوتے تھے۔ ان کے قدموں سے لپٹی مخلوق کیڑے مکوڑوں ں طرح اپنی اپنی خرمستیوں میں غرق تھی۔ یہ مجسمے ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر تھے مگر محسوس ہوتا ما یہ سب ایک ترتیب کے ساتھ رکھے گئے ہیں۔ دائیں بائیں تین بڑے بڑے مجسمے تھے اور درمیان ں ایک طویل اور کشادہ راستہ تھا جو کھنڈرات کی طرف جاتا تھا۔ کھنڈرات کے اوپر ایک آتشدان جل ہا تھا جس کی روشنی نے پورے ماحول کی طلسمات کو گہرا کیا ہوا تھا۔

"طیقوش کیا تو مجھے یہ بتا سکتا ہے کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟"

"اے میرے آقا میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ فرزند ابلیس ہغاف کی سرزمین ہے۔ یہ خر ون یا وہ پراسرار سرزمین ہے جہاں ابلیس کے سارے فرزند اپنے بڑے بھائی کی آشیر باد لیتے تے ہ۔ ابلیس نے اپنے سارے بیٹوں کو سلطنتیں عطا کی ہوئی ہیں۔ ہر فرزند اپنی اپنی سلطنت میں اپنے پنے بدی کے فرائض ادا کر رہا ہے اور اس کی پروردہ مخلوق یہاں آ کر ہر روز تجدید عہد کرتی ہے۔"

طیقوش نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

''مگر یہ جگہ کون سی ہے......؟''میں نے سوال کیا۔

''یہ سرزمین پوری زمین پر واقع ہے۔ دنیا کے جتنے بھی صحرا ہیں وہ وہاں موجود ہیں، اس کے علاوہ فرزندان ابلیس کی دنیاؤں کے مظاہر بھی یہاں موجود ہیں۔''

''فرزندان ابلیس کون ہیں؟''میرا تجسس بیدار ہو گیا۔

''ویسے تو ہم سارے ہی ابلیس کی اولاد ہیں مگر اس کے گیارہ بیٹے ایسے ہیں جو اول روز سے اس کے ساتھ ہیں اور برائیوں کو پھیلانے میں اپنے باپ کے حکم سے گریز نہیں کرتے۔ سنو اے خاکی انسان! تمہیں شاید معلوم نہیں کہ شیطان اور جنات میں کیا فرق ہے۔ سنو...... جنات، بھوت پریت، کیڑے مکوڑے سب شیطان کی اولاد ہیں مگر وہ شیطان جو بدی کی قوتوں سے تائب ہو گیا اور اس نے اسلام قبول نہیں بھی کیا مگر برائی نہیں کرتا۔ وہ جن کہلاتا ہے''۔

طیقوش نے کھنڈرات میں پھیلے مجسموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔''اے میرے محسن، یہ ابلیس کے گیارہ بیٹوں کے بت ہیں۔ ان کے نام اور کام یہ ہیں۔

ہفاف:

شیطان کا مقرب اور چہیتا فرزند ہے۔ یہ صحراؤں میں شیطنت پھیلانے پر مامور ہے۔

زلنبور:

اسے بازاروں پر مامور کیا گیا ہے۔ جھوٹی تعریفیں اور جھوٹی قسمیں کھانے پر لوگوں کو اکساتا ہے۔ ناپ تول اور ہر طرح کی بد دیانتی پر اکساتا ہے۔

مبسوط:

لوگوں کو جھوٹ پر اکساتا ہے۔

ثمر:

یہ مصیبت زدہ لوگوں کو جہالت کے کام نوحہ، ماتم، گریبان چاک کر کے رونے اور چہرے کو نوچنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ابیض:

یہ انبیاء کے دلوں میں وسوسے ڈالنے پر مامور ہے۔

اعور:

یہ شیطان زنا پر مامور ہے۔ زنا کے وقت مرد و عورت پر سوار رہتا ہے۔

واسم:

اس شیطان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ جب کوئی انسان اپنے گھر میں بغیر سلام کیے یا اللہ کا نام لیے بر داخل ہوتا ہے تو وہ گھر والوں میں فساد کرانے کا سبب بنتا ہے۔

مطلوس:

یہ شیطان غلط اور بے بنیاد افواہیں لوگوں میں پھیلاتا ہے۔

لاقیس:

یہ وضو اور نماز پر مامور ہے۔ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

خزب:

یہ شیطان بھی نماز پر مسلط کیا گیا ہے تا کہ لوگوں کو نماز سے دور رکھے۔

دلہان:

یہ بھی وضو پر مسلط کیا گیا ہے کہ تا کہ نمازی کو وضو کرنے سے روک سکے

''طیقوش...... یہ تو ابلیس مردود کے بیٹوں کے بت ہیں۔ وہ خود کہاں ہیں؟''

''وہ سب اس آتش کدے میں موجود ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ آج کچھ ہی دیر بعد آقا ہفاف کی زندگی کو دوام بخشنے کیلئے ریشمان کی بھینٹ چڑھائی جا رہی ہے لہٰذا تمام بھائی اپنے بڑے بھائی کے جشن ولادت پر یہاں موجود ہیں۔''

''جشن ولادت نو سے کیا مراد ہے؟''میں نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

''اے خاکی انسان......اے میرے آقا......''طیقوش نے ایک حسرت ناک آہ بھری۔''شاید تم نہیں جانتے کہ شیطان طبعی موت نہیں مرتا۔ ہمارے ابا ابلیس جو کہ کبھی اللہ کا برگزیدہ اور عبادت گزار عزازیل تھا۔ جب آدم کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں راندہ درگاہ ہوا۔ ذلت و رسوائی اور گمراہی کا طوق اس کے گلے میں لٹکا دیا گیا تو اس نے رب کائنات سے چند رعایات حاصل کر لی تھیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ قیامت تک زندہ رہے گا۔ ابلیس کی نسل جو ہر انسان کے پیدا ہونے پر پیدا ہوتی ہے اور ہر انسان پر ایک ابلیس مسلط کر دیا جاتا ہے۔ انسان تو مر جاتا ہے مگر ابلیس کا بیٹا نہیں مرتا۔ اس لیے کہ نیکی کی قوتیں اسے مارنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو رہی ہیں۔ اسی طرح جنات کا بھی یہی معاملہ ہے، وہ طبعی موت مرنے کے بعد دوبارہ جنم لیتا ہے اور پھر اس وقت مرے گا جب قیامت کا حشر برپا ہو گا۔ ابلیس اور جنات کی اولاد جنگ و جدل اور نیکی کی قوتوں کے ہاتھوں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں پا سکتی۔ البتہ وہ لاکھوں سال عمر پانے کے بعد ایک بار طبعی عمر مر جاتا ہے اور اس کے بعد وہ دوبارہ جنم لیتا ہے۔ ابلیس کا فرزند ہفاف بدقسمتی سے اپنے ہی ایک بھتیجے جن کے ہاتھوں گھائل ہو گیا اور اس کے بعد اس کی بدی کی قوتیں کمزور ہو گئیں اور وہ بستر سے لگ گیا۔ اس کا یہ بھتیجا ہامہ بن

ہمم بن لاقیس بن ابلیس ایک جلیل القدر جن زادہ ہے۔ اسے جنات کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے جد امجد کی ابلیسی قوتوں، اس کے گماشتوں اور اس کی اولاد کے خلاف اللہ کے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ ہامہ کس قدر طاقت ور ہے، اس کی عمر لاکھوں سال ہے۔ اس نے اس وقت جنم لیا تھا جب قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اور وہ چار یا پانچ سال کا تھا“۔

”کیا تم نے ہامہ کو کبھی دیکھا ہے؟۔“ میں نے تجسس کے ساتھ پوچھا۔

”ہاں کئی بار دیکھا ہے۔ وہ نور کا ایک سمندر ہے، ہر وقت اپنے مقرب اور اللہ کے برگزیدہ جنات کے نرغے میں رہتا ہے۔ وہ کائنات کی سب سے زیادہ مقدس جگہ خدائے ذوالجلال کے گھر کے پاس رہتا ہے۔ ابلیس نے اپنے فرزندوں سے کہا تھا کہ وہ ہامہ کی قوتوں سے بچ کر رہیں۔ ہفاف جو صحراؤں کا محافظ ہے، قحط الرجال کا داعی ہے۔ انسان کو بھوک سے مار کر انسان کو برائیوں، شرک پر آمادہ کرتا ہے۔ خود بے حد سرکش ہے، اس کا محافظ اعلیٰ اور مؤکل دیوس ...... جس کا کہ میں مؤکل محافظ تھا۔ افسوس اب تو نے مجھے قید کر لیا ہے تو میں اپنے آقا دیوس کی قربت سے محروم ہو گیا ہوں اور اس تک میرا پہنچنا اب مشکل ہو گیا ہے۔ سنو اے خاکی انسان! تیرے پاس طلسم کی بے پناہ طاقت ہے۔ میں تجھے ایک راز کی بات بتا دوں کہ بدی کی یہ قوتیں تم پر غالب نہیں آسکتیں جب تک تم خود پلید نہ ہو جاؤ۔ روحانی علوم کی طاقت سے محروم نہ ہو جاؤ اور سیاہ اور گندی راہوں پر نہ چل سکو۔ میرے آقا میرے جد امجد ...... ابلیس کا کہنا ہے کہ کبھی کبھار سچ بھی بول لیا کرو، اس لیے کہ اب انسان کے نزدیک سچ کی کوئی قدر نہیں ہے۔ مگر اپنے قوانین فطرت سے مجبور ہوں اے میرے آقا کہ تیری تابعداری کروں اور تجھے حقائق سے روشناس کراؤں۔“

طیقوش کی باتیں سن کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور مجھے ہامہ جیسے عظیم جن زادے سے ملنے کی خواہش ہونے لگی۔ میں نے طیقوش سے پوچھا۔ ”کیا میں ہامہ تک پہنچ سکتا ہوں؟“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا اگر تمہارے اللہ نے اسے تمہاری مدد کیلئے بھیجنا چاہا تو وہ ضرور آئے گا۔“ طیقوش بات کرتے کرتے یکا یک چونک اٹھا اور تیزی سے بولا۔ ”آقا آتش کدے کی آگ تیز ہو گئی ہے، ریشماں کی بھینٹ کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں، لگتا ہے اماں طرطبہ بھی آگئی ہے۔“

”یہ طرطبہ کون ہے؟“ میں نے آتش کدے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جس طرح آپ کی اماں حوا ہے اسی طرح طرطبہ ہماری اماں ہے۔ ہمارے جد امجد ابلیس کی بیوی اور ہفاف کی ماں ہے۔ وہ اس کی ولادت نو پر آئی ہے۔“

آتش کدے کی نارنجی آگ تیزی سے آسمان کی وسعتوں کو تسخیر کرنے کیلئے بلند ہو رہی تھی۔

ں کے ساتھ ہی کھنڈرات وصحرا اور پہاڑ کسی آتش فشاں کا منظر پیش کرنے لگے۔ آگ بلند ہو رہی ی۔

”طیقوش کیا تم مجھے وہاں لے جا سکتے ہو جہاں ریشماں کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے۔“ میں نے قدرے ملتجی لہجے میں کہا۔

”ہاں میرے آقا، اب تو میں آپ کا غلام ہوں۔“

طیقوش نے خلاف توقع رضامندی ظاہر کی مگر ساتھ ہی ایک شرط عائد کر دی۔ ”میرے آقا! ں نورانی لباس میں آپ کا وہاں پہنچنا بہت مشکل ہو گا کیونکہ دیوس جو ہفاف اور صحراؤں کا محافظ ہے ں کے گماشتے آپ کا راستہ روکیں گے۔ آپ کو ان کے ساتھ لڑتے ہوئے خاصا وقت گزر جائے گا راس دوران ریشماں قربان کر دی جائے گی۔“

”پھر اے طیقوش تو ہی بتا، میں کیا کروں؟“ میں اس کی دلیل کا قائل ہو گیا۔ ویسے بھی میرے ے یہ شیطانی دنیا پراسرار تھی، کیا معلوم کس وقت کیا ہو سکتا تھا لہٰذا میں نے طیقوش کی ہدایت پر عمل رنے کا تہیہ کر لیا۔

”آپ یہ سیاہ لباس اوڑھ لیں۔“ طیقوش نے سیاہ چغہ میری طرف بڑھایا جس سے مشکبو رکی رہی تھی۔

میں نے چغہ لے کر پہن لیا اور طیقوش کی رہنمائی میں کھنڈرات کی جانب تیزی سے دوڑ لگا ا۔ یہ دوڑ بھی ایک طرح سے اڑان تھی۔ ہم دونوں کسی لطیف مادے کی مانند فضا میں تیرتے ہوئے نڈرات کے درمیان پہنچ گئے۔ ہمارے چاروں طرف فرزندان ابلیس کے بت ایستادہ تھے اور ان ے گرد سیاہ لبادوں میں ملبوس مکروہ و مہیب چہروں والی مخلوق اپنی کراہت زدگی کے ساتھ آتش کدے ا جانب تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ہمارے قدم بہت تیز تھے ہم جوں جوں آتش کدے کے پاس پہنچ ہے تھے، فضا میں خوشبویات کا تسلط قائم ہو رہا تھا، بھینی بھینی مدھر سروں نے فضا کو اپنے سحر میں جکڑ ۔ بدی کی مخلوق جو سر جھکائے ہمارے ساتھ آتش کدے کی جانب رواں دواں تھی اب فرزند ابلیس ے بھجن گا رہی تھی۔

ایک ہجوم بے کراں تھا جو ابلیس کی مدح وثنا میں مست آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ ان کے دؤں سے نار جہنم میں جھلسی ہوئی عورتیں قدم بہ قدم چل رہی تھیں۔ موسیقی جوں جوں بڑھ رہی تھی، ا میں نئے فتنے جاگ رہے تھے اور بدمست، بدحال، شرپسندوں کا گمراہ ہجوم آگے ہی آگے سمندر کی لگون لہروں کی طرح رواں دواں تھا۔ اس لمحے میں نے ایک عجیب تبدیلی دیکھی۔ مجھے یوں لگا جو

شیطان سب سے آگے تھے، کھنڈرات کے اندر داخل ہونے والی طویل راہداریوں میں پہنچتے ہی اُن کے قد بڑھنے لگے تھے۔ پہاڑوں جیسی قامت اور قوت کے مظہر دکھائی دینے لگے۔ میرا قد تو طیقوش سے ایک فٹ چھوٹا تھا۔ وہ سات فٹ کا تھا۔ ہجوم کے قد وقامت کے بڑھتے ہی میں نے تشویش بھری نظروں سے طیقوش کی طرف دیکھا مگر وہ بھی ابلیس مردود کی مدح سرائی میں گنگنا رہا تھا۔ اس نے مجھے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ میں اسے مخاطب نہ کروں۔ مگر شیطانوں کی دنیا میں میرے لئے ہر قدم پر حیرت کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ میں نے اسے مخاطب تو نہ کیا البتہ کہنی ماری تو اس نے عجیب نظروں سے دیکھا۔ وہی شعلہ فگن، انتقام میں سلگتی، سفلی ہوس سے بھری آنکھیں، سچ تو یہ ہے کہ شیطان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا بالخصوص جب وہ ظاہری بدن میں آیا ہوا ہو۔ نظریں ملانا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ جنات وشیاطین جب انسانی قد وقامت اور حلیے میں ظاہر ہوتے ہیں تو کڑیل جوانوں کی طرح ٹھوس بدن کے مالک نظر آتے ہیں۔ جیسے ماضی کے انسان مگر ان کی آنکھوں کی وحشت کمزور دل کو دہلا کر رکھ دیتی ہے۔ مگر میں ایسی نظروں سے نظروں ملانے کی تاب رکھتا تھا۔ اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور ابلیس کی مدح سرائی میں مدہوش آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔

مجھے طیش آ گیا کچھ دیر کے لئے میں خاموش ہو گیا۔ مگر جب ابلیس کے طلسم کدے کے کھنڈرات، صحرا اور پہاڑ میں ایک نہایت ہی خوش کن آواز گونجنے لگی تو ہجوم بے تابی اور پر جوش انداز میں ابلیسی نغمہ گانے لگا۔ یہ آواز پہلے سے رواں موسیقی سے زیادہ پرسوز اور پراثر تھی۔ ذہن وقلب کو مسمریز کرنے والا، وجد میں مبتلا کرنے والا۔ مجھے اپنے اندر تھل پتھل سی محسوس ہونے لگی۔ یہ آواز جو شیریں بیان خوش الحان پرندوں جیسی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا روح سے تعلق ہے جو مجھ جیسے انسان کے حواس کو مختل کر رہی تھی۔ مجھے اپنے حواس بے قابو ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اور اس لمحے میں ڈر گیا اور میرے منہ سے نکلا یا الٰہی میری مدد کر۔ اگر میں ابلیس کے طلسم کدے میں ساز وآواز پر گمراہ ہو گیا تو مجھ سے نوری علوم کی طاقتیں چھن جائیں گی۔

"اے الٰہی۔ میری مدد۔ مجھ پر اپنی رحمت وحفاظت کا سایہ برقرار رکھ اور میرے ایمان کو گمراہی سے بچا۔"

مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ میری بدقسمتی شروع ہو چکی ہے۔ میری ہر طاقت سلب ہو گئی طیقوش نے خدائے ذوالجلال سے دعا مانگتے ہوئے مجھے سن لیا تھا۔

"اے خاکی انسان، خاموش ہو۔ اس وقت تم تلوار کی دھار پر چل رہے ہو۔" طیقوش کی آواز میں برہمی تھی۔ یوں لگا جیسے وہ میرا غلام اور مطیع نہیں ہیں، میں اس کا زیردست ہوں۔ اس میں حقیقت بھی تھی۔ فرزندان ابلیس اور ان کی ماں طرطبہ کے آتش کدے تک پہنچنے کیلئے میں اسکا مرہون منت

میں نے لب بند کر لئے مگر حیرتوں کا سفر بڑھتا جا رہا تھا خوش الحان ساز کی آواز نے سارے ل کو اپنے طلسم میں جکڑ لیا تھا اور مجھ پر ایک ایسا نشہ چھا رہا تھا جس کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں جا سکتی۔ بہرحال یہ بات تو طے تھی کہ اس ساز کی آواز میں نے مہذب دنیا میں نہ سنی تھی۔ مجھ سے ۔ گیا اور میں نے اپنی دم توڑتی قوتوں کو مجتمع کیا اور اور بے قراری سے پوچھا۔

"طیقوش! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ان کے قد بڑھ رہے ہیں اور یہ فضا میں طلسم بکھیرتی آواز ی ہے؟"

اس وقت ہم بھی راہداریوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ یہ خاصی چوڑی راہداری تھی جس کے نوں میں بنے آتش کدوں میں خوشبودار لکڑیاں جل رہی تھیں۔

طیقوش نے اس بار بھی مجھے گہری نظروں سے دیکھا اور مجھے ڈانٹ دیا۔ "خاموش رہو اگر تم ، زبان بند نہ رکھی تو خود بھی مرو گے اور مجھے مرواؤ گے۔"

ہم سے آگے بدی کا جو کارواں چل رہا تھا وہ ان راہداریوں میں داخل ہو گیا اور پہلے سے بھی آواز میں ابلیس کے بیٹے ہفاف کے جنم نو کی دعا مانگنے لگا۔ مگر دوسروں کی طرح ان کے بھی قد بڑھ ، تھے۔ میری جب باری آئی اور میں نے ان راہداریوں میں جونہی قدم رکھا مجھ پر قیامت ٹوٹ ں۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا جو اس ابلیسی کارواں میں شامل اس گماشتوں کا ہو رہا ہے میرا قد بھی بڑھ گیا تھا اور میری قامت کم وبیش سو فٹ تک بڑھ گئی تھی۔ وہ ن اور بت جو میدانوں اور راہداریوں میں ایستادہ تھے اور مجھے فلک بوس دکھائی دیتے تھے۔ اب ان کے برابر ہو گیا تھا اور میری نظریں ان راہداریوں سے آگے اس میدان کے مناظر دیکھنے لگیں ں میں بے شمار بت اوندھے پڑے تھے۔ ان کے گرد پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ان میں ۔ بڑا بت تھا جس کا چہرہ انتہائی شفاف اور نورانی دکھائی دے رہا تھا اور وہ صحراؤں اور راہداریوں ر کھے دوسرے مجسموں سے بہت منفرد لگتا تھا۔

"ہاں اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔" مجھے طیقوش کی آواز سنائی دی۔ "اب ہم اپنے ماضی میں پہنچ ، ہیں۔ تمہارے لئے تو ہر چیز نئی ہو گی۔ اب تمہاری نظر وقلب کے حجاب اٹھ گئے ہیں اور تم ابلیس کی لنت میں داخل ہو چکے ہو۔ راہداریوں سے باہر اگر میں تمہارے سوالوں کا جواب دیتا تو یہ ابلیسی نین عبادت کی خلاف ورزی ہوتی۔ آقا ابلیس کی درازی عمر اور اس کے شیطانی جاہ جلال کی سلامتی ، لئے ہمیں گاتے ہوئے ان راہداریوں میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ یہ جو پیل کارواں تم نے دیکھا ہے ی تم جیسے انسان ہیں۔ ساری دنیا کے وہ انسان جو ابلیس کے پجاری ہیں۔ بظاہر انسان مگر آقا

شیطان کے نقش قدم اور اس کی تعلیمات پر چلتے ہیں، کالے علوم کے پجاری ہیں جو ابلیس تک پہنچنے کیلئے شیطانی علوم حاصل کر کے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور پھر شیطان انہیں اپنے مقرب شیطانوں میں داخل کر لیتا ہے۔ ہم ابلیس کی اولاد میں سے ہیں۔ ہمارا وجود آگ سے تخلیق ہوا ہے مگر خاکی بدن میں چھپے شیطان انسان کی اولاد ہیں مگر وہ اللہ کی پرستش نہ کرنے کی پاداش میں شیطان ٹھہرا دیئے گئے ہیں۔ میں تمہارا اشتیاق ختم کر رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے طیقوش نے فضا میں بکھری خوشبوؤں کو اپنے اندر کھینچا۔ "اے خاکی انسان۔ تم صدیوں کا سفر طے کر چکے ہو اور اب وقت کے اس دھارے پر کھڑے ہو جب زمین پر انسان نے قدم رکھا۔ یہ قد و قامت اس دور کے انسانوں جیسا ہے۔ مگر یہاں انسان نہیں ابلیس کی اولاد بستی ہے۔ تم آقا ہنفاف اور دیوں کی تلاش میں نکلے تھے۔ ریشماں کو بچانا چاہ رہے تھے مگر یہ بھول گئے کہ شیطان نیکی کی آڑ میں بہکاتا ہے۔ کمزور بن کر اطاعت کرتا ہے اور پھر جب ایک صاحب علم کمزور ہو جاتا ہے تو شیطان غالب آ جاتا ہے۔ تم آقا ابلیس اور فرزندان ابلیس کی تعلیمات کو نہیں جانتے کہ یہ انسان کو بہکانے کیلئے کس درجہ کی خوفناکی رکھتی ہیں"۔

میں اور طیقوش جواب ایک ہی قامت کے حامل تھے۔ اس کی بات سن کر میرا خون کھولنے لگا۔

"طیقوش تم مجھے کیا سمجھانا چاہتے ہو"

"اے خاکی انسان! میں تجھ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تم اب اپنی دنیا میں نہیں جا سکتے۔ ہنفاف کی سلطنت اور ابلیس کے عہد میں داخل ہونے والا انسان نہیں رہتا۔ ابلیس کا پیروکار بن جاتا ہے"

"بکواس بند کرو طیقوش۔" میں نے جوش جذبات سے ایک وظیفہ پڑھ کر اس پر غضب ڈالنا چاہا تو میرے ساتھ پاؤں پھول گئے۔ زبان تالو سے چپک گئی اور لب یوں آپس میں جڑ گئے جیسے سلائی کر دی گئی ہو۔

طیقوش نے قہقہہ لگایا۔ "پڑھو وظیفہ" اس نے میرا تمسخر اڑایا اور لاچارگی سے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اسی لمحے اس پرسوز ساز کا طلسم بڑھنے لگا اور میں اس کے سحر میں ڈولنے لگا۔ مجھ پر بے خودی طاری ہونے لگی اور میں نے لاچارگی کے عالم میں طیقوش کی طرف دیکھا مگر جب بولا تو میرا لب و لہجہ بدل چکا تھا۔ میں اپنی زبان میں نہیں کسی اور زبان میں بول رہا تھا۔ وہ بولی جو بدی کا سیل رواں بول رہا تھا۔ اب مجھے سمجھ آنے لگی تھی۔ "اے میرے ہمدرد اور عظیم طاقتوں کے مالک طیقوش۔ یہ ساز کیسا ہے؟"

طیقوش کی آنکھوں میں فتح کی چنگاریاں پھوٹ پڑیں۔ "یہ ساز جو فضاؤں کو مسخر کر لیتا ہے، قلب و نظر پر سحر طاری کر دیتا ہے ہمارے جد امجد ابلیس کا ساز ہے یہ اس کی ایجاد ہے۔ ہم اسے مزمار

لیتے ہیں۔ فرزندان ابلیس اور اماں طرطبہ آتش کدے میں پوجا پاٹ کے دوران یہ ساز بجاتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ جب آدم و حوا کے بیٹوں قابیل اور شیث نے اپنے اپنے قبائل بنا لئے تھے تو آقا ابلیس نے بنو قابیل کو بنو شیث کے خلاف گمراہ کرنے کیلئے یہ ساز ایجاد کیا تھا۔"

اس نے مزمار بنا کے قابیل کے ہاں ایک خوبصورت نوجوان بن کر نوکری کر لی تھی اور پھر اس ساز کی بدولت اس نے بنو قابیل اور بنو شیث کے مردوں اور عورتوں کو بدکاری پر اکسایا اور بنو شیث جو ں ایمان تھے۔ آقا ابلیس کے بنائے ہوئے مزمار کی لطافت اور ساز و آواز میں ڈوب کر بدی کی ہوں پر چل پڑے۔"

طیقوش تاریخ کے ورق الٹ رہا تھا اور اس دوران میری نظر اس شفاف بت پر پڑی۔ اب ارا ہجوم اس میدان کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ہر ایک نے ہاتھوں میں پتھر اٹھا رکھے تھے اور جوں جوں بت کے قریب پہنچتے اس پر سنگ باری کرتے اور پھر ان کا رخ کھنڈرات کی طرف ہو جاتا۔

"یہ ہامہ کا بت ہے۔" طیقوش کے الفاظ میری سماعت پر دھماکے سے گرے۔ "یہ جنات کا بیٹا بس کا پڑپوتا ہے۔ اس نے ابلیس کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا یہ قانون ہے کہ جب بھی کائنات ں پھیلی شر پسند قوتیں ابلیس و ہنفاف کی سلطنت میں حاضری دیتی ہیں تو اس پر سنگ باری کرتی ں۔" جنات کے بیٹے ہامہ کا نام سنتے ہی میرے اندر غصہ کی ایک لہر اٹھی مگر مزمار کے طلسم نے مجھے ہوش کر دیا تھا۔ "ایک پتھر تم بھی اٹھا لو اور ہامہ کو مارو۔" طیقوش نے ایک پتھر اٹھایا اور مجھے بھی پتھر ھانے کیلئے کہا مگر میرے اندر ہیجان پیدا ہو گیا۔ میں اب ہامہ کے بت کے بہت قریب پہنچ گیا تھا قوش نے پتھر زور سے ہامہ کے بت کو مارا۔ مجھے یوں لگا جیسے یہ پتھر اسے نہیں مجھے لگا ہے۔ میری نکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

"پتھر اٹھاؤ اور اسے مارو۔ یہ رسم ادا نہ کی تو آتش کدے تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

میں نے پتھر نہ اٹھانے کا عزم کیا مگر نہ جانے کیا ہوا کہ مزمار کا شیطانی سوز اور تیز ہو گیا اور میں نے پتھر اٹھا لیا اور پھر ہامہ کے بت کی طرف دیکھنے لگا۔ پتھروں کی بارش سے اس کے خدوخال بکھر ئے تھے مگر آنکھیں ابھی تک قائم تھیں۔ پتھروں نے اس کے ہر عضو کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں جب اسے ر مارنے لگا تو یوں لگا جیسے یہ آنکھیں میں کہیں دیکھ چکا ہوں۔ یہ سراپا میری نظروں سے گزرا ہے مگر مار کا طلسم مجھ پر غالب آ گیا اور میں نے اس قدر زور سے پتھر ہامہ کی طرف پھینکا جو سیدھا اس کی نکھوں میں لگا اور اس کی روشن آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔ پتھر مارنے والا میں آخری شیطان تھا۔ ے خود سے گھن آنے لگی تھی۔ اس لئے میں خود کو انسان کہلوانے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔

طیقوش نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور مجھ سے قدم اٹھانا دوبھر ہو گیا۔ فضا جو مزمار کے

طلسم میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس میں اب شرارے پھوٹنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد راہداریوں میں واپس پہنچے اور پھر کھنڈرات میں داخل ہو گئے۔ ایک عالی شان محل تھا۔ جو اس قدر طویل عریض احاطہ میں قائم تھا جس میں ساری دنیا سمو سکتی تھی۔

''اب ہم آتش کدے کی طرف جا رہے ہیں۔'' طیقوش نے کہا اور میں خاموش رہا۔ ہم کچھ اور آگے بڑھے تو مزمار کے سوز کے ساتھ ہی نہایت سریلی آوازوں کا الاپ شروع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ہم محل کے ایک نہایت کشادہ اور کھلے میدان میں پہنچ گئے۔ جو ایک اسٹیڈیم کی طرز پر بنا ہوا تھا۔

اس کھلے میدان میں ایک دنیا آباد تھی جو عقیدت و سرمستی سے اپنی اپنی جگہ پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ میں تو اس ماحول سے یکسر نا آشنا تھا مگر اب یوں لگ رہا تھا جیسے مکروفریب اور شرک و کفر کی اس دنیا میں وہ سارے شیاطین اکٹھے ہیں جنہوں نے ہر دور میں کفر و شرک کو پھیلایا اور ابلیس کی خوشنودی کی خاطر شیطانی علوم سیکھے۔ دنیا کے ہر مذہب کا مشرک وہاں موجود تھا۔ فضا میں مزمار کا طلسم اور خوشبودار لکڑیاں نہ جل رہی ہوتیں تو ان شیطانی جسموں کے تعفن سے فضا بدبودار ہو کر پھٹ چکی ہوتی۔

میں ابھی سارے ماحول کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ مزمار کے ساتھ آلاپ اور ہجوم بیکراں کی بے کلی بڑھ گئی۔ فضا یکلخت پھٹ گئی اور دیکھتے دیکھتے میدان کے وسط میں ایک بڑا تخت نمودار ہو گیا۔ ہیرے جواہرات سے مرصع تخت پر ایک بوڑھی اور کراہت زدہ چہرے کی مالک عورت بیٹھی تھی۔ اس کے دائیں بائیں قد آور مرد تھے۔ وہ سب فرزندان ابلیس تھے۔ طیقوش نے اس لمحے مجھے متوجہ کیا کہ اماں طرطبہ اور فرزندان ابلیس جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ اس کے کہنے کے ساتھ ہی موسیقی کا زور بڑھ گیا اور نامانوس سی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ دنیا کا شیطان زیر لب کچھ بڑبڑانے لگا اسی لمحہ طیقوش نے مجھے حکم دیا۔ ''جونہی اماں طرطبہ اپنی نشست سے اٹھے گی۔ ابلیس کے یہ پجاری سجدہ ریز ہو جائیں گے تم بھی فوراً جھک جانا۔''

یہ سنتے ہی میرے اندر چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ ''نہیں ...... ہرگز نہیں۔'' طیقوش جواب میرے دل کی کیفیت بھی بھانپ لیتا تھا اس نے مجھے ڈرایا ''اگر تم نے سجدہ نہ کیا تو ریشماں کے ساتھ تمہیں بھی کھولتے تیل کے کڑاہے میں ڈال دیا جائے گا''

''مجھے مرنا قبول ہے۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ابھی میں نے کہا ہی تھا کہ فضا میں ایک بار پھر مزمار کے فتنے جاگ اٹھے اور ابلیس کی بیوی طرطبہ اٹھی۔ جھریوں زدہ چہرہ اور کمینگی سے بھرپور صفات کی حامل بڑھیا نے ہاتھ میں ایک عصا پکڑا ہوا تھا اور ماتھے پر قیمتی پتھروں کی مالا باندھ رکھی تھی۔

لگا میں نے اسے کہیں دیکھا ہے اور پھر مجھے یاد آ گیا کہ اس کی شکل و شبیہ دنیا جہاں کے بت پر ں اور کالے علم کرنے والے جادوگروں کی ماں کالی دیوی سے ملتی جلتی ہے۔ وہ اٹھی تو شیطانی ق ''اے عظیم ماتا ...... بدی کی قوتوں کی ماں ...... تیرے بیٹے تیرے آگے سرنگوں ہیں۔ فرزندان ں بھی تیری آشیرواد کے متمنی ہیں۔ تو ہے تو شیطانی طلسمات کی دنیا آباد ہے۔ بت کدے آباد ہیں ے نفس پر سحر پھونکنے والی ہمیں اپنی آشیرواد دے۔'' بدی کی ساری مخلوق اور شیطان کی اولاد سجدہ ہو گئی مگر میں نہ جھکا اور کھڑا رہا۔

بدی کی ماں طرطبہ اپنی ساری مخلوق کی اطاعت پر انتہائی مسرور دکھائی دے رہی تھی اس نے ائی مکروہ قہقہہ لگایا اور اپنے عصا کا رخ سجدہ ریز مخلوق کی طرف کر دیا۔ اسی لمحہ اس کی مجھ پر نظر پڑ گئی ہ قہر سے لرز گئی۔ طیقوش بھی سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ میں نے اس کا حکم نہیں مانا اور طان کی بیوی اور فرزند ابلیس کو سجدہ کر کے اپنا ایمان ختم نہیں کرنا چاہتا۔

''اے گستاخ ...... تو کون ہے؟ تو جانتا نہیں کہ سجدہ نہ کر کے تم نے ہمارے غضب کو للکارا ے؟'' قہر کی دیوی طرطبہ کی صدا گونجی تو سجدہ میں پڑی مخلوق نے یک لخت سر اٹھایا طیقوش بھی یکدم ن میں آ گیا۔ اس نے مجھے سجدہ کرنے کیلئے آمادہ کرنا چاہا مگر میں کسی بت کی مانند کھڑا رہا۔

طرطبہ نے طیقوش کو دیکھا تو دھاڑی۔ ''اے فرزندان ابلیس کے محافظوں کے محافظ ...... ے ساتھ یہ کون ہے؟''

طیقوش نے اسے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تو مکروفریب کی دیوی، قہر و غضب اور شر مردوں کی ماں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔ ''تو ریشماں کو بچانے آیا ہے اور نہیں چاہتا کہ میرا فرزند ف ولادت نو حاصل کر سکے۔'' اس نے طیش کے عالم میں اپنا عصا فضا میں لہرایا تو فضا میں دھوئیں کا ار پیدا ہو گیا اور اس میں سے کئی کالے بھجنگ جسموں نے جنم لیا۔

''جاؤ اور ریشماں کو لے کر آؤ۔ کھولتے تیل کا کڑاہا کب سے اس کا منتظر ہے اور سنو ...... خون ں نہروں کے بند کھول دو تا کہ آتش کدے کو اس کا ایندھن مل سکے۔'' اس کے کہنے کی دیر تھی اور لمحوں ں اس کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔

طرطبہ اور اس کے بیٹوں کے تخت سے کچھ فاصلے پر کھولتے تیل کا ایک بڑا کڑاہا نمودار ہوا اور ں کے ساتھ ہی ریشماں مکروہ شیطانوں کے نرغے میں کسی سحرزدہ اور معمولی انسان کی طرح کڑاہے ں طرف بڑھنے لگی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ وہ کھولتے کڑاہے کے پاس پہنچی تو وہ دونوں یطان غائب ہو گئے اور ان کی جگہ پر انسانی کھوپڑیوں کے مینار بلند ہو گئے۔ ریشماں ان کھوپڑیوں ں گم ہو گئی اور پھر اس کے ساتھ ہی فضا میں نقرئی ہنسی گونجی۔

یہ سو فیصد ریشماں کا قہقہہ تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھوپڑیوں کے جنگل سے باہر نکلتی نظر آ
کڑاہے کے پاس پہنچ کر اس نے طرطبہ کی طرف دیکھا۔ طرطبہ نے اپنا عصا اس کی طرف بلند
ریشماں کسی لطیف مادے کی طرح اڑتی ہوئی گرم کھولتے تیل کے کڑاہے میں جا کودی۔ اس کی
چیخ بھی نہ گونجی تھی مگر جونہی وہ کڑاہے میں گری بدی کی قوتوں نے ہنفاف کو ولادت نو کی مبارکبا
دینی شروع کر دیں۔ آتش کدے کی آگ آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگی اور یوں لگا جیسے آ
فشاں اپنے قہر و غضب کے ساتھ پہاڑوں سے جنم لے رہا ہے۔ آتشی مخلوق شیطانوں کے پجاری
آگ کو دیکھ کر ایک بار پھر سجدے میں گر گئے۔ اس لمحہ طرطبہ نے عصا کڑاہے کی طرف بڑھایا جو
تیزی سے دراز ہو کر کڑاہے تک پہنچ گیا اور گرم کھولتے تیل میں سے ایک کھوپڑی نکال کر اسے
طرف کھینچ لیا۔ یہ کھوپڑی یقیناً ریشماں کی تھی۔ اس نے کھوپڑی کو عصا پر سجایا اور فاتحانہ نظروں
میری طرف دیکھنے لگی اور میرے ساتھ کھڑے طیقوش سے کہنے لگی۔ ''اسے آتش کدے کے محا
اسے معبد خانے میں لے آؤ۔'' اس کے ساتھ ہی وہ تخت سمیت غائب ہو گئی اور طیقوش مجھے
معبد خانے کی طرف چل دیا۔

معبد خانہ جادوگری اور طلسمات سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی راہداریاں ان بتوں سے بھری ہ
تھیں۔ جو مشرکوں کے جھوٹے خدا ہیں۔ ان میں دیوی دیوتاؤں کے بتوں کے علاوہ دنیا کے جا
پرندے، کیڑے مکوڑے بھی موجود تھے جو دنیا بھر کے مشرکین کے دیوتا کہلاتے ہیں۔

معبد خانہ میں طلسمات و جادوگری کی دنیا آباد تھی طرطبہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ یہا
اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی۔ وہ ہیرے جواہرات سے مرصع ایک بڑے سے تخت
بیٹھی تھی اور اس کے گرد اس کے بیٹے اور بیٹیاں اپنی اپنی نشستوں پر فرستادہ تھیں۔ تخت کے عقب م
ایک بڑا سا الاؤ روشن تھا۔ جس کی آگ اوپر کو اٹھ رہی تھی۔ آتش کدے کا یہی وہ الاؤ تھا۔ جس میں
ن کی ندیاں آ کر گر رہی تھیں اور اس سے لاوے جیسی منحوس آگ بلند ہو کر کھنڈرات کے اوپر نمودار
رہی تھی۔ معبد میں ہر طرف بت ایستادہ تھے اور شیطان کے پجاری ان کے قدموں میں گرے پڑے
تھے۔ معبد خانے میں نہایت بدبودار ماحول تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میرے گرد انسانی گوشت جل
رہا ہے۔

طیقوش نے مجھے طرطبہ کے سامنے لا کھڑا کیا اور مجھے جھک کر نیاز مندی کا اظہار کرنے کی
ہدایت کی مگر میں نے انکار کر دیا۔ طرطبہ اور فرزندان ابلیس میری جسارت پر ہنس پڑے مجھے تعجب
ہوا کہ یہ کس بات پر ہنسے ہیں حالانکہ انہیں مجھ پر غصہ آنا چاہیے۔

''آؤ بیٹھو تم ہمارے مہمان ہو۔'' خلاف توقع طرطبہ بولی تو معبد خانے کی طلسماتی فضا میں
ی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ اس وقت اس کی آواز میں قہر تھا نہ غضب بلکہ وہ سراپا شفقت بن کر مجھے
ہلو میں بٹھانے کی دعوت دے رہی تھی۔ مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ اسی لمحہ معبد خانے کے پُر
احول میں تبدیلی رونما ہو گئی اور سفید براق لباس میں ملبوس بہت سی سندر دوشیزائیں ہاتھوں میں
ھائے ظاہر ہوئیں اور آہستہ آہستہ نپے تلے قدموں کے ساتھ طرطبہ کے تخت کے پاس پہنچیں
ں ہاتھوں میں پکڑے پکڑے ہی جھک کر اس کو سجدہ کرنے کے انداز میں جھک گئیں۔ پھر انھیں
ں کے اوپر رکھے غلافوں کو ہٹا کر تخت پر چڑھ گئیں۔ تھال میں بڑے بڑے بلوریں گلاس تھے
ں سرخ سیال بھرا ہوا تھا۔ دوشیزاؤں نے طرطبہ اور فرزندان ابلیس کو تو وہ جام پیش کر دیئے مگر
بیٹیوں کو نظر انداز کر دیا۔ تھال میں اب ایک ہی گلاس تھا طرطبہ نے ایک دوشیزہ کو اشارہ کرتے
کہا۔ ''یہ ہمارے مہمان کو پیش کیا جائے۔''
حسن و مستی میں کشید وہی دوشیزہ میری طرف بڑھی اور تھال میرے آگے کر دیا مجھے اس لمحے
ا جیسے میں برسوں کا پیاسا ہوں اور میرے ہونٹ شدت پیاس سے پھٹ چکے ہیں۔ مجھے اپنا صحرا
یاد آ گیا کہ کس طرح اونٹ اور میں پیاس اور گرمی سے نڈھال ہو گئے تھے۔ سرخ سیال سے بھرا
رے سامنے تھا اور وہ شیزہ گہری نشیلی سحر طراز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ صرف ایک لمحہ کے لئے
نے اس کی نظروں میں دیکھا تھا اور پھر میں بے اختیار ہو گیا۔ اس لمحے مزمار کی طلسماتی صدا ایک
لونج اٹھی اور معبد خانے میں موجود دوشیزاؤں نے مزمار پر رقص شروع کر دیا۔ میرے سامنے جو
ہ کھڑی تھی اس نے مسکرا کر جام پکڑا اور میری بڑھا دیا۔
''اے صدیوں کے پیاسے لو یہ جام پی کر امر ہو جاؤ''۔ اس کی آواز کا سحر میرے قلب و ذہن
گیا اور اس کے مرمریں ہاتھوں سے میں نے بے خودی سے جام اٹھایا اور پھر غٹا غٹ پی گیا۔
جو مشروب ابلیس تھا، حلق میں اترا تو رگ و پے میں حرارت و مستی عود آئی اور میں لمحوں میں
ں سا ہو گیا۔ میری پیاس اور اس کافر دوشیزہ کی سحر طرازی نے مجھے گرفت میں لے کر بے بس
تھا اور جو مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا وہ میں کر چکا تھا میں نے اپنا آپ شیطان کے آگے ہار دیا تھا
بھول گیا تھا کہ مجھے ہرگز مشروب ابلیس نہیں پینا چاہئے۔ آدمؑ بھی ابلیس کے بہکاوے میں آ کر
گندم کھا کے جنت سے نکالے گئے تھے اور ان کا فردوسی پیرہن چھین لیا گیا تھا۔ وہ عظمتوں سے
ں میں آ گرے تھے اللہ کی نافرمانی کی بڑی کڑی سزا کاٹی تھی۔ میں بھی پسر آدم تھا فرزندان ابلیس
ر اس کی بیوی کے مکر و فریب میں آ کر بہک گیا تھا اور ان کا مشروب پی کر میری ساری اکڑ فوں
ں تھی۔ میں علوم کی طاقت سے تہی ہو گیا تھا اور میرا باطن اس غلیظ سیال کی وجہ سے متعفن ہو گیا۔

مجھ پر بدی نے غلبہ پالیا تھا۔

میں اپنا شعور کھو بیٹھا تھا اور معبد میں رکھی ہر چیز مجھے اپنی اپنی لگنے لگی اور مجھے بھی گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کی صف میں لا کھڑا کر دیا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جونہی سرخ سیال اپنے حلق میں اتارا طرطبہ کا قہر وغضب عود آیا تھا۔ اس نے طیقوش کو حکم دیا اور کہا طیقوش تم ایک انسان پر غلبہ نہیں پا سکے تم پر ابلیس کی پھٹکار ہو، دیکھا ہم نے اس کے قلب ونظر کو کیسے فتح کر لیا۔ اسے لے جاؤ اور اسے بھی ابلیس کے علوم سکھا دو۔ یہ عامل بڑا پاک باز تھا مگر مشروب ابلیس نے اس کی ساری روحانی طاقتیں سلب کر لی ہیں۔ طرطبہ نے اس لمحے اپنے فرزند لاقیس کی طرف قہر سے دیکھا اور بولی۔ ''ہم دیوس کے اس محافظ اور اپنے فرزند ہفاف کے بدلے میں طیقوش کو معاف کر دیتے ہیں۔ مگر اسے سمجھا دو کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کرے جس سے ابلیس کی تعلیمات کی سرکشی ظاہر ہوتی ہو۔

طیقوش اپنی جان بخشی پر مطمئن ہو گیا اور وہ طرطبہ کے قدموں میں جا گرا۔ ''اے عظیم ماں کالی قوتوں کی ماں اپنے اس سیوک کو بھی معاف کر دے۔ تو جانتی ہے کہ اس نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔ مجھے اس بات کی اجازت دے کہ میں اس سے اپنے بدلے لے سکوں''۔

طرطبہ نے شان جلال کے ساتھ کہا۔ ''طیقوش میں تمہیں اجازت نہیں دے سکتی فی الحال تو اسے اپنے ساتھ لے جا اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کارندوں کی طرح سے اسے بھی ہمارا کارندہ بنا دے۔ اسے اس کی دنیا میں واپس دھکیل دو مگر یاد رکھو ہم نے اسے غلیظ وذلیل کر دیا ہے۔ اسکے قلب پر گمراہی کا سیال انڈیل دیا ہے۔ اب یہ نیکی اور اچھائی کے راستوں پر چلنے سے معذور ہو گیا ہے۔ اسے ہماری تعلیمات دو اور ہمارے فرزند ہفاف کی سلطنت اور دیوس کے ٹھکانے پر لے جا کر کالے علم سکھا دو۔ تاکہ یہ اپنی دنیا میں رہتے ہوئے ابلیس کی تعلیمات کو عام کرے۔''

طیقوش نے ایک بار پھر طرطبہ کے قدموں میں سر جھکا دیا اور مجھے لے کر معبد خانے سے نکلنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے کسی نے ایک وحشت انگیز قہقہہ لگایا۔ طیقوش اور میرے قدم معبد خانے کے دروازے پر ہی جم گئے اور ہم دونوں نے پلٹ کر دیکھا تو طرطبہ اپنے دربار کی رونقوں سمیت غائب تھی اور اب وہاں جو تخت لگا تھا اس پر ایک قوی الجثہ اور انتہائی کریہہ شیطان براجمان تھا۔ اس کے پیچھے ایک محافظ کھڑا تھا۔

''طیقوش...... اس کو ہمارے درشن تو کرا دو۔'' کریہہ اور خباثت سے بھری آواز گونجی۔

''آقا ہفاف!'' طیقوش تیزی سے تخت پر براجمان شیطان کی طرف بڑھا۔

''اماں طرطبہ نے تجھے معاف کر دیا ہے طیقوش اور ہم بھی تجھے معاف کرتے ہیں۔ اے ہمارے محافظ دیوس تو بھی اسے معاف کر دے۔'' ہفاف نے عقب میں کھڑے اپنے محافظ دیوس سے

کہا تو دیوس تخت سے اتر کر طیقوش کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ دو شیطان جو اپنی طاقتوں میں فرزندان ابلیس کی مخلوق میں بے مثل مشہور تھے ایک دوسرے کی طرف قہر وغضب سے دیکھنے لگے۔ پھر دیوس نے طیقوش کے کاندھے پر ہاتھ مارا اور کہا۔

''تو گمراہی سے بچ گیا ہے اس خاکی انسان نے تجھے گمراہ اور کمزور کر دیا تھا مگر یہ اماں طرطبہ، آقا ہفاف کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے طلسم کا جال پھیلا کر اسے اندھا کر دیا ہے اس کی پاکیزگی چھین لی ہے اور اب یہ تمہارا مطیع ہو چکا ہے۔ اب تم ہر لمحہ اس کے ساتھ ہو گے اور اس بات کو یاد رکھو کہ آقا ہفاف کی سلطنت اور اس کی تعلیمات کیا ہیں۔ اسے تم نے گمراہی اور پستی کا درس دینا ہے۔ یہ انسان کے لباس میں ابلیس کا چیلا بن جائے گا اور اسے تم کالے علوم کی شکتی دے کر بھی اس کے ساتھ رہو گے۔ آقا ہفاف کی سلطنت جو دنیا کے تمام صحراؤں تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ تمہاری دسترس میں ہے اسے حیدرآباد کے اس قبرستان میں لے جاؤ جہاں ہمارے پیروکار قبریں کھود کر مردوں کی ہڈیاں جلاتے ہیں پھر اسے ان مندروں میں لے جاؤ جہاں اماں طرطبہ کالی دیوی اور اپنے دیوتاؤں کے ساتھ موجود ہے۔ تم اس کا سایہ بن کر اس پر مسلط رہو گے اور کالے علوم کی غلاظت سے اسے نہلا دو گے۔''

طیقوش اپنے آقا دیوس کی ہدایات لے رہا تھا اور میں بے حس کھڑا تھا۔ میرے ہر طرح کے جذبات جامد تھے۔ میں تو ایک سحر زدہ انسان بن گیا تھا جسے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مگر مجھے اب تک یاد ہے کہ دیوس اور صحراؤں میں شیطانیت پھیلانے پر مامور فرزند ابلیس ہفاف میرے معاملے میں خصوصی دلچسپی لے رہے تھے۔

طیقوش مجھے لے کر معبد خانے سے باہر آیا تو ساری فضا ہی بدلی ہوئی تھی۔ ابلیس کی اطاعت گزار مخلوق لہو ولہب کے کھیل میں مصروف تھی طیقوش جب مجھے لے کر راہداریوں میں آیا تو اس لمحہ مجھے خوشگوار سا احساس ہوا کہ کوئی ایسا وجود بھی میرے ساتھ چل رہا ہے جسے میں دیکھ تو نہیں رہا مگر اس کی مانوس خوشبو میرے ساتھ ساتھ ہے۔ جب ہم راہداریوں سے باہر نکلے تو وہ حسن فتنہ گر سراپا بدی حسن ومستی سے گندھا ہوا وجود میرے سامنے آ گیا۔ یہ وہی دوشیزہ تھی جس نے مجھے مشروب ابلیس پلایا تھا۔

طیقوش نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا اور تلخی سے بولا تو کیا لینے آئی ہے؟

''میں تیرے ساتھ جا رہی ہوں۔'' دھیمی مگر طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیل رہی تھی۔

''مجھے آقا ہفاف نے بھیجا ہے اور ہدایت کی ہے کہ اے میری داسی سابونہ تجھے طیقوش اور اس [illegible] کی دیکھ بھال کے لئے بھیج رہا ہوں اور مجھے ہر پل کی خبر دینا۔''

طیقوش سابونہ کی بات سن کر خاموش ہو گیا تو وہ فتنہ گر حسن کی دیوی چہک کر بولی ''طیقوش تمہاری جان کیوں نکل گئی ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ میں انسانوں کی دنیا میں ایک بار پھر جاؤں اور

اپنے آقا کی تعلیمات کے مطابق صحراؤں میں اس کے طلسمات و بربادی کے فتنے جگا دوں۔ کیا تو نہیں چاہتا کہ میں اپنے آقا کی نظروں میں معتبر ہو جاؤں"۔

"سابونہ یہ بات نہیں۔" طیقوش سنبھل کر بولا۔ "میں کسی اور خیال سے پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا شاید تو اس معمول پر فدا ہو گئی ہے۔"

"ہا۔ ہا۔ ہا" سابونہ کا نقرئی قہقہہ گونجا۔ "میں آج تک تم پر فدا نہیں ہوئی تو اس پر فدا کیوں ہوں گی!"

سابونہ کی گفتگو سے مجھے ذرا بھی ملال نہ ہوا۔ وہ غرور تکبر کی دیوی تھی جو طیقوش کو بھی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ سابونہ اور طیقوش مجھے لے کر اس میدان میں آ گئے جہاں دور دور تک بت ایستادہ تھے اور ان کے قدموں میں غلاظت کے ڈھیر خرمستیاں کر رہے تھے۔ پھر وہ مجھے ہامہ کے بت کے پاس لے آئے اور حسب دستور پتھر اٹھائے اور ہامہ کے بت پر سنگ باری شروع کر دی۔

"اے خاکی انسان! یہ ابلیس کا وہ باغی پڑپوتا ہے جس سے ابلیس کے پیروکار نفرت کرتے ہیں اور اس پر سنگباری کر کے اسے یہ جتایا جاتا ہے ہماری نظر میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس نے ہمارے آقا ہغاف کے ساتھ جنگ کی تھی جس سے وہ گھائل ہو گئے تھے تب سے آقا ابلیس نے ہامہ کا بت بنا کر یہاں رکھ دیا ہے اور اپنے پیر کاروں کی پابند کر دیا ہے کہ اسے پتھر مارتے رہو۔ ہم جب آقا ہغاف کی سلطنت میں داخل ہوتے ہیں تو اسے پتھر مارتے ہیں تاکہ یہ ہم پر غالب نہ آ سکے۔"

"کیا تم اس سے خوفزدہ ہو؟" سابونہ نے طیقوش کو سختی سے کہا۔ "اس معمول کو اتنا کچھ بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا تمہیں اس بات کی اجازت ہے کہ تم ہامہ کے متعلق آگاہ کر سکتے ہو؟"

"ہاں اماں طرطبہ اور آقا ہغاف اور آقا دیوس نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ اپنے اس معمول کو ابلیس کی تعلیمات دوں لہٰذا اسے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ہامہ کون ہے اور آقا ابلیس وہغاف کی اس کے ساتھ صدیوں سے دشمنی چل رہی ہے۔ جنات کا یہ بیٹا آقا ہغاف کی سلطنت پر کسی بھی وقت پر دھاوا بول سکتا ہے لہٰذا اسے بتانا ضروری ہے کہ تم اس کے مکروفریب میں نہیں آؤ گے۔" یہ کہہ کر اس نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ "میرے معمول! اب تم ہامہ کے دشمن ہو اور ہامہ تمہارا دشمن ہے۔ ہم شیطان میں سے ہیں اور وہ جنات میں سے ہے۔ ہم بدی کی قوت ہیں تو وہ نیکی کی علامت ہے۔ اگر تمہیں کبھی اس سے واسطہ پڑے تو اس کے جھانسے میں نہ آنا۔ ورنہ تباہ برباد ہو جاؤ گے کیونکہ کالے علوم سیکھنے والوں کے پاس واپسی کا راستہ نہیں ہوتا"۔

میں نے طیقوش کی ہدایت معمول کی طرح سنیں اور اقرار میں سر ہلایا۔ سابونہ میری اس سعادت مندی پر مسکرائی۔ "اے انسان، آقا ہغاف نے بتایا ہے کہ تو روحانی علوم کا ماہر تھا اور تجھے ان

پر گھمنڈ بھی تھا تیرے ان علوم نے تجھے کیا دیا ہے؟"

میں اس کافرادا دیوی کی بات سن کر جواباً مسکرا دیا اور کہا۔ "اے دیوی سابونہ...... کوئی اور بات کر میں ماضی کو بھول چکا ہوں اور اب نئے رستوں کا متلاشی ہوں"۔ طیقوش اور سابونہ میری بات سن کر خوش ہو گئے اور پھر میں ان کے ساتھ کسی معمول کی طرح اا بلند و بالا کھنڈرات سے باہر آ گیا اور میرا قد معمول پر آ گیا۔ البتہ طیقوش اور سابونہ اپنی قامت و جلال کے ساتھ میرے ساتھ تھے۔ وہ مجھے لے کر اس بلندی پر آ گئے جہاں صحرائی ریت کے سمندر نے مجھے نگل کر نیچے جنات کی دنیا میں پھینکا تھا۔ سابونہ نے اس لمحہ میرا ہاتھ تھام لیا اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"ہم تجھے تیری دنیا میں لے کر جا رہے ہیں آنکھیں بند کر لو۔" میں تو اس کے ایک ایک لفظ پر فدا ہونے پر تیار تھا۔ مجھے اس وقت اپنی دنیا سے کوئی غرض نہیں تھی۔ نہ جانے اس حشر کی دیوی میں کیسی قوت تھی کہ میں اس کا حکم بجا لانے پر آمادہ ہوئے جا رہا تھا۔

پس جونہی میں نے آنکھیں بند کیں یوں لگا جیسے میرا وجود کثیف دھوئیں میں ڈھل گیا اور نہایت تیزی کے ساتھ آگ کے سمندر کو تیر کر عبور کر رہا ہے۔ نہ جانے میں کب تک یہ سفر کرتا رہا۔ مجھے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ مسافتیں کتنی طویل اور عذاب ناک ہیں میرے لئے تو سابونہ کی قربت کا احساس ہی کافی تھا۔ پھر یہ سفر جو صدیوں پر محیط تھا مجھے اپنی دنیا میں لے آیا۔ میری آنکھیں ہنوز بند تھیں جب سابونہ نے مجھے آنکھیں کھولنے کیلئے کہا تو میں نے بے اختیار ہو کر آنکھیں کھول دیں اور گردوپیش کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

یہ لالی بابا اور ریشماں کا گھر تھا اور میرے سامنے ریشماں اور بابا لالی موجود تھے۔

"تجھے تمہاری دنیا مبارک ہو۔" ریشماں بولی تو میری نظر و ذہن کا غبار ہٹ گیا سابونہ ریشماں کے روپ میں داخل گئی تھی اور مجھے یقین ہو گیا کہ بابا لالی کے پیرہن میں طیقوش جنم لے چکا ہو گا اور پھر کچھ ہی بعد جب وہ بولا تو میری اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

"اس دنیا کو کچھ معلوم نہیں کہ یہاں کیا ہوا ہے۔" ریشماں اور لالی کہاں ہے اب ہم ہی ریشماں اور بابا لالی ہیں اور تم ان کے لاہور سے آئے ہوئے مہمان زندگی کے معمولات اس طرح سے گزاریں گے جس طرح لالی بابا گزارتا تھا طیقوش یہ کہہ کر یکا یک ہنس دیا اور سابونہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا "ریشماں کے روپ میں آ کر اس سامنے والے لڑکے کو تباہ کر دینا۔"

اس کی شرارت آمیز بات پر میں ہنس دیا اور پھر میں بظاہر لالی بابا اور ریشماں کا مہمان بن کر رہنے لگا۔ طیقوش لالی بابا کی گدی پر بیٹھ کر کالے علوم کی خباثتیں پھیلانے لگا اور ریشماں کے روپ میں سابونہ اپنی خوں آشام خواہشوں پر عمل کرنے لگی میں ان کی ہدایات پر عمل کرنے پر مجبور ہو چکا تھا

اور حیدر آباد کے ویران قبرستانوں میں جا کر کالے علم کی شیطانی قوتیں حاصل کرنے میں لگ گیا۔

کم و بیش ایک سال کا عرصہ گزر چکا تھا میں نے اپنے گھر کو بالکل بھول چکا تھا اس دوران میرے گھر والوں نے بھی میری کوئی خبر نہ لی۔ انہیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ میں باغی اور سیلانی عامل ہوں۔ جب دل کرے گا واپس آجاؤں گا۔ سچ تو یہ ہے کہ میرے لئے اب سابونہ اور طیقوش ہی سب کچھ تھے۔ سابونہ میرے حواس پر چھائی ہوئی تھی اور طیقوش ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے غافل نہ ہوتا تھا۔ ایک سال کے عرصہ میں، میں نے وہ تمام روایات پوری کرلیں جو ایک بڑے کالے علم کے پجاری کی ہوتی ہیں۔ ٹھیک ایک سال ایک مہینہ بعد طیقوش نے مجھے کہا۔ ''تو شیطانی علوم کا ماہر ہو چکا ہے اور اب تو لالی بابا کی گدی پر بیٹھ جا۔ میں بظاہر لالی بابا ہوں اور عنقریب مر جاؤں گا تو دنیا کہے گی کہ اب لالی بابا کی جگہ تو نے لے لی ہے۔ سابونہ ریشماں کے روپ میں تیرے پاس رہے گی۔ پھر چند روز بعد ہی طیقوش لالی بابا کے روپ میں مر گیا میں اور سابونہ دنیاوی دستور کے مطابق روئے پیٹے اس کی رسومات ادا کیں اور اس کے بعد مجھے لالی بابا کی گدی پر بٹھا دیا گیا۔ لالی بابا کے مریدوں کا حلقہ بہت بڑھ گیا تھا۔ طیقوش نے اپنے علوم کی طاقت سے ہر سائل کو اپنا مطیع بنا لیا ہوا تھا اور لوگ جو اسے بابا لالی ہی سمجھتے تھے اس کی بے حد قدر کرتے تھے بلکہ اس کی پوجا بھی کرتے تھے۔ بڑے بڑے لوگ بھی اس کے در کی چوکھٹ تھامنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لہٰذا جب میں نے بابا لالی کی گدی سنبھالی تو مریدوں کا حسن سلوک میرے ساتھ بھی رہا۔ یہاں میں یہ بات بتا دوں کہ سائل کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اس کا مسئلہ نوری علم سے حل ہو رہا ہے یا کالے علم سے، علوم کا ماہر تو ایک غلاف کی طرح ہوتا ہے وہ سائل کی عقل پر چڑھ جاتا ہے اور اس پر سحر پھونک کر اسے نیکی اور بدی کے درمیان تمیز کرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑتا۔ بس مجھے اتنا یاد ہے کہ میں بدی کا کارندہ بن کر لوگوں کو گمراہ کرتا رہا۔ سابونہ کی قربت مجھے میسر تھی میں اس کے سحر میں مبتلا ہو کر ذلت و گمراہی کے راستوں پر چلتا رہا اور پھر آخر وہ وقت آ ہی گیا جب قدرت کو میری اصلاح منظور تھی۔

اس روز موسم کے تیور بڑے خطرناک تھے۔ طوفان باد و باراں نے پورے شہر میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ میرے مریدین اور سائل گھروں کو جا چکے تھے اور میں اپنے حجرے میں لیٹا ہوا تھا جب سابونہ اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ اندر آئی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر عجیب سی مسکان تھی۔ میں اس کی مانوس خوشبو سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور وہ بھی میرے مقابل بیٹھ گئی اور عجیب مخمور نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''کیا دیکھ رہی ہو سابونہ؟'' میں اس کے قریب کھسک سرگوشی کے انداز میں بولا۔

''تمہارے کچھ مہمان آنے والے ہیں۔'' وہ بولی۔ ''طیقوش اور دیوس، آقا ہفاف کا خصوصی

پیغام لے کر آ رہے ہیں۔'' سابونہ اپنے گھرے سیاہ بالوں میں مخروطی انگلیاں پھرتے ہوئے بولی تو اس کے بالوں کی مہک نے حجرے کے ماحول کو مہکا دیا طیقوش اور دیوس کا سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔

میرے چہرے پر اطمینان دیکھ کو بولی۔ ''تم نے پوچھا نہیں کہ وہ پیغام کیا ہو سکتا ہے؟''

''آقا کا پیغام ہے' جو بھی ہو گا اچھا ہی ہو گا۔'' میں اس کے معطر بالوں اور اس کی گہری آنکھوں کے سحر میں کھو کر بے خودی سے بولا۔'' سابونہ! تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کوئی تشویش نہیں کہ آقا کا پیغام آ رہا ہے تو وہ خوشخبری پر مبنی ہو گا یا کوئی دکھ و ذلت کا امتحان ہو گا۔''

''تمہاری سعادت مندی سے آقا ہفاف بہت خوش ہیں۔''

''اور تم......؟'' میں نے اس سوال کیا تو اس کی گہری طلسماتی آنکھوں کا رنگ بدلا۔

''میں تو ازل سے تمہاری ہوں۔'' عین اسی وقت حجرے میں دھویں کی کثافت بڑھ گئی اور سابونہ یکدم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ طیقوش اور دیوس آ گئے ہیں۔ میں نے جھٹ سے کمرے سے عنبر اور عود کو دھیمی آنچ پر سلگتی انگیٹھی میں پھینک دیا کیونکہ ان کی خوشبو انہیں بھاتی ہے۔ جونہی طیقوش اور دیوس ظاہر ہوئے۔ میں نے حجرے میں رکھے ہوئے ان کی پسندیدہ مشروبات اور کھانے ان کی نذر کیے۔ دیوس کے ساتھ یہ میری پہلی تفصیلی ملاقات تھی دونوں نے آتے ہی مجھے جو پیغام دیا اسے سن کر میری روح لرز گئی۔ میرے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور نہ جانے کیا ہوا کہ ایک مدت کے بعد میرے اندر رتھل پتھل سی ہو گئی۔

دیوس اور طیقوش کے علاوہ سابونہ نے بھی میرے چہرے کے تاثرات پڑھ لئے تھے۔

''اے ہمارے دوست، آقا ہفاف ولادت نو کے بعد ایک اور تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے صحراؤں میں شیطانی طلسمات کا جال ٹوٹ رہا ہے۔ قحط ختم اور صحراؤں کے مسافروں کا اطمینان بھی لوٹ رہا ہے۔ صحرائی دنیا کی دہشت ختم ہو رہی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے یہاں سے کچھ فاصلے پر اللہ کے ایک برگزیدہ بندے سید کبیر نے ڈیرہ لگا لیا ہے وہ پاکپتن سے آئے ہیں اور ان کی یہاں روحانی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا ہے۔ ہم نے سید کبیر کو بڑی مشکل سے مار دیا ہے اور اس میں ہمارے بہت سے گرگوں کی جان بھی گئی ہے انہیں بھی دفن کر دیا ہے۔ آقا ہفاف نے کہا کہ اگر سید کبیر کی لاش صحرا کے اس خطہ میں دفن رہی تو شیطانی طلسمات پر ان کا قہر نازل ہوتا رہے گا۔ لہٰذا سید کبیر کی لاش کو قبر سے نکال کر جلا دیا جائے اور اس کی راکھ ہمارے حوالے کر دی جائے یہ کام ہم نہیں کر سکتے لہٰذا آقا نے یہ ذمہ داری تمہیں سونپی ہے اور کہا ہے کہ انتہائی راز داری

کے ساتھ یہ کام کرنا ہے کیونکہ نورانی قوتیں ان کی قبر کی حفاظت پر مامور ہیں ہم تمہارے ساتھ جائیں گے مگر یہ کام تمہیں اکیلے ہی سرانجام دینا ہوگا۔"

سید کبیر کا نام میں اپنے ایک مرید سے سن چکا تھا میرا یہ مرید کالے عملیات کے لئے قبروں سے ہڈیاں اور منحوس جانور اکٹھے کر کے لاتا تھا۔ یہ اس کا پیشہ بھی تھا اور وہ پنجاب کے عاملوں کو یہ اشیاء بھی فروخت کرتا تھا اس نے بتایا کہ وہ سید کبیر کی بستی کے قبرستان سے ہڈیاں تلاش کرنے گیا تھا مگر کسی قوت نے اسے قبرستان سے باہر پھینک دیا تھا۔ مجھے سابونہ کی طرف سے سخت ہدایت تھی کہ کسی سے الجھنا نہیں ہے اس لئے میں نے اپنے مرید کی بات سننے کے بعد کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا مگر اب میرے فتنہ گر دوست، سید کبیر کا معاملہ میرے پاس لے کر آ گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ مجھے ہر صورت میں ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہے مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ اللہ کے ایک نیک بندے کی لاش کی بے حرمتی کا سن کر مجھے کیا ہو گیا تھا۔ شاید یہی وہ لمحات تھے جب میرے دل سے نحوست اور غضب اور شیطانیت کا غلاف سرکا تھا مگر سابونہ کی حشر سامانیوں اور جلوہ خیز اداؤں نے مجھے اس کام پر آمادہ کر لیا اور میں رات ہوتے ہی اپنے فتنہ گر دوستوں کی راہنمائی میں زندگی اور موت کے سفر پر روانہ ہو گیا۔

موسم بدستور غیض و غضب کا اظہار کر رہا تھا۔ طیقوش دیوس اور سابونہ مجھے باحفاظت سید کبیر کی بستی کے پاس لے گئے اور خود اس بستی سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئے۔ میں نے حیرت پاش نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو وہ بولے:

"اگر ہم یہاں سے ایک قدم بھی بستی کی حدود میں داخل ہو گئے تو جل کر راکھ ہو جائیں گے"۔

میں اپنے دوستوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا لہٰذا میں نے عملیات کا سامان، لالٹین اور کسی ایک تھیلے میں ڈالی اور بستی کے قبرستان کی طرف چل پڑا۔ میں نے عملیات پڑھ کر اپنی حفاظت کر لی تھی۔ یہ قبرستان ایک ٹیلے پر بنا ہوا تھا جس پر گھنی اور جھاڑیاں تن آور درخت اُگے ہوئے تھے۔ میں ایک پگڈنڈی کے ذریعے قبرستان کے قریب پہنچ گیا۔ پگڈنڈی پتھروں سے بنی ہوئی تھی لہٰذا قبرستان میں داخل ہوتے ہوئے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی اور میں قبرستان کے اندر داخل ہو گیا۔ اس لمحے میرے قریب ہی کڑکتی بجلی کا ایک لپکا ہوا اور پہلی بار میرا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔ وہ دل جو خود دہشت سے لرزنا بھول چکا تھا مگر اس لمحے ایک بار پھر دھڑکنے لگا تھا یوں لگا جیسے آسمانی بجلی کی چکاچوند میرے دل کی سیاہ مہیب دنیا میں روشنی پیدا کر گئی ہے اور میرے دل پر غفلت کا پڑا پردہ جلا دیا ہے۔ میں جہاں تھا وہیں رک گیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا سامان نیچے رکھ دیا۔ میرا سامان نیچے رکھنے کی دیر تھی کہ دور سے ایک سنسناتی زہر میں بجھی صدا آئی۔ "یہ کیا کر رہا ہے کیا تو ڈر گیا ہے؟" یہ سابونہ کی صدا تھی جو ہمیشہ مجھے اپنا اسیر بنا لیتی تھی۔ میں نے کسی سحر زدہ انسان کی طرح سامان اٹھا لیا اور ایک بار پھر دل کو مضبوط

بنائے آگے چل پڑا اور قبرستان کے عین وسط میں پہنچا ہی تھا کہ بجلی ایک بار پھر قیامت خیز انداز میں کڑکی یوں لگا جیسے کسی نے صور پھونک دیا ہے اور یہ گھڑیاں قیامت کی گھڑیاں ہیں۔ لالٹین میرے ہاتھ سے گر گئی اور اس کا شیشہ ٹوٹ گیا۔ نیچے پانی تھا پانی نے لالٹین کو بجھا دیا اور اس لمحے میری راہنما روشنی گل ہونے سے قبرستان سیاہ تاریکی میں ڈوب گیا مجھے اب کچھ دکھائی اور سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ میں آگے کیسے بڑھوں مگر اس لمحے قہر و غضب میں ڈوبی ہوئی دیوس کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ "اٹھو اور ناک کی سیدھ چلتے جاؤ سید کبیر کی قبر تم سے چالیس قدم کے فاصلے پر ہے اور اس کے پاس ایک دیا روشن ہے تمہارے لئے اتنی ہی روشنی کافی ہوگی"۔

دیوس کے غضب نے میرے ڈوبتے دل میں شیطانی قوت بھری اور میں اٹھا مگر ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں میرا پاؤں جا پڑا اور پھر میں قبر کے اندر گرا۔ کیچڑ میں لت پت گہری اور موذی کیڑوں سے بھری قبر میں گرتے ہی مجھے احساس ہو گیا تھا کہ یہ میرے قد سے بھی اونچی ہے اور اس سے باہر نکلنا آسان کام نہیں ہوگا۔ میرا یہ احساس اس وقت دہشت میں بدل گیا جب میرے اردگرد رینگتے قبر کے کیڑوں نے میری پنڈلیوں پر کاٹنا شروع کر دیا۔ شروع میں تو میری چیخ نکل گئی اور مجھے لگا جیسے قبر میں پانی گر رہا ہے اور کوئی بڑا سا جانور چل رہا ہے۔ اس لمحے میں نے اپنے اعصاب اور خوف پر قابو پانے کی کوشش کی اور اپنے عملیات کو استعمال کرنے لگا۔ ابھی میں نے ایک عمل کے چند الفاظ ہی پڑھے تھے کہ میری پنڈلیوں پر کاٹنے والے کیڑے تیزی کے ساتھ میرا گوشت نوچنے لگے اور پھر وہ میرے پورے بدن پر پھیلنے لگے اور میں اذیت میں مبتلا ہو کر عمل پڑھنا بھول گیا۔ میں نے ہاتھوں کی مدد سے کیڑوں کو کپڑوں سے جھاڑنے کی کوشش کی مگر کیڑے میرے کپڑوں کے اندر داخل ہو چکے تھے اور میں انہیں بدن سے جھاڑتے جھاڑتے تھک گیا اور قبر کے کیڑوں نے مجھے تازہ غذا سمجھ کر مجھ پر غلبہ پا لیا۔ مجھے احساس ہوا کہ کیڑے میرے سر پر بھی چڑھ گئے ہیں۔ ناک میں گھس گئے ہیں، کان اور منہ میں داخل ہو رہے ہیں اور بے بسی و لاچاری سے میں ان کی خوراک بن رہا ہوں۔ جوں جوں میرے اندر کیڑے داخل ہو رہے تھے، میرے اندر سے ناگوار بو نکلنے لگی یوں لگا جیسے مشروب ابلیس، غلاظت کا سیال میرے بدن کے سوراخوں سے بہنے لگا ہے۔ اس لمحے میری اذیت نشہ میں بدل گئی اور مجھے ان کیڑوں کے کاٹنے سے سکون سا محسوس ہونے لگا مگر جونہی کیڑوں نے میرے دل کو نوچنا شروع کیا تو ایک بار پھر میں اذیت سے چیخا "اے سچائی اور نیکی کے خالق، مجھ سیاہ کار کی مدد کر۔" میں اس کے ساتھ ہی بے اختیار آہ و پکار کرنے لگا اور میں اللہ کو پکارتا رہا۔ کیڑے میرا بدن نوچتے رہے پھر میں نے کلمہ پاک پڑھنا شروع کر دیا اور میری گریہ زاری بڑھ گئی۔ میں نے بے اختیار ہو کر اچھلنا شروع کر دیا۔ میرے اندر گناہوں اور شیطانی علوم سے نفرت کا ادراک

بڑھنے لگا اور میں ماہی بے آب کی طرح قبر کے کیچڑ میں تڑپنے لگا۔ میں زار و قطار رو رہا تھا۔ ''اے میرے مولا! مجھے شیطان نے جکڑ لیا تھا اسے ذات کریم! مجھے اس کی گمراہی اور گناہ کی سیاہی سے بچا...... میرے مولا تو جانتا ہے کہ مجھے کس طرح مکر و فریب اور شر کے خالق ابلیس نے گمراہ کر دیا اور آج تیرے ایک نیک بندے کی بے حرمتی پر اکسا کر مجھے یہاں لے آیا ہے۔ میرے مولا مجھے ابلیس کے شر سے بچا لے۔''

میری گریہ زاری جاری تھی مگر کیڑوں کو مجھ پر رحم نہیں آ رہا تھا مجھے یوں لگا جیسے میرے بدن کا سارا گوشت اتر گیا ہے اور رگوں سے لہو نکل کر قبر کے کیچڑ میں اکٹھا ہونے لگا ہے۔ مجھے ہر طرف خون ہی خون دکھائی دینے لگا اور پھر اس خون میں تپش پیدا ہونے لگی۔ اس میں ابال آیا گیا اور کھولتے پانی اور لاوے کی طرح اس میں بلبلے بلند ہونے لگے تھے اور میں خون کے اس تالاب میں ڈوبنے لگا تھا۔ خون کسی لاوے کی طرح گرم ہو رہا تھا اور پھر یکایک ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بلند ہوا اس کے استخوانی ہاتھوں نے میری گردن دبوچ لی اور کراہت آمیز انداز میں بولا۔ ''تو نے ہماری محنت ضائع کر دی ہے اے بد بخت ذلیل انسان......... تو نے فرزندان ابلیس کی تعلیمات سے انحراف کیا ہے۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی ڈھانچے نے مجھے خون کے تالاب سے اچھال کر باہر پھینک دیا اور جب میں نیچے گرا تو اس بار اس کے ہاتھ میری گردن پر تھے مجھے یوں لگا جیسے میرا دم نکل رہا ہے۔ اس نے اب کی بار مجھے قبر سے باہر پھینک دیا اور میں بے سدھ سا ہو کر رہ گیا مگر قہر و غضب کا ڈھانچہ خود بھی باہر نکل آیا اس کے ساتھ ہی میرے ارد گرد کی قبریں شق ہوئیں اور ان میں سے ڈھانچے نکل کر میری طرف بڑھنے لگے۔ وہ مکروہ قہقہے لگا رہے تھے ان کے ہاتھوں میں نوکیلی ہڈیاں تھیں اور وہ میری طرف بڑھ رہے تھے پھر انہوں نے نوکیلی ہڈیاں جو نیزے سے بھی زیادہ نوکیلی اور تیز تھیں، میرے دل کے مقام پر گھونپ دیں اور اسی لمحہ ایک تیز دودھیا روشنی کا جھماکہ ہوا۔ میرا ذہن تو تاریکیوں میں ڈوب رہا تھا مگر اس دودھیا نورانی روشنی کے نمودار ہوتے ہی قبرستان شیطانی ڈھانچوں کی چیخ و پکار سے گونج اٹھا اور ان کی ہڈیوں کو آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ راکھ کا ڈھیر بن کر قبر پر گر گئے...... روشنی اور نور کا سیلاب اب میری طرف بڑھ رہا تھا اور اس میں سے ایک مقدس ہالہ نمودار ہوا۔ ہالہ میرے قریب آ رہا تھا اور میری آنکھوں اور ذہن کی تاریکیوں میں اجالے پیدا ہونے لگے۔ بے نور گھائل دل کو راحت ملنے لگی نور کے اس ہالے سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے میرے سر پر اپنا سایہ کر دیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں یہ منظر پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ اور پھر مجھے یاد آ گیا یہ منظر اس خواب کی حقیقت تھی جو برسوں سے میں دیکھ رہا تھا۔

میں مبہوت و سحر زدہ سا ہو کر اس مقدس ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ میرے بے قرار اور زخم زخم بدن کو گونا قرار ملنے لگا تھا مگر دل گناہ آلود زندگی کے شب و روز کو یاد کر کے تڑپنے لگا اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی شیطان کا آلہ کار بن جاؤں گا۔ اپنی بے بسی پر نوحہ کناں تھا۔ مجھے اس لمحے خود سے گھن آنے لگی اور دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے میں اس میں سما جاؤں۔ مجھے اب اس اذیت پر بھی افسوس نہیں ہو رہا تھا جو کیڑوں کے کاٹنے سے ہوئی تھی۔ یہ میری سزا تھی کہ یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا میں تو پیدائشی شیطان کا دشمن تھا اور شیطانی علوم سے بھی نفرت کرتا تھا مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ زندگی مجھے یوں بھی دھوکا دے گی۔

مقدس ہاتھ کی انگلیاں اب میرے سر کے بالوں کو سہلا رہی تھیں اور پھر مجھے یوں لگا جیسے میری آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں اور پھر چند لمحوں بعد اس مسیحا نے مجھے دکھوں اور پشیمانیوں کی دلدل سے نکال کر گہری نیند سلا دیا اور نہ جانے کب تک میں سویا پڑا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو یہ ماحول یکسر مختلف تھا میں اٹھ پڑا اور چونک کر گرد و پیش میں دیکھنے لگا۔ میرے سر کے نیچے ایک چٹائی پڑی تھی۔ پاس ہی ایک جائے نماز تھا اور مٹی کا گھڑا اور مٹی کا ہی ایک لوٹا پڑا تھا۔ یہ ایک حجرہ تھا جس کے دروازے پر پردہ لٹک رہا تھا۔ میں نے پردے کو ہٹا کر دیکھا تو سامنے ایک مزار نظر آیا۔ یہ شام کا وقت تھا میں سوچنے لگا کہ میں یہاں کیسے پہنچا ہوں اور مجھے کون لایا ہے۔ معاً مجھے سب کچھ یاد آ گیا اور اس کے ساتھ ہی میرے دل کی بے کلی ایک بار پھر بڑھ گئی اور میں جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اے میرے مولا، مجھے معاف کر دے۔ میرے دل سے کراہ نکلی اور میں حجرے کی خستہ دیوار کا سہارا لے کر نیچے ڈھے گیا اور زار و قطار رونے لگا...... جب میرا دل ملامت کے غبار سے خوب ہلکا ہو گیا تو میں نے گھڑے سے پانی پیا اور پھر حجرے سے باہر نکلنے کی بجائے اسی پانی سے وضو کر کے جائے نماز بچھائی اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو گیا۔ میں جو کبھی نماز قضا نہ کرتا تھا اب اس بات پر بھی پریشان تھا کہ نہ جانے کب سے نماز نہیں پڑھی۔ میں اللہ سے توبہ کرتا رہا اور پھر اسی طرح گھنٹوں بیت گئے اور حجرے میں تاریکی بڑھ گئی۔ میں بھوک و پیاس سے بیگانہ ہو کر مصلے پر ہی بیٹھا رہا اور وہیں بیٹھے بیٹھے سو گیا۔ نہ جانے رات کا یہ کون سا پہر تھا جب حجرہ نورانی روشنی سے بھر گیا اور میری آنکھ کھل گئی۔ وہی مقدس ہستی اپنے نور کے ساتھ ظاہر ہو چکی تھی میں ہوش آتے ہی آہ و زاری اور خود پر ملامت کرنے لگا۔ اس پر نورانی اور مقدس ہاتھ حجرے کی فضا میں لہرایا اور روشنیوں اور خوشبوؤں کی لپٹیں میری آنکھوں اور سانسوں کو معطر کر گئیں۔

''اے انسان، تو سچائی کا مینارہ تھا۔'' یہ ایک ایسی آواز تھی جس میں حقیقت کی مٹھاس ہو۔ ''مگر شیطان نے تجھے بہکا دیا، تجھے راہ سے ہٹایا گیا'' یہ انتہائی افسوس اور تڑپ میں ڈوبی ہوئی سسکی تھی۔

غرض یہ کہ وہ غیر مرئی لبوں سے نکلنے والی حقیقتیں، سسکیاں تندی، تیزی تلخی اور سرزنش میں ڈوبی آ میری سماعت سے ٹکرا رہی تھیں اور میں دم بخود دور فضاؤں میں گھور رہا تھا۔

پھر اچانک وہ آواز رک گئی۔ ہوا کی سرسراہٹیں تھم گئیں اور میں بدحواس ہو کر ادھر ادھر دی لگا۔ میں کچھ بھی تو نہ دیکھ سکا۔ کچھ بھی تو نہ سمجھ سکا حالانکہ وہ آواز میرے دل میں اترتی چلی گئی تھی کاش وہ کچھ اور کہے میں نے دل میں سوچا۔

مگر جیسے اس نے میرے دل کی آواز، میری خواہش سن لی، سمجھ لی اور پھر وہی آواز ابھری۔

''افسوس تو نے اپنے آپ کو کھو دیا۔ اپنے آپ کو مار دیا۔ مگر...... مگر سچائی تیرا پیچھا کرتی رہی وقت تیرے تعاقب میں رہی لیکن بدی کی قوتوں نے تجھ پر غلبہ پالیا اور تو شیطان کے ایک ایسے چنگ میں پھنس گیا، الجھ گیا جس میں بڑے بڑے زاہد جھولتے اور قلابازیاں کھاتے رہتے ہیں۔ یہ ٹھیک کہ اللہ کے نیک بندے بھی لغزش کھاتے ہیں ان کے قدم بھی بہکتے ہیں اور وہ گمراہیوں کی بھول بھلیو میں کھو جاتے ہیں مگر پھر سنبھل جاتے ہیں اور اس کا تاوان ادا کرتے ہیں۔ خدا سے اپنے گناہوں معافی مانگتے ہیں اور اپنے قلب کو نور الٰہی کی چاندنی سے دھوتے ہیں۔ برخلاف اس کے راہ حق۔ ہٹنے والے وہ نادان جو یہ سمجھتے ہیں کہ بدی کی طاقتیں ان کا تحفظ کر سکیں گی وہ سخت غلطی پر ہیں۔

بدی پھر بدی ہے اور یہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ کسی کی حفاظت نہیں کرتی۔ خواہ اپنا ہو یا پرایا۔ نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں بدی سے نیکی کی توقع عبث اور بیکار ہے تو نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہ سینکڑوں صدیاں گزر چکی ہیں اور ہم نے ساری دنیا ئیں دیکھی ہیں۔ شیطان کے بڑے بڑے پجار گزرے ہیں اور انھوں نے شیطانی عقیدوں کو پھیلانے کی بہت کوشش کی مگر خدائے ذوالجلال۔ ان کی گردنوں میں گمراہی کے طوق ڈال دیئے ہیں یا انہیں نیست و نابود کر دیا ہے۔ تو نہیں جانتا مگر جانتے ہیں اے گمراہ انسان۔''

یکا یک فضا میں روشنی کا ایک لپکا ہوا۔ ایک چنگاری چمکی پھر ایک سرد شعلہ ابھرا اور دیکھتے دیکھتے وہ نور کا ہالہ بن گیا پھر یہ ہالہ تاریک فضا میں ابھرنے لگا۔ میں چونک پڑا۔ آنکھیں ملنے لگا کیونکہ یہ ہالہ اپنے چاروں طرف روشنیاں بکھیر رہا تھا۔

کبھی وہ سمٹ کر روشنی کا نقطہ بن جاتا اور کبھی آہستہ آہستہ پھیلتا اور ایک شعلہ جوالہ کی شکل اختیار کر جاتا۔

''تو سن رہا ہے اے گمراہ انسان!'' وہ شعلہ نما نقطہ گرجا جیسے وہ جلال میں آ گیا ہو۔

''ہاں...... ہاں میں سن رہا ہوں مگر......'' اور سہم کر خاموش ہو گیا۔

اب نور کا وہ نقطہ پھیلنا شروع ہو گیا جیسے اس میں لکیریں نمودار ہو رہی ہوں اور وہ غیر مرئی سے

کوئی مرئی صورت اختیار کر رہا ہو۔ پھر سیاہ اور تاریک سمندر میں جیسے مقدس روشنی کا سیلاب آ گیا ہو اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ نورانی نقطہ ایک نورانی پیکر میں ڈھل گیا، سرتاپا نور ہی نور۔ میری جھپکتی اور بہکتی آنکھیں ٹھہر گئیں اور میرے سامنے ایک نورانی پیکر پورے جاہ جلال سے ایستادہ تھا۔ پھر مجھے اس کی روشن اور چمکدار آنکھیں نظر آئیں جن میں بلا کی ذہانت انگڑائیاں لیتی نظر آ رہی تھی۔ اس کی سفید براق داڑھی بہت بھلی لگ رہی تھی۔ پھر وہ نورانی پیکر دو قدم آگے بڑھا اور میری نظریں عقیدت سے جھک گئیں۔

''اے عقیدت مند! نظریں اٹھا اور ہمیں دیکھ۔ ہمیں پہچان، ہم بدی کے پیکر نہیں ہیں''۔

''آپ...... آپ۔'' میں نے ادب سے سر اٹھایا اور پھر میری زبان سے نکلا مگر میں آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

''ہاں...... ہاں تو نے صحیح پہچانا...... وہ پیکر گویا ہوا...... ہاں...... ہاں...... یہ ہم ہیں...... جنات کے بیٹے ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس، شیطان مردود کے پڑپوتے۔ ہمارا سلسلہ ابلیس سے ملتا ہے مگر ہم جنات کہلاتے ہیں''۔

میرے گوش ہوش سے ٹکراتی ہوئی یہ آواز چند لمحے کے لئے رکی مگر یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ وہ نورانی پیکر کہنے لگا۔

''اے انسان! سن، ہم ہیں جنات کبھی ہم بھی شیطان کہلاتے تھے مگر جب ہم نے اللہ کی اطاعت شروع کی اور بدی اور گمراہی سے توبہ کر لی تو ہم جنات کہلانے لگے۔ مگر ہمارے بھائی بند جو ابلیس کی تعلیمات اور اس کے نقش قدم پر چلتے رہے اور جنہوں نے بدی کا راستہ اختیار کیا وہ شیطان کہلائے۔

میں اس گفتگو سے بے حد متاثر ہوا اور میں نے ندامت کا اظہار کیا۔ ''اے خدا کے نیک بندے' تو نے مجھے گمراہی اور کج روی سے بچا لیا ورنہ میں ہمیشہ اس قعر مذلت میں پڑا رہتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کس زبان سے تیرا شکریہ ادا کروں؟''

پیکر نور ہامہ نے جواب دیا۔

''اے خدا کے بندے اگر تجھے شکریہ ہی ادا کرنا ہے تو اس خالق و مالک کا شکریہ ادا کر جس کا میں بھی تیری طرح ایک ادنیٰ غلام اور حقیر بندہ ہوں۔''

''شکر ہے اس پاک پروردگار کا جس نے تیرے ذریعہ میری ہدایت کی اور درست اور صحیح راستہ دکھایا'' میں نے بڑے عجز سے کہا۔

ہامہ مجھ سے بے حد خوش ہوا کہ کیونکہ میں نے اس کے حکم کے مطابق اللہ تبارک تعالیٰ کی شکر گزاری کا اظہار کیا۔

میرے سوال پر اس نے کہا۔

''اے اللہ تعالیٰ کے بندے، تو نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔ میں تجھے جنات اور شیطان کے بارے میں بتاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں بکھری یہ مخلوق کون ہے اور کیا کر رہی ہے۔''

پھر چند لمحے رک کر اس نے بتانا شروع کیا۔

''اللہ پاک نے ارضی اور سماوی (زمین اور آسمان) مخلوق کو پانچ مختلف قوتوں یعنی

نمبر۱ عقل

نمبر۲ وہم

نمبر۳ خیال

نمبر۴ شہوت

اور نمبر۵ غضب۔ سے ترتیب اور ترکیب دے کر پیدا کیا ہے۔ اس طرح ترکیب اجزاء اور کیفیت کی نسبت مخلوقات عالم کی چار قسمیں ہیں۔ میں ابھی بیان کرتا ہوں۔''

ہامہ کی باتیں دلچسپ بھی تھیں اور میرے لئے نئی بھی۔ اسی لئے میں اس کی ہر بات بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ پھر ہامہ نے بتانا شروع کیا۔

''مخلوقات عالم کی پہلی قسم تو وہ ہے جس کی عقلی قوت وہم وخیال اور شہوت اور غضب پر غالب ہوتی ہے یعنی عقلی قوت کے سامنے ان چیزوں کا حکم بے حقیقت اور بے معنی ہوتا ہے بالکل اس طرح جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں بے بس اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ اس طرح یہ چاروں قوتیں، عقلی قوت کی مطیع ہیں۔ اس مخلوق کا نام فرشتہ یا روحانیات ہے۔ اصطلاح شرع میں اس مخلوق کو ملائکہ ارواح یا ملکوت جسے فارسی میں سروش کہتے ہیں۔ مخلوقات عالم کی یہ نوع ہر قسم کی خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف ہے۔ یہ مخلوق عورت کی خواہش سے بھی مبرا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں سے بھی اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ مخلوق قوت عقلیہ کے غلبہ کے سبب خود کو کسی بھی صورت میں متشکل کر سکتی ہے۔

دوسری قسم کی مخلوق میں وہ جاندار شامل ہیں جن کی عقل، شہوت، غضب اور وہم خیال کے تابع ہوتی ہے۔ اس مخلوق کی تجسیم ہوا اور آگ سے مرکب ہے، مادہ کی لطافت کے سبب یہ مخلوق بھی ہر صورت میں متشکل ہو سکتی ہے وہم خیال کی غالب قوت کی وجہ سے یہ مخلوق

خود کو خوفناک سے خوفناک صورت میں تبدیل کر سکتی ہے۔ اس قسم میں سے جو خلق خدا کو ستاتی ہے اسے شیطان اور جو خلق کو تکلیف نہیں دیتی وہ جن کہلاتی ہے اور شرعی اعتبار سے یہ احکام الٰہی کی پابندی کرتی ہیں۔ اس کو اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض جن دیندار اور حکم خداوندی کی پابندی کرتے ہیں کچھ جن شرعی احکام کو قبول نہیں کرتے اور وہ کافر اور گمراہ ہو جاتے ہیں

تیسری قسم کی مخلوق میں وہ جاندار شامل ہیں جن کی عقل اور وہم خیال پر شہوت اور غضب غالب ہوتا ہے۔ ان جانداروں میں عقل نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی۔ عقل سے بے بہرہ اس مخلوق کی بھی دو قسمیں ہیں اور یہ دونوں حیوان ہوتے ہیں۔ ان میں وہ حیوانات جن پر شہوت غالب ہوتی ہے۔ انہیں بہائم کے نام سے اور جن پر غضب غالب ہوتا ہے انہیں سباع یا درندے کے نام پر پکارا جاتا ہے۔''

ہامہ کی بیان کی ہوئی باتیں میرے لئے نہ صرف بالکل نئی تھیں بلکہ انتہائی دلچسپ اور عجیب وغریب تھیں چنانچہ میں ہامہ کے سامنے اور زیادہ مؤدب ہو گیا اور اپنا دھیان اس کی باتیں سننے کیلئے پوری طرح لگا دیا۔ اس نے میرا انہماک دیکھا تو خود ہی بولنا شروع کر دیا۔''

ان میں پہلی قسم کی مخلوق یعنی فرشتے جو ہر قسم کی خطاوگناہ سے پاک ہیں، ان کے قیام کا مقام آسمان مقرر کیا گیا۔ عالم بالا کا انتظام اور آرائش وزیبائش کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔ ان کی دوسری قسم کی مخلوق یعنی جنات کو زمین پر آباد کیا گیا اور ان کے اختیار میں تمام نباتات یعنی زمین سے اگنے والی چیزیں جیسے گھاس اور درخت وغیرہ اور زمین سے نکلنے والے خزانے جیسے سونا چاندی لوہا پتھر وغیرہ کے علاوہ حیوانات اور چرند پرند بھی ان کے تصرف اور اختیار میں دیئے گئے۔ اے نیک دل انسان تم میری باتوں کو اس قدر توجہ سے سن رہے ہو کہ میں تمہیں مایوس نہیں کر سکتا مگر اس وقت مجھے کچھ کام ہے۔'' ہامہ کسی ضروری کام سے چلا گیا اور میں اس کی باتیں یاد کر کے حیران ہو رہا تھا۔ میں اسی ادھیڑ بن اور سوچ بچار میں گرفتار تھا کہ کسی نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ ہامہ تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

''آپ کسی کام سے گئے تھے۔ وہ کام ہوا کہ نہیں؟''

اس نے جواب دیا۔'' ابھی آدھا کام بھی نہیں ہوا ہے۔ مجھے پھر جانا ہے۔ میرے پاس فارغ وقت تھا اسلئے سوچا کہ یہ وقت تمہارے پاس گزاروں۔ اسی خیال سے واپس آگیا ہوں۔'' میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

''آپ کے جانے سے میرا دل بس اداس ہو گیا تھا کیونکہ آپ جنات کے بارے میں پورے حالات اور واقعات نہ سنا سکے تھے۔ اب آپ واپس آ گئے ہیں اس لئے میں جنات کے سلسلے میں آپ سے مزید کچھ معلومات حاصل کرنے کی خواہش کروں گا۔''

''ضرور......... ضرور۔'' اس نے خوشدلی سے جواب دیا۔ ''میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا اور قوم جنات کے بارے میں پوری تفصیلات سے آگاہ کروں گا۔''

ہامہ نے مجھے حوصلہ دیا تو میں نے پوچھا۔

''اگر آپ مجھے جنات کی تخلیق کے بارے میں کچھ بتا سکیں تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔''

''کیوں نہیں۔'' ہامہ نے جواب میں کہا۔ ''صرف جنات کی تخلیق ہی کے بارے میں نہیں بلکہ میں تمہیں ان کے تمام کارناموں سے بھی آگاہ کروں گا اور یہ بھی بتاؤں گا کہ انہوں نے کیا کیا غلط کام کئے ہیں۔''

''آپ بیان فرمایئے میں گوش بر آواز ہوں۔'' میں نے متشکر نظروں سے ہامہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہامہ نے بڑے سکون اور اطمینان سے بتانا شروع کیا۔

''اے انسان، اس کہانی کا آغاز تمہارے جدامجد یعنی حضرت آدمؑ کی تخلیق سے سوا لاکھ سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ ابھی آدمؑ پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات تخلیق کرنے کے بعد فرشتوں اور جنات کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک آگ پیدا فرمائی۔ اس میں نور بھی تھا اور ظلمت بھی۔ فرشتے اللہ پاک نے اپنے نور سے پیدا کئے۔ یہ نوری اور معصوم مخلوق اللہ کی اطاعت گزار ہے گویا یہ ہر طرح کی خطا اور نافرمانی سے پاک ہے۔ ذات کریم نے انہیں آسمان پر رہنے کیلئے جگہ دی...... فرشتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگ سے ہم کو یعنی جنات کو پیدا کیا۔ جنات کے مادہ میں آگ کا نور اور ظلمت دونوں چیزیں تھیں۔ اس میں سے بعض ایمان کے نور سے مشرف ہوئے اور بعض کفر و گمراہی میں مبتلا ہو کر شیطان کہلائے۔ اللہ پاک نے سب سے پہلے جس جن کو تخلیق کیا اس کا نام مارج تھا۔ اللہ پاک کی ذات کریم نے فرشتوں اور جنات کی فطرت میں ایک واضح فرق رکھا۔ فرشتوں کی عقلی قوت وہم خیال اور شہوت و غضب پر غالب ہے اور چاروں عناصر اس کے محکوم ہیں۔ فرشتے معصوم اور پاک ہیں وہ کھانے پینے، عورت کی خواہش اور ایسی چیزوں کے محتاج نہیں۔ اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے لہٰذا وہ قوت عقلیہ کے غلبہ کے باعث جس

ورت میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں۔

مگر اے انسان۔ جنات کی عقل پر شہوت، غضب وہم وخیال کا غلبہ ہے۔ یہ فرشتوں ے برعکس ہیں چونکہ ان کی تخلیق آگ اور ہوا سے مرکب ہے۔ مادہ کی لطافت کی وجہ سے یہ ی بھی صورت و شکل کے تغیر و تبدل پر قادر ہیں۔ اللہ نے جنات کو بہت سی قوتیں عطا کی ں اور ہم اپنے جسم کو کثیف و ثقیل گویا ہر شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ جنات کے اندر بھی انسانی اس و فطرت کے مظاہر پائے جاتے ہیں۔ چونکہ ہماری فطرت میں اللہ نے فطرتی عناصر سب و قوت، وہم و خیال اور شہوت کا مادہ رکھا ہے لہٰذا جن جنات کی عقل پر غضب اور بدی ے عناصر غالب آتے ہیں وہ سرکش و نافرمان ہو جاتے ہیں اور شیطان کے قبیلے میں شامل جاتے ہیں۔

کائنات اور آسمانوں کی دنیاؤں کی تخلیق کے مدارج طے ہو چکے تھے۔ فرشتے حکم الٰہی ں مستغرق رہتے تھے اور انکی افزائش امر الٰہی سے ہوتی تھی لیکن جب مارج (جنات) کو ا کیا گیا تو اس کے فطری تقاضے عود آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک بیوی تخلیق ں...... اس کا نام مارجہ تھا۔ یہی ہمارے اور شیاطین کے جدامجد ہیں۔ ہماری افزائش کا یہ م تھا کہ ایک حمل سے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تو آسمان پر ئش عطا کی تھی اور جنات کو زمین پر اتار دیا...... مارج اور مارجہ میں غضب و قہر تھا مگر وہ ت الٰہی کی عبادت و تکریم سے غافل نہ تھے۔ وہ آسمانوں پر فرشتوں کے پاس جاتے اور دت الٰہی کیلئے حمد و ثنا سیکھتے اور آ کر اپنی اولاد کو ان تعلیمات سے بہرہ مند کرتے۔ ان کی اد تو بڑھتی رہی مگر ان میں سرکشی کا عنصر بھی بڑھنے لگا اور ان میں لڑائی جھگڑے ہونے لے۔

مارج اور مارجہ کی نسل کی تعداد جب ستر ہزار سے تجاوز کر گئی تو جنات کئی قبیلوں میں گئے۔ ان کا سب سے بڑا قبیلہ بنوالجان تھا اور قبیلے کے ہر جن کا سلسلہ مارج اور مارجہ ے ملتا تھا...... اگرچہ باقی جنات بھی مارج اور مارجہ سے تھے مگر جب نسلیں ترقی کرتی ہیں تو ل بھی جنم لینے لگتے ہیں...... قہر و غضب، آگ اور ہوا کی مخلوق جنات نے دنیا میں دات برپا شروع کر دیئے...... زمین جو حکم الٰہی سے ہمیشہ سربسجود رہتی تھی جنات کی شر زیوں سے عاجز آنے لگی...... فرشتے زمین کی آہ پکار اور دلگداز فریادیں سنتے اور اللہ پاک زمین کی بپتا اور سرکش جنات کے حالات سے آگاہ کرتے...... مگر یہ حکمت الٰہی تھی کہ ت کی سرکشی پر کوئی عذات نازل نہ کیا گیا...... صدیاں بیت گئیں جب مارج اور مارجہ کی

نسل ستر ہزار سے تجاوز کر گئی تو ایک روز مارج دل فگار لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا اور سجدے میں گرا کر اپنے عجز و انکساری اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔

"اے ذات کبریا...... اے جہانوں کے خالق...... تو نے ہمیں پیدا کیا تیری عباد کریں۔ مگر اے میرے مولا...... فرشتے جو تیرے نور کی تخلیق ہے اور ہم نار سموم کی تخلیق... یعنی میں اپنی نسل کی سرکشی اس کی نافرمانیوں سے عاجز آ کر تیری پناہ چاہتا ہوں...... ز بھی میری سرکش نسل کے جھگڑوں سے گریہ زار ہے...... میری نسل کے قہر و غضب اور ا کے فطرتی تقاضوں پر نیکی و راست بازی کو غالب کر دے۔"

مارج کی گریہ زاری کے نتیجے میں رب ذوالجلال نے سرکش جنات کو صراط مستقیم چلنے اور انہیں ایک اللہ کی تعلیمات اختیار کرنے کیلئے مارج کو تبلیغ کا حکم دیا۔ مارج۔ احکامات الٰہی کے آگے سر جھکا دیا اور حمد و ثنا کرتا ہوا واپس زمین پر نزول کیا اور آتے ہی ا بیوی مارجہ کو احکامات الٰہی سے آگاہ کیا اور کہا۔ "اے میری غمگسار! تمہیں بھی اپنی گمراہ نسل راہ راست پر لانے کیلئے میرا ساتھ دینا ہے۔ آج اپنی اولاد کو اکٹھا کرو اور سب کو پابند کر دو آج جب سورج ڈوب رہا ہو تو وہ اس وسیع العریض میدان میں اکٹھے ہو جائیں جہاں ا تعالیٰ نے ہمیں آسمان کی بلندیوں سے اتارا تھا۔"

مارجہ نے اپنے شوہر کی ہدایات پر عمل کیا اور مارج کی اولاد اور اس کی قبائل میں منقسم اولاد میدان میں اکٹھی ہو گئی تو مارج حمد و ثنا کے ساتھ چبوترے پر کھڑا ہو گیا جہاں وہ بیٹھ اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔

مارج کے ساتھ مارجہ بھی چبوترے پر کھڑی تھی اور اپنی اس اولاد کے ہجوم بیکراں کو د رہی تھی جس کے قہر و غضب اور باہمی جھگڑوں نے انہیں مضمحل کر دیا تھا اور انہیں گمان ہ تھا کہ اگر جنات صراط مستقیم پر قائم نہ رہے تو رب ذوالجلال کے جبر و غضب کا نشانہ جائیں گے۔

مارج کی سرکش اولاد کو بھی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ احکامات الٰہی لے کر حاضر ہو ہیں اور آج یہ پہلی بار ایسا موقع آیا تھا کہ اس کی ساری اولاد کو ان احکامات سے آگاہ کر کیلئے یہاں بلایا گیا ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے خدشات ظاہر کر رہا تھا مگر جنات کی فطرت ہٹ دھرمی سرکشی، تکبیر اس درجہ نفوذ کر چکا تھا کہ وہ اپنے جد امجد کی موجودگی میں بھی ا دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ مارج کا اپنا قبیلہ اس چٹانی چبوترے کے نیچے دائیں بائیں تھا۔ ہر قبیلے کا سردار رعونت کے ساتھ اپنی اپنی اولاد کے آگے کھڑا تھا۔ اس ہجوم بیکرا ا

شور و غل آسمان کی بلندی کو چھو رہا تھا اور ہر کوئی خود کو دوسرے سے افضل قرار دے رہا تھا۔ اس سے قبل کہ زمین جنات کے شور و غل سے چیخ اٹھتی، مارج چٹانی چبوترے پر نمودار ہوا۔ وہ سفید براق لبادے میں ملبوس تھا۔ اس کا لبادہ نرم ہوا کے جھونکوں سے لہرا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی اور متانت تھی مگر آنکھیں تشویش کے انگاروں سے سلگ رہی تھیں۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر اس کی گھمبیر آواز گونجی۔

"اے میری نسل کے ستم گرو۔ اس سے قبل کہ اللہ کا قہر تمہارے تکبر کو خاکستر کر دے۔ خاموش ہو جاؤ اور میری بات غور سے سنو۔" لیکن مارج کی صدا ہجوم بیکراں میں بازگشت کی طرح گونج کر رہ گئی۔

ناموس مارج اور تعلیمات ربانی پرکار بند قبائل تو اپنے جد امجد کی آواز سنتے ہی خاموش ہو گئے تھے مگر سرکش اور کم عقل جنات کے گروہ مارج کے یوں مخاطب کرنے پر بگڑ گئے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ شور کرنے لگے۔

مارج نے ان سرکش قبائل پر نظر دوڑائی اور قہر و غضب سے بھری آواز میں انہیں مخاطب کیا۔ "اے بنو مارج کی ناخلف اور جاہل اولاد۔ کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی۔ کیا تم نہیں جانتے میں تمہارے لئے احکامات الٰہی لے کر حاضر ہوا ہوں اور تمہیں نہایت ادب اور خاموشی کے ساتھ انہیں سننا ہے۔ اگر تمہیں خاموش رہنا گوارہ نہیں تو یہاں سے چلے جاؤ۔"

بگڑے ہوئے قبائل شاید اسی موقع کے منتظر تھے اور اصلاح احوال کے قائل نہ تھے وہ جھٹ سے اپنے قبائل کو لے کر چل گئے۔

مارجہ ان کے واپس جانے پر گھبرا گئی اور اپنے شوہر سے کہا۔ "اے مارج! کیا تم انہیں محبت سے بات نہیں سمجھا سکتے تھے۔ یہ فتنہ گر تو پہلے ہی سے اس بات کے منتظر تھے کہ انہیں کوئی بہانہ ملے اور وہ غضبناک ہو کر چلے جائیں۔"

"اے جنات کی ماں! تو اپنی اولاد کی فطرت خوب جانتی ہے۔ میں ان سے مایوس نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میری نسل میں سے کون کون سے قبیلے ایسے ہیں جو میری ایک آواز پر لبوں پر مہر لگا لیتے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی سر ادب سے جھکا دیتے ہیں۔ میں پہلے ان کو تعلیمات ربانی دوں گا اور پھر ان کی مدد سے سرکش اور متکبر جنات کی اصلاح کروں گا۔"

"اگر وہ اپنی اصلاح نہ کر سکے تو کیا ہوگا۔" مارجہ نے تشویش ظاہر کی تو مارج نے

ستاروں سے بھرے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور انتہائی جوش سے بولا۔ ''تو ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔'' اس کے بعد مارج نے میدان میں مؤدب وخاموش کھڑے قبائل کی طرح رخ کیا اور انہیں احکامات الٰہی سے آگاہ کیا اور کہا۔ ''اے بنو مارج کے سعادت مند سپوتو! تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔''

مؤدب جنات نے ہم آہنگ ہو کر کہا۔ ''آمین''

''سبحان اللہ۔'' مارج اپنے قبیلہ کے نیک جنات سے مخاطب ہوا۔ ''تم نہیں جانتے کہ اللہ پاک کی حکمت کیا ہے اور ذات کریم نے تمہیں زمین پر کیوں اتارا اور فرشتوں کو اپنے پاس آسمانوں پر عبادت وسکونت کیلئے جگہ دی۔ تم جانتے ہو کہ اللہ پاک نے جنات کی تعلیمات فرشتوں کے سپرد کی ہیں اور اللہ پاک کے بندے جنات کو حمد وثنا اور تسبیح پاک کا درس دیتے ہیں۔ ہر آسمان کے فرشتے کی الگ الگ تسبیح اور درجات ہیں لیکن میرے بچو! یہ کس قدر دکھ اور کرب کی بات ہے کہ تم میں سے عبادت وریاضت میں کوئی بھی اس معراج تک نہیں پہنچا کہ وہ پہلے اور دوسرے آسمان پر جا کر فرشتوں سے تعلیمات الٰہی سے آگاہ ہو سکے تاکہ آسمانوں کے دروازے ہم پر کھلتے رہیں۔ فرشتے تمہاری اصلاح کیلئے زمین پر اترتے رہے ہیں۔ مگر اب میری سرکش اولاد قبائل میں تقسیم ہو چکی ہے۔ اللہ کے احکامات سے روگردانی کر کے دنگا فساد، اور قتل وغارت گری کر رہی ہے۔'' مارج جو زندگی کی طویل مسافتیں طے کر کے اپنے بڑھاپے کی طرف گامزن تھا، اپنے عصا کو چٹانی چبوترے پر ٹکا کر اس کے سہارے کچھ دیر کیلئے بولتے بولتے رک گیا۔ تخلیق کے بعد کئی زمانے اس نے عبادت وریاضت میں گزار دیئے تھے اور اپنی نسل کو پروان چڑھانے کیلئے اس نے زمین کو گل وگلزار بنا دیا تھا۔ اس کی اولاد پہاڑوں اور میدانوں میں سکونت پذیر تھی مگر اسے سمندر اور اس کے جزیروں میں رہائش کا اختیار نہیں تھا۔ زمین اپنی ابتدائی ہیئت کے ساتھ نوخیز حالت میں موجود تھی۔ مارج نے اپنی ستر ہزار اولاد کو زمین پر آباد کرنے کی تعلیمات ودستور سے بھی آگاہ کیا تھا مگر پیرانہ سالی کے زمانے میں جب اس نے اپنی اولاد کی سرکشی دیکھی تو اس کا کلیجہ پھٹنے کو آ گیا تھا۔ اب اس پر رب ذوالجلال کی طرف سے تعلیمات الٰہی کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کی ذمہ داری عائد کر دی گئی تھی۔ وہ پیرانہ سالی کے باوجود سرکش جنات کی اصلاح کیلئے کمربستہ ہو گیا۔

مارج اپنے عصا پر بوجھ ڈالے غروب ہوتے سورج کو دیکھنے لگا اور جب اجالے تاریکی میں ضم ہونے لگے تو آسمان پر ستاروں کی قندیلیں روشن ہو گئیں، ہر سو ایک معطر افروز اور نقرئی روشنی کا سیلاب امڈ آیا۔

''اے بنو مارج...... تم جانتے ہو کہ رب ذوالجلال نے تمہاری فطرت کے مطابق تمہیں ہر طرح کی سہولتیں بھی عطا کی ہیں مگر تم نے اپنی عقل پر نفس کو سوار کر لیا ہے۔ تمہاری فطرت میں بہت تنوع ہے مگر ایک عنصر تم پر غالب آ چکا ہے اور تم اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کی عزت وحرمت سے غافل ہو گئے ہو۔ اگر رب کریم نے مجھے طویل العمری میں تحت الثریٰ میں آخری وقت گزارنے کا اختیار نہ دیا ہوتا تو یقین کرو آج میں تمہارے درمیان نہ ہوتا اور تم میں سے کوئی بھی ہزاروں سال عمر نہ پا سکتا۔ غور کرو کہ اللہ پاک نے تمہیں تمہارے جد امجد کی خواہش پر کیا کچھ نہیں عطا کیا۔ اگر تمہیں یاد نہیں رہا تو یہ عہد ایک بار پھر سن لو۔'' مارج کی گرجدار آواز میں اب ملائمت آ گئی تھی۔ ''اللہ پاک نے جب مجھے تخلیق کیا تو مجھ سے میری خواہش پوچھی کہ اے میرے بندے اپنی کسی خواہش کا اظہار کرو۔ تم جانتے ہو میں نے کیا مانگا؟'' یہ کہہ کر مارج نے دور دور تک پھیلے جنات کے گروہوں کو عمیق نظروں سے دیکھا۔ خاموشی کا ہر سو تسلط تھا اور تابع فرماں جنات سر جھکائے اپنے جد امجد کا خطاب سن رہے تھے۔

''میں نے رب ذوالجلال سے یہ مانگا کہ اے میرے خالق مجھے ایسی قوت عطا کر کہ میں اور میری نسل ہر کسی کو تو دیکھ سکے مگر کوئی اسے نہ دیکھ سکے۔...... اور وہ جو روپ چاہے اختیار کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت عطا کی اور پھر میں نے آسمانوں اور زمینوں کے رب سے طویل العمری کی خواہش کی اور عرض کیا کہ اے خالق کائنات مجھے اور میری نسل کو اتنی عمر دے کہ مرنے سے قبل وہ تحت الثریٰ میں چلی جائے اور وہاں جا کر جوان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو میرے بچو۔ کہ اس نے تمہیں صحت کے ساتھ طویل العمری عطا کی مگر وہ جو اللہ کے نافرمان ہوئے۔ وہ ان نعمتوں سے مکمل استفادہ نہیں کر سکیں گے اور اس کے عتاب کا نشانہ بنیں گے۔ پس اے ابن مارج تم سدھر جاؤ اور فرشتوں سے تعلیمات الٰہی کی آگاہی حاصل کرتے رہو۔''

نقرئی چاندنی کا فسوں ماحول پر کچھ اس طرح طاری ہو گیا تھا کہ جنات ان ساعتوں میں عبادت الٰہی کے لئے سربسجود ہو جاتے تھے۔ مارج نے رات کے اس بابرکت پہر میں خطاب کا سلسلہ بند کیا اور اپنی اولاد کو حمد وثنا کی دعوت دی۔ جنات جوق در جوق جذب وعقیدت کے ساتھ حمد وثنا میں مصروف ہو گئے۔ معطر نقرئی چاندنی میں فرشتے قطار اندر قطار زمین پر اترے اور جنات کو اللہ کی اطاعت وعبادت کی تبلیغ کرنے لگے۔

مارج کی تبلیغ میں اس کا قبیلہ دوسرے قبائل پر سبقت لے گیا تھا اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ تعلیمات الٰہی سے سرکش جنات کو بھی راہ راست پر لانے لگا۔ مگر سرکش قبائل بنو عابس، بنوالجان نے بنو مارج کے نیکوکار اور تعلیمات الٰہی سے سرشار جنات کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور جنگ و قتال کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مارج جو اپنی طبعی عمر کے اختتام پر پہنچ چکے تھے۔ اب دنیا سے کوچ کر کے تحت الثریٰ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے وہ اپنے فرائض ادا کر چکے تھے اور انہیں زمین کی کوئی خبر نہیں تھی کہ اس کے نیک بندے سرکش جنات کے ساتھ حق و باطل کی جنگ کر رہے ہیں۔

بنوالجان، بنو مارج کے بعد سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا اور پہاڑیوں میں آباد تھا۔ اس میں زاہد جنات تھے جو دوسرے جنات پر علمی فوقیت رکھتے تھے مگر ان میں احساس برتری حد سے بڑھا ہوا تھا۔ بنوالجان کا سردار سارب ابن مقا ابن مارج تھا۔ وہ نہایت عبادت گزار تھا مگر اس کے غضب نے اسے متکبر بنا دیا تھا۔ جنات احساس تکبر کو جائز سمجھتے تھے لہٰذا وہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی میں بھی خود کو حق بجانب خیال کرتے تھے۔

ادھر بنو مارج کی سرداری اس کے چچا سالوت کے پاس تھی۔ وہ عجز و انکساری کا پیکر تھا۔ تعلیمات الٰہی اور شجاعت کا پیکر تھا۔ دونوں قبائل میں پہلے پہل عبادت کے سلسلے میں ایک دوسرے کے درمیان مسابقت شروع ہوئی پھر ان کے درمیان جب بحث و تمحیص کا آغاز ہوتا تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑنے لگتے۔ پھر یہ جھگڑے جو علمی بنیادوں پر شروع ہوتے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر منتج ہوتے۔ بنو مارج کی اکثریت شجاع اور حمد و ثنا میں بے مثال تھی۔ ان میں حلیمی بھی تھی مگر بنوالجان نے انہیں اپنا دشمن خیال کر لیا تھا اور اس دشمنی کو بنو عابس نے ہوا دی تھی لہٰذا انہیں جہاں بھی بنو مارج کا کوئی جوان ملتا تو وہ اس پر تشدد کرتے۔ جنات کا ایک قبیلہ بنو عابس طاقت کی بجائے مکر و فریب کو اپنا ہتھیار گردانتا تھا۔ اس نے بنوالجان اور بنو مارج کو ایک دوسرے کے ساتھ جنگ و قتال میں مصروف کر کے ان کی طاقت ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ بنو عابس دونوں طاقتور قبائل کو ختم کر کے زمین پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ پس بنو عابس کے سردار عابس ابن عاج نے ایک روز اپنی مجلس میں اپنا خیال اپنے شر پسند مشیروں کے سامنے رکھا اور نہایت متوحش انداز میں کہنے لگا

''بنوالجان اور بنو مارج دونوں ہمارے دشمن ہیں۔ دونوں ہم کو کمتر سمجھتے ہیں اور اپنی لڑکیوں کے رشتے بھی ہمارے نوجوانوں کو نہیں دیتے۔ میں ان دونوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہوں۔ اب تم مجھے تجویز دو کہ بنو مارج اور بنوالجان جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن چکے ہیں ان میں نفرت کی آگ کو اور کیسے بھڑکایا جا سکتا ہے؟'' عابس کے مشیروں میں ایک نہایت ذہین خوبصورت مشیر ناروت تھا۔ وہ عابس کا بیٹا تھا وہ طاقت و ذہانت کے علاوہ پر اثر گفتگو سے دوسرے کو مغلوب کرنے میں ماہر

تھا۔ اس نے اپنے باپ عابس کو تجویز دی کہ وہ بنوالجان کے علاقے میں جا کر سردار سے پناہ مانگے گا اور کہے گا کہ اس کا قبیلہ اسے عبادت سے روکتا ہے اور تشدد کرتا ہے۔ اگر بنوالجان نے اسے پناہ دے دی تو ان کی لڑکیوں کے دل میں اترنا اور وہاں شادی کر لینا پھر میرے لئے مشکل نہ ہو گا۔

عابس کو اپنے بیٹے کی تجویز پسند آئی اور اس نے ناروت کو منصوبے پر عمل کرنے کی اجازت دے دی اور اسی شام ناروت بنوالجان کے علاقے میں داخل ہو گیا مگر ابھی وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اسے کسی عورت کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز کا تعاقب کر کے وہاں پہنچ گیا۔ یہ ایک کھائی تھی جس میں دور دور تک کانٹے دار جھاڑیوں کا جنگل سا اُگا ہوا تھا۔ یہ کانٹے لوہے کے نوکیلے تیزوں سے زیادہ تیز تھے اور جنات انہیں دشمن کے خلاف بطور تیر استعمال کرتے تھے۔ وہ عورت ان جھاڑیوں میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ آہنی کانٹے اس کے بدن میں چبھ رہے تھے اور وہ خود کو بچانے کی بے سود کوشش کر رہی تھی۔ ناروت اسے بچانے کے لئے کھائی میں اترنے ہی لگا تھا کہ یکدم اس کے عقب میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔

ناروت دھماکے کی شدت سے لرز کر رہ گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی نظروں کے سامنے ایک قیامت خیز منظر جلوہ گر ہو رہا تھا۔ اس سے ایک کوس کے فاصلے پر سیاہ پہاڑ آگ اُگل رہا تھا۔ یہ آتش فشاں پھٹا تھا، اس کی شدت سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دور تک اپنے پتھر اور آگ کے گولے پھینک رہا تھا۔ بنوالجان کی ایک بستی اس پہاڑ کے غاروں میں رہتی تھی۔ آتش فشاں کے پھٹتے ہی وہاں چیخ و پکار شروع ہو گئی تھی اور جنات کی وہ بستی جل کر راکھ ہو گئی۔ سیاہ پہاڑ اس سے پہلے بھی کئی بار لاوا اُگل چکا تھا مگر اس بستی کے جنات اپنے مسکن کو چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتے تھے۔...... حالانکہ مارج نے اپنی اولاد کو ان پہاڑوں میں بستیاں آباد کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ جہاں آتش فشاں پھٹتے ہیں۔ آتش فشاں جب پھٹتا ہے تو اس کی آگ کے گولے جب جنات پر برستے ہیں تو وہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ زمین بھی ابھی نئی نئی تخلیق ہوئی تھی لہٰذا اس کے اندر تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی تھیں۔ زمین کے پھٹنے سے تو جنات کو کوئی خوف نہیں ہوتا تھا مگر جب پہاڑ اپنے لاوے اگلتے تھے تو آس پاس میں رہنے والے بے خبر اور خود سر جنات اس کی زد میں آ کر مر جاتے تھے۔

ناروت خوش قسمت تھا کہ آتش فشاں کے گولے اس سے کچھ فاصلے پر آ کر گرے تھے۔ اگر کوئی ایک چھوٹا سا آگ کا گولہ بھی اس کے پاس آ کر پھٹتا تو وہ یقیناً مارا جاتا۔ اسی اثنا میں اسے جھاڑیوں میں پھنسی عورت کی کربناک چیخیں دوبارہ سنائی دیں تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور احتیاط کے ساتھ کھائی میں اتر گیا۔ عورت نے بھی اس کی موجودگی محسوس کر لی تھی۔ اس نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا اور سسکیاں بھرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اے نوجوان مجھے بچالو۔ خدا کیلئے بچالو۔ میں ہمیشہ تمہاری شکر گزار رہوں گی۔''

وہ ایک نوخیز عمر کی لڑکی تھی۔ اجلی رنگت اور غزالی آنکھیں اس کے روپ کی دلکشی کا باعث تھیں مگر اس وقت وہ گہرے کرب میں مبتلا تھی۔

''اس میں شکریہ والی کون سی بات ہے؟'' ناروت ہمدردی کے ساتھ بولا اور لڑکی کے بدن کو کانٹوں سے آزاد کرانے کے بعد اسے کھائی سے باہر لے آیا۔ اس کے بدن سے خون بہہ رہا تھا اور نقاہت کے مارے اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا...... کھائی سے نکلتے ہی لڑکی نے سیاہ پہاڑ کی طرف دیکھا تو آہ بھر کر رہ گئی......

''آہ میرے خدایا۔ ان ضدی اور سرکش بستی والوں نے ایک دن جل ہی جانا تھا''۔ وہ نڈھال سی ہو کر کھائی کے کنارے بیٹھ گئی اور نظریں اٹھا کر ناروت کو دیکھنے لگی...... جواں قامت اور خوبرو خدوخال کے مالک ناروت سے پوچھنے لگی......

''اے مہربان نوجوان تم کون ہو...... ہمارے قبیلے کے نہیں ہو۔ تم کہاں سے آئے ہو......''

ناروت اس کے سامنے بیٹھ گیا اور نہایت دلگداز لہجے میں بولا...... ''میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں؟ اے دوشیزہ جنات...... میں بنوعابس کا رہنے والا ہوں...... میرا نام ناروت ہے۔ میرے قبیلے میں علم و آگہی اور طاقت میں کوئی بھی مجھ سے برتر نہیں تھا۔ مگر اب میں نے اپنا قبیلہ...... اپنا وطن چھوڑ دیا ہے''۔

وہ حیران ہوگئی اور اپنی اذیت بھول کر پوچھنے لگی۔

''کیا تم کوئی نیا قبیلہ آباد کرنے کیلئے نکلے ہو......؟''

''نہیں...... اے نیک دل دوشیزہ......'' ناروت اس کی بات کی گہرائی میں پہنچ کر بولا۔ ''میں اپنے قبیلے کا جنگجو عالم فاضل جن زادہ تو ہوں...... مگر میں الگ سے کسی قبیلے کی بنیاد رکھنے کا قائل نہیں ہوں...... میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ ہم سب مارج کی اولاد ہیں اور اللہ کی عبادت ہی ہمارے لئے سب کچھ ہے میں تو اپنے قبیلے کی جہالت، تنگ نظری اور بے جا پابندیوں سے دل آزار ہو کر نکلا ہوں، اس لئے میں نے اپنا قبیلہ چھوڑ دیا......''

''اور ماں باپ کو بھی......؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''آہ میرے ماں باپ...... تم نے میرے زخموں کو کرید ڈالا ہے۔ اے حسن و رعنائی کی پیکر دوشیزہ...... تم نے یہ کیا کر ڈالا''...... ناروت کا لہجہ جذباتی ہوگیا اور جذبات سے مغلوب ہو کر بولا ''میرے ماں باپ بہت نیک تھے مگر بنوعابس کے سرکش جنات نے انہیں مار دیا...... اب دنیا میں، میں اکیلا ہوں۔''

لڑکی کی غزالی آنکھیں ناروت کی دلگداز باتیں سن کر اداس ہوگئیں۔ ناروت کو وہ لڑکی ایک ہی نظر میں گھائل کر گئی تھی۔ اس نے سنا تھا کہ بنوالجان کی عورتیں خوبصورتی، دلکشی کا پیکر ہوتی ہیں۔ وہ جس منصوبے کی داغ بیل رکھنے آیا تھا اس کی تکمیل میں لڑکی اس کے لئے کارآمد ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اس نے اس کے دل میں جگہ پانے کے لئے اپنی داستان جاری رکھی۔ ''میری داستان غم سن کر تجھے رنج تو ہوا ہوگا اے رحم دل دوشیزہ...... مگر شاید تم نہیں جانتی ہمارے ضدی، سرکش اور خدا کے نافرمان جنات اپنے بھائیوں پر کس قدر ظلم کر رہے ہیں۔ میں طاقتور ہونے کے باوجود بے بس ہوں۔ میں اپنے ماں باپ کے قاتلوں کو اس آگ میں لا کر پھینک دینا چاہتا ہوں جو ہر سال پہاڑوں کے بدن کو ریزہ ریزہ کر کے آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہے اور یہ اللہ کا قہر ہے۔ زمین جو شر پسند جنات سے عاجز آچکی ہے اپنے غصے اور نفرت کے لاوے کو پہاڑوں کے بطن سے خارج کر دیتی ہے''۔

ناروت میں جذبات کو برانگیختہ کرنے کی صلاحیت تھی۔ اس کی باتیں تیر بہدف کی طرح لڑکی کے دل کو گھائل کر گئیں اور وہ اپنے زخموں کو بھول کر اس اجنبی کی داستان غم سنتی رہی...... ناروت نے جھوٹ کے ملغوبہ سے ایسی پر اثر داستان سنائی کہ وہ لڑکی بھی اس کے نادیدہ دشمنوں کے خلاف نفرت محسوس کرنے لگی اور پھر نہایت غصے میں بولی۔

''اے بنوعابس کے ستم گزیدہ...... میں تمہارا ساتھ دوں گی...... اور صرف میں ہی نہیں میرا سارا قبیلہ تمہارا بدلہ لے گا۔''

ناروت نے جب دیکھا کہ وہ لڑکی کو گفتگو سے اسیر کر چکا ہے تو نہایت عیاری کے ساتھ اسے کہنے لگا۔ ''اے دوشیزہ حسن و جمال، میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ مگر اس داستان کا ایک الم ناک پہلو یہ ہے کہ سارا قصور میرے قبیلے بنوعابس کا ہی نہیں ہے۔ میں سچائی اور پوری دیانت داری کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے کا عادی ہوں۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا قبیلہ دراصل بہت معصوم ہے اس میں منافقت نہیں ہے۔ اسے میرے خلاف اور میرے ماں باپ کے خلاف ابھارنے میں بنومارج کا ہاتھ ہے......''

''بنومارج...... کا ہاتھ......؟'' یہ سنتے ہی لڑکی کے تیور بدل گئے اور اس کی غزالی آنکھوں میں نفرت کے شعلے جنم لینے لگے۔

''ہاں بنومارج......'' ناروت بولا۔ ''میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میرے ماں باپ بہت نیکوکار اور امن پسند تھے۔ بنومارج کے ہاں ان کا آنا جانا تھا۔ بنومارج والے بڑے حاسد اور ظالم لوگ ہیں۔ اگرچہ ہمارا قبیلہ ظلم اور جہالت میں ان سے بھی آگے ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بنومارج کی عیاری کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بنومارج کے سردار سالوت نے میرے والد کو گمراہ کرنے کی بے

انتہا کوشش کی کہ وہ بنو عابس میں جا کر نفرت پھیلائیں تاکہ بنو عابس جو صدیوں سے اخوت و بھائی چارے کے علمبردار ہیں۔ ان میں پھوٹ پڑ جائے اور یوں یہ امن پسند قبیلہ تباہ و برباد ہو کر کمزور ہو جائے تو بنو مارج اس پر قبضہ کر لے۔ مگر میرے والد نے سالوت کی بات نہ مانی...... اس پر سالوت نے اپنے گماشتوں کے ذریعے بنو عابس کو میرے والدین کے خلاف کر دیا...... اور یوں مجھ پر یہ قیامت گزری۔ میرے دکھ تو اس سیاہ پہاڑ سے بھی بڑے ہیں اور میرے اندر اس سے بھی زیادہ آگ ہے مجھے اپنے سردار پر اس لئے غصہ ہے کہ اس نے میرے والدین کی بات نہ سنی اور بنو مارج کے گماشتوں کی باتوں میں آ کر یہ ظلم کیا...... اب تم یہ کہو اے نیک دل لڑکی۔ کیا مجھے بھی ان جاہلوں کی طرح سوچنا چاہئے...... میں سمجھتا ہوں کہ میرے اصل دشمن بنو مارج والے ہیں''۔ ناروت بخوبی جانتا تھا کہ بنوالجان کا ہر فرد بنو مارج سے نفرت کرتا ہے اور ان میں عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ لہٰذا اس نے لڑکی کو اپنے دام فریب میں پھنسا لیا۔

''اے نیک دل لڑکی...... میں نے تو تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے...... کچھ تم بھی کہو...... تم کون ہو اور اس کھائی میں کیسے آ گری؟''...... ناروت نے اس پیکر حسن و جمال کی سحر طراز آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نہایت ملائمت کے ساتھ پوچھا۔

''میرا نام شانور ہے...... اور میں بنوالجان کے سردار سارب ابن مفقا ابن مارج کی صاحبزادی ہوں''۔ وہ باوقار انداز میں بولی۔ ''اے غمزدہ میرے ہم جنس ناروت' میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں تمہیں اپنے والد سے ملاؤں گی انہیں تمہاری داستان غم بھی سناؤں گی اور انہیں یہ بتاؤں گی کہ تم نے ہماری جان بچائی ہے اور اس کے بدلے تمہیں اپنے مقرب گروہ میں شامل کر لیں گے۔ میرے والد علم پسند اور طاقتور انسانوں کی قدر کرتے ہیں۔''

ناروت کی تو قسمت کھل گئی۔ اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ جس لڑکی کی جان بچانے کیلئے کھائیوں میں اترا تھا۔ وہ اس کے منصوبے کی تکمیل کا باعث بن جائے گی۔ بنوالجان کی بیٹی شانور جو مجسمہ حسن تھی بولی۔

''حسن و تدبر اور شجاعت کے پیکر ناروت...... میں بڑی خوش قسمت ہوں کہ میری تم جیسے جوان سے ملاقات ہو گئی ہے۔ میں خود علم و تدبر پڑھتی ہوں' بہادروں کی میں قدر کرتی ہوں۔ مگر اے ناروت۔ تم نہیں جانتے کہ اس احسان کے بدلے میں میرے والد تمہیں کس قدر عزت دیں گے۔''

ناروت انکساری کے ساتھ بولا۔ ''بنوالجان کے سردار سارب کی بیٹی تو شہزادی ہے۔ تیرا رتبہ ہم سے بلند ہے۔ تیرا تدبر بھی ہم سے افضل ہوگا۔ میں نے تم پر یا تمہارے قبیلے پر کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ تو میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے۔......''

''اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ احسان کتنا بڑا ہے تو تم خود کو ابھی سے اس کا مستحق سمجھنے لگو گے......'' شانور نے مسکراتے ہوئے قہقہہ لگایا تو ناروت کو یوں لگا جیسے فضا میں ترنم جاگ اٹھا ہے۔ کسی نے مٹھاس بھرا افسوں بھر دیا ہے مگر یہ فسوں دوسرے ہی لمحے جنون میں بدل گیا اور شانور شدت جذبات سے مٹھیاں بھینچتی ہوئی اٹھی اور سیاہ پہاڑ کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''اے ناروت...... وہ دیکھو سیاہ پہاڑ ابھی تک آگ اگل رہا ہے۔ اس نے ہماری ایک بستی کو جلا کر راکھ کر دیا ہے اور ہمارا قبیلہ ان جنگجو جنات سے محروم ہو گیا......'' شانور کی آنکھوں میں سیاہ پہاڑ کے شعلے رقص کرنے لگے۔ ''یہ آگ، نفرت، حسد، تکبر اور منافقت کی آگ ہے ناروت...... یہ آگ پہاڑ نے خود نہیں اگلی اسے بنو مارج کے شر پسندوں نے سلگایا ہے۔''

ناروت یہ انکشاف سن کر سناٹے میں آ گیا۔

''میرا خیال تھا کہ ان شر پسندوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میں نے انہیں یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔'' شانور بولی۔ میں اپنی ایک سہیلی سے ملنے کے لئے آج سیاہ پہاڑوں کی طرف آ رہی تھی جب بنو مارج کے شر پسند سیاہ پہاڑ کے آتشی دہانے کو کھول رہے تھے۔ مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا اور میں انہیں متوجہ کرتے ہوئے ان کی طرف بڑھی لیکن پھر یہ سوچا کہ پہلے میں بستی کے مکینوں کو آگاہ کر دوں...... جونہی میں بستی کی طرف چلی ایک شر پسند نے مجھے دیکھ لیا اور آگ کا ایک نیزہ لے کر میرے پیچھے لپکا۔ اس دوران وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے اور ان کے دوسرے ساتھی بھی میرے پیچھے بھاگے...... میں نے اپنے علم کی طاقت سے خود کو محفوظ کرنے کیلئے ان کھائیوں میں خود کو گرا لیا...... لیکن بدقسمتی سے ان نوکیلے کانٹوں میں الجھ کر رہ گئی...... وہ شر پسند سمجھے کہ میں اب یہاں سے نکل نہیں سکوں گی لہٰذا وہ بھاگ گئے...... اور میں اپنی مدد کیلئے چلانے لگی۔ اسی دوران سیاہ پہاڑ نے اپنا قہر و غضب نازل کر دیا اور یوں تم میری مدد کو آ پہنچے...... میں اگر بنو مارج کے شر پسندوں کو دیکھ نہ لیتی تو ہمارا قبیلہ یہی سمجھتا کہ پہاڑ کا لاوا قدرتی طور پر ابل پڑا ہے۔ مگر اب میں اپنے والد کو اصل صورت حال بتاؤں گی اور پھر ہم بنو مارج سے انتقام لیں گے''۔

ناروت کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ اس کا مقصد خود بخود پورا ہو رہا تھا۔ لہٰذا اس نے اب موضوع بدلتے ہوئے شانور کی توجہ اس کے زخموں کی طرف مبذول کروائی اور کہا۔ ''شانور اب ہمیں فوراً طبیب سے ملاقات کرنی چاہئے کہیں یہ زخم خراب نہ ہو جائیں''۔

''اے نیک دل انسان کیا تم جانتے ہو کہ جنات کے بدن پر زخم آ جائیں تو ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے......'' جنات کے بیٹے ہامہ نے داستان سناتے سناتے اچانک مجھے مخاطب کیا مگر میں تو اس کی داستان کی سحر طرازی میں گم تھا۔ اس نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔ پھر باقاعدہ جھنجھوڑ کر پوچھا۔ ''نا گی

بیٹے تم کہاں گم ہو......؟''

میں اس بار ہڑ بڑا اٹھا......''میں کہاں ہوں؟ میں تو آپ کے پاس ہوں......''میں نے جلدی سے کہا۔

''میں نے پوچھا تھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ جنات کے بدن پر زخم آجائے چاہے وہ معمولی سا ہی کیوں نہ ہو......وہ کتنا خوفناک ہو سکتا ہے؟'' نور کے لبادے میں مرقع ہامہ نے دریافت کیا۔

''نہیں......اے فرزند جنات......میرے مہربان' میں نہیں جانتا......''میں نے سعادت مندی سے کہا۔'' آپ جیسی ہستی سے بہتر کون جان سکتا ہے۔''

''جنات جب اپنے روپ میں ہوں تو وہ پیدل نہیں چلتے......ہواؤں میں اڑتے ہیں اور اڑ کر ہی اپنی منزل تک پہنچتے ہیں......تم لوگ تو چل پھر کر مسافتیں طے کرتے ہو اور ہم اڑ کر......لہٰذا جب ہمارے بدن پر کوئی زخم آجائے تو ہم اڑنے سے معذور ہو جاتے ہیں......آگ کے گولے اور نوکدار لوہے سے جنات وشیاطین خوف کھاتے ہیں۔ اگر یہ ان کے بدن کو چھولیں تو وہ راکھ ہو جاتے ہیں اور ان کے بدن کی پور پور کھل جاتی ہے۔ تم نے کبھی آگ کے گولے دیکھے ہیں جو شیاطین اور جنات کو راکھ میں بدل دیتے ہیں۔ انہیں ابدی نیند سلا دیتے ہیں......'' ہامہ نے ایک بار پھر دریافت کیا تو میں نے اپنی کم علمی کا اظہار کیا۔

''تم نے کبھی آسمان پر ستاروں کو ٹوٹ کر گرتے ہوئے دیکھا ہے؟''

''ہاں......'' مجھے یاد آگیا کہ راتوں کو جب میں کھلے صحن اور چھت پر سویا کرتا تھا تو کئی بار آسمان سے ستاروں کو ٹوٹ کر گرتے دیکھا تھا۔

''یہ آگ کے گولے جسے تمہاری دنیا شہاب ثاقب کہتی ہے دراصل ان شیاطین پر برسائے جاتے ہیں جو آسمانوں کی خبریں لینے کے لئے جاتے ہیں مگر آسمان کے نگہبان فرشتے ان پر آگ کے گولے برسا کر انہیں مار دیتے ہیں''۔ نظام ہستی چلانے والے کا یہ نظام جان کر میں سجدے میں گر گیا اور سبحان اللہ کہہ کر بولا۔'' اللہ پاک کا غضب شیاطین پر ہمیشہ یونہی آگ برساتا رہے گا۔''

ہامہ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور نہایت شفقت کے ساتھ بولا۔'' اب تم سو جاؤ......ہم کل رات کے اسی پہر آئیں گے اور تمہیں داستان جنات کا وہ حصہ سنائیں گے جب شانور، ناروت کو لے کر اپنے باپ کے پاس پہنچی تو پھر کیا ہوا۔'' یہ کہتے ہی ہامہ جانے لگا تو میں نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا......مجھے یوں لگا جیسے میں نے ہاتھ نہیں' روئی پکڑ لی ہے' نرم و ملائم بادلوں کی طرح لطیف ہاتھ......میں حیران ہو کر ہامہ کی طرف دیکھنے لگا تو اس کی گہری آنکھیں میری حیرانی پر مسکرا دیں اور پھر اس نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بالوں کو سہلانے لگا۔ روئی کی طرح نرم

ملائم انگلیاں مجھے نیند کی لوری سنانے لگیں اور میں ایک میٹھی اور گہری نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

اس رات میں بڑی پرسکون اور میٹھی نیند سویا تھا۔ یہ ہامہ کے لمس کا احساس تھا جو مجھے نہایت پرسکون کر گیا تھا۔ میں خوابوں کی وادیوں میں اتر کر اس کے نورانی سراپے سے باتیں کرتا رہا تھا اور پھر جب میری آنکھ کھلی تو حجرہ روشنی سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید ہامہ دوبارہ واپس آگیا ہے مگر یہ واہمہ تھا۔ یہ روشنی سورج کی تھی جو حجرے کی دیواروں کی درزوں سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی۔ میں کسلمندی کے ساتھ اٹھا اور حجرے کا پردہ اٹھا کر باہر دیکھا تو سورج سامنے سفید اجلے مزار کے عین اوپر چمک رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ آدھا دن گزر چکا ہے۔ میں اپنے خواب وخیال میں پہروں سویا پڑا رہا تھا لیکن اس کا مجھے یہ فائدہ ہوا کہ میری طبیعت کی کسلمندی اور اعصاب کا بوجھل پن بالکل ختم ہو گیا تھا، اور میں ہشاش بشاش ہو گیا تھا۔ میں نے گھڑے سے پانی پیا اور ایک بھرپور انگڑائی لے کر رہی سہی تھکاوٹ کو بدن سے نکال دیا اور پھر حجرے سے نکل کر مزار کی طرف بڑھا۔ مزار مجھ سے پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا مگر میری ساری بشاشت اس وقت حیرانی و پریشانی اور نڈھالی میں بدل گئی جب میں مزار کی طرف بڑھ رہا تھا اور فاصلہ تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا حالانکہ میں نے سوچا تھا کہ مزار کا فاصلہ ایک لمحہ میں طے ہو جائے گا مگر مجھے اس وقت سارا منظر سراب لگنے لگا جب یہ پچاس قدم پچاس کوس میں بدل گئے۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس وقت کم از کم پانچ دس منٹ تک چلتا رہا تھا مگر مزار کی عمارت تک نہیں پہنچ پایا تھا۔ میں نے رک کر اپنا جائزہ بھی لیا کہ مبادا یہ میری نظر کا فریب تو نہیں ہے اور آیا کہیں میں ابھی تک سو تو نہیں رہا۔ مگر یہ ٹھوس حقیقت تھی۔ میرے قدم، ٹانگیں، ہاتھ اور سارا جسم اس قطعہ ریگزر پر رواں دواں تھا جو حجرے اور مزار کے درمیان بچھا ہوا تھا۔ مزار کے اردگرد کسی قسم کی آبادی نہیں تھی۔ دور دور تک صحرا اپنی وحشت کے ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ سورج کی روشنی میں صحرا کی ریت کے ذرے آئینوں کی طرح چمک رہے تھے۔ سورج کی شعاعیں مزار کے گنبد کی نقرئی بیل بوٹوں سے بھی منعکس ہو کر قوس وقزح کا منظر پیش کر رہی تھی۔ میں نے غور کیا تو یہ منظر بڑا عجیب لگا۔ صحرا میں سورج کی شعاعیں جہنم کی آگ سلگا دیتی ہیں مگر میرے اردگرد میں سورج کی شعاعیں ریت کے ذروں سے مل کر رقصاں تھیں اور گرمی کی بجائے عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔

میں اپنا سر تھام کر رہ گیا یا الٰہی یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے قدم قدم پر فریب کیوں مل رہے ہیں۔ یہ سوچتے ہوئے میں دوبارہ حجرے میں آگیا اور پلٹ کر دیکھا تو مزار مجھے ہنوز پچاس قدم کے فاصلہ پر ہی نظر آیا۔

وہ سارا دن میں نے حجرے میں رہ کر ہی گزارہ اور صرف اس عجوبہ فطرت پر غور کرتا رہا کہ اس

حجرے اور مزار کے مابین فاصلے کو میری نظر ناپ کیوں نہیں رہی۔ مجھے اس وقت شدید بھوک بھی مح ہونے لگی تھی اور بھوک کے مارے نقاہت بھی طاری ہو رہی تھی۔ بھوک کے احساس نے مجھے با ادیا کہ میں زندہ ہوں اور جاگتی آنکھوں کے ساتھ طلسمات فطرت دیکھ رہا تھا۔ میں نے پانی پی کر خالی کر دیا تھا مگر کبھی پانی سے بھی بھوک مرتی ہے لیکن خود کو بہلانے کے لئے سارا دن پانی پی کر دیا۔

سورج آسمان پر مسافتیں طے کر کے رات کی تاریکیوں میں اتر گیا تھا۔ میں ایک نئے ذ کے تحت اٹھا اور حجرے کا پردہ اٹھا کر ایک بار پھر مزار کو دیکھنے لگا۔ سورج ڈوبتے ہی سارے من چھپ گئے تھے مگر مزار کی اجلی عمارت مجھے صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر حجرے اور مزا مسافتوں کو طے کرنے کا ارادہ کیا اور مزار کی طرف بڑھنے لگا۔ اس بار حیرت کا بت پاش پاش ہو گیا میں مزار کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو حجرہ مجھ سے پچاس قدم کے فاصل نظر آ رہا تھا۔ دن کے اجالے کی بجائے رات کی تاریکی میں یہ مسافت لمحوں میں کٹ گئی تھی۔ میں اتفاق پر حیران بھی ہوا اور خوش بھی اور نہایت طمانیت سے لبریز ہو کر میں مزار کی عمارت داخل ہو لگا تو اس کے کھلے در و بام سے خوشبو کی لپٹیں باہر آنے لگیں۔ جوں جوں میں قدم اٹھا رہا تھا

میں مزار کے منقش دروازے پر پہنچا تو قدم اندر رکھتے ہی رک گیا۔ دروازے کے عین ا اندر کی طرف ایک قندیل روشن تھی اور مزار کے اندر کا منظر اس کی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ م اندر سے نہایت کشادہ تھا اور اس کے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ اس کے سوا کمرے میں کچھ بھی نہ تھا۔ البتہ اس میں ایک طرف محراب سی بنی ہوئی تھی اور اس کے اندر جائے نماز بچھا ہوا تھا۔ ا کا مطلب تھا کہ یہ مزار دراصل ایک مسجد ہے جہاں لوگ آ کر نماز پڑھتے تھے۔ مگر یہ لوگ کون ہو تھے؟۔ میں نے ابھی تک کوئی بھی ایسا انسان نہیں دیکھا تھا جو یہاں آیا ہو۔ پھر یہ کون ہو سکتے تھے؟

میں سوچ و بچار میں مبتلا تھا کہ یکا یک مجھے اپنے عقب میں آہٹ سی سنائی دی اور میں۔ تیزی سے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو ایک دراز قامت شخص ہاتھ میں تھال اٹھائے ہوئے دروازے باہر کھڑا تھا۔ قندیل کی روشنی میں اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ موٹی موٹی آنکھیں، سفہ داڑھی، گندمی رنگ، کشادہ پیشانی، تراشیدہ ٹھوس بدن، پاؤں میں نیلے رنگ کی ہوائی چپل، سر پر سفہ چادر تھی جو شانوں تک اوڑھی ہوئی تھی۔

"اے فرزند جنات ہامہ کے معزز مہمان۔ میں تمہارے لئے کھانا لایا ہوں"۔ اس کی گھمبہ اور پر وقار آواز سنائی دی تو جھٹ سے آگے بڑھا۔

"ہامہ کہاں ہیں؟" میں نے تھال اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آنے ہی والے ہیں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ مزار اور یہ حجرہ......" میں سارے دن کے وہم و خیال کے جوابات لینے یلئے اس سے پوچھنے لگا تو وہ بولا

"نہیں۔ اے معزز مہمان۔۔۔۔ ہم جناب ہامہ کے خادم ہیں، ہم سے کسی قسم کا سوال نہ ریں۔" اس نے میری بات کاٹ دی اور کہا۔ "آپ کھانا لیجئے۔ ہامہ سرکار خود آ کر آپ کی بے کلی رکر دیں گے" اس کی گہری نظروں نے میرے دل کی بے تابی جانچتے ہوئے تسلی دی۔

میں تھالی لے کر مزار کے اندر آنے لگا تو ہامہ کا خادم میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں تھالی اکر حجرے میں آ گیا اور اس وقت مجھے ایک حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ حجرے میں بھی ایک قندیل ن تھی اور حجرہ مسحور کن خوشبوؤں سے معطر ہو چکا تھا۔

کھانے کے تھال میں دنیا جہاں کے کھانے مزین تھے۔ کھانے کی اشتہا نے مجھے دیوانہ ہی تو دیا تھا لہٰذا میں بے صبری سے یہ لذیذ کھانا کھانے لگا۔ زندگی میں اس جیسا لذیذ کھانا میں نے پہلے چکھا تھا۔ میں سیر ہو کر کھا چکا تو کچھ دیر کیلئے چہل قدمی کرنے کے بعد چٹائی پر لیٹ گیا۔ انسان ب بھوک سے نڈھال ہو اور اس کے بعد شکم سیر ہو کر کھانا کھا لے تو، تو انائی کا ایک ریلا اٹھتا ہے جو ، پر غنودگی کو غالب کر دیتا ہے۔ سو میرے ساتھ بھی یہ ہوا اور میں بے خوابی کی سی کیفیت میں مبتلا ہو ا۔ حالانکہ میں اس وقت سونا نہیں چاہتا تھا اور ہامہ کا انتظار کرنا چاہتا تھا لیکن نیند کا غلبہ میرے حواس چھا گیا اور میں غافل ہو کر سویا پڑا رہا۔

ہامہ کب آیا تھا اور اس نے مجھے کب جگایا مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا مگر اس کی آمد کے ساتھ ہی ے کا ماحول بدل گیا تھا۔ اس نے مجھے جگایا مگر میں اس وقت غفلت کی نیند سویا ہوا تھا۔ اس نے یت ملائمت کے ساتھ میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا اور محبت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔ "اے ل انسان اب اٹھ بھی پڑو۔"

ہامہ کی آواز سنتے ہی میں جلدی سے جاگ پڑا۔ "آج تو بہت پریشان ہو کر سویا تھا۔" ہامہ نے ہم بھرے انداز میں پوچھا۔

"اے عظیم ہامہ! میری پریشانی آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔" میں نے مودب انداز کہا۔

"حجرہ اور مزار؟" ہامہ ٹھہر ٹھہر کر یوں بولنے لگا جیسے اس کی بوجھل آواز بڑھاپے کی گھمبیر تا کھو گئی ہو اور زندگی کی صدیاں طے کرنے کے بعد تھک چکا ہے۔

"آج سارا دن تم نے جو دیکھا ہے یہ فریب نظر نہیں ہے اے انسان۔ یہ عجوبہ فطرت ہے۔

اسرار کائنات ہیں۔ تم نے یہی سوچا ہوگا ناں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ میرا اور میرے خادموا کا مسکن ہے۔ یعنی جنات کا مسکن ہے۔ ان جنات کا مسکن جو عبادت الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ حجرہ اور مزار کی عمارت تمہارے سوا کسی کو نظر نہیں آتی۔ تم تو ہمارے مہمان ہو اس لئے ہم نے تمہار۔ لئے کچھ حجاب اٹھا دیئے ہیں۔" ہامہ کی آواز میری ساعت میں اپنائیت کے رس گھول رہی تھی۔" حجابات میں رہتے ہیں۔ تمہاری دنیا کے لوگ۔ یعنی انسان نہ جانے ہمارے بارے میں کیا کچھ سو رہتے ہیں۔ بہر حال ہمارا وجود ایک ٹھوس حقیقت ہے اور ہم یعنی جنات۔ اللہ کی عبادت اور ا معمولات حیات نپٹانے میں اسی طرح مصروف رہتے ہیں جس طرح تم لوگ۔ ہماری اور تمہار زندگیوں میں فرق صرف اس چیز کا ہے کہ ہم جنات ہیں اور تم انسان۔ آگ اور مٹی کا فرق ہے۔ ال تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی اور تمہیں اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ تم انسان ہم سے افضل و بر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور اور آگہی کی دولت سے مالا مال کیا ہے، ادراک وفہم دیا ہے مگر ہمار۔ ضمیر میں شعور آگہی کا مادہ بہت کم ہے۔ ہم میں غضب وقہر اور شر تم انسانوں سے زیادہ ہے۔ اسی۔ ہم تم سے کمتر ہیں۔ جو جنات قہر وغضب اور شر کے تابع ہیں وہ ابلیس کے مقرب ہیں اور شیطا کہلاتے ہیں۔ مگر وہ جنات جنہوں نے عبادت الٰہی کے ذریعے اپنے قہر وغضب اور شر کو بے لگا ہونے سے بچائے رکھا اور اللہ پاک کی خوشنودی کے طلب گار ٹھہرے وہ جنات کی صف میں کھڑ۔ ہیں۔ ہم بھی مسلمان ہیں۔ تم بھی مسلمان ہو لیکن یہ فرق صرف تخلیق وماہیت کا ہے"۔ ہامہ کی بہت ب باتیں میری عقل سے بالا تھیں۔ وہ انسان وجنات کے فلسفہ حیات پر بہت دیر تک بولتا رہا تھا اور میں بہت نیاز مندی کے ساتھ اس کی باتیں سنتا رہا۔ "میں تمہاری یہ پریشانی دور کر دوں جو تمہیں آج دا کے وقت لاحق ہوئی تھی۔" ہامہ نے بالآخر موضوع بدلا۔ "ہم دن کے وقت یہاں نہیں ہوتے۔ ہمار ڈیوٹی یہاں سے بہت دور ایک متبرک ومقدس مقام پر ہوتی ہے سارا دن وہاں گزارتے ہیں اور را کے آخری پہر ہم اپنے مسکن میں لوٹ آتے ہیں۔ دن کے وقت یہ فاصلہ جو تمہیں پچاس قدم دکھا دیتا تھا۔ دراصل ایک طویل مسافت پر واقع ہے جسے عبور کرنا تمہارے لئے دشوار ہوتا۔ ہمارا مسکر انسانوں کی پہنچ سے دور ہوتا ہے۔ مگر رات کو جب ہم اپنے مسکن میں آتے ہیں تو یہ دوریاں خود بخود خ ہو جاتی ہیں یوں سمجھو کہ اسرار کائنات نے ہمارے وجود کو اپنے اندر چھپا رکھا ہے، ہماری مسافتیں او تمہاری زندگی کی مسافتیں بہت مختلف ہیں"۔

ہامہ نے اپنے طرز زندگی اور کائنات کے اصولوں سے مجھے آگاہ کیا اور پھر اصل موضوع ک طرف لوٹ آیا۔ اب تمہیں اس ادھوری کہانی کو سننے کا اشتیاق ہوگا کہ شانور جب ناروت کو لے ک اپنے باپ کے پاس گئی تو آگے کیا ہوا؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "جناب میں سننے کیلئے بے حد بے تاب ہوں۔"

"ہاں تو سنو۔" ہامہ میرے سامنے چٹائی پر بیٹھ گیا اور اسی لمحہ چٹائی پر ایک بڑا تکیہ نمودار ہوا۔ ہامہ نے اس کے ساتھ ٹیک لگالی اور میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ "میرے خدام کو میرے آرام کا بہت خیال رہتا ہے۔" اس کے چہرے پر پیرانہ سالی کے آثار نمودار ہو گئے اور وہ پرخیال نظروں سے ماضی کی راکھ کو کریدنے لگا۔

شانور ناروت سے بے حد متاثر ہو گئی تھی۔ وہ عام جن زادیوں سے بہت مختلف تھی حسن ورعنائی علم وتدبر اور شائستگی کی پیکر تھی مگر اس میں بھی عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بنو الجان کے سردار کی بڑی بیٹی ہونے کے ناطے سے وہ پورے قبیلے کی جن زادیوں میں سب سے زیادہ احترام کے لائق تھی۔ اس کی دوسری بہنیں بھی حسن وملاحت میں کم تر نہیں تھیں البتہ وہ شانور کے علمی درجوں تک نہیں پہنچ پائی تھیں۔ ان میں عام جن زادیوں کی طرح حسد اور کینہ پایا جاتا تھا۔ شاید یہی وہ وجہ تھی کہ شانور اپنی بہنوں سے الگ تھلگ رہتی تھی اور اس کی اگر کسی سے قرابت تھی تو وہ صرف ایک ہی جن زادی تھی جو سیاہ پہاڑ میں رہتی تھی۔ مگر اب وہ بھی زندہ نہیں رہی تھی۔ شانور کو اس کی موت کا بے حد صدمہ پہنچا تھا۔ اس لئے جب وہ ناروت کو اپنے باپ سے ملانے لائی تو وہ شدت جذبات سے ابل پڑی تھی۔ سردار سارب نے ناروت کو بے حد عزت دی اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر اسے وعدہ دیا

"اے بنو عابس کے غم زدہ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ بنو مارج سے تمہارے ماں باپ کا بدلہ لیں گے اور ہم تمہاری قدر وقیمت اور مرتبے کی پاسبانی کریں گے۔ تم نے ہماری بیٹی کی جان بچا کر ناموس بنو الجان کا پاس کیا ہے۔ اب تم ہمارے پاس رہو گے اور ہم تمہیں اپنے مقرب جنات میں شامل کرتے ہیں۔"

ناروت نے سر جھکا کر نیاز مندی کا اظہار کیا اور عجز وانکساری کے ساتھ اپنی گفتار کا جادو جگانے لگا۔ "اے عظیم سارب! تمہاری عنایات کا دل جان سے شکر گزار ہوں کہ تو نے میری قدر کی۔ میرے علم وتدبر اور شجاعت کو اپنے قبیلہ کے حق میں آزمانے کا موقع دیا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ناموس الجان کی خاطر اپنی جان قربان کر دوں گا مگر اف تک نہیں کروں گا۔"

بنو الجان کے سردار سارب کا تخت کوہ ابرق کی کشادہ غاروں میں تھا۔ یہ گہری اور وسیع العریض غاریں بنو الجان کے شجاعت پیشہ جنات نے تعمیر کی تھیں۔ سردار سارب کا خاندان انہی غاروں میں رہائش پذیر تھا۔ غاریں دنیا جہاں کی نعمتوں سے مزین تھیں۔ یہ بڑے بڑے محلات کی صورت میں تراشی گئی تھیں اور کسی پر وقار اور جاہ جلال شہنشاہ کے محلات کی طرح ہی انواع واقسام سہولتوں سے مزین سامان سے سجی ہوئی تھیں۔ ناروت نے اس سے قبل ایسی پر شکوہ رہائش نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی

اس نے قبیلے کے سردار کو یوں حکومت کرتے دیکھا تھا۔ سارب جاہ وجلال کا مالک تھا اور اس کی گفتار، کردار سے اس کی انتظامی صلاحیتوں کا اظہار ہوتا تھا۔ اس نے اپنے قبیلے میں نظم وضبط قائم کیا ہوا تھا اور باقاعدہ ایک نظام کے تحت جنات پر حکومت کرتا تھا۔ جبکہ بنو عابس اور دوسرے قبائل ایسے منظم اور مربوط نظام سے تہی تھے۔ بنو الجان والے اہل عابس کو گنوار اور جاہل گردانتے تھے لیکن ناروت کی ذہانت وگفتار نے بنو الجان کے سردار کو بھی متاثر کیا تھا۔ شانور نے جب اپنے باپ کو سیاہ پہاڑ کی تباہی کی اصل وجہ بتائی اور پھر ناروت کے ماں باپ پر بنو مارج کے ظلم کی کتھا سنائی تو سردار سارب نے ناروت سے کام لینے کا فیصلہ کرلیا۔

ناروت کیلئے اس شام سورج ڈھلتے ہی کوہ ابرق ایک عجوبہ مناظر بن گیا تھا۔ کوہ ابرق سیاہ مہیب رات میں بھی روشن تھا اور اس کی روشنی تاحد نظر پھیلی ہوئی تھی۔ سردار سارب نے اسے اپنے محلات میں رہنے کیلئے ایک عمدہ رہائش دے دی تھی وہ شام ڈھلتے ہی کوہ ابرق کے مناظر سے جی بہلانے کیلئے باہر آ گیا۔ وہ دراصل چہل قدمی کی آڑ میں بنو الجان کی وادیوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ کوہ ابرق کی فلک بوس چوٹی پر پہنچ کر اپنے علم وتدبر سے شمال وجنوب میں پھیلے اس قوی الجثہ اور ترقی یافتہ قبیلے کی آبادیوں کو دیکھتا رہا جس نے پہاڑوں کو تراش کر رہائش اختیار کی ہوئی تھی اور اس کی ڈھلانوں کو ہموار بنا کر کھیتی باڑی کر کے اپنا رزق وخوراک حاصل کرتے تھے۔ ناروت دل ہی دل میں بنو الجان کے محنتی جفاکش اور ترقی پسند جنات کا گرویدہ ہو گیا مگر جلد ہی اس کے اندر کا کینہ عود آیا اور وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"بنو الجان! تم نے بے حد ترقی کرلی ہے۔ مگر اب یہ ترقی اور تمہارے محلات اور یہ کھیتی باڑیاں، تمہاری مہ وش عورتیں سب بنو عابس کی ہونے والی ہیں۔" ناروت اب دل میں بنو الجان کو ملامت کرتا ہوا کوہ ابرق سے اترنے لگا کہ اسے رس گھولتے قہقہے سنائی دیئے۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ قہقہوں کے یہ چشمے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں۔ اس کی نظر کوہ ابرق کے اس ڈھلوانی خطہ گلزار پر پڑی جس میں ہر سو پھولدار پودوں کی بہار دکھائی دے رہی تھی۔ وہ اشتیاق کے مارے اس طرف چل پڑا۔ ابھی اس خطہ گلزار کے پاس پہنچا تھا کہ ایک ڈھلوان کے عقب سے دو تنومند اور گرانڈیل جوان برآمد ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں آتشیں ہتھیار تھے وہ ناروت کا راستہ روک کھڑے ہو گئے۔

"تم کون ہو اور تم نے ادھر آنے کی جرأت کیسے کی ہے؟" ان میں سے ایک جوان غصیلے لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔

"میں ناروت ہوں اور سردار سارب نے مجھے اپنے قبیلے میں رہنے کی اجازت دی ہے" ناروت نے فوراً جواب دیا۔

"ناروت!" اس جوان نے کینہ توز نظروں سے اسے دیکھا پھر اپنے ساتھی کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم وہی ہو جس نے سردار سارب کی بیٹی شانور کی جان بچائی ہے۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔" ناروت یہ تو جانتا ہی تھا کہ شانور کی جان بچانے کی وجہ سے اب وہ بنو الجان میں مشہور ہو چکا ہے اسے یقین تھا کہ پورا قبیلہ اس کا احترام کرے گا۔ مگر اس جوان کی نظروں میں کینہ دیکھ کر وہ چونک گیا تھا۔

"تو اب تم سردار سارب سے اس احسان کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔" وہ جوان آتشی ہتھیار سنبھالتے ہوئے آگے بڑھا۔ "اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ تم شانور سے شادی کر کے سردار سارب کے منظور نظر مقرب بن جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میں تمہارے ارادے پورے نہیں ہونے دوں گا۔"

ناروت کو گمان ہوا کہ یہ جوان اس پر حملہ کر دے گا لہٰذا اس نے عقل استعمال کی اور اس سے کہنے لگا۔ "بنو الجان کے بہادر سپوت! تمہارا اندیشہ غلط ہے۔ میں شانور سے شادی کا خواہاں نہیں ہوں۔"

یہ سن کر وہ جواں رک گیا اور خشمگیں نظروں سے اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میری یہ اطلاع غلط ہو سکتی ہے؟"

"نہیں میرے آقا۔ آپ کا علم وتدبر اور آپ کے خدام بھلا آپ کو غلط اطلاع کیسے دے سکتے ہیں۔" وہ غالباً اسکا محافظ تھا اور سر جھکا کر بات کر رہا تھا۔

"سنو۔ اے بنو عابس کے جاہل اور گنوار باشندے! میں سردار سارب کا بھتیجا ہوں میرا نام جبروت ہے اور میں شانور سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ شانور نے سردار سارب سے کہا ہے کہ وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے اور سردار سارب نے بھی ہامی بھر لی ہے۔ میری یہ اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔ اگر شانور نے یہ فیصلہ کرلیا ہے تو کبھی بھی تم کو نہ پا سکے گی۔ میں تمہیں قتل کر دوں گا لہٰذا اس کے دل میں آنے والا خیال ہی ختم ہو جائے۔" یہ کہہ کر جبروت نے آتشیں ہتھیار سیدھا کرلیا۔

"ٹھہر والے معزز جبروت! میری بات غور سے سنو۔" ناروت نے پریشانی کا اظہار نہ کیا اور دھیمے لہجے میں بولا۔ "اگر تم مجھے مارنا ہی چاہتے ہو تو بہادروں کی طرح مارو۔ میں تم اور تمہارے اس ساتھی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم واقعی ایک بہادر ہو جیسا کہ میں نے سن رکھا ہے بنو الجان کے جوان پیٹھ پیچھے سے وار نہیں کرتے بلکہ دشمن کو للکار کر دعوت مبارزت دیتے ہیں تو پھر یہ طریقہ کیوں اختیار کر رہے ہو۔ یاد رکھو اگر سردار سارب نے اپنی بیٹی کی بات مان ہی لی ہے تو پھر میرے قتل کے بعد وہ تمہیں اور تمہارے خاندان کو زندہ نہیں چھوڑے گا لہٰذا تمہارے لئے بہتر یہی

ہے کہ تم مجھ سے باقاعدہ مقابلہ کرو۔ جیسا کہ رواج بھی ہے۔ تم سردار سارب سے بات کرو اور اس سے کہو کہ اگر وہ شانور کی شادی ناروت سے کرنا چاہتا ہے تو پہلے ناروت اپنے بہادر ہونے کا ثبوت فراہم کرے اور یہ ثابت کرے کہ وہ واقعی بنوالجان کے سردار کی بیٹی کے قابل بھی ہے کہ نہیں۔‘‘

یہ سن کر جبروت ٹھہر گیا۔ اس نے گہری نظروں سے ناروت کے سراپے کا جائزہ لیا۔ پھر ہتھیار کی نوک چٹان پر رکھ کر بولا۔ ’’میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔‘‘ یہ کہتے ہی وہ کوہ ابرق سے نیچے اتر گیا اور پھر جب ناروت واپس محلات میں پہنچا اور استراحت کے لئے اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا تو سردار سارب کا ایک ہرکارہ اس کا پیغام لے کر آ گیا اور ناروت سے کہا کہ سردار سارب اسے بلا رہا ہے۔

ناروت اس کے ساتھ چل پڑا اور سردار سارب کے دربار میں پہنچ کر وہ حیران و پریشان ہو گیا مگر اس نے کسی پریشانی کا اظہار نہ ہونے دیا۔

دربار پورے جلال کے ساتھ سجا ہوا تھا۔ سردار سارب کے سارے مقربین، جنگجو سردار اور سردار سارب کا خاندان وہاں موجود تھا۔ ناروت نے جھک کر سردار سارب کو سلام کیا اور عاجزی سے بولا۔ ’’غلام حاضر ہے اے بنوالجان کے شہنشاہ۔‘‘

’’تم ہمارے غلام نہیں ہو ناروت۔‘‘ سردار سارب اپنے پر جلال لہجے میں بولا۔ ’’آؤ آگے بڑھو اور اپنی نشست پر بیٹھ جاؤ۔‘‘ ناروت اپنی نشست پر بیٹھ چکا تو سردار سارب نے اپنے عمائدین سلطنت کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔ ’’اے وفاداران الجان۔ تم جانتے ہی ہو کہ ہم نے اپنی ذات اور اپنے قبیلے کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے تمہیں ضرور آگاہ کیا ہے۔ لہٰذا آج ہم اپنی بیٹی شانور اور ناروت کی شادی کا فیصلہ تم پر چھوڑ رہے ہیں۔ اگرچہ ہم بااختیار ہیں اور اپنی بیٹی کی شادی کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے۔ مگر ہم اپنے قبیلے میں اتحاد قائم رکھنے کے خواہاں بھی ہیں۔ ہمارے بھتیجے جبروت نے اس شادی پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس شادی کا فیصلہ اس وقت کیا جائے جب ناروت اپنی شجاعت کی بدولت اس شادی کا حق ادا کرے۔ اس کی یہ بات ہمارے وقار کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جبروت اور ناروت کے درمیان کل جب سورج ہمارے سروں پر ہو گا اس وقت یہ مقابلہ ہو گا۔‘‘ سردار سارب نے یہ کہہ کر ناروت کی طرف دیکھا جو اطمینان سے سردار کی بات سن رہا تھا۔ ناروت۔ ’’کیا تمہیں ہمارا فیصلہ قبول ہے۔‘‘

ناروت سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ ’’مجھے عظیم المرتبت سردار کا فیصلہ قبول ہے۔‘‘

’’تو پھر ٹھیک ہے۔ اب کل ہمارا دربار بھی اس وقت ہی سجے گا جب تم دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گے۔‘‘ یہ کہہ کر سردار سارب نے دربار برخاست کیا اور ناروت بھی واپس آ

گیا۔ ناروت کو یقین تھا کہ وہ اپنی ذہانت اور طاقت کے بل بوتے پر جبروت کو مقابلے میں چت کر ڈالے گا۔ لہٰذا وہ مطمئن سا ہو گیا تھا لیکن ادھر شانور کو خدشہ لاحق ہو گیا کہ اگر جبروت نے ناروت کو مار ڈالا تو پھر کیا ہو گا۔ وہ جبروت کے بارے میں جانتی تھی کہ وہ بنوالجان کا سب سے زیادہ بہادر اور غصیلا جن زادہ ہے۔ وہ پریشانی میں مبتلا ہو کر ناروت کے پاس پہنچ گئی۔

ناروت اس وقت علم و تدبر کا گیان حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ شانور کی اچانک آمد سے وہ حیران بھی ہوا مگر اس نے اپنے چہرے پر دلپذیر مسکراہٹ پیدا کی اور اس کا استقبال کرتے ہوئے بولا۔

’’اے بنوالجان کی شہزادی۔ اس وقت تم بہت گھبرائی ہوئی نظر آ رہی ہو۔‘‘

’’ہاں اے ناروت میں حقیقتاً پریشان ہوں۔ اس لئے تمہارے پاس دوڑی چلی آئی ہوں۔‘‘ شانور کمرے میں بچھی یاقوتی مسہری پر بیٹھتے ہوئے اپنی پریشانی کا اظہار کرنے لگی۔ ’’تم نے انجانے میں بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے ناروت۔ تم نہیں جانتے کہ جبروت کتنا کینہ پرور اور گھمنڈی جن ہے۔ وہ طاقت میں بے مثال ہے اور سارا قبیلہ جانتا ہے کہ اس کی طاقت کا سورج آج تک غروب نہیں ہو سکا۔ وہ تمہیں مار ڈالے گا۔‘‘

’’شانور! میں بزدل نہیں ہوں۔ ویسے بھی میری غیرت اور انا کا یہ تقاضا ہے کہ میں اس شاہ زادی سے شادی کرنے سے پہلے اپنی اہلیت ثابت کروں جو بنوالجان کے قبیلے کی ناموس ہے۔‘‘ ناروت زیر لب مسکراتے ہوئے شانور کی سحر طراز نظروں میں دیکھنے لگا تو شانور نے مصنوعی خفگی کے عالم میں اسے جھڑک دیا۔

’’ناروت! بے شک تم گفتگو میں قادر الکلام ہو مگر اس وقت ہمیں تمہاری طاقت کی ضرورت ہے۔ اس طاقت کی جو اگر چاہے تو کوہ ابرق کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر آسمان تک لے جائے اور اگر اس طاقت کو استعمال کرے تو زمین کے سات پردوں تک کوہ ابرق کو غرق کر دے۔ اگر تمہارے پاس طاقت کا یہ خزانہ ہے تو تب جبروت کے سامنے آنا۔ اگرچہ مجھے تمہیں یہاں سے بھاگ جانے کی تجویز نہیں دینی چاہئے۔ مگر میں تمہاری جان کی سلامتی چاہتی ہوں۔ اس لئے تمہیں یہاں سے غائب ہو جانے کے لئے کہہ رہی ہوں۔ تمہیں پروردگار عالم کا واسطہ ہے یہاں سے چلے جاؤ۔‘‘

شانور کی باتوں نے ناروت کے اندر غیرت کی چنگاریاں پیدا کر دیں اور وہ جوالہ مکھی کی طرح سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ شدت جذبات سے اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اور وہ برق رعد کی طرح برسا۔ ’’شانور! تم مجھے بزدلی کا سبق دینے آئی ہو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ناروت اپنی جان بچانے کے لئے بے غیرت بن جائے۔‘‘

"نہیں ہرگز نہیں۔" شانور [illegible] سے بولی۔ "ناروت تم نے میری بات کا غلط مطلب نکالا ہے [illegible] اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے مسہری پر بٹھا دیا۔

"میں نہیں چاہتی کہ تم کسی [illegible] اس کو سمجھانے لگی تو ناروت ایک بار پھر بھڑک اٹھا۔

"شانور! اگر تمہیں جبروت کی [illegible] سے شادی کر لو۔"

"ہاں، اگر تم مارے گئے تو مجھے اس [illegible] شادی [illegible]" شانور نے کچھ اس انداز میں بات کی کہ ناروت کا دل مسل کر رہ گیا۔ [illegible] قدر غصے میں کیوں آ گیا تھا۔ شانور نے اس کے اندر یہ کیسی آگ بھڑکا دی تھی۔ اس [illegible] ہوا کہ شانور اس کے لئے کیا حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ تاہم اس نے اپنی انا و تکبر کو برقرار [illegible] ہوئے روکھے لہجے میں کہا۔

"یہ قانون تمہارے قبیلے کا ہی بنایا ہوا ہے شانور [illegible] جبروت مجھے مار کر فاتح بن جاتا ہے تو تمہیں اس سے شادی کر لینی چاہئے۔" شانور ناروت کے [illegible] روکھے لہجے سے بگڑ گئی اور اس سے ناراض ہو کر چلی گئی۔ جنات بڑے سنگدل ہوتے ہیں۔ ان میں احساس محبت کا مادہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ کسی کی ناز برداری کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ ہاں کسی مجبوری کے تحت وہ ایسا کرنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔

اگلے روز موت کا میدان سج گیا۔ ناروت اور جبروت دونوں ہتھیاروں سے سج دھج کر میدان میں اترے تھے۔ تاحد نظر جنات کا ہجوم ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح نظر آ رہا تھا۔ جبروت بنوالجان کے قبیلے میں نہایت عزت دار کہلاتا تھا سو اس کے مداحوں نے اس کے حق میں نعرے مار مار کے ارض وسما ایک کر دیا تھا۔ شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ہر کوئی جبروت کی فتح کے ترانے گا رہا تھا وہ جن زادیاں جو جبروت کی نظر میں چڑھی ہوئی تھیں اس کی مدح میں گیت گا رہی تھیں۔ گویا ایک جشن کا سا سماں تھا۔ پورے ہجوم میں سوائے شانور کے۔ کوئی اور ایسا نہ تھا جو اس کے حق میں دعا کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ سردار سارب بھی اپنے قبیلے کے جوش و غضب میں برابر کا شریک تھا۔
اس سے ناروت کے دل میں خیال آیا کہ اگر اس نے جبروت کو شکست دے بھی دی تو کیا جبروت کے یہ فدائی اس کی فتح کو برداشت کر سکیں گے۔ جنات کا یہ قبیلہ بے شک نظم و ضبط کے تحت زندگی گزار رہا تھا مگر ان کی فطرت میں بدگمانی تکبر، نخویت اور سرکشی بہر حال موجود تھی اور ان سے کسی نیکی کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہاں زندگی کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ فتح کے بعد بھی زندہ رہ سکے گا یا نہیں۔ اس نے سردار سارب کو بھی اپنے قبیلے کے سرکش اور جبروت کے مداحوں کے ساتھ لپک لپک

کر مدح سرائی کرتے [illegible] کے مقابل جانے سے پہلے کوہ ابرق کے اس یاقوتی اور ہیرے جواہرات [illegible] ناک انداز میں دیکھا تھا جس پر سردار سارب اپنے خاندان [illegible] تھا مگر شانور اسے وہاں نظر نہ آئی۔

ناروت ذہانت و طاقت [illegible] بظاہر جبروت سے کمتر دکھائی دیتا تھا مگر اس کے باطن میں طاقت و توانائی [illegible] وہ ہجوم پر نظریں دوڑاتا ہوا جبروت کے مقابل آ گیا جو آتشیں اسلحے سے [illegible] قاعدے کے مطابق اب ان دونوں میں سے جو فاتح ہوتا وہ دوسرے فریق [illegible] شانور کا ہاتھ تھام سکتا تھا۔ باقاعدہ مقابلے سے قبل سردار سارب اپنی [illegible] ہو گیا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی ہجوم بے کراں نے خاموشی اختیار کر لیا اور پھر اس نے دونوں [illegible] مقابلے کی اجازت دے دی۔

اجازت ملتے ہی جبروت برق [illegible] کی طرح ناروت پر لپکا تھا۔ اس کی مخصوص چنگاڑ سے زمین کا کلیجہ دھڑک اٹھا اور کوہ ابرق کے پتھروں میں لرزش پیدا ہو گئی۔ جبروت کی یہ وحشیانہ چیخ ہی دراصل اس کا ایک کارگر ہتھیار تھی جو وہ مقابلے کے دوران بلند کرتا تو دشمن اس کی دہشت سے خوف زدہ ہو کر اپنا دفاع کرنا بھول جاتا تھا۔ مگر ہجوم بے کراں اور خود جبروت کا اس وقت دھچکا لگا جب ناروت نے اس کی چیخ کے مقابلے میں ایک قیامت خیز نعرہ مارا تو زمین تا فلک ایک بھونچال سا آ گیا۔ اس کا نعرہ سن کر ہر جن اپنی جگہ سے اچھل پڑا تھا اور ہر کسی کو یوں لگا جیسے اس کے پاس ہی کہیں کسی آتشی پہاڑ نے اپنا دہانہ کھول دیا ہے۔

ایک لمحہ کے لئے جبروت ٹھٹک گیا تھا۔

"آؤ آگے بڑھو بنوالجان کے سورمے!" ناروت آتش جواں کی مانند اس کی طرف بڑھا۔ "تو کوہ ابرق کو اپنی مٹھیوں میں بھر کر مسل سکتا ہے تو آگے بڑھ اور کوہ ابرق سے بلند اس کوہ گراں ناروت کو بھی مسل ڈال۔ آگے بڑھ اور مجھ پر حملہ کر۔ تاکہ تیری کوئی حسرت باقی نہ رہے۔" ناروت کی فلک شگاف آواز ہجوم بے کراں کی خاموشی پر رعد و برق کی طرح گری اور ہر جن اس کی جرأت پر ششدر رہ گیا۔

جبروت یہ سن کر وحشی ہو گیا اور اپنا دراز، ٹھوس سینہ پھیلا کر آگے بڑھا اور آتشیں اسلحہ لے کر ناروت پر لپکا۔ یہ آتشیں اسلحہ ایک نیزے کی مانند ہوتا تھا۔ تم لوگوں کے ہاں تو نیزے کے آگے لوہے کی انی لگی ہوتی ہے مگر اس زمانے میں جنگجو جنات اپنے ہمراہ ایک ایسا نیزہ رکھتے تھے جس کے آگے آگ کا دہکتا ہوا شعلہ لگا ہوتا تھا۔ یہ آگ آتشیں پہاڑوں کے ان پتھروں کو سلگا کر بھڑکائی جاتی تھی جو آگ پکڑنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

جبروت نے نہایت مہارت اور تندی کے ساتھ ناروت پر حملہ کیا تھا اس کے داؤ پیچ کی رفتار نے ناروت کو پریشان کر دیا تھا اور وہ برق کی مانند گھومتے لپکتے آتشیں ہتھیار سے بچنے کے لئے پینترے بدلنے لگا۔ اسی لمحے ہجوم بے کراں کو بھی جیسے موقع مل گیا اور وہ سمجھا کہ ناروت جبروت کے حملوں سے بمشکل ہی بچ نکلے گا۔ وہ ایک بار پھر فلک شگاف نعرے مارنے لگے اور جبروت کا حوصلہ بڑھانے لگے۔

ناروت دل ہی دل میں جبروت کے حملوں اور جارحانہ انداز کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے کئی بار کوشش کی کہ وہ بھی جواباً حملہ کرے مگر جبروت نے اسے ایک لمحہ کے لئے بھی سنبھلنے نہ دیا۔ جبروت نے ناروت کی بے بسی پر اب وحشیانہ قہقہے بھی لگانے شروع کر دیئے تھے اور جوں جوں اس کے حملوں میں تیزی آ رہی تھی۔ ناروت دیوانہ مست ہو کر بچنے کی کوشش کرتا رہا۔ کئی ساعتیں بیت گئیں مگر ناروت جبروت کی جارحیت نہ توڑ سکا۔ البتہ وہ اپنے تدبر سے اس کے ہر حملے سے بچ نکلتا تھا۔ دونوں طرف سے داؤ پیچ کے فن کا خوب مظاہرہ دکھایا جا رہا تھا۔ پھر آخر وہ لمحہ بھی آ ہی گیا جب ناروت نے جبروت کے ایک داؤ کو توڑ کر ایسا پینترہ بدلا کہ اس کے آہنی و فولادی ہاتھ نے جبروت کے آتشیں ہتھیار کو درمیان سے پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ کی مدد سے اس نے جبروت کے سینے پر اس قدر زور سے دھکا دے کر نعرہ مارا کہ ایک بار پھر زمین آسمان تھرا گئے اور آتشیں ہتھیار جبروت کی گرفت سے نکل کر ناروت کے ہاتھ میں آ گیا۔

یہ سب چشم زدن میں ہوا تھا۔ جبروت ناروت کے طوفانی دھکے سے قلا بازیاں کھاتا ہوا کوہ ابرق تک لڑھکتا چلا گیا تھا۔ بدمست ہجوم بے کراں کو جیسے سانپ سونگھ گیا' سانس ان کے سینوں میں اٹک گئی وہ دم بخود ہو کر ناروت کو دیکھنے لگے۔

ناروت نے آتشیں ہتھیار کو اپنے ہاتھوں میں تولا اور پھر اڑتا ہوا جبروت کے سر پر پہنچ گیا۔ اس دوران جبروت سنبھل چکا تھا مگر ناروت کے ہاتھوں میں اپنا ہتھیار دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ ناروت نے بہادری کی ایک انوکھی مثال پیش کرتے ہوئے عجیب کام کیا۔ اس نے جبروت کا ہتھیار اس کی طرف پھینک دیا اور دھاڑ کر بولا۔ ''اے بنوالجان کے سرکش شہ زور، یہ لے اپنا ہتھیار اور ایک بار پھر حملہ کر کے مجھے نیست و نابود کر دے۔''

جبروت ہتھیار سنبھالتے ہی ناروت پر لپکا مگر اب تو ناروت جوالہ مست بن چکا تھا۔ اس نے چشم زدن میں جبروت کو اس کے ہتھیار سمیت اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور کسی طوفانی بگولے کی طرح فضا میں چکر کھانے لگا۔ پھر اس نے جبروت کو یوں آسمان کی طرف اچھال دیا جیسے کوئی بچہ گیند اچھالتا ہے۔ ناروت نے صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ اس نے اپنے علم و تدبر کی طاقت بھی استعمال کی اور نعرہ

بلند کر کے فضا میں گھومتے ہوئے جبروت کی طرف مانند برق لپکا۔ جونہی وہ جبروت کے قریب پہنچا آسمان پر کڑکتی بجلیوں کا طلسم طاری ہو گیا۔ آسمان پر دو بجلیاں کڑک کڑک کر ایک دوسرے پر کوند رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے قیامت آ گئی ہے۔ جبروت اور ناروت کے جسم فضاؤں تحلیل ہو کر ایک دوسرے پر اپنی آگ برسا رہے تھے اور پھر یہ برق و آتش کا میدان فضا میں ہی سج گیا۔ اب آسمان پر بھی اندھیرا اچھل رہا تھا۔ کرۂ ارض کی روشنیاں گل ہو رہی تھیں مگر جبروت و ناروت کی جنگ ختم ہونے کو نہ آ رہی تھی۔ کرۂ ارض پر پھیلے جنات کے قبائل بھی آسمان کی بلندی پر ہونے والی اس جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ دنیا کے کسی خطہ پر جنات کے قبائل آپس میں برسرپیکار ہیں۔ آسمان نے کرہ ارض سے اب نور کی چادر سرکا دی تھی مگر جنات ارضی کے دو سرکش' جنگجو جنات نے ظلمت کی تاریکیوں میں اپنے وجود کی آگ سے فضا میں روشنیاں پیدا کر دی تھیں۔ برق و آتش کی جنگ رات کے آخری پہر میں داخل ہو گئی تھی۔ جب آسمان پر کڑکتی برستی بجلیوں میں سے ایک کا وجود فضا میں دھواں بن کر پھیل گیا اور سیاہ مہیب تاریکی کی ظلمت اور بڑھ گئی۔ اسی لمحہ کوہ ابرق کے کھلے میدان میں زوردار چکاچوند پیدا ہوئی اور ناروت کسی فیل بدمست کی طرح جھومتا ہوا سردار سارب کے تخت کی طرف بڑھا۔ وہ آگ کا پیکر بنا ہوا تھا۔ وہ تخت کے قریب پہنچا اور کڑکتے ہوئے انداز میں بولا۔ ''اے بنوالجان کے سردار۔ میں نے تمہارے سردار کو خاکستر کر دیا ہے۔ تمہارے قبیلے میں کوئی اور ہے جو مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو اسے کہو مجھ سے اب جبروت کے قتل کا بدلہ لے۔''

یہ سنتے ہی جبروت کا خاندان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اس کے ساتھ ہی سارے قبیلے کو جبروت کی موت نے سوگوار کر دیا مگر سردار سارب یک لخت تخت سے اٹھ کر دھاڑا۔

''خاموش ہو جاؤ' خبردار! جس نے بھی جبروت کی موت پر آنسو بہائے وہ ہم میں سے نہیں ہو گا۔ آگے بڑھو اور ناروت کا استقبال کرو۔''

اپنے سردار کا حکم سنتے ہی زار و قطار روتے قبیلے نے کروٹ بدلی اور پھر وہ ناروت کی فتح اور شانور کو جیت لینے پر اس کی مدح سرائی کرنے لگے۔

ناروت کی بہادری نے بنوالجان پر سحر پھونک دیا تھا۔ سردار سارب نے اسے اپنا مقرب خاص مقرر کر دیا اور اسی وقت کوہ برق کی چھت پر اس کے اعزاز میں جشن طرب کا اہتمام کیا۔ بنوالجان جو روایات جنات کے امین تھے ہر رسم کو بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ مناتے تھے۔ کوہ ابرق پر سارا قبیلہ اکٹھا تھا۔ ناروت بڑی سج دھج کے ساتھ اپنی پذیرائی کا لطف اٹھا رہا تھا۔ وہ دل و جان سے خوش تھا' مگر اس کی یہ خوشیاں ابھی ادھوری تھیں۔ وہ جب سے فتح یاب ہو کر آیا تھا' شانورا سے ملنے نہیں آئی تھی اور نہ ہی اب تک وہ جشن طرب میں پہنچی تھی۔ اس کے دل کی بے کلی اس وقت بڑھ گئی جب جشن

طرب میں جن زادیوں نے اس کا دل جیتنے کے لئے اپنے حسن وفریب کے جال بچھانے شروع کر دیئے۔

ناروت کی پریشانی اس کے چہرے سے ہویدا ہو رہی تھی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ بھی جنات کے جشن طرب کی رنگ رلیوں میں کھو جاتا اور اپنی ابن الوقتی کا پورا ثبوت دیتا۔ وہ موقع پرست ضرور تھا لیکن وہ موقع کی نزاکت دیکھ کر ہی اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ اسے اپنے ادراک پر کمان کی حد تک قابو حاصل تھا۔ اس نے شانور سے اپنی محبت اور سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اوچھا پن اختیار نہیں کیا بلکہ وہ عین اس وقت جشن طرب کو چھوڑ کر کوہ ابرق کے اس خطہ گلزار کی طرف نکل پڑا جس کے اندر بنو الجان کی ساری خوبصورتی پنہاں تھی۔ جشن طرب میں شریک بنوالجان کی ماہ رخ حسینائیں ناروت کی شان بے اعتنائی پر دل گرفتہ ہو گئیں اور اسے حسرت سے خطہ گلزار کی طرف جاتے ہوئے دیکھتی رہ گئیں۔

ناروت کا ہر فعل دلفریب تھا۔ اس نے بے اعتنائی کا مظاہرہ دکھا کر جن زادیوں کی نظر میں اپنی اہمیت جتادی تھی۔ وہ اپنے علم وتدبر کی طاقت سے گردوپیش کی ہر سرگرمی سے باخبر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بنوالجان کی عورتیں جو حسن ورعنائی میں بے مثال ہیں' کینہ' تکبر اور حسد بھی ان میں غایت درجہ پایا جاتا ہے لہٰذا اس نے خود کو معتبر بنانے کے لئے اپنی شخصیت کو پراسرار بنالیا۔

کوہ ابرق کا وہ خطہ گلزار فلک بوس پہاڑ پر جنت ارضی کا نمونہ تھا۔ ناروت کی پچھلے روز اسی مقام پر جبروت سے ملاقات ہوئی تھی۔ جبروت کا خیال آتے ہی وہ ہنس دیا اور خطہ گلزار کی طرف بڑھنے لگا۔ آج موسم نہایت خوشگوار تھا۔ بادل کوہ ابرق کے عین اوپر دھیمی چال کے ساتھ رواں دواں تھے۔ ماحول میں بھینی بھینی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ خطہ گلزار آبشاروں کی سرزمین بنا ہوا تھا۔ کوہ ابرق کی چوٹیوں سے دودھ بہتی ندیاں خطہ گلزار کو نہلا رہی تھیں۔ رنگ برنگے پھول' پھلدار درخت مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ ناروت جب کل کوہ ابرق پر آیا تھا تو نقرئی قہقہوں نے اسے خطہ گلزار کی جانب متوجہ کیا تھا۔ مگر آج یہاں خاموشی کا تسلط تھا۔ البتہ پس منظر میں اسے جشن طرب کا موہوم سا شور سنائی دے رہا تھا۔ خطہ گلزار پر عجیب ساحر وجدان طاری تھا۔ گھمبیر اداسی اور نشاط کی ملی جلی کیفیت تھی۔ لہلہاتے' جھومتے' پودوں اور درختوں پر چہچہاتے پرندوں اور آبشاروں کا مسحور کن شور بھی سنائی دے رہا تھا۔ مگر آج یہ خطہ گلزار ان نقرئی قہقہوں سے محروم نظر آ رہا تھا جنہوں نے گزشتہ روز اس کے اندر کو اتھل پتھل کر دیا تھا۔

ناروت دم بخود خطہ گلزار کی سحر آفریں دنیا کو پرتجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بنوالجان نے کتنی

محنت سے کوہ ابرق کو گل وگلزار سے آراستہ کر دیا تھا۔ اور ایک اس کا اپنا قبیلہ تھا جس نے خوابوں میں بھی ایسے حسین مقامات نہ دیکھے تھے۔

ناروت چلتے چلتے جب خطہ گلزار کی بارہ دریوں میں داخل ہوا تو اس کی نظریں جمال فطرت کی قلمونیاں دیکھ کر ہر منظر پر ٹھہر سی گئیں۔ اس کے سامنے سبزے کی مخملی چادریں بچھی ہوئی تھیں اور جگہ جگہ بیٹھنے کے لئے ہیرے جواہرات سے مرصع تخت بچھے ہوئے تھے۔ ان پر کھانے پینے کا سامان بڑی ترتیب سے رکھا ہوا تھا۔ ناروت قدم بقدم چلتا ہوا فرشی تخت پر بیٹھ گیا اور کھلے ماحول کی خوشبوؤں سے اپنے حواس کو معطر کرنے لگا کہ یکایک فضا میں دل کو اداس کرنے والا گیت گونجنے لگا۔ وہ کوئی عورت تھی جس کے ترنم میں محبت کی آسودگی اور کرب پنہاں تھا۔ ناروت کو احساس ہوا کہ جیسے اس کے قریب ہی کہیں وہ نغمہ سرا موجود ہے۔ وہ تیزی سے اس صدائے کوہسار کی طرف لپکا اور پھر اس نے لہلہاتے پھولوں کی بارہ دری میں اسے ڈھونڈ لیا۔

وہ پھولوں کے ساتھ گنگنا رہی تھی۔ اس کا ترنم ہجر ووصل کے نوحوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

ناروت اس کے سوگوار حسن اور گداز ترنم سے تڑپ اٹھا۔ شانور کو بھی اس لمحے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اور اس نے جھٹ پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے ناروت کو دیکھ کر اس کی سرخ متورم آنکھوں میں بے یقینی کے دیپ جل اٹھے اور وہ فرط جذبات سے اٹھ پڑی۔

"ناروت تم؟" شانور اس کا بازو تھام کر اپنی بے یقینی کا اظہار کرنے لگی۔ اس پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ "کیا تم زندہ ہو۔ جبروت نے تمہیں جلا کر راکھ نہیں کر دیا۔ کیا تم ہی ناروت ہو یا تمہارا سایہ ہے؟"

"جبروت!" ناروت نے ایک پرمسرت قہقہہ لگایا۔ "شانور! تم نے ناروت کے زور بازو اور اس کے علم وتدبر کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ تمہارا جبروت راکھ کے اس حقیر شعلے کی طرح بجھ گیا ہے جو آسمان سے جب گرتا ہے تو گرجتا چمکتا اور آتش نو بنا ہوتا ہے مگر بلندیوں سے نیچے اترتے ہوئے فضا میں کہیں تحلیل ہو جاتا ہے۔ تمہارا جبروت بنوالجان کا سورما' اور تمہارا امیدوار دور کہیں ان خلاؤں میں کھو گیا ہے۔ اس کی روشنی بجھ چکی ہے۔ اس کی طاقت کا راج ختم ہو گیا ہے شانور۔ اب تم صرف اور صرف میری ہو۔" ناروت شانور کو لے کر لازوال سبزے کی مخملی چادروں پر بیٹھ گیا۔

شانور اس کی باتیں سن کر سحر زدہ رہ گئی اور خیال انگیز انداز میں بولی۔ "یہ سب کیسے ہو گیا ناروت۔ مجھے اس قدر خوف لاحق کیوں ہو گیا تھا۔ میں کیوں ڈر گئی تھی۔ کیا میرا وجدان کمزور ہو گیا تھا؟"

"شانور تم ایک اچھی نیک اور بہادر ہستی ہو۔"

''نہیں ناروت۔ میں بہادر ہوتی تو جروت اور تمہارا مقابلہ بھی دیکھتی۔ میں نے یہاں بیٹ آسمان کی تاریکیوں میں دو بجلیوں کو لپکتے جھپکتے دیکھا تھا۔ میں ڈر گئی تھی کہ خدا جانے اس جنگ کا ا کیا ہوگا''۔

''شانور! ان باتوں کو اب چھوڑ دو اور آؤ جشن طرب میں چلتے ہیں۔ تمہارے باپ نے میر اعزاز میں پورے قبیلے کو بلایا ہے۔ مگر تم وہاں نہیں تھیں اس لئے میں گھبرا کر وہاں سے بھاگ آیا یہ تو اچھا ہوا کہ تم مجھے یہاں مل گئی ہو۔''

شانور ناروت کے سچے جذبے کی تاب نہ لا سکی اور فرط جذبات سے بولی۔ ''ناروت! تم قدر سچے اور اچھے ہو۔'' پھر وہ دونوں جشن طرب میں پہنچ گئے۔ شانور کی آمد کے ساتھ ہی بنوالجان جن زادیوں نے رقص و سرود کی محفل جمائی کہ ابرق پر کہکشاؤں نے نور برسایا ہوا تھا۔ کرہ ارض الجان کے اس جشن طرب کے ہنگاموں سے تھرا رہا تھا۔ دوسرے قبائل میں بنوالجان کی ان خوشیو نے ہیجان پیدا کر دیا تھا۔

بالخصوص بنو مارج کے عمائدین تو رات سے ہی پریشان تھے کہ بنوالجان والے کن خرافات کھوئے ہوئے ہیں حالانکہ انہیں یہ توقع تھی کہ سیاہ پہاڑ کا آتشی دہانہ کھولنے اور بنوالجان کی ا طاقتور ترین بستی کو راکھ میں بدل دینے کے بعد تو بنوالجان سراپا انتقام بن چکے ہوں گے لیکن بنوالجا بے پروائی دیکھ کر ان کے ماتھے شکنوں سے بھر گئے تھے۔

☆☆☆☆☆

اس وقت سحری کا تارا آسمان پر جگمگا رہا تھا اور سالوت ابن مارج عبادت میں مصروف تھا اس کے ایک دربان نے اسے اطلاع دی کہ ایک جاسوس حاضری کی باریابی چاہتا ہے۔ سالوت اسے فوراً اپنے حضور پیش کیا تو جاسوس نے مؤدب ہو کر اسے اطلاع دی۔ ''اے جنات کے پیشوا۔ خادم نے بنوالجان کی خوشیوں کا سبب دریافت کر لیا ہے۔''

''جلدی سے کہو۔ وہ کیوں خوش ہیں۔ ہماری سوچ کے مطابق تو آج بنوالجان کے ہر گھر ماتم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہاں جشن کا سا سماں ہے۔'' سالوت ابن مارج جوش و غضب کے بولا۔

''میرے آقا بنوالجان والے واقعی بے حد خوش ہیں اور جشن طرب منا رہے ہیں۔ ان پہریدار اپنی سرحدوں پر کڑی نظر بھی رکھے ہوئے ہیں اس لئے ہم جلدی کوئی خبر نہ لا سکے اب......'' جاسوس بات کو طول دے کر بیان کرنا چاہتا تھا جو سالوت کو ناگوار گزری وہ دھاڑا۔

''اے جاہل اور چرب زبان! ہمیں اصل وجہ بتا۔ نہیں تو تیری زبان پر انگارہ رکھ دوں گا۔''

جاسوس گھبرا گیا اور جھٹ سے ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''آقا معاف کر دیجئے۔''

''گستاخ!'' سالوت کو غصہ آ گیا اور اس نے جھٹ سے اپنا آتشی کوڑا لہرایا تو فضا میں چنگاریاں سی سلگنے لگیں۔ کوڑا تند و تیز طوفان کی طرح لہرانے لگا پھر اس نے جاسوس کو اس قدر زور سے کوڑا مارا کہ وہ چیخ مار کر الٹ گیا اور زمین پر گر کر تھر تھر کانپنے لگا۔ کوڑے نے اس کی کھال سلگا دی تھی۔

''اٹھ اور جلدی سے بتا۔'' سالوت غیض و غضب کے عالم میں کوڑا لہراتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں معلوم نہیں کہ ہم جب کوئی بات فوراً سننا چاہ رہے ہوں تو وہ کسی تمہید کے بغیر بتا دینی چاہیے۔''

بنو مارج والے اپنے سردار سالوت کے قہر و غضب سے بہت ڈرتے تھے۔ سالوت کے قبیلہ کا ہر جن عبادت میں بھی مستغرق رہتا تھا مگر اس کے اندر غیض و غضب کا عالم بھی برپا رہتا تھا۔ ایک لحہ میں وہ بھڑکتی ہوئی آگ بن جاتا تھا اور اس کے غضب و نفرت نے ہی جنات کو ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار کر دیا تھا حالانکہ جب تک ان کے جد امجد مارج زندہ تھے تو سالوت سمیت تمام جنات میں قوت برداشت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ امن کے خواہاں تھے مگر اب ایک دوسرے سے حسد نفرت اور قبائل کی عصبیت نے کرہ ارض کا امن تہ و بالا کر دیا تھا۔ زمین ساتویں تہہ تک ان کی شر انگیزیوں اور فساد سے لرزہ براندام، نوحہ کناں اور ملتجی اور پریشان تھی کہ اسے ان جنات کے بوجھ سے کب آزاد کرایا جائے گا۔

بنو مارج جنات میں اس اعتبار سے نمایاں قبیلہ تھا کہ یہ مارج کے بیٹوں اور ان کی نسلوں سے آباد تھا۔ اس قبیلہ کو امن کا پیامبر ہونے کی حیثیت حاصل تھی مگر عصبیت کی وجہ سے مارج کے بیٹوں اور ان کی نسلوں نے اپنے اپنے قبائل بنا لئے تھے اور اب کوئی روز ایسا نہ رہا تھا جب ایک قبیلہ دوسرے کو سرنگوں کرنے کے لئے شیطانی نہ کرتا ہو۔

سالوت ابن مارج کی گرج و دہشت زمین پر پھیلے اس کے قبیلے کی ہر بستی میں سنی گئی۔ سالوت جب بگڑتا اور دھاڑتا تھا تو ایک بھونچال سا آ جاتا تھا۔ بے چارہ جاسوس آج اس کے عتاب کا شکار ہو گیا تھا۔ سالوت کا آتشی کوڑا موت کا کوڑا کہلاتا تھا۔ جس پر بھی برستا اسے راکھ میں بدل دیتا تھا۔ سالوت کی عقل اس کے غضب کے نیچے دب جاتی تھی لہٰذا اس نے جاسوس کو آتشی کوڑے سے اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ پورا قبیلہ سالوت کی وحشت کا منظر دیکھنے کے لئے امڈ آیا تھا۔ جاسوس بے چارہ کوئی دم کا مہمان تھا جب اس نے اپنے سردار کو بنوالجان کی خوشیوں کا سبب بتایا اور پھر ایک بجھتے ہوئے چراغ کی مانند اس نے اپنے اندر کی توانائیوں کو اکٹھا کیا اور بھڑکا ''اے بنو مارج کے عظیم مگر ظالم سرکش سردار۔ تیرا قہر و غضب تجھے اور تیرے اس قبیلے کو جلا کر

راکھ کر دے گا۔ افسوس تو نے اپنے جدِ امجد مارج کی تعلیمات بھلا دی ہیں اور صرف طاقت و غضب سے ہر ایک چیز کو اپنا مطیع کرنا چاہتے ہو۔ افسوس کہ جنات کی نسل میں سے سب سے بڑا اور معتبر جن ہے مگر تو نے نخوت و ظلم سے خود کو اس عظیم مقام سے گرا دیا ہے جو تیرے باپ نے تجھے دیا تھا۔ تو نے مجھے کیوں مارا سردار سالوت! اس لئے کہ تیری نفرت اور تیرا تکبر صرف وہ بات سننا چاہتا ہے جس کی تو خواہش کرے۔ اے بنو مارج کے ستم گر! میں تو راکھ کا ڈھیر بن جاؤں گا مگر یاد رکھو جو آگ تم نے سیاہ پہاڑ پر جلائی وہ تم پر برسنے والی ہے۔ بنو الجان نے اپنا غم برداشت کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تم سے عظیم ہیں۔ وہ آج نہیں تو کل تمہارے اس ظلم کا جواب دیں گے۔ ان کے پاس طاقت و دانائی کا پیکر ناروت آ چکا ہے۔ وہ بھی تمہارے ظلم کا ڈسا ہوا ہے۔ اس نے سارب کی بیٹی سے شادی کر لی ہے اور سردار سارب نے اسے اپنے قبیلے کے جنگجو جنات کا سردار بنا دیا ہے۔ ناروت اپنے علم و تدبر اور شجاعت سے تمہیں مار ڈالے گا۔ تمہارے وہ کھیت جنہیں تم بنو الجان کے خون سے سیراب کرنا چاہتے ہو بنجر ہو جائیں گے اور یہ خوبصورت لہلہاتے کھیتوں اور باغوں کی وادیاں کوہ ابرق اور سیاہ پہاڑ سے نکلنے والی آگ سے جل کر راکھ ہو جائیں گے۔'' جاسوس نے تڑپ تڑپ کر سردار سالوت کے قدموں میں جان دے دی مگر اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ہواؤں کے دوش پر ساری بستیوں میں بازگشت کی طرح پھیل گیا۔

سردار سالوت کا غضب جاسوس کی باتوں سے اور بڑھ گیا تھا اور اس کے اندر نفرت و حسد کا آتش فشاں بھڑکنے لگا۔

اس نے آتشی کوڑے کو فضا میں لہراتے ہوئے حکم دیا اور پھر قبیلے والوں سے دھاڑ کر مخاطب ہوا۔ ''تم سب تیار ہو جاؤ۔ بنو الجان والوں کا تکبر توڑنے کے لئے اب ہمیں ایک قدم اور آگے بڑھانا ہے۔''

سردار سالوت کا حکم سنتے ہی بنو مارج کے ہر گھر میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں اور صبح چڑھتے ہی ارض و سما نے بنو مارج کے ان سرکش اور قہر و غضب کے پیکر جنات کو سر بکف حالت میں دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا جو عبادات الٰہی میں بھی مستغرق رہتے تھے مگر عصبیت و تکبر نفرت و حسد کی آگ ان کے ذہنوں کو سلگاتی رہتی تھی۔

ناروت نے بنو الجان میں اپنا اثر رسوخ قائم کر لیا تھا اور اس نے بہت جلد سرکش اور جنگجو جنات کی فوج تیار کر لی تھی۔ اس نے لڑائی کے دوران دشمن کو زیر کرنے اور خوف زدہ کرنے کے لئے نہایت مہلک ہتھیار اور ہتھکنڈے بھی متعارف کرا دیئے تھے۔ بنو الجان والے اس کے تدبر و شجاعت کے معترف ہو گئے تھے۔

اس نے بنو الجان کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنے جاسوس بھی مقرر کر دیئے تھے جو اسے روزانہ خبریں دیا کرتے تھے۔ یوں وہ بنو الجان میں سب سے زیادہ باخبر شخص سمجھا جانے لگا تھا۔ یہ اسی روز کی بات ہے جب بنو مارج کے سردار نے اپنے جاسوس کو مارنے کے بعد اس کی لاش بنو الجان کے علاقے میں پھنکوا دی تھی۔ ناروت کے جاسوس اور محافظوں نے اسے فوری طور پر اطلاع کر دی کہ بنو الجان والوں نے طاقت کے نشہ میں چور ہو کر یہ حرکت کی ہے۔

سارب بنو مارج کی حد سے بڑھتی بے باکیوں کو نہایت صبر سے برداشت کر رہا تھا۔ اسے سیاہ پہاڑ کی بستی کے غارت ہونے کا بھی دکھ تھا مگر وہ کوئی تدبیر اختیار کر کے بنو مارج والوں کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے بھی ان کے ساتھ کئی جنگیں ہو چکی تھیں لیکن بنو الجان والے بنو مارج پر غالب نہ آ سکے تھے۔ وہ انہی سوچوں میں کھویا ہوا تھا جب ناروت وحشیانہ انداز میں اس کے پاس پہنچا اور اسے بنو مارج کی نئی کارروائی کے بارے میں آگاہ کیا اور کہا۔ ''میرے آقا اگر بنو مارج کے گلے میں اب بھی طوق نہ ڈالا گیا تو وہ حد سے بڑھ جائیں گے۔''

''بنو الجان کے عظیم راہبر۔ اگر ہم نے بنو مارج کی وحشیانہ کارروائی پر کوئی قدم نہ اٹھایا تو ہمارے جنگجو قبائل میں بے چینی بڑھ جائے گی۔ میرا ہر جوان بنو مارج سے آتشی پہاڑ کے مکینوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مچل رہا ہے۔''

سارب وقتی طور پر سیاہ پہاڑ کی عفریت کا نشانہ بننے والوں کو بھول گیا تھا مگر اب جونہی ناروت نے جذباتی طور پر اسے مشتعل کیا تو وہ بھڑک اٹھا۔ اس کے تن بدن میں آگ سلگ اٹھی اور وہ اپنی فطری عصبیت کے ساتھ بنو مارج کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس موقع پر ناروت نے سارب کو قائل کر لیا کہ وہ اس کے قبیلے والوں کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔ سارب بنو عابس کی مدد نہیں لینا چاہتا تھا مگر ناروت نے اسے جب بتایا کہ اس کا قبیلہ بنو الجان کی بہت عزت کرتا ہے تو سارب نے اسے کہا کہ وہ اپنے قبیلے کو بلا لے۔ لہٰذا ناروت اپنے قبیلہ بنو عابس میں گیا اور انہیں اپنی کامیابیوں سے آگاہ کیا۔ بنو عابس والے اپنے جن زادے کے قائل ہو گئے اور اس کے باپ نے بنو عابس کے جنگجو جنات کا ایک دستہ اس کے ساتھ بھیج دیا۔ بظاہر تو بنو عابس والے بنو الجان کے ساتھ مل گئے تھے مگر ناروت نے یہاں ایک گہری چال چلی اور اپنے باپ سے کہا کہ وہ عین اس وقت اپنے دوسرے جنگجو جنات کے ساتھ مل کر کوہ ابرق پر جا کر قبضہ کرے جب بنو الجان والے بنو مارج کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں۔ ناروت نے بنو عابس کے اس جتھے کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ وہ لڑائی کے دوران سب سے پیچھے رہیں۔

سازش تیار ہو چکی تھی اور بنو الجان کا سردار سارب اس سے بالکل غافل تھا وہ تو اس بات پر

خوش تھا کہ اسے بنو عابس کے بہادر سپاہیوں کی بھی مدد مل چکی ہے لہٰذا اس بار وہ بنو مارج کو نیست و نابود کر کے چھوڑے گا۔

وہ روز قیامت انگیز تھا جب بنوالجان نے اپنے جنگجوؤں کے ساتھ بنو مارج پر شب خون مارا۔ اگر چہ بنو مارج والے پہلے سے تیار بیٹھے تھے تاہم انہیں گماں بھی نہیں تھا کہ بنوالجان والے اس قدر طاقت اور تیزی کے ساتھ حملہ آور ہوں گے۔

ناروت بنوالجان کے تمام بہادروں کے لے کر بنو مارج کے قلب تک گھس گیا تھا اور اس نے بنو مارج کے کئی بہادروں کو جہنم واصل کر دیا تھا۔ بنوالجان والے ناروت کی بہادری اور جنگی حکمت عملی دیکھ کر عش عش کرا ٹھے اور وہ پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ دشمن پر لپکتے رہے۔ یہ جنگ رات کے سیاہ اور ظلماتی اندھیروں میں شروع ہوئی تھی۔ آسمان آتشی ہتھیاروں کی چکا چوند سے دہک رہا تھا اور ہر سو خون کی بارش ہو رہی تھی۔ ایک آگ تھی جو کرہ ارض کے جنات کے وجود سے بھڑک رہی تھی۔ آسمان حیران و پریشان اور زمین تھر تھر کانپ رہی تھی۔ آتش و غضب کی جنگ میں بنوالجان کا پلہ بھاری تھا اور قریب تھا کہ بنو مارج والے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتے کہ عین اس وقت جب جنگ کا فیصلہ ہونے والا تھا' ناروت اپنے علم و تدبر سے غائب ہو گیا اور اسی لحہ یہ شور برپا ہو گیا کہ بنوالجان کا سالار ناروت مارا گیا ہے۔

یہ افواہ پھیلنے کی دیر تھی کہ بنوالجان کے بہادروں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اس لحہ کسی نے بنو مارج کے سردار سالوت کے کان میں کہا'' اے عظیم سردا۔ اپنے آتشی کوڑے کو حرکت میں لاؤ اور اپنے سرکش بہادروں کو دشمن پر بھر پور حملہ کرنے کے لئے اکساؤ...... '' یہ سنتے ہی سردار سالوت نے آتشی کوڑا فضا میں لہرایا اور بنوالجان کے بہادروں پر ٹوٹ پڑا..... اس بار بنو مارج کے بہادروں نے اپنی وحشت و غضب سے بنوالجان کے سور ماؤں پر آگ ہی آگ برسا دی اور کچھ ہی دیر بعد فتح سے ہمکنار ہونے والے بنوالجان کے بہادر گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے اور کوہ ابرق سے بنو مارج کے کھیت کھلیانوں تک خون و آتش کا طوفان نظر آنے لگا۔

سردار سارب جو فتح کے نشے میں چُور تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا ہے۔ تو وہ بے بسی سے اپنے بہادروں کے لاشے دیکھنے لگا۔ اسی لحہ اسے یہ اطلاع بھی مل گئی کہ ناروت بھی مارا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی سردار سارب آگ کا طوفان بن گیا اور وہ بھی میدان جنگ میں کود پڑا......
سردار سارب کو اپنے درمیان دیکھ کر بنوالجان کے بہادروں نے ایک دفعہ پھر زور پکڑا اور وہ دشمن کا دباؤ کم کرنے میں کامیاب ہو گئے...... لیکن عین وقت پر بنو عابس کا وہ جتھہ جو میدان جنگ میں ان کا

یف بن کر آیا تھا، ان پر کود پڑا...... سردار سارب کو جھٹ معلوم ہو گیا کہ اس کے ساتھ غداری ہوئی ہے اور اس سے قبل کہ وہ بنو عابس کی غداری سے اپنے بہادروں کو آگاہ کرتا اس پر آسمان سے رعد رق کا طوفان ٹوٹ پڑا اور اسے اپنے جکڑ میں لے کر میدان جنگ سے دور لے گیا۔ سردار سارب اس باختہ ہو گیا اور اس نے اس عفریت سے خود کو بچانے کے لئے حتی المقدور کوششیں کیں مگر میدان لے سے بہت دور جہاں سے کوہ ابرق پر نکلتے سورج کی شعاعیں جلوہ گر ہو رہی تھیں اس عفریت نے ں کی زندگی کے چراغ بجھا دیئے۔ موت کے گریبان سے لپٹنے سے پہلے سردار سارب نے اس فریت کا اصل روپ بھی دیکھ ہی لیا تھا۔

وہ ناروت تھا جو آگ کے طوفان کا پردہ چاک کر کے اب اس کے سینے پر کھڑا تھا۔

ناروت سردار سارب کی لاش پر فخر کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کا پہاڑوں کی طرح کشیدہ و تراشیدہ بنہ فتح کے عالم سے اور بھی پھیل گیا تھا۔ اس نے فاتحانہ انداز میں اپنا مخصوص جنونی نعرہ مارا تو ارض و وہسار اس کی دہشت سے تھرا گئے۔ میدان جنگ میں بنوالجان کے بہادروں کے سر کاٹنے میں شغول بنو عابس کے غدار اور فریبی و سیاہ کار جنات نے جب اپنے عظیم سالار اور مدبر کا نعرہ سنا تو ان ے وحشیانہ حملوں میں تندی آگئی۔ وہ بے چارے سمجھے کہ سالار ناروت زندہ ہے اور ان کی مدد کے لئے گیا ہے۔ انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ میدان جنگ ہر سو اب ان کے دشمنوں سے بھر چکا ہے۔

ان لمحات میں ناروت نے حکمت عملی کا ثبوت دیا اور وہ بنو مارج کے سردار سالوت کے پاس اپہنچا۔ سردار سالوت اپنے آتشی کوڑے سے دشمنوں کی کھالیں سلگا رہا تھا۔ ناروت کی ہیئت اور ہیبت مارج میں بھی مشہور تھی لہٰذا جب سردار سالوت نے ناروت کو اپنے پاس پایا تو وہ فوراً اس پر حملہ آور گیا۔ ناروت نے جھٹ سے سردار سالوت کا عندیہ سمجھ لیا اور وہ بولا۔ '' اے بنو مارج کے عظیم سردار لیا تم اپنے دوست اور مہربان ناروت پر بھی حملہ کرو گے''؟ سالوت جو دہشت و غضب کا پیکر بنا ہوا تھا ں نے آتشی کوڑا ہوا میں ساقط کر دیا اور غضب ناک نظروں سے ناروت کی طرف دیکھنے لگا۔'' روت تم ہمارے مہربان کیسے ہو سکتے ہو؟''۔

'' میں تمہارا دوست ہوں اے عظیم سردار!'' ناروت نے فخر سے کہا۔ '' میں نے سردار سارب کو اک کر دیا ہے اور میرے قبیلے بنو عابس کے بہادر بنوالجان کے سور ماؤں کو جہنم واصل کر رہے ہیں۔ رے سرکش و بہادر جنات نار جہنم بن کر دشمنوں پر عذاب برسا رہے ہیں۔ لہٰذا اپنے بہادروں کو یہ بھا دو کہ وہ بنو عابس کے سرخ پوش بہادروں سے لڑنے سے گریز کریں''۔

سردار سالوت نے حیرت و مسرت کے ساتھ ناروت کی طرف دیکھا اور پھر مشکوک لہجے میں یافت کیا۔'' ناروت تم نے ایسا کیوں کیا؟''

ناروت کو امید تھی کہ سردار سالوت اس سے یہ سوال کرے گا۔ لہٰذا اس نے جوش کے ساتھ کہا۔

''سردار سالوت کیا تم نہیں جانتے کہ بنو عابس والے بنو الجان والوں کو کبھی بھی برداشت نہیں کرتے۔ اس لئے میرے بہادروں نے بنو الجان کے ظلم و ستم کا بدلہ چکانے کے لئے اس موقع سے فائدہ اٹھا ہے۔ میرا قبیلہ اب تک کوہ ابرق پر قابض ہو چکا ہوگا۔ میری تم سے التماس ہے کہ تم بنو الجان کے شکستہ حال جنگجوؤں کی گردنیں اڑانے کے لئے میرا بھی تعاون حاصل کرلو۔ میں چاہتا ہوں کہ بنو الجان کے بہادروں کے مرتے ہی تم مجھے کوہ ابرق پر حکمرانی کی اجازت دو میں تم سے اجازت طلب نہ کرتا مگر اسے میری دوستی کی سعادت مندی سمجھو''۔

سالوت نے فکر و تدبر کے عالم میں ناروت کو دیکھا اور پھر کہا۔ ''تم نے بنو الجان والوں کو مارنے میں ہماری مدد کی لہٰذا ہم تمہیں الجان پر حکومت کرنے کی اجازت دیتے ہیں''۔

ناروت آگ کا بگولہ بنا دہشت، غضب اور نارِ جہنم کا لبادہ اوڑھے سردار سالوت کی اجازت ملتے ہی اپنے بہادروں کے پاس جا پہنچا اور اس نے وجدانی نعرہ مار کر اپنے بہادروں کو مخاطب کیا۔

''اے بنو عابس کے لازوال بہادرو! تمہارا ناروت تمہارے پاس آگیا ہے قسم ہے اس خالق کی جس نے مجھے آگ سے تخلیق کیا اور تدبر عطا کیا۔ تمہیں کوہ ابرق کی حکمرانی مبارک ہو۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کردیا ہے اب تم آگے بڑھو اور بنو الجان کے سورماؤں کو زمین کی آخری تہہ میں دفن کردو''۔

یہ سنتے ہی بنو عابس کا جتھہ وحشیانہ انداز میں نعرے مارنے لگا اور بنو الجان والوں کو نیست و نابود کرنے لگا۔ ادھر کوہ ابرق کے مکینوں پر بھی قیامت ٹوٹ چکی تھی۔ بنو عابس کا سردار عابس اپنے جاہ و جلال اور مکاری کے ساتھ کوہ ابرق کے یاقوتی تخت پر براجمان ہو چکا تھا۔ اس نے آتے ہی ہر سو آگ لگا دی تھی۔ بنو الجان کے بچے بوڑھے اس کے شعلہ انتقام میں بھسم ہو گئے تھے۔ البتہ بنو الجان کی عورتوں اور حسیناؤں کو اس نے اپنے جوانوں میں بانٹ دیا تھا اپنے لئے اس نے سردار سارب کے خاندان کی جن زادیوں کو منتخب کیا تھا۔

شانور بھی سردار عابس کے عتاب و وحشت کا نشانہ بنی تھی۔ پہلے تو وہ یہ سمجھ ہی نہ سکی تھی کہ ناروت کا قبیلہ کوہ ابرق پر کیوں حملہ آور ہوا ہے اور اس نے بنو الجان کے گھروں کو کیوں خاکستر کر دیا ہے۔ اس پر وہ دہشت کا پیکر بن گئی اور اس نے کوہ ابرق کے محافظ جنات کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا تھا۔ مگر حسن ناتواں سرکش دشمنوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ شانور کو گرفتار کر کے سردار عابس کے سامنے مجبور بے بس کھڑا کر دیا گیا تھا۔ سردار عابس جانتا تھا کہ شانور ناروت کی بیوی ہے لیکن شانور اس سے بے خبر تھی کہ جو شخص کوہ ابرق کے تخت پر براجمان ہے وہ ناروت کا باپ ہے۔ جب سردار عابس نے اسے بتایا کہ وہی دراصل ناروت کا باپ ہے تو اسے قطعی یقین نہیں آیا۔ اس نے وحشت کے ساتھ

کہا۔ ''بنو عابس کے مکار سردار تم ناروت کے باپ نہیں ہو سکتے۔ وہ تو سچائی اور بہادری کا پیکر ہے اس کا باپ تو مر چکا ہے تم جیسا شخص اس کا کیسے باپ ہو سکتا ہے''۔

سردار عابس جنونی انداز میں قہقہے مارنے لگا تو اس کی خباثت سے پورے کوہ ابرق میں شیطانیت رقص کرنے لگی۔ ''اے نادان شانور! تم ہمارے ناروت کو نہیں جانتی کہ وہ علم و تدبر اور بہادری میں کس قدر یکتا اور لاثانی ہے۔ وہ جس مقصد کے لئے بنو الجان والوں کے دلوں میں اترا ہے وہ پورا ہو چکا ہے۔ ہمارا فرزند اب کوہ ابرق کی سلطانی کا حقدار ہے۔ چونکہ تم اس کی بیوی ہو اس لئے میں تمہارے ساتھ ایک رعایت کر سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ تمہاری سرکشی کے باوجود تمہیں اس وقت تک زندہ رکھوں جب تک ناروت سراپا وحشت بنا تمہارے سامنے نہیں آ جاتا۔ تم خود اس کے بدلے تیور اور غضب کی مار نہیں دیکھ لیتی''۔

شانور مجسمہ حیرت بنی سردار عابس کی خباثت دیکھتی رہی۔ سردار عابس نے اسے زنجیروں میں جکڑ دیا تھا اور پھر کوہ ابرق میں جشن فتح برپا کرنے کے لئے اس نے اپنی غلاظت پھیلا دی۔ ہر سو بنو عابس کے شیطان جنات بنو الجان کی جن زادیوں کی شرافت کی دھجیاں بکھیر رہے تھے۔ فتنہ ساز ناروت بھی جلد کوہ ابرق پر پہنچ گیا تھا اس نے آتے ہی بنو الجان کے بہادروں کی موت کا اعلان کر دیا تھا۔ شانور کو توقع تھی کہ ناروت آتے ہی اس کے بارے میں دریافت کرے گا۔ مگر ناروت تو اپنے قبیلے کے ساتھ مل کر گناہ و لذت میں کھو گیا۔ پھر برسوں بیت گئے۔ مگر ناروت نے پابند سلاسل شانور کی خبر نہ لی۔ وہ شاید اسے بھول چکا تھا لیکن شانور اسے ایک پل کے لئے بھی نہیں بھلا سکی۔ پھر ایک روز شانور نے ایک محافظ کے ذریعے ناروت تک پیغام پہنچایا کہ شانور اسے ملنا چاہتی ہے۔

نادرت کے چہرے پر شانور کا نام سنتے ہی مکاری عود آئی۔ اس نے شانور کو بلا لیا۔ وہ حسن جو کائنات کی تازگی سے لبریز تھا، برسوں کے ہجر و غم اور قید سے مضمحل ہو چکا تھا۔ شانور کو دیکھتے ہی نادرت کی آنکھوں میں تمسخر و ہوس کے شعلے بھڑکے۔

شانور بھی شاہزادی تھی۔ اس نے ناروت کی آنکھوں میں بے پروائی اور کدورت دیکھ لی لہٰذا اس نے بھی ازلی اور فطری وحشت کو آواز دی اور چیخ کر بولی۔

''ناروت! تم نہایت گندے اور بے غیرت نکلے ہو تم نے وفاداروں کے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ میں تم پر لعنت برسانے آئی ہوں۔ تمہیں اس وقت کو یاد رکھنا ہوگا جب تمہارے ساتھ بھی وقت ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا تم نے کیا''۔

ناروت نے شانور کی حالت دیکھ کر قہقہہ لگایا اور پھر اپنے باپ عابس کی طرف دیکھنے لگا۔

''شانور تم ہمارا ماضی ہو ہم پلٹ کر پیچھے دیکھنے کے قائل نہیں۔ میں تو حیران ہوں کہ میرے عظیم باپ

نے تم کو اتنی دیر تک کیوں زندہ رکھا‘‘۔ یہ کہہ کر ناروت بے رحم طوفان کی طرح تخت سے نیچے اترا اور شانور کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ’’شانور تم کبھی بھی میری محبت نہیں رہی۔ تم تو میری ضرورت تھی۔ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو دستور زمانہ کے مطابق رہو۔ ورنہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ماردوں گا‘‘۔ ناروت نے سنگدلی کے ساتھ کہا تو شانور غصے سے تھرا گئی۔ اس نے فلک شگاف چیخ ماری اور پھر یوں جیسے پھولوں پر برستی شبنم آگ کے شعلوں میں بدل گئی ہو۔ خوشنما شیریں بیاں اور سحر طرز صدائے سکون میں جولانی اور طغیانی آ گئی۔

ناروت شانور کی طاقتوں کا اندازہ نہیں کر سکا۔ وہ غضب ناک ہو گئی اور برق کی طرح ناروت پر برس پڑی۔ اس نے علم و تدبر کے سارے ہتھیار یکجا کر کے ناروت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ناروت جو طاقت اور تدبر اور مکاری کی جوالہ میں مست تھا، شاہنور کی طاقتوں کے سحر میں جکڑا گیا تھا۔ پورا دربار جو گناہ کی مستیوں میں غرق تھا اپنے سردار ناروت کو شانور کے علوم میں بے بس و بے کنارہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مگر سرکش، جنونی اور زندگی کو بدمستیوں کا حاصل سمجھنے والے بنو عابس نے اس کو ایک تماشا جانا۔ انہیں گماں تھا کہ ناروت شاہ نور کے طلسمات و تدبر سے باہر نکل آئے گا۔ انہوں نے وقتی طور پر اس لڑائی سے محظوظ ہونے کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ شانور بظاہر لاغر و مضمحل دکھائی دیتی تھی مگر اس نے قید کے دوران عبادات اور ریاضت کے ذریعے خود کو بے حد مضبوط بنا لیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے تدبر کی قوت سے ناروت جیسے آتش جوان کو بے بس کر دیا تھا۔ ناروت جس نے جبروت اور سردار سارب جیسے یکتائے روزگار بہادروں کو شکست سے دوچار کر دیا تھا، ایک ناتواں حسن کی تاب نہ لا سکا اور اس کا ذہن چکرانے لگا۔

شاہ نور نے دراصل اس کے ذہن کو اپنے علوم کی طاقت سے قابو کر لیا تھا۔ علوم کی یہ طاقت جو مد مقابل پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ طوفانوں کو سکون بخش دیتی ہے۔ آتش کو آب رحمت بنا دیتی ہے بے اثر کو اثر پذیر بنا دیتی ہے۔ کمزور کو توانائی کا منبع بنا دیتی ہے۔ بنو الجان کی شاہزادی شانور کے علم کے جوہر سے فیض یاب پاتی تھی۔ اس کے یہ اوصاف اسے اپنے قبیلے میں معتبر بنائے ہوئے تھے۔ ناروت تو تکبر و گمان کی سولی پر چڑھا ہوا تھا۔ نخوت و غضب اس کے مظاہر بن چکے تھے۔ جب سے وہ کوہ ابرق کے تخت پر جلوہ نشیں ہوا تھا اس نے جنات کی فطری خباثت و غضب کو اپنے اوپر غالب کر لیا تھا اور ہر روز وہ بنو الجان کے کسی نہ کسی مظلوم کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتا تھا۔ مگر آج شاہ نور نے اس کا طرفہ تماشا بنا دیا تھا۔

شانور نے پراسرار طاقتوں کے زور پر فضا میں شعلوں کا جال پھیلا کر ناروت کو اس کے اندر قید کر دیا تھا۔ سردار عابس اور بنو عابس کے درباری جو اسے محض تماشا جان کر بڑی دلجمعی کے ساتھ دیکھ

رہے تھے۔ اب دھیرے دھیرے ان پر عقدہ کھل رہا تھا کہ ان کا عظیم ناروت شعلوں کے جال میں بری طرح پھنس چکا ہے پھر اس سے قبل کہ وہ سب مل کر شانور کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے شانور نے وحشیانہ چیخ ماری اور شعلوں کے جال کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر یاقوتی تخت پر چڑھ گئی۔ سردار عابس اسے تخت پر چڑھتے دیکھ کر سہم گیا اور جھٹ سے تخت سے غائب ہو گیا۔

شانور جو چند لمحے پہلے بے بس و مقہور نظر آنے والی شاہزادی تھی اور جس نے قید میں جبر و ستم کا خاصا وقت گذار دیا تھا اس کا یوں اس روپ میں آ جانا حیرت انگیز کرشمہ تھا۔ میں خود آج تک اس کا راز نہیں معلوم کر سکا کہ شانور علوم کی طاقت سے بہرہ مند تھی تو اس نے اپنے علوم کو اس وقت استعمال کیوں نہ کیا جب وہ مظلوم بنی قید میں پڑی تھی۔ میں نے اپنے باپ سے بھی یہ پوچھا تھا کہ شاہنور کا یہ روپ یکدم سامنے کیوں آیا تھا مگر وہ بھی مجھے مطمئن نہ کر سکتا تھا۔ اے علوم کے ماہر انسان! کیا تو اس راز کو جانتا ہے؟۔

جنات کا بیٹا ہامہ تخلیق جنات کے بعد کرہ ارض پر پھیلے جنات کی فسوں کاریوں اور ان کی حیات ارضی کے بارے میں داستان سناتے سناتے یک لخت رک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر فکر و تدبر عود آیا تھا۔ اور میں جو صدیوں پر محیط کہانی کے ابتدائی ابواب کی سحر آفرینی میں کھویا ہوا ایک دم چونک اٹھا اور ہامہ کو متجسس نظروں سے دیکھنے لگا۔

فرزند جنات گہری الجھی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا تو مجھے اپنے اندر بے چینی محسوس ہونے لگی۔ اس کے چہرے کا سکون بھی غارت ہو گیا اور سکون کی وہ لہر جو اس کے روشن اور نرم خو چہرے کو دیکھ کر پورے بدن میں دوڑ جاتی تھی۔ اب میرے اندر بے سکونی پیدا کرنے لگی تھی۔ وہ شانور کے رویئے اور اس کے علوم کی کھوج میں الجھ گیا تھا اور مجھ سے اس کا راز معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے میں نے دل میں سوچا اے عظیم ہامہ تو فرزند جنات ہے۔ بھلا تجھ سے بہتر اور کون جانتا ہوگا۔ کائنات کے اسرار و رموز اور فنون و علوم کی گتھیاں سلجھانے میں تجھ سے زیادہ ماہر اور مشاق کون ہوگا۔ میں تجھے کیا بتاؤں کہ شاہ نور نے یکا یک اپنے اندر علوم کو کیسے بیدار کر لیا تھا۔ وہ اس وقت سردار عابس اور ناروت کی قید توڑ کر باہر کیوں نکلی تھی جب ظلم اور جبر کی سیاہ مہیب راتوں نے کوہ ابرق کے مکینوں کو غارت کر دیا تھا۔ کیا وہ اس وقت بھی مغالطہ میں مبتلا تھی تو وہ علم و تدبر کی ماہر کیسے ہو سکتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حالات کا ادراک نہیں رکھتی تھی لیکن پھر اس کا یوں ناروت کو بے بس و مقہور کر دینا الجھن میں مبتلا کرنے والی بات تھی۔

’’تو بھی بری طرح الجھ گیا ہے۔ تجھے بھی اس الجھن کا سرا دکھائی نہیں دیتا‘‘۔ ہامہ مجھے سوچوں میں غلطاں دیکھ کر بولا تو اس کی گھمبیرتا سے حجرہ تھرا گیا۔ یوں لگا جیسے باہر کہیں بجلی کوندی ہے اس کی

دھمک حجرے سے در و دیوار لرز کر رہ گئے۔

اس سے پہلے کہ میں اپنی کم علمی کا اظہار کرتا یکایک میرے ذہن میں اس الجھن کا سرا ہاتھ آ گیا اور میں جوش کے ساتھ کہنے لگا۔ ''اے عظیم مدبر! میرا خیال ہے کہ شاہ نور نے ہمت و صبر سے کام لیا تھا۔ وہ پہلے بھی ان قوتوں کی ماہر تھی اس نے محسوس کیا ہوگا کہ اس وقت بنو عابس والوں کے سامنے اپنی قوتیں آشکار کر دیتی جب وہ کوہ ابرق پر حملہ آور ہوئے تھے تو سرکش جنات اسے فوراً مار ڈالتے۔ کیونکہ اس وقت ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس نے وقت کا انتظار کیا اور اس دوران اپنی قوتوں کو بڑھانے کے لئے قید میں عبادت و ریاضت کرتی رہی تھی۔ تنہائی میں اس کے علوم کی مخفی قوت بڑھ گئی تھی۔ لہٰذا جب وہ صبر و تحمل کے ساتھ ناروت کے مقابل پہنچی تو اس کا روپ دیکھ کر وہ آتش گیر مادے کی طرح پھٹ پڑی۔''

میری بات سن کر ہامہ کے چہرے پر الجھنوں کا جال نہ ٹوٹ سکا اور وہ برابر مجھے دیکھتا رہا۔ البتہ جب میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ ''اے عظیم ہامہ! کیا ایسا نہیں ہوا ہوگا؟''

تو ہامہ نے کہا۔ ''ایسا ہی ہوا تھا مگر میری الجھن بدستور قائم ہے۔''

''اگر یہی ہوا تھا۔ پھر اس میں الجھن والی کون سی بات رہ جاتی ہے؟'' میں نے حیرت سے سوال کیا۔

''تم نہیں جانتے کہ جنات کے مادے میں صبر و تحمل مفقود ہے۔ ان میں یہ عنصر رکھا نہیں گیا۔ اگر کسی جن کے پاس علوم کی طاقت ہو تو وہ اپنے دشمنوں کو اتنی مہلت نہیں دیتا چاہے وہ جن مرد ہو یا عورت۔ وہ جن عبادات میں یکتا ہو یا اپنے قبیلے کا نہایت کمزور فرد، علوم کی طاقت زار جہنم سے تراشیدہ اس کے بدن کو آگ لگا کر بے چین کر دیتی ہے''۔ ہامہ نے حیات جنات کے ایک مخفی پہلو سے پردہ سرکایا تو میں ایک اور الجھن میں مبتلا ہو گیا اور سوال کیا۔

''میرے محسن و مربی، کیا جنات کو بھی مخفی علوم سیکھنے کی ضرورت پیش ہوتی ہے؟ ہم نے تو ہمیشہ یہی سنا ہے کہ جنات علوم کا منبع ہیں ان کی پراسرار طاقتیں مختلف علوم و وظائف سے بندھی ہوئی ہیں جو عامل انہیں پڑھتا ہے وہ اس معیار اور طاقت کے جن کی مدد حاصل کر لیتا ہے۔ جنات تو بذات خود ارض و سما کی مخفی اور نہایت طاقتور مخلوق ہیں انہیں مخفی علوم حاصل کرنے کی کیا ضرورت پیش آ سکتی ہے؟''

''نہیں ایسا نہیں ہوتا''۔ ہامہ نے میری بات کو جھٹلا دیا اور کہا۔ ''جنات کی فطرت میں فکر و تدبر اور علوم کی طاقت کا مادہ نہیں ہے۔ وہ اس لئے طاقتور اور مخفی مخلوق ہیں کہ اللہ پاک کی ذات نے انہیں ظاہری مخلوق یعنی انسانوں جیسا نہیں بنایا۔ تم لوگ انسانوں اور جنات کی فطرت سے پوری طرح آگاہ

ہو۔ سنو جنات کی ذہنی طاقت انسان کی ذہنی طاقت سے کمزور ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو جنات پر بھی افضل کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان جنات سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس کو اللہ پاک نے ایسے کلام سے بہرہ مند کیا ہے، اسے علوم کی وہ طاقت عطا کی ہے جسے اگر وہ بروئے کار لائے تو جنات کے کئی عالم فاضل قبیلے بھی اس کی طاقت کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔ ازل سے جنات علوم سیکھنے کے لئے فرشتوں کے محتاج تھے۔ وہ جو کچھ سیکھتے آگے اپنی نسلوں کو ان علوم و عبادات سے فیض پہنچاتے مگر تخلیق آدم کے بعد جنات کے لئے بھی وہی شریعت نافذ رہی ہے جو انسان کے لئے آسمانوں سے اتری ہے۔ صدیوں سے ہمارے عالم فاضل جنات اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے اصلاح لیتے آ رہے ہیں مگر افسوس تم انسان بھی بدی اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے بالکل ہمارے ان شریر اجنہ اور ارواح کی طرح، جنہیں اللہ پاک نے تخلیق کائنات کے بعد زمین پر اتارا تو ہمارے جد امجد مارج اور اس کی نسلوں کو اس پر بسایا اور وہ بدی اور گمراہی شرک اور خونریزی میں مبتلا ہو گئے''۔ ہامہ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پہلو پر بے بسی سے ہاتھ مارا۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ہامہ سے کیا کہوں۔ وہ دل آزار لہجے میں انسان کی گم گشتہ عظمت پر افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔ میں کتنی ہی دیر تک خاموش بیٹھا ہامہ کے فکر و غم سے آلودہ چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر ابتدائے جن و انس کی تاریخ کے سربستہ رازوں نے ڈیرے جمائے ہوئے تھے۔ اس دوران ایک عجیب بات ہوئی اور ہامہ نے چونک کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں میرے لئے ملائمت بدستور تھی مگر جب وہ بولا تو مشتبہ انداز میں اندھیرے اور اسرار کے پردوں میں ملفوف اپنے خادم کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ ''ان پاپی اور جہنمی بدذاتوں کا کیا بنا؟''

''میرے آقا۔ وہ ابھی تک قابو نہیں آئے''۔

جواب میں ایک سرسراتی مگر بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ایک ایسی آواز جس سے حجرہ کی فضا یکدم ایسی بوجھل ہو گئی جیسے کوئی کوہ گراں اپنی بنیادوں سے سرکے تو زمین کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ میری سماعت پر یہ آواز کسی دھماکے کی طرح ٹکرائی تھی اور میں باقاعدہ اچھل کر پیچھے حجرے کی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ میری آنکھوں کے آگے ستارے ناچنے لگے کیونکہ سر پر لگنے والی چوٹ کافی زوردار تھی۔

''بدبخت حرام خور۔ تم لوگوں سے ابلیس کے یہ دو گرگے بھی قابو نہیں آ رہے۔ کیا ان کے لئے بھی مجھے ہی اٹھنا پڑے گا؟'' ہامہ تند و تیز لہجے میں دھاڑا تو میں جو دیوار کے ساتھ گرا پڑا تھا اپنا سر سہلانے لگا تھا۔ اس کی وحشت انگیز آواز سے میرا دل دھڑکنے لگا۔

''نہیں اے عظیم ہامہ۔ تمہیں اس کے لئے نہیں جانا پڑے گا۔ صبح ہونے تک ہم تمہیں خوشخبری

سنا دیں گے۔ میں نے دوسرے جن زادوں کی بھی ڈیوٹیاں لگا دی ہیں اور وہ ان خبیثوں کو صحرا صحرا، جنگل جنگل تلاش کر رہے ہیں"۔ جواب میں وہی طوفان و طغیان سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"انہیں پہاڑوں کی درزوں میں تلاش کرو"۔ ہامہ بدستور اپنے خادم پر خفا تھا اور اسے سرزنش کرتے ہوئے بولا۔ "تم لوگوں نے انہیں کمزور جان کر بے احتیاطی کی ہے اور ان پر پہرے نہیں بٹھائے۔ حالانکہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ خبیث ابلیس کے مقربین ہیں وہ ہر لحہ اپنی چال اور کھال بدلتے رہتے ہیں۔ ان پر کسی صورت اعتبار نہ کرنا۔ اگر میں تم سب کی بجائے ساریہ کی یہ ڈیوٹی لگا دیتا تو وہ اکیلی ان سارے خبیثوں کو پکڑ کر جلا دیتی"۔

یہ کہتے ہی ہامہ نے اپنے پہلو پر زور سے ہاتھ مارا تو چٹاخ کی آواز کے ساتھ ایک چنگاری سی فروزاں ہو گئی۔ یوں لگا جیسے پتھر سے پتھر ٹکرایا ہے یا لوہے سے لوہا اور ردعمل میں چنگاری نے جنم لیا ہے۔ کچھ ایسا ہی ہامہ کے پہلو پر ہاتھ مارنے سے عمل وقوع پذیر ہوا تھا۔ میں تو جنات کے بیٹے ہامہ کی اس کے خادموں کے ساتھ گفتگو سے بے حد خوفزدہ ہو گیا تھا۔ مگر اس لمحے بھی میرے ذہن میں سوال اٹھا کہ کیا ہامہ کا بدن فولاد سے تشکیل پایا ہے۔ اگر نہیں تو پھر اس کے پہلو سے یہ شعلہ کیوں بھڑکا ہے حالانکہ ہامہ کئی بار میرے سر پر دست شفقت پھیر چکا تھا اور اس کے روئی اور بادلوں کے گالوں کی طرح نرم و ملائم ہاتھوں کی راحت سے مجھے سکون ہی سکون ملا تھا۔ ان میں ذرا بھر سختی نہیں تھی۔ میں اس کا جواب تو تلاش نہ کر سکا تاہم ذہن سے اٹھنے والے اس سوال کو کچھ دیر کے لئے مؤخر کر دیا۔

اس دوران ہامہ نے اجنبی زبان میں گفتگو شروع کر دی تھی۔ البتہ اس کے لہجے اور چہرے پر بے زاری اور وحشت کی ملی جلی کیفیت تھی اور وہ خاصا برہم دکھائی دے رہا تھا۔ اپنے خادموں پر اس کا غصہ جوں جوں ظاہر ہو رہا تھا ہامہ کے چہرے کی نرمی بھی مفقود ہو رہی تھی۔ اس دوران میرے دل میں وہم آیا کہ جن زادہ ہامہ اپنے جلال و غضب میں کہیں مجھے بھی شامل نہ کر لے اور اگر اس نے غصے سے اپنے خادموں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا تو یہاں قیامت برپا ہو جائے گی لہٰذا مجھے سنبھل کر بیٹھنا چاہیے تھا، لیکن سوال پھر یہی تھا کہ سنبھل کر بیٹھنے سے کیا ہو گا؟ اب تو جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ میں نے اپنے دل کو سمجھایا اور پھر میں ہامہ اور اس کے جنات خادموں کے درمیان ہونے والی انجانی گفتگو کو غور سے سننے لگا۔ چونکہ ہامہ اور اس کے جنات بہت تیز لہجے میں باتیں کر رہے تھے اس لئے انجانی زبان کو سمجھنا میرے لئے دوبھر تھا۔ تاہم جب یکسوئی کے ساتھ غور کیا تو مجھے شائبہ گزرا کہ یہ عربی اور فارسی کے ساتھ کوئی اور زبان بھی ملا کر بول رہے ہیں عربی اور فارسی کی مجھے شدبد تھی۔ بعد میں، میں نے ہامہ سے کافی حد تک فارسی سیکھ لی تھی۔ جب میں شاہ ایران کے دور میں پاکستان سے بھاگ کر ایران چلا گیا تھا تو وہاں میری یہی فارسی کام آئی تھی اور میں نے ایک کالج میں فارسی انگریزی کے مترجم کے

طور پر دس سال گزارے تھے۔ ہامہ کی سکھائی ہوئی زبان مجھے زندگی کے نشیب و فراز جنات کی محافل میں اور انہیں اپنے زیر اثر کرنے کے لئے کام آتی رہی۔

ہامہ اس رات اپنے خادموں پر جب بہت برس چکا تو آخر میں اس نے بہت زور سے ساریہ کو پکارا تھا۔ ساریہ کسی خوشبودار جھونکے کی طرح آن واحد میں نمودار ہو گئی تھی۔ ہامہ کے بعد وہ واحد ہستی تھی جو انسانی روپ میں میرے سامنے حاضر ہوئی تھی۔ دراز قامت اور اپسرائی نین نقش والی ساریہ کائنات کی خوبصورتیوں سے لبریز تھی۔ اس کے آتے ہی حجرے کی بوجھل فضا میں ٹھنڈک کا احساس بھر گیا تھا اور ہامہ کے برہم چہرے پر ایک لازوال اور پراعتماد مسکراہٹ عود آئی تھی۔

"آؤ ساریہ آؤ۔ ادھر ہمارے پاس بیٹھو"۔ ہامہ نے انتہائی شفقت اور مہربانی کے ساتھ اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

اس لمحہ میں بھی اپنی جگہ پر کسمسایا تھا۔ ہامہ نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر یکدم اس کی ازلی رحم دلی اور ملائمت عود آئی۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جو دس فٹ دور بیٹھے میرے جیسے ناعاقبت اندیش تک دراز ہوتا چلا آیا تھا۔

اس نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور میرے اندر درد کی اٹھنے والی ٹیسیں یکدم ختم ہو گئیں۔ ہامہ کا ہاتھ نرم و ملائم تھا اور یہ شعلے اگلتا دست وحشت نہیں لگ رہا تھا۔ میں کھسیانا سا ہو کر سیدھا ہوا تو ہامہ نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور نہایت پیار سے مخاطب ہوا، چوٹ زیادہ تو نہیں لگی؟ لگی تو بہت زوردار تھی مگر اب محسوس نہیں ہو رہا کہ مجھے کوئی چوٹ بھی لگی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے ہامہ کے مہربان چہرے کی طرف دیکھا جہاں اب سکون ہی سکون تھا اس کے چہرے پر میری نظریں سرکتی ہوئی ساریہ کی جانب اٹھیں وہ جگر پاش نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میری آنکھیں اس حسن لازوال کو دیکھ کر منجمد ہو گئیں۔

"یہ ساریہ ہے ہماری جان ہماری روح"۔ ہامہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتانے لگا۔ "ساریہ ہماری بیٹی ہے۔ ہمیں اس پر بے حد فخر ہے ہم نے اسے اپنے سارے علوم سکھا دیئے ہیں اور اب یہ ہمارے شانہ بشانہ ابلیس اور اس کے چیلوں کے خلاف سرگرم عمل ہے"۔

ہامہ کی بیٹی ساریہ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس کو یونہی دیکھتا رہوں۔ قدرت کا وہ شاہکار تھا ہی اس قدر فسوں انگیز کہ اس کو نظروں سے اوجھل کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ کاش میں بھی جنات میں سے ہوتا یا ساریہ انسانوں میں سے ہوتی تو میں اپنے شب و روز اس در پر گزار دیتا۔ اس کی موجودگی کا احساس مجھے بے چین کر گیا تھا اور میرے یہ تاثرات ہامہ جیسے مدبر سے چھپے نہ رہ سکے۔

"تو جو سوچ رہا ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے"۔ ہامہ نے میرے دل کو چور پکڑ لیا اور میں خوف سے پیلا پڑ گیا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ ہامہ میری اس گستاخ سوچ پر مجھے کوئی سزا نہ دے ڈالے مگر یہ میرا وہم تھا۔ ہامہ مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

"جنات اور انسانوں میں شادیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ انوکھی بات ہے مگر صاحب علم انسانوں کے بس میں یہ اختیار ہے کہ وہ جنات کو اپنے علوم کی طاقت سے اسیر کرنے کی بجائے انہیں اپنی محبت کا عادی بنا دیتے ہیں جس سے ہماری جن زادیاں ان سے بیاہ کر لیتی ہیں"۔ ہامہ کا یہ انکشاف سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی مگر نہ جانے اس لمحے کیا ہوا کہ میں نے شرما کر نظریں نیچے گرا دیں اور مردہ سی آواز میں کہنے لگا۔

"اے عظیم ہامہ! میں بہت ناتواں اور گنہگار انسان ہوں۔ میں ساریہ کے قابل کہاں ہو سکتا ہوں"۔

"یہ ایک الگ بات ہے خاکی انسان! میں تو تمہارے دل کو تسلی دینے کے لئے ایک حقیقت بیان کر رہا تھا۔ جہاں تک ساریہ سے شادی کا سوال ہے تو آج تک کوئی جن زادہ اسے متاثر نہیں کر سکا جس سے یہ شادی کر سکے تم تو پھر انسان ہو"۔

ہامہ نے عجیب سی بات کہہ دی۔

"کیا ساریہ خود کو جنات سے افضل سمجھتی ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"نہیں، دراصل ساریہ علم و حکمت کے عشق میں مبتلا ہے اور پھر یہ مجھ سے جدا بھی نہیں رہنا چاہتی۔ اپنے باپ کی تابعدار مشیر اور محافظ ہے"۔ ہامہ کے لہجے میں محبت اور سرشاری کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور ساریہ نے اپنے باپ کے منہ سے اپنی تعریف و توصیف سن کر عاجزی سے سر گرا دیا۔

"تم نہیں جانتے کہ یہ ایسا کیوں کرتی ہے۔ یہ اپنے باپ پر ہر لمحہ فدا ہونے کو تیار رہتی ہے"۔ ہامہ فخر سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھنے لگا۔ "ساریہ کے اندر اس کی ماں جیسی محبت وجدان ہے۔ اس کی ماں نے اسے اپنے سارے علوم منتقل کر دیئے ہیں۔ اس کا ہر روپ اس کی ماں جیسا ہے۔ اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس کی ماں کون تھی تو شاید تم حیرت سے مر ہی جاؤ"۔ ہامہ نے پرتجسس انداز میں میری طرف دیکھا اور قہقہہ لگا کر کہا۔ "کیا تم یہ بات سننے کے لئے تیار ہو؟"

میرا تجسس بھی بیدار ہو گیا۔ "ہاں اے عظیم ہامہ میں ہمہ تن گوش و متجسس ہوں کہ اس عظیم بیٹی کی ماں کون تھی۔"

"شانور۔" ہامہ نے نرم لہجے میں اتنی بڑی بات کہہ دی کہ میں ششدر رہ گیا۔

"شانور؟" میں الجھ کر بولا۔ "مگر وہ تو ابتدائے حیات سے جنات کے وقت میں پیدا ہوئی تھی

یا اے عظیم ہامہ تو بھی اس دور سے زندہ ہے؟"

"شانور نے بے شک اس وقت جنم لیا تھا جب جنات کو پہلی بار زمین پر اتارا گیا تھا لیکن
ت نے اسے اس قدر طاقتور بنا دیا تھا کہ کئی صدیاں گزرنے کے بعد بھی شاہ نور اپنے حسن اور علم
ساتھ زندہ رہی تھی اور پھر جب میں نے جنم لیا تو شانور کے قصے اور اس کی عظمت کی داستانیں سن
اس کے عشق کے مبتلا ہو گیا تھا۔ حالانکہ میں بھی سچائی سے گمراہ تھا مگر شانور کے عشق و محبت نے
سچائی کا دامن پکڑا دیا تھا اور میں جو ابلیس کا پڑپوتا تھا اس کے شیطانی نظام سے نکل کر سچائی کے
ی کی طرف لوٹ آیا تھا۔"

ہامہ کی باتوں نے مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا اور میں نے جب بے اختیار ہو کر اپنا سر تھام لیا تو وہ
۔ "تم پریشان ہو کہ یہ سب کیسے ہوا شانور مجھ سے کیسے ملی اور میں نے کب جنم لیا؟" میں نے
رگی سے ہامہ کی طرف دیکھا۔

"میں نے اس عہد میں جنم لیا تھا جب تمہارے جد امجد حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل و قابیل
درمیان حق و باطل کی جنگ کا معرکہ ہوا۔ اس وقت میری عمر دس سال تھی اور مجھے دنیا کی کوئی سمجھ
نہیں تھی۔"

میں نے بے یقینی سے پہلو بدلا اور پھر بدک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ہامہ کی بات تھی ہی ایسی۔
وہ ہابیل و قابیل کے عہد میں دس سال کا بچہ تھا تو اب وہ سینکڑوں صدیاں گزار چکا تھا۔ مگر آج بھی
انا اور چابکدست دکھائی دے رہا تھا۔

"ہماری عمریں بہت طویل ہوتی ہیں اے خاکی انسان۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ابلیس ازل
زندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش اور ہرزہ سرائی پر اسے طویل
ری کا عذاب دیا تا کہ وہ اپنی بدی کا پرچار کر کے اللہ کے نیک بندوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور سعی کر
۔ شیطان اور جنات کی عمروں میں اس قدر طوالت بے شک عجیب بات ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ
ں جنات ہزاروں سال تک زندہ رہتے ہیں ان ہزاروں سالوں کے روز و شب یکسر مختلف ہیں۔
ار کے پردوں میں پوشیدہ کائنات کا نظام تمہاری ارضی دنیا سے الگ ہے۔ ہمارے لئے وقت
ماں کی قید نہیں ہے۔ اس لئے تم اس موضوع پر غور کرنے کی بجائے میری وہ بات سنو جو تمہاری
شانی کا باعث بنی ہے۔"

میں سر جھٹک کر ہمہ تن گوش ہو گیا تو ہامہ نے تکیے سے ٹیک لگائی اور پھر سکون آمیز سانس بھری
ساریہ سے مخاطب ہوا۔ "میری عظیم بیٹی۔ تم اب جاؤ اور ان صحراؤں میں چھپے فرزند ابلیس ہفاف
محافظ اعلیٰ دیوس اور سابونہ کو گرفتار کر لو۔ ان کی بدکاریوں اور سیاہ کاریوں نے انسانوں کو شیطان بنا

دیا ہے اور یہ ارض مقدس ان کی گندگی اور وحشت سے پلید ہو رہی ہے۔"

ساریہ نے ہامہ کے سامنے سر جھکایا اور ہامہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دعا دی۔ "م
بیٹی تو نیکی اور سچائی کی راہ پر جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرا حامی ہوگا۔ وہ جبار قہار اور ذات باقی
نگہبان ہوگی۔ یاد رکھنا میری بیٹی اپنے علوم اور تدبر سے ان شیطانوں کو گرفتار کر کے انہیں یہیں
آؤ اور سنو سابونہ دیوس سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس کو کوئی رعایت نہ دینا اور نہ ہی نرمی برتنا
دہشت کی دیوی اپنے تیوروں کے ساتھ تم پر گرجے گی مگر تم تحمل سے کام لینا۔"

ساریہ نے وقت رخصت عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کی روشن آنکھوں
صدیوں کی تشنہ محبت کا غبار چھایا ہوا تھا مگر اس کے لبوں پر پُر جوش مسکراہٹ تھی۔ وہ فضا میں تح
ہوگئی اور ہامہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر کہا۔ "اے مولائے ارض
خالق دو جہاں۔ میری بیٹی کی مدد فرما۔" میں نے اس کے ساتھ آمین کہا اور پھر ہامہ نے پرسکون
ٹیک لگائی اس کے گرد سبز روشنیوں کا ایک جال سا پھیل گیا۔ ٹھنڈی اور پرسکون روشنیوں میں ا
نورانی چہرہ صدیوں کے قصے بیان کرنے کے لئے دھندلا سا گیا۔

☆......☆......☆

"شانور نے علوم کی طاقت سے ناروت کو بدحال و بے بس کر دیا تھا۔ اس کا باپ تو صور
دیکھتے ہی غائب ہو گیا تھا جبکہ اس کے درباری اور بہادر جو بنو عابس کی جرأت اور بہادری کے علمبر
تھے، شانور کو آتش و نور کے روپ میں دیکھ کر کھسکنے لگے تھے۔ یہ ان کے لئے بڑی دلچسپ خوفناک
حیرت انگیز بات تھی۔

شانور نے تن تنہا کوہ ابرق کا دربار بنو عابس سے خالی کرا لیا تھا۔ اس دوران اس نے آتش
کو اور بھی مہلک بنا دیا تھا اور اب وہ ناروت جس کے ایک نعرے سے کوہ و صحرا کانپ اٹھتے تھے، ا
قہقہے لگا رہے تھے۔ وہ زخمی بھینسے کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ ادھر کوہ ابرق کے مکین جو ہر روز مظلوموں
چیخیں سنتے رہتے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی شاہزادی نے اپنے علم و تدبیر کی بدولت نار
کو قابو کر لیا ہے اور بنو عابس کے عیار بھاگ رہے ہیں تو وہ دیوانہ وار کوہ ابرق کے دربار کی ط
بھاگے اور اپنی آنکھوں سے ناروت کو آتشی جال میں تڑپتے ہوئے دیکھنے لگے۔

شانور اپنے لوگوں کو دیکھ کر دلیر ہو گئی اور اس نے ایک بھرپور نعرہ لگا کر اپنی وحشتوں کا اظہ
اور بولی۔ "بنو الجان کے مظلومو! ادھر دیکھو بنو عابس کا عیار اور الجان کا دشمن ناروت میرے علم کی
میں جل رہا ہے۔ خدائے لم یزل کی قسم! میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک آسمان سے فر
ہماری ہدایت و فلاح کے لئے آتے رہیں گے تاریک آسمان پر ایستادہ روشن قلعوں میں زندگی

چراغ روشن رہیں گے، کوہ ابرق کے مکین خوشحالی اور آزاد زندگی کے ساتھ جئیں گے۔ آگے بڑھو اور
میرے ساتھ مل کر دعا کرو کہ اے پروردگا عالم ہماری شانور کو اتنی طاقت دے کہ وہ ظالم اور شر پسند بنو
عابس کو اس صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دے کہ جن کی عیاری اور فساد نے بنو الجان کے عظیم
بہادروں سے محروم کیا"۔

بنو الجان کے ستم زدہ لوگوں میں زندگی کی توانائیاں عود آئیں اور وہ شانور کے ساتھ مل کر اپنی
فتح کی دعائیں مانگنے لگے۔

شانور نے ناروت پر رحم نہیں کھایا بلکہ اسے آتشی و طلسماتی جال میں بھٹی میں گرے دانے کی
طرح بھون ڈالا اور پھر اس کی راکھ ایک پوٹلی میں بند کر کے اپنے قبضہ میں کر لی۔ اس شام جب سورج
اپنی ساری روشنیاں سمیٹ کر کوہ ابرق کے پہلو میں ڈوب رہا تھا، شانور کسی طوفان کی مانند کوہ ابرق سے
باہر نکلی۔ اس نے سرخ رنگ کا لبادہ پہنا اور سر پر بنو الجان کا مخصوص گرہ دار پٹکا باندھ کر رکھا تھا۔ یہ اس
بات کی نشانی تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے بنو عابس کی طرف جا رہی ہے۔

شانور جو بظاہر بڑی معصوم صورت تھی اب اس کے چہرے پر جنات کی ازلی ظلمت و قہر عود
آیا تھا اور اس کے بدن سے آگ کا جوالہ پھوٹ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ میں ناروت کی راکھ پکڑ رکھی تھی۔
وہ جب سیاہ پہاڑ کے پاس سے گزری تو یکایک اسے ناروت سے ملاقات اور سیاہ پہاڑ کے مرنے والے
بہادر یاد آ گئے۔ اس کی نفرت دو آتشہ ہو گئی اور اس نے بنو عابس کی سرحدوں کے پاس جا کر ناروت کی
راکھ کو اپنی مٹھی میں پھیلا کر اپنے سامنے کیا اور ایک نظر سیاہ و تاریک آسمان پر ڈال کر بولی۔

"اے آسمان! تو دیکھ رہا ہے میں یہاں کیوں آئی ہوں۔ میں آج خدا کے دشمنوں کو نیست و
نابود کرنا چاہتی ہوں اور انہیں اس کے بہادر سورما ناروت کی راکھ میں غرق کر دوں گی"۔ پھر وہ بنو
عابس کے علاقے میں داخل ہو کر ایک اونچی چٹان پر کھڑی ہوئی اور زوردار آواز میں بولی۔ "اے بنو
عابس کے گمراہ بدذات اور شر پسند جنات! میں کہ شانور آج سراپا انتقام تم تک آ پہنچی ہوں۔ اگر تم خود
کو بچا سکتے ہو تو بچا لو لیکن مجھے یقین ہے کہ تم جیسے خدا کے نافرمان جنات کی مدد کرنے کوئی نہیں آئے
گا۔ سنو اے بنو عابس کے ظالم جنات! میں تمہارے لئے تمہارا ہی قہر و غضب کا طوفان لے کر آئی
ہوں۔ تم نے جس آگ کو ہم پر برسایا آج وہی آگ تمہارا مقدر ہے"۔

شانور کی آواز لہو و لعب میں مبتلا بنو عابس والوں کے دلوں کو چیرتی ہوئی گزر گئی اور وہ اس محشر
ساز گھڑی کا سامنا کرنے کے لئے خود کو سنبھالنے لگے مگر شانور نے انہیں کوئی مہلت دیئے بغیر اس
راکھ پر اس قدر زور سے پھونک مار کر اسے بنو عابس کی بستیوں کی طرف اڑا دیا کہ راکھ فضا میں تحلیل
ہوتے ہی سرخ آگ میں بدل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے بنو عابس والوں کو اپنی لپیٹ میں لے

لیا اور بھسم کر دیا۔

شانور نے بنو عابس کو تہس نہس تو کر دیا تھا مگر اس کے انتقام کی آگ کے شعلے اور بڑھ گئے تھے۔ اس نے بنو الجان کے منتشر قبائل اور بچے کھچے جن زادوں کو اکٹھا کر کے ابرق کی سلطنت کو مضبوط بنانے کی بے حد کوشش مگر وہ یہ بھول گئی تھی کہ بنو مارج کے زاہد جنات جو علوم کی طاقت سے بہرہ ور تھے وہ شانور کی طاقتوں سے غافل نہیں تھے۔ انتقام کے شعلوں میں غرق شانور نے اپنے علم و تدبر کے زور پر بنو مارج سے بھی جنگ شروع کر دی۔

اس کی عقل کو قہر و غضب نے ڈھانپ دیا تھا اپنے خاندان اور قبیلے کی تباہی بربادی نے اسے انتہائی مشتعل کر دیا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ اس نے جس قوت کے زور پر ناروت جیسے دانا و شجاع کو مار دیا ہے اور اس کی راکھ سے آتشی و جہنمی آگ سے فروزاں طوفان پیدا کر کے بنو عابس والوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے تو بنو مارج والے بھی اس کے غضب کی آگ سے بھسم ہو جائیں گے۔ لہٰذا یہی ارادے لے کر جب وہ بنو مارج کے علاقے میں پہنچی تو بنو مارج کا سردار سالوت اپنے مدبرین و جنگجو سپاہیوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے وہاں پہلے سے موجود تھا۔

شانور کو دھچکا لگا اور اسے گماں ہوا کہ کوہ ابرق میں ابھی بھی کوئی اس کا دشمن موجود ہے جس نے بنو مارج والوں کو اس کے ارادوں سے باخبر کر دیا ہے لیکن اب اس سوچ بچار کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس نے اپنی سپاہ کو بنو مارج کے مقابل ترتیب دی اور خود آتش گیر مادے کی طرح سلگتی ہوئی سردار سالوت ابن مارج کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور کسی تند طوفان کی طرح دھاڑتے ہوئے بولی۔

"اچھا ہوا اے بنو مارج کے متکبر سردار تو خود میرے مقابلے پر آ گیا ہے ورنہ میں تمہیں رات کی گمراہ تاریکیوں میں تمہارے ان سرکش اور شر پسند جنات سمیت جلا کر راکھ کر دیتی۔"

اس کے جواب میں سردار سالوت نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر نہایت فخر کے ساتھ اپنا کشادہ سینہ پھیلا کر شانور سے مخاطب ہوا۔ "ہمیں تمہارا غصہ بہت پیارا لگا ہے۔ شانور! ہم نے تمہارے چرچے بھی بہت سنے تھے اور ہماری تمنا تھی کہ تمہیں بھی اپنے حرم میں لے آتے۔ اچھا ہوا ہمارا مطلوب ہمارے سامنے آ گیا ہے"

"سردار سالوت۔ خبردار جو تم نے اپنی گندی زباں سے مجھے محبت کے جال میں

پھانسنے کی کوشش کی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے ناروت کو بھی اس کے فریب سمیت جلا کر بھسم کر دیا ہے اور اس کے قبیلے کو بھی اپنی آگ میں جلا کر تم تک آ پہنچی ہوں۔ مجھے کمزور اور ناتواں سمجھنے والے سردار، تم کسی مغالطے میں نہ رہنا۔ میں کمزور نہیں ہوں۔ اگر تمہیں گھمنڈ ہے کہ تم اپنے مدبرین و عاملین کی بدولت میرے علوم کی طاقت سے بچ جاؤ گے تو یہ تمہارا فریب نظر ہے۔ لو سنبھلو۔ میں اپنے قہر و غضب کے ساتھ تم پر برس رہی ہوں۔ اپنے عاملین سے کہو کہ اگر تمہیں بچا سکتے ہیں تو بچا لیں۔"

یہ کہتے ہی شانور نے اپنا چولا بدلا اور اپنی پراسرار مہیب طاقتوں کے زور پر آگ کا طوفان بن کر بنو مارج پر برس پڑی لیکن شانور کو اس وقت شدید دھچکا لگا جب آگ جونہی بنو مارج کے بہادروں کے قریب پہنچی تو اچانک آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ بارش اس قدر یخ تھی کہ آگ ایک لمحہ میں بجھ گئی۔ حیران کن بات یہ تھی کہ بارش صرف آگ پر برسی تھی۔ اس کا ایک قطرہ بھی بنو مارج کے بہادروں پر نہیں گرا تھا۔

"شانور! اب تم اپنی کسی اور طاقت کا اظہار کرو۔" سردار سالوت نے اس کو جوش دلانے کے انداز میں کہا۔

شانور کی طاقت کا نشہ یک لخت ہی اتر گیا تھا۔ اس نے اپنے تئیں بڑا زوردار حملہ کیا تھا اور یہی اس کا سب سے خطرناک ہتھیار بھی تھا۔ مگر بنو الجان کے عاملین نے نہایت عقل کے ساتھ آگ کا طوفان سرد کر دیا تھا۔ شانور کچھ دیر تو گومگو کی کیفیت میں رہی مگر کچھ ہی دیر بعد اس نے ایک بار پھر اپنے علوم کی طاقت کو قہر و غضب میں بدل دیا۔ بنو مارج کے عاملین اس کے ہر عمل کا برابر توڑ کرتے رہے حتیٰ کہ وہ وقت آ پہنچا جب شانور کو احساس ہو گیا کہ وہ بنو مارج کا مقابلہ نہیں کر سکے گی تو اس نے آخری عمل اپنے تحفظ کے لئے کیا۔ اس بار اس نے زوردار چیخ ماری تھی اور اس کا کلیجہ پھٹ کر رہ گیا۔ زمین نے ایک لمحہ میں شانور کو نگل لیا۔

شانور نے دراصل خود کو زمین کی ساتویں تہہ میں باحفاظت اتار لیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ بنو مارج والے اس کے پیچھے یہاں تک نہیں آ سکتے تھے۔ زمین کا یہ خطہ عمر رسیدہ جنات اور ان جنات کے لئے گوشہ امان ہے جہاں پہنچ کر وہ اپنی باقی ماندہ زندگی گزارتے ہیں اور قوانین فطرت کے مطابق کوئی بھی جن اس جگہ کے تقدس کی خاطر خون خرابہ نہیں کرتا۔ یہاں رہ کر وہ ایک بار پھر جوان ہو جاتے ہیں اور طبعی عمر کو پہنچنے کے بعد ہی مرتے ہیں۔

شانور اپنی دنیا سے اوجھل کیا ہوئی سردار سالوت کو تو آگ لگ گئی۔ اس نے بنو الجان

والوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا اور کوہ ابرق کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

اب قصہ یہاں اسے ایک نیا موڑ لیتا ہے۔ بنو مارج زمین پر رہائش پذیر جنات کے قبائل میں سب سے زیادہ توانا ہو گیا تھا لہٰذا اس کے سردار نے عبادت الٰہی اور تبلیغ و نصیحت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا مگر اس کے محکوم قبائل نے ایک دوسرے کی ناحق خونریزی کا سلسلہ دراز کر دیا۔ سردار سالوت نے پہلے تو جنات کی اصلاح کے لئے مقدور بھر کوشش کی لیکن اب اس کے قبیلے میں بھی شریر اجناء کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ جوں جوں جنات کی نسل بڑھ رہی تھی زمین کا دامن ان کے لئے سکڑ رہا تھا۔ زمین کا کوئی خطہ بھی ان کی آبادیوں اور شرانگیزیوں سے محفوظ نہیں تھا۔ جنات پہاڑوں، صحراؤں، سمندروں، جزیروں میں آباد ہو چکے تھے۔ لہٰذا خالق کائنات نے زمین کا بوجھ کم کرنے کے لئے صالح جنات کو ہواؤں میں آباد ہونے کا حکم دیا۔ پہلے آسمان کے نیچے اللہ کے نیک جنات نے آبادی قائم کر لی۔ ان میں اکثریت بنو مارج کی ہی تھی جبکہ بداخلاق اور ظالم اجناء زمین پر لہو ولعب میں مبتلا رہے۔

ہواؤں میں رہنے والے جنات ہر وقت اللہ کی عبادت میں مستغرق رہتے۔ اس دوران کئی صدیاں گزر گئیں۔ ہواؤں میں رہنے والے جنات اور زمین پر مقیم شریر اجنا کی تعداد بے تحاشا بڑھ چکی تھی۔ اس زمانے میں بنو مارج کے ہاں ایک انتہائی مقرب اور صالح جن عزازیل جنم لے چکا تھا۔ وہ شروع سے ہی اللہ کا اطاعت گزار، عبادت گزار اور انتہائی شجاع مبلغ تھا۔ وہ عبادت الٰہی اور تعلیمات الٰہی سے جنات کو آگاہ کرتا اور انہیں گمراہی سے بچانے کے لئے زمین کے شریر اجنا کے پاس جاتا۔ وہ اپنے قبیلے کا ایک توانا اور بااثر جن تھا۔ علوم کی طاقت سے بہرہ ور تھا لہٰذا جب وہ شریر اجنا کو تبلیغ کرنے جاتا کوئی شریر جن اس کو گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔

عزازیل کئی صدیوں تک شریر اجنا اور صالح جنات کا راہبر بنا رہا۔ مگر زمین پر بسنے والے عفونت نما جنات اور ارواح خبیثہ کی شرپسندیاں اور جور و ستم کا سلسلہ بند نہ ہوا بلکہ وہ پہلے سے بھی خوفناک حد تک بڑھ گیا۔ ان کے دلوں پر غفلت و نافرمانی اور سرکشی کے قفل لگ چکے تھے۔ زمین پر ان کی ستم گری اور فسادات کی وجہ سے ہر وقت گریہ زار رہتی اور اسے کسی پل چین نہ آتا تھا۔ دکھ و کرب میں وہ ہر وقت پہلو بدلتی جس سے پہاڑ اور سمندر لرزتے رہتے تھے۔

زمین کا دکھ جب حد سے بڑھ گیا تو ایک روز اس نے حضرت جبریلؑ کو اپنی دلگداز کیفیت بیان کی اور گلہ شکوہ کیا کہ ان شریر جنات کو اس پر کیوں آباد کیا گیا۔ چنانچہ حضرت

یلؑ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوئے۔

اس وقت حضرت جبریلؑ عرش کا پایہ پکڑے اور سر جھکائے کھڑے تھے کہ صدائے ی بلند ہوئی۔ جبریل امین کو یوں محسوس ہوا جیسے ڈھلی ہوئی اجلی اور رسیلی آواز میں کوئی فقانہ انداز میں کہہ رہا ہے۔

"ہمارے فرستادہ کو کیا ہوا؟"

آج جبریل معمول سے زیادہ پریشان تھے۔ حکم ربی سننے کے بعد سر ذرا اور جھکایا اور گڑا کر عرض کیا۔

"حکم ربی کی ادائیگی کے لئے یہ خاکسار زمین کے ان علاقوں میں گیا جہاں جنات کی مت ہے۔"

"ہمیں معلوم ہے اے جبریلؑ امین!" یہ صدائے ربی کی ندا تھی۔

"تو باری تعالیٰ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ زمین پر بھیجے گئے جنات اب تک تو تیری اعت کرتے رہے مگر اب ان کا رویہ اس قدر تبدیل ہو گیا ہے کہ زمین ان کی آئے دن کی انگیزیوں سے پناہ مانگنے لگی ہے۔"

"یہ بھی ہمیں معلوم ہے۔" صدائے ربی نے جواب دیا۔ "آگے کہو تم کیا کہنا چاہتے ؟"

"اے رب عالم!" حضرت جبریلؑ نے اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے عرض کیا۔ "تو لم الغیب ہے۔ تجھے تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کیا کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہمیں یہ معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو" صدائے ربی پھر ابھری۔ "مگر اس سلسلے ں تم کیا رپورٹ پیش کرتے ہو۔"

جبریلؑ گھبرا گئے۔ ڈرتے ہوئے بولے۔ "زمین میں آباد کئے جانے والے جنات نے کچھ عرصہ تو تیری عبادت و ریاضت کی مگر اب وہ پھر سے منکر ہو گئے ہیں اور فتنہ و فساد پر مادہ ہیں اس کا کچھ مداوا کیا جائے۔"

خالق عالم نے فرمایا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں وہی کچھ چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے اے خالق ارض و سما۔ مگر زمین ان کے بوجھ ے عاجز آ چکی ہے۔" جبریلؑ امین نے ذرا سنبھل کے مگر ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ "زمین یشان ہے۔ وہ فتنہ ساز جنات کی شرانگیزیوں سے پناہ مانگتی ہے اور اپنے خالق سے فریاد رتی ہے کہ مالک کون و مکاں تو نے ان ظالموں کو اس کی پشت پر کیوں آباد کیا ہے۔ اگر

انہیں وہاں بھیجا ہی نہ جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔"

خداوند تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ امین کو تسلی دی۔

"جبریل انہیں تسلی دو کہ ہم ان شریروں کی ہدایت کے لئے اپنے رسول بھیجیں گے۔ اللہ بڑی شان والا اور حکمت والا ہے۔ اس کے جلال پر رحمت و فضل طاری ہے۔ اپنی تخلیق اور بندوں کو ڈھیل دیتا ہے اور انہیں اپنی طرف لوٹ آنے کی مہلت عطا کرتا سو جب رب کائنات نے زمین کی آہ وزاری پر اسے صبر کی تلقین کی اور شریر اجنا کی ا کے لئے اپنے رسول بھیجے تو اس ذات کبریا کو معلوم تھا کہ نار جہنم سے تخلیق پانے والی غضب کی خوگر مخلوق کبھی راہ راست پر نہیں آئے گی۔ مگر اس ذات عظیم نے پھر بھی مقرب رسول ان کی اصلاح کے لئے بھیجے۔

جنات کی اصلاح کے لئے سب سے پہلے جس نبی کو بھیجا گیا ان کا نام عامر بن الجان تھا۔ وہ بنو الجان میں سب سے زیادہ زاہد عامل تھے اور ہر وقت عبادات الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ بنو الجان کے بھی نیک لوگوں کو اللہ پاک نے ہواؤں میں رہنے کی جگہ عطا کر دی تھی لہٰذا عامر بن عمیر بن الجان جب زمین کے شریر اجنا کی اصلاح کے مبعوث ہوئے تو اپنے ہمراہ مبلغین کی ایک جماعت بھی لے کر گئے تھے لیکن شریر ا اللہ کے اس نبی کو اس کے مقربین سمیت شہید کر ڈالا۔

فرشتوں اور زمین کو امید تھی کہ اپنے نبی کی شہادت کے بعد ذات کبریا کا جلال زمین کے شریر اجنا پر برسے گا مگر خالق دو جہاں نے جنات کو مزید مہلت دی اور اس بنو الجان میں سے ایک انتہائی زاہد شجاع نبی کو ہدایت و اصلاح کے لئے منتخب کیا۔ ان صاعق بن ماغق بن مارد بن الجان تھا مگر وہ بھی سرکش جنات اور اللہ کے نافرمان جنا ہاتھوں شہید ہو گئے۔

اللہ پاک نے شریر اجنا کی ہدایت کے لئے آٹھ سو سال میں آٹھ سو نبی مبعوث بد ذات اور ارواح خبیثہ کے پیکر جنات ہر نبی کو شہید کر دیتے اور بالآخر ان کی تباہی و کا وہ لمحہ آن پہنچا جب جلال قدرت و کبریا نے اپنا دست رحمت ہٹا دیا۔

تحمل اور برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب آٹھ سو نبیوں کی جدوجہد اور اس میں ان کی شہادتوں سے بھی جنات کو ہوش نہ آیا اور وہ بدکاری سے باز نہ آئے تو حق جل شانہ نے آسمان اول پر رہنے والے اجنا کو زمین پر رہنے والے اجنا کے قتل عام پر کر دیا۔ اس فوج کا سپہ سالار عزازیل تھا جس نے زمین پر آتے ہی تمام بدکار ج

ٹھکانے لگا دیا اور زمین پر عزازیل اور اس کی فوج آباد ہو گئی۔

عزازیل چونکہ عبادت الٰہی کا دلدادہ تھا اور ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا تھا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے عزازیل کو آسمان پر بلا لیا وہاں بھی عزازیل نے اپنی ہمہ وقت کی عبادت اور ریاضت کو جاری رکھا۔ آسمان کے فرشتے عزازیل کی عبادت کو دیکھ کر ششدر رہ گئے چنانچہ انہوں نے حق تعالیٰ سے سفارش کی عزازیل کی عبادت اور ریاضت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے ہم میں یعنی فرشتوں میں شامل کیا جائے۔

حق تعالیٰ نے فرشتوں کی سفارش کو قبول کر لیا اور عزازیل محض اپنی عبادت کے طفیل برابر ترقی کرتا رہا۔ اسے دوسرے تیسرے پھر چوتھے پانچویں اور چھٹے آسمان پر اٹھوا کر آخر ساتویں آسمان پر جگہ دی گئی اور وہ آخر کار عظیم ترین فرشتوں کی فہرست میں شامل ہو گیا۔

جنتوں کے داروغہ رضوان علیہ السلام، ابلیس کی عبادت سے بہت خوش تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی کہ عزازیل کو جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رضوان کی سفارش منظور کر لی اور یوں عزازیل جو کہ جنات میں سے تھا بصد اعزاز و احترام جنت میں قیام پذیر ہو گیا۔

جنت میں پہنچ کر عزازیل کی عبادت کے طور طریقے نہ بدلے بلکہ اس کی عبادت میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہاں وہ عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ فرشتوں کو تعلیم بھی دینے لگا اس طرح اس نے فرشتوں کی تعلیم اور ارشادات کے فرائض بھی سنبھال لئے۔

ساتویں آسمان پر عزازیل کی یہ شان تھی کہ عرش اعظم کے فرش نور پر عزازیل کے لئے یاقوت کا میز بچھایا جاتا تھا اور اس کے سر پر نور کا پھریرا فضا میں لہراتا تھا۔

عزازیل اب بھی جنات کو تعلیمات الٰہی اور عبادات سے مانوس کرانے کے لئے پہلے آسمان پر آتا تھا۔ وہ سلطان الارض بھی تھا لہٰذا زمین پر بچے کھچے شریر جنات کی اصلاح کے لئے بھی وہ نیچے اترتا تھا اور شریر اجنا کو پر امن زندگی گزارنے اور خالق ارض و سما کی عبادت کی تلقین کرتا تھا۔

عزازیل جب شریر اجنا اور اللہ کے اطاعت گزار جنات کو تبلیغ کے لئے پہلے آسمان اور زمین پر جلوہ افروز ہوتا تو اس کی شان دیکھنے کے لائق ہوتی تھی۔ عرش تلے اس کا خاص منبر سجتا تھا جس کے اوپر نور کا جھنڈا سایہ فگن ہوتا۔ عزازیل معلم الملکوت (فرشتوں کا استاد) بھی تھا لہٰذا پہلے آسمان پر متعین فرشتے دوزانو ہو کر نہایت تحمل و عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ ہر سو نور چھایا ہوتا تھا عزازیل ایک سحر طراز مبلغ تھا۔ فرشتے اور

جنات اس کی شیریں بیانی اور عبادات میں وجد و کمال کے دلدادہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس نے پہلی بار زمین کے شریر اجنا کو قتل و غارت کیا تو اس کی دہشت سے پہلے آسمان پر رہنے والے جنات بھی اس کے آتے ہی مؤدب ہو جاتے۔

عزازیل کی شان کیا بڑھی پہلے آسمان کے جنات نے اس سے اپنی نسبت مضبوط تر کرنے کے لئے اسے اپنے قبیلوں کی سرداری بھی سونپ دی۔ عزازیل نے بنو الجان کی ایک معزز جن زادی سے شادی کر لی۔ بعد میں اس نے ہر قبیلے کے معززین کے ہاں بھی شادیاں کیں جس سے عزازیل کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور اس کا اپنی برادری میں احساس تفاخر تکبر کی حد تک دراز ہو گیا۔ اس کے باوجود وہ جب ساتویں آسمان پر پہنچتا تو خشیت الٰہی سے اس پر لرزہ طاری ہوتا تھا۔

عزازیل نے مفسدہ پرداز جنات کا قتل عام کیا تھا۔ اس قتل عام سے کچھ فتنہ پرور جنات بچ کے پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ مگر جب پھر زمین پر امن وامان ہو گیا تو وہ بھگوڑے جنات پھر پہاڑوں سے واپس آ کر دنیا میں آ کر آباد ہو گئے۔

ان باغی جنات کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر کفر بھرا ہوا تھا اس لئے وہ زیادہ عرصہ تک نیکی کی زندگی نہ گزار سکے اور خدا سے باغی ہو کر پھر فتنہ وفساد برپا کرنے لگے۔

عزازیل کسی ایسے ہی موقعہ کے انتظار میں تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ یہ جنات پھر خدا کے باغی ہیں تو ایک دن اس نے دربار الوہیت میں عرض کیا۔

"اے خالق کائنات۔ تو نے جنات کو زمین پر رہنے اور عبادت کرنے کا حکم دیا مگر ان ظالموں اور فریب کاروں نے پھر اہل ایمان کو بھڑکانا شروع کر دیا اور تیرے دین کے خلاف فساد پھیلا دیا ہے۔"

چونکہ عزازیل کا انداز بڑا مخلصانہ اور معتبر محسوس ہو رہا تھا اس لئے اللہ پاک نے اس اطلاع پر ابلیس کی محنت کو سراہا اور عرش اعظم سے صدا بلند ہوئی۔

"ہمیں معلوم ہے کہ جنات زمین پر آباد ہوتے ہی ہم سے اور ہمارے بتائے ہوئے دین سے پھر گئے ہیں اور اب وہ دوبارہ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اے عزازیل! تو نے جس خلوص سے دین کی خدمت کی ہے اس کا تجھے صلہ ملے گا۔ نیز یہ بتایا جائے کہ زمین پر آباد ہونے کے بعد جو جنات دوبارہ بدباطن اور بے دین ہو گئے ہیں انہیں کیا سزا دی جائے؟"

عزازیل نے بڑے خلوص اور اعتماد سے کہا۔ "اے باری تعالیٰ اس حقیر و فقیر نے جو

کچھ اور جتنا کچھ ہو سکا ہوا اور زمین پر آباد ہونے والے جنات کی خدمت کی اور انہیں صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کی مگر افسوس کہ ان اجنا کو دین فطرت قبول نہیں اور یہ اس دین کے خلاف غلط قسم کے اقدام کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کی اصلاح کے لئے حکم صادر کیا جائے۔"

پس عزازیل کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک جماعت لے کر پھر زمین پر جائے اور ان نئے مرتدوں اور ایمان فروشوں کو ایمان کے راستے پر پوری طور پر لایا جائے۔ چنانچہ عزازیل چار ہزار جنات کے ساتھ زمین پر گیا اور اس نے ان زمین والوں میں درس و تبلیغ کا سلسلہ از سر نو شروع کیا۔ اس بار عزازیل نے شریر اجنا کو راہ راست پر لانے کے لئے نئی حکمت عمل عملی وضع کی تھی۔

زمین پر پہنچ کر عزازیل نے زمین سے باغی اور مرتد جنات سے سلسلہ جنبانی شروع کیا سب سے پہلے اس نے اپنے ایک ساتھی فرشتہ کو قاصد بنا کر جنات کے دربار میں بھیجا۔ قاصد نے سردار کے دربار میں پہنچ کر فرشتوں کے زمینی سردار کا یہ پیام دیا۔

"اے زمین کے بے دین اور گمراہ جنات! ہمارے سردار عزازیل نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں یہ بات سمجھاؤں کہ خالق کائنات تمہارے رویئے سے مطمئن نہیں کیونکہ تم نے دین حق اور دین فطرت کا راستہ چھوڑ کر کفر اور شرک کا پھر دامن پکڑ لیا ہے اور تم اپنے دن رات فسق و فجور میں گزارتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں کا کفران نعمت کرتے ہو۔ تمہیں دنیا میں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ تم خود یہاں رہنا چاہتے تھے مگر تم نے واپس آ کر ایمان کی ڈور کو چھوڑ دیا ہے اور کفر اور گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔"

عزازیل کے ایلچی نے بڑی وضاحت اور ہمدردی سے دین کے ان باغیوں کو سمجھایا مگر انہوں نے اس کی باتوں پر غور کرنے کی بجائے اسے قتل کر دیا۔

عزازیل کو جب معلوم ہوا کہ اس کے قاصد کو سرکش جنات نے قتل کر دیا ہے تو اس نے صبر کر کے ایک اور ایلچی بھیجا۔ جنات نے اسے بھی قتل کر دیا۔

اس کے بعد عزازیل نے بے دینوں کے پاس اپنے قاصد بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا مگر جو قاصد ان کے پاس جاتا جنات اس کو فوراً قتل کر دیتے۔

عزازیل سمجھ گیا کہ زمین کے سرکش جنات میں اس قدر طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ انہیں قابو میں لانے سے معذور ہو چکا ہے چنانچہ ایک شب بہت مضمحل اور دل برداشتہ ہو کر

اس نے اللہ پاک کے حضور گڑگڑا کر عرض کیا۔

''اے میرے پروردگار! ان کافر جنات نے اب اتنی طاقت حاصل کر لی ہے کہ ہماری کوئی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ہم جو قاصد ان کے پاس دوستی کا پیغام دے کر بھیجتے ہیں اسے بے دھڑک قتل کر دیتے ہیں۔ اگر تو نے مدد نہ کی تو ہم سب ایک ایک کر کے ز والوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے۔ تو ہی مالک و خالق ہے ہماری مدد فرما اور ہمیں والوں کے عذاب سے نجات دلا۔''

عزازیل نے رو رو کے دعا کی، آخر دریائے رحمت جوش میں آیا۔ حکم خداوندی تحت چھ ہزار فرشتوں کی فوج اس کی مدد کے لئے زمین پر اتاری گئی۔ عزازیل نے حق با تعالیٰ کا شکرانہ ادا کرنے کے بعد اس فوج کے ساتھ سرکش اور کافر جنات پر حملہ کر دیا۔

فرشتوں کی اس فوج نے جنات کا اس قدر قتل عام کیا کہ زمین بدکردار، گمراہ اور سر جنات سے یکسر خالی ہو گئی اور تھوڑے سے گمراہ اور بے دین بھاگ کے پہاڑوں میں چھ گئے اور انہوں نے اپنی جان بچالی۔

جنات سے زمین پاک ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے عزازیل کو زمین کی خلافت فرمائی۔ اب تو عزازیل کی چاندی ہو گئی۔

جس زمانہ میں عزازیل کی خلافت زمین اور آسمان پر تھی انہی دنوں میں فرشتو ایک جماعت کو لوح محفوظ پر ایک عبارت چمکتی نظر آئی۔ یہ تحریر روشن الفاظ میں درج تھی۔

''عنقریب اللہ کا ایک مقرب بندہ ابدی لعنت میں گرفتار ہونے والا ہے۔''

فرشتوں نے یہ عبارت پڑھی تو وہ گھبرا گئے کیونکہ لوح کی تحریر حکم خداوندی کا درجہ تھی۔ فرشتوں کے خیال میں اس وقت وہی سب سے زیادہ مقرب بارگاہ الٰہی تھے اس وہ اپنے ایک ساتھی کی گمراہی کی خبر سے پریشان ہوئے۔ اس سلسلے میں وہ عزازیل کو کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے۔

عزازیل نے انہیں پریشان دیکھا تو پوچھا۔ ''تم غمگین اور پریشان نظر آ رہے ہو۔ بات کیا ہے۔''

''عنقریب اللہ کا ایک مقرب بندہ ابدی لعنت میں گرفتار ہونے والا ہے''۔ پھر ا نے عزازیل سے درخواست کی۔ ''آپ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ آپ کی دعا کی برکت یہ بلا ہم پر نازل نہ ہو۔''

عزازیل نے بے پروائی سے جواب دیا۔ ''تمہیں اس تحریر سے پریشان نہیں

چاہئے۔ میں نے بھی یہ تحریر پڑھی تھی مگر یہ ہمارے متعلق نہیں ہے۔'' چند روز پہلے عزازیل نے لوح محفوظ پر لکھا دیکھا تھا۔ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' جس پر اس نے اللہ سے پوچھا تو حکم ربی ہوا۔

''وہ بھی ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے مگر وہ غرور اور تکبر کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو جائے گا۔''

عزازیل نے عرض کیا۔ ''اے خداوند تو مجھے اس کی صورت دکھا دے میں اسے قتل کر ڈالوں گا۔''

''تو بھی اسے دیکھ لے گا۔''

اس کے بعد عزازیل کی یہ حالت تھی کہ وہ سجدے میں خود شیطان پر لعنت بھیجا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد خدائے تعالیٰ نے زمین کی طرف وحی بھیجی۔

''اے زمین۔ تجھ سے ہم ایک مخلوق پیدا کر رہے ہیں۔ اس میں بعض میرے فرمانبردار اور اطاعت گزار اور بعض ہماری نافرمانی کریں گے۔ اطاعت شعاروں کو ہم بہشت میں جگہ دیں گے اور گنہگاروں کو دوزخ کے حوالے کریں گے۔''

زمین ارشاد الٰہی سن کے گھبرا گئی اور اس نے ادب سے عرض کیا۔

''اے خداوند مجھ میں تیری دوزخ کی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین کو حکم دیا۔ ''جاؤ اور ہر قسم کی زمین سے ایک مٹھی خاک لے آؤ۔''

حکم خداوندی پا کر حضرت جبریلؑ آئے۔ زمین نے خداوند لاشریک کی قسم دے کر حضرت جبریلؑ کو مٹھی خاک لینے سے منع کیا۔ حضرت جبریلؑ لوٹ گئے اور حضرت اسرافیلؑ مٹھی خاک لینے چلے آئے۔ زمین نے انہیں بھی خدا کی قسم دے کر خاک لینے سے باز رکھا۔ پھر ان کے بعد حضرت عزرائیلؑ بھیجے گئے۔ زمین نے رونا پیٹنا شروع کر دیا مگر حضرت عزرائیلؑ نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور ایک مٹھی خاک لے کر واپس ہوئے۔ پھر خدا نے اس خاک سے حضرت آدم کا پتلا تیار کیا۔

اس کے بعد آدم کے جسم میں حکم الٰہی سے روح داخل ہوئی تو ان کی آنکھوں میں بینائی کی قوت پیدا ہوئی ان کی نظریں اٹھیں تو انہیں عرش اعلیٰ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا نظر آیا۔ حضرت آدم، محمد رسول اللہ کا اسم دیکھ کر غور و فکر میں ڈوب گئے۔

پھر آدم نے دریافت فرمایا۔ ”یا الٰہی۔ یہ محمد رسول اللہ کس کا نام ہے؟“

حکم الٰہی ہوا۔ ”یہ میرے ایک پیغمبر کا نام ہے جو تیری اولاد میں سے پیدا ہوگا۔ ا
کہیں تم سے کوئی خطا یا لغزش ہوگی تو اس کے وسیلے سے تمہاری خطا معاف کر دوں گا او
سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔“

یہ حکم ربی سن کر حضرت آدمؑ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مناسب تو یہ تھا کہ با
اپنے بیٹے کے حق میں وسیلہ ہو مگر یہ تو بالکل اس کے برعکس ہے۔

آدم کے دل میں یہ خیال آتے ہی جبریلؑ کو حکم ربی ہوا۔ ”جاؤ اور آدم کے دل می
اس خیال کے مادے کو نکال دو ورنہ یہ چیز آدم کی تباہی کا باعث ہوگی۔“

حضرت جبریلؑ نے حکم الٰہی کے تحت حضرت آدم کا سینہ چاک کر کے اس میں سے
”وسوسہ“ نکال دیا۔ ہم نے سنا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے آدم کا سینہ چاک کر کے جو ما
(وسوسہ) نکالا تھا اس میں سے نصف جنت میں دفن کر دیا۔ اس نصف سے جنت میں شج
الخلد (گندم) کا پودا اگا جس کا دانہ کھانے کے بعد حضرت آدم سے خداوند تعالیٰ ناراض
اور انہیں جنت سے نکال کر زمین پر پھینک دیا گیا باقی جو نصف رہ گیا تھا اس سے نفس امارہ
تخلیق ہوئی۔

فرشتوں کا یہ خیال تھا کہ وہ عبادت ریاضت اور اللہ کی اطاعت کے سبب ساری مخلو
سے افضل ہیں۔ ان کا یہ خیال کسی حد تک درست بھی تھا کیونکہ ان کی تخلیق ”نور“ سے ہو
تھی۔ دوم یہ کہ مادہ کی لطافت کی وجہ سے ان میں خدا کی نافرمانی کی طاقت ہی نہ تھی
قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت آدم کو پیدا کر کے حق تعالیٰ نے انہیں وہ علم عطا کیا ج
سے فرشتے سراسر محروم تھے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام اور ان کی صفات بتائیں پھر ا
چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر ان سے دریافت کیا کہ ان کے نام بتاؤ۔

فرشتوں کو ان کے ناموں کا کوئی علم نہ تھا۔ وہ تو صرف اس حد تک اور صرف ا
چیزوں کے نام جانتے تھے جو حق تعالیٰ نے انہیں بتایا تھا۔

فرشتوں نے چیزوں کے نام بتانے سے معذوری ظاہر کی اور انہیں اپنی غلطی کا احسا
ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معذرت کی۔ اس طرح حق تعالیٰ نے فرشتوں پر حضرت آ
کی فضیلت ثابت کی پھر انہیں حکم دیا۔

”اے میرے فرشتو! تم آدم کو سجدہ کرو۔“

حکم الٰہی کی تعمیل ہوئی اور تمام فرشتے سجدے میں گر گئے مگر عزازیل تکبر و نخوت سے سجدے میں نہ گرا۔

فرشتے سو سال یا پانچ سو سال تک سجدے میں پڑے رہے پھر جب انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو عزازیل کو اس طرح تکبر سے بھرا کھڑا ہو دیکھا۔ اس کی صورت مسخ ہو چکی تھی اور نورانی لباس اس کے بدن سے اتر چکا تھا۔

حق تعالیٰ نے اس سے پوچھا۔

”تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا ابلیس؟“ عزازیل خدا کی نافرمانی کر کے بارگاہ خداوندی سے دھتکارا جا چکا تھا اور اب وہ ابلیس مردود تھا۔

”مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں بھلا افضل بھی کہیں مفضول کو سجدہ کیا کرتا ہے؟“ شیطان وہ پہلا شخص ہے جس نے حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی۔ چنانچہ اس نافرمانی کی پاداش میں اس کے تمام ملکوتی اعزازات اور مراتب سلب کر لئے گئے اور اسے لعنت اور حقارت سے مرجع و مرکز بنا دیا گیا اور تمام فرشتوں نے اس پر لعنت بھیجی۔ اس وقت اسے احساس ہوا کہ لوح محفوظ پر لکھی تحریر دراصل اسی کے بارے میں تھی مگر وہ شرمندہ ہونے کی بجائے اکڑ گیا اور خود کو غارت کر لیا۔

عزازیل کی تمام عمر کی عبادت صرف ایک گناہ کی نحوست کی وجہ سے ملیا میٹ ہو گئی تھی اور اسے ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اسے اللہ پاک کی اس نئی تخلیق یعنی حضرت آدم سے اس کی جنگ اور عداوت پیدا ہو گئی اور اس نے کہا کہ وہ اللہ کی اس نئی مخلوق کو نیچا دکھائے گا اور اسے ذلیل و خوار کرے گا۔

چونکہ ابلیس پر یہ گھڑی حضرت آدم پر حسد کرنے اور انہیں اپنے سے کم تر سمجھنے کی وجہ سے آئی تھی اس لئے اس نے اللہ پاک کی قسم کھا کر اعلان کیا۔“

”تیری عزت کی قسم! میں آدم کی تمام اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔

ابلیس کے اس دعوے کے جواب میں ارشاد ربی ہوا۔ ”میرے اطاعت شعار اور معصوم بندوں پر تیرا وار نہ چل سکے گا۔ تیرے دام فریب میں تیری تقلید والے اور گمراہ لوگ ہی پھنسیں گے۔“

ابلیس نے فوراً ہی دوسری درخواست پیش کر دی۔

”اے اللہ، میں آدم ہی کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہوں مگر تیری عطا کے بغیر میں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکوں گا“۔

اللہ پاک کا ارشاد ہوا۔ ”جا۔ ہم نے تجھے آدم پر مسلط کیا۔“

ابلیس نے فوراً اپنی طاقت میں مزید اضافہ کرنے کے لئے درخواست کی۔ ”کچھ اور بھی حکم ہو۔“

یعنی مجھے اور کچھ رعایت دی جائے۔

ارشاد باری ہوا۔ ”آدم کے ہر بچہ کے ساتھ تیرا بھی ایک بچہ ہوگا۔“

شیطان نے پھر رعایت اور آسانی کی درخواست کی۔ اس پر حکم باری ہوا۔ ”ان کے دلوں کو اپنا مسکن بنا اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔“

”خدایا! میری عمر بھی دراز کر دے اور قیامت تک مجھے موت نہ آئے۔“ اللہ تعالیٰ نے ابلیس مردور کی درخوات منظور فرمائی۔

اللہ پاک نے جب ابلیس مردود کو اتنی رعائتیں اور آسانیاں عطا کیں تو حضرت آدم کی بے چینی بڑھ گئی اور انہوں نے درگاہ الٰہی میں التجا کی۔

”یا اللہ آپ نے شیطان کو مجھ کو مسلط کر دیا مگر میں تیری مدد کے بغیر اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی درخواست کو بھی پذیرائی بخشی۔

حکم ربی ہوا۔ ”اے آدم! میں تیری ہر اولاد کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا کروں گا جو تیری اولاد کو شیطان کے شر سے بچاتا رہے گا۔“

حضرت آدم نے بھی مزید درخواست کی۔

”اے اللہ۔ اعانت میں مزید اضافہ ہو۔“

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ ”اے آدم! ایک نیکی کا بدلہ گناہ سے زیادہ ملے گا اور گناہ صرف ایک ہی شمار ہوگا۔“

حضرت آدم نے پھر التجا کی۔ ”الٰہی۔ اس سے بھر زیادہ تیری اعانت کا طلب گار ہوں۔“

حکم ربی ہوا۔ ”روح قبض ہونے تک آدم کی توبہ قبول ہوگی۔“

حضرت آدم نے پھر عرض کیا۔

”یا الٰہی کچھ اور بھی عنایت ہو۔“

اس پر حکم ربی ہوا۔ ”گنہگار بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے ان کے سب گناہ معاف کر دوں گا۔“

جب تمام ملائکہ حضرت آدم کو (سوائے ابلیس کے) سجدہ کر چکی تو اللہ پاک نے

آدم کو بڑی عزت واحترام کے ساتھ جنت میں بھیج دیا۔ جنت میں بھیجنے سے پہلے اللہ نے حضرت آدم سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ نہ تو شجر ممنوعہ (گندم) کے قریب جائیں گے اور نہ شیطان کے دھوکے میں آئیں گے۔

شیطان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ شیطان آدم کا شدید دشمن ہو گیا اور وہ ان سے انتقام لینے اور جنت سے نکلوانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

جنت میں داخلہ کی ممانعت سے ابلس بہت جھلایا مگر اللہ کا حکم تو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل فوری شروع ہو جاتی ہے پس جب ابلیس جنت میں داخل ہونے لگا تو اسے جنت کے داروغہ ”رضوان“ نے روک دیا اور ابلیس اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ یہ وہی رضوان تھے جن کی سفارش پر ابلیس فرشتوں کی صف میں شامل ہوا تھا۔

☆......☆......☆

ادھر حضرت آدم جنت میں عیش کر رہے تھے انہیں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ دن بھر جنت کے باغات کی سیر کرتے۔ کھانے پینے کی ہر چیز وہاں موجود تھی۔ سیر سپاٹے سے وقت نکال کر وہ اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے۔ شیطان جنت میں آ تو نہیں سکتا تھا مگر وہ جنت میں جانے والے چرند پرند اور چوپایوں سے جنت کے حالات اور خاص کر حضرت آدم کے بارے میں ضرور پوچھتا تھا۔ جب اسے بتایا جاتا کہ آدم جنت میں بہت خوش ہیں تو وہ جل جایا کرتا تھا اور دل ہی دل میں کڑھتا تھا۔ پھر ایک دن اسے ایک پرندے یا جانور سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت آدم آج کل کچھ گھبرائے گھبرائے اور پریشان سے رہتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوا مگر جنت سے باہر رہ کر ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

رفتہ رفتہ جنت میں یہ بات پھیل گئی کہ حضرت آدم باوجود عیش وآرام کے پریشان اور دل برداشتہ رہتے ہیں۔ یہ خبر جب اڑتے اڑتے حضرت جبریلؑ امین کے کانوں تک پہنچی تو پہلے تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور جب یہ بات صحیح ثابت ہوئی تو ایک دن حضرت جبریل جب عرش عالی پر پہنچے تو انہوں نے اللہ پاک کے حضور عرض کیا۔

”اے باری تعالیٰ! تو نے اپنے بندے آدم کو جنت میں کیا نہیں دیا۔ کھانے پینے کے طرح طرح کے میوہ جات، گھومنے پھرنے کو سدابہار باغات اور خدمت کے لیے حوریں ہر دم ان کی حضوری میں حاضر رہتی ہیں مگر تیرا بندہ آدم پھر بھی اداس اور پریشان پریشان سا رہتا ہے۔ جنت کے تمام باسی آدم کی پریشانی اور غمگینی سے خود بھی پریشان ہو رہے ہیں۔ اے مالک کون ومکان! مجھے بتایا جائے کہ آدم آخر کیوں افسردہ ہیں اور انہیں کس بات کا غم

ہے؟" جبریل امین کا سوال بھی ختم ہی ہوا تھا کہ عرش اعلیٰ پر صدائے ربی گونجی۔ "کن" (ہو جا)

اور اس کے ساتھ ہی جبریلؑ امین کو حکم دیا گیا۔ "جبریل! جاؤ اور دیکھو کہ اب آدم کس حال میں ہے؟"

حکم ربی پاتے ہی حضرت جبریلؑ نے ایک فراٹا بھرا اور دم کے دم میں وہ جنت میں حضرت آدم کے قریب کھڑے تھے مگر وہاں کا منظر دیکھ کر جبریل امین حیران رہ گئے۔ انہوں نے چاروں طرف غور وفکر سے دیکھا۔ جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو اس عالم استعجاب میں اللہ پاک سے سوالی ہوئے۔

"اے پاک پروردگار یہ سب کیا ہے۔ میں یہاں آدم کو تنہا چھوڑ کے تیرے حضور گیا تھا مگر اب میں دیکھ رہا ہوں کہ آدم اکیلے نہیں بلکہ ان کے پاس ایک اور انسانی ہستی بیٹھی دکھائی دے رہی ہے یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

اسی وقت حضرت آدم کی نظر حضرت جبریل پر پڑی آدم مسکرا دیئے۔

حضرت آدمؑ کے چہرے پر مسکراہٹ کھل اٹھی اور بولے "اے جبریل امینؑ۔ میرے پیدا کرنے والے نے میری پریشانی اور دکھ کا مداوا کر دیا ہے۔"

حضرت جبریلؑ اب تک حیران اور پریشان تھے۔ حضرت آدم کی آواز پر وہ چونکے اور آدم سے پوچھا۔ "اے خدا کے برگزیدہ بندے میں یہ سب کیا دیکھ رہا ہوں آخر یہ سب کیسے ہوا؟"

حضرت آدمؑ کے چہرے سے مسرت اور شادمانی کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔ انہوں نے جبریل امینؑ کو جواب دیا۔

"اے جبریل۔ میں یہ نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ فضائے بسیط میں ایک آواز گونجی تھی اور وہ آواز تھی "کن" (ہو جا)

اور پھر یہ ہستی جسے تم دیکھ رہے ہو میرے سامنے بیٹھی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آئیں تو انہوں نے بتایا کہ میں آپ کے جسم کا ایک حصہ ہوں اور مجھے آپ کی بائیں پسلی سے خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور آپ کی دلبستگی اور دلداری پر مجھے مامور کیا گیا ہے۔"

"ان کا نام کیا ہے؟" جبریل نے دریافت کیا۔

"یہ اپنا نام حوا بتاتی ہیں۔"

جبریل امین کے لئے حضرت آدمؑ کی تخلیق ہی سب سے بڑا معجزہ تھا کہ اب حضرت حوا کی تخلیق

نے انہیں اس قدر حیران کیا کہ وہ کھڑے سے بیٹھ گئے۔

حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا تھا مگر اسے آسمان پر رہنے کی اجازت تھی۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ابلیس کو ایک زمانہ میں فرشتوں کا معلم اور استاد بنا دیا گیا تھا اور ابلیس عرش کے نیچے نور کے جھنڈے کے سائے میں بیٹھ کر فرشتوں کی درس وتدریس کے فرائض انجام دیتا تھا۔ جنت ہی میں ابلیس کی رہائش تھی۔ تمام جنت والوں سے اس کی یاری دوستی تھی۔ اب اسے جنت میں داخلہ کی ممانعت ہو گئی تھی اس لئے وہ کھلم کھلا جنت میں نہیں جا سکتا تھا اور اس فکر میں تھا کہ کسی تدبیر سے جنت میں خفیہ طور پر داخل ہو جائے بھر آرام سے بدلہ لے کر اپنے بغض نکالے۔ ابلیس اسی فکر میں جنت کے دروازے کے اردگرد گھومتا رہتا تھا کہ کوئی شناسا مل جائے تو اس کی مدد سے جنت میں داخل ہو۔

ایک روز ابلیس اسی فکر میں جنت کے دروازے سے کچھ دور بیٹھا تھا کہ اسے مور نظر آیا۔ وہ لپک کے مور کے پاس گیا اور اس سے عرض مدعا کر کے امداد کا خواہاں ہوا۔

"مور تم میرے پرانے دوست ہو اگر مجھے جنت کے اندر پہنچا دو تو تمہاری بہت مہربانی ہو گی۔"

مور کو معلوم تھا کہ ابلیس کو جنت میں داخلے سے منع کر دیا گیا ہے اس لئے اس نے صاف انکار کر دیا۔ "نا بھائی۔ یہ کام میرے بس کا نہیں۔"

مور کا صاف انکار سن کر ابلیس کا چہرہ اتر گیا مور کو اس پر ترس آ گیا۔ اس نے ابلیس سے چلتے چلتے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا مگر یہ ضرور جانتا ہوں کہ سانپ ضرور کر سکتا ہے اگر تم کہو تو میں اس سے ذکر کروں؟"

اس دوران اتفاق سے سانپ بھی ادھر آ گیا۔ ابلیس نے بڑی لجاجت اور خوشامد سے سانپ سے اپنا مقصد بیان کیا۔ سانپ پہلے تو انکار کرتا رہا مگر تھوڑی دیر گفتگو کے بعد وہ ابلیس کو جنت میں لے جانے پر رضامند ہو گیا اور پھر ابلیس سانپ کی مدد سے جنت میں پہنچ گیا۔

ابلیس جب جنت میں پہنچ گیا۔ اس نے حضرت آدمؑ اور حوا کو دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

حضرت آدمؑ نے اسے روتے دیکھا تو پوچھا۔ "تیرے رونے کا کیا سبب ہے؟"

ابلیس نے جواب دینے کے بجائے اور زیادہ زاروقطار سے رونا شروع کر دیا۔

آدمؑ کو اس پر ترس آیا اور اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "آخر کچھ تو بتا کہ تیرے رونے کا کیا سبب ہے اور تجھے کس نے دکھ دیا ہے؟"

اب ابلیس نے زبان کھولی اور بھرائی آواز میں بولا۔ ''مجھے کسی نے کوئی تکلف نہیں دی اور میں اپنے لئے رو رہا ہوں۔'' آدمؑ نے جرح کا انداز اختیار کیا اور سوال کیا۔ ''تجھے کوئی تکلف نہیں اور تو اپنے لئے نہیں رو رہا تو پھر کس کے غم میں یہ آنسو بہا رہا ہے؟'' اب ابلیس سنجیدہ ہوگیا اور ناصحانہ انداز میں بولا۔ ''میں اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے لئے رو رہا ہوں اور تمہاری بربادی کے غم میں آنسو بہا رہا ہوں۔''

آدمؑ نے حیرانگی سے پوچھا۔ ''میرے لئے رو رہے ہو مگر کیوں۔ مجھے تو کوئی غم نہیں۔''

ابلیس نے مکاری سے کہا۔ ''تم نہیں جانتے کہ مجھے تمہارا کیا غم ہے مگر میں سب کچھ جانتا ہوں۔ تمہاری یہ خوشی و مسرت اور اعزاز و اکرام صرف چند روزہ ہے پھر تمہیں غم ہی غم ہے اور تکلیف ہی تکلیف ہے۔''

حضرت آدمؑ نے گھبرا کر پوچھا' یہ مسرت چند روزہ کیسے ہے۔ مجھے جنت میں رکھا گیا ہے اور میری یہ خوشیاں دائمی ہیں۔''

''تمہاری اسی بھول پر تو میرا دل بھر بھر آرہا ہے۔'' ابلیس نے مکاری سے کہا۔ ''تمہیں ہمیشہ جنت میں نہیں رہنا ہے۔ ایک روز تمہیں موت آجائے گی اور تمہاری تمام خوشیاں ختم ہوجائیں گی اور تم سے چھین لی جائیں۔''

آدمؑ پریشان ہوگئے پوچھا۔ ''اس موت سے بچنے کی کوئی ترکیب نہیں ہے؟''

''کیوں نہیں۔'' شیطان نے کہا۔ ''اس کی ایسی تدبیر ہے کہ موت تمہارے پاس پھٹک بھی نہیں سکتی۔''

''تو پھر بتاؤ'' آدمؑ بے چین ہوگئے۔ ''اس موت سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟''

ابلیس اطمینان سے بولا۔ ''یہ سامنے جو درخت ہے جس کا پھل کھانے کی تمہیں ممانعت ہے اگر تم اس کا پھل کھالو تو موت سے بچ سکتے ہو۔''

حضرت آدمؑ کو فوراً خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کا پھل کھانے سے انہیں منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خیال آتے ہی آدمؑ نے مستقل مزاجی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''کچھ بھی ہو میں خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔''

شیطان نے کہا۔ ''اس درخت کا پھل کھانے کی ممانعت کا راز یہی ہے کہ حق تعالیٰ کو تمہیں جنت میں ہمیشہ رکھنا منظور نہیں اگر منظور ہوتا تو اس درخت کا پھل کھانے سے منع نہ کرتے۔ اس درخت کی خاصیت یہی ہے کہ اس کا پھل کھانے سے انسان فرشتوں کی طرح ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔''

حضرت آدمؑ ابلیس کی یہ بات سن کر وہاں سے چلے گئے مگر اماں حوا وہیں بیٹھی رہیں۔ ابلیس

نے حضرت حوا کو تنہا پایا اور کھل کھیلا۔ اس نے قسمیں کھا کھا کر حضرت بی بی حوا کو یہ یقین دلایا کہ وہ ان کا خیر خواہ اور سچا ہمدرد ہے اور اس بنا پر وہ اس شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کا مشورہ دے رہا ہے۔ ابلیس نے خوب چکنی چپڑی باتیں کیں اور انہیں یقین دلایا کہ وہ محض ان کی ہمدردی میں اور انہیں دائمی حیات حاصل کرنے کے لئے یہ مفید اور کارآمد مشورہ دے رہا ہے کیونکہ جنت میں ہمیشہ قیام اور دائمی حیات کے لئے انہیں اس کا پھل کھانا ہی ہوگا۔

مشہور ہے کہ خواتین ناقص العقل ہوتی ہیں چنانچہ وہ ابلیس کے بہکاوے میں آگئیں اور انہوں نے اپنی رضامندی کے لئے سر ہلایا۔ ابلیس کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔ وہ بھاگ کے شجر ممنوعہ کے پاس گیا اور اس نے وہاں سے ایک دانہ گندم حاصل کیا پھر خوشی خوشی حضرت حوا کی طرف آیا۔ اس دوران اس نے دانہ گندم کو ناخن سے کھرچ کر دو حصوں میں تقسیم کردیا۔

پھر ابلیس حضرت حوا کے پاس پہنچا اور انہیں دانہ گندم کا نصف حصہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ آدھا پھل تم کھالو اور آدھا آدمؑ کو کھلا دینا۔''

حضرت حوا پر ابلیس کا داؤ چل گیا تھا اس لئے انہوں نے ابلیس کے ہاتھ سے دانہ گندم کے دونوں ٹکڑے (جھپٹ لے لئے) اس وقت حضرت حوا کو حضرت آدمؑ واپس آتے دکھائی دیئے ابلیس انہیں آتا دیکھ کر ایک پیڑ کی آڑ میں ہوگیا۔

حضرت آدمؑ حضرت حوا کے پاس پہنچے تو حضرت حوا نے دانہ گندم کا نصف ٹکڑا ان کی طرف بڑھاتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''لیجئے۔ یہ کھا لیجئے۔''

حضرت آدمؑ نے قدرے تامل فرمایا تو حضرت حوا نے زور دے کر کہا۔ ''اگر آپ کو اس پھل سے ڈر لگتا ہے تو یہ دیکھئے پہلے میں اسے کھاتی ہوں۔ اگر مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے تو آپ بھی لیجئے گا۔''

یہ کہتے ہوئے حضرت حوا نے دانہ گندم کا نصف ٹکڑا منہ میں ڈال لیا اور مسکراتے کہا۔

''میں نے ممنوعہ پھل کھالیا ہے مگر آپ نے دیکھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ اب آپ بھی بقیہ نصف کھا لیجئے۔''

حضرت آدمؑ نے حوا کا بغور معائنہ کیا مگر انہیں حضرت حوا میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی۔ یہ دیکھ کر اور اپنا پورا اطمینان کرکے حضرت آدمؑ نے بھی نصف دانہ گندم کو منہ میں رکھا اور کھا گئے۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے شاید اس خیال سے کہ اب وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور انہیں جنت سے نہیں نکالا جائے گا۔

مگر ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک ان کے جسم سے جنت کی پوشاک اتر کر گر گئی اور وہ

دونوں ننگے کھڑے رہ گئے۔ اب تو ان کے ہوش و حواس غائب ہو گئے۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے انجیر کے پتوں سے اپنے ستر چھپائے۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا مگر ابلیس کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اب دونوں پچھتا رہے تھے وہ ایک دوسرے کو شرمندہ نظروں سے دیکھتے اور سر جھکا لیتے تھے۔

حضرت آدمؑ کو چونکہ منع کر دیا گیا تھا کہ وہ شجر ممنوعہ کے قریب نہ جائیں اور نہ اس کا پھل کھائیں مگر حضرت آدمؑ نے خدا تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کی اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر انہوں نے شجر ممنوعہ کا پھل یعنی "دانہ گندم" کھا لیا۔ اس دانہ کے کھاتے ہی ان سے جنت کی تمام مراعات چھین لی گئیں۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا اس جرم میں برابر کی شریک تھیں بلکہ اصل مجرم وہی تھیں اس لئے ان دونوں پر عذاب الٰہی نازل ہونا شروع ہو گیا۔

اب حضرت آدمؑ، حوا، سانپ اور مور کو جنت بدر کیا گیا۔ انہوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی تھی اس لئے اب وہ جنت کی رہائش سے محروم کر دیئے گئے اور انہیں زمین پر اتار دیا گیا۔

اس طرح حضرت آدمؑ اور حوا خدا کی نافرمانی کی وجہ سے مندرجہ ذیل قسم کے مصائب میں گرفتار ہوئے۔

ان سے جنت کا لباس چھین لیا گیا اور وہ بالکل ننگے ہو گئے اور انہیں انجیر کے پتوں سے اپنے جسم ڈھانپنے پڑے۔

آدمؑ اور حوا چونکہ الگ الگ مقامات پر اتارے گئے تھے اس لئے ان کے درمیان تقریباً دو سو سال تک جدائی رہی اس کے بعد ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔

شیطان کے اس بہکاوے سے آدمؑ اور شیطان کے درمیان دائمی عداوت پیدا ہو گئی جو قیامت تک قائم رہے گی۔ حضرت آدمؑ خطا کار قرار دیئے گئے۔

شیطان کو ان پر اور ان کی اولاد پر مسلط کر دیا گیا۔

دنیا کو حضرت آدمؑ کے لئے قید خانہ بنا دیا گیا۔

جنت میں انہیں کوئی کام کاج نہ کرنا پڑتا تھا مگر دنیا میں آ کر انہیں اور ان کی اولاد کو دنیا کے قسم قسم کے محنت کے کاموں میں لگا دیا گیا۔

اسی طرح ابلیس حضرت آدمؑ اور حوا کو بہکانے کے جرم میں مندرجہ ذیل عقوبتوں میں گرفتار ہوا۔

ابلیس لعین کو تمام روئے زمین اور آسمان اول کی بادشاہت سے محروم کر دیا گیا۔

ابلیس کی صورت مسخ کر دی گئی۔

ابلیس حق تعالیٰ کی قربت سے محروم رہ گیا۔

اس کا عزازیل نام تبدیل کر کے ابلیس نام تجویز ہوا۔

ابلیس بدبختوں اور کفار کا پیشوا بنا دیا گیا۔

ابلیس، معرفت الٰہی کی دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا۔

ابلیس کے لئے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

ابلیس نیکی سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا۔

ابلیس تمام دوزخیوں کا خطیب مقرر ہوا۔

زمین پر حضرت آدمؑ کی اولاد میدانوں اور پہاڑوں دونوں جگہ آباد تھی۔ یہ وہی جگہیں تھیں جہاں پہلے جنات آباد تھے۔ بنو آدمؑ قبائل میں منقسم ہو گئے تھے۔ میدانوں میں بنو قابیل اور پہاڑیوں پر بنو شیث آباد تھے۔

دونوں قبائل کی عادات یکسر مختلف تھیں۔ بنو شیث کے مرد وجاہت و جمال کے پیکر تھے مگر ان کی عورتیں بدصورت ہوتی تھیں۔ جبکہ بنو قابیل کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مرد بدصورت اور کریہہ شکل کے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔ بنو قابیل والے اپنی بھیانک شکلیں دیکھ کر کڑھتے تھے مگر اپنی حسین و جمیل عورتوں کو دیکھ کر انہیں اطمینان ہوتا تھا کہ دنیا کی سب سے خوبصورت عورتیں ان کے پاس ہیں۔

بنو قابیل اللہ کے نافرمانوں کا گروہ بن گیا تھا۔ بنو شیث سے اس کی دشمنی کا سبب یہ تھا کہ بنو قابیل کے سردار قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے اسباب بھی میں تمہیں بتا دوں اور تمہیں اس حقیقت سے روشناس کرا دوں کہ یہ قتل بھی من پسند عورت کے حصول پر ہوا تھا اور اس نفرت اور حسد کی آگ کو ہمارے جد امجد ابلیس نے بھڑکایا تھا۔

میں یعنی کہ جنات کا بیٹا ہامہ بن ہیم اس قتل کے وقت پیدا ہو چکا تھا۔ یہ میرا بچپن تھا۔ میرا باپ ہیم اپنے باپ اور دادا ابلیس کے ساتھ ہی زمین پر آباد ہو چکے تھے۔ بنو آدمؑ کو گمراہی کے راستے پر لانے کے لئے شب و روز ایک کیے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدمؑ کی نسل کے لئے حضرت آدمؑ کو دستور سمجھایا تھا کہ وہ اپنی اولادوں کی باہمی شادیاں کرتے رہا کریں۔ اس کا دستور یہ تھا کہ ایک بطن سے پیدا ہونے والا لڑکا دوسرے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا تھا لہٰذا جب ہابیل و قابیل پیدا ہوئے تو ان کی شادی کا معاملہ بھی ٹھہرا مگر ابلیس نے قابیل کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور اسے اس دستور کی خلاف ورزی پر اکسایا اور اس کی اپنے نیک اور صالح بھائی ہابیل سے ٹھن گئی۔ ہابیل ایک صلح جو اور امن پسند تھا۔ وہ اپنے

سرکش بھائی قابیل کو بری حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کیا کرتا تھا مگر قابیل پر شیطان مسلط ہو چکا تھا۔

لو، اب میں ہابیل اور قابیل کی عداوت اور اس قتل کی پوری کہانی سناتا ہوں۔

حضرت آدمؑ نے قابیل کی شادی کا معاملہ طے کر دیا تھا اور اسے حکم سنا دیا کہ اس کی شادی ہابیل کی بہن سے ہوگی۔ قابیل کو اپنے باپ کا فیصلہ قبول نہ تھا وہ دل گرفتہ ہو کر کوہ نوذ پر جا بیٹھا اور پہروں یہ سوچتا رہا کہ وہ اپنی بہن سے کیسے شادی کرے۔ قابیل کا دل بغض و کینہ سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے ذہن پر دہشت و غضب مسلط تھی اسے اس بات پر بھی دکھ تھا کہ اس کے باپ حضرت آدمؑ کا التفات ہابیل پر برستا تھا۔ وہ اس بات کو بھی بخوبی جانتا تھا کہ وہ اپنی فطرت بد کی وجہ سے باپ کی نظر میں حقیر ٹھہرا ہوا ہے اور یہ سب ہابیل کی وجہ سے ہوا ہے۔

کوہ نوذ کی سیاہ غار میں میرا پردادا اپنے خانوادے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جب اسے میرے باپ ہمم نے اطلاع دی کہ قابیل کوہ نوذ پر اداس و پریشان بیٹھا ہوا ہے۔ ابلیس کے لبوں پر ازلی خباثت عود آئی۔ اس نے رعونت و سرمستی کے ساتھ اپنے خانوادے کی طرف دیکھا اور کہا۔

"مجھے قسم ہے اس وحدہ لاشریک کی۔ جس نے مجھے قیامت تک انسان کو گمراہ کرنے کی طاقت عنایت کی ہے اور مجھے آسمانوں کے برجوں پر رہنے کی اجازت مرحمت کی ہے۔ میں بنو آدمؑ کو گمراہی اور ذلت کے گھپ اندھیرے اور نجاست سے بھرے راستوں پر گامزن کر دوں گا۔ میرے بچو آؤ اور تم بھی دیکھو کہ تمہارے باپ عزازیل نے آدمؑ کے بیٹے قابیل کو اپنے مکر و فریب میں کس طرح پھنسایا ہے۔ یاد رکھو، میں جب قابیل کے پاس جاؤں گا تو تم خود کو اسرار کے پردوں میں ہی رکھنا۔ میرے فریب کاریوں پر بالکل نہ ہنسنا اور کوئی شرارت نہ کرنا۔ اور ہاں اس بات کا بھی دھیان رکھنا کہیں ہواؤں میں آباد اللہ کے فرمانبردار جنات تم پر حملہ نہ کر دیں۔ میں تمہیں یہ نصیحت اور وعظ اس لئے کر رہا ہوں کہ تمہارا باپ بے شک بدی اور گناہ کی بے پناہ طاقتوں سے لیس ہے۔ مگر انسان کی خصلت بگاڑنے کے لئے اور بنو آدم کو پچھتاوے ندامت اور توبہ سے باز رکھنے کے لئے اس کے اندر تکبر اور نخوت بھرنے کے لئے ابھی مصروف عمل ہے۔ میں جب تک انسان کے خون میں خود فریبی، تکبر اور شرک نہیں اتار دیتا۔ اس کے قلب ذہن پر وسوسے اور شر پسندی کو غالب نہیں کر دیتا تم کو اس وقت تک جنات سے نہیں لڑنا ان کے پاس اللہ کی عطا کردہ قوتیں ہیں جو بلاشبہ تمہارے باپ یعنی ابلیس کی قوتوں سے زیادہ ہیں۔ میں جب تک بدی کی قوتوں کو ناقابل تسخیر نہیں بنا دیتا اور اپنی اولاد کو آدم پر مسلط نہیں کر دیتا۔ تمہیں ہرگز اور ہرگز جنات سے نہیں لڑنا بلکہ جہاں تمہیں جنات ملیں تم نے بھاگ جانا ہے۔ اور ہاں ایک اور بات یاد رکھو۔

تم نے اللہ کے نیک بندوں پر پہرے دینے ہیں ان کی دسترس سے دور رہ کر ان پر حملے کیا کرو۔ جب تک میرے منصوبے مکمل نہیں ہو جاتے اور جب تک میں بنو آدم میں ظلم و قتال اور گمراہی کے بیج نہیں بو دیتا۔ تمہیں اپنا تحفظ کرنا ہے۔"

ابلیس کا یہ وعظ اس کے ہاں دستور کا درجہ رکھتا تھا، جب وہ قابیل کی طرف روانہ ہوا تو اس کے فرزندان نے روایات کے مطابق اسے سجدہ کیا اور پھر اس کی راہنمائی میں کوہ نوذ کی حشر برپا کرنے والی چوٹی کی جانب چل پڑے۔ ابلیس جب قابیل سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر پہنچا تو اس نے خود کو باریش بزرگ کے روپ میں ڈھال لیا۔ وہ سرتاپا مجسم نیکی نظر آتا تھا۔ اس کے چہرے پر تازگی اور آنکھوں میں شفقت نظر آ رہی تھی۔ قابیل جو پتھر پر بیٹھا فیصلوں کی صلیب پر لٹکا ہوا تھا۔ ایک مہربان بزرگ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر اٹھ پڑا۔ وہ حیران ہوا کہ یہ بزرگ اس کے قبیلے کا نہیں ہو سکتا۔ اس لمحہ اسے احساس ہوا کہ یہ کوئی فرشتہ نہ ہو جو اس کی راہنمائی کے لئے کوہ نوذ پر اترا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اسے خود پر رشک آنے لگا۔

ابلیس نے قابیل کے چہرے کی یاسیت سے نمودار ہونے والی طمانیت کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور قابیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا اے۔ "بنو آدم کے سب سے شجاع اور ذہین نوجوان۔ خدا تجھ پر رحمتیں نازل کرے۔ تو اس قدر بدگماں اور متوحش کیوں ہے۔"

ابلیس کے بیٹے اپنے باپ کا یہ روپ دیکھ کر عش عش کر اٹھے اور اس کی بیوی طرطبہ اپنے شوہر ابلیس کی مکروہ فریبی پر قربان ہوگئی اس نے ستائشی نظروں سے اپنے بیٹوں کو دیکھا اور میرے باپ یعنی ہمم کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ سب قابیل اور ابلیس کے گرد ماورائی حصار قائم کر کے کھڑے ہو گئے۔

ابلیس کے الفاظ نے قابیل کے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ نیاز مندی کے انداز میں آگے کو جھکا اس کی رعونت و تکبر پر ابلیس کا غلبہ ہوگیا تھا وہ ملتجی انداز میں بولا "اے اللہ کے نیک بندے کیا تو کوئی فرشتہ ہے؟"

"اگر تمہارا اطمینان اور تمہارے دل کو سکون اس بات سے مل سکتا ہے تو سنو اے قابیل ہمیں اللہ ہی نے تمہاری راہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔" ابلیس نے قابیل سے کہا۔

تمہارا نام کیا ہے۔؟" قابیل نے دریافت کیا۔

"ہمارا نام یاسوط ہے۔" ابلیس نے جھٹ سے ایک نام تراشا۔ "تو ہمیں یاسوط کہہ کر مخاطب کر سکتا ہے۔ اب یہ بتا تو پریشان کیوں ہے؟"

”میری پریشانی تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔یاسوط!“ قابیل اب قدرے بے تکلف ہوا۔”میں اپنی بہن سے شادی کا خواہاں ہوں۔مگر تعلیمات الٰہی کے مطابق میرے باپ نے حکم ہے کہ میں دوسرے بطن سے پیدا ہونے والے بھائی ہابیل کی بہن سے شادی کروں۔شاید تم نہیں جانتے کہ میری بہن حسن و جمال میں کس قدر لاثانی ہے۔جبکہ ہابیل بلاشبہ اولاد آدم میں سب سے حسین و جمیل اور وجاہت کا پیکر ہے۔مگر اس کی بہن ایک عام سی عورت ہے۔میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔“

”تو مت کرو اس سے شادی۔“ ابلیس دل میں قابیل کے فیصلے پر قہقہے لگانے لگا۔اس کی منزل بہت قریب آ گئی تھی۔وہ بولا۔”سنو قابیل۔تمہارا یہ فیصلہ تمہارے باپ کو شاید قبول نہ ہو۔مگر یاسوط سے عہد کرتا ہے کہ تمہاری خواہشوں کی تکمیل میں تیرا ساتھ دے گا۔مگر تمہیں بھی ایک عہد کرنا ہو گا۔“

”کیسا عہد اے مہربان یاسوط۔“ قابیل نے مسرت و تجسس سے پوچھا

”یہ کہ تم اپنے باپ اور اس کے کسی بھی سعادت مند بیٹے سے ہمارا ذکر نہیں کرو گے۔اگر تم نے ہمارا ذکر کر دیا تو وہ تمہیں ہم سے بدظن کر دیں گے۔چونکہ ہم سے تمہارا یہ افسردہ چہرہ دیکھا نہیں جاتا اے قابیل اس لئے ہم خود کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔“

قابیل جو خواہشوں کا غلام تھا۔اسے یاسوط جیسا ہمدرد ملا تو اس نے ایفائے عہد کی یقین دہانی کرائی اور کہا۔”اے عظیم یاسوط! تم قابیل کی فطرت سے آگاہ نہیں ہو۔سنو! آدمؑ کا یہ بیٹا اس کی اولاد میں سب سے زیادہ خودسر اور ضد کا پکا ہے۔میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری دوستی راز میں رہے گی۔“

”قابیل۔تو خود بھی عظیم ہے۔میں تجھے علم و تدبر اور بدنی طاقتوں سے بہرہ ور کر دوں گا اور نہ صرف میں بلکہ میرے سارے فرستادہ بندے تیری رکھوالی کریں گے۔“ ابلیس نے اسے اپنی طاقتوں کا اسیر بنانے کے لئے کہا۔

عہد و پیماں کے بعد ابلیس نے کہا۔”سنو قابیل۔اب تم اپنے فیصلے پر ڈٹ جاؤ اور آدمؑ سے کہو کہ تمہیں اس کا فیصلہ قبول نہیں ہے اور ہاں سنو، اب میں جا رہا ہوں تمہیں جب بھی ہماری ضرورت محسوس ہو یہاں کوہ نوذ پر چلے آنا۔ہماری اور تمہاری ملاقاتوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔البتہ تمہارے اطمینان کے لئے یہ بات بھی بتا دوں کہ جب بھی میں نے محسوس کیا کہ ہمارا دوست قابیل خطرے میں ہے تو میں خود تمہارے پاس آ جاؤں گا۔“

ابلیس نے قابیل کو اپنا اسیر بنا لیا تھا اور پھر وہ جب اپنے خانوادے میں واپس آیا تو فرط مسرت سے اس کے بھیانک اور مسخ چہرے کی خباثت سے نرم و نازک فضا زہر آلود ہو گئی۔ابلیس کے

منحوس قہقہوں میں اس کی بیوی اور بچے بھی شامل تھے۔میں تو اس وقت اپنی ماں کی گود میں کلکاریاں مارتا تھا۔مجھے قطعی احساس نہیں تھا کہ میرے پڑدادا ابلیس نے آدمؑ کے خودسر اور شرپسند بیٹے کو اپنا مطیع بنا کر کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔

میرا باپ اپنے دادا کے اس جوش و مسرت پر قدرے حیران بھی ہوا تھا اس نے بالآخر ابلیس سے یہ دریافت کر ہی لیا۔”اے میرے باپ لاقیس کے باپ! بدی اور گمراہی کی قوتوں کے سردار اعلیٰ! تیرے خبث باطن کو تیرا یہ بیٹا سمجھنے سے عاجز ہے کہ تو نے ایک نیک اور فرشتہ صورت انسان کی شکل میں منتقل ہونا کیوں پسند کیا؟“

ابلیس نے اس سوال پر طویل قہقہہ لگایا۔کوہ نوذ کی پراسرار فضا اس کے شیطانی قہقہوں سے لرز گئی اور پہاڑوں کی چراگاہوں میں بیٹھے خوش الحان طیور و چرند اپنی بولیاں بھول کر خوف سے اڑ گئے۔آبشاروں کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی ابلیس کے قہقہوں سے چھلکنے والے بدبودار چھینٹوں سے متعفن ہو گئے مگر اس کا قہقہہ کئی ساعتوں تک فضاؤں میں گونجتا رہا۔طرطبہ جانتی تھی کہ آدمؑ کو جنت سے نکلوانے کے بعد ابلیس آج دوسری بار اس قدر خوش ہوا تھا۔اس کے قہقہوں کو جب لگام لگی تو وہ بولا۔

”اے میرے نادان بیٹے سن! آدم کو گمراہ کرنے کے لئے سب سے بہتر ہتھیار یہی ہے کہ اسے اپنی گفتگو اور شکل و صورت سے باور کرا دو کہ تم شیطان نہیں، فرشتے ہو۔یاد رکھو جو گناہ نیکی کی آڑ میں کرایا جاتا ہے وہ زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔جاہل متکبر اور خودسر انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے شرافت کا لبادہ اوڑھنا بے حد ضروری ہے۔اگر تم سب شیاطین اس حکمت پر کام کرو گے۔تو تمہارا باپ تم سے بہت خوش ہو گا۔“ یہ کہہ کر ابلیس نے اپنی بیوی کا ہاتھ تھاما اور بولا۔”اب ہم آسمانوں کی خبریں لینے جا رہے ہیں۔تم سب بنو آدمؑ کی آبادیوں میں جاؤ اور اپنے اپنے ذمہ فرائض ادا کرو۔“ ابلیس نے میرے دادا قیس کو مخاطب کیا۔”تم آج سے قابیل پر مسلط کئے جاتے ہو۔جاؤ اور اس کے شب و روز اور فکر و عمل کا حساب کتاب کرو اور مجھے پل پل کی خبر دو۔“

ابلیس اپنی فتنہ گر بیوی کے ساتھ کوہ نوذ سے غائب ہو گیا اور اس کی اولاد بھی بنو آدمؑ کے گمراہ انسانوں کے دل و دماغ پر جا کر مسلط ہو گئی۔

قابیل نے حضرت آدمؑ کو اپنے سفلی ارادوں سے باخبر کر دیا اور کہا۔”ہابیل کو عزیز از جان رکھنے والے میرے باپ! مجھے تمہارا یہ فیصلہ منظور نہیں ہے۔میں اپنی بہن سے ہی شادی کروں گا۔“

حضرت آدمؑ اپنے سرکش اور گستاخ بیٹے کی بے لگام زبان پکڑ کر بولے۔”ناخلف اور خدا کے دشمن، شیطان مردود نے تیرے دل و دماغ کو مسخر کر لیا ہے۔کیا تو نہیں جانتا کہ ہر گستاخ اور نافرمان

انسان کے وہم وخیال اور فکر وعمل پر شیطان اجارہ داری کرتا ہے۔ تجھے یقیناً شیطان نے گمراہ کیا۔ سنو اے قابیل! میں تجھے ایک موقع دیتا ہوں اور تمہارا فیصلہ خدا پر چھوڑتا ہوں اس لئے کہ تم یہ نہ کہ میں تیری حق تلفی کر رہا ہوں ۔تم دونوں اللہ کی راہ میں قربانی کرو۔ آسمان سے ایک آگ نا ہوگی وہ آگ اللہ کے حکم سے جس کی قربانی کو کھا لے گی وہی تمہاری بہن سے شادی کرے گا۔ یہ تم ہو سکتے ہو اور ہابیل بھی۔"

قابیل کے ذہن پر تو یا سوط کا بھوت سوار تھا۔ لہٰذا اس نے رعونت سے کہا۔ "مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔"

ابلیس حضرت آدمؑ کا فیصلہ سن کر طیش میں آ گیا۔ اس نے غضب اور نخوت کے عالم میں اپنا پہاڑ کی چٹان پر مارا اور بے بسی سے چیخ مار کر دھاڑا۔ "اے آدمؑ تو نے اچھا نہیں کیا۔ تو نے اچھا نہ کیا۔" ابلیس اپنے بیٹوں کو غم وحسرت سے دیکھتے ہوئے بلبلا کر بولا۔ "اے بدی کے گماشتو! تمہارا باپ کو آدمؑ نے شکست دے دی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ آدمؑ گستاخ بیٹے کا سر فوراً قلم کر دے گا۔ اس نے اپنا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا اور آج کوہ نوذ پر حق و باطل کا فیصل ہونے والا ہے۔" پھر وہ افراتفری کے عالم میں چلایا۔ "سنو! اس سے قبل کہ کوہ نوذ فرشتوں اور جنات کا مسکن بن جائے۔ تم سب جا سے یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔ جب قربانی چاٹنے کے لئے آسمان سے آگ برس چکے تو ان آبادیوں میں جا کر دبک جانا۔" یہ سنتے ہی میرا باپ سر بسجود ہو کر پوچھ بیٹھا۔

"گناہ بدی کے پیامبر! تیری نحوست تیرا قہر تا قیامت قائم رہے، تو اپنے اس بیٹے کو یہ بتا اب ہمارا مسکن کہاں ہوگا؟"

"ہمارا مسکن ساری دنیا ہے۔ ہر گنہگار اور مشرک کا گھر ہے' اس کے قلب ونظر پر تم استراحت کرو گے۔ اس کے وجود میں تمہاری غاریں ہوں گی۔ دنیا میں رہنے کے لئے تمہارے لئے کوئی کمی نہیں ہوگی میرے بچے!" ابلیس نے کہا۔ "اگر تیرا منشا یہ ہے کہ کوہ نوذ کی یہ غار چھوڑ کر اب ہمارا کہاں ہوا کرے گا تو سنو فرزندان ابلیس۔ اب ہم سب کوہ ابوقبیس پر ملا کریں گے۔ یہ پہاڑی حرم والے شہر مکہ کے قریب واقع ہے اور آدمؑ عنقریب وہاں پہنچنے والا ہے۔" ابلیس اپنے نئے ٹھکانے کا اعلان کرتے ہی غائب ہو گیا۔

قابیل وہابیل اپنی اپنی قربانیاں لے کر ابوالبشر حضرت آدمؑ کی راہنمائی میں کوہ نوذ پر پہنچ گئے تھے۔ اس روز موسم حشر برپا کرنے والا تھا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ متجسس و بے کل تھا کہ دیکھئے حق و باطل کے اس معرکے کا فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔

قابیل زراعت پیشہ تھا لہٰذا وہ اپنی بدترین فصلوں کی قربانی لے کر آیا تھا۔ اس کے اندر کا بغض

کینہ اور بدفطرتی اس کی بوسیدہ اور گلی سڑی قربانی سے ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بدنیت تھا اس لئے وہ اللہ کے حضور اپنی بہترین قربانی لے کر پیش نہیں ہوا تھا۔ جبکہ ہابیل جو شرم وحیا کا پیکر تھے۔ نیکی وفراست میں ید طولیٰ کے حامل تھے اور عبادت الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ وہ پیشہ کے اعتبار سے چرواہے تھے لہٰذا وہ نہایت عجز وانکساری کے عالم میں اپنے ریوڑ میں سے بہترین دنبے لے کر حاضر ہوئے تھے۔

جب دونوں قربانی کی اشیا اپنے سامنے رکھ چکے تو حضرت آدمؑ نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رب ذوالجلال کے دربار الوہیت میں ملتجی ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں میں سے حق گوئی قربانی منظور کرنے کی استدعا کی۔ پس ادھر حضرت آدمؑ نے دعا فرمائی اور آدھر آسمان کی وسعتوں سے اللہ کے حکم سے آگ برسی اور ہابیل کی قربانی چاٹ گئی۔

اسی لمحہ کوہ ابوقبیس کے غاروں میں پناہ گزین ابلیس اور اس کی اولاد نا گہانی تکلیف میں مبتلا ہو کر دھاڑیں مار مار کر رو دیئے تھے۔ ان کی لرزہ خیز اور بھیانک چیخوں سے بدی کے میناروں کے کنگرے گر گئے اور باطل دلوں پر گمراہی کے قفل لگ گئے۔ ابلیس چیخ وپکار کرتا ہوا یکا یک قہقہے لگانے لگا۔ پھر وہ زقند بھر کے کوہ نوذ پر جا پہنچا اور اس نے قابیل کے قلب ونظر کو اپنی گرفت میں لینا چاہا لیکن ان لمحات میں اسے سخت دھچکا لگا اور آسمان سے آگ کا ایک گولا اس کی سمت پھینکا گیا اور ساتھ ہی پوری کائنات ابلیس مردود پر لعنت بھیجنے لگی۔

قابیل اپنی قربانی کے دھتکارے جانے پر پیچ وتاب کھانے لگا تھا مگر اب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اسے ہر حال میں ماننا تھا۔ مگر اس کی عصبیت نے اسے گمراہ کر دیا۔ عین وقت پر اسے ابلیس کا سہارا بھی مل گیا۔

ابلیس قابیل کو نئی راہیں سمجھانے کے بعد دوبارہ کوہ ابوقبیس پر نمودار ہوا تو اس کا چہرہ مسرت سے اور بھیانک ہو گیا تھا۔ فرزندان ابلیس اور اس کی بیوی طرطبہ نے اس کی خوشیوں کا سبب دریافت کیا تو وہ بولا:

"آج میں اس لئے خوش ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا ہے۔ میں جو اس رنج سے ملول ہو گیا تھا کہ آدمؑ نے قابیل کو اپنے ہاتھوں سے کیوں نہیں مارا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے ہابیل کو حق ودیعت کر دیا ہے تو مجھے قابیل کو گمراہ کرنے کا نادر موقع مل گیا ہے۔ وہ ضدی، خودسر اور متکبر انسان ہے۔ اس کے اندر گمراہی کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ اس کو بس بدی کی آگ دکھانے کی ضرورت ہے۔ میرے بچو! اللہ نے قابیل کے دل پر گمراہی کا قفل لگا دیا ہے۔ میں جب کوہ نوذ پر گیا تو قابیل کو اپنے باپ سے لڑتا ہوا پایا۔ تم جانتے ہو کہ قابیل بنو آدمؑ میں سب سے زیادہ خودسر اور بہادر شخص ہے۔ وہ طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا ہے۔ اس نے ہابیل کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اب تم ذرا سوچو کہ جب

قابیل ہابیل جیسے نیک معصوم اور صلح جو انسان کا قتل کرے گا انسان کی تاریخ کیا بن جائے گی۔ میرے بچو! آدمؑ کو جنت سے نکلوانے کے بعد میرا یہ دوسرا بڑا منصوبہ ہے۔ تم سب کو چاہئے کہ اپنے باپ بدی کی قوتوں کو زیادہ سے زیادہ پر ہیبت اور بھیانک بنا کر بنو آدمؑ کے دلوں پر بیٹھ جاؤ اور انہیں با اور گمراہی پر اکساتے رہو۔ ان کے ذہنوں پر اپنے منحوس ناخنوں سے خراشیں ڈال دو تا کہ وہ نیکی ا بدی میں تمیز نہ کر سکیں۔ ان کے ذہنوں کو بدی کے تابع کر دو۔ وہ جتنے گناہ کریں گے تمہاری قوت میں اسی قدر اضافہ ہوگا اور یوں میں روز محشر اللہ کو یہ باور کرا سکوں گا کہ اے ارض و سما کے مالک اور آدمؑ تخلیق دینے والے رب، دیکھ میں نے اس آدمؑ کو گمراہ کر کے تیرا شریک بنا دیا ہے جس کو سجدہ نہ کر کی پاداش میں تو نے مجھے جنت سے دھتکار دیا ہے۔ میرے مراتب چھین لئے اور میرا نوری لبا چھین کر غلاظت سے بھرا ہوا یہ پیرہن پہنا دیا۔ تو نے میری صورت مسخ کر دی۔ دیکھ میں نے تیرے بندوں کے دلوں پر غفلت و گمراہی مسلط کر کے اس کا چہرہ بے نور کر دیا۔'' ابلیس متوحش قلب و نظر سے آہ زاری کرنے لگا اور اپنے بالوں میں خاک ڈالنے لگا۔ اولاد ابلیس یہ دیکھ کر آہ زاری کرنے لگی فضائیں منحوس اور بھیانک آوازوں سے بوجھل ہو گئیں۔ میں اپنی ماں کی انگلی تھامے اولاد ابلیس کو کناں دیکھ کر بلکنے لگا تھا۔ مجھے ان کے بھیانک چہروں اور چیخ و پکار سے خوف محسوس ہونے لگا تھا سوچنے لگا تھا کہ انہیں یکا یک کیا ہو گیا ہے۔

ابلیس نے اس شام جب سورج زوال کے وقت پر ٹھہرا ہوا تھا اپنی اولاد کو مختلف امور پر مامور کرنے کے بعد قابیل کے پاس پہنچ گیا۔

قابیل اپنی چراگاہ میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے کھیتوں میں لہلہاتی فصلیں تباہ ہو تھیں اور وہ پریشان تھا کہ اچھی بھلی فصلوں کو یکا یک کیا ہو گیا ہے۔ اسے یاسوط بھی یاد آ رہا تھا۔ ارض پر اسے یاسوط کے علاوہ اپنا کوئی ہمدم نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضرت آدمؑ نے اس کی شادی کا فیصلہ کر تھا مگر قابیل کو یہ گوارا نہ تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جونہی اس کا باپ کہیں جائے اگ وہ ہابیل کو قتل کر ڈالے گا۔ وہ اپنی قربانی کے رائیگاں جانے پر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ جب یاسوط اس کی دلجوئی کے لئے وہاں آ گیا۔

قابیل اسے دیکھتے ہی بپھر گیا اور جلال میں بولا۔ ''اے یاسوط تو کہاں چلا گیا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے ہمدم قابیل پر کیا آفت پڑی ہے؟''

''قابیل تجھے مبارک ہو کہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہے گا۔'' یاسوط نے اسے دلاسا دیا۔ ''میں تیرے راستے صاف کرنے گیا ہوا تھا۔ میں تجھے یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ آج آدمؑ ابو قبیس کی طرف جا رہے ہیں اور اپنے پیچھے ہابیل کو قبیلے کی سرداری سونپ کر گئے ہیں۔ تیرے

اس سے بہتر موقع نہیں ہوگا تو ہابیل کو اپنی طاقت سے مرعوب کر دے اور اسے اس بات پر قائل کر لو کہ وہ تمہاری بہن کے حق سے دستبردار ہو جائے۔''

''اے یاسوط! مجھے قسم ہے تیری اس عقیدت کی جس نے تمہیں مجھ سے مانوس کر دیا ہے۔ بس تو مجھے یہ بتا کہ ہابیل کہاں ہے۔ میں آج ہی اسے ختم کر دوں گا۔'' قابیل مٹھیاں بھینچتے ہوئے دھاڑا۔

''میں تیرے دل کی حالت سے آگاہ ہوں اے قابیل۔ آدمؑ نے تیرا حق چھین کر تجھے جس مصیبت میں مبتلا کیا ہے اس کا علاج صرف یہی ہے کہ تو ہابیل سے بڑا ہے اور قبیلے کی سرداری کا حق بھی تجھے حاصل ہے۔ آدمؑ تجھے ہر طرح کے حقوق سے محروم کر رہے ہیں۔ اس لئے تو اپنی طاقت کا اظہار کر۔ یاسوط کی قوتیں بھی تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ تو ابھی اس بات سے آگاہ نہیں کہ تیرے یاسوط کے پاس کیسی مخفی قوتیں ہیں۔ اگر تو حکم دے تو تیرا یاسوط ہابیل سمیت تمہارے سارے بہی خواہوں کو ختم کر ڈالے۔ مگر اس طرح تیری قوت کا اظہار نہیں ہو پائے گا۔ پس اے قابیل! یہ دیکھ کہ تیرا یاسوط ہابیل کی خبر کیسے لاتا ہے۔'' یہ کہہ کر ابلیس نے اپنی شیطنت کے لبادے میں منہ چھپا لیا اور بھیانک قہقہہ لگا کر بولا۔ ''اے قابیل بس ایک ساعت کے لئے تجھے انتظار کرنا پڑا گا۔''

ابلیس نے اپنا وجود فضاؤں میں تحلیل کر لیا اور کچھ ہی دیر بعد وہ ایک بار پھر قابیل کے بالمقابل کھڑا تھا۔ اس کی شیطنت اور ازلی انتقام و غضب اس کے چہرے کی خباثت میں رچ بس گئی اور وہ جوش کے عالم میں بولا۔ ''قابیل! تیرا شکار اس وقت کوہ نوذ کی چراگاہوں میں اپنے ریوڑ کے ساتھ موجود ہے۔''

یہ سنتے ہی قابیل برق کی طرح باہر کو لپکا تو ابلیس نے اسے روک لیا اور بولا۔ ''اے بنو آدمؑ کے قوی الہی کل قوی العزم انسان۔ میری ایک بات غور سے سن۔''

قابیل کے قدم رک گئے اور اس نے قہر و تجسس سے بھری نظروں کے ساتھ ابلیس کو دیکھا۔

''میرے دوست یاد رکھنا جب ہابیل عبادت الہی میں مصروف ہو تو اس وقت ہرگز اس کے پاس نہ جانا۔ ورنہ اس کی حفاظت پر مامور قوتیں تیرے ارادوں پر خاک ڈالیں دیں گی۔'' یہ کہہ کر ابلیس آگے بڑھا اور اپنے بازو کھول کر بولا۔ ''اے قابیل! اس دنیا میں مجھ سے زیادہ تیرا خیر خواہ کوئی نہیں۔ میں ہی تیرا غمگسار اور تیرا راز دار ہوں آ کر میرے سینے سے لگ جا۔ آج تو جس مقصد کی خاطر جا رہا ہے میرا دل نہ جانے کیوں لرز بھی رہا ہے۔''

قابیل اس کے سینے سے لگ گیا۔ ابلیس مردود نے روہانسی شکل بنا کر اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا تو قابیل نے کہا۔ ''اے میرے غمگسار تو اپنے دل کو مضبوط بنا لے تو یہ سوچ کہ تیرا قابیل کامیاب واپس لوٹے گا۔''

قابیل کوہ نوذ کی چراگاہوں کی طرف روانہ ہوگیا تو ابلیس بھی اپنی فتنہ پردازیوں کے ساتھ اولاد کے پاس پہنچ گیا اور مجھ سمیت ساری اولاد کو جوش و غضب کے ساتھ بتانے لگا۔"اولاد ابلیس آؤ دیکھو کہ تمہارے باپ ابلیس نے آج کیا کارنامہ انجام دیا ہے"

طرطبہ جو اپنے شوہر کی رمز شناس تھی بولی۔"اے بدی کے سرخیل! کیا تو نے قابیل کو ہا کے قتل پر آمادہ کرلیا ہے؟"

"ہاں برائی کی قوتوں کی ماں۔یہ تیری قربت کا جنون ہے کہ تیرا ابلیس آج ارض و سما کو انسانی قتل کا تحفہ دینے میں کامیاب ہونے والا ہے۔"

ابلیس اپنی اولاد کو لے کر کوہ نوذ کی چراگاہوں میں پہنچ گیا اور ایک کونے میں دبک کر ہا دیکھنے لگے جو عبادت الٰہی میں مستغرق تھے اور ان سے کچھ ہی فاصلے پر قابیل ایک چٹان کی آڑ بیٹھا ہوا تھا۔سورج عین آسمان پر آگ برسا رہا تھا۔کوہ نوذ کی چراگاہوں میں ہوائیں سا تھیں۔زمین کا ذرہ ذرہ ان لمحات کی چاپ سن رہا تھا جو کچھ ہی دیر بعد رونما ہونے والا تھا۔

قابیل نے جب دیکھا کہ ہابیل عبادت سے فارغ ہو چکا ہے تو اس نے جوش کے ساتھ مارا اور ہابیل کے پاس پہنچ گیا۔ہابیل اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ ان کا کینہ پرور بدظن اور گمراہی جتلا بھائی نیک ارادوں کے ساتھ وہاں نہیں آیا۔انہوں نے نہایت نرم الفاظ میں بھائی کی خیر دریافت کی اور پوچھا۔"میرے بھائی تو اس قدر غصے میں کیوں ہے؟"

"میرا غصہ تیرا پیدا کیا ہوا ہے اے ہابیل۔" قابیل نے نفرت کے ساتھ کہا۔"اور آج م غصہ اور قہر و غضب تجھے راہ راست پر لے آئے گا۔"

"اے میرے جوان بھائی! کیا تو نہیں جانتا کہ ہم دونوں میں سے حق پر کون ہے۔اس فیصلہ تو اس رب کائنات نے کردیا ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے۔"

ہابیل نے بدی اور گمراہی پر مائل اپنے بھائی کو سمجھانا چاہا۔"اے میرے بڑے بھائی! بھی میری طرح اللہ کی رضا چاہتا ہے تو اس کی عبادت کر اور اس سے حق اور سچائی کا راستہ مانگ نافرمانی کرکے اپنے باپ کا دل نہ توڑ۔اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے باپ کا التفات صرف مجھ کیوں ہے تو سن میرے بھائی! میں اللہ کی رضا پر خوش رہتا ہوں۔اس کے قوانین پر عمل کرتا ہو اپنے نفس کا غلام ہے اور تجھے ابلیس مردود گمراہ کررہا ہے۔" قابیل بھائی کی ناصحانہ باتوں سے بھ اس پر جوش اور انتقام غالب آگیا تھا لہٰذا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے حق گو اور اللہ کے بندے ہابیل کو قتل کرڈالا۔ہابیل کا خون جونہی زمین پر گرا اور ابلیس کے مکروہ قہقہے گونجنے لگے۔و

فتح کے نشے میں جھومنے لگا اور اولاد ابلیس اپنے باپ کے ساتھ مل کر جشن منانے لگی۔اس سے قبل کہ ابلیس آگے بڑھ کر قابیل کو فتح کی مبارکباد دیتا اس نے آسمان پر خون کا طوفان دیکھ کر اپنی اولاد سے کہا۔"میرے بچو! اللہ کا قہر نازل ہونے والا ہے جلدی سے کوہ ابوقبیس کی تاریک گھاٹیوں میں جاکر پناہ لے لو۔"

ابلیس قہر الٰہی کے خوف سے سہم کر کوہ ابوقبیس کی تہہ میں اتر گیا تھا اور ادھر قابیل کو بھی جیسے ہوش آگیا۔اس کے سر سے نفرت و کینہ کا غبار سرکا تو اپنے بھائی کی لاش دیکھ کر گھبرا گیا۔اسے خیال آیا کہ اس کے والد حضرت آدمؑ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے لہٰذا وہ ہابیل کی لاش ٹھکانے لگانے کے لئے غور و خوض کرنے لگا۔وہ اسی ادھیڑبن میں مبتلا کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب بندے ہابیل کی لاش کو بے حرمتی سے بچانے کا اہتمام کیا اور اپنی قدرت سے ایک کوا زمین پر بھیجا۔جس نے اپنے مرے ہوئے ساتھی کو زمین کھود کر دفن کردیا۔قابیل نے ایک پرندے کی اس ذہانت سے سبق سیکھا اور آہ بھر کر خود پر لعنت کی"خدا تجھے غارت کرے اے قابیل تو کس قدر لاچار ہے کہ تجھے اپنے بھائی کو دفن کرنے کا بھی خیال نہ آیا۔"

قابیل نے مٹی کھود کر گڑھا تیار کیا اور ہابیل کو اس میں دفن کردیا۔اب وہ مطمئن ہوگیا تھا کہ وہ یوں اپنے باپ کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوجائے گا کہ ہابیل چراگاہ میں بھیڑ بکریاں چراتے ہوئے کہیں غائب ہوگیا ہے مگر وہ بدگماں اور جاہل انسان یہ نہ سمجھ سکا کہ اللہ پاک تو سب دیکھ رہا ہے۔قابیل تو اس اطمینان کے بعد اپنے کھیتوں میں چلا گیا تھا مگر ادھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ نے حضرت آدمؑ کو ہابیل کے قتل سے آگاہ کردیا۔

ہابیل کے قتل پر حضرت آدمؑ بے حد رنجیدہ ہوگئے۔انہوں نے جواں سال اور سعادت مند بیٹے کی موت کا غم اپنے دل پر لیا اور آپ کا یہ غم نوحے کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔وہ پہروں بیٹھ کر ہابیل کو یاد کرتے اور قابیل کو لعنت و ملامت کرتے رہتے۔بیٹے کے ہجر میں ان کی زبان سے جو الفاظ نوک زبان پر آئے وہ آنے والی نسلوں کے لئے مرثیہ یا نوحہ کی صورت میں یاد کئے جانے لگے اور یوں زمین پر پہلے انسانی قتل کے بعد جو پہلا نوحہ کہا گیا وہ حضرت آدمؑ نے ہابیل کی یاد میں کہا۔

قابیل اپنے معصوم اور حق گو بھائی کے قتل پر پہلے تو پشیمان ہوا تھا مگر بہت جلد ابلیس نے اسے آن لیا اور اسے باور کرادیا کہ اگر اس نے ہابیل کے قتل پر پچھتاوے کا اظہار کیا تو وہ کمزور ہوجائے گا۔ابلیس یہ بات جانتا تھا کہ اگر قابیل نے ہابیل کے قتل پر پچھتانا شروع کردیا اور خود کو ملامت کرنے لگا تو اس کا احساس جرم اعتراف جرم کے بعد سنگین نہیں رہے گا۔ممکن ہے حضرت آدمؑ قابیل کے معافی مانگنے پر اسے معاف کردیتے۔ایک بار تو قابیل کے دل میں یہ بات آئی بھی کہ وہ اپنے

باپ اور ماں حوا سے اس قتل پر معافی مانگ لے۔ مگر ابلیس نے اسے وسوسوں کی سولی پر چڑھا دیا اور اس کے نفس کو قائل کر دیا کہ جس مقصد کی خاطر اس نے یہ قتل کیا ہے وہ دراصل اس کا حق تھا۔ لہٰذا قابیل اپنے ہمدرد یاسوط کی گمراہی میں ہی گرفتار رہا اور اس نے بیانگ دہل اعلان کر دیا کہ ہابیل کو قتل کرنے کا اسے کوئی غم نہیں ہے۔

حضرت آدمؑ کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ انہوں نے قابیل کو اپنی شفقت سے ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور کہا۔ ''اے بد بخت انسان! تو نے رب ذوالجلال کی نافرمانی کر کے جو گناہ کیا اس کے بعد تجھے یہ حق نہیں ہے کہ میری رفاقت تجھے نصیب ہو۔ تیرے لئے ابلیس مردود جیسے نافرمانوں کی مجلس ہی بہتر ہے۔ میری نظروں سے دور ہو جا اے گستاخ ظالم انسان۔ تو اس قابل نہیں رہا کہ انسانوں میں رہ سکے۔ تو وحشی درندہ ہے تو نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کر کے آدمؑ کی توہین کی ہے اے بد بخت۔''

قابیل کے لئے باپ کا یہ دوسرا فیصلہ کڑی آزمائش تھا۔ پہلے ہی وہ ان کے پہلے فیصلے کی نافرمانی کی سزا بھگت کر بنو آدمؑ کی نظروں سے گر گیا تھا لہٰذا اس نے چاہا کہ وہ اپنی والدہ کی آڑ لے کر یہیں ٹکا رہے مگر اماں حوا نے بھی اسے بری طرح دھتکار دیا اور کہا۔ ''اے ہمارے سنگدل اور گستاخ بیٹے! میں تیری وکالت نہیں کروں گی۔ میں تو پہلے ہی آدمؑ کو جنت سے نکلوانے کا گناہ کر چکی ہوں لہٰذا اے اللہ کے دشمن میں تیری مدد کر کے اپنے گناہوں کے بوجھ کو بڑھانا نہیں چاہتی۔ تیرے باپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ راست ہے تو انسانوں میں رہنے کے قابل نہیں رہا۔ پس تو آج سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے یہاں سے چلا جا۔''

قابیل اپنے باپ حضرت آدمؑ اماں حوا کے سایہ عاطف سے بری طرح دھتکارا گیا تو بے حد رنجیدہ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اسے انسانوں کی اس بستی سے نکال دیا گیا تو بھوکا پیاسا مر جائے گا۔ اس مرحلے پر اسے یاسوط یاد آنے لگا کیونکہ وہی اب اسے رہنمائی اور پناہ دے سکتا تھا۔ وہ دل میں اسے یاد کر کے کوہ نوذ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ یاسوط نے اسے کہا تھا کہ اگر کبھی اسے ملنا ہو تو وہ کوہ نوذ پر آ جایا کرے۔ قابیل نے پوری رات اس چوٹی پر یاسوط کو یاد کرتے کرتے گزار دی۔ مگر یاسوط نہیں آیا۔ وہ بھلا آتا بھی کیسے۔ وہ تو جفاکار تھا اس وقت اپنی ابلیسی قوتوں کے مظاہر دکھانے کے لئے کوہ ابوقبیس کی تنگ و تاریک اور مہیب کھائیوں میں جشن فتح منا رہا تھا۔ میرے دادا لاقیس نے ابلیس کو قابیل کے معاملات کی خبر کر دی تھی۔ میں تمہیں یہ بتا ہی چکا ہوں کہ ابلیس نے میرے دادا کو قابیل پر مسلط کیا ہوا تھا جو اسے ہر لحظہ اس کے نفس پر سوار ہو کر اسے بدگمانی اور انا پرستی پر مائل رکھتا تھا۔

ابلیس جب جنات اور فرشتوں کا سردار تھا تو اس کی حکمت اور بہادری کے خوف سے مخلوق پر

لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ وہ علم و فضل میں بھی یکتا اور دبنگ عالم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی انہی خوبیوں اور اوصاف کی بنا پر اسے سلطان الارض بنایا گیا تھا۔ مگر گستاخی، بے ادبی اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کے باعث اس کی بہادری اور حکمت مکر و فریب میں بدل گئی اور اس نے اپنے علوم کو برائی کی ترغیب اور تبلیغ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ ہر لحظہ اسی فکر میں مبتلا ہوتا کہ وہ بنو آدمؑ کو گمراہ کرنے اور اپنی ابلیسی قوتوں کو تقویت دینے کے لئے کیا حکمت عملی اختیار کرے لہٰذا سب سے پہلے اس نے اولاد ابلیس کو راسخ والعقیدہ شیطان بنانے اور ان کی قوتیں بڑھانے کے لئے سفلی علوم کو جنم دیا اور برائی کی قوتوں کے نہایت خوفناک مظاہر دکھانے لگا۔ ابلیس نے اپنے بیٹے لاقیس کو قابیل پر مسلط کر دیا تھا اور وہ اسے برابر اطلاع بھی دیتا تھا کہ قابیل رنج و غم اور غصہ سے بھرا ہوا ہے اور کوہ نور پر کئی روز تک بھوکا پیاسا رہ کر انتظار کرنے کے بعد پہاڑ سے اتر گیا ہے لیکن ابلیس نے اس کی خبر نہ لی اور پر اس کے بیٹوں نے اس سے پوچھا کہ وہ قابیل کی دلجوئی کے لئے کیوں نہیں جا رہا مگر ابلیس کی کی بات کا جواب نہ دیتا تھا۔ اس کی خاموشی پر لاقیس اور دوسرے بیٹے بھی حیران ہوتے کہ بدی کے باپ کو کیا ہو گیا ہے۔ دراصل ابلیس آسمان پر ہونے والے فیصلوں کی چاپ سن رہا تھا اسے یقین تھا کہ ہابیل کے قتل کے بعد اس پر عذاب آئے گا لہٰذا اس نے اس عذاب سے قبل از وقت آگاہ ہونے کے لئے اپنی اولاد کو آسمانوں کی خبریں لانے پر مامور کر دیا۔

اے خاکی انسان ذرا غور سے سنو! حضرت آدمؑ کے زمانے میں ابلیس اور اس کے چیلے پہلے آسمان پر چوری چھپے جاتے تھے۔ پہلا آسمان جس کے نیچے یہ تمہاری زمین آباد ہے، پہریدار فرشتوں کی حفاظت میں رہتا ہے۔ آسمانوں کے سیاروں، ستاروں پر فرشتوں کے قلعے ہیں جو ہر آسمان کا فاصلہ پانچ سو میل سے زیادہ کا ہے۔ لہٰذا ان آسمانوں کے نگران فرشتے جب اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے اوپر نیچے آتے ہیں اور آپس میں آسمانی فیصلوں پر ایک دوسرے کے ساتھ تبصرہ کرتے ہیں تو پہلے آسمان کے پیندے میں کھڑے ابلیس کے مخبر چیلے فرشتوں کی ایک آدھ سرگوشی سن کر فوراً ابلیس کو اس خبر سے مطلع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ابلیس اپنی نئی حکمت عملی تیار کرتا ہے۔ بعض اوقات ابلیس کے یہ خبر رساں اور مخبر شیطان، فرشتوں کی نظر میں آ جاتے ہیں جس پر وہ ان پر آگ برسا کر انہیں جہنم اصل کر دیتے ہیں۔

''سنو اے انسان! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہانت اور غیب کی باتیں کیسے معلوم کی جاتی ہیں؟''

ایک طویل گفتگو کے بعد اچانک ہامہ نے مجھ سے سوال کیا اور میں ایک بار پھر ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا۔

''میں نہیں جانتا اے عظیم ہامہ۔ تو ہی بتا کہ اس میں راز کیا ہے۔'' میں نے ادب کے ساتھ کہا۔ واقعی اس زمانے میں مجھے اس حقیقت کا علم نہیں تھا کہ کوئی انسان غیب کی باتیں کیسے بیان کر سکتا

ہے۔ اگر چہ یہ دور مرے پر اسرار علوم سیکھنے کا ابتدائی زمانہ تھا مگر اپنی کم علمی کی وجہ سے میں اس حقیقت سے آگاہ نہیں تھا۔

"تو پھر سنو!" ہامہ نے پہلو بدل کر کہا "یہ کہانت اور غیب سب ابلیسی شعبدے ہیں۔ سوائے اللہ پاک کے...... اور اس کے انبیا کے کوئی دوسرا انسان غیب نہیں جانتا۔"

"جنات بھی نہیں؟" میں نے بے چینی سے کہا۔

"جنات بھی غیب کا علم نہیں جانتے؟" ہامہ نے وضاحت کی "البتہ جنات اپنی پر اسرار قوتوں کے ذریعے انسان کی عقل کو مسخر کر کے اسے باور کرا دیتے ہیں کہ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ مگر یہ کام بھی نافرمان جنات یا ابلیس کے روپ میں موجود جنات کرتے ہیں۔"

ہامہ کی بات سن کر میں الجھ گیا اور چاہا کہ اس سے پوری تفصیل کے ساتھ سمجھوں مگر ہامہ نے میری بے چینی خود ہی بھانپ لی اور بولا۔

"میں تمہاری کیفیت سمجھ رہا ہوں۔ میں تمہیں یہ بتا دوں کہ جنات انسان کے ذہن کی تختی پر لکھی ہر سوچ کو پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو اللہ پاک نے انہیں علم عطا کیا ہے کہ جنات چاہیں تو پہاڑ کو بھی ریزہ ریزہ کر دیں مگر قوانین فطرت کا تقاضا ہے کہ جنات دنیا' بالخصوص انسانوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتے۔"

"مگر ہم نے تو بہت سن رکھا ہے کہ جنات انسانی بستیوں کو تاراج کر دیتے ہیں۔ ان کی فصلیں اور جانور ختم کر کے اذیت دیتے ہیں اور ایسی بہت سی باتیں ہیں۔" میں نے ہامہ کی بات کاٹ کر سوال کیا تو اس کی روشن آنکھوں میں لحظہ بھر کے لئے برق کوندی۔ وہ بولا!

"تم نے ٹھیک سنا ہے لیکن وہ جنات کی ایک اور قسم ہے جسے ہم بھی شیطان ہی کہتے ہیں۔ ابھی کچھ صبر کرو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ جنات کی کتنی قسمیں ہیں اور وہ کون کون سے قبائل و مذاہب میں تقسیم ہیں۔ فی الحال تمہاری تسلی کے لئے میں اتنا بتا دوں کہ جنات چونکہ آگ سے بنے ہیں اس لئے ان میں نیکی اور صبر کی شرح بہت کم ہے۔ بس جنہیں اللہ ہدایت دے وہ مومن بنے رہتے ہیں اور اسلام کی خدمت کرتے ہیں لیکن جس طرح تمہارے ہاں مسلمان ہوتے ہوئے بھی لوگ ابلیس تعلیمات اختیار کر لیتے ہیں اسی طرح ہمارے ہاں بھی اسے ہی بد بخت جنات ہیں جو صرف نام کے مسلمان ہیں اور کافر جنات کے ساتھ میل ملاپ کی وجہ سے ابلیس کے چیلے بن جاتے ہیں۔"

"گویا جنات میں بھی شیطان موجود ہیں۔" میں نے تصدیق کرنا چاہی۔

"تمہاری اس بات کی وضاحت میں یوں کروں گا کہ جس طرح ایک انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے شیطان کہا جاتا ہے اسی طرح ایک شریر اور خبیث جن بھی شیطان کہلاتا ہے۔ ویسے

اسے کافر بھی کہتے ہیں۔"

"تو پھر شیطان اور جنات میں فرق کیا رہ گیا؟" میں نے پوچھا۔

"دونوں فرق واضح ہے۔" ہامہ نے دلچسپی کے ساتھ بیان کیا۔ "اگر چہ میں پہلے بھی یہ بات بیان کر چکا ہوں لیکن تمہاری تسلی کے لئے ایک بار پھر واضح کر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو تخلیق کیا تھا تو تب قدرت الٰہی سے جنات کو بھی پیدا کیا گیا تھا۔ جنات اور شیاطین میں تخصیص اس وقت ہوئی جب عزازیل نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور یوں جنات دو واضح گروہوں میں منقسم کر دیئے گئے تھے۔ تم میں سے بہت سے انسان یہ سمجھتے ہیں کہ عزازیل (ابلیس) نے جب رب ذوالجلال کی نافرمانی کی تھی تو تب جنات ختم ہو چکے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ جنات تب بھی موجود تھے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ پہلے آسمان اور ہواؤں میں آباد تھے لیکن جب آدمؑ کو زمین پھینکا گیا تو جنات بھی ایک بار پھر زمین پر آباد ہونے لگے تھے۔ البتہ انہیں انسانی آبادیوں سے دور ویرانوں میں رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔ ان کے قبائل بھی موجود تھے۔ عزازیل جب فرشتوں اور جنات کی صف میں سے نکال دیا گیا تو اس کی شکل بگڑ گئی تھی۔ وہ اپنا مسخ چہرہ لے کر اپنے قبیلے میں گیا اور اس کی مدد چاہی تھی مگر اللہ کی عبادت کرنے والے جنات نے بھی اسے دھتکار دیا اور اس لعنت زدہ جن پر تھوک دیا۔ ابلیس کی خواہش پر اللہ پاک نے اسے بہت سی رعایات اور طاقتیں بھی عطا کر دی تھیں۔ یہ بھی اللہ کی قدرت اور حکمت تھی کہ اس نے ابلیس کو اتنا طاقتور کیوں رہنے دیا تھا' لیکن سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ ابلیس بظاہر توانا نظر آتا ہے مگر جو انسان اللہ کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے ابلیس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ابلیس صرف کمزور اور گمراہ انسانوں پر ہی اپنی طاقت کا جھنڈا لہرا سکتا تھا اور آج بھی اس کا یہی عالم ہے۔ تعلیمات الٰہی پر قائم مسلمان کو وہ کبھی فتح نہیں کر سکتا۔" ہامہ کا بیان جاری تھا وہ شیطان کی نسل کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "ہاں تو میں کہہ رہا تھا عزازیل نافرمانی کے بعد شیطان مردود بن گیا تھا لہٰذا اس کی جو اولاد پیدا ہوئی وہ بھی شیطان کہلائی۔ جبکہ جنات کی نسل جنات ہی کہلاتی رہی ہے۔ جب ایک جن یا شیطان مجسم صورت میں ظاہر ہوتا ہے یا انسانی روپ دھار کر ظاہر ہوتا ہے تو ایک عام انسان قطعی تخصیص نہیں کر پاتا کہ وہ اصل میں شیطان کا روپ ہے یا جن کا۔ ہاں اللہ کی مقرب ہستیاں انہیں پہچان لیتی ہیں اور یا پھر وہ بد بخت سیاہ کار عامل جو ابلیسی علوم سیکھ لیتے ہیں انہیں جنات اور شیاطین میں تخصیص کرنا آتی ہے۔ یہ ساری کائنات علوم کی دھند میں لپٹی ہوئی ہے۔ علوم ہی اصل طاقت اور اس کائنات کا نظام چلانے والی مشینری ہیں۔ اللہ پاک نے ساری کائنات اور مخلوقات علوم کی طاقت سے باندھ رکھی ہیں لہٰذا جو انسان بھی علم کی انتہا تک پہنچتا ہے وہ اشرف المخلوقات کے درجے پر پہنچ جاتا ہے اور وہ ہر چیز کو مسخر کر لیتا ہے اور ہاں......

علوم میں ذرا سی بھی دسترس ہو تو انسان بہت طاقتور بن جاتا ہے لیکن یہ بات اپنے ذہن میں بٹھالو کہ اللہ تعالیٰ نے کائناتوں کو نوری علم کی چادر میں ڈھانپ رکھا ہے اور نور کا یہ سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ راہ ہدایت، صراط مستقیم کا راستہ، آسمانوں تک پہنچنے کی کلید، اللہ کی قربت حاصل کرنے کا راز...... قرآن پاک میں اپنی تعلیمات کے ذریعے ارض وسما میں بسنے والی ہر مخلوق کی طرف واضح اشارے بھی دیئے ہیں۔ عالم فاضل اور اللہ کے مقرب بندے قرآن پاک کی حکمت خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے اگر تو نوری علوم کی طاقت سے فیض چاہتا ہے تو قرآن پاک پڑھ اور اس پر عمل کر۔ قرآن پاک تیرے اندر اترے گا تو تجھے دنیا و آخرت میں انمول بنا دے گا۔" ہامہ ایک مبلغ کی طرح مجھے نصیحت کرنے لگا اور میں سر جھکا کر عافیت افروز باتیں سنتا رہا۔

ہامہ قرآن پاک کا ذکر مبارک کرتے ہوئے سسک پڑا۔ اس نے جذبات کی شدت سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا اور حسرت آمیز لہجے میں بولا۔ "کاش کہ تم مسلمان قرآن کی فضیلت کا حق ادا کر سکتے۔ کاش کہ ہم قرآن حکیم کا ادراک کر پاتے۔ کاش تم انسان یہ سمجھ پاتے کہ قرآن پاک ہی دنیا و آخرت میں فلاں و نجات کا باعث بنے گا۔ کاش ہائے...... کاش تم اور ہم قرآن پاک کی برکات سے فیض پانے کے قابل ہوتے...... اے رب العزت' رب کائنات' رب ذوالجلال اکرام تو نے انسانوں' جنات اور فرشتوں کو اپنے کلام کے بحر نور سے ہمکنار کیا ہے تیرا فیض ساری کائناتوں پر برس رہا ہے۔ مگر علم عمل و شعور کے یہ متولی انسان اور ہم جنات سرکش' نافرمان' ضدی' خود پسند' متکبر اور مشرکانہ اطوار چھوڑنے پر مائل نہیں ہو پاتے۔ افسوس کہ ہم قرآن مجید کا حق ادا نہ کر سکے۔" ہامہ اپنے ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھا کر ہچکیاں بھرنے لگا۔ ہامہ بلک رہا تھا' اس کی اثر انگیز گفتگو نے مجھ پر بھی اثر کیا اور میرا دل غبار ندامت سے جھک گیا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور پھر ہمارے ساتھ ہی حجرے کی فضا بھی سوگوار اور بوجھل ہو گئی۔ فضا میں نادیدہ وجود سسکیاں بھرنے لگے تھے۔ آخرت کا خوف دلوں پر مسلط تھا اور ہر کوئی اپنے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر رو رہا تھا۔ ہامہ نے سب کو رلا دیا تھا۔ روتے بلکتے اور سسکتے لمحات سرکتے جا رہے تھے کہ یکایک ساریہ ان نیک ساعتوں میں ظاہر ہو گئی۔ وہ بڑے جوش و جذبے کے ساتھ ظاہر ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے سے مسرت چھلک رہی تھی۔ "اے میرے عظیم باپ! میں تیرے لئے بہت بڑی خوش خبری لے کر حاضر ہوئی ہوں......" ساریہ نے ماحول کو بھانپے بغیر کہا تو ہامہ نے بیٹی کی مسرت کو بھانپتے ہوئے کہا:

"میری بیٹی کیا تو شیطان کے گماشتوں کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئی ہے؟"

"ہاں...... بابا میں نے سابونہ اور دیوس کو پکڑ لیا ہے" ساریہ جوش غضب میں بولی۔ "بابا...... اگر آج ذرا سی دیر ہو جاتی تو ابلیس کے یہ منہ چڑھے گرگے آج اندھیر نگری مچا دیتے۔ میں نے انہیں

عین اس وقت جالیا جب یہ اپنے پجاری کالے عاملوں کو ایک نیا شیطانی علم سکھا رہے تھے۔ یہ بدبخت شیطان انسانی کھوپڑیوں پر چراغ روشن کر کے معصوم انسانوں پر اپنی ہیبت طاری کر رہے تھے۔ بابا یہ کالے پجاری سندھ کے صحراؤں میں ہندو پنڈتوں اور جادوگروں کا میلہ لگانے کی تیاریاں کر رہے تھے......"

"کہاں ہیں یہ ظالم اور سفاک...... رب ذوالجلال کی قسم' میں یعنی کہ ہامہ جنات کا بیٹا جب تک ابلیس کے ان گماشتوں کو ان کی بدی کی قوتوں سمیت جلا کر راکھ نہیں کر دیتا چین سے نہیں بیٹھوں گا......" ہامہ کا پرجلال روپ دیکھ کر میں سہم گیا اور حجرے کے کونے میں سمٹ گیا۔

چھوٹا سا حجرہ ایک دہکتے ہوئے تندور میں بدل گیا۔ اس وقت مجھے صرف ہامہ اور ساریہ ہی نظر رہے تھے لیکن حجرے کے ماحول میں حرارت بتدریج بڑھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے جرے کے گرد آگ جلا دی ہو جس کی حرارت سے اس کی فضا بتدریج گرم ہو رہی تھی۔ میں ابھی اس ہلو پر غور کر ہی رہا تھا کہ گرم بوجھل فضا میں بھاری بھاری سانسیں ابھرنے لگیں اور یوں لگا جیسے حجرے ں بہت سے نادیدہ وجود سرایت کر گئے ہوں۔

گرمی لحظہ بڑھ رہی تھی اور میں جو خوف و دہشت سے لرز رہا تھا اب گرمی سے میرے عصاب پگھل رہے تھے اور میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ میں کونے میں سرک کر دبک گیا تھا۔ ساریہ پنے باپ کو اپنی کارگزاری سنا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر جوش و مسرت طاری تھا اور اس کا لہجہ کسی ھرے ہوئے درندے کی مانند غصے سے بھرا ہوا تھا۔ ہامہ نے دیوس اور سابونہ کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا لہٰذا جب ساریہ نے اسے یہ بتایا کہ دیوس اور ساریہ سندھ کے حراؤں میں ابلیس کی شیطانی تعلیمات عام کرنے کے لئے ہندو عاملوں کو بدی کے نئے طریقے سکھا ہے ہیں تو اس نے اپنے محافظ دستے کو فوراً طلب کیا۔ اس لمحے ہامہ کا پُر جلال چہرہ جھلستے ہوئے ے کی مانند نظر آ رہا تھا۔

اس کی آواز سنتے ہی محافظ دستہ دست بستہ حاضر ہو گیا۔ حجرے میں یکدم کئی وجود ظاہر ہو گئے یوں میرا تجسس ایک لحظہ کے لئے ختم ہو گیا کہ یہ فضا میں موجود نادیدہ وجود ہی تھے جن کے دم سے ے میں حرارت بھر گئی تھی۔ بھاری اور طویل جسامت کے حامل جنات کا یہ دستہ سفید و براق لبادوں ملبوس تھا۔

"اے عظیم آقا۔ تیرے غلام حاضر ہیں۔"

ہامہ نے اچٹتی نظر ان پر ڈالی۔ پھر اس نے ساریہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ساریہ تم اس کے

پاس بیٹھ جاؤ۔ آج حق و باطل کا معرکہ اس حجرے میں اس انسان کے سامنے ہی طے ہوگا۔"

سار یہ نے پہلے مجھے دیکھا پھر اپنے باپ کو حیران نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہاں ہاں۔ تم اس کے پاس جاؤ ورنہ اس کا دل پھٹ جائے گا۔" ہامہ نے سار یہ کی حیرانی دا کرتے ہوئے حکم دیا۔ "اسے بھی معلوم ہونے دو کہ جنات دین حق کے لئے اللہ کے دشمنوں ـ ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔"

سار یہ اپنا وجود سمیٹ کر میرے پاس آ گئی اور میں جو خوف و دہشت سے لرز رہا تھا اس ـ خوشبوؤں سے معطر وجود سے مدہوش سا ہو گیا اور خود کو سنبھالنے لگا۔ سار یہ نے اپنا گداز ہاتھ میر کاندھے پر رکھا اور شگفتہ و نرم انداز میں مخاطب ہوئی۔ "حوصلہ رکھو تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔"

خوف سے میرا حلق سوکھ گیا تھا اور کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ سار یہ کے قریب آتے ہی ـ نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

ہامہ نے اب با قاعدہ عدالت لگالی تھی۔ اس نے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ دیوس اور سابونہ کو ا کے سامنے حاضر کریں۔ حکم پاتے ہی دیوس اور سابونہ ہامہ کے کڑیل جوان محافظوں کے نرغے ـ ظاہر ہو گئے۔ سابونہ کے دراز بالوں کو ایک محافظ جن نے قابو کیا ہوا تھا اور وہ ماہی بے آب کی طـ مچل کر دہائیاں دے رہی تھی مگر محافظ جن نے اپنی گرفت اور مضبوط کر دی۔ دیوس بھی بری طرح ر تھا۔

"اے عظیم ہامہ۔ جنات کے بیٹے تجھے اپنے باپ دادا کا واسطہ ہے ہم پر رحم کھاؤ۔ آخر تم کبھی ابلیس میں سے تھے۔ ہم پر رحم کر وا ابلیس کے......"

"بکواس بند کرو۔" ہامہ جلال کے عالم میں دھاڑا اور اس نے زور دار تھپڑ دیوس کے مـ دے مارا۔ تھپڑ کی آواز سے حجرے کے در و دیوار تھرا گئے اور دیوس کا سر ایک طرف جھک گیا۔

ہامہ نے لاحول پڑھی اور غصے سے دھاڑا۔ "تم پر رب قہار کا قہر ٹوٹے۔ تم مجھے ابلیس نسبت کا واسطہ دیتے ہو۔ اس شیطان مردود کا واسطہ جو خدائے ذوالجلال کا دشمن ہے اور وہ لعـ ذلت کا پیکر کہ جس کے گناہوں کی دلدل سے نکل کر ہم نے اپنی عافیت تلاش کی۔ تم ہمیں ا واسطہ دیتے ہو۔" یہ کہتے ہوئے ہامہ نے ایک زور دار لات دیوس کے پیٹ میں ماری تو وہ تکلیف مارے زخمی بھینے کی طرح ڈکرانے لگا۔

سابونہ جو محافظ کے ہاتھوں میں مچل رہی تھی یکدم دہائی دینے لگی۔

"اے سار یہ جیسی عظیم بیٹی کے باپ تجھے اپنی شا نور کا واسطہ ہے مجھ پر رحم کھا اور مجھے..."

"تو بھی اپنی زبان بند کر لے اے بدی کے باپ کی داسی۔ تو نے اپنے مکر و فریب اور گنا

کی ترغیب سے معصوم انسانوں کا قتل کیا ہے۔ تو مجھے جس رشتے کا بھی واسطہ دے گی میں اسے رد کر دوں گا۔" ہامہ کا غضب و جلال بڑھتا جا رہا تھا۔ "سنو اے بدی کے گماشتو! میں شیطان اور اس کے کارندوں پر ترس نہیں کھاتا۔ اس لئے کہ تم رحم کھائے جانے کے قابل نہیں ہو۔"

اس لمحے سابونہ نے میری طرف رخ کیا۔ اس کی قہر و سحر سے بھری آنکھوں میں خوف و ہراس بھرا ہوا تھا اور شاخ بید کی طرح اس کا پورا بدن لرز رہا تھا۔ مجھے اسے دیکھتے ہی اپنا ماضی یاد آ گیا اور بدی کے وہ شب و روز میری آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے جو میں نے دیوس اور سابونہ کی رفاقت اور ان کی ہدایات کے تحت بسر کئے تھے مجھے ان دونوں سے شدید نفرت تھی۔ میں بے اختیار اٹھا اور چیخ کر بولا۔ "اے عظیم ہامہ! بدی کے ان گماشتوں پر رحم نہ کھانا۔ یہ وہ ظالم ہیں جنہوں نے میری عاقبت غارت کر دی اور مجھے نیکی کی آڑ میں گمراہ کیا اور مجھ پر ابلیسی طاقتیں مسلط کر کے گناہوں کی دلدل میں اتار دیا۔"

"میں سب جانتا ہوں لیکن صرف ایک تو ہی ان ناگوں کا ڈسا ہوا نہیں ہے یہاں اور وہاں سندھ کے صحراؤں میں گناہوں کی تاریکی اور ظلمات جنم دینے والے شیطان کے یہ ہرکارے بہت ظالم ہیں۔ ہامہ ظالموں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔" ہامہ نے یہ کہہ کر سابونہ کو بالوں سے پکڑ لیا اور دھاڑا۔ "بلاؤ اپنے آقا فرزند ابلیس ہفاف کو...... اسے پکارو اپنی مدد کے لئے اور اس سے بخشش اور پناہ مانگو۔"

"اے عظیم ہامہ وہ ہماری مدد کو نہیں آئے گا۔" سابونہ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔

"جب تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا آقا ابلیس و ہفاف تمہاری مدد کو نہیں آئے گا تو تم نے اس کا مذہب اختیار کیوں کیا۔ کیوں اس کی خوشنودی کے لئے اپنے لئے جہنم کی آگ اکٹھی کرتے رہے؟"

سابونہ اور دیوس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ان کے خباثت زدہ اور مکروہ چہروں پر بھی لرزا طاری تھا۔ ہامہ نے ان کے بارے میں اپنا آخری فیصلہ سنایا۔ "میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔ اس کا عہد میں کر چکا ہوں۔ تمہارے گناہ آلود جسموں کا اس دنیا میں رہنا اب ٹھیک نہیں رہا۔" یہ کہتے ہی ہامہ نے سابونہ کے بال چھوڑے اور دونوں ہاتھ آگے کی طرف بلند کر کے منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ اس لمحے سابونہ اور دیوس دہائیاں دینے لگے اور ان کے شور سے حجرے میں کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ شور کا ایک طوفان تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہامہ کیا پڑھ رہا تھا۔ مجھے تو یہ دکھائی دیا تھا کہ اس نے کچھ پڑھنے کے بعد جب سابونہ اور دیوس کی طرف پھونک ماری نیلگوں آگ نے شیطان کے دونوں گماشتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور ان کے بدن کی طرح سلگنے لگے۔ اس لمحے حجرے میں ناگوار سی بو پھیل گئی۔ یہ بو بالکل ایسی تھی جیسے گوشت

گندگی کو آگ لگائی جائے تو پیدا ہوتی ہے۔ ان کے گندے بدن غلیظ و خبیث روحوں کے ساتھ جل رہے تھے اور ان کی چیخوں سے قیامت آمیز شور برپا ہو گیا۔ ان کی دہشت ناک چیخوں اور جہنم واصل ہونے کے مناظر سے مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ناگوار بو سے میرا جی متلانے لگا تھا مگر جب دیکھا کہ ساریہ سمیت تمام جنات پر اس بو کا کوئی اثر نہیں ہوا تو میں نے بھی خود نارمل کرنے کی بے سود کوشش کی۔

ساریہ نے میری حالت دیکھتے ہی ایک آنچل میرے سر اور چہرے پر گرا دیا۔ یہ آنچل بہاروں کا جھونکا لے کر آیا تھا۔ میں پہلے حیران ہوا کہ ساریہ تو ہمیشہ آنچل کے بغیر رہتی ہے۔ ویسے بھی یہ صرف ساریہ پر ہی موقوف نہیں تھا بلکہ میں نے ابھی تک جتنی بھی جن زادیاں اور شیطان کی پیروکار دیکھی تھیں سب کھلے چہرے اور بالوں کے ساتھ ظاہر ہوئی تھیں۔ البتہ ساریہ کبھی کبھار اپنے سر کو خوبصورت ریشمی رومال میں ڈھانپ لیتی تھی مگر اس کی دراز گھنی سیاہ اور خوشبوؤں سے معطر زلفیں اس کے قدموں تک لہرا رہی ہوتی تھیں اور ان کے لہرانے سے خوشبوؤں کے جھونکے جنم لیتے تھے۔ میں ساریہ کے آنچل میں چھپ گیا تو حجرے کے سارے مناظر میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور مجھے ہر سو راحت و آسودگی ملنے لگی۔ مجھ پر عجیب سی مستی و غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اس لمحہ ساریہ نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ ”تو بہت تھکا ہوا ہے کچھ دیر آرام کر لے۔“

میں نے ٹھنڈی و حسرت ناک آہ بھری اور بولا۔ ”میری تو خواہش ہے کہ میں اس آنچل کے سائے میں ہمیشہ راحت و سکون پاتا رہوں۔“

میری بات سن کر ساریہ نے دوبارہ سرگوشی نہ کی تو مجھے احساس ہوا شاید اسے میری بات ناگوار لگی ہے۔

”کیا تجھے میری بات بری لگی ہے؟“ میں نے احساس ندامت میں شرابور لہجے کے ساتھ پوچھا تو ساریہ کچھ نہ بولی۔ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ ساریہ کو میرا رومانوی انداز انتہائی برا لگا ہے لہٰذا میں نے بے خیالی میں آنچل کو سر سے ہٹا دیا اور ساریہ کی جانب دیکھنے کے لئے جونہی نظر اٹھائی تو میرا دل خوف و دہشت سے بیٹھ گیا۔

میں اس وقت ایک گلستان میں موجود تھا۔ میں جو یہ سمجھ رہا تھا کہ حجرے کے خوفناک مناظر سے بچانے کے لئے ساریہ نے مجھ پر اپنا آنچل گرایا ہے تو اسی جگہ پر موجود ہوں گا اور ساریہ میرے پہلو میں بیٹھی ہو گی۔ مگر یہ کیسا طلسم اور جادوگری تھی کہ صرف ایک خوشبودار آنچل کو اوڑھتے ہی میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔ میں نے بے یقینی کے ساتھ اپنا پورا بدن ٹٹول ڈالا اور اس بات کی تسلی کی کہ کیا میں زندہ ہوں اور کیا میں ہوش و حواس میں جاگ رہا ہوں۔ اس سے پہلے بھی میرا پراسرار

کائناتوں اور حالات سے واسطہ پڑا تھا اور میں سندھ کے صحراؤں میں شیطانی وسوسوں کے جال میں پھنس کر ابلیسی حیرتوں کا شکار ہوا تھا اور نہ جانے کن کن دنیاؤں میں سوتے جاگتے سفر کیا تھا۔ اب میں جہاں موجود تھا یہ ہرے بھرے لہلہاتے نخلستان کی سرزمین تھی۔ اس وقت نرم و ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مخملی سبزہ نہایت نفیس انداز میں پھیلا ہوا تھا۔ میں حیرت و تعجب کے ساتھ نخلستان میں گھومنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے لیکن خاصی دیر تک وہاں گھومتے رہنے کے باوجود مجھے میرے سوال کا جواب نہ ملا اور نہ ہی کوئی ذی روح نظر آیا کہ جس سے میں اس نخلستان کے بارے میں دریافت کر سکتا۔ نخلستان وسیع و عریض علاقے پر پھیلا ہوا تھا اور میں ابھی تک اس کا ایک کنارہ بھی تلاش نہ کر سکا تھا۔ اونچے لانبے اور کھجوروں سے لدے گھنے درختوں سے سورج کی نرم روپہلی کرنیں چھن چھن کر آ رہی تھیں جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ دن کا وقت ہے مگر یہ کیسا دن تھا کہ میں چلتے پھرتے اور گھومتے ہوئے تھک کر نڈھال ہو گیا تھا اور دن کے اجالے اور موسم کی سحر طرازی میں تبدیلی نہیں آ رہی تھی۔ مجھے گماں ہوا کہ یہ موسم، دن کا اجالا اور یہ نخلستان بھی خواب و سراب ہیں اور میری دنیا سے کہیں دور پراسرار کائنات کا وجود ہوں گے۔ مجھے بھوک ستانے لگی تھی۔ میں کھجور کے ایک تناور درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میرا دل اس ٹھنڈے اور سحر آفرین ماحول میں بھی گھبرانے لگا تھا اور میں سوچنے لگا کہ یاالٰہی میں کس وبال میں پھنس گیا ہوں۔

بھوک جب حد سے بڑھ گئی تو میں نے خوراک کی تلاش میں اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن ابھی میں دو قدم ہی چلا تھا کہ مخملی سبزے پر کھجوروں کا ایک گچھا پڑا دکھائی دیا۔ کھجور ہمیشہ سے میری پسندیدہ خوراک رہی ہے لہٰذا میں نے کھجوریں کھانی شروع کیں۔ میں نے زندگی میں پہلی بار اس قدر لذیذ اور رس بھری کھجوریں کھائی تھیں۔ درجنوں کھجوریں کھانے کے بعد میرا پیٹ بھر گیا اور مجھے اپنے اندر توانائی محسوس ہونے لگی۔ بدن میں جب توانائی آتی ہے تو ذہن پر غنودگی بھی چھانے لگتی ہے لہٰذا میں نے کھجور کے درخت کے ساتھ ٹیک لگا لی اور آنکھیں موند کر سونے ہی لگا تھا کہ مجھے کانوں میں کسی کے گنگنانے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز خاصی دور سے آ رہی تھی مگر اس کی کشش کا جادو اتنا دراز اور پراثر تھا کہ میں جھٹ سے اٹھ بیٹھا اور آواز کی سمت کا تعین کرنے لگا۔ آواز اب آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھی اور قریب بھی آ رہی تھی۔

آواز اب بہت قریب سے آ رہی تھی۔ یہ نسوانی آواز تھی جو سحر و جذب میں ڈوبی تھی مگر فضاؤں میں آواز کے سر بکھرانے والی ابھی تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر یوں لگا جیسے کوئی چپ چاپ دھیرے دھیرے سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔ پازیب کی مدھر آواز میٹھی ہواؤں سے سرگوشیاں کرنے لگی اور کھجوروں کے گنجان جھنڈ سے منعکس ہونے والی اجلی اجلی نکھری نکھری چمکدار روشنی کم ہونے لگی۔ بہار

نخلستان پر تاریکی جلوہ فگن ہو رہی تھی۔ میں ماحول کے تغیر پر حیران ہو رہا تھا۔ میرے لئے تو ویسے بھی ہر منظر ہر گام ہر لمحہ عجیب و پراسرار تھا۔ اب میرے لئے کوئی بات نئی بات نہیں رہی تھی۔

پھر یوں ہوا کہ نخلستان تاریکی کی گہری دھند میں چھپ گیا۔ لمحے تیزی سے سرکنے لگے۔ پازیب کی آواز بہت قریب آ گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے تاریکی کے پردے میں چھپا ہوا وجود میرے مقابل آ کھڑا ہوا ہے اور پازیب پر پازیب مار کر اپنے وجود کی سرسراہٹ سے ماحول کو معطر کر رہا ہے۔

''کک کون ہو تم؟'' میں جرأت کر کے بولا۔ مگر مجھے کسی نے جواب تو نہ دیا البتہ جواب میں پازیب زور زور سے کھنکنے لگی۔

''کون ہو تم۔ بولتی کیوں نہیں؟'' میں نے دوبارہ پوچھا تو پازیب کے کھنکنے میں مزید تیزی آ گئی۔

میں نے تیسری بار ذرا سختی سے پوچھا تو اب کی بار پازیب یک لخت خاموش ہو گئی اور ایک مدہوش کن گنگناہٹ نما تبسم فضاؤں کی دہلیز پر نمودار ہوا۔ جان لیوا تبسم تاریکی میں روشنی کی کرن بن گیا اور پھر مجھ سے دو قدم کے فاصلے پر سفید براق روشنی پھوٹنے لگی۔ اجلی اجلی سنہری کرنوں جیسا دودھیا روپ لئے فوراً ایک پیکر میں ڈھل گیا۔ وہ شاہکار فطرت جمال حسن و رعنائی ماہتاب کی طرح منور تھا اس کی بھاری پلکوں نے آنکھوں پر چلمن گرائی ہوئی تھی اور لب کھلتے گلابوں جیسے شگفتہ و متبسم تھے۔

''ساریہ......'' میرے لبوں سے نکلا۔

اس نے دھیرے سے قندیل جیسی آنکھیں کھول دیں۔ ''کیسے ہو تم؟'' وہ شگفتہ کلی مسکراتے ہوئے میرا حال دریافت کرنے لگی۔

''میں؟''

''ہاں تم؟''

''جیسے تم چھوڑ کر گئی تھیں۔'' میں جواباً مسکرایا۔

''آؤ بیٹھو۔'' ساریہ مخملی سبزے پر بیٹھ گئی۔ اس کے گرد دودھیا روشنی قندیلوں کی صورت میں فروزاں تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے فضا میں موجود نادیدہ وجود مشعلیں اٹھائے اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔

میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''بھوک مٹ گئی کیا؟'' اس نے دریافت کیا۔

''نہیں اور بڑھ گئی ہے۔'' میں نے جرأت کر کے اپنی زندہ دلی کا اظہار کیا۔

''بہت ندیدے ہوتے ہو تم انسان بھی۔'' اس نے میری بات میں اخفا مطلب جان لیا تھا۔

''تم مجھے کہاں اتار کر چلی گئی تھی؟'' میں نے اس زیرک حسن سے دوسری بات کی۔

''کیا تجھے ہماری یہ فردوس جنات پسند نہیں آئی؟'' وہ آنکھوں کی چلمن کو حیرت سے لہراتے ہوئے بولی۔

''یہ فردوس جنات ہے؟'' میں نے تاریکی کی دھند میں لپٹے درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... نیک جنات کی نیک بیٹیاں اس فردوس راحت جاں میں رہتی ہیں۔'' وہ گنگنائی۔

''صرف جن زادیاں؟''

''ہاں جنات کو یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے۔''

''پھر مجھے یہاں کیوں لے آئی ہو؟'' میں نے سوال کیا

'''تم جن تھوڑے ہو۔'' وہ چاہت و دلربائی سے مسکرائی۔

''مگر مرد تو ہوں...... جن بھی مردوں جیسے ہی ہوتے ہیں۔'' میں نے دلیل پیش کی۔

''نہیں تم میں اور جنات میں بہت فرق ہے۔'' وہ بولی۔ ''میں اپنے باپ سے اجازت پانے کے بعد ہی تمہیں یہاں لائی ہوں۔''

''بابا نے تمہیں اس کی اجازت کیوں دی ہے؟'' میں نے دریافت کیا تو اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں حجرے کے مناظر تازہ ہو گئے۔ ''ساریہ! دیوس اور سابونہ کا کیا بنا؟''

''بابا حضور نے دونوں شیطانوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ ابلیس نے بابا کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کے لئے صحراؤں کو بدی اور گناہ کے اڈے بنا دیا ہے اور اس کے گرگے جنات کے خلاف کمربستہ ہو گئے ہیں۔ بابا کچھ دنوں کے لئے مصروف ہو گئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے تمہیں میرے سپرد کیا ہے اور کہا ہے کہ تمہارا خاص خیال رکھوں۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ بابا نے تمہیں یہاں لانے کی کیوں ہدایت کی تھی تو سنو۔ اس وقت حجرے میں بابا جوش انتقام میں غضب ناک ہو گئے تھے اور انہیں خدشہ تھا کہ کہیں تم ان مناظر کی دہشت سے حواس نہ کھو بیٹھو۔ فرزندان ابلیس نے تم پر اپنا عتاب ڈالنے کے لئے اپنے گرگوں کو خصوصی احکامات دیئے ہیں۔ اس لئے بابا تمہیں اس دنیا میں رکھنے کے حق میں نہیں تھے اور نہ ہی وہ تمہیں جنات کی بستیوں میں لانا چاہتے تھے۔ جنات و ابلیس کے درمیان اس جنگ میں تمہاری جان کو خدشہ تھا اور بابا تمہیں ابلیس کی نظروں سے چھپا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے فوری فیصلہ کیا اور مجھے اشارہ کیا کہ تمہیں حجرے سے اٹھا کر فردوس جنات میں لے جاؤں لہٰذا میں تمہیں اپنے آنچل میں چھپا کر یہاں لے آئی ہوں۔'' ساریہ نے مجھے پورے حالات سے آگاہ کیا۔

ساریہ آتش گیر حسن کی حامل اور تاریکیوں میں تابانی کی نقیب تھی۔ ہامہ نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی ساریہ آج تک کسی جن زادے کے التفات کی اسیر نہیں ہوئی تھی۔ وہ مغموم حسن کا مظہر تھی جو صدیوں سے اپنے باپ کے مقاصد کی خاطر اپنی زندگی کے ماہ و سال بیتا رہی تھی۔ میں قدرے حیران بھی تھا کہ ہامہ نے ساریہ کا جو نقشہ کھینچا تھا یہ اس سے کس قدر مختلف اور چلبلی سی نظر آ رہی ہے۔ ساریہ پہروں میرے پاس بیٹھی رہی اور مجھے اپنے باپ کی زندگی کے بارے میں آگاہ کرتی رہی۔

"شانور تمہاری ماں ہے؟" میں نے ایک طویل توقف کے بعد سوال کیا۔

ماں کا نام سنتے ہی ساریہ مغموم ہو گئی۔ "شانور میری ماں تھی ایک بہت ہی عظیم ہستی تھی میری ماں۔" ساریہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

"ساریہ!" میں کچھ ابہام و الجھنوں کو سلجھانے کے لئے اس سے دریافت کرنا چاہتا تھا۔

"ہوں!" وہ خاموش مگر شعلہ نوا نظروں کے ساتھ میری طرف دیکھنے لگی۔ ماحول کی ترو تازگی میں اس کا وجود خوشبوؤں کو بکھیر آیا۔

"مجھے ہمیشہ ایک بات الجھن میں ڈال دیتی ہے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ ہامہ سے یہ دریافت کر سکوں مگر وہ داستان جنات سنانے میں اس قدر منہمک ہو جاتا تھا کہ میں اپنی الجھن دور نہیں کر سکتا تھا۔ اب اگر تو میری اس الجھن کو دور کر دے تو میں تیرا احسان مند رہوں گا۔" میں نے کہا۔ "ہامہ نے بتایا کہ اس نے شانور سے شادی کی تھی اور تم اسی شانور کی بیٹی ہو لیکن میری الجھن یہ ہے کہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ شانور نے اس وقت جنم لیا جب کرہ ارض پر جنات کو آباد کیا گیا۔ آدم کو جنات کے بعد زمین پر اتارا گیا اور یہ عرصہ چالیس ہزار سال بتایا جاتا ہے۔ میں یہ تو سمجھ رہا ہوں کہ ہماری زندگی میں جو اہمیت لمحوں، ساعتوں اور دنوں کو ہے وہی عرصہ تمہارے ہاں سینکڑوں سالوں پر محیط ہوتا تھا۔ بلاشبہ جنات کی عمریں صدیوں تک محیط ہیں۔ اس قدر طویل عمریں بنو آدم کو بھی نصیب ہوئی ہیں۔ آدم اور اس عہد کے انبیا کی اقوام کی عمریں ہزار ہزار سال تک ہوتی تھیں اور ان کے بچے ہی صرف تین سو سال کی عمر کے بعد عہد طفولیت سے نکلتے تھے۔ میرے خیال میں اب تک سینکڑوں صدیاں گزر چکی ہیں لیکن عہد جنات کی باقیات اب تک زندہ ہیں۔ یعنی تم۔ تمہارا باپ اور اس کے مصاحب جنات۔ اتنی لمبی عمر کا راز کیا ہے۔ کیا یہ خلاف فطرت بات نہیں ہے؟"

ساریہ نے بڑے اطمینان کے ساتھ میری بات سنی اور بولی۔ "تمہاری الجھن واقعی تمہیں پریشان کر سکتی ہے لہٰذا میں تمہیں یہ بتا دیتی ہوں کہ جنات میں اس وقت اگر کوئی سب سے طویل عمر جن ہے تو وہ میرا باپ ہی ہے...... اور میں...... میری عمر تو ابھی صرف تین صدیوں تک محیط ہے۔ یہ تین سو برس تمہارے ہاں تیس برس کہلاتے ہیں۔ رہا سوال میرے باپ کا۔ تو یہ فطرت جنات کے

منافی نہیں ہے۔ ہمارے عقائد میں سے ایک قانون فطرت یہ ہے کہ جنات دو زندگیاں پاتے ہیں۔ اپنی پہلی طبعی عمر طے کرنے کے بعد جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو دوبارہ بچے بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے یہ تمہیں عظیم ہامہ ہی بتا سکیں گے۔"

ساریہ کی بات سن کر میں بے چین ہو گیا اور اس ناقابل یقین بات نے میری الجھن مزید بڑھا دی۔ میں نے آج تک یہ بات نہیں سنی تھی کہ جنات بوڑھے ہونے کے بعد دوبارہ بچے بن جاتے ہیں۔ البتہ ہامہ نے مجھے یہ بتایا تھا کہ جنات بڑھاپے کے بعد تحت الثریٰ میں چلے جاتے ہیں۔

"ساریہ! ہامہ نے مجھے بتایا ہے کہ جنات بوڑھے ہونے کے بعد تحت الثریٰ میں چلے جاتے ہیں۔ شانور بھی تو تحت الثریٰ میں چلی گئی تھی۔ حالانکہ وہ جوان تھی مگر اپنے دشمنوں سے بچنے کے لئے اس نے وہاں پناہ لی۔ کیا تمہارے باپ نے وہاں اس سے ملاقات کی تھی۔ اور کیا وہ بڑھاپے کے بعد دوبارہ جب جوان ہوئی تو تب ہامہ نے اس سے بیاہ کیا؟"

"یہ داستان بڑی عجیب اور سنسنی خیز ہے۔ بہتر ہے کہ تم یہ کہانی میرے باپ سے ہی سنو۔ مجھے اس بارے میں زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرے باپ اور میری ماں میں پہلی ملاقات کب ہوئی۔ البتہ میں نے یہ سنا ہوا ہے کہ میرے باپ نے جب ابلیس مردود کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو وہ علم و طاقت میں یکتا تھا۔ اولاد ابلیس میں دانائی کے معاملے میں اس پائے کا کوئی اور نہیں تھا۔ میرے باپ نے گمراہیوں کے تاریک راستوں سے سچائی کے راستے تلاش کئے اور حق کی تلاش اور حق کی مدد کے لئے اس نے میری ماں کو تلاش کیا۔ میرا باپ علم آگہی اور طاقت میں کوہ گراں تھا اور اس نے جنات کو ابلیس مردود کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ یہ جنگ جو صدیوں سے جاری ہے، میرا باپ انسانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے شیطان کے خلاف لڑ رہا ہے۔ میری ماں شانورا! اس جنگ میں ماری گئی۔ میں اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ مجھے اپنی ماں کے نقش بھی یاد نہیں مگر میرا باپ کہتا ہے کہ تم شانور کا عکس ہو۔ اس لئے وہ میری ہر بات مانتا ہے اور میں نے بھی اپنے باپ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔"

"ساریہ! کیا عظیم ہامہ نے بڑھاپے کے بعد دوبارہ جوانی حاصل کی ہے؟"

"نہیں ابھی میرا باپ اپنی پہلی عمر کی مسافتیں طے کر رہا ہے۔" ساریہ نے کہا۔

"کیا جنات مرتے بھی ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"موت تو برحق ہے۔ سب کو اس کا ذائقہ چکھنا ہے۔ قتال کے دوران جو جنات مر جاتے ہیں وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوتے۔" اس بار ساریہ نے محتاط انداز میں جواب دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے عقب میں فروزاں قندیلیں بلند ہو گئیں۔

"آؤ میرے ساتھ چلو! میں تمہیں فردوس جنات دکھاتی ہوں۔" وہ اپنا پیرہن سنبھالتے ہوئے لہرائی تو نخلستان پر مسلط تاریک دھندلکوں میں روشن کرنیں پھوٹنے لگیں۔ یوں لگا جیسے سویرا ہونے لگا۔ یہ دیکھتے ہی ساریہ چہکی۔

"بابا آرہے ہیں۔" اس نے دور کہیں اٹھتی چاپوں سے اپنے باپ کی آمد کا پتہ لگالیا۔

"کہاں ہے عظیم ہامہ؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"میرا بابا نصرت و کامرانی کا علم اٹھائے ہوئے آرہا ہے۔" ساریہ فرط مسرت سے نخلستان میں پھوٹتی کرنوں کی طرف دیکھتے ہوئے گنگنائی تو نخلستان میں سوز و ساز کا جادو جاگ اٹھا۔

"میرا بابا عظیم ہے۔ اس کا سفید حریری لباس فتح کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔ اس کی شمشیر نہاں سے ٹپکتا لہو اس کی شجاعت کا امین ہے۔ وہ حق کا نقیب ہے۔ اس کی گفتار اور آگہی ابلیس کے لئے تازیانہ اجل ہے۔"

ساریہ فتح و کامرانی سے سرشار جھومنے لگی تو نخلستان کے دھندلے ماحول میں فروزاں قندیلیں رقص کرنے لگیں۔ پھلوں سے لدے درخت نسیم صبح کی مانند معطر آفریں ہوائیں دینے لگے۔ سارے ماحول پر ساریہ کے نغمے سے وجد طاری ہوگیا اور پورا نخلستان جھومتا ہوا رقص کرتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

"اے اجنبی! تیرے مہربان نے ابلیس کو ایک بار پھر گرادیا ہے۔ اس کے بت کدے کو مسمار کردیا ہے۔ اس کی خون سے جلتی قندیلوں کو بجھادیا ہے۔ وہ دیکھو میرا عظیم باپ آرہا ہے۔" ساریہ جذب و مستی میں گنگنارہی تھی۔ جھومتے ناچتے محو رقصاں اس حسن بے مثال نے میرا ہاتھ تھام لیا اور بولی۔ "آؤ تم بھی دیکھو۔ وہ سحر و نور کی کرنوں سے اوپر میرا باپ لشکر جرار کے سنگ آرہا ہے۔"

میں نے اس کی تقلید میں درختوں کے گھنے غالیچہ نما پردوں سے چھن چھن کر آنے والی کرنوں کی طرف نظریں اٹھائیں تو مجھے دور کہیں آسمان پر قوس قزح کے رنگ بکھرتے نظر آئے۔

"مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ساریہ!" میں نے کہا۔

"تجھے قوس قزح نظر آرہی ہے کیا؟" اس نے جوش کے عالم میں پوچھا۔

"ہاں وہ تو نظر آرہی ہے۔"

"بس میرا باپ اس کے ساتھ ساتھ آرہا ہے۔" ساریہ نے پراسرار لہجے میں کہا۔

قوس قزح کے رنگ گہرے ہوگئے اور وہ آسمان پر پھیلتی جارہی تھی، پھر وہ لمحہ آگیا جب قوس قزح نے پورے آسمان کو ڈھانپ لیا اور رنگ برنگی روشنیاں نخلستان کے قد آور درختوں کے اوپر چھت بنا کر ٹھہر گئیں۔

"آؤ تم بھی دیکھو کہ میرا بابا کس شان سے آرہا ہے۔" ساریہ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور

اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے ایک طرف لے گئی۔ اس کی پازیب نخلستان کے مسحور کن ماحول کا فسوں بڑھا رہی تھی۔ وہ دیوانہ وار بھاگ رہی تھی مگر میرے لئے تیز رفتاری سے بھاگنا ممکن نہ تھا۔

"ساریہ میں تھک گیا ہوں۔" نہ جانے وہ ابھی کتنی دور تک مجھے کھینچ کر لے جانا چاہتی تھی۔ میری سانس پھول گئی تھی۔

"ہاں تم تھک جاؤ گے۔" وہ رک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ "تم آنکھیں بند کرلو۔ میں تمہیں اپنے آنچل میں چھپا کر وہاں لے جاؤں گی۔" یہ کہہ کر اس نے آنچل میرے اوپر گرادیا تو ایک بار پھر سارے مناظر میری نظروں سے پوشیدہ ہوگئے اور میں آنچل کی رومان انگیز، معطر افروز دنیا میں گم ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم یہ فاصلہ کتنا طویل تھا۔ مجھے تو بس یوں لگ رہا تھا جیسے فردوس جنات کی ٹھنڈی و معطر فضا میرے قلب و نظر کو حیات نو دے رہی ہے۔ مجھ پر بے خودی سی طاری گئی اور مجھے حجرے کا وہ منظر یاد آگیا جب ساریہ پہلی بار مجھ پر اپنا آنچل گرا کر نخلستان میں لے آئی تھی۔ کچھ دیر بعد آنچل میرے سر سے سرک گیا اور میں ششدر آنکھوں سے اپنے گرد و پیش میں دیکھنے لگا۔ یہ نخلستان کا ہی کوئی گوشہ تھا۔ سر بفلک درختوں میں اب خاصی چہل قدمی شروع ہوگئی تھی۔ دراز قامت اور ٹھوس بدن کے حامل بے شمار وجود سفید چغہ نما لباس زیب تن کئے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ ان کے چلنے پھرنے میں ایک وقار اور تنظیم تھی۔ کسی قسم کی افراتفری، بے چینی اور شور و غوغا نہیں تھا۔ حالانکہ جب ساریہ مجھے ہامہ سے ملوانے لا رہی تھی تو اس کی پازیب اور گنگناہٹ سے ماحول کھنک رہا تھا مگر یہاں جنات کا ایک ہجوم بے کراں تھا مگر ماحول پر سکوت کا تالا لگ گیا تھا۔

میں نے بہت آہستگی اور بے چینی کے ساتھ ساریہ کو مخاطب کیا تو میرے پہلو میں کھڑے ایک نادیدہ وجود نے نسوانی لہجے میں سرگوشی کی:

"آقازادی ابھی آتی ہیں۔ تم خاموشی سے کھڑے رہو۔" میں خاموش ہو کر فضا میں غائب اس وجود کو تلاش کرنے لگا مگر وہ جو کوئی بھی تھی اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا۔

"ادھر مشرق کی جانب دیکھو۔ ہماری آقازادی کے مہمان۔" وہی نسوانی آواز ایک بار پھر سرگوشی کے انداز میں بولی۔

میں نے پہلو بدل کر مشرق کی جانب دیکھا تو قد آور جنات کے سروں سے اوپر روشنی کا ایک تخت سا جلوہ افروز ہوتا دکھائی دیا۔ یہ زرد، سبز روشنی کا ایک پیالہ سا بنا ہوا تھا جو فضا میں معلق تھا اور اس کے پیندے سے نارنجی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ روشنی کا پیالہ جوں جوں آگے کی طرف آرہا تھا اس کا حجم بڑھتا جارہا تھا اور اب اس کے دھندلے مناظر بھی عریاں ہو رہے تھے۔ پیالہ مجھ سے ایک کوس

کے فاصلے پر آ کر رک گیا اور اس کے ساتھ ہی نخلستان میں زندگی کی لہر نمودار ہوئی۔ سکوت کا تالا کھل گیا اور جنات اللہ کی مدح و ثنا کرتے ہوئی روشنی کے پیالے کی جانب بڑھنے لگے جس کی روشنیاں پورے نخلستان کو اپنے نور سے نہلا رہی تھیں۔

''تم بھی چلو۔'' اس نسوانی آواز نے میرے کاندھے پر دباؤ ڈال کر کہا۔

سار یہ کہاں ہے؟'' میں نے چلنے سے پہلے پوچھا۔

''آقا کے پاس ہے۔''

میں بھی جنات کے گروہ میں چلتا ہوا روشنی کے پیالے کے پاس پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ جنات کا بیٹا ہامہ روشنی کی ایک مسند پر بڑے وقار و تمکنت کے ساتھ بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ہی سار یہ بھی کھڑی ہے۔ ہامہ کے مصاحب اس کے عقب میں دست بدست مؤدب ہو کر کھڑے تھے۔ ہامہ کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور اس نے سار یہ سے کچھ کہا تو وہ دوسرے ہی لمحے میں میرے قریب آ گئی۔

''تم کہاں چلی گئی تھی؟' میں نے خفگی کے ساتھ پوچھا۔

''تمہیں بتایا تھا کہ بابا کا استقبال کرنے جا رہی ہوں۔' اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔''دیکھو تو میرے بابا کی شان، یہ جو تمہارے گرد سفید و براق لباس میں ملبوس جنات دکھائی دے رہے ہیں یہ سب میرے بابا کے لشکری اور جری جوان ہیں۔ بابا اپنی فتح کے بعد اپنے مصاحبین و لشکریوں کو ابلیسی قبائل میں ڈیوٹیاں لگانے کے لئے یہاں اکٹھا کرتے ہیں۔ آؤ تمہیں بابا بلا رہے ہیں۔''

میں دم بخود سار یہ کے ساتھ ہو لیا اور رنگ و نور اور قوس قزح سے مزین تخت پر لے گئی تو میں جاتے ہی ہامہ کی تعظیم کے لئے اس کے پاس گیا اور اس کے روئی کے گالوں جیسے ہاتھوں کو بوسہ دیا تو شفیق و مہربان ہامہ نے میرے سر پر دست شفقت رکھا اور پاس ہی بٹھا لیا۔

''ہم بہت سے جھمیلوں میں پڑ گئے ہیں اے ہمارے خاکی دوست۔ تیرا دل تو بہت گھبرایا ہوگا لیکن ہم نے سار یہ کو تیری حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا۔ تو نے ہماری بیٹی اور فردوس جنات کو کیسا پایا ہے؟'' ہامہ کے لبوں پر حیات افروز مسکراہٹ تھی۔ حجرے کے ملگجے اجالوں اور اندھیوں میں نظر آنے والا ہامہ آج روشنیوں کے تخت پر بیٹھا ہوا بہت مختلف دکھائی دے رہا تھا۔

''اے عظیم ہامہ۔ تیری قربت تو میرے لئے نعمت ہے۔ تیری بیٹی اور فردوس جنات میرے لئے سکون و راحت کا باعث بنی ہیں مگر جنات کے عظیم مدبر اور سالار۔ سار یہ آنچل میں چھپا کر مجھے فردوس جنات میں لے گئی۔ میں تجھ سے زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتا۔'' مجھ پر ہامہ کی شخصیت غالب

ہی تھی۔

''ہاں۔ ہم جانتے ہیں کہ تجھے ہماری رفاقت و مجلس کے لئے کون سی چیز بے چین کر رہی ہے۔
ڑا ہی متجسس اور مشتاق انسان ہے۔'' ہامہ نے میری دلی کیفیات کو بھانپتے ہوئے کہا۔ ''لیکن کچھ
ت کے لئے ٹھہر جا۔ میں آج اپنے جنات کو کچھ فرائض سونپنے والا ہوں اور مجھے ابلیس کی بہت سی
زشوں کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس لئے اے میرے خاکی یار۔ تو اس مختصر روداد کو سننے کے بعد
ریہ کے ساتھ ہمارے مسکن میں چلا جا۔ ہم شب گزاری کے لئے وہاں آئیں گے تو داستان جنات
ادھوری کہانی دوبارہ سے شروع کریں گے۔'' ہامہ نے مجھے تسلی دی اور پھر اپنے لشکریوں کی طرف
ھ کر بولا۔ ''یہ ہے وہ عظیم مخلوق جو تم انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ دیکھو یہ اس وقت سب
انی روپ میں نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب تمہیں دکھانا مقصود تھا۔ جنات کی اصل شکل تم نہیں دیکھ پاؤ
ے۔ اس لئے ہم اور ہمارے مصاحب و لشکری جب بھی تم سے ملیں گے، وہ انسانی روپ میں آئیں
ے۔ اے ہمارے خاکی مہمان۔ یہ وہ عظیم جنات کا گروہ ہے جو دنیا میں پھیلی ابلیسی سپاہ کا مقابلہ کر رہا
ہے۔ یہ وہ لشکر جرار ہے جس کی کمان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ علم و فضل اور طاقت کے حامل یہ جنات
رے ایک اشارے پر ابلیس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ وہ پیکر شجاعت ہیں جنہوں نے دیوس اور سابونہ
واصل جہنم کرنے کے بعد فرزندان ابلیس پر حملہ کیا اور گناہ بدی کے گماشتوں کو نتیجہ خیز شکست دی۔
ل، بیابان و صحرا اور سمندر کی گہرائیوں، کھنڈروں میں آباد ابلیسی بستیاں ہمارے جنات کا تصور کر
ے خالی ہو جاتی ہیں لیکن ہم ابلیس اور اس کی سپاہ کو ذلت آمیز شکست دینے کے باوجود اس کو ختم نہیں
ر پائے۔ اس لئے کہ ابلیس مردود کو روز قیامت تک ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ اس کی سپاہ اور گرگوں کو ہم
جر مولی کی طرح کاٹ دیتے ہیں۔ مگر اے خاکی انسان۔ انسانوں کے بھیس میں چھپے ابلیس،
یطان کی قوتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ تم اشرف المخلوقات جو ٹھہرے اور ہم جو صدیوں سے ابلیس
ے خلاف برسر پیکار ہیں مگر ابلیس نما انسانوں سے لڑنے سے عاجز ہیں اور نہ ہی قوانین قدرت ہمیں
انوں کے خلاف لڑنے دیتے ہیں۔ اگر ہمیں حکم ہوتا و یقین کرو اے خاکی انسان! آتشی انسان کے
پ میں کھڑے یہ جنات شیطان کے پیروکار انسانوں کو قتل کر دیتے تو آج ابلیس اتنا طاقتور نہ ہوتا۔
ی تم ہماری اس بات کی گہرائی کو نہیں سمجھ پاؤ گے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے
ہیں وقت چاہئے۔ پھر تم خوب سمجھ جاؤ گے کہ ایک انسان جب شیطان کا آلہ کار بنتا ہے تو وہ کتنا
ناک ہو جاتا ہے۔ اب تم سار یہ کے ساتھ جاؤ۔'' ہامہ کے مشفق چہرے پر یکدم تختی سی نمودار ہوئی۔
میں اس کی بدلتی کیفیات دیکھ کر سار یہ کے ساتھ اس کے مسکن میں آ گیا۔ نخلستان سے پرے سرسبز
اڑوں میں وہ اپنی سپاہ کے ساتھ رہتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ ہامہ کا مسکن آرائش و زیبائش سے مرصع

محل نما ہوگا۔ مگر وہ ایک سادہ سی غار میں رہتا تھا جس کے در و دیوار سے نہ جلالت ٹپکتی تھی نہ امارت وہ سادگی کا پیکر ہی ثابت ہوا۔ ساریہ نے میرا رات تک بہت خیال رکھا۔ وہ مجھے جنات کی بستی دکھانے لے گئی۔ بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر کردہ عمارتوں میں کئی کئی خاندان رہتے تھے۔ ہر میں اللہ کی حمد و ثنا ہو رہی تھی اس شب ہامہ نڈھال ہو کر اپنے مسکن میں آیا تھا مگر مجھے دیکھتے ہی کے تھکن زدہ اور فکر آموز چہرے پر بشاشت کی لہریں تیرنے لگیں۔ اس نے میرے بیٹھنے کے لئے تکیہ لگوایا۔ غار نما مسکن میں کافوری قندیلیں روشن کر دی گئی تھیں۔

"ہم نے داستان ابلیس و جنات کو کہاں چھوڑا تھا؟" ہامہ نے مجھ سے دریافت کیا تو جھٹ سے بولا۔

"عظیم ہامہ! تو نے یہ بتایا تھا کہ قابیل یاسوط کا انتظار کرنے کے بعد مایوسی میں پہاڑ سے گیا تھا جبکہ ابلیس اپنی اولاد کے ساتھ جشن منانے میں غرق ہو گیا تھا اور اس نے تمہارے دادا الاقیس قابیل پر مسلط کر کے اس کے حالات سے چشم پوشی اختیار کر لی تھی۔ تمہارے دادا نے قابیل کو وسو اور نخوت و تکبر کی دلدل میں غرق کیسے کیا تھا۔"

"ہاں یاد آ گیا۔" ہامہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور میں داستان جنات و ابلیس اور بنو آدم کے اول کی کہانی سننے کے لئے بے تابی سے پہلو بدلنے لگا۔

ابلیس جان بوجھ کر کئی روز تک قابیل کی دلجوئی کے لئے نہیں گیا۔ اس نے اپنے کارندو آسمان کی وسعتوں سے نکل کر زمین کی گہرائیوں میں کچھ عرصہ گزارنے کی ہدایت کی۔ وہ عتاب سے لرز رہا تھا اس کے بہت سے کارندے اور فرزندان آسمانوں کی خبریں لاتے ہوئے فرشتو آتش باری کا نشانہ بن گئے تھے اور اسے اب خبر مل رہی تھی کہ جنات بھی ابلیس کے خلاف جنگ تیاری کر رہے ہیں۔ ابلیس کے مقدر میں ذلت و رسوائی کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ رسوا اور گناہوں کی ساری لعنتیں وہ قیامت تک بھگتے گا لیکن اس نے سوچا کہ اگر عتاب الٰہی یونہی ا برستا رہا تو وہ انسانوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ اس کی نسل فرشتوں کی آتش باری اور جنات کے حم سے جہنم واصل ہو جاتی تو بدی کی قوتوں میں بھی کمی واقع ہو جاتی لہٰذا وہ اپنے کارندوں کو بچانے تدبیر کرنے لگا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ قابیل کو ہابیل کے قتل پر آمادہ کر کے اسے نفس پرست بنا میں اس کا ہاتھ ہے لہٰذا ہابیل کے قتل کے بعد قابیل بھی عتاب الٰہی کا نشانہ بنے گا تو یقیناً ابلیس اور کے کارندے بھی تباہ و بربادی سے گزریں گے۔

ابلیس نے اپنا تخت سمندر کے اوپر سجا لیا تھا اور اپنی مخلوق کو عتاب الٰہی سے بچانے کے

بیر کرنے لگا۔ آخر اس کے ذہن میں فساد کی ایک چنگاری نے جنم لیا اور اس نے سوچ لیا کہ اپنے رگوں کو عتاب الٰہی سے بچانے کا کوئی چارہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ وہ جہاں بھی پناہ لیں گے عتاب الٰہی ہاں بھی پہنچ جائے گا کیونکہ ارض و سما اس مالک کائنات سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ وہ بصیر الملک ہے اور ں کے ملائکہ کائنات کی ہر پور میں اُترے ہوئے ہیں جو نظام قدرت کے ہر لحہ کا حساب کتاب لکھ ہے ہیں۔ لہٰذا اس نے کہا۔ "اے بدی کے باپ کے پیروکارو! میں نے سوچا تھا کہ ہابیل کے قتل کے بعد قابیل پر عتاب الٰہی نازل ہوگا تو ذات خداوندی کا قہر مجھ پر اور تم پر بھی اُترے گا۔ میں چاہتا ا کہ تم زمین کے کونے کھدروں میں پناہ لے لو لیکن یہ میری بھول تھی۔ اب جبکہ عتاب الٰہی ہمارا مقدر ٹھہر چکا ہے تو میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم بنو آدمؑ کی بستیوں میں جاؤ اور انسانوں کو گمراہ کرو اور ان کے دوں میں خاص طور پر عورتوں کے دلوں میں قابیل کے لئے رحم دلی پیدا کرو۔ یاد رکھو! حسین و جمیل ورتوں کو گمراہ کرنے میں تمہیں زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔ بس اب تم جاؤ۔" بدی کی مخلوق سجدہ ریز و کر اپنے باپ ابلیس کو تعظیم پیش کرنے لگی تو ابلیس کی دہشت و کرب میں مبتلا آواز گونجی۔ "میرے ماشتو سنو! جنات تمہاری بستیاں تباہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ تمہیں فرشتوں کے علاوہ جنات سے ھی بچ کر رہنا ہے۔ ان سے مت الجھنا۔ ہاں جب تک بنو آدم میں گمراہ انسانوں کا ایک پورا قبیلہ تیار کر چکو گے تو تمہارا یہ باپ جنات کا مقابلہ کرنے کیلیئے ان گمراہ انسانوں کی مدد حاصل کرے گا۔ میں ابیل کو ان گمراہوں کا سردار بناؤں گا۔ پس تم اس امید پر جاؤ کہ تمہارا باپ ابلیس محافظ ہے۔"

ابلیس کے گماشتے شیطان بنو آدم کی بستیوں میں پھیل گئے اور عورتوں کو گمراہ کرنے لگے۔ ادھر ابیل پہاڑ سے اتر کر ایک بے آب و گیاہ میدان میں شب و روز گزارنے لگا۔ بھوک پیاس کے لئے ہ جنگل سے جا کر غذا حاصل کرتا۔ وہ خود سر اور متکبر و گمراہ انسان تھا اس لئے وہ پشیمان نہیں ہو رہا تھا ہ میرا دادا الاقیس اسے ذلت و خواری پر آمادہ کئے ہوئے تھا۔ بالآخر ایک روز ابلیس یاسوط کے روپ ں کوہ نوذ پر نمودار ہوا۔ اس نے خبیث نظروں سے بنو آدمؑ کی بستیوں کی طرف دیکھا جہاں انسان پنے معمولات انجام دینے میں مستغرق تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اس کا ایک شیطان بھی سایہ بن کر ل رہا تھا۔

یاسوط پہاڑ سے اترا اور قابیل کے پاس پہنچ گیا۔ قابیل اسے دیکھتے ہی بپھر گیا اور غصہ کے عالم یں دھاڑا۔ "اے یاسوط تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ تو نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا اور پھر خبر نہیں لی۔"

میں نے تجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ بنو قابیل کے سردار۔" یاسوط نے معنی خیز انداز میں کہا۔

قابیل جو خود سری، اکتاہٹ اور تنہائی کے مارے وحشت زدہ ہو چکا تھا۔ اس نے یہ بات سنی تو راض نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم کس بنو قابیل کے سردار کی بات کر رہے ہو۔ بنو آدم

میں صرف ایک ہی قابیل ہے اور وہ ہم ہیں۔"

"میں تمہاری ہی بات کر رہا ہوں میرے دوست!" یاسوط کے چہرے پر خباثت نمودار ہوئی "میں اتنے روز سے تمہارے خیر خواہ تلاش کر رہا تھا اور ادھر دیکھو۔ جب روشن آسمان کوہ نوذ کی چوٹی پر اپنی سیاہی پھینکے گا تو میرے غلام تیرے لئے بنو آدمؑ کی حسین و جمیل عورتوں کا ایک گروہ لے کر آئیں گے۔"

قابیل نے بے یقینی و مشتبہ انداز میں یاسوط کی طرف دیکھا۔"اس بے آب و گیا میدان میں عورتیں کیسے آئیں گی؟"

"اے میرے ہمدرد انسان۔ دیکھ لینا تیرا یاسوط تیرے لئے اس بے آب و گیا میدان میں آبشاروں اور گل و گلزار کے سوتے پیدا کر دے گا اور تیرے لئے یہ زمین کھیتی باڑی کے قابل ہو جائے گی۔ پس تو یہاں اپنا قبیلہ آباد کر۔ میں چاہتا ہوں آدمؑ جب کوہ نوذ پر کھڑے ہو کر ادھر دیکھیں تو تمہاری خوشحالی دیکھ کر ان کا غم تازہ ہو جائے اور بنو آدم تم پر رشک کریں۔"

یاسوط نے قابیل کو گمراہی و بدی کی دلدل میں اس قدر زور سے دھکا دیا تھا کہ وہ اس کا مطیع ہو گیا۔ اس روز جب سورج غروب ہوا تو یاسوط کے گماشتے بنو آدمؑ کی خوبصورت عورتوں کا ایک گروہ لے کر قابیل کے پاس آ گئے۔ ان میں کچھ مرد بھی تھے جو قابیل کے ہم خیال تھے۔ یاسوط نے قابیل کو قبیلہ آباد کرنے اور اپنی تعلیمات سے آگاہ کیا تاہم اس نے یہ عقدہ نہ کھولا کہ خود ہی ابلیس ہے۔ قابیل یاسوط کی مہربانیاں دیکھ کر نہال ہو گیا اور اس نے پوچھا۔"اے یاسوط تو میرا ہمدرد اور غمگسار ہے لیکن میں نے تجھ سے پہلے یہ دریافت نہیں کیا کہ تو کون ہے۔ مگر آج تجھ سے دریافت ضرور کروں گا کہ تجھے کس قوت نے میری اعانت کے لئے بھیجا ہے؟"

یاسوط نے قابیل کو گہری نظروں سے دیکھا اور سوچا کہ اگر اس نے قابیل کو یہ بتا دیا کہ وہ ابلیس ہے تو قابیل اس سے متنفر ہو جائے گا لیکن پھر اس نے طے کیا کہ قابیل کو یہ بتا دینا چاہئے کہ اگر بنو آدم پر رب رحمان کی طاقتیں ہیں تو شیطان کی آسیبی طاقتوں نے قابیل کو اپنا اسیر بنا لیا ہے لہٰذا اس نے کہا۔"اے قابیل میں تیرے ایک خیر خواہ کا غلام ہوں۔ تیرا وہ خیر خواہ ابلیس ہے۔ وہ ابلیس جو کبھی عزازیل تھا۔ جنات اور نچلے آسمان کے فرشتوں کا امیر اور سلطان الارض۔ وہ ابلیس جس نے خداوند قدوس کی رضا کے لئے سرکش جنات کو قتل و برباد کیا۔ مگر تیرے باپ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں جنت سے نکال دیا گیا۔ اس سے فرشتوں کا نور چھین لیا گیا اور علوم خداوندی سے محروم کر دیا گیا۔ وہ اپنے علوم کی طاقت میں متکبر تھا مگر جب اسے آسمانوں سے زمین پر پھٹکارا گیا تو اس سے روحانی درجات چھین کر ابلیسی علوم کا کاسہ تھما دیا گیا۔ اے قابیل وہ ابلیس تیرا ہمدرد اور تیری طاقت بنا چاہتا

ہے تجھے اس قابل بنا دے گا کہ تو اپنی محرومیوں کا بدلہ چکا سکے گا۔"

قابیل نے یہ سنا تو نرمی سے پوچھا۔"تیرا آقا ابلیس خود کہاں ہے؟"

یاسوط نے مکاری کے ساتھ کہا۔"وہ بھی آئے گا۔ تو نے دیکھ لیا ہے کہ میرے آقا نے ہر برے اور سخت وقت میں تیرا ساتھ دیا ہے لہٰذا تو اس کی خوشنودی کے لئے اپنے قبیلے کو آباد کرتا کہ وہ جب آئے تو خوش ہو۔" ہاں اب اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک تیرے ساتھ ہی رہوں جب تک بنو قابیل والے تعداد و دانائی میں بنو آدم سے بڑھ نہیں جاتے۔"

یاسوط نے مکاری کے ساتھ قابیل کے گرد اپنی تعلیمات کا جال بن دیا اور بنو قابیل بدی و گمراہی کے سائے میں پروان چڑھنے لگے۔ ابلیس نے وہاں اپنا مستقل ٹھکانہ کر لیا تھا۔

حضرت آدم ہابیل کے قتل پر بہت رنجیدہ تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت شیث جیسا صالح و جوان رعنا فرزند عطا فرمایا اور ان کی پرورش کے بعد انہیں پہاڑی میں آباد کر دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ وہ بنو قابیل سے راہ رسم نہ بڑھائیں۔ حضرت آدم کے حکم کی خلاف ورزی کا کوئی بھی تصور نہ کر سکتا تھا۔ اگر بنو قابیل کا کوئی فرد بنو شیثؑ کے علاقے میں جاتا تو اسے بری طرح دھتکار دیا جاتا تھا مگر یہ صرف حضرت آدمؑ تھے کہ آپؑ بنو قابیل میں جاتے اور اسے دعوت اصلاح دیتے۔ یاسوط حضرت آدمؑ کے آنے سے بے چین ہو جاتا اور اس کا بدن آتشی کوڑوں کی موت سے پگھلنے لگتا۔ کیونکہ آپؑ کے قدم مبارک جونہی بنو قابیل کے علاقے میں پڑتے ابلیس اور اس کے گرگوں پر قیامت ٹوٹ پڑتی اور وہ دہائی دیتے سینہ کوبی کرتے۔ فرشتے اور جنات اس علاقے پر مسلط ہو جاتے مگر جونہی حضرت آدمؑ اپنے قبیلے میں جاتے یاسوط اپنی ابلیسی طاقتوں سمیت واپس آ جاتا اور قابیل کو حضرت آدمؑ اور بنو شیثؑ کے خلاف اکساتا۔

ابلیس کی ساری محنت اکارت جا رہی تھی۔ اس نے خود کو یاسوط کی شکل میں متشکل کیا ہوا تھا مگر قابیل پر خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بنو قابیل کے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا لیکن حضرت آدمؑ کی تبلیغ نے اسے ایک بار پھر پریشان کر دیا تھا۔ اسے خدشہ لاحق ہو گیا کہ اس کی فتنہ سازیاں اور گناہ و بدی کی دنیا تاراج ہو جائے گی لہٰذا اس نے بنو قابیل کے سردار کو اپنا اسیر رکھنے کے لئے بہت سوچ بچار کی۔ اس کا شیطانی ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ایک روز جب سورج شام کی دہلیز پر سفر کر رہا تھا زوال کے وقت کا آغاز ہو چکا تھا اور ابلیس کی طاغوتی طاقتیں اپنے اپنے مساکن سے نکل کر دنیا کے ویرانوں، بیابانوں، سمندروں، پہاڑوں اور آبادیوں کی طرف چیختی شور مچاتی معمول کی کارستانیاں انجام دینے جا رہی تھیں عین اس وقت ابلیس کو ایک نیا شیطانی روپ سجھائی دیا۔ وہ ایک ویران و بے آب ریگزار میں چلا گیا۔ اس نے اپنے بیٹوں کو طلب کیا۔ میرا دادا لاقیس

اور میرا باپ ہمہ طاغوت کے پردوں میں سرکتی رات میں اپنے باپ کے سامنے خاموش بیٹھ ابلیس نے ان سے کہا۔ "میرے بچو! تمہارا باپ آج بہت پریشان ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں آدم کو گمراہ کرنے کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں اور قابیل کو ایک نیا قبیلہ آباد کرنے دی ہے۔ مگر اب ابوالبشر آدم نے قابیل کے قبیلے کو گناہوں کی دلدل سے نکالنے کے لئے تبلیغ کر دی ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے بنو شیث والوں کو منع بھی کیا ہوا ہے کہ وہ بنو قابیل کے رسم نہ بڑھائیں۔ انہیں معلوم ہے کہ جب تک بنو قابیل میں نیکی اور راست گوئی نہیں آتی وہ قبیلوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے قابل نہیں ہو سکے گا۔

ان حالات میں تم پر یہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ تم بنو قابیل کی عقلوں میں کوئی اچھ آنے ہی نہ دو۔ یاد رکھو جب تک انسان میں توبہ کا مادہ ہے وہ نیک و صالح انسانوں کی صف م ہو جائے گا لہٰذا تم اپنے حواریوں کو حجت و بد کلامی اور مشرکانہ عقائد پر حق بجانب رہنے کی تلقین

میں نے یاسوط کی شکل میں قابیل سے دوستی گانٹھ رکھی ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میر کی شکل میں اپنا ایک مؤکل تیار کروں گا۔ میں نے تمہیں اس لئے یہاں بلایا ہے کہ زوال شہ ساعتیں بدی کے گماشتوں کے لئے بہت راس ہیں۔ یہ سیاہ و مہیب راتیں شیطانی علوم کے تابندگی کی حامل ہیں۔ آؤ دیکھو کہ تمہارا باپ اپنا مؤکل کیسے تیار کرتا ہے۔ یاد رکھو! آج کے بعد پر فرض ہے کہ تم طاغوتی و ابلیسی علوم پر دسترس حاصل کر کے انسانوں کو پراسرار علوم کا عادی انہیں پراسرار قوتوں اور مظاہر کا پجاری بنا دو اور یاد رکھو، اگر انسان پراسرار، کالے اور شیطانی دلدادہ ہو گئے تو وہ شیطانی قوتوں کے مطیع ہو جائیں گے اور تمہارا باپ ابلیس روز قیامت خداو سے یہ کہہ سکے گا کہ اے رب ارض و سما دیکھ میں نے انسان کو اپنی تعلیمات کا اسیر بنا دیا ہے۔ کے ذہن کو جتنا گمراہ کرو گے تمہارے باپ کی تعلیمات و طاغوتی طاقتوں میں اسی قدر اضافہ ہ اب یاسوط کی شکل میں مؤکل تیار کرتے ہیں۔"

ابلیس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ رات گہری اور سیاہ تھی۔ ویران سناٹوں میں ابلی اپنے گرگے دور دور تک پھیلا دئے تھے۔ فرزندان ابلیس اپنے باپ کے گرد دائرہ کی شکل میں تو ابلیس نے طاغوتی طاقت سے آگ کا الاؤ روشن کیا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ا میرے باپ کو طلب کیا اور کہا۔ "جاؤ اور سات زمینوں کی دلدلی مٹی اور پہاڑوں کے بطن تاب سرخ سیال کی ایک ایک مٹھی لے کر آؤ۔" میرا باپ حکم پاتے ہی غائب ہو گیا۔ اس ابلیس نے میرے دادا لاقیس سے کہا۔ "اے میرے فرزند تو جا اور قابیل کے قبیلے میں سے نوجوان اور کنواری لڑکیوں کا خون لے کر آ۔" لاقیس بھی ابلیس کے حکم کی بجا آوری کے لئے چا

اس دوران ابلیس کبھی با آواز بلند اور کبھی زیر لب کچھ پڑھتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد لاقیس اور ہم دونوں واپس آ گئے۔ ہم نے مٹی اور سرخ سیال ابلیس کو پیش کیا اور لاقین نے بھی سات لڑکیوں کا خون اس کی نذر کیا۔ ابلیس نے مٹی اور سرخ سیال کو آپس میں ملا کر ایک انسانی پتلا بنایا اور پھر کچھ پڑھنے لگا۔ اس کی آواز گھن گرج میں بدلتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے خون کو بوند بوند اس پتلے پر گرانا شروع کیا اور قہر و غضب سے بھری آواز میں دھاڑا۔ "اے پتلے تو میرا مؤکل ہے، میرا دوہرا روپ ہے میں نے تیرا نام یاسوط رکھ دیا ہے تیرے اندر بھی میری روح ہے۔"

ابلیس جونہی خاموش ہوا پتلے میں حرکت پیدا ہو گئی اور الاؤ سے آگ کی ایک لہر پتلے کے سر پر آ کر لہرانے لگی۔ فرزندان ابلیس اپنے باپ کے ہم شکل و ہم فطرت مؤکل یاسوط کو جنم لیتے دیکھ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد پتلا آگ کے شعلوں میں چھپ گیا اور آگ آسمان کی طرف بلند ہونے لگی۔ آگ سے طوفان کا شور نمودار ہونے لگا اور کچھ ہی ثانئے بعد آگ سرخی مائل دھوئیں میں بدلنے لگی دھواں آہستہ آہستہ ایک مکروہ شکل میں متشکل ہونے لگا اور ثانئے بعد جب دھوئیں میں قرار ٹھہرا تو فرزندان ابلیس حیران و ششدر رہ گئے۔ ان کے سامنے دو ابلیس کھڑے تھے۔ ابلس نے یاسوط کو مخاطب کیا "اے میرے ہم شکل ابلیس تیرے اندر بھی میں ہی ہوں۔ میں نے تجھے اپنی طاقتیں و دانائی بھی دی ہے۔ تو نے میرا وہ روپ بھی دیکھ لیا ہے جو بنو قابیل میں مجھے اختیار کرنا پڑا۔ پس تو آج سے بنو قابیل میں رہے گا اور وہاں ابلیس ثانی بن کر اپنا گروہ بنائے گا۔"

یاسوط نے ابلیس پر الوداعی نظر ڈالی اور ہاتھ فضا میں بلند کر کے غائب ہو گیا۔ یاسوط جب قابیل کے پاس پہنچا تو اسے رنجیدہ خاطر پایا۔ قابیل نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "تم کہاں چلے جاتے ہو۔ جانتے ہو مجھ پر میرے قبیلے پر کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔"

"یاسوط اپنے غمخوار کے ہر غم سے آگاہ ہے۔" یاسوط نے مکاری کے ساتھ کہا۔ "اگر ہمارے دوست قابیل کو یہ پریشانی ہے کہ وہ اپنے قبیلے کو بنو شیث والوں سے کیسے بچائے تو ہم اس کا حل تلاش کرنے گئے ہوئے تھے۔"

قابیل نے درشت لہجے میں کہا۔ "اگر تم یہ جانتے ہو تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہمارے باپ نے بنو شیث کو کوہ قبیس کا علاقہ بھی عطا کر دیا ہے اور تم جانتے ہو کہ ابوالبشر آدم نے کوہ قبیس پر وہ نورانی پتھر نصب کیا ہوا ہے جس کی روشنی میں سیاہ راتیں بھی جگمگا جاتی ہیں اور آدم کی تعلیمات پر عمل کرنے والے اس عظیم و مقدس پتھر کا دیدار کرنے وہاں جاتے ہیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہ پتھر ابوالبشر جنت سے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس کے تقدس و حرمت کا خیال بنو آدم پر واجب ہے۔"

"اے عظیم قابیل۔ میں جانتا ہوں کہ ابلیس کے پیروکار اور گناہ گار انسان اس عظیم پتھر کی سعادت سے محروم ہیں۔ انہیں سختی سے منع کیا گیا ہے کہ اس آسمانی پتھر کو ہاتھ نہ لگائیں۔ جو نیک لوگ اس پتھر کو چومتے اور ہاتھ لگاتے ہیں انہیں بھی سختی سے اس حکم کا پابند بنایا گیا ہے کہ پاکیزہ حالت میں اس کو ہاتھ لگائیں۔" یاسوط بتانے لگا۔ "مگر میرے آقا ابلیس کا کہنا ہے کہ اگر بدی کے پیروکار اس پتھر کو چھونا شروع کر دیں تو اس کی روشنی کم ہونے لگے گی۔"

"یاسوط میری بات غور سے سنو اور ابلیس سے کہہ دو کہ قابیل اور اس کی نسل کو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے کیا ملا۔ ہمیں ہر طرح کے حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ کبھی ہمیں بنوشیث کے ساتھ تجارت سے منع کیا گیا ہے اور کبھی کوہ ابو قیس کا مقدس علاقہ ہمارے لئے ممنوع قرار دیا گیا۔ جاؤ ابلیس سے کہہ دو کہ وہ ہماری مدد بھی کرے۔"

یاسوط بولا۔ "بنو قابیل کے دانا سردار۔ ابلیس نے تجھے تنہا نہیں چھوڑا۔ میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔ آج میں بنو قابیل کے لئے ایک ایسا روشن پتھر پیدا کروں گا جو تمہارے علاقے کو سیاہ راتوں میں بھی روشن کر دے گا اور دنیا کی حسین و جمیل عورتیں دوں گا کہ بنوشیث والے بھی ان کے حسن کے آگے سر جھکا دیں گے۔"

اس رات یاسوط نے بنو قابیل کے چند جری جوانوں کو ساتھ لیا اور قابیل کی چراگاہ میں ایک بڑا سنگی چبوترہ تیار کیا۔ پھر اس چبوترے کے اندر ایک معبد خانہ بنانے میں مصروف ہو گیا۔ شب و روز کی محنت کے بعد یاسوط نے معبد خانے میں سیاہ و سفید اور سرخ رنگ کے جگمگاتے بھاری بھاری پتھروں سے بت تراشے اور پھر جب معبد اور سنگی چبوترہ مکمل ہو گیا تو یاسوط نے معبد خانے کی رونق بڑھانے اور بنو قابیل کو اپنی گرفت میں مزید جکڑنے کے لئے ابلیس کی پیروکار عورتوں کو حسن و دوشیزگی سے مزین کر کے وہاں آباد کیا۔

قابیل کی وارفتگی و بے تابی دیکھ کر ابلیس کے لبوں پر وحشیانہ مسکراہٹ کھل اٹھی۔ اس نے زور سے تالی بجائی اور قابیل سے کہا۔ "اے قابیل ہم نے یہ تحفہ تجھے سونپ دیا ہے اور تجھے ہم یقین دلاتے ہیں کہ سارینہ اپنے حسن کے سوز اور تدبر سے بنوشیث کے بند دروازے تجھ پر کھول دے گی اور ہاں اے قابیل آج ہم تجھ سے تیرے قبیلے کے جری جوانوں تری آن پر مر مٹنے والوں کو کچھ علوم بھی تفویض کریں گے یاسوط اور سارینہ انہیں ابلیسی علوم کی تعلیم دیں گے۔"

ابلیس تخت سے اٹھا اور اس نے بتوں کے قدموں میں مدہوش گرے پڑے آدم زادوں کو پاؤں کی ٹھوکروں سے اٹھایا۔ قابیل متوحش مگر لاچار نظروں سے ابلیس کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔ اس کی

جرأت نہ ہوئی کہ وہ ابلیس سے دریافت کرے کہ وہ اس کے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے۔

ابلیس نخوت و تکبر کے عالم میں معبد میں ٹہلتے ٹہلتے قابیل کے پاس پہنچا اور سارینہ کو مزمار بجانے کی ہدایت کی۔ مزمار کی سحر انگیز، عقل و خرد کو مبہوت و بے بس کرنے والی تانوں نے قابیل کو ایک بار پھر بے خود کر دیا اور بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"سنو اے بنو قابیل کے سردار۔ یہ مزمار موسیقی کا خالق ہے۔ موسیقی وہ زہر آب نشہ ہے جو ابلیس کے پیروکاروں کو فرحت و نشاط بخشتا ہے۔ میں نے انسان کے قلب و ذہن کو اپنا اسیر و مطیع بنانے کے لئے پہروں سوچا اور پھر یہ مزمار بنایا۔ اس کی تانیں وہ جادو ہیں جو انسان میں خون کی طرح گردش کرتی ہیں۔ سنو، جب بھی تمہارا دل گھبرائے، تجھے وحشت ہونے لگے تو ہمارا دیا ہوا یہ تحفہ تمہیں سرور بخشے گا۔"

قابیل ابلیس کی مہربانیوں پر جھکتا چلا گیا۔ وہ بولا۔ "اے بدی کے خالق! تو خود میری رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور تجھے یہ گیان مل جاتا ہے کہ قابیل کیا چاہتا ہے۔ اے شیطان الارض۔ تو جانتا ہے کہ اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے دربدر کی ٹھوکروں کا عذاب دیا اور میرے قلب و ذہن کو بے سکونی بخش دی۔ میرے قبیلے کے گلے میں بدی کا طوق ڈال دیا۔ اگر ان گنہگاروں کو تیرا آسرا بھی نہ ملتا تو نہ جانے یہ کہاں جاتے۔ اب مجھے امید ہوئی ہے کہ اگر ابوالبشر حضرت آدمؑ اپنے دل میں میرے لئے اور میرے قبیلے کے لئے نرمی پیدا کر لیں اور یہاں آ کر تبلیغ کرنے کے بعد بنوشیث والوں کو ہم سے تجارت و تعلقات کی اجازت دیں تو ہماری یہ مشکلات بھی دور......"

قابیل ابھی بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ ابلیس نے یکایک وحشیانہ چیخ ماری اور دھاڑا۔ "اے قابیل تو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا ابلیس کو آدم کے ہاتھوں ایک بار پھر ذلیل و خوار کرانا چاہتا ہے؟"

وہ یاسوط کی طرف مڑا اور قہر بار نظروں سے گھور کر بولا۔ "اے یاسوط کیا تو نے قابیل کو نہیں بتایا کہ ابلیس کی تعلیمات کیا ہیں اور یہ معبد اور یہ بت...... اور یہ نشاط و فرط کی محفلیں کس کے لئے ہیں۔ قابیل کو کس کا دین قبول کرنا ہے۔ لعنت ہے تجھ پر میرے ہمزاد۔ تو نے ابلیس کی محنت اکارت کر دی۔"

قابیل اس صورتحال سے ایک دم پریشان ہو گیا۔

"کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

"ہاں تجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ قابیل۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس دنیا میں صرف دو ہی مذہب

ہیں۔ ایک رب کائنات کا رحمانی مذہب جس کے مبلغ ابوالبشر حضرت آدمؑ اور حضرت
ہیں۔ دوسرا مذہب شیطان کا ہے۔ یہ بدی و گناہ کا مذہب ہے۔ اسے تم جو بھی نام دو مگر اس کا ایک
منشا ہے یعنی ابلیس کی اطاعت اور خدا کی نافرمانی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ہابیل کو قتل کر کے تم تعلیم
الٰہی کو جھٹلا چکے ہو۔ تم ازل سے ابلیس کے رفیق بن چکے ہو قابیل۔ پھر تیرے دل میں اصلاح کا
کیوں آیا۔ کیا ہم اور ہمارے ساتھی اس لئے تمہاری اعانت کر رہے ہیں۔ تجھے اب ابلیس کی تعلیم
پر ہی عمل کرنا ہے قابیل، اور یہ بات ذہن میں بٹھا لے کہ یہ معبد اب تیرے قبیلے کے لئے پوجا پا
مرکز ہے' یہاں آؤ...... اور اس کے کلس پر چمکتے ہوئے سورجوں کی پوجا کرو۔ ان بتوں کو سجدے
اٹھو اور اپنے لوگوں سے کہو کہ اپنی مناجات ان بتوں سے مانگیں۔ انہیں یہ باور کرا دو کہ یہ با
سے پہلے کے نیک لوگوں کے ہیں۔ اگر تم ان سے مانگو گے تو فلاح پاؤ گے۔"

ابلیس کا غصہ مکر و فریب کے لبادے میں ڈھل گیا اور اس نے قابیل کو بتوں کے آگے جھ
ان سے مانگنے پر قائل کر لیا۔ قابیل کی تقلید میں اس کے قبیلے کے مرد و زن بھی جھکتے چلے گئے۔

ابلیس بنو قابیل کو اپنی ابلیسی تعلیمات کے جال میں پھانس چکا تھا۔ اس نے طاغوتی
بدولت معبد خانے میں سارینہ جیسی درجنوں لڑکیاں پیدا کیں اور یاسوط کو معبد کے چبوترے پر
قابیل سے وعدہ لیا۔" اے قابیل! یاسوط اس معبد خانے میں ابلیسی تعلیمات کا درس دیا کرے
تیرے جوانوں کو ناقابل تسخیر بنا دے گا۔ ہم سے عہد کرو کہ تم یاسوط کے حکم کی سرتابی نہیں کرو گے

ہولناک رات میں فرزندان ابلیس اور اس کے گرگے بنو قابیل کے چپے چپے میں پھیلے
تھے اور بھیس بدل بدل کر لوگوں کو معبد خانے کی طرف دھکیل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا ابلیس آ
رات میں پورے قبیلے کو اپنا اطاعت گزار بنا کر ٹلے گا۔ مگر اللہ کی نظر کرم نے ان گنہگاروں کے د
پانچ متقی، پرہیزگار بھی پیدا کر دیئے تھے۔ ابوالبشر حضرت آدمؑ کی تبلیغ کے نتیجے میں یہ پا
پرہیزگار ودہ' سواع، نصر یغوث، یعوق تھے۔ اس رات پانچوں بنو شیث گئے ہوئے تھے۔ ابلیس
تھا کہ اگر یہ پانچوں نوجوان یہاں موجود ہوتے تو وہ ابلیس کے ارادوں کو بھانپ لیتے لہٰذا
غنیمت جانا کہ راتوں رات ہی پورے قبیلے کو بدی کے مرکز پر اکٹھا کر لیا جائے۔

ابلیس کے گرگے بنو قابیل کو گھیر کر معبد میں لے آئے اور ابلیس نے انہیں گناہ کی لذ
نئے طریقوں سے روشناس کرایا۔ بدکار' سیاہ کار بنو قابیل گناہ کی مستی میں پورے کے پور
ہو گئے اور انہیں معبد کے اندر باہر جہاں جگہ ملی مدہوش ہو کر گر پڑے۔

سیاہ رات کا یہ پہر ابلیس کی خرمستیوں و سیاہ کاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ اندھیرے گہرے
تھے مگر پھر جب رات آخری پہر میں داخل ہونے لگی اور سحری کا مبارک وقت قریب آ گیا تو ا

بدن جلنے لگا۔ وہ وحشیانہ انداز میں چیخنے لگا اور سینہ کوٹ کر خلوق ابلیس سے کہنے لگا۔" بدبختو بھاگو۔
نیک ساعتوں کا آغاز ہو گیا ہے۔ ابوالبشر اور حضرت شیثؑ عبادت کے لئے جاگنے والے
ہیں۔" ابلیس نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ میرا دادا الاقیس فلک شگاف چیخ مار کر بولا!

"شیطان الارض...... وہ دیکھو ابوقبیس کی پہاڑیوں پر کیسا نور برس رہا ہے۔"

ابلیس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی نظریں کوہ نوذ اور کوہ ابوقبیس کی طویل مسافتوں کو طے
کر کے اس نور الٰہی کو دیکھ کر جل اٹھیں یہ نور رات کے آخری پہر میں فرشتوں کی آمد سے بنو آدم پر سایہ
فگن ہو جاتا تھا۔

"ہائے...... اے ابلیس مردود تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔" ابلیس نے سینہ کوٹ کر کہا اور اپنی بدبختی
پر ماتم کرنے لگا۔" یہ اللہ کا نور ہے۔ فرشتے بنو آدم پر رحمتیں لے کر آ رہے ہیں۔ وہ دیکھو جبرائیل اللہ کا
پیغام لے کر حضرت آدمؑ کے پاس آ رہے ہیں۔ بھاگو...... بھاگو...... یہاں سے دور اپنے اپنے
مسکنوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو جبرائیل کا کوڑا تمہارے جہنمی بدنوں کو خاکستر کر دے۔"

ابلیس اور خلق ابلیس میں افراتفری مچ گئی۔ سارینہ یہ دیکھ کر چلائی۔" اے بدی کے باپ۔ ان
بدکاروں کا کیا کرنا ہے؟" وہ بنو قابیل کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"انہیں یہیں تک رہنے دو۔ ان کو اللہ کا عذاب سہنا ہے۔ چلو بھاگو۔"

ابلیس نور السحر کی نیک ساعتوں میں اپنے خبث باطن سمیت غائب ہو گیا یاسوط اور سارینہ بھی
ان کے ساتھ چلے گئے۔

☆......☆......☆

اگلی صبح قابیل کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک بت کے قدموں میں گرا پایا۔ اس کے قبیلے کے
مادر پدر مرد و زن کا بھی یہی عالم تھا۔ قابیل جونہی ہوش میں آیا اس نے معبد کو خالی پایا۔ پھر اس نے
یاسوط کو آواز دی۔ اسی لمحہ یاسوط ایک بت کے عقب سے نمودار ہو گیا۔ سارینہ اپنے مزمار کے ساتھ
اس کے ساتھ تھی۔ وہ قابیل کے پاس آ گئی اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔" یہ رات
کیسی گزری؟"

قابیل اس کی رفاقت کے سحر میں ڈوب گیا اور بولا۔" تو جب تک قابیل کے پاس رہے گی اور
مزمار کی دھنیں بکھیرے گی اسے کوئی غم نہیں رہے گا۔"

اس دوران یاسوط نے بنو قابیل کے مدہوش لوگوں کو اٹھایا۔ ہر ایک اپنی حالت پر شرمسار بھی تھا
مگر سارینہ اور یاسوط نے ان کے دلوں سے شرم و حیا کا مادہ نکال دیا اور کہا کہ وہ ابلیسی عبادت کے
دوران جب تک اپنے نفس کی بات نہیں مانیں گے ان کی عبادت قبول نہیں ہو گی۔ یاسوط اور سارینہ

نے بنو قابیل کے دو مردوں اور دو عورتوں کو اپنے پاس روک لیا اور باقی کو کام کاج پر جانے کے کہہ دیا۔ پھر وہ ان چاروں کو لے کر قابیل کے پاس آئے اور بولے۔ ”بنو قابیل کے سردار تیرے قبیلے کے یہ دو مرد اور دو عورتیں ابلیسی قوتوں سے مزین کئے جائیں گے۔ آج سے یہ معبد رہیں گے۔“

قابیل بولا۔ ”تم انہیں کیسا علم سکھانا چاہتے ہو؟“

سارینہ بولی۔ ”ہم ابلیسی طاغوتی طاقتوں کا زہر ان کی رگوں میں اتار دیں گے۔ یہ الفطرت عادات کے حامل ہو جائیں گے۔ کوئی بھی انسان ان پر غالب نہ آسکے گا اور یہ اپنے علم طاقت سے پہاڑوں کو بھی زمین سے اٹھا کر پھینک دیں گے۔“

قابیل بولا۔ ”ٹھیک ہے تم انہیں یہ علم سکھا دو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ علم میرے قبیلے کے کو سکھا دو لیکن......“

”لیکن کیا......؟“ یاسوط نے پوچھا۔

”مجھے یکدم خیال آیا کہ تمہارے ہوتے ہوئے ان کو علوم سکھانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے نگہبان نہیں ہو۔ تم بھی تو مافوق الفطرت ہو۔ تم بھی تو پہاڑ اکھاڑ سکتے ہو...... تمہاری طاقت آگے کوئی بھی انسان دم نہیں مار سکتا۔“

”اے قابیل تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر وہ کام جو انسانوں کو انسانوں کے خلاف کرنے ظاہری طور پر وہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر ابلیس کی طاقتیں بذات خود دنیا کے یہ کام انجام دینے جنات ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ قانون فطرت کا تقاضا ہے کہ ہم پس پردہ رہ کر تمہار کریں۔ ویسے بھی تم جانتے ہو کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور وہ اپنے علوم کی وجہ سے ابلیس اور فرشتوں پر افضل ہے۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے قابیل۔ اس لئے انسانی بدنوں میں قوتیں داخل کر کے ہم انسان کو مضبوط تو بنا سکتے ہیں مگر خود ان کی جگہ نہیں لے سکتے۔“

قابیل ایک بار پھر بولا۔ ”یاسوط یہ علم تم مجھے سکھا دو۔“

یاسوط کہنے لگا۔ ”اے قابیل تجھے ان علوم کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابلیس محافظ ہے اور پھر ابلیسی قوتوں کے پیکر یہ چار انسان بھی تیری حفاظت کے لئے کافی ہیں۔“

یاسوط اور سارینہ نے قابیل کو مطمئن کر دیا اور اسے قبیلے میں واپس بھیج دیا۔ پھر وہ انسانوں کو معبد کے بڑے بت کے پاس لے گئے۔ سارینہ اور یاسوط کئی روز تک انہیں طاغو سکھاتے رہے۔ آخری شب جب چاروں ابلیسی علوم سے مزین ہو گئے تو سارینہ قابیل کے پا اور اسے خوشخبری سنائی کہ اس کے قبیلے کے چاروں افراد طاغوتی قوتوں کے ماہر ہو گئے ہیں اور

معبد میں ہی رہیں گے۔

قابیل کو تجسس ہوا اور کہا کہ وہ ان چاروں کی طاقت کا مظاہرہ دیکھنا چاہتا ہے لہٰذا سارینہ اسے لے کر معبد میں چلی گئی اور اسے ابلیسی تخت پر بٹھا دیا۔ اس نے تالی بجائی اور یاسوط چاروں کو لے کر حاضر ہو گیا۔

قابیل انہیں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ دونوں مرد قہر و غضب اور طاقت کے مظہر دکھائی دیتے تھے۔ ان کے چہروں سے رعونت و نفرت اور عکس ابلیس ٹپک رہا تھا۔ لڑکیاں حسن کی بارش سے بھیگ رہی تھیں ان کے نرم و نازک بدن سے غیر مرئی طاقتوں کی لہریں اٹھ رہی تھیں اور آنکھوں میں ہوس و انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

”قابیل! یہ نوجوان جو میرے بائیں طرف کھڑا ہے اس کا نام قابوط ہے اور میری دائیں جانب کھڑے نوجوان کا نام سابوط ہے۔“ یاسوط نے دونوں جوانوں کا تعارف کرایا تو سارینہ لڑکیوں کا تعارف کرانے لگی۔

”اے قابیل یہ لڑکی جو تیرے پاس کھڑی ہے تو اسے بخوبی جانتا ہے یہ تیرے بیٹے کی پوتی ژالہ ہے۔ تو جانتا ہے کہ یہ لڑکی تمہارے قبیلے کی سب سے حسین دوشیزہ تھی مگر اب میں نے اسے حسن کے علاوہ ابلیسی علوم کی پروردہ بنا دیا ہے۔ یہ مزمار بجا کے اور رقص پیش کر کے دنیا کو مدہوش کر دیتی ہے اور یہ دوسری لڑکی جو ژالہ کی ہم زاد ہے اس کا نام مژالہ ہے۔ یہ بھی ہوشربا رقص اور دلربا اداؤں سے مردوں کو گھائل کر دیتی ہے۔ ژالہ اور مژالہ دونوں ابلیسی طاقتیں حاصل کر چکی ہیں۔ ان چاروں کو ابلیس نے یہ طاقت دی ہے کہ یہ کسی بھی طرح کا بھیس بدل سکتے ہیں اور آنکھوں سے اوجھل ہو سکتے ہیں۔“

ان کا تعارف کرانے کے بعد قابیل یہ جان کر مسرور اور بے تاب ہو گیا کہ اس کے قبیلے کے یہ ناقابل تسخیر فرد اب اس کی حفاظت کریں گے۔

یاسوط نے قابیل کی بے تابی بڑھائی۔ ”اے میرے سردار! قابوط، سابوط، ژالہ اور مژالہ اب بنوشیث کے علاقے میں جائیں گے۔ تم جانتے ہو کہ کچھ دنوں تک بنوشیث عید کی خوشیاں منانے کے لئے پہاڑوں سے اتریں گے اور میدانوں کو آباد کریں گے۔ ابلیس کا حکم ہے کہ یہ چاروں عید کے اس میلے میں اپنے فن کا اظہار کر کے بنوشیث کے دلوں کو مسخر کر لیں گے۔ ہم نے دلوں کو مسخر کرنے کے ہتھیاروں سے ان چاروں کو لیس کر دیا ہے۔

بنو آدم و بنوشیث ہر سال عید مناتے تھے اور اس موقع پر دونوں قبائل ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھیل تماشے دکھاتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ بنو قابیل کے یہ چاروں ابلیسی پیکر اپنی طاغوتی

طاقتوں کے زور پر عیدگاہ میں پہنچ گئے۔قابوط' سابوط' ژالہ اور مژالہ حسن و مستی اور مکروفریب کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر عین اس جگہ پہنچے جہاں بنوشیث اور بنوآدم عید کی رونقوں میں کھوئے ہوئے تھے۔چاروں نے کچھ فاصلے پر ایک قطعہ گلزار دیکھا اور وہاں بیٹھ گئے۔ژالہ نے مزمار نکالی اور قابوط کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''سنو ژالہ...... منصوبے کے مطابق اب ہم دونوں فضا میں تحلیل ہو کر لوگوں کی نظروں سے چھپ جائیں گے۔اس دوران تم دونوں اپنے فن کا مظاہرہ شروع کر دینا اور ہم عیدگاہ میں جا کر کمزور ایمان والوں کے پاس سرگوشیاں کر کے ان کے اندر یہ تجسس پیدا کریں گے کہ وہ مزمار کی دھن پر ادھر کھنچے چلے آئیں گے۔اس کے بعد مژالہ نے جو کہانی تیار کی ہے وہ تم سنا دینا۔ہمیں یقین ہے کہ بنوشیث کے مردوں کے دلوں میں تمہارے لئے نرم گوشہ پیدا ہو جائے گا۔'' یہ کہہ کر قابوط نے آسمان کی طرف دیکھا۔مطلع صاف تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔اس نے اور سابوط نے خود کو فضا میں تحلیل کر لیا اور ژالہ مزمار کی مدھر تانوں سے ٹھنڈی ہواؤں میں موسیقی کا زہر گھولنے لگی۔مژالہ اٹھ کر مزمار کی دھنوں پر وجدانی رقص پیش کرنے لگی اور جب دونوں کے فن ایک دوسرے میں جذب ہوئے تو ماحول پر سحر طاری ہونے لگا۔ژالہ مزمار بجانے میں محو ہو گئی اور مژالہ کے بے تاب مشاق قدم رقص کے دلفریب مناظر پیش کرنے لگے۔

قابوط اور سابوط اس دوران عیدگاہ کے ہجوم میں پہنچ چکے تھے۔مزمار کی دلفریب آواز وہاں پہنچ رہی تھی اور لوگ بے تابی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔قابوط نے ہواؤں کے دوش پر سرگوشیاں کرنی شروع کر دیں تو لوگوں کے دلوں میں اشتیاق ابھرنے لگا کہ یہ دلفریب آواز کدھر سے آ رہی ہے۔سابوط نے ان کی رہنمائی کر دی اور لوگ دیوانہ وار اس طرف چل دیئے جدھر سے یہ آواز آ رہی تھی۔وہاں پہنچ کر انہوں نے جب دو لڑکیوں میں سے ایک کو ساز بجاتے اور دوسری کو رقص کرتے ہوئے دیکھا تو دنگ رہ گئے۔اس سے قبل انہوں نے ایسی دلفریب آواز اور ہوشربا رقص نہیں دیکھا تھا۔عید کا سماں تھا لوگ رونقیں بڑھانے اور دلوں کو مسرت و انبساط سے لبریز کرنے کے لئے کھلے میدانوں میں پہنچے ہوئے تھے۔انہیں جب ژالہ اور مژالہ کا فن دیکھنے کو ملا تو وہ بڑے تجسس و جذب کے ساتھ ماحول کی سحر آفرینی میں کھو گئے۔مزمار نے ماحول پر سحر پھونک دیا تھا۔اس پر مژالہ کے رقص نے مردوں کے دلوں کو بے تاب و بے قرار کر دیا تھا۔

ابلیس کا جادو چل گیا۔اس نے بنوشیث میں اپنے ہمنوا پیدا کر لئے۔ان دنوں ژالہ اور مژالہ بنوشیث کے مردوں کا موسیقی اور رقص سے دل بہلا رہی تھیں۔قابوط اور سابوط اپنی طاغوتی طاقتوں

کے پردے میں چھپ کر بنوشیث کے مردوں اور عورتوں کے دلوں میں تجسس و اطمینان پیدا کر رہے تھے۔وہ انہیں برائی کی دلدل کے پاس لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ابلیس نے اپنے گرگوں کو ان کی مدد کے لئے بنوشیث کے علاقے میں بھیج دیا تھا۔

ابلیس کا یہ منصوبہ کامیاب رہا تھا کہ انسان کو انسان ہی بہتر طور پر گمراہ کر سکتا ہے۔اس نے نشاط و جذبات کے روپ میں ژالہ اور مژالہ کو وہاں بھیجا تو اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ مردوں کی عقل پر پردے ڈال دیں گی۔ژالہ اور مژالہ جب ان کا جی بہلا چکیں اور واپسی کا قصد کیا تو بنوشیث کے مرد شش و پنج میں مبتلا ہو گئے۔اس وقت آسمان کی روشنیاں ماند پڑ رہی تھیں جب وہ دونوں اپنے ساز اٹھا کر جا رہی تھیں۔قابوط اور سابوط بھیس بدل کر بنوشیث کے مردوں میں شامل ہو چکے تھے۔ان کے خدوخال سے قطعی گمان نہیں ہوتا تھا کہ ان کا تعلق بنو قابیل سے ہو گا۔وہ بنوشیث کے مردوں کی پریشانی جانتے تھے کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت شیث کی طرف سے سخت ہدایت ہے کہ وہ کسی طور بھی بنو قابیل کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں۔

ژالہ اور مژالہ رنجیدہ خاطر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی پہاڑ کی ڈھلان سے اتر رہی تھیں اور ان کے پیچھے پیچھے بنوشیث کا ایک گروہ چلا آ رہا تھا۔ان دونوں نے لمحوں میں انہیں اسیر کر لیا تھا اور پورا گروہ انہیں کسی طرح اپنے سے جدا بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ابوالبشر کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔لیکن دلوں میں جب شیطان ڈیرے ڈال لیتا ہے تو عقل فرمانبرداری سے تائب ہو جاتی ہے۔قابوط اور سابوط نے جب دیکھا کہ بنوشیث والوں نے انہیں روکنے کی جرأت نہیں تو وہ تیزی کے ساتھ گروہ سے نکلے اور بھاگ کر ژالہ اور مژالہ کا راستہ روک لیا۔

وہ دونوں قابوط اور سابوط کو پہچان گئی تھیں لیکن انہوں نے آنکھوں میں شناسائی نہیں آنے دی اور رنجیدہ ہو کر بولیں۔''بنوشیث کے نوجوانو! تم نے ہمیں کیوں روکا ہے''

وہ بولے۔''تم نے لوگوں کو کیف و مسرت کے نئے رنگ دیئے ہیں۔ہماری عید میں خوشیوں کا ایک نیا جہاں متعارف کرایا ہے۔ہم تمہیں یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔''

اس دوران وہ ہجوم بھی ان کے قریب آ گیا۔

''تم ہمیں روک تو رہے ہو مگر اس طرح تم پر مصیبت بھی آ سکتی ہے۔'' دونوں کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اور مکروفریب کی پتلیاں کہہ رہی تھیں۔''ہمارا تو نہ کوئی ادھر ہے اور نہ ادھر۔ہمیں بنو قابیل والوں نے اس لئے نکال دیا کہ وہ ہمارے فن کے قدردان نہ تھے اور ہم اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بنو شیث کے مردوں کے ترانے گاتی تھیں۔ہم نے سنا تھا کہ ان کے دل سخت نہیں ہیں اور عورتوں پر سختی نہیں کرتے۔''

"تم نے درست سنا ہے۔" سابوط نے کہا۔ "اب تم بنو قابیل میں مت جاؤ۔"

قابوط اس کی تائید میں سر ہلانے لگا اور بنو شیث کے مردوں اور عورتوں کی جانب دیکھ کر بولا "کیا تم لوگ ان مظلوم عورتوں کی مدد نہیں کرو گے؟" ان کے لب بند تھے مگر آنکھیں سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ قابوط نے ان کے لبوں کی مہر توڑ ڈالی اور ان کی غیرت کو للکار کر بولا۔ "اے بنو شیث کے خود دار مردو۔ کیا یہ وہی عورتیں نہیں ہیں جو صبح سے تمہیں کیف آفریں لوری سنا رہی تھیں۔ تمہاری بے چین، بے قرار اور تشنہ روحوں کو ان کے سازو آواز نے سکون نہیں بخشا۔ تم کتنے خود غرض ہو کر اپنا ایک دن اچھا گزار کر انہیں واپس جانے دے رہے ہو۔ مگر نہیں۔ میں اور میرا یہ ساتھی انہیں واپس نہیں جانے دیں گے ہم انہیں اپنی پناہ میں لیتے ہیں۔"

اس کی بات نے بنو شیث کے مردوں کے لہو کو گرما دیا اور ایک کڑیل جوان آگے آیا۔ "میرا نام سطاح ہے اور ان دونوں حسیناؤں کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ ژالہ اور مژالہ کے قریب آ گیا اور نخوت اور تکبر کے ساتھ بولا۔ "تم میں سے کوئی ان کی حفاظت کی مہ داری اٹھائے یا نہ اٹھائے، اب سطاح ان کی کفالت و حفاظت کا ذمہ دار ہے۔" سطاح بنو شیث میں ایک قابل قدر نوجوان تھا۔ وہ طاقت و توانائی میں بھی یکتا تھا تو ضد اور خودسری میں بھی حوالہ صفت تھا۔ سطاح کے بولتے ہی پورے ہجوم نے ژالہ اور مژالہ کو گھیرے میں لے لیا اور انہیں لے کر بستی میں واپس آ گیا۔

کوہ نوذ کی تاریک غار میں بیٹھا ابلیس اپنی مخلوق کو بدی کی تعلیمات دے رہا تھا۔ اس لمحے ایک شیطان ہرکارہ وہاں پہنچا اور بولا۔ "اے شیطان الارض...... ژالہ اور مژالہ بنو شیث کے مردوں کے دل جیت چکی ہیں۔" ابلیس کی بدگماں، جھلسی ہوئی روح اس خوشخبری پر مستی سے جھومنے لگی۔

☆......☆......☆

بنو قابیل کے پانچوں نوجوان، سواع، یغوث، یعوق، نصر اور سر کوہستانی غار میں ابوالبشر حضرت آدم، حضرت شیث، اور قبیلے کے برگزیدہ مردوں کے ساتھ عبادت میں مصروف تھے۔ حضرت آدم نے عبادت کے بعد انہیں مخاطب کیا اور کہا۔ "سرکش بنو قابیل میں یہ پانچ نوجوان اللہ کے تحفے اور نعمت ہیں۔ ان پر کڑی آزمائش بھی گزرے گی مگر ان کے دم سے بنو قابیل میں نیکی اور راست بازی پیدا ہو گی۔ برائی ختم ہو گی بدی کی تاریکیوں میں نیکی کے چراغ روشن ہوں گے۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ ازلی دشمن ابلیس مردود نے بنو قابیل کو بت پرستی پر آمادہ کر دیا ہے اور ان کی عورتیں بنو شیث کے مردوں کا دل بہلانے کی لیے یہاں آ چکی ہیں۔ یہ کاتب تقدیر اور مالک الارض کا فیصلہ ہے کہ انسانوں کو آزمایا جائے گا۔ جو اللہ کی عبادت کرے گا اللہ اسے اپنی قدرت سے رزق عطا فرمائے گا۔ وہ ہر طرح کی آزمائش سے مستثنیٰ ہو گا۔ اے اللہ کے فرمانبردارو! سنو۔ ہمارا وقت رخصت آ رہا ہے۔

اللہ مالک نے ہمارے فرزند شیث کو نبوت سے مبعوث کیا ہے۔ یاد رکھو! ان کی اطاعت و فرمانبرداری بالکل اس طرح کرنا جس طرح ہماری اطاعت تم پر واجب ہے۔ شیطان مردود کا مقابلہ کرنا اور اسے اپنی بستیوں سے باہر نکال دو۔ اس کے ہرکارے تمہاری بستیوں میں پھیل چکے ہیں۔ اس نے انسانوں کو اپنی طاغوتی طاقتوں کا اسیر بنا دیا ہے۔ یہ تم پر فرض ہے کہ شیطان کی طاغوتی طاقتیں ختم کرنے کے لئے انسانوں کے دلوں کو ایمان کی قوت سے مضبوط بنا دو۔ انہیں بتا دو کہ خرافات اور کیف و مستی کے یہ اسباب و ہتھیار ابلیس کے پیدا کردہ ہیں۔ انہیں یہ بتا دو کہ دلوں کا اطمینان و سکون اور راحت صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔ ہماری اطاعت و فرمانبرداری میں ہے۔ انہیں یہ بھی بتا دو کہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔ اس ذات کریم نے ان کے کھیتوں کو شاداب کیا ہے، رزق عطا کر کے بھوک کی فکر سے آزاد کیا ہے۔ اگر تم نے اللہ کی نافرمانی، کی شیطان کے پیروکار بن گئے تو یاد رکھو، اللہ تم سے قلب کا حقیقی سکون چھین لے گا تم پر رزق تنگ ہو جائے گا اور تم پر ارض و آسمان سے عذاب اترے گا۔"

اس مجلس میں جنات کے تین نوجوان اعمش، صحاطہ، اور حداد بھی شامل تھے۔ تعلیمات الٰہی اور عبادات الٰہی سے آگاہی کے لئے وہ ابوالبشر کے دربار میں حاضری دیتے تھے۔ وہ یہ سن کر بے چین ہو گئے کہ ابلیس کے ہرکارے بنو شیث کے علاقے میں داخل ہو چکے ہیں تو انہیں نے اپنی تسلی کے لئے سوال و جواب کئے۔

یہ سننے کے بعد کہ ابلیس نے دو عورتوں اور دو مردوں کو طاغوتی طاقتوں سے لیس کر کے وہاں بھیجا ہے تو انہوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ اب ابلیس سے براہ راست جنگ لڑیں گے۔ ورہ، سواع، یغوث، یعوق، اور نصر بنو قابیل میں واپس آئے تو تینوں جن زادے ان کا سایہ بن کر بنو قابیل میں آ گئے۔

اعمش بنو مارج میں سے تھا اور ان کے سردار کا بیٹا تھا۔ صحاطہ اور حداد اس کے بھائی تھے اور تینوں بھائی نہایت شجاع اور دانا تھے۔ وہ ابلیس کی کارستانیوں پر کڑھتے رہتے تھے۔ ان کا کوئی داؤ نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح وہ ابلیس اور ابلیسی لشکر کو تباہ و برباد کر دیں۔ اس روز وہ بنو قابیل میں پہنچے اور تینوں نے کوہ نوذ میں اس جگہ ٹھکانہ بنا لیا جہاں سے معبد خانہ صاف دکھائی دیتا تھا۔ بنو قابیل کے پانچوں عبادت گزار نوجوان بنو قابیل میں بت پرستی دیکھ کر انہیں اللہ کی عبادت پر مائل کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی تبلیغ نے اثر دکھایا اور بنو قابیل میں نیک و پرہیزگار لوگوں میں اضافہ ہونے لگا مگر ادھر بنو شیث میں ژالہ اور مژالہ نے گمراہی و بدکاری کی ایک نسل پیدا کر دی اور یوں چند ہی سالوں میں بنو شیث اور بنو قابیل کے بدکار مرد و زن کے اختلاط سے ابلیس کی تعلیمات بڑھنے لگیں۔ ہوس و گناہ کی فصل تیار ہو چکی تھی اور ابلیس اس کامیابی پر جشن منا رہا تھا۔ اس نے معبد خانے میں بنو قابیل اور بنو

شیث کے بدکار لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں اپنی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ یاسوط، قابوط، اور سابوط اس کے ہر دلعزیز ہرکارے تھے۔ اس نے گمراہوں سے کہا کہ وہ ان کا ہر حکم مانا کریں۔ ابلیس نے جس مقصد کے لئے انہیں یہاں اکٹھا کیا تھا یاسوط، قابوط اور سابوط نے ان کی بجا آوری شروع کر دی اور کمزور، غریب اور ان لوگوں کو معبد میں لا کر قربان کرنے لگے جو ابلیس کے مذہب کو اختیار نہیں کرتے تھے۔ یہ کام نہایت راز داری سے کئے جاتے، معبد میں ژالہ اور مژالہ ابلیسی ساز و آواز کے ساتھ لوگوں کی رگوں میں بدی کا رجحان اور اشتعال بڑھاتیں اور بنو قابیل و بنو شیث کے گمراہوں کا دائرہ بڑھنے لگا۔

ایک روز اغمش اپنے ساتھیوں کے ساتھ چٹان پر بیٹھا تھا۔ اس نے قابوط اور سابوط کو ژالہ اور مژالہ کے ساتھ معبد سے نکلتے دیکھا تو اس نے صحاطہ سے کہا۔ ”تم جاؤ اور معلوم کرو کہ یہ کہاں جا رہے ہیں“

صحاطہ نے فضاؤں میں زقند لگائی اور کچھ ہی دیر بعد جب واپس ایا تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور رواں رواں کانپ رہا تھا۔ وہ بولا۔ ”یہ چاروں ابلیس کی طاغوتی طاقتوں سے لیس ہیں۔ میں جب ان کے پاس گیا تو قابوط نے مجھے اپنی پراسرار طاقتوں سے دیکھ لیا اور مجھے پرے دھکیل دیا۔ افسوس کہ میں ان کی باتیں نہیں سن سکا۔ ابلیس نے ان کے گرد طاغوتی طاقتوں کا حصار قائم کر دیا ہے جسے توڑ کر ہم اندر نہیں جا سکتے۔“

اغمش بپھر کر کھڑا ہو گیا۔ ”صحاطہ تم کیسی بات کرتے ہو۔ کیا ابلیس کی بدی کی قوتیں نیکی پر غالب آ گئی ہیں۔ تم نے اپنی طاقتوں کو استعمال کیوں نہیں کیا۔“ یہ کہہ کر وہ بولا۔ ”میں خود جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ ابلیس کے یہ پجاری مجھے کیسے پیچھے دھکیلتے ہیں۔“

اغمش نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور پھر معبد کی طرف اڑنے لگا۔ جونہی وہ سابوط اور قابوط کے قریب جانے لگا تو ایک برق سی اس پر لپکی۔ معبد کے روشن کلس سے سرخ گولا اس کی طرف آیا اور وہ خود کو اس سے بچانے کے لئے اپنے علم کو استعمال کرنے لگا۔ اغمش کو علم نہیں تھا کہ ابلیس اپنے ہرکاروں کی حفاظت اس طرح بھی کرے گا۔ اغمش بنو مارج کا باعزت اور صاحب جمال جن زادہ تھا۔ وہ اپنا سینہ پھیلا کر فضاؤں میں ساکت ہو گیا اور فلک شگاف نعرہ مار کر گرجا۔ ”سن اے ابلیس مردود، خدا کے دشمن۔ میں اغمش تمہاری موت کا پروانہ لے کر آ گیا ہوں۔ یہ بدی کا گھر میں تباہ کر کے رہوں گا۔“

آگ کا سرخ گولا اغمش کے قریب آ چکا تھا۔ اس نے اپنے فولادی بازوؤں کو حرکت دی اور ایک دعا پڑھ کر اس طرف پھونک ماردی۔ آگ کا گولا پانی کے بلبلے کی طرح پھٹ کر بکھر گیا۔ ادھر

قابوط اور سابوط نے ژالہ اور مژالہ کو اپنی پناہ میں لیا اور بولے۔ ”یہاں سے بھاگ چلو۔ جنات اور ابلیس میں لڑائی ہونے والی ہے۔“ اسی لمحہ یاسوط وہاں نمودار ہوا۔ اس کی دیویاں اس کے ساتھ تھیں اور سب نظریں اٹھا کر اغمش کی جانب دیکھنے لگے۔ سرخ چٹانوں سے اوپر اس کا پیکر بے کراں کوہساروں پر سائباں کی طرح پھیل گیا تھا۔

یاسوط نے معبد کی جانب حسرت سے دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے بولا ”اغمش ایک شجاع اور علم کے نور میں ڈھلا ہوا جن زادہ ہے۔ آہ کہ یہ ہمارے معبد کو تباہ کر کے ٹلے گا۔“

قابوط نے یاسوط کو دل گرفتہ دیکھا تو بولا۔ ”کیا اغمش اتنا ہی طاقتور ہے؟“

”ہاں...... وہ جنات جو اللہ کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں ابلیسی لشکر پر تباہی بن کر آتے ہیں۔ اغمش اور اس کے ساتھی ایسے ہی جنات میں سے ہیں۔ اے قابوط ابلیس نے تمہیں اپنی طاغوتی طاقتوں سے مزین کرنے کے علاوہ تمہیں جنات پر قابو پانے کی بھی طاقت اور دانائی دی ہے۔ تم یہاں سے بھاگنے کی فکر نہ کرو بلکہ اس کے مقابلہ پر ڈٹ جاؤ۔ ابلیس اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ابلیس نے تم انسانوں کو طاغوتی طاقتوں سے اس لئے سرفراز کیا کہ صرف ایک انسان ہی جنات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔“

یاسوط کی بات سن کر قابوط بولا۔ ”کاش تم ہمیں یہ پہلے بتا دیتے اور ہم اس کے ساتھی کو پکڑ لیتے۔“

یاسوط نے انہیں اغمش سے لڑنے کے گر بتائے پھر کہا۔ ”میں اپنے ساتھیوں کو لے کر جا رہا ہوں۔ تم اپنی طاغوتی طاقتوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو۔ اور ایسا مقابلہ کرو کہ تمہاری دہشت سے جنات کے یہ ضدی اور شجاع جوان بھی پناہ مانگیں۔“

قابوط اور سابوط طاغوتی طاقتوں کے نشہ میں لہرانے لگے۔ معبد سے اب اغمش پر دوسرا حملہ نہیں ہوا تھا لہٰذا اس نے اپنے بے کراں وجود کو سمیٹا اور اس چٹان پر نمودار ہو گیا جہاں قابوط اور سابوط مکر و فریب کی دیویوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اس نے آتے ہی انہیں للکارا۔ ”تم سمجھتے ہو کہ ابلیس کی ناپائیدار اور کمزور طاقتوں نے تمہیں لافانی بنا دیا ہے۔ یاد رکھو بنو قابیل کے گمراہ اور بدکار انسانو۔ تم پر اللہ کا قہر نازل ہونے والا ہے۔ تم نے اپنے اللہ کے مذہب سے انحراف کر کے شیطان کا مذہب اختیار کیا ہے اور اپنی طاغوتی طاقتوں سے کمزور انسانوں کا قتل کر رہے ہو۔ اس لئے تمہارا قتل اب مجھ پر واجب ہو چکا ہے۔“

قابوط نے جواب میں دہشت ناک قہقہہ لگایا اور دھاڑا۔ ”اغمش تجھے اپنی طاقتوں پر گھمنڈ ہے لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ تم انسانی پیکروں میں ڈھلے ابلیسوں کا مقابلہ کرنے آئے ہو۔ یہ تم جانتے

ہو کہ انسان جنات پر غالب آسکتا ہے میں اور میرے ساتھی تمہیں فنا کر دیں گے۔ بلالو اپنے ساتھیوں کو بھی جو دور کھڑے پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ قابوط کے کان ان کے دلوں کی دھڑکنیں سن رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو جب میرا مقابلہ کرے تو تیرے یہ ساتھی تیری دردناک موت کا منظر قریب سے دیکھ سکیں۔"

اعمش دانا جن زادہ تھا اس نے اپنے اس جلال پر غضب کو غالب نہ آنے دیا اور بولا "قابوط تم مکرو فریب اور دغا باز شیطان کے پجاری ہو۔ میں جانتا ہوں کی ابلیسی قوتیں حاصل کرنے والے انسان بظاہر بڑے طاقتور ہو جاتے ہیں اور وہ جنات پر قابو بھی پا لیتے ہیں۔ مگر سن لو۔ میں ایک عام جن زادہ نہیں ہوں۔ اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں تو ابلیس سے کہو خود میرے مقابلے پر آئے اور فرزندان ابلیس سے پوچھو کہ اعمش کون ہے۔ اے نادان انسانو! تم کیا جانو کہ اعمش کیا ہے۔ اعمش تو پہاڑوں کے سینے میں ابلتے سرخ سیال سے بنا ہوا ایک ایسا پیکر قضا ہے جو س...... شیطانی لشکر پر موت بن کر برستا ہے۔ آج تم بھی اس کے جلال کو دیکھ لو گے۔" یہ کہہ کر اعمش چٹان سے نیچے اترا اور سابوط اور قابوط کی جانب بڑھنے لگا اور اس سے قبل کہ اعمش ان پر حملہ کرتا سابوط اور قابوط نے اکٹھے اپنی طاغوتی طاقتوں کو استعمال کیا ور برق و رعد کا ایک ہوش ناک طوفان اٹھ آیا اور آگ کے طوفانی سرخ گولے اعمش پر برسنے لگے۔ ژالہ اور مژالہ ہذیانی قہقہے لگانے لگیں۔ آسمان پر یکا یک سرخ و سیاہ ماحول چھا گیا اور کوہساروں پر آگ برسنے لگی۔ یہ حملہ اعمش کی توقع سے زیادہ زور دار تھا۔ ہر سو آگ کے گولے برس رہے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ آگ کے یہ گولے شیطان و جنات کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں اور ان کے شعلوں سے بھڑکتے وجود آگ لگنے سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ آگ کے شعلے پوری فضا میں موت بن کر رقص کرنے لگے۔ اعمش نے اپنے ساتھیوں صحاطہ اور حداد کی طرف دیکھا جو سراسیمگی کا شکار ہو گئے تھے اور آگ کے گولوں کی لپیٹ میں آنے والے تھے۔

اعمش نے جلدی سے اپنے حواس پر قابو پایا اور اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے اور اس قدر زور دار پھونک ماری کہ آناً فاناً سرد ہواؤں کا ایک زور دار طوفان پیدا ہو گیا اور اس نے آگ کے گولوں کو بجھا دیا۔ اس لمحہ اعمش نے اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا تینوں نے مل کر قابوط اور سابوط پر حملہ کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ شیطان کے ان پجاریوں اور طاغوتی طاقتوں کے پیکروں کو اپنی لپیٹ میں لے کر انسانی آبادیوں کی حدود سے باہر نکل جائیں گے اور وہیں پر ان کا مدفن بنائیں گے لیکن قابوط اور سابوط نے ژالہ اور مژالہ کو ساتھ لیا اور یکدم غائب ہو گئے۔

اعمش اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے ہی زور میں آگے بڑھا اور جب اسے احساس ہوا کہ

دشمن اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے تو اس نے اپنی دوربین نگاہوں سے انہیں تلاش کرنا چاہا۔ عین اسی لمحہ انہیں اپنے اوپر ایک گرجدار آواز سنائی دی اور وہ تیزی کے ساتھ اوپر دیکھنے لگے۔ قابوط اور سابوط ہاتھوں میں آگ کے تندور اٹھائے ان کے سروں پر پہنچ گئے تھے اور انہوں نے آگ کے تندور ان پر گرا دیئے۔

اعمش نے صحاطہ اور حداد کو جلدی سے اپنے بازوؤں میں جکڑا اور برق رفتاری سے پرے ہٹ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ قابوط اور سابوط انہیں مارنے کے لئے آگ کا استعمال ہی کرنا چاہتے ہیں اور یہ گر انہیں شیطان نے ہی سکھایا ہو گا۔ آگ کا ایک شعلہ بھی ان کے بدن کو چھو لیتا تو وہ زندگی بھر کے لئے معذور ہو سکتا تھا۔

اعمش اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑوں سے باہر نکل گیا اور کھلے میدانوں میں پہنچ کر فیصلہ کن حملے کی تیاری کرنے لگا۔ ابھی قابوط اور سابوط وہاں نہیں پہنچے تھے یکا یک اعمش کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ میں اس روز کوہ توذ کی غاروں سے نکل کر بنو آدم کے اس شخص کے پاس جا رہا تھا جسے اپنی شرارتوں سے ستانے کی مجھ پر ذمہ داری عائد تھی۔ میں بے خطر پھدکتا ہوا جا رہا تھا کہ اعمش نے مجھے پکڑ لیا۔

میں بہت تلملایا اور مچلا تھا مگر اعمش کی گرفت بے حد مضبوط تھی۔ اس وقت تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہے اور اس نے مجھے کیوں پکڑا ہے اور نہ ہی اسے معلوم تھا کہ ابلیس کا پڑپوتا اس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔

اعمش نے مٹھی میں میرے بال جکڑ لئے تھے اور مجھے پٹخنیاں دیتے ہوئے سنگلاخ زمین پر گھسیٹنے لگا۔ مجھے زمین پر گرنے اور گھسیٹنے سے تو اتنی تکلیف نہیں ہو رہی تھی مگر بالوں کو جکڑنے سے میں جان کنی کے عذاب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے ڈرایا دھمکایا اور کہا۔

"اے نادان تم مجھے پکڑ کر اپنی جان عذاب میں ڈال رہے ہو۔ تمہیں اگر معلوم ہو گیا کہ میں کون ہوں تو تمہارا دم نکل جائے گا۔"

لیکن اعمش پر میری دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے گرفت مزید مضبوط کر لی۔

وہ پہاڑوں جیسی طاقت کا مالک تھا۔ اس کا سر آنکھیں بہت بڑی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کوئی جن زادہ ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ یہ اولاد شیطان میں سے کوئی بگڑا ہوا شیطان ہو گا جس نے کسی عداوت کی وجہ سے مجھے پکڑ لیا تھا لیکن جب میں نے دہائی دی اور میری چیخ و پکار سے کہسار و ارض بھی بین کرنے لگے تو مخلوق ابلیس کو خبر ہو گئی کہ ہامہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ابلیس، لاقیس، میرا باپ ہم اپنے دوسرے بھائیوں اور ماں طرطبہ کے ساتھ ادھر کو بھاگے مگر مجھے! اعمش کے

ہاتھوں میں دیکھ کر وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہی کھڑے رہے۔ پوری مخلوق ابلیس چاروں طرف سے پہاڑوں پر کھڑی میری بے بسی درگت کا نظارہ کر رہی تھی۔ میری چیخوں سے ان کے دل دہل رہے تھے لیکن کوئی بھی میری مدد کے لئے آگے نہیں آ رہا تھا۔ میں نے دھندلی نظروں سے ابلیس اور اپنے باپ کو دیکھا اور دہائی دیتے ہوئے ان سے مدد مانگی لیکن وہ حیرت و دہشت سے ساکت و جامد کھڑے تھے اور ان میں کوئی ایک بھی آگے نہ آیا۔

اعمش کو اب معلوم ہو گیا تھا کہ میں ابلیس کا پڑپوتا ہوں لہٰذا اس نے ابلیس کو للکارا۔ ''او خدا کے دشمن، دیکھ میں نے تیرے پڑپوتے کو پکڑ لیا ہے اور اب یہ تیری تباہی و بربادی کا نشان بن جائے گا۔ اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ کے اسے چھڑا لے۔''

ابلیس ایک قدم بھی آگے بڑھا اور نہ اپنے فرزندان کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر وہ پہاڑ سے اتر کر اعمش کی جانب آئے تو جل کر راکھ ہو جائیں۔ اس نے کھڑے کھڑے کہا۔

''اعمش! میں جانتا ہوں تو نجیب الطرفین بہادر جن ہے۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ ابلیس جب عزازیل تھا تو اس کی جناتی قوت سے زمین و آسمان کے جنات خوف کھاتے تھے۔ آج اگر میں معتوب ہوں اور اپنی بدارواح اور سرکش جنات کی صف میں کھڑا ہوں جنہیں میں کبھی قتل کرنے پر مامور کیا گیا اور مجھے سلطان الارض کا خطاب دیا گیا تھا لیکن تو یہ بھی جان لے کہ ابلیس کی طاقت ابھی کم نہیں ہوئی بلکہ تمہارے خدا نے جو میرا بھی رب ہے مجھے اپنی بدگمانی کو پورا کرنے کی مہلت دی ہے اور میری طاقتیں سلب نہیں کیں۔ رب ذوالجلال نے مجھے قیامت تک زندہ رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ اے اعمش تو مجھے کیا مارے گا۔ بتا کیا تو مجھے مار سکتا ہے؟''

ابلیس کا ہذیانی قہقہہ پہاڑوں پر گونجا اور اس نے اعمش کی غیرت کو للکارا۔ ''تو ابلیس کے مکرو فریب اور چال بازیوں کو نہیں جان سکتا۔ میں تو وہ دلدل ہوں، وہ پھندا ہوں وہ جال اور آگ ہوں جو خود کو بھی اس میں غرق رکھتی ہے اور ہر کسی کو اپنے سحر میں رکھتی ہے۔ اگر تجھے اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے اور تو انسانوں کی مدد کرنا چاہتا ہے تو سن لے میں تجھے ان انسانوں کے ہاتھوں ہی مرواؤں گا اور ذلت وخواری تیرا مقدر ہو گی۔''

اعمش جلال و آفت سے بھر گیا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھی حداد کے سپرد کیا۔ وہ اس سے بھی زیادہ وحشی تھا۔ حداد نے میرے بالوں کو اس قدر کھینچا کہ میری روح خالی بدن کے پنجرے میں پھڑ پھڑانے لگی۔

''ہائے میرے باپ تو مجھے بچاتا کیوں نہیں؟'' میں مبتلائے کرب تھا اور ابلیس کو مدد کے لئے

پکارا۔

''بھول جا کہ تیرا باپ تجھے بچائے گا۔ تو ابھی شعلہ ہے۔ ابھی تجھ پر ٹھنڈا پانی گراؤں گا تو بجھ جائے گا۔ تیرا باپ کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا۔'' حداد نے مجھے پٹخنی دیتے ہوئے کہا۔

اعمش نے ابلیس اور اس کی مخلوق کی طرف دیکھا جو پہاڑوں پر ورطہ حیرت میں مبتلا کھڑی تھی۔ ''میں آ رہا ہوں خدا کے دشمن!'' یہ کہہ کر وہ پہاڑ کی طرف بھاگا۔ وہ رعد و برق کی طرح پہاڑ کے قریب پہنچا تو ابلیس نے اپنی طاغوتی آگ کا ایک طوفان اس کی طرف بھیجا۔ اعمش علم و تدبر کا گیان رکھتا تھا۔ اس نے اپنی علمی طاقتوں سے اس طوفان کو روک دیا۔ آسمان پر گہرا اندھیرا چھا رہا تھا۔ جب ابلیس اور اعمش ایک دوسرے کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی طاقتیں استعمال کر رہے تھے۔ ابلیس اپنے لشکر جرار کی موجودگی میں ذلت و خواری کی دلدل میں دھنس گیا کیونکہ وہ صرف ایک جن زادے پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ جبکہ اعمش نے اس کے کئی لشکریوں کو جہنم واصل کر دیا تھا۔ عین اس وقت جب ابلیس کو یقین ہو گیا کہ اب وہ اعمش پر قابو نہیں پا سکتا تو اس نے یاسوط کو پکارا اور اس سے کہا۔ ''اے یاسوط تو کیا اس انتظار میں بیٹھا رہے گا کہ تیرا باپ اعمش کے ہاتھوں ذلیل ہو جائے؟ جا اور قابوط، سابوط کو لے کر آ۔ اب وہی ان جن زادوں کو ہمارے راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔''

یاسوط نے قابوط اور سابوط سے رابطہ کیا اور انہیں فوراً اس میدان کارزار میں بلایا۔

قابوط نے آتے ہی طاغوتی علوم کی بساط بچھا دی اور اعمش کے گرد پراسرار علوم کا جال بننے لگا۔ اعمش کو فوراً احساس ہو گیا کہ قابوط اس بار اپنی بے پناہ طاغوتی طاقتیں استعمال کرے گا لہٰذا اس نے وقتی طور پر میدان چھوڑنے کا ارادہ کیا اور فضا میں تحلیل ہو کر اپنے ساتھیوں کو قابوط کے ارادوں سے باخبر کر دیا۔ اعمش اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھے لے کر چشم زدن میں غائب ہو گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اعمش کے اس تدبر پر قابوط یاسوط اور ابلیس پر کیا گزری تھی۔ میں اس وقت سحر زدہ ہو گیا تھا اور میں اعمش کی طاقتوں سے مرعوب ہو گیا تھا۔

اعمش مجھے ایک کھلے غار میں لے کر آ گیا۔ وہاں جنات کا قبیلہ بنو مارج قیام پذیر تھا۔ یہ کوہ ابوقبیس کی ایک روشن غار تھی جس کے سامنے ایک کھلا اور وسیع ریتلا میدان تھا۔ میں نے سنا تھا کہ کوہ ابوقبیس پر وہ روشن اور پاکیزہ پتھر نصب ہے جو حضرت آدم اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے یہ روشن و پاکیزہ بہشتی پتھر رات کی تاریکیوں میں مخلوق خدا کو روشنی دیتا تھا اور فرشتے اس کو بوسہ دیتے تھے۔ ابوالبشر حضرت آدم کی ہدایت و تعلیمات کے مطابق بنو آدم و بنو شیث والے اس پتھر کی زیارت کرتے اور اسے بوسے دیتے تھے۔

میں نے جنات کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ ابلیس اپنی مخلوق کو جنات سے ڈرایا کرتا

تھا اور ان کے عتاب سے بچنے کی ہدایت کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جنات بہت طاقتور اور خونخوار ہوتے ہیں لہٰذا ان سے بچ کر ہی رہنا چاہیے۔ مجھے جب سے معلوم ہوا تھا کہ میں جنات کے قبضے میں آ چکا ہوں تو مجھ پر مرگ ناگہانی طاری تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اعمش مجھے آگ کے سرخ سیال میں پھینک دے گا اور میں جو ابھی ایک شعلہ تھا اس نار جہنم میں غرق ہو کے رہ جاؤں گا۔

نہ جانے کتنے ماہ و سال مجھے وہاں رہتے ہوئے گزر گئے۔ میری حیرانی و پریشانی اور خوف آہستہ آہستہ ختم ہوتا گیا۔ اعمش نے ایک بار بھی مجھے نہیں مارا بلکہ اس نے پورے قبیلے میں اعلان کر دیا تھا کہ ہامہ کو کچھ نہیں کہنا۔ پورا قبیلہ بڑے تجسس کے ساتھ مجھے دیکھنے اور ملنے آتا تھا۔ میرے ہم عمر جنات پہلے پہل بڑے اشتیاق سے مجھے دیکھتے کہ شیاطین کیسے ہوتے ہیں۔ مجھ میں اور جنات میں قد و قامت ڈیل ڈول کا تو فرق نہ تھا۔ اگر فرق تھا تو رنگت کا امتیاز تھا۔ میرا چہرہ جھلسا ہوا اور کریہہ تھا۔ جبکہ جنات کے چہرے عام انسانوں کی طرح کشادہ، نورانی، تیکھے تھے۔ البتہ ان کے چہرے لمبوترے اور بڑے بڑے ہوتے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آگ بھری رہتی تھی اور ان کے کندن بدن ہر وقت خون کی تمازت سے تندور کی طرح گرم رہتے تھے۔ جنات رات ہوتے ہی کوہ ابوقبیس کی غاروں سے نکل کر کھلے میدان میں پہنچ جاتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے۔ میں ان کی عبادت اور معمولات میں دلچسپی لینے لگا اور مجھے جنات سے گہرا لگاؤ ہونے لگا۔ پہل میں اس امید پر رہتا تھا کہ ابلیس اور میرا باپ مجھے چھڑا کر لے جائیں گے۔ اگر وہ نہ آئے تو قابوط اور سابوط مجھے چھڑانے ضرور آئیں گے۔ مگر یہ میرا وہم اور خوش امیدی تھی۔ میں کالی راتوں میں کوہ ابوقبیس کے نورانی پتھر کو دیکھتا تو مجھے اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں محسوس ہونے لگتیں۔ مجھے ابلیس کے خیال سے ہی وحشت ہونے لگی۔ ایک روز مجھے پتہ چلا کہ اعمش، حداد اور بنو مارج کے بہت سے جنات تعلیمات الٰہی سے فیض یاب ہونے کے لئے حضرت آدم کے پاس گئے ہیں۔ اس روز مجھے ایک انجانا سا احساس ہوا اور خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں ابوالبشر کو دیکھ سکوں مگر اپنے غلیظ بدن پر نظر پڑتے ہی میں شرمندہ و غمزدہ ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ اگر کوئی شیطان ابوالبشر اور نیک و صالح بزرگوں کی مجلس میں چلا جائے تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔

صبح سویرے جب اعمش واپس آیا تو اس کا چہرہ مسرت و انبساط سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے قبیلے کو اکٹھا کیا اور انہیں شب بھر کی روداد سنائی اور کہا۔ ''واللہ! ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عافیت کا سامان ابوالبشر کے ہاتھ میں دیا ہے۔ ان کی شفاعت ہمیں شرک و سرکشی سے بچائے گی۔''

میں کافی دیر تک اعمش کی باتیں سنتا رہا۔ وہ ایک معلم و مقرر کی حیثیت میں اپنی قوم کی تبلیغ کر رہا تھا۔ اس کا انداز خطابت متاثر کن تھا۔ اس کا ہر لفظ خیر و عافیت اور اطاعت الٰہی سے لبریز تھا۔ میری

ہچکیاں بندھ گئیں۔ اعمش کی مجھ پر نظر پڑی۔ وہ سمجھا شاید میں قید میں رہنے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ وہ میرے پاس آیا۔ اس کی آنکھوں میں ملائمت تھی اس نے پوچھا۔ ''ہامہ تو کیوں رو رہا ہے۔ کیا تجھے کسی نے مارا ہے۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا

''تو پھر کیوں رو رہا ہے۔ کیا میں نے تجھے کوئی رنج دیا۔ ہے؟'' اس نے دریافت کیا۔

میں گلوگیر لہجے میں بولا۔ ''اے عظیم جن زادے میں اپنی قسمت پر رو رہا ہوں۔''

اس کی آنکھوں میں مسرت کی قندیلیں روشن ہو گئیں

''تو اور تیرا یہ قبیلہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ ابوالبشر کی زیارت کرتا ہے اور ایک ہم بدبخت ہیں جو اللہ کی تعلیمات سے انسان کی گمراہ بدظن کرتے ہیں۔'' یہ کہہ کر میں زار و قطار رونے لگا۔

اعمش نے اپنا مہربان ہاتھ میرے کاندھے پر رکھا۔ ''ہامہ! تیرے یہ آنسو اور گریہ زاری بتاتی ہے کہ تیرے اندر اصلاح کی روشنی پیدا ہو رہی ہے۔''

میں نے نم نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''ہاں اے بچے۔ ابھی تیری عمر ہی کیا ہے۔ مگر تو اب تک بہت سے انسانوں کو گمراہ کر چکا ہوگا۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟'' اعمش نے پوچھا۔

''ہاں اے عظیم اعمش! ابلیس نے مجھے بنو قابیل اور بنو آدم میں ایسے لوگوں پر مسلط کیا تھا جو طہارت و پاکیزگی کا ارادہ کرتے تھے اور میں انہیں گندہ و غلیظ رہنے پر اکساتا تھا۔'' میں شرمندہ و خجل سا ہو کر کہنے لگا۔ ''ابلیس مردود اپنی اولاد کو بچپن میں ہی انسانوں پر مسلط کر دیتا ہے۔'' میرے منہ سے ابلیس مردود نکلا تو جن زادہ اعمش خوشگوار انداز میں مسکرایا اور بولا۔

''ہامہ میں نے ابلیس سے کہا تھا کہ تجھے تیری اس نسل کے ہاتھوں ہی ماروں گا۔ آج تو نے یہ کہہ کر ثابت کر دیا کہ تو ابلیس مردود کی حقیقت جان گیا ہے۔ وہ خودسر اور اللہ کا نافرمان ہے۔ اس نے اللہ کے محبوب انسان کو سجدہ نہ کر کے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور تکبر و گھمنڈ نے اسے بدی پر مائل کر دیا۔ اے ہامہ تو نے دیکھ لیا ہے کہ جنات کس طرح یہاں رہتے ہیں اور ان کے معمولات کیا ہیں اور کس طرح محنت و مشقت کر کے رزق تلاش کرتے ہیں۔ مگر شیطان کی خوراک انسانوں، جانوروں کا فضلہ اور ہڈیاں ہیں۔ تو نے یہاں لطیف و پاکیزہ کھانے کھائے ہیں۔ تو نے دیکھا ہے کہ ہم اللہ کی طاعت کس طرح کرتے ہیں اور شیاطین سے ہماری دشمنی کا سبب کیا ہے۔ اے ہامہ اب تو بتا کہ تیری اس گریہ زاری کا اصل سبب کیا تھا؟''

''میں اپنی کم مائیگی پر رویا تھا اے عظیم سردار'' میں نے حسرت سے پوچھا۔ ''کیا میں جنات

میں شامل ہو سکتا ہوں؟''

اعمش کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے جوش کے ساتھ کہا۔ ''ہاں...... ہاں...... تو اگر ابلیس پر لعنت بھیجے اور اللہ کی اطاعت کا عہد کر لے تو جنات میں شامل ہو سکتا ہے۔ جنات اور شیاطین میں صرف عقیدے کا فرق ہے ورنہ ہم ایک ہی مخلوق ہیں۔ ہم اطاعت خداوندی کے باعث اس کے نور شفاعت سے فیض یاب ہو رہے ہیں مگر شیاطین پر عتاب الٰہی اور پھٹکار برس رہی ہے۔''

''مجھے کیا کرنا ہو گا؟'' میں نے پوچھا۔

''بس تو اپنے دل کو پاک صاف کر لے اور عبادت الٰہی میں غرق ہو جاؤ۔ اللہ تجھے توفیق دے گا اور تجھ سے نیکی و تبلیغ کے کام لے گا۔''

اعمش کی توجہ اور مہربانی سے میں جنات کے گروہ میں شامل ہو گیا اب میرے شب و روز عبادت الٰہی میں گزرنے لگے۔ میں پہلی بار اعمش کے ساتھ نورانی و پاکیزہ پتھر کو بوسہ دینے کے لئے پہاڑ پر پہنچا تو میرے من میں جذبات کا تلاطم برپا تھا۔ نورانی پتھر کی روشن کرنوں سے تاحد نظر آسمان زمین جگمگا رہی تھی۔ میں نے مقدس پتھر کو بوسہ دیا تو میرے اندر سکون کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں بے تحاشا اسے چوما اور اپنے ماتھے کو اس کے ساتھ رگڑا۔ زار و قطار رویا اور اللہ سے گناہوں کی معافی مانگی۔ میری گریہ زاری صبح کے ستارے تک جاری رہی۔ رو رو کر جب میں ہلکان ہو چکا تو اعمش نے مجھے اٹھایا اور کہا۔ ''چلو آؤ واپس چلیں۔ اللہ تیری مغفرت کرے۔''

اعمش نے اس روز واپس غار میں پہنچنے کے بعد مجھے جنات کی دنیا کے نظام سے آگاہ کیا اور بتایا کہ جنات بہت صابر و شاکر ہوتے ہیں۔ اگر چہ ان کا خمیرہ آگ سے اٹھا ہے اور ان میں سرکشی غضب کا مادہ بھی زیادہ ہے جسے وہ ہمہ تن عبادت الٰہی میں مستغرق رہ کر یا پھر ایسے کام کر کے جس سے اللہ خوش ہو، اپنی آگ کو باہر نہیں آنے دیتے۔ جنات عام انسانوں پر ظاہر نہیں ہوتے اور نہ ہی انسانی بستیوں میں تباہی پھیلاتے ہیں۔ البتہ سرکش اور نافرمان جنات جو شیاطین تو نہیں ہیں اور تعلیمات الٰہی سے انحراف بھی نہیں کرتے۔ وہ تفریح کے بہانے انسانوں کو تنگ کرتے ہیں۔ ایسے شرارتی جنات کم تر درجہ کے جنات کہلاتے ہیں۔

میں اب اعمش کا محافظ بن گیا تھا اور اس کے ساتھ رہنے لگا لیکن وہ مجھے ابو البشر کے پاس نہیں لے کر گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پہلے میں اپنی پوری اصلاح کروں گا اس کے بعد وہ مجھے وہاں لے کر جائے گا۔ ایک روز اعمش اپنے بھائیوں حداد اور صحاط کے ساتھ کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ قبیلے کے کئی جنگجو جنات بھی اس کے ساتھ تھے۔ میں بھی اس کے ساتھ جانا چاہتا تھا مگر اس نے مجھے قبیلے میں ہی رہنے کا حکم دیا۔

اعمش کے جانے کے بعد میں کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا اور مقدس و نورانی پتھر کے پاس بیٹھ گیا۔ نو آدم اور بنو شیث کے کئی مرد و زن اس کی زیارت کے لئے آ رہے تھے اور بوسے دے کر جا رہے تھے۔ میں تو کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ہر انسان میرے سامنے تھا۔ میں انسانوں کو حسرت و خوشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

اچانک میری نظر قابوط، سابوط، ژالہ اور مژالہ پر پڑی جو کہ ایک گروہ کے ساتھ مقدس پتھر کی رف بڑھ رہے تھے۔ میں ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا اور میری رگوں میں تمازت پیدا ہو گئی۔ میں جانتا تھا کہ شیاطین کے پیروکاروں اور نافرمان انسانوں کو اس پہاڑ پر چڑھنے کی اجازت نہیں اور یہ کہ غلیظ اور لندے انسانوں کو مقدس پتھر کو چھونے سے منع کیا گیا تھا مگر شیطان کے پیروکار عقیدت مندوں کے وپ میں والہانہ انداز میں اس جانب بڑھ رہے تھے۔

میں اٹھ کھڑا ہو گیا اور ارادہ کیا کہ ایک بھاری پتھر کو ان پر لڑھکا دوں۔ یہ ارادہ کرتے ہی میں نے مقدس پتھر کے قریب رکھا ایک بھاری پتھر اٹھایا اور قابوط اور اس کے حواریوں پر لڑھکا دیا۔ اسی لمحہ ابوط نے دہشت ناک چیخ ماری اور پہاڑ کا کلیجہ دہل گیا۔ اس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس نے بائیں تھ کی انگلی میری جانب کی اور منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو میں اس بھاری فر سمیت لرز کر رہ گیا۔

قابوط غضبناک انداز میں چنگھاڑا۔ ''سابوط دیکھو یہ وہی ہے جس نے ابلیس کا مذہب ترک کر یا ہے۔ اسے پکڑو اور پہاڑ سے نیچے گرا دو۔''

پتھر میرے ہاتھوں میں جم گیا تھا اور میں پوری توانائی صرف کرنے کے باوجود پتھر ان پر نہ ینک سکا۔ سابوط میری طرف بڑھا اور اس کے عقب میں ژالہ اور مژالہ، حشر ساز حسن کو سنبھالتے قہر ، ہوئیں میری طرف بڑھنے لگیں۔ ان کے ہاتھوں میں کوہستانی جانوروں کی ہڈیاں تھیں جن پر ندوں کی کھال سے رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں نفرت تھی وہ منہ سے ہذیانی قہقہے ل رہی تھیں۔ میں نے دو قدم پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن کوہ ابو قبیس کے پتھروں نے میرے قدم جکڑ لے تھے۔ میرا قہر و غضب میرے اندر ہی تحلیل ہو گیا اور قابوط اپنے ساتھیوں سمیت موت کا پیامبر بن رمیرے سر پر پہنچ گیا۔

میں تو پتھر کی طرح ساکت و بے جان ہو گیا تھا۔ قابوط، سابوط اور ژالہ مژالہ کے لبوں پر طانی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ ان کے ساتھ آنے والے فضا میں چھپے ہوئے میرے وجود کو دیکھنے قاصر تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ جس شیطانی گروہ کی راہنمائی میں کوہ ابو قبیس پر آئے ہیں وہ

ابلیس کے پڑپوتے ہامہ کے ساتھ محاذ آرائی شروع کر چکے ہیں۔ بنو قابیل کا وہ شریر اور بد قماش گروہ مقدس نورانی پتھر کو دیکھ کر خوشی سے لہرانے لگا تھا جبکہ قابوط اور سابوط نے مجھے منجمد کر دیا تھا اور اب دونوں اپنی قہر سامانی اور طاغوتی طاقتوں کے ساتھ میرے مد مقابل کھڑے تھے۔ ژالہ اور مژالہ نے میری بے بسی پر ہذیانی قہقہہ لگایا اور ہاتھ میں پکڑی ہڈی کو میرے پہلو میں مار کر مزید قہقہے لگانے لگیں۔ قابوط نے ایک بھاری بھر کم ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غرایا۔

''ہامہ تو کیا سمجھتا تھا کہ گناہ و بدکاری کا باپ ابلیس تجھے معاف کر دے گا۔ تو نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل کر ابلیسی لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے خواب دیکھے ہیں تو سن اے ہامہ۔ میں تجھے اس پہاڑ کی بلندی سے نیچے گراؤں گا تو تیرا وجود اس کی پستیوں میں تلاطم مچانے والے سرغ سیال میں غرق ہو جائے گا۔''

میں نے چاہا کہ قابوط کو اس کی بات کا جواب دوں مگر میری زبان میرے جبڑوں تلے یوں دبی ہوئی تھی جیسے کسی بھاری پتھر کے نیچے درخت کا بے بس پتہ دب جاتا ہے۔

سابوط نے قابوط کی بات کو آگے بڑھایا اور میرے سینے پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔ ''سن اے ہامہ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تو غول ابلیس سے بغاوت کر کے جنات کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے تو یہ تیری بھول ہے۔ جنات تجھے کبھی اپنے قریب نہیں آنے دیں گے۔ تو پیدا ہی شیطان ہوا تھا اور ہمیشہ شیطان ہی رہے گا تیری عافیت اسی میں ہے کہ جنات کے گروہ سے نکل آ اور شیطان کے غول بیابانی میں شامل ہو جا۔''

سابوط کی بات سن کر میرے اندر آگ بھڑک اٹھی۔ دل میں آیا کہ کاش میں یہ پتھر ان کے سر پر مار سکتا لیکن ان دونوں کی طاغوتی طاقت نے مجھے بے بس و لاچار کر دیا تھا۔ غصے کی آگ سے میرا وجود جل رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا۔

''اے خدا کے دشمنوں تم اور تمہارے ابلیس پر ہزار مرتبہ لعنت۔ خدا کی قسم اگر ہامہ کو سو زندگیاں بھی ملیں تو وہ ہر لحہ ابلیس مردود پر لعنت بھیجتا رہے گا۔'' میرے دلی تاثرات چہرے پر ہویدا ہو رہے تھے۔ قابوط اور سابوط کو اندازہ ہو گیا کہ میں زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا لہٰذا انہوں نے مجھے پتھر سمیت فضا میں بلند کیا اور اپنے سروں پر کسی کپڑے کی طرح لہراتے ہوئے پہاڑ سے نیچے پھینکنے ہی والے تھے کہ یکا یک یاسوط وہاں ظاہر ہو گیا اور اس نے سابوط سے کہا۔

''بنو قابیل کے دانا اور ابلیس کے چہیتو ٹھہرو۔ اسے مت مارو۔''

قابوط اور سابوط نے وجہ دریافت کی تو یاسوط بولا۔ ''ابلیس نے کہا ہے کہ اسے زندہ سلامت

لے کر آؤ۔ وہ اسے اپنی قید میں رکھ کر اسے ایسی سزا دے گا کہ آئندہ غول شیطانی میں سے کسی کو ابلیس کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوگی۔ ابلیس نے کہا ہے کہ جو شیطان بغاوت کر کے جنات کے گروہ میں شامل ہو گا اس کی سزا صرف موت نہیں ہوگی کیونکہ موت تو اذیتوں اور سزاؤں سے بچ نکلنے کا راستہ ہے۔ وہ اپنے پڑپوتے کو اس وقت تک اذیت دے گا جب تک یہ جنات کا مذہب چھوڑ نہیں دیتا۔''

یاسوط تو مجھے ان دونوں سے لے کر کوہ نوذ کی تنگ و تاریک غاروں میں آ گیا مگر اس نے قابوط اور سابوط سے کہا کہ وہ اعمش صحاط اور حداد کا کوہ ابوقبیس میں رک کر انتظار کریں۔ یاسوط نے انہیں بتا دیا تھا کہ تینوں بھائی کسی مہم پر گئے ہیں اور جب وہ واپس آئیں گے تو تھکے ہوئے ہوں گے لہٰذا اس وقت ان پر حملہ کر کے انہیں ختم کیا جا سکتا ہے۔ میں نے سنا تو یاسوط کے ہاتھوں سے نکلنے کے لئے بہت زور لگایا مگر اس نے مجھے بالوں سے مضبوطی کیساتھ جکڑ رکھا تھا۔ میں تمہیں یہ بتا دوں کہ جنات کی طاقت کا راز ان کے سر کے بالوں میں ہوتا ہے۔ جب بھی جنات کو بے بس و لاچار کرنا ہو اور انہیں مستقل اپنے قابو میں رکھنا ہو تو ان کے بالوں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ جس کے بعد ان کے بدن سے وقتی طور پر طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ کوئی بھی ایسا انسان جو جنات یا شریر جنات یعنی شیاطین کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہو وہ پہلے اسے اپنے علم کے ذریعے پکڑتا ہے پھر اس کے چند بال اتار کر اپنی پاس رکھ لیتا ہے۔ اگر ان بالوں کو جلا دیا جائے تو مؤکل جنات و شیاطین جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ جو عامل ان کی راکھ سنبھال کر رکھتا ہے اور پھر اسے اپنے مخصوص علوم کے لئے استعمال کرتا ہے وہ کائنات میں بکھری ہوئی مخلوق جنات کے قہر سے بچا رہتا ہے۔ اس عامل کے ہاتھوں مرنے والے جن کی راکھ حاصل کرنے کے لئے جنات بڑی تگ و دو کرتے ہیں اور اگر کوئی جن وہ راکھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اس عامل کا زندہ بچ کر رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یاسوط نے مجھے ابلیس کے سامنے پیش کیا۔ اس وقت وہ غول بیابانی کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن تھا جس کے گرد اس کی داسیاں رقص کر رہی تھیں۔ ان کی ہاتھوں میں کوہستانی جانوروں کی ہڈیاں اور مزمار تھیں۔ ابلیس نے مجھ پر قہر کی نظر ڈالی۔ پھر اس کے لبوں پر طاغوتی مسکراہٹ مچلنے لگی۔ اس نے میرے باپ کو بلایا اور اس سے کہا۔ ''ہامہ تمہارا بیٹا ہے بولو اس کو کیا سزا دو گے۔''

میرے باپ نے اپنے باپ کے قدموں میں سر جھکایا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''اے بدی کے خالق تو مجھ سے بہتر سزا دینے کا حق رکھتا ہے۔'' ہمہم دو قدم پیچھے ہٹا اور پھر اپنے باپ لاقیس سے کہنے لگا ''اے میرے باپ تو جانتا ہے کہ میں نے آج تک ابلیسی تعلیمات کی بجا آوری میں کبھی

کوتاہی نہیں کی اور میں ہمیشہ جنات کا دشمن رہا ہوں۔ میں کس زبان سے کہوں کہ میرا بیٹا جنات کا رفیق بن گیا ہے اور اس نے میرے اور تیرے باپ کو مردود کہا ہے۔ اے میرے باپ اٹھ اور میرے اس ناخلف بیٹے کو سزا دے۔"

میرا دادا لاقیس اٹھا اور اس نے الاؤ میں سے ایک جلتی ہوئی لکڑی اٹھالی اور میرے سامنے آ کھڑا ہوا "تو جنات میں شامل ہو گیا ہے اس لئے آج سے تیری سزا شروع۔" یہ کہہ کر اس نے جلتی لکڑی میری پنڈلی پر رکھ دی اور میرا وجود جلنے لگا۔ میں نے زوردار چیخ ماری اور تڑپنے لگا۔

میرا باپ آگے بڑھا اس نے دوسری لکڑی الاؤ سے نکالی اور اس نے میری دوسری پنڈلی جلا ڈالی اور بولا۔ "ہامہ اب تو چلنے پھرنے اور اڑنے سے معذور ہو گیا ہے۔ چونکہ ابلیس تجھے ابھی سلامت رکھنا چاہتا ہے اس لئے ہم تمہیں ابھی جان سے نہیں ماریں گے۔" ابلیس کے سارے گرگے اور اولاد اس وقت وہاں اکٹھی تھی اور میری سزا کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ مجھ پر قہقہے لگائے جا رہے تھے اور آگ سے جلایا جا رہا تھا۔ ابلیس چاہتا تھا کہ میں جنات کے سلامتی کے مذہب سے تائب ہو جاؤں مگر میں نے ہر طرح کی اذیت سہنے کے باوجود اسے کہہ دیا کہ میں ابلیس کو مردود ہی کہوں گا اور حق کے مذہب سے تائب نہیں ہوں گا۔

ابلیس کے حکم پر مجھے اس کی سلطنت بحر میں قید کر دیا گیا۔ پہاڑوں کی کوکھ سے جنم لینے والے اس سمندر پر ابلیس تخت بچھا کر بیٹھتا تھا۔ اسے ہم بحر ابلیس کہتے مگر آج تمہاری دنیا اسے بحر اوقیانوس کہتی ہے۔ اس میں ہر وقت تلاطم برپا رہتا تھا۔ طوفانی پانی کا شور اور شیطان کی دنیا کے ہنگامے اس خطے میں قیامت برپا کئے رکھتے تھے۔

مجھ پر کئی نگہبان شیطان مسلط تھے جو ہر وقت میری نگرانی کرتے تھے۔ ابلیس نے اس علاقے میں طاغوتی طاقتوں سے جال سا بن رکھا تھا جسے توڑ کر نکلنا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ میں کھلے آسمان تلے طاغوتی طاقتوں سے جکڑا ہوا پڑا تھا۔ ابلیس کے یہ نگہبان مجھے روزانہ کوہستانی جانوروں کی ہڈیوں سے پیٹتے۔ تمہیں شاید معلوم نہ ہو کہ کوہستانی اور صحرائی جانوروں کے کولہوں کی ہڈیاں منحوس اور کالے علم کرنے والوں کے ہتھیار ہیں۔ آج تمہاری دنیا میں کالا جادو اور کالے علوم کے چرچے ہیں۔ یہ سارے علوم شیطانی ہیں اور آدم کے زمین پر اترنے کے بعد سے ہی شیطان نے مشرکانہ علوم ایجاد کئے تھے۔ اس نے بنو قابیل کو بت پرستی اور آگ کی پرستش پر مائل کر کے انہیں مشرک بنا دیا تھا۔ اس نے انسانوں کو خدا کا شریک بنایا چونکہ ایسے بدبخت انسان نیکی سے محروم ہو گئے تھے اور انہیں نیکی کی طاقتیں بھی میسر نہیں تھیں۔ ابلیس نے ایسے گناہ گار انسانوں کی عقل کو پر اسرار اور ماورائی طاقتوں کا مطیع بنانے اور بدی کی ان طاقتوں کو بروئے کار لانے کے لئے انسانوں کو کالے اور سری علوم

سکھائے۔ اس نے حرام جانوروں کو گناہ گاروں کے لئے جائز قرار دیا اور ان کے اعضا پر کالے علوم پڑھنے کے بعد انہیں شیطان کی نذر کرنے کے طریقے سکھائے۔ ابلیس اپنے کارندوں کے لئے برائی کو نشاط آفریں اور لازوال بنا کر پیش کرتا تھا۔

قید و بند کے باوجود میں نے مشرکانہ ابلیسی تعلیمات کے آگے سر نہیں جھکایا اور مار کھاتا رہا۔ میری زبان، آنکھ، کان پر پہرے تھے مجھے بھوکا بھی رکھا جاتا اور بھوک کی انتہا پر مجھے مکروہ اشیا کھلائی جاتی تھیں۔ میرے ساتھ ایک عجیب اتفاق ہو رہا تھا۔ مجھے جتنا مارا پیٹا جاتا ابلیس سے میری نفرت اسی قدر بڑھتی جاتی۔

ایک روز میرا باپ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ میں اگر جنات کے مذہب سے تائب ہو جاؤں تو ابلیس سے کہہ کر یہ سزا ختم کرائی جا سکتی ہے۔ میں نے اپنے باپ کو مردود کہا اور دم توڑتی آواز کے ساتھ کہا۔ "میں اب نیکی اور حق کا راستہ نہیں چھوڑ سکتا مجھے یقین ہے کہ میرا خدا میری حفاظت کرے گا اور اعمش قہر بن کر ابلیس پر ٹوٹے گا۔"

"یہ تیری بھول ہے ہامہ۔ اعمش تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ وہ یہاں نہیں پہنچ سکے گا۔" باپ نے مجھے ابلیس کے گھناؤنے انتقام سے ڈرایا دھمکایا اور جب میں نہ مانا تو وہ بولا۔ "ہامہ اب تمہاری موت کا وقت ہو گیا ہے۔ ابلیس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہیں مار کر جنات کے علاقے میں پھینک دیا جائے تاکہ تم ان کے لئے عبرت بن جاؤ۔"

میرا باپ دھمکی دے کر چلا گیا اور میں اپنی بے بسی و لاچارگی پر پہلی بار رو دیا۔ میں نے اللہ سے گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے دعا کی۔

"اے پروردگار مجھے اتنی طاقت دے کہ میں شیطان مردود اور اس غول شری کو نیست و نابود کر دوں۔ رب کائنات مجھ ناتوں کو ابلیس کے شر و فساد سے بچا اور میری اعانت فرما۔"

میں روتا رہا بلکتا رہا۔ اس روز آسمان کھلا کھلا تھا مگر یکایک سورج کو سیاہ بادلوں نے ڈھک لیا گویا سورج نے سیاہ نقاب اوڑھ لی تھی۔ اس لمحے فضاؤں میں تلاطم سا پیدا ہوا اور مجھے کائنات کا ذرہ ذرہ لرزتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ میں حیران و پریشان ہو گیا کہ زمین و آسمان پر کون سی آفتاد آن پڑی ہے یا کون سا غم ٹوٹا ہے کہ دن کے اجالے پر رات طاری ہو گئی ہے۔ میرے اردگرد افراتفری مچ گئی تھی اور شیطان کے گرگے والہانہ انداز میں بھاگتے ناچتے نظر آنے لگے۔ میں پریشان تھا کہ غول بیابانی اتنا مسرور اور بے ہنگم کیوں ہو گیا ہے۔ ان کے ہاتھ کون سا ایسا خزانہ آ گیا ہے کہ ان کے قدم زمین پر ٹک نہیں رہے۔

میں نے ابلیسی چیلے کو جو مجھ پر مامور تھا اس سے دریافت کیا کہ غول ابلیس اس قدر خوش کیوں

ہے؟ جواب میں وہ بھی قہقہے لگانے لگا اور آتشی کوڑا لہراتے ہوئے ابلیس کے ترانے گانے لگا۔ "اے ہامہ آج ابوالبشر کا انتقال ہو گیا ہے۔ دن اور رات کو گہن لگ گیا ہے۔ آج ساری کائنات ان کے وصال کے غم میں رو رہی ہے مگر آج ابلیس بہت خوش ہے۔"

"وہ کیوں خوش ہے؟" میں نے غم کی شدت سے پوچھا۔

"وہ اس لئے خوش ہے کہ آج اس کے سینے سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ وہ بدی کا پرچار کرنے کے لئے آزاد ہو گیا ہے۔"

"اے اللہ کے دشمن!" میں نے کہا۔ "کیا تو نہیں جانتا کہ ابوالبشر علیہ السلام کے بعد بنو آدم میں حضرت شیث موجود ہیں۔ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان پر آسمانی صحیفے نازل ہوتے ہیں۔"

"اے ہامہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت شیث کے علاوہ بنو آدم میں ایسے صالح جوان و بزرگ موجود ہیں جو اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن تو نہیں جانتا کہ حضرت آدم کے وصال سے ابلیس کو کتنی خوشی ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب بنو قابیل میں بت پرستی بڑھے گی اور بنو شیث میں بھی اس کے غلام بدی کو تیزی سے پھیلا رہے ہیں۔" یہ سن کر میں نے کلیجہ تھام لیا اور رونے لگا۔ میں اپنی بدبختی پر رونے لگا کہ میں کس قدر بدنصیب واقع ہوا تھا۔ میری خواہش تھی اپنی آنکھوں سے ابوالبشر کا دیدار کرتا لیکن مجھے یہ زیارت نصیب نہ ہوئی۔ معاً مجھے اعمش یاد آنے لگا۔ جس روز قابوط اور سابوط نے مجھے پکڑا تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک مہم پر گیا ہوا تھا اور قابوط و سابوط ژالہ و مژالہ کے ساتھ ان کا انتظار کرنے کے لئے کوہ ابوقبیس میں رک گئے تھے مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ ان کے ساتھ قابوط اور سابوط نے کیا سلوک کیا ہوگا۔

میں نے جرأت کر کے ابلیس کے اس گرگے سے قابوط اور سابوط کے بارے میں دریافت کیا تو وہ مکروفریب کے پتلے قہقہے لگانے لگے اور اپنا سینہ پھیلا کر کہنے لگے۔ "اے ہامہ تو ابھی تک اسی امید پر جی رہا ہے کہ اعمش تجھے چھڑانے آئے گا۔ اے بدبخت قابوط اور سابوط نے اعمش کے دونوں بھائیوں صحاط اور حداد کو مار دیا ہے مگر افسوس کہ اس جنگ میں اعمس بچ نکلا ہے۔ قابوط اور سابوط کی فتح پر ابلیس نے بہت بڑا جشن منایا تھا۔" میرے غم کا پیمانہ اب چھلکنے لگا تھا۔ میں نے کہا۔ "خدا کے دشمنو ابلیس مردود کے ساتھیو! اس وقت سے ڈرو جب اللہ کا قہر تم پر نازل ہوگا۔ تم نے نیک جنات کو مروا کر جنات کی انتقام کی آگ کو بڑھا دیا ہے۔ وہ وقت اب دور نہیں رہا جب کوہ توذ کے بطن میں گناہوں کی دلدل پر کھڑا ابلیس تمہاری موت پر پچھاڑیں مار مار کر روتا ہوا ملے گا۔"

میں چیخ چیخ کر ابلس مردود پر لعنت بھیجنے لگا تو جواب میں وہ مجھے آتشی کوڑوں سے پیٹنے لگے۔ شب و روز ماہ و سال گزر گئے۔ گویا صدیاں ہی بیت گئی تھیں۔ میں بہت لاغر ہو گیا تھا۔ مجھے

اعمش کا غم کھا رہا تھا کہ میری وجہ سے اس کے دونوں بھائی مارے گئے ہیں۔ ایک بار میرے دل میں خوش کن امید پیدا ہوئی کہ میں ابلیس سے معافی مانگ کر ایک بار آزاد ہو جاؤں اور پھر جنات کے پاس پہنچ کر ابلیس کے خلاف لشکر جرار لے کر جاؤں۔ مگر میرے تقویٰ اور ایمان کی مضبوطی نے اس شیطانی وسوسے کو ختم کر دیا اور میں نے تہیہ کر لیا کہ میں مر جاؤں گا مگر ابلیس سے معافی نہیں مانگوں گا۔

یہ ایک سیاہ رات تھی۔ غول ابلیس حسب معمول انسانی بستیوں میں فساد و گناہ کی چنگاریاں سلگانے جا رہا تھا کہ یکایک آسمان سے آتشی بارش ہونے لگی۔ سرخ ستارے ٹوٹ کر زمین پر گرنے لگے۔ مجھے معلوم تھا کہ فرشتے اس ابلیسی لشکر اور جاسوسوں پر شعلے برساتے ہیں جو آسمانوں کی خبریں لینے جاتے ہیں۔ اس رات بہت دیر تک آسمان سے شعلے گرتے رہے اور ابلیسی جاسوسوں کو راکھ بناتے رہے۔ ان کی دلدوز چیخیں فضاؤں میں گونجتیں تو مجھے بے حد راحت محسوس ہوتی۔ آسمانی شعلے بحر ابلیس کے اوپر گر رہے تھے مجھ پر مامور شیطان گھبرا گئے اور سینہ کوبی کرتے ہوئے بھاگے "بھاگو بھاگو اللہ کا قہر نازل ہو رہا ہے۔"

صدیوں بعد مجھے موقع ملا تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بھاگ نکلوں مگر میں تو ابلیس کی طاغوتی طاقتوں کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔ میں نے اردگرد دیکھا غول ابلیس افراتفری کے عالم میں بھاگ رہا تھا اور سرخ آسمانی گولے ان کو چاٹ رہے تھے۔ انہیں کہیں پناہ نہیں مل رہی تھی۔ میں آسمان پر اس سپاہ کو ڈھونڈنے لگا جو آگ کے یہ گولے برسا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ سفید براق لباس میں نورانی مخلوق پہلے آسمان پر پھیلی ہوئی ہے اور ابلیسی مخلوق کو چن چن کر مار رہی ہے۔ نورانی مخلوق آسمان سے نیچے اتر رہی تھی اور اس کے ایک بہت بڑے گروہ کا رخ بحر ابلیس کی جانب تھا۔ میں نقاہت کے باوجود اٹھا اور انہیں مدد کے لئے پکارنے لگا۔ میری آواز ان تک پہنچی تو ایک نورانی پیکر میرے پاس آ گیا۔ وہ سفید لباس پہنے ہوئے تھا جس سے نور ہی نور جھلک رہا تھا اس کی روشنی سے میری آنکھیں چندھیا گئیں۔

"ہامہ۔ میں آ گیا ہوں۔" وہ پیکر جمال و جلال بولا۔

یہ آواز اعمش کی تھی۔ میں نے تیزی سے اٹھنا چاہا تو لڑکھڑا کر رہ گیا میرے لبوں سے سسکی نکلی "اعمش...... میرے محسن۔"

اعمش نے طاغوتی جال توڑ دیا اور مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ "معاف کرنا ہامہ! مجھے بہت دیر ہو گئی ہے تم تک پہنچتے ہوئے۔"

میں نے اعمش کا ہاتھ تھام لیا اور اسے بے تحاشا چومنے لگا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگانے لگا "اے عظیم اعمش تو دیر سے بھی آئے ہو تو کیا ہوا۔ تیرا ہامہ تجھے دیکھ کر اپنے غم بھول گیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں ہامہ کہ ابلیس نے تجھ پر کتنا ظلم کیا ہے۔ اس بدبخت سیاہ کار سے نیکی اور رحم کی توقع عبث ہے میرے بھائی۔ آؤ چلیں وہ دیکھ جنات کا لشکر جرار۔ اللہ کے نیک صالح جنات کی یہ سپاہ تجھے رہا کرانے آئی ہے۔ پہلے ہمیں بتایا گیا تھا کہ تجھے مار دیا گیا ہے لیکن کچھ دنوں پہلے ہی ابلیس کا ایک چیلا میرے ہاتھ لگا تو معلوم ہوا کہ تم یہاں قید ہو۔ میرے بھائی ہم کو بچھڑے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں زمانہ بدل گیا ہے۔ ہم نے بھائیوں کی جدائی برداشت کی ہے۔ بہت غم سے ہیں ہامہ مگر تجھے نہیں بھولے۔" اعمش کا لہجہ گلوگیر تھا۔ میں اس کے سینے سے لگ گیا تو وہ بولا۔ "ہامہ تم میرے بھائی بھی ہو اور بیٹے بھی۔ تم جنات کی آبرو اور شان ہو۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہارے اندر جنات کی تعلیمات پختہ ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود تم نے دین حق نہیں چھوڑا۔ اے جنات کے بیٹے ہامہ آؤ چلیں۔ یہ بحر ابلیس اپنے تلاطم اور طغیانی میں ابلیس کا تخت غرق کر ڈالے گا"

اعمش نے اپنی سپاہ کو خوشخبری سنائی کہ ہامہ مل گیا ہے لہٰذا جنات نے پورے علاقے کو گھیر کر ابلیسی سپاہ کو نیست و نابود کر دیا۔ ابلیسی اور فرزندان ابلیس بچی کھچی مخلوق کے ساتھ سمندر کے ان تاریک اور گمنام جزیروں اور ویرانوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے جہاں انسان و جنات بھی بمشکل پہنچ پاتے ہیں۔

اعمش مجھے کوہ ابوقبیس لے آیا۔ میں زمانے کے تغیر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے بتایا کہ بنو آدم اب کئی گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ بنو آدم کوہ نوذ اور کوہ ابوقبیس سے نکل کر زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہو چکے تھے۔ قابیل کو اس کے بیٹے نے پتھر مار کر قتل کر ڈالا تھا اور اب بنو آدم پر مہلائیل جیسا بہادر، دانا، جنگجو اور باعزم و باہمت شخص حکومت کر رہا تھا۔ حضرت شیث کے وصال کے بعد ان کے بیٹے انوش نے بنو شیث پر حکومت کی تھی اور انوش کے بعد اس کا بیٹا قینسن تخت حکمرانی پر جلوہ گر ہوا تھا۔ مہلائیل قینسن کا بیٹا تھا۔

مہلائیل ابلیس کا سخت دشمن تھا۔ وہ علوم کی طاقت سے بہرہ مند تھا۔ وہ گھڑ سواروں کا جتھہ لے کر عجمی ممالک کی طرف بڑھا تھا اور اس نے سات ملکوں کو فتح کر کے مقبوضات میں شامل کیا تھا۔ مہلائیل نے ہی بابل اور سوس اقصیٰ کی بنیاد رکھی اور بلند پختہ عمارتیں تعمیر کراتے تھیں۔

مہلائیل کو جب معلوم ہوا کہ ابلیس اور کچھ شری جنات انسانوں کو تنگ کرتے ہیں اور اس نے بنو قابیل میں بت پرستی، آگ پرستی، سورج پرستی جیسے عقائد کو جنم دیا ہے اور سلامتی کا مذہب شدید خطرے میں ہے تو اس نے جنات کو حکم دیا کہ وہ ابلیس کی سپاہ غول بیابانی پر حملہ کرے۔ اعمش نے حکم پاتے ہی ابلیس کی سپاہ کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا تھا۔ اور مجھے زندہ بچا لایا تھا۔

مہلائیل دراز قامت، قوی الجثہ شخص تھا۔ اس کی کوہ پاش نظریں مدمقابل کے جگر کو پاش پاش کر دیتی تھیں اور آواز کوہساروں کو لرزا دیتی ہیں۔ اس کے چہرے کی جلالت و ہیبت میں دانائی و بہادری درخشاں تھی۔ اعمش مجھے مہلائیل سے ملانے کے لئے بابل لے گیا۔ یہ ایرخ کا علاقہ تھا جسے تمہاری دنیا اب عراق کہتی ہے۔ دجلہ و فرات کے کنارے آباد اس خطہ آدم میں مہلائیل نے پختہ عمارتوں کی بنیاد رکھی۔ یہاں بنو قابیل کے بت پرست، آفتاب پرست بھی آباد ہو گئے تھے مگر وہ مہلئیل کے آگے سرکشی نہیں دکھاتے تھے۔

مہلائیل اس روز درختوں کے ایک جنگل میں اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اعمش نے مجھے بتایا کہ مہلائیل نے درخت کٹوا کر انہیں انسانی استعمال میں لانے کی تدبیر نکالی ہے۔ میں حیران ہوا کہ وہ درخت کیسے کاٹ سکتا ہے۔ اعمش نے بتایا کہ مہلائیل نے لوہے کو تیز دھار میں بدل کر اس کی مدد سے درخت کاٹتے ہیں۔ مہلائیل نے درخت کاٹنے والے ہتھیار کو اپنے دشمنوں پر بھی آزمایا اور انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ مہلائیل نے شریر و فسادی جنات و ابلیس اور انسانی گروہوں میں سامل ابلیسی سپاہ کو بھی تنبیہ کر دی تھی کہ اگر اس کے دور اقتدار میں کسی نے فساد برپا کرنے اور بت پرستی کی جرأت کی تو وہ اسے کاٹ کر رکھ دے گا۔

مہلائیل جابر و جبروت تھا اس کے اقتدار کا سورج کوہ ابوقبیس سے وادی ایرخ تک طلوع ہوتا تھا بنو شیث اور بنو قابیل اب زمین کے مختلف خطوں میں پھیل چکے تھے اور مہلائیل ان کی سرکشی کے لئے مہمیں تیار کرتا رہتا ہے۔ اس نے جنات کی بھی سپاہ تیار کی تھی۔ اعمش اس سپاہ کا سردار تھا اس لئے مجھے اس کے دست راست ہونے کی وجہ سے یہ اعزاز حاصل تھا کہ میں بھی ان مہموں میں جا سکتا تھا۔ میں نے اعمش سے کہا تھا کہ وہ مجھے غول ابلیس کے تعاقب میں جانے کی اجازت دے مگر اعمش نے مجھے فوری طور پر اجازت نہ دی۔ اس دوران اس نے مجھے جنگ لڑنے کے طریقے سکھائے اور میری تعلیم و تربیت پر بھی توجہ دیتا رہا۔ اسے جب یقین ہو گیا کہ میں اب اس کی مہم میں جنات کی کمان سنبھالنے کے قابل ہو گیا ہوں تو اس نے مجھے مہلائیل سے ملانے کی تیاری کی اور مجھے بابل لے آیا تھا۔ مہلائیل کے شب و روز گھوڑے کی پیٹھ پر گزر رہے تھے۔ وہ قیدی سرکش جنات و انسانوں سے درخت کٹوا رہا تھا اور انہیں عمارتوں میں استعمال کر رہا تھا۔ ہم جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے اعمش کو دیکھا۔ لحظہ بھر کے لئے اس کے پرہیبت چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی مگر دوسرے ہی لمحے اس کی جگر پاش نظریں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔ میں اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا اور میری نظریں جھک گئیں۔ میں نے زندگی میں پہلی بار پر جلال انسان دیکھا تھا جو جنات کو اپنی نظروں سے گھائل کر دیتا تھا۔ اعمش نے مہلائیل کو میرے بارے میں بتایا تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پھر خود بھی گھوڑے سے

نیچے اتر آیا۔

"تم بہت بہادر ہو ہامہ۔ اللہ نے تجھے آزمایا اور تو سرخرو ہو گیا ہے۔ ہم تمہیں بھی جنات کی سپاہ کی کمان دیں گے لیکن آؤ ادھر یہاں کھڑے ہو جاؤ۔"

اس نے مجھے ایک اونچے پتھر پر کھڑا کیا۔ میں حیران و پریشان ہو کر اس کی آفتابی و جگر پاش نظروں کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہامہ تیرا کام یہ ہے کہ تو ان قیدیوں سے درخت کٹوائے گا اور کوہساروں کو ریزہ ریزہ کر کے ہموار پتھر نکلوائے گا تاکہ ہم بابل میں بلند قامت اور ناقابل تسخیر عمارتیں قائم کریں۔"

مہلا بیل نے قیدیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"یہ سب ہمارے تمہارے اور اللہ کے دشمن ہیں۔ ان پر رحم نہ کھانا اور ان سے درخت کٹواتے رہو۔" یہ کہہ کر مہلا بیل نے اعمش سے کچھ کہا تو اعمش کے چہرے پر مسرت و انبساط کی لہر اٹھی۔ اس نے میرا ہاتھ تھاما اور کہا "ہامہ تو خوش قسمت ہے کہ مہلیل سردار نے تجھے یہ اعزاز بخشا ہے اور اس نے تجھے اپنی جگہ عطا کی ہے۔ میں سردار کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تو آج سے یہاں رہے گا اگر تجھے میری مدد کی ضرورت پیش آئے تو مجھے پکار لینا۔ میں تیری آواز پر لبیک کر آؤں گا۔"

میں ان کے جانے کے بعد پتھر پر کھڑا ہو گیا اور قیدیوں کا جائزہ لینے لگا۔ قیدی بھی نظریں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگے۔ سینکڑوں کی تعداد میں سرکش جنات شیاطین اور انسان درخت کاٹ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں آرے تھے۔ اس لمحے میرے دل میں آیا کہ یہ قیدی ان آروں سے مہلا بیل پر حملہ کر دیتے تو وہ یقیناً ان سے بچ نہ پاتا۔ مجھے یہ نہ سمجھ آئی کہ وہ کیا وجہ تھی جس کی وجہ سے قیدی سرگرا کر کام میں جتے ہوئے تھے۔ میں پتھر سے نیچے اترا اور درخت کاٹنے والوں کے پاس پہنچا۔ مجھے ایک بات کا تجسس ہو رہا تھا کہ مہلا بیل نے جنات کو بھی قیدیوں میں شامل کیا ہوا تھا۔ حالانکہ جنات تو اس کے حلیف تھے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جنات سرکش اور بے دین تھے۔ اپنی حرکات سے ابلیس کا ساتھ دیتے تھے۔ میں ایک سرکش جن کے پاس پہنچا۔ اس کی شکل بگڑی ہوئی تھی اور چہرے پر کرب و قہر نمایاں تھے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی نفرت سے چہرہ پھیر لیا اور اپنے کام میں جت گیا۔ میں نے اسے مخاطب نہ کیا اور خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اس سے آگے ایک ڈھلان تھی جس میں سے شیاطین و جنات پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ میں تمام قیدیوں کا جائزہ لے کر دوبارہ پتھر پر آ بیٹھا۔ میرے عقب میں گھنا جنگل تھا دائیں جانب پہاڑ تھے جس سے پتھر لایا جا رہا تھا۔ سر پر سورج چمک رہا تھا اور مزدور جھلسا دینے والی گرمی میں کام میں جتے ہوئے تھے۔ کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ مہلا بیل کے جانے کے بعد وہ کام چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ غالباً یہ مہلا بیل کی دہشت تھی کہ وہ ہاتھوں میں خطرناک

ہتھیار رکھنے کے باوجود بغاوت کی جرات نہ کر سکے۔ میں کئی روز تک ان سرکش جنات و شیاطین سے کام لیتا رہا تھا۔ کئی سال کی محنت کے بعد بابل میں پختہ لکڑی کے مکانات و قلعے تعمیر ہو گئے۔

اب میں فارغ تھا اور مجھ سے فارغ وقت گزارنا مشکل تھا۔ میں ایک روز دریائے فرات کے کنارے غمزدہ سا بیٹھا تھا کہ مجھے خیال آیا آج اعمش کو بلاتا ہوں۔ میں نے اسے آواز دی تو اعمش طویل فاصلوں پر بیٹھا تھا میری آواز سنتے ہی لبیک کر آ گیا۔ ہم کئی سالوں بعد ملے تھے میں اس سے بغلگیر ہو گیا اور اس سے شکوہ کیا کہ اس نے از خود ایک بار بھی میری خبر نہیں لی۔ اعمش کو اپنے بھائیوں سحاط اور حداد کی ہلاکت کا غم کھا رہا تھا۔

"اے میرے بھائی اعمش کیا تجھے قابوط اور سابوط کی بھی کوئی خبر ہے۔ اور وہ دونوں فتنہ کار لیاں ثالہ مژالہ کہاں ہیں؟" میں نے اعمش سے پوچھا۔

"کاش میرے بھائی! مجھے اس کی کوئی خبر ملتی۔ مہلا بیل نے سارے سرکش جنات اور شیاطین مار دیئے ہیں اور اس کے حکم پر ہم نے بحر ابلیس کو بھی تاراج کیا ہے مگر ہمیں تلاش کے باوجود ابلیس، چاروں فتنے نہیں ملے۔ کاش ایک بار مجھے ان کی اطلاع مل جائے کہ وہ کہاں ہیں۔ میں کئی سال سے انہیں تلاش کر رہا ہوں۔ ریگزاروں، سمندروں، کوہساروں میں بھی گیا ہوں۔ مگر ابلیس کے یہ لی کارندے نہیں ملے۔"

میں اعمش کے غم کو اپنا غم سمجھتا تھا۔ میں طیش کے عالم میں اٹھا اور اعمش کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اے میرے محسن! مجھے تمہاری قسم ہے میں جب تک قابوط، سابوط اور ثالہ مژالہ کو تلاش کر کے انہیں واصل نہیں کر دیتا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا اور نہ تجھے شکل دکھاؤں گا۔"

"نہیں ہامہ! میں تجھے اکیلا نہیں جانے دوں گا۔ تو میرا سرمایہ ہے اور ابھی تیری عمر بھی بہت کم ہے تو ابلیس کے مکروفریب نہیں جان سکتا کہ وہ کس طرح ایک نیک انسان و جن پر دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے فریب کاریوں کے حملے کرتا ہے۔ اسے گمراہ کرنے اور نقصان پہنچانے کے لئے ابلیس ہتھیار آزماتا ہے۔ جب تک تجھے ناقابل تسخیر نہیں بنا دیتا اور تیری مخفی طاقتوں کو آب لازوال نہ دے کر تجھے آنے والی صدیوں تک زندہ رہنے کی تدبیر نہیں بتا دیتا تو ابلیس پر ہاتھ نہیں ڈالنا۔ اللہ کے دشمن نے بنو آدم کو بت پرستی اور گناہ کی لذت میں مبتلا کر دیا ہے ہامہ۔ اور یہ گمراہ اپنے خالق حقیقی کو بھول چکے ہیں۔ میرے بھائی! آج میں ارض مدفن آدم کی طرف جا رہا ہوں۔ واپسی پر مقتل ہابیل بھی جاؤں گا۔ اگر تو فارغ ہو تو میرے ساتھ چل۔"

یہ سنا تو میرا دل بے تاب ہو گیا۔ "اعمش میرے محسن! میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔" اعمش لے کر ارض فلسطین کی طرف چل پڑا جہاں ابوالبشر حضرت آدم کا مدفن تھا۔ ہم وہاں پہنچے اور

زیارت کے بعد مقتل ہابیل کی طرف چل دیئے۔ مقتل ہابیل دمشق کے شمال میں جبل قاسیون پر تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ مناظر تازہ ہو گئے۔ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا۔ مقتل ہابیل دیکھ کر میں پچھاڑیں مار مار کر رویا۔ اس معصوم انسان کا چہرہ بار بار میری آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ اس کے وحشی بدکار بھائی اور ابلیس کے چہیتے قابیل کا مکروہ چہرہ یاد کر کے میرے اندر نفرت کا طوفان برپا ہوا۔ اعمش نے بتایا تھا کہ قابیل کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا تھا اور اس کو یاسوط اور ابلیس اسے موت سے نہ بچا سکے تھے۔ میں نے مقتل ہابیل پر کھڑے ہو کر ایک بار پھر قسم کھائی اور اعمش سے کہا کہ وہ مجھے غول ابلیس اور قابوط، سابوط کو تلاش کرنے اور انہیں قتل کرنے سے منع نہ کرے۔ میری رگوں میں نفرت و انتقام کا لہو گردش کر رہا تھا اور میں سنبھلنے سے نہیں سنبھل رہا تھا۔ اعمش نے میری حالت دیکھی تو اس نے کہا

"ہامہ اگر تم قابوط اور سابوط کو مارنا چاہتے ہو تو یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لو کہ تم ان پر غالب نہیں آ سکو گے۔ اس کے لئے تمہیں کسی نیک اور بہادر انسان کو اپنا حلیف بنانا ہو گا۔ تم اسے نورانی علوم کی طاقت سے ناقابل تسخیر بنا دو۔ اگرچہ تم خود بھی ان طاقتوں سے فیض پاؤ گے اور ابلیس اور غول ابلیس تم پر غالب نہیں آ سکے گا لیکن خاکی لبادوں میں چھپے شیطانوں کو مارنے کے لئے تمہیں نیک صالح اور بہادر انسانوں کی ضرورت ہو گی۔"

میں اعمش کی بات سمجھ گیا تھا کہ جس طرح ابلیس نے اپنے مظاہر بد کے لئے پہلے یاسوط کو مندر میں بٹھایا اور اس کی مدد سے قابیل پر اپنا قبضہ رکھا۔ پھر قابوط، یاسوط کو طاغوتی علوم سکھائے اسی طرح مجھے بھی نیک و صالح طاقتوں کو میدان عمل میں لانا ہو گا۔

ہم دونوں تدابیر پر غور کرتے ہوئے واپس بابل پہنچ گئے۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ قابیل کے ان صالح جوانوں میں سے کسی ایک کو یہ علوم کیوں نہ سکھا دوں جنہوں نے بنو قابیل کو راست پر لانے کا عہد کیا تھا۔ میں نے اس تجویز کا اظہار اعمش سے کیا تو یہ سن کر اس کا چہرہ افسردہ ہو گیا۔ "ہامہ تو نہیں جانتا کہ ان پانچوں صالح جوانوں پر کیا گزری؟"

"نہیں۔ انہیں کیا ہوا۔ وہ اللہ کے نیک و پرہیزگار نوجوان تھے۔" میں نے انجانے خدشے کے تحت پوچھا۔

"ہاں۔ وہ اللہ مقرب کے بندے تھے۔ انہوں نے صدیوں تک بنو قابیل اور بنو شیث کے گمراہ انسانوں کو شرک و گناہ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ تعلیمات ابلیس کے خلاف ایک آہنی دیوار تھے جنہیں وہ گرا نہیں سکتا تھا۔ مگر صد افسوس کہ ابلیس انہیں قتل کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ پانچوں قتل ہو گئے تو بنو قابیل والے زار و قطار رونے لگے۔ انہیں ان پانچوں بزرگوں سے عقیدت ہو گئی تھی۔ ابلیس نے کوہ نوذ میں ان پانچوں کے بت بنوائے اور یاسوط نے بنو قابیل سے کہا کہ اگر تم ان پانچوں بزرگوں کو خوش رکھنا اور خوشحالی دیکھنا چاہتے ہو تو ان کے بتوں کو پوجا کرو۔ افسوس صد افسوس کہ بنو قابیل جو گمراہی سے نکل رہا تھا ایک بار پھر ابلیس کے پھیلائے جال میں پھنس گیا اور اس نے پانچوں بزرگوں کے بتوں کو پوجنا شروع کر دیا۔ اے ہامہ! اللہ کے نیک بندوں نے ان بتوں کے پوجنے والوں کو بہت سمجھایا مگر ابلیس اور اس کے ہرکارے اور ان عورتوں نے بتوں کو پوجنے والوں کو اندھا کر دیا۔ افسوس ہامہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے ہم پر افضل بھی ہے مگر اس کی سرشت میں جلد بازی اور ہٹ دھرمی بھی ہے۔ یہ دونوں بشری کمزوریاں ابلیس کا ہتھیار ہیں اور ان کی مدد سے انسانوں پر غالب آ جاتا ہے، سوائے ان نیک اور صالح انسانوں کے جو اللہ کے سوا اور اس کے نبی کے سوا کسی کی تعلیمات کو نہیں مانتے۔"

اعمش کی زبانی پانچوں بزرگوں کے قتل کی تفصیل سن کر ابلیس کے خلاف میرا جذبہ انتقام اور تیز ہو گیا۔ میری سانس غصے سے پھولنے لگی۔ اعمش نے میرے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا "ہامہ۔ اپنے جذبات پر قابو رکھنا سیکھو۔ جنات کی سب سے بڑی کمزوری ہی یہی ہے کہ وہ غصہ میں بے قابو ہو جاتے ہیں لیکن سنو! جو جنات نیک و صالح انسانوں کی صحبت میں رہتے اور تعلیمات الٰہی پر گامزن رہتے ہیں انہیں اپنے مزاج پر قابو پانا بھی سکھایا جاتا ہے۔ تمہیں یہ بات یاد رکھنی ہو گی کہ غصہ اور قہر کی حالت میں جنات کی عقل ضبط ہو جاتی ہے اور وہ اپنی تدابیر بھی کھو دیتے ہیں۔ صرف ابلیس ہی ایسا بزدل کمینہ اور مکر و فریب کا پتلا ہے جو غصے میں آنے کے باوجود اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس تو اپنی طاقت اور عقل کو اس کے خلاف استعمال کرنے کے لئے اپنے اندر برداشت پیدا کر۔"

اعمش خود بھی ناقابل تسخیر علوم سے بہرہ مند تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی بہادری اور دانائی وقت کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔ میں نے اس کی باتوں پر عمل کیا اور اپنے اندر یہ خوبی پیدا کر لی کہ میں مشکل سے مشکل حالات میں بھی قوت برداشت کا حامل ہو گیا۔ اعمش اب خوش تھا کہ میرے اندر صبر پیدا ہو رہا ہے مگر ایک روز میرا یہ صبر اس شورش زدہ طوفان کی طرح میری برداشت کے بند توڑ کر باہر نکل گیا جب میں نے بابل کی پہاڑیوں میں قابوط اور سابوط کی جھلک دیکھی۔ میں اس روز کچھ مزدور جنات کو پہاڑوں سے پتھر لانے کے لئے وہاں لے کر گیا تھا۔ قابوط اور سابوط دونوں ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے جانوروں کی ہڈیاں، کھوپڑیاں اور خون سے بھرے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ عین دوپہر کے وقت جب سورج کی حدت سے پتھر گرم ہو رہے تھے۔ دونوں آنکھیں بند کیے کوئی عمل کر رہے تھے۔ پہلے مجھے سمجھ نہیں آئی کہ یہ دونوں کیا کر رہے ہیں۔ وہ دونوں ظاہر تھے اور میں اسرار کے پردوں میں تھا۔ میں انہیں دیکھنے لگا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اس دوران مزدور جنات

پہاڑ سے بڑے بڑے پتھر اکھیڑنے لگے تو ان کی آواز سے شور پیدا ہوا۔ مگر قابوط اور سابوط اپنے حال میں مست رہے۔ لگتا تھا انہیں گرد و پیش کا کوئی ہوش نہیں۔ میں نے جنات کو کا کرنے کے لئے کہا اور انہیں کہا کہ وہ واپس چلے جائیں۔ میں انہیں بھیج کر دونوں بھائیوں کی متوجہ ہو گیا جو اب سامنے رکھی ہڈیوں پر خون انڈیل رہے تھے۔ معاً مجھے سمجھ آ گئی یہ وہی ہڈیاں ابلیس کے طاغوتی ہتھیار تھے اور قابوط و سابوط اور ژالہ مزالہ انہیں اپنے ہاتھ میں رکھتی تھیں۔ کی طرف بڑھنے لگا تو معاً نیچے سے کسی چرواہے کی آواز سنائی دی جو جانوروں کا ریوڑ ہانک ر اس سے دونوں بھائیوں نے بے تابی سے آواز کی سمت میں دیکھا اور قابوط نے ایک ہڈی اٹھا کی طرف لہرائی۔ فضا میں دھواں سا اٹھا اور ژالہ ہاتھ میں مزمار تھامے ہوئے نمودار ہوئی۔ ا لبوں پر وہی مکروہ اور طاغوتی مسکراہٹ تھی۔ قابوط نے ژالہ سے کہا۔

"وہ نیچے ایک چرواہا کھڑا ہے۔ تم جاؤ اور اسے اپنے دام میں پھنسا کر اوپر لے آؤ۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ چرواہے کو کیوں اوپر بلا رہے ہیں۔ وہ اسے اپنے سفلی و طاغوتی عمل کی چڑھانا چاہتے تھے۔ میرے لئے ان کی یہ ناقابل برداشت حرکت تھی۔ میں کسی معصوم انسان کو کی بھینٹ چڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پس میں شررو برق اور شہاب ثاقب کی طرح قا! سابوط پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں اس افتاد پر گھبرا گئے۔ میں نے انہیں بگولوں کی زد میں لیا اور اس زور سے دیا کہ دونوں کسی تنکے کی طرح پہاڑ سے اڑے اور فرات کے کنارے جا گرے۔ میں نے پاؤں ۔ کے عملیات کا سامان پیس کر رکھ دیا اور غیض و غضب سے دھاڑا۔ "ابلیس کے پجاریو مجھے ناموس قسم ہے میں تم سے آج ان بے گناہوں کا بدلہ لوں گا جنہیں تم نے قتل کیا ہے۔"

غصہ اور قہر کی وجہ سے میری عقل ضبط ہو گئی تھی اور صدیوں سے میرے اندر انتقام کا پک رہا تھا آج ابل پڑا تھا۔ میں ژالہ کو بھول گیا اور قابوط و سابوط کے پیچھے لپکا۔ دونوں فرا کنارے چت پڑے تھے جونہی میں موت کا پیامبر بن کر ان کے سروں پر پہنچا تو دونوں کراہ ا ان کے چہرے کراہت سے بھرے تھے اور منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی ان کی آ میں طاغوتی قندیلیں روشن ہو گئیں مگر میں نے انہیں اٹھنے نہیں دیا اور دونوں کو ان کے بالوں سے کھڑا کیا اور نفرت کے عالم میں کہا۔ "تم انسان نہیں شیطان ہو تمہارا زندہ رہنا گویا شیطان کو زند ہے۔ اے بدکار انسانو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا" یہ کہہ کر دونوں کو ہوا میں بلند کیا تو ان کی چیخوں سے زمین تھرانے لگی۔ میں نے انہیں زور سے فضا میں پھینک دیا اور خود بھی ان کے پیچھے ا اس اثنا میں مجھے اپنے پیچھے نقرئی قہقہہ سنائی دیا۔

وہ ژالہ تھی۔ اس نے ایک ہاتھ میں کوہستانی ہڈی تھام رکھی تھی اور دوسرے میں بدنصیب چرواہے کی گردن پکڑی ہوئی تھی۔ چرواہا بیچارہ مر چکا تھا اور اس کے ناک منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ژالہ نے قہقہہ لگا کر چرواہے کو پرے پھینکا اور خود ہڈی لہراتی ہوئی میری جانب بڑھی۔ "ہامہ آخر تم بھی آ گئے۔ مجھے تم سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ صدیوں سے میں تجھے دیکھنے کے لئے تڑپ رہی تھی، میرا ل مچل رہا تھا اور میں سوچتی تھی کہ وہ سے کب آئے گا جب میں تجھے دیکھ پاؤں گی۔ یاسوط کے مخبروں نے بتایا تھا کہ تم جواں ہو چکے ہو۔ تمہارا قد اور شکل و شباہت بھی جنات جیسی ہو گئی ہے۔ میں نہارا یہ خوبصورت چہرہ دیکھنے کے لئے ترس رہی تھی ہامہ!" ژالہ آنکھوں میں ت بھرے لہجے میں شمشیر و سناں جیسی کاٹ لئے لہراتی، بل کھاتی ہوئی میری جانب بڑھنے لگی۔ اس کے لمبے، گھنیرے اور خوشبودار بال لہرا رہے تھے۔ میں نے پہلے بھی کئی بار اسے دیکھا تھا مگر اس کے آتش پا، ہوشربا، دل سوز، جاں سوز حسن کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔ وہ حسن و دلربائی کے سارے طور طریقے جانتی تھی۔ اس کے یہی ہتھیار تھے جن کے تیر و سناں سے وہ مردوں کو گھائل کرتی تھی مگر اس کا یہ ظاہری رنگ و بو پائیدار تھا۔ وہ ایک انسان تھی مگر ایک ایسا انسان جس کی روح بدی کی دلدل میں لتھڑی ہوئی تھی۔ صدیوں سے معصوم انسانوں کے خون پینے والی ایسی بدروح جس کا تصور کرتے ہی گھن آتی تھی۔

میں نے اس کے روپ سروپ کو نظر انداز کر دیا اور کسی درندے کی طرح غراتے ہوئے بولا۔ "ژالہ تم بدی کی وہ شاہکار ہو جسے اندھے اور کم عقل انسان پوجتے ہیں۔ ابلیس تم جیسی بدکار بدروحوں کے ذریعے انسانوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے گھائل کر لو گی تو تمہاری بھول ہے۔ ژالہ۔ میں تمہارے مکر و فریب کے سارے رنگ و روپ دیکھ چکا ہوں اور جانتا ہوں کہ تم ہی وہ رقاصہ و دلربا ابلیس ہو جس نے مزمار بجا کر بنو شیث کے مردوں کو بنو قابیل کی عورتوں کی جانب متوجہ کیا۔ اے بدی کی پیروکار اچھا ہوا کہ تو بھی ہامہ کے سامنے آ گئی ہے۔ اس ہامہ کے سامنے کہ جس کی رگوں میں ابلیس کا خون نہیں بلکہ جنات کی ناموس بن چکا ہے۔ ایک ایسی ناموس جس نے حق کا علم بلند رکھنے کا عہد کیا ہے ایک ایسا پاک اور پختہ عہد جو کوہ ابوقبیس کے مقدس پتھر کی زیارت کرتے ہوئے کیا ہے۔ اری او فاحشہ بدروح تم کیا سمجھو کہ وہ مقدس پتھر کیا ہے۔ تم جیسی بدکردار بدروحوں کو تو اس مقدس پہاڑ پر چڑھنے کی اجازت نہیں ہے مگر تم نے اپنے گندے قدموں سے پہاڑ کی حرمت پامال کرنے کی جسارت کی ہے۔ یاد رکھو ژالہ میں وہ وقت نہیں بھول سکتا جب تم اور تمہارے ان بدروح ساتھیوں نے مجھے کوہ ابوقبیس پر آ دبوچا تھا اور ابلیس کی طاغوتی طاقتوں کے جال میں قید کر دیا تھا مگر میں نے دین حق ترک نہیں کیا۔" غصے، جلال، کرب اور وحشت سے خون میری رگوں میں بے تاب جوالہ مکھی کی طرح گردش کر رہا تھا۔

ژالہ نے بڑے تحمل سے میری باتیں سنیں اور چھوٹا سا قہقہہ لگا کر بولی۔ ”ہامہ بے شک آتش سے تیرا خمیر بنا ہے اور تو نے اعمش سے کائنات کی پراسرار طاقتیں بھی حاصل کی ہیں۔ مہلا ببل سردار نے تجھے عزت اور وقار دیا ہے۔ تو لازوال طاقتوں کا حامل ہو چکا ہے مگر تو بھی یہ مت بھول کہ ابلیس روزِ قیامت تک زندہ رہے گا۔ تو ہمیں مار ڈالے گا بے شک مار ڈال مگر تو صرف ایک جن زادہ ہے تو جتنی بھی عمر پائے گا مگر بالآخر قیامت سے پہلے مر جائے گا۔ سوائے ابلیس کے بدی کی کسی قوت کو قیامت تک مہلت نہیں ہے ہامہ۔ اور ہم جب ابلیس کے پیروکار ٹھہرائے گئے ہیں تو پھر اس کا حق بھی ادا کریں گے۔“

میں نے ژالہ کو مزید نہیں بولنے دیا اور شررو برق کی طرح اس پر جلال ظاہر کیا۔ مگر اس نے ہڈی کو ڈھال بنا کر اپنے سامنے کر لیا اور چشم زدن میں غائب ہو گئی۔ میں ہاتھ ملتا رہ گیا اور اسے گردوپیش میں تلاش کرنے لگا تو وہ بابل کے پہاڑوں کی چوٹی پر کھڑی نظر آئی۔ اس نے میری بے بسی پر قہقہہ لگایا اور پھر کسی چیل کی طرح اڑتی ہوئی میری جانب بڑھی۔ میں نے اس بوڑھی بدروح کو راستے میں ہی جکڑنے کے لئے اپنا مادی وجود ہواؤں میں تحلیل کیا اور فضا میں اپنے علوم کی بدولت ایک جال پھیلا دیا۔

ژالہ کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ میں نے فضا میں نادیدہ جال پھیلا دیا ہے۔ وہ اپنی رو میں خونی پنجے لہراتی اور خونخوار چونچ سے لہو ٹپکاتی ہوئی آ رہی تھی مگر جونہی میرے پھیلائے ہوئے جال میں پہنچی اس کی وحشیانہ چیخوں سے ماحول میں تلاطم برپا ہو گیا۔ میں نے جال کو سمیٹنا شروع کیا اور جب وہ میرے ہاتھوں میں پہنچی تو میں نے اپنی علوی طاقتوں کے زور پر اسے چیل کے وجود میں ہی قید کر دیا۔ اب وہ چاہتی بھی تو اس جال کو توڑ نہ سکتی تھی اور نہ ہی اپنے اصلی روپ میں آ سکتی تھی۔ میں نے سوچا کہ پہلے ژالہ کو اعمش کے سپرد کر آؤں پھر قابوط اور سابوط کی خبر لیتا ہوں۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے فرات کے کنارے بے حس پڑے قابوط اور سابوط کی طرف دیکھنا چاہا تو انہیں اپنی جگہوں سے غائب پایا شاید انہوں نے ژالہ کا انجام دیکھ لیا تھا اس لئے بھاگ اٹھے۔

میں نے ایک عجیب فیصلہ کیا۔ میں نے اپنی طاقتوں کے اثر و نفوذ کا مظاہرہ دیکھ لیا تھا لہٰذا میں نے اعمش کو بلانے کی بجائے مہلا ببل کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور چشم زدن میں سردار مہلا ببل کے پاس پہنچ گیا۔ خوش قسمتی سے اعمش جنات کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ اس نے میرے ہاتھوں میں چیل دیکھی تو پوچھنے لگا۔ ”ہامہ یہ خونخوار چیل کہاں سے پکڑ لائے ہو؟“

مہلا ببل کی خشونت بھری پر جلال آنکھوں میں بھی سوال تھا۔

”اعمس بھائی یہ ژالہ ہے۔ ابلیس کی پیروکار۔“

یہ سنتے ہی اعمس سرخ سیال کی طاح پیچ و تاب کھا کر کھڑا ہو گیا ”یہ ژالہ ہے۔ تم نے اس بدروح کو کہاں سے پکڑا ہے؟“

میں نے اسے تفصیل بتائی تو وہ زخمی درندے کی طرح غراتے ہوئے بولا۔ ”ہامہ تو نے بہت بڑا معرکہ مارا ہے۔ ہم اس کے ذریعے یاسوط، قابوط اور سابوط تک پہنچیں گے۔ اس کی دوسری ساتھی مژالہ کو بھی تلاش کرنا ہے۔ سب اس کو چھڑانے کے لئے کوئی تدبیر کر رہے ہوں گے لہٰذا تم اسے میری حفاظت میں دے دو اور سردار مہلا ببلک ی اجازت سے اس قبیلے سے دو نوجوان ایسے تیار کرو جو بدی کی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے قابوط اور سابوط کو تلاش کرنے میں تمہار ساتھ دیں گے۔“

میں نے غالہ کو اعمس کے سپرد کیا تو وہ خونخوار بدرہ خونی پنجوں کے ساتھ پھڑ پھڑانے اور چلانے لگی۔ اعمس نے اسے گردن سے دبوچا اور غرایا ”خاموش ہو جا بدبخت عورت۔ تمہاری نحوست اور مکر و فریب نے مردوں کو گناہوں کی دلدل میں دھکیلا ہے۔ آج ہاتھ لگی ہے تو تڑپنے لگی ہے۔“

مہلیل شجاع و شکیل انسان تھا۔ وہ چوڑے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے گرد محافظ جنات کھڑے تھے۔ اس کی شان و شوکت اور ہیبت کا مجھ پر رعب طاری تھی۔ میں آگے بڑھا اور کہا۔

”اے عظیم و مدبر سردا جن و انساں! تو نے بابل شہر آباد کیا ہے۔ یہ پہاڑیاں اور سرسبز کھیت تیری عظمت اور ہیبت کے آگے لرزہ بر انداں...... مگر اے عظیم مدبر شاہ! مجھے یقین ہو چکا ہے کہ بدی کے پیروکار بابل میں آ چکے ہیں اور یہاں بھی بت پرستی شروع کریں گے۔ ابلیس انسانوں کو گمراہ کرنے سے باز نہیں رہی گا۔ اس لئے اس نے قابوط اور سابوط کو یہاں بھیجا تھا اور وہ پہاڑ پر بیٹھ کر ابلیسی علوم کی آبیاری کر رہے تھے لیکن یہ آپ کے غلام ہامہ کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے ازلی دشمنوں کو پہچان گیا اور ان کو مارنے کے لئے فرات پر لے گیا۔ ان کی یہ ساتھ بدروح پکڑ لایا۔ اے عظیم سردار مجھے اجازت دو کہ میں بدی کی قوتوں سے جنگ کے لئے دو انسانوں کو یہ علوم سکھاؤں۔ انہی طاقت و دانائی اور علوی قوتوں کے حامل بنا دوں۔“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مخفی طاقتوں سے ابلیس اور اس کے پیروکاروں کو نیست و نابود کر دو گے“ مہلا ببل نے پوچھا۔

”ہاں میرے عظیم سردار! علوی نیک و صالح علوم کی حامل قوتیں ہی بدی کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اے عظیم سردار تو علم و دانائی میں مجھ پر افضل ہے مگر اے سردار وقت یہ بات یاد رکھ لو جب تک بدی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے ہم طاقت و دانائی دونوں استعمال نہیں کریں گے انسان کو ابلیس کے شر و فساد سے نہیں بچایا جا سکے گا۔ نیکی کی یہ طاقتیں ہمہ وقت اس کے ساتھ رہا کریں گی۔“

میں ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ مہلا ببل کا ایک جاسوس گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کی حالت

بہت خراب تھی۔ اس نے آتے ہی دہائی دی ”اے جن وانس کے سردار! ترے بابل پر آفت آنے والی ہے۔“

”کیا بکتا ہے؟“ مہلا نیل طیش وجلال میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں سچ کہتا ہوں میرے آقا۔“ جاسوس مہلا نیل کے قدموں میں گر پڑا۔

”شہر بابل کے مشرقی جانب والی پہاڑیوں میں آتش پرستوں کی ایک جماعت نے ڈیرہ لگایا ہے۔ میں اپنے جانور لے کر وہاں گیا ہوا تھا کہ مجھے ان کی سن گن ہو گئی۔ ان کے ساتھ ناچنے والی عورتیں بھی ہیں اور دو ایسے نوجوان بھی ہیں جن کی پراسرار طاقتوں کے آگے سارا گروہ سربسجود رہتا ہے۔“

”ان کے نام کیا ہیں؟“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

”بڑے عجیب قسم کے نام ہیں ہاں یاد آیا ایک کا نام قابوط تھا۔ وہ غصے سے پھنکار رہا تھا۔ ان کے کسی دشمن نے ان کی ایک عورت پکڑ لی ہے وہ اسے چھڑانے کے لئے عہد کر رہا تھا کہ وہ بابل کو اپنی طاغوتی وابلیسی طاقتوں سے نیست ونابود کر دے گا۔“

قابوط کا نام سنتے ہی مجھ سمیت مہلا نیل بھی چونک اٹھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں بھاری بھرکم اعصا تھام لیا اور تخت پر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ پھر گرجدار آواز میں بولا تو پورا دربار اس کے جاہ وجلال سے لرز اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔“ قابوط، ابلیس کا گند۔ ہمارے شہر کو برباد کرے گا اس خناس کو میں جلا کر راکھ کر دوں گا۔“

ہامہ اپنی سپاہ کو تیار کرو۔ ہم ابھی اور اسی وقت دشمنان دین حق پر یلغار کریں گے۔“

میں نے جنات کے چند جری جواں ساتھ لئے اور مہلا نیل کی قیادت میں مشرقی پہاڑیوں کی جانب چل پڑے۔ مہلا نیل ایک گرانڈیل گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے ہاتھ میں عصا تھاما ہوا تھا اور گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے مشرقی پہاڑوں میں پہنچ گئے۔ میں مہلا نیل کی اجازت لے کر کچھ دیر پہلے ہی جائے وقوعہ پر پہنچ چکا تھا۔

پہاڑ کے اندر ایک گہری اور کشادہ غار میں قابوط اور سابوط آتش پرستوں کے ساتھ موجود تھے یہی کوئی چار سو افراد تھے۔ اس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا اور وہ ایک ایسے بت کی سامنے جھکے ہوئے تھے جس کے آگے آگ جل رہی تھی۔ اس کے عقب میں مڑالہ مزمار لئے بیٹھی تھی اور اس کی دھن سے ماحول میں فسوں بھر رہی تھی۔ وہ خرافہ ایسا جسم کے جز مار بجاتی تھی کہ اچھے بھلے انسان کی رگوں میں خون رواں کی گردش رک جاتی تھی اور انسان بدی کے آگے جھک جاتا تھا۔ قابوط اور سابوط چڑھتے سورج کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ بت کے چہری پر نقاب پڑی تھی اور سارے آتش وبت

پرست کچھ گنگناتے ہوئے اپنی عافیت مانگ رہے تھے۔

میرے دل سے اک ہوک اٹھی اور میں نے انانوں کی عقل پر ماتم کیا اور اپنے جنات سے کہا۔ ”دیکھو یہ وہ انسان ہیں جو ابوالبشر کی نسبت پر دنیا میں آئے اور انہیں نیکی اور بدی کی تمیز سکھائی گئی تھی۔ مگر دنیاوی لزتوں کے مارے یہ بدگمان، گمراہ انسان شیطان کے پجاری بن گئے ہیں۔“

اس وقت مزمار بجاتی ہوئی مڑالہ بت کے عقب سے نکلی تو سربسجود مشرک کھڑے ہو گئے۔ میں نے موقع مناسب سمجھتے ہی ان پر یلغار کر دی۔ اس دوران مہلا نیل سردار بھی آندھی اور طوفان کی طرح نازل ہو گیا اور اس نے قابوط وسابوط کو دیکھتے ہی اپنا عصا ان کی جانب لہرایا تو اس میں سے سرخ وسبز رنگ کی چنگاریاں نکلیں چنگاریوں کی راہ میں جو بھی آیا جل کر راکھ ہو گیا۔ قابوط اور سابوط نے یکدم اپنی طاغوتی طاقتیں استعمال کیں اور اپنی جگہ سے غائب ہو کر بڑی بڑی چٹانوں کو مہلا نیل کے لشکر کی پر لڑھکا دیا۔ یہ دیکھتے ہی میں نے جنات کو پکارا اور ہم نے چٹانیں اپنے ہاتھوں پر روک لیں اور اٹھا کر قابوط اور سابوط پر دیں۔ لیکن وہ مجسم طاغوت وہاں سے بھی غائب ہو چکے تھے۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنی علوی اور جلالی طاقتوں کو استعمال میں لایا اور فضا میں تحلیل ہو کر قابوط اور سابوط کے وجود کو تلاش کرنے لگا۔ مجھ پر دنیا کے سارے پراسرار پردے عیاں ہو گئے تھے اور مخفی مخلوق کو میری دور بین نگاہیں کھنگالنے لگیں۔ زمین کی پاتال سے آسمان کی انتہا تک اور بحر وصحرا کھنگال ڈالے مگر شیطان کے دونوں ہرکارے اور مظاہر نظروں سے غائب تھے۔ مین نے جنات کو اپنے اتھ لیا اور انہیں قابوط اور سابوط کی تلاش میں نکلنے کے لئے کہا اور خود بھی کوہ نوذ اور کوہ ابوقبیس کی آبادیوں میں انہیں تلاس کرنی لگا۔ معا مجھے خیال آیا کہ مہلا نیل نے ابلیس اور سرکش جنات کو مارنے کے بعد انہیں سمندری جزیروں میں دھکیل دیا تھا لہٰذا میں بے خوف وخطر بحر ابلیس کی جانب چل پڑا۔ ابلیس ازل سے سمندروں پر اپنا تخت بچھاتا آیا تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا مگر تلاش کے باوجود وہ مجھے دستیاب نہ ہو سکا۔ میں حیران تھا کہ ابلیس غول بیابانی اور قابوط سابوط کو زمین کھا گئی ہے یا آسمان نے اٹھا لیا۔ کیا بدی کی مخلوق اپنے گناہوں سے تائب ہو گئی ہے کہ زمین وآسمان پر تلاش کرنے اور بحر ابلیس کی پاتال کھنگال ڈالنے کے باوجود نہیں مل پا رہی۔ کیا میری طاقتیں جواب دے گئی ہیں کہ میں انہیں اپنی دوربین نظروں سے دیکھ نہیں پا رہا۔ شب وروز کی تلاش کے بعد میں مہلا نیل کے پاس پہنچا تو ایک عجیب ہی منظر میرے لئے تیار تھا۔ مہلا نیل پورے جاہ وجلال کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے یاسوط آتشی زنجیروں کے سامنے جکڑا ہوا پڑا تھا۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

”ہامہ تم نے ساری دنیا کھنگال ڈالی ہے مگر تجھے بدے کے یہ پیکر نہیں ملے۔ دیکھو ہم نے ابلیس کا موکل یاسوط گرفتار کر لیا ہے۔ پہچانو اسے اور ہمیں بتاؤ کہ کیا یہ وہی یاسوط ہے جس نے قابیل

کو اپنی رفاقت سے نوار اور بنو قابیل کو بت پرستی کے طریقے سکھاتا رہا؟ کیا یہ وہی یاسوط ہے جس نے قابوط سابوط اور ژالہ مژالہ کو بدی کے علوم سے لازوال بنایا ہے؟ مگر دیکھو یہ ہمارے قدموں میں گرا ہوا ہے اور زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ اس کے گناہ اور جرائم کوہ نوذ سے بھی بلند ہیں۔ اس کی حیثیت آتشی حباب سی ہے۔ بولو اسے کیا سزا دو گے؟''

''اے عظیم سردار! اس کی سزا موت ہے مگر موت سے پہلے میں اس سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہتا ہوا میں یاسوط کے پاس پہنچا تو مکر و فریب کا پتلا نحیف آواز میں زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔ بدی اور گمراہ انسان انجام کار یہی طریقے اختیار کر کے اپنی بخشش طلب کرتے ہیں مگر جب وہ کرنے پر قادر اور حاکم ہوتے ہیں تو رحم دلی ان کی سرشت میں نہیں رہتی۔ وہ صرف ظلم اور گناہ کرتے ہیں۔ یاسوط تو مظاہر ابلیس تھا اس پر کیسا ترس، کیا رحم۔

میں نے یاسوط کو ٹھوکر ماری تو وہ بلبلا کر رونے لگا۔ ''اے ہامہ مجھے چھوڑ دے میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی انسان کو گمراہ نہیں کروں گا۔''

میں اس کی خصلت اور مادے سے آگاہ تھا۔ میں نے کہا۔ ''یاسوط تیرا وجود ایک طلسم کی پیداوار ہے۔ تجھے ابلیس نے طاغوتی علم سے پیدا کیا۔ تجھے زندگی سے پیار کیوں ہے؟''

وہ نظریں چرانے لگا اسے معلوم تھا کہ میں اس کی حقیقت جانتا ہوں۔

''ہامہ پھر تو یہ بھی جانتا ہو گا کہ اگر مجھے مار دیا گیا تو مجھ جیسے کئی یاسوط پیدا کرنا میرے آقا کے لئے ناممکن نہیں ہے۔''

''تیرا بدکار آقا جتنے یاسوط پیدا کرے گا ہم انہیں مارتے جائیں گے اور بالآخر ایک دن اس جڑ اور کھوکھ کو ہی ویران کر دیں گے جس میں یہ وجود تخلیق پاتے ہیں۔'' مجھ سے پہلے ہی مہلیل نے جواب دیا۔

''یاسوط تو جانتا ہے کہ میں قابوط اور سابوط کی تلاش میں نکلا تھا۔ مگر میں انہیں تلاش نہیں کر سکا۔ کیا تو بتا سکتا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہیں؟''

یاسوط کے مردہ لبوں پر خباثت نمودار ہوئی۔

''اگر میں تجھے یہ بتا دوں تو کیا تو مجھے زندہ چھوڑ دے گا؟''

''نہیں بالکل نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرے نہ بتانے سے میں تجھے زندہ رکھوں گا تو یہ تیری بھول ہے۔ موت دونوں صورتوں میں تمہارا مقدر ہے۔''

یاسوط زہر خند لہجے میں بولا۔ ''ہامہ! تو خدا کی قدرت اور نظام کائنات کو نہیں بدل سکتا۔ اگر بدل سکتا ہے تو ابلیس کی کایا بدل ڈال۔ گناہ کی وہ جڑ اکھاڑ پھینک دے جو بدی کو جنم دیتی ہے اور جس

نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔'' یاسوط قدرے ٹھہر کر بولا۔ ''سن اے ہامہ میں جانتا ہوں کہ تم طویل عمر پاؤ گے اور تم غول بیابانی اور بدی کی طاقتوں کا مقابلہ کرتے رہو گے مگر یاد رکھو! آخر تم تھک جاؤ گے۔ انسانوں کو سدھارنی انہیں بدی کی قوتوں سے بچاتے بچاتے نڈھال ہو جاؤ گے مگر روز قیامت تک بدی ختم نہیں ہو گی۔ دنیا میں بڑے بڑے انقلاب آئیں گے، عتاب الٰہی ان بستیوں پر نازل ہو گا جو اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے نیک بندوں کو تنگ کریں گے۔ ہامہ تو اپنی آنکھوں سے نظام کائنات کے راز اور زمین پر انسانوں کی حکومت اور ابلیس کی مکاریاں دیکھو گے۔ مگر آخر کار تھک جاؤ گے۔''

''اللہ کی رضا حاصل کرنے والے کبھی تھک کر نہیں گرتے۔ وہ مایوس نہیں ہوتے، حق پر قائم رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ مخلوق آدم کو گمراہی سے بچائیں اور شیطان کے خلاف جہاد کریں۔'' میں نے پر عزم انداز میں کہا۔ ''میری خواہش ہے کہ اللہ مجھے شیطان پر غالب آنے کی قوت عطا کرے اور میں زمین پر فساد برپا کرنے والی مخلوق کے لئے ایک تیغ بے نیام بنا رہوں جو دشمنان حق کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ اگر تو مجھے اپنی باتوں سے بدگماں کرنا چاہتا ہے تو سن لے اے یاسوط۔ ہامہ نے جس مقصد عظیم کی خاطر سر اٹھایا وہ سر جب تک کٹ نہیں جاتا، آرام سے نہیں بیٹھے گا۔''

یہ کہہ کر میں نے یاسوط کو گردن سے پکڑا اور زوردار تھپڑ مار کر بولا۔ ''اب بتا کہ تیرے خاکی ابلیس کہاں ہیں؟ کہاں ہیں تیرے وہ گرگے جنہیں تو نے صدیوں تک زندہ رہنے کی خوشخبری سنائی ہے؟''

یاسوط میرے ہاتھوں میں پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اس کی آنکھیں ابل پڑیں اور اس کے متعفن و غلیظ سیال سے کشیدہ بدن سے بدبودار سیال بہنے لگی۔ وہ گندگی و غلاظت کا پیکر تھا۔ میں نے یکدم اسے چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھوں سے اس کی غلاظت کے چھینٹے صاف کرنے لگا تو وہ منمنایا۔ ''ہامہ وہ تیری پہنچ سے بہت دور ہیں۔''

''وہ جہاں بھی ہوں گے ہامہ وہاں پہنچ جائے گا۔'' میں نے پر عزم انداز میں کہا۔

''وہ ایک ایسی عورت کی پناہ میں جا چکے ہیں جو اس دنیا پر حکومت کرے گی۔ ابلیس نے خود اسے طاغوتی علوم سکھائے ہیں۔''

''کون ہے وہ عورت؟'' میں دھاڑا اور ایک بار اسے گردن سے تھام لیا۔

''وہ جن زادی ہے۔'' اس نے انکشاف کیا تو دربار میں موجود جنات میں کھسر پھسر شروع ہو گئی۔

''جن زادی۔نہیں ہرگز نہیں۔وہ جن زادی نہیں ہوسکتی۔'' میں نے پورے وثوق سے کہا۔

''جنات میں آج تک کوئی سرکش عورت ایسی پیدا نہیں ہوئی جو ابلیس کو اپنا آقا بنا سکے۔''

''وہ جن زادی ہی ہے ہامہ! لوہے کو لوہے سے کاٹنے کے لئے ابلیس نے اس جن زادی کو وہ تمام علوم سکھا دیئے ہیں جو تم سیکھ چکے ہو۔''

سردار مہلا ئیل اس کی بات سن کر چونک اٹھا۔وہ پر جلال آواز میں بولا۔''یاسوط جلدی سے بولو کہ وہ جن زادی کون ہے؟''

میں نے یاسوط کی گردن پر دباؤ بڑھایا تو وہ بولا۔''اس کا نام شاہ نور ہے۔''

''ہاں وہی شاہ نور۔جس کے تم بچپن سے قصے سنتے آئے ہو۔وہ شاہ نور جس نے صدیوں پہلے اس زمین کی کوکھ میں پناہ لی۔وہ شہزادی جو سرکش جنات کی عصبیت کا نشانہ بھی اور زمین کی پاتال میں ناہ لینے پر مجبور ہوگئی تھی۔ابلیس اسے پاتال سے باہر لے آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ہامہ کا توڑ اب صرف شاہ نور ہوگی۔''

شاہ نور کا میرے ذہن میں تصوراتی روپ بہت دلکش تھا۔میں صدیوں سے اس کے قصے سنتا آ رہا تھا۔میرے دل میں اس سے ملنے کی خواہش جنم لیتی رہتی تھی مگر زمین کی پاتال میں زندگی پانے والی سے ملنا بہت مشکل تھا۔یاسوط نے جب یہ بتایا کہ شاہ نور اب ابلیس کی حلیف بن کر قابوط اور سابوط کو اپنی پناہ میں لے چکی ہے تو مجھ پر غضب طاری ہوگیا۔مجھے یاسوط کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ شاہ نور جو ازل سے حق کی خاطر لڑتی آئی تھی۔وہ ابلیس کی پیروکار کیسے بن سکتی تھی۔میں نے سردار مہلا ئیل کی اجازت سے یاسوط کو جلا کر راکھ کر دیا اور خود کوہ ابوقبیس میں اغمش سے ملنے چلا گیا۔

شانور کا تصور میرے حواس پر چھا گیا تھا۔جنات اس کا ذکر نہایت احترام سے کرتے اور اسے غیرت وحمیت کی علامت قرار دیتے تھے مگر یاسوط نے شاہ نور کا ایک نیا روپ میرے سامنے پیش کر دیا تھا۔میرے ذہن وقلب میں ہیجان برپا ہوگیا اور میرے تصورات کی دنیا تہہ و بالا ہوگئی۔میں......آج تک کسی کے سامنے اپنے دل میں بسنے والی ہستی کا نام زبان پر نہیں لایا تھا۔میں تو اسے پوجا کرتا تھا' اس کی شجاعت ودانائی کا بھی معترف تھا اور سوچا کرتا تھا کہ کاش میرے پاس ایسا علم ہوتا کہ جس کو بروئے کار لا کر میں زمین کی پاتال میں اتر جاتا اور شانور کو تلاش کر کے لے آتا۔وہ ابھی اپنی پہلی زندگی جی رہی تھی مگر سرکش اور باغی جنات سے جنگ وجدل کے بعد جب نہتی ہوگئی تو اس نے علوم کی طاقت سے خود کو تحت الثریٰ میں پہنچا دیا۔

شانور کی یادوں نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا اور میرا غیض وغضب دیمک کی طرح میری رگوں کی

خون سے چاٹنے لگا۔میں اپنے مقاصد بھول گیا اور مجھ پر پژمردگی سی چھا گئی۔ان دنوں میں بابل میں ہی رہ رہا تھا۔مہلا ئیل نے مجھے قیدی جنات وشیاطین پر مسلط کیا ہوا تھا۔میں سارا سارا دن بیدلی سے کام کراتا۔فرات کی جانب والے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا رہتا اور قیدیوں کو پہاڑ توڑنے کے لئے ہدایات دیتا۔کئی بار تو میں چڑچڑا ہو کر سرکش جنات وشیاطین کی پٹائی بھی کر ڈالتا۔مجھ پر مایوسی چھا رہی تھی اور کوئی تدبیر گرفت میں نہیں آ رہی تھی کہ شانور کا معمہ کیسے حل کروں۔ایک بار تو ذہن میں آیا کہ یاسوط نے جان بوجھ کر مجھے الجھا تو نہیں دیا۔شیطان تو ازل سے مکروفریب اور وسوسے پیدا کرتا آیا ہے اور مرتے وقت بھی اس فعل سے باز نہیں آتا مگر میں باوجود کوشش کے اس وسوسے سے جان چھڑا نہ سکا اور میرے ذہن میں یہ بات پختہ ہوتی چلی گئی کہ ابلیس لازمی طور پر شانور کو زمین کی پاتال سے نکال لایا ہوگا۔معاً مجھے بچپن کی وہ باتیں یاد آ گئیں جب میں اپنے باپ ہمم کے ساتھ ابلیسی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور ابلیس انسانوں کو گمراہ کرنے اور بددلی پھیلانے کے منصوبوں پر روشنی ڈالتا رہتا تھا۔چونکہ ابلیس جب عزازیل تھا تو سلطان الارض ہونے کی وجہ سے وہ جنات و پہلے آسمان کے فرشتوں کا سردار بھی تھا لہٰذا وہ تاریخ جنات کا گہرا ادراک رکھتا تھا۔اسے معلوم تھا کہ شانور کون تھی۔اس کے دل میں بھی یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ کسی طرح شانور سے ملے۔ابلیس بننے کے بعد اس نے اپنی خواہش کا برملا اظہار کیا تھا اور فرزندان ابلیس سے کہا تھا کہ وہ ایک روز شانور کو پاتال سے باہر لے آئے گا اور پھر اس کے علوم سے ایسی تباہی وبربادی پھیلائے گا کہ ابلیس کی طاغوتی طاقتوں کے مظاہر کا کوئی بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔میں نے ذہن کو جھٹکا اور سوچا۔''تو کیا ابلیس اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔اس کا مطلب ہے یاسوط نے جو کہا تھا وہ درست ہے۔شانور دنیا میں واپس آ چکی ہے اور ابلیس اسے طاغوتی وابلیسی تعلیمات کے پرچار کے لئے استعمال کر رہا ہوگا۔اگر وہ اس میں کامیاب ہوگیا تو جنات میں ایک بار پھر عصبیت جاگ اٹھے گی۔شانور بنو مارج سے بدلے لے گی،نہیں،ہرگز نہیں،میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔'' میں نے بے چینی واضطراب سے پتھر پر مکا مارا تو پتھر ابلی کی طرح دھماکے سے بکھر گیا اور اس کی کرچیاں دور دور تک پھیل گئیں۔''بنو مارج کا عظیم قبیلہ میرے آقا اور برادرم اغمش کا قبیلہ ہے'میں اسے شانور سے بچاؤں گا اور نہ صرف مارج کو شانور کے بدلے کی آگ سے بچاؤں گا بلکہ شانور کو ابلیس کی دنیا سے بھی باہر لے آؤں گا۔'' میں نے سینہ تان کر کوہ فرات پر عہد کیا اور مہلا ئیل سے اجازت لے کر اغمش سے ملنے چلا گیا۔

اغمش جنات کے ایک گروہ کو تبلیغ کر رہا تھا۔مجھے دیکھتے ہی بغل گیر ہوگیا اور بولا۔''ہامہ تم اپنے بھائی کو بھول ہی گئے ہو؟''

''میرے عزیز تمہیں کیسے بھول سکتا ہوں' تم تو میری ہر سانس کے ساتھ میرے ساتھ رہتے

ہو۔''

اعمش نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ''تم انسانوں کی قربت میں رہ کر ان جیسی باتیں کرنا سیکھ گئے ہو۔'' اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور میری آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑ کر بولا۔ ''مجھے تمہارا چہرہ پریشان دکھائی دیتا ہے۔'' پھر خود ہی بولا۔ ''تنہائی تمہیں تنگ کرتی ہوگی۔''

''نہیں میرے بھائی' مجھے تنہائی کا خوف نہیں' میرے سامنے تو بہت سے مقاصد ہیں جنہیں میں ہر وقت تازہ کرتا رہتا ہوں اور مجھے تنہائی کا عذاب تنگ نہیں کرتا۔'' میں نے اسے ٹالنے کے لئے شانور کے غم کا افسانہ نہ سنایا۔

''ہامہ اچھا ہوا تم آ گئے' میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا تھا۔'' اعمش کا لہجہ اداس ہو گیا۔ ''تم یہ جانتے ہی ہو کہ مجھے تم بھی بھائیوں کی طرح عزیز ہو' جب سے میرے بھائی قتل ہوئے ہیں مجھے کبھی چین نہیں آیا۔ شب و روز ان کو یاد کر کے روتا ہوں اور تدبیر اختیار کرتا ہوں کہ ابلیس اور غول بیابانی کے ناپاک وجود سے اس پاک زمین کو کیسے پاک کروں۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور اپنے نیک و صالح و شجاع بندوں کو توفیق دی کہ وہ سرکش جنات و غول بیابانی کو تہہ تیغ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں میرا غم قدرے کم ہو گیا ہے اور پھر جب میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے راحت سی محسوس ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں ہامہ کہ تو میرے پاس ہی رہا کرے۔ میں تیری شادی کرنا چاہتا ہوں' میں تمہیں اپنی بہن کا رشتہ دینا چاہتا ہوں تاکہ تم سے میرا نسبی تعلق بھی قائم ہو جائے۔''

میں یکدم چونک پڑا' میں نے کبھی اس پہلو پر سوچا ہی نہیں تھا۔ میرے شب و روز سپاہ ابلیس کے خلاف جنگ و جدل میں گزر رہے تھے۔ اس لئے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے شادی بھی کرنی ہے۔ حالانکہ اعمش کے قبیلے کی جن زادیاں مجھ پر التفات بھی بکھیرتی تھیں۔ بابل میں بھی بہت سی خوبرو نیک سیرت جن زادیوں سے ملاقات ہوتی تھی مگر میں نے کبھی ان میں سے کسی ایک سے بھی شادی کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ میرے قلب و نظر پر تو شانور کا سحر تھا جو میرے تصورات میں رہتی تھی۔

''کیا تجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے؟'' اعمش نے دریافت کیا۔

''نہیں میرے عزیز' ایسی بات نہیں۔'' مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اعمش سے کیا کہوں' میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا۔

''تو پھر بتاتے کیوں نہیں؟'' اعمش نے کہا۔ ''اگر تمہیں کوئی اور جن زادی پسند ہے تو مجھے بتا' میں اس کے لئے تمہاری بات کروں۔'' اس نے فراخدلی کے ساتھ کہا۔

''نہیں اے عظیم اعمش' میں تمہاری بہن سے ہی شادی کروں گا۔'' میں نے فیصلہ کر لیا اور سوچا کہ شانور تو ایک سراب ہے' اب ممکن ہے وہ مجھے ملتی بھی ہے کہ نہیں' وہ تو شیطان کی حلیف بن گئی ہے۔

بھی اس کی سرشت سے نکل گئی ہوگی۔ میں بدی کی پیروکار شانور سے کیسے شادی کر سکتا تھا۔

اعمش نے میری شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ پورا قبیلہ شادی میں مدعو تھا۔ اس رات آسمان تاروں سے بھرا ہوا جگمگا رہا تھا۔ میرے ارمان اور جذبات بھی کھل اٹھے تھے۔ شادی کے بعد میری زندگی ایک نئے دور میں داخل ہو گئی۔ مجھ پر انکشاف ہوا کہ جنات و شیاطین میں شادی بیاہ کا کیا دستور ہوتا ہے۔ جنات اسے مقدس رشتہ سمجھتے ہیں اور رشتہ کرنے سے قبل حسب نسب بھی دیکھا جاتا ہے۔ جب شادی ہوتی ہے تو پورا قبیلہ اس میں شرکت کرتا ہے مگر شیاطین میں شادی کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ وہ گندگی اور غلاظت کی پیداوار ہوتے ہیں۔ انہیں رشتوں کا کوئی احترام اور پاسداری نہیں ہوتی۔ تمہاری دنیا میں بھی شیطان کی کئی نسلیں آباد ہیں۔ بظاہر یہ بڑی متمدن اقوام کہلاتی ہیں مگر باطن میں خباثت و گندگی لئے ہوئے ہیں۔ روز اول سے شادی بیاہ کو اللہ پاک نے ایک مقدس رشتہ قرار دیا ہے اور باہمی بات چیت اور بزرگوں کے فیصلوں سے شادی بیاہ کے تعلق کو قائم کیا جاتا ہے۔ مگر ابلیس کی سماجی زندگی اس کے برعکس ہے' جیسا کہ تمہاری دنیا میں ہو رہا ہے۔ مادر پدر آزاد معاشروں میں باقاعدہ شادی بیاہ سے قبل ہی ازدواجی زندگی کی شروعات ہو جاتی ہیں۔ اللہ پاک اسے گناہ و زنا قرار دیتے ہیں۔ بنو آدم میں بھی زنا و بدکاری کی سخت سزا ہوتی تھی اور شادی صرف اور صرف بڑوں کے فیصلوں کے مطابق ہوتی تھی۔ قابیل و ہابیل کا قصہ اس بات کی دلیل ہے۔ حضرت آدم اللہ کے حکم اور ہدایات کے مطابق اپنے بیٹوں کی شادیاں طے کرتے تھے۔ قابیل نے بغاوت کی اور شیطان کا پیروکار بن گیا۔ قابیل نے اپنے قبیلے کو مادر پدر آزادی دی اور یوں ابلیس کو انسانوں کے درمیان پاکیزہ تعلقات کا ناپاک بنانے کا موقع مل گیا۔ شادی بیاہ قانون فطرت ہے' اے خاکی انسان' بیشک اور بلاشبہ اللہ نے انسانوں کو شادی بیاہ کے لئے ان کی پسند و ناپسند کی بھی اجازت دی ہے مگر ازدواجی تعلق کو شادی بیاہ جیسے مقدس رشتے کے بعد ہی قائم رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ میں صدیوں سے ابلیس کے پیروکار اور بدگمان انسانوں کو دیکھ رہا ہوں جن کے پیرہن میں ابلیس کی غلیظ روح دھنسی ہوئی ہے۔''

ہامہ نے ایک سرد آہ بھری' اس کا چہرہ غموں سے اٹ گیا اور وہ پشت سے تکیہ ہٹا کر لیٹ گیا۔ صدیوں کا مسافر بہت تھک چکا تھا۔ میں اس کی داستان سننے میں اس قدر محو تھا کہ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ کب سے ایک ہی نشست میں بیٹھا ہوا ہوں۔ میری رگ رگ اکڑ چکی تھی اور لگتا تھا میں اپنی جگہ منجمد ہو گیا ہوں۔ صرف میرے احساسات زندہ تھے۔ میری پشت تختہ بن گئی تھی اور گردن اکڑ چکی تھی۔ ہامہ نے جب مجھے مخاطب کیا تو مجھے اپنی لاچارگی کا احساس ہوا۔

ہامہ نے اپنی روشن آنکھیں بند کر لیں' اس کی گہری' گرم آلود اور گھمبیر سانسوں سے غار کے

سناٹے میں تلاطم برپا ہو رہا تھا۔ میرے آگے پیچھے ہر سو قندیلیں روشن تھیں اور ان کے پس منظر میں سیاہ و سفید قبائیں لہرا رہی تھیں۔ میں گردن موڑے بغیر یہ جان سکتا تھا کہ یہ مخلوق جنات ہے جو میرے ساتھ اپنے سردار ہامہ کی داستان دلچسپی سے سن رہی ہے۔ وہ اس وقت اس بات سے غافل تھے کہ ان کے مہمان کی حالت کیا ہے' ہامہ کی گرم سانسوں سے میرا بدن تپ رہا تھا اور سانس میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ پیاس سے میرا برا حال تھا اور آنکھوں کے آگے پرچھائیاں سی لہرا رہی تھیں۔ میں نے بمشکل لب کھولے اور نحیف آواز میں اسے مخاطب کیا:

''اے عظیم ہامہ......!''

ہامہ نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں' اس کی سرخ و روشن آنکھوں میں دہشت کے بادل لہرا رہے تھے' میں کانپ اٹھا۔

''تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے تھے؟'' ہامہ کا گھمبیر اور اداس لہجہ یہ بتا رہا تھا کہ وہ شانور کو یاد کر کے اندر ہی اندر سسک رہا ہے مگر اپنے جاہ و جلال اور مرتبہ کے باعث کھل کر رونے سے گریز کر رہا تھا۔ اسی لمحے ساریہ خوشبوؤں کے پیرہن میں گھلی ملی سی ظاہر ہو گئی۔ اس نے اپنے بابا کا ہاتھ تھام لیا تو ہامہ کی یادوں کا سیل رواں بہہ نکلا۔ پہلے اس نے سسکی بھری' پھر فلک شگاف کرب ناک چیخ مار کر رو دیا۔ اس کا غم اور دکھ دنیا کے پہاڑوں سے بھی بڑا تھا۔ غار میں موجود اسرار کے پردوں میں چھپی ہوئی مخلوق اپنے سردار کو روتا ہوا دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تو ساریہ یکدم اٹھی اور اس نے چیخ کر کہا۔

''خاموش ہو جاؤ' بین کیوں ڈالتے ہو' کیوں کرتے ہو سینہ کوبی' میرا بابا عظیم ہے' اسے دنیا کا کوئی دکھ نہیں ہے' بس کبھی کبھی میرے بابا کو میری ماں یاد آ جاتی ہے تو رو پڑتا ہے۔ تمہیں معلوم ہی ہے میری ماں کیسی ہستی تھی' لہٰذا خدا کے لئے تم سب خاموش ہو جاؤ اور ہمیں تنہا چھوڑ دو۔''

ساریہ کا حکم پاتے ہی غار محافظ جنات کے وجود سے خالی ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی غار میں تازہ ہوا کا ایک جھونکا آیا' حدت کم ہو گئی اور میری بے ترتیب سانسیں اور دھڑکنیں اعتدال پر آ گئیں۔

''بابا......تم سو جاؤ' میں تمہارے مہمان کو نخلستان میں لے جاتی ہوں۔''

ہامہ نے میری طرف دیکھا اور سر ہلا کر بولا۔ ''ہاں...... یہ بہت تھک گیا ہے' اسے بھی کچھ دیر کے لئے آرام کرنا چاہئے' دیکھو تو بے چارہ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اکڑ گیا ہے۔'' ہامہ کو میری اذیت کا احساس ہو گیا اور تبسم ریز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ''تم پریشان نہ ہونا' تمہاری کہانی ادھوری نہیں چھوڑوں گا' اللہ نے مزید زندگی عطا کی تو یہ کہانی سنا کر ہی رہوں گا۔'' اس نے ساریہ کو اشارہ کیا اور وہ میرے پاس آ گئی۔ اس کی دراز' ریشمی اور معطر زلفیں اس کے ماہتابی اور شرارتی چہرے پر لہرا رہی

تھیں۔ ماحول کی کدورت ختم ہو رہی تھی اور میرے بدن میں بھی جیسے جان پڑ رہی تھی۔ وہ شرارت آمیز نظروں سے مجھے گھورنے لگی اور سرگوشی میں بولی۔ ''تم بہت ندیدے ہو' تمہارا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔''

ہامہ نے اس کی سرگوشی سنی تو بولا۔ ''بیٹی اسے بھوک لگی ہے تو کھانا کھلا' بے چارے کو تنگ نہ کرنا' میری طرح یہ بھی ابلیس کا ڈسا ہوا ہے۔''

ہامہ اپنی بیٹی کی بات کی گہرائی نہ سمجھ پایا تھا۔ میں نے سوچا باپ تو باپ ہی ہوتا ہے چاہے وہ انسان ہو یا جن' اسے کیا معلوم اس کی بیٹی کی باتوں میں کون سی بات پوشیدہ تھی۔

ساریہ کے یاقوتی لب باپ کی معصومیت پر نیم وا ہوئے۔ آنکھوں میں خمار عود آیا اور اس نے عنبر و مشک بور کی مہک سے بھرے بالوں کو ادائے نازنین کی طرح جھٹکا پھر انگڑائی لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آؤ باہر چلتے ہیں۔'' وہ بولی تو فضاؤں میں جلترنگ سی بج اٹھی۔ سوز ہجراں میں ڈوبا ہوا لہجہ میرے رگ و پے میں اتر گیا۔ میں نے کن انکھیوں سے ہامہ کی جانب دیکھا۔ وہ سمجھا شاید میں اس سے باہر جانے کی اجازت طلب کر رہا ہوں۔ اس نے متبسم انداز میں سر ہلایا اور کہا۔ ''ہاں چلے جاؤ۔ ساریہ تمہیں پریشان نہیں کرے گی۔''

میں نے دل میں آہ بھری اور سوچا۔ ''کاش یہ مجھے تنگ کرے۔''

''میری بیٹی بہت معصوم ہے۔'' ساریہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے خطہ گل و گلزار میں لے آئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آلود فضا میں ساریہ کی قربت کا احساس گھلا ہوا تھا۔ اس کا میٹھا اور سحر انگیز لہجہ اور شوخی نسیم دل کے تار بجا دیتی تھی۔

''ہامہ معصوم کیسے ہو سکتا ہے۔ جہاندیدہ ہے اس نے صدیاں اپنی آنکھوں میں بتا دی ہیں۔ انسانی اور قلبی جذبے اس سے پوشیدہ کیسے رہ سکتے ہیں؟'' میں نے ساریہ سے کہا۔ ''وہ بھی معاملات قلب و نظر جانتا ہو گا۔''

''شاید تمہیں میری بات پر اعتبار نہیں آ رہا لیکن یہ حقیقت ہے کہ میرا باپ دل کی شرارتوں سے آگاہ نہیں۔ اس نے ساری عمر عشق نہیں کیا اور نہ ہی اسے معلوم ہے کہ احساس محبت کیا چیز ہے۔ اس کی زندگی ایک بہت بڑے مقصد کے تحت گزری ہے۔''

''مگر شانور تو اس کی چاہت تھی۔'' میں نے ساریہ کی نظروں میں جھانکا۔

''آہ میری ماں!'' ساریہ کی شوخی یکلخت معدوم ہو گئی اور وہ بولی۔ ''میں نے تمہیں کہا تھا کہ

شانور کی داستان میرے بابا ہی سنائیں گے لیکن آج اس داستان کا ایک باب میں بھی تمہیں سنا دیتی ہوں۔ آؤ آبشاروں کے خطے میں چلتے ہیں۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔'' ساریہ نے ایک بار پھر میرا ہاتھ تھام لیا۔ روئی کے گالوں کی طرح براق وریشم ہاتھ کا گداز ایک لطیف احساس لئے ہوئے تھا۔ وہ ہواؤں کا لبادہ اوڑھے میرے ساتھ خراماں خراماں چل رہی تھی۔ میں اس کے چہرے پر رقصاں رنگ حیا دیکھ رہا تھا۔ وقار تمکنت اور جلال کے آمیزے سے گوندھی ہوئی حسن و دلربائی کا شاہکار ساریہ مجھے جینے کی راہ دکھا رہی تھی۔

ہم ایک وسیع و عریض سرسبز پہاڑی علاقے سے گزر رہے تھے۔ ہر سو نرم رو گھاس اور پھلدار درختوں اور پھولوں کی بہار تھی۔ ساریہ کی طرح ہمارے اردگرد سفید پیرہن میں ملبوس جن زادیاں چہلیں کرتی پھر رہی تھیں۔ ان کے اجلے چہروں سے تابانی اور آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ اس خطے میں ایک بھی جن زاد دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ خطہ فردوس جہاں کی مانند تھا۔ سکون، طمانیت، جاذبیت اور روح کی سرشاری ماحول میں رچی بسی تھی۔ میں جو ساریہ کی قربت سے مسرور تھا، مجھ پر ماحول کی آفرینی نے سحر پھونک دیا۔

ساریہ مجھے ایک پہاڑی پر لے کر چڑھ گئی۔ آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی سبزہ و آبشاروں کی سرزمین ایک دوسرے سے محو کلام ہو رہی تھیں۔ فضا میں فطرت کی سرگوشیاں بیدار ہو رہی تھیں۔ میرا ہر قدم بے خودی سے بہک رہا تھا۔

''تم ہوش میں تو ہو؟'' ساریہ نے مجھے مخاطب کیا۔ ''لگتا ہے اس ماحول نے تجھے بے خود کر دیا ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے خواب آلود لہجے میں پوچھا۔ ''کیا تم بتا سکتی ہو مجھے کہاں لے آئی ہو؟''

''یہ جگہ...... یہ مقام۔'' نرم رو ہواؤں نے اس کے بال فضا میں بکھیر دیئے اور ایک لحظہ کے لئے خاموش ہوئی۔ ''سنو! یہ وہی جگہ ہے جہاں کبھی میری ماں رہا کرتی تھی۔ یہ خطہ گلزار ہے۔ حیات جنات کے اس دور کا چشم دید ہے جب اس خطہ گلزار پر میری ماں شانور اپنی سہیلیوں اور قبیلے کے ساتھ خراماں خراماں پھرا کرتی تھی۔ میری ماں کو یہ مقام بہت پسند تھا۔ اس پہاڑ کے نیچے وہ غاریں ہیں جہاں میری ماں کا قبیلہ آباد تھا۔''

میں فلک بوس پہاڑ پر کھڑے ہو کر اردگرد دیکھنے لگا۔ دور دور تک پھیلے پہاڑ سفید چادر سے ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ بولی۔ ''یہ پہاڑ صدیوں سے برف تلے دبے ہوئے ہیں۔ یہ ساری خوبصورتی انہی کے دم سے ہے۔ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ہماری سانسوں کی تان نہیں ٹوٹنے دیتیں۔'' ساریہ نے گہری سانس بھری اور مخملی سبزے پر بیٹھ گئی۔

''تم بھی بیٹھو ناں۔'' اس نے مجھے کہا۔ میں دم بخود صدیوں کے اس حسن باکمال کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر صدیوں کے سفر کی نہ کوئی شناخت تھی نہ رنج و ملال تھا۔ اجلا شفاف اور لطافت کا منبع چہرہ۔ میرے سامنے بیاض فطرت کی طرح کھلا پڑا تھا جس کے ہر صفحہ پر محبت و خلوص اور چاہت تحریر تھی۔

''سنو۔'' وہ خواب آلود لہجے میں بولی۔ ''بابا نے تمہیں بتایا ہے کہ شانور یعنی میری ماں...... ان کے تصورات میں آباد تھی۔ بابا نے اعمش کی بہن سے شادی کر لی لیکن شانور سے ملنے کی کسک انہیں بے تاب رکھتی۔ وہ حیران ہوتے اور دکھ سے پریشان بھی ہوتے کہ شانور نے ابلیس کا مذہب کیوں اختیار کر لیا ہے۔ بابا نے شانور کو بہت تلاش کیا مگر وہ شانور کو تلاش نہ کر سکے۔''

''پھر وہ ملی کیسے؟'' میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

''ملی بھی تو کس حال میں۔ یہ پوچھو۔'' ساریہ کے اجلے چہرے پر کرب کی لہر اٹھی۔

''بابا کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔ شانور سراپا انتقام بن کر ان پر نازل ہوئی۔ وہ تو اس بات سے بے خبر تھی کہ ہامہ کی نظر میں اس کا کیا مقام ہے۔ ابلیس نے شانور کو انتقام کے شعلوں سے تیار کیا تھا۔ اس کے اندر آگ بھر دی تھی۔ ابلیس نے اسے کہا تھا کہ ہامہ ہی اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اسے نہ چھوڑنا۔ شانور جو صدیوں سے پاتال میں بیٹھی ان لمحات کا انتظار کر رہی تھی کہ کب وہ وقت آئے گا کہ جب وہ اپنے دشمن قبیلے بنو مارج سے انتقام لے سکے گی۔ ابلیس نے دست گناہ اس کی طرف بڑھایا اور وہ اس کے ساتھ کھنچی چلی آئی۔ ہاں سنو۔ ابلیس نے شانور کے لئے بابل شہر میں ایک بہت بڑا معبد بنایا تھا اور وہ وہاں بیٹھ کر بدی کا پرچار کرتی تھی۔ وہ طاغوتی طاقتوں کے مظاہر سے سادہ لوح انسانوں کو ابلیس کی عبادت پر مائل کرتی۔ اس نے آتش پرستی کے مذہب کا پرچار کیا۔ قابوط اور سابوط اور مرالہ اس کے ساتھ تھے۔ وہ شب و روز بابل کی گلیوں اور ویرانوں میں جا کر لوگوں کو گمراہ کرتی اور حق پرستوں کو ہلاک کر دیتی تھی۔ اس نے بنو قابیل کے ان پانچ متقی اور پرہیزگاروں کے بت بھی عبادت کے لئے بابل شہر میں رکھوا دیئے۔ معبد آباد کرنے کے بعد شانور نے کوہ فرات کی ایک غار میں پناہ لے لی اور وہاں سرکش جنات و شیاطین اور گمراہ انسانوں کو طاغوتی علوم سکھانے لگی۔

مہلیل کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ ابلیس کے ہرکارے بابل میں پھیل چکے ہیں مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ شانور ہی وہ عورت ہے جو ابلیسی علوم پھیلا رہی ہے۔ ایک روز بابا اپنے جانثار جنات کے ساتھ مہلا ئیل کے دربار میں موجود تھا جب کوہ نوذ کی وادیوں کا ایک سنگتراش وہاں آیا۔ اس کے چہرے سے تو ذہانت مترشح تھی لیکن فاقہ کشی اور مصائب زمانہ نے اسے بدحال کر دیا تھا۔ اس کے

ہاتھ مڑے ہوئے تھے۔ وہ مہلیل سردار کے قدموں میں گر گیا اور اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی روداد سناتے ہوئے کہنے لگے۔ ''اے شاہ وقت! تیرے اقتدار میں مجھ جیسے بے کسوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ میرے ہاتھ۔ بستی شرارہ کے دجال صفت سردار نے میرے ہاتھ توڑ دیئے ہیں اور مجھے اپنے وطن سے نکال دیا ہے۔ میں روتا پیٹتا اور سفر کی مشکلات جھیلتا ہوا تجھ سے انصاف مانگنے آیا ہوں۔'' مہلیل جو سات عجمی ممالک کو فتح کرنے کے بعد کوہ نوذ کی وادیوں پر یلغار کی سوچ رہا تھا، اسے جب سنگتراش نے اپنی بپتا سنائی تو وہ پرجلال آواز میں بولا۔ ''تمہارے سردار کا نام کیا ہے اور اس نے تجھ پر یہ ظلم کیوں کیا ہے؟''

سنگتراش سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اور آہستہ سے بولا۔ ''اے عظیم سردار! وادی شرارہ کے سردار کا نام قابوط ہے۔'' قابوط کا نام سنتے ہی میرے بابا کے رگ و پے میں برق سی کوندی۔ ''قابوط آگ کی پوجا کرتا ہے اور بت پرستی کرتا ہے اے عظیم سردار۔ اس نے وادی شرارہ کے نیک بخت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت بھی ہے جو ایک عجیب و غریب ساز بجاتی ہے وہ جب ساز چھیڑتی ہے تو ماحول میں ابلیسی طاقتیں نمودار ہو کر انسانوں کو مستی و جذب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ان کے دلوں میں خناس آ جاتا ہے اور موسیقی کا وجدان انہیں آگ و نشاط کے کھیل میں پھنسا دیتا ہے۔ اے عظیم سردار ساز بجانے والی لڑکی حسن قتال کی حامل ہے۔ اس کی دلربائی بہادروں کے دلوں کو نرم کر کے موم کی طرح اپنے ماحول میں ڈھال لیتی ہے۔ اے عظیم سردار وہ جب ساز بجاتی ہے تو......''

''خاموش ہو جا اے بدبخت سنگتراش۔ تو اس حرافہ کے حسن و دلربائی کا نقشہ کھینچنے کی بجائے یہ بتا کہ وادی شرارہ کے لوگوں کا کیا حال ہے؟'' مہلیل نے سحر بیانی کے خوگر فنکار سنگتراش کو سرزنش کی۔

''میں اس گستاخی پر معافی چاہتا ہوں سردار...... مگر میں بھی مجبور ہوں جسے تم حرافہ کہتے ہو وہ مستی کا جادو ہے۔ اس جادو نے میرے قلب و نظر کو خیرہ کر دیا ہے۔ میں جو اپنے فن میں طاق تھا میرا باپ وہ عظیم سنگتراش تھا جس نے بنو قابیل کے ان پانچ عظیم بزرگوں کے بت تراشے کہ جنہیں آج ......'' سنگتراش بے خیالی و زعم میں مبتلائے حیرت ہو کر اپنی کفر پرستی کا اظہار کرنے لگا تو دربار میں سکوت چھا گیا۔ مہلیل سمیت تمام حق پرست بے چین ہو گئے۔ سنگتراش اپنی دھن میں بولتا چلا گیا۔ ''اے عظیم سردار! میرے باپ کا یہ فن مجھ تک پہنچا اور میں نے سنگتراشی کے فن کو عروج پر پہنچا دیا۔ میرے یہ ہاتھ...... ہائے میری یہ مضبوط و فنکار کلائیاں...... ہائے اے عظیم سردار! میری یہ مخروطی انگلیاں...... ظالم قابوط نے توڑ ڈالیں۔ اے عظیم سردار تو یہ سمجھ رہا ہے کہ میں بت پرست ہوں۔ ہاں اے عظیم سردار میں کبھی بت پرست تھا۔ مگر تیرے بیٹے یرد نے جسے تو نے عجمی ریاستوں کو تاراج کرنے کے لئے بھیجا تھا مجھے ملا تھا۔ اس نے مجھے حق پرستی پر مائل کیا اور میں گناہوں کی دلدل سے

باہر نکل آیا۔''

سنگتراش نے مہلیل کے پہلو میں کھڑے اس کے بیٹے یرد کی طرف دیکھا۔ یرد کی سیاہ و دراز ریش سینے تک بڑی ترتیب و نفاست کے ساتھ لہرا رہی تھی اور آنکھوں میں ذہانت و شجاعت کا عکس قدرت نظر آ رہا تھا۔ اس نے سنگتراش کی بات پر اثبات میں سر ہلا کر اس کی بات کی گویا تائید کی۔

سنگتراش بولا۔ ''اے عظیم سردار! میں یرد کے کہنے پر وادی شرارہ چلا گیا اور حق پرستوں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ میں نے وہ سارے بت توڑ ڈالے جنہیں میں نے شب و روز اپنے خون سے سینچا تھا۔ میرا وہ کلہاڑا اور تیشہ جو کبھی پتھروں میں انسانی خدوخال تراش کر انہیں ایک جیتے جاگتے انسان کی صورت میں متشکل کرتا تھا۔ اس روز بے دھڑک ان خدوخال کو مسمار کرتا رہا۔ نہ میرے دل نے کوئی آہ و بکا کی نہ کوئی ملال ہوا۔ بلکہ ایمان کی نورانیت نے مجھے طاقت ازل عطا کی اور میں نے بت پرستوں کو للکار کر کہا کہ آئندہ مجھ سے کوئی بھی تعلق قائم نہ کریں اور نہ مجھے بت تراشنے پر مجبور کریں۔ بت پرست بہت روئے اور مجھے جواہرات پیش کئے کہ ایک آدھ بت سلامت رہنے دوں۔ مگر میں نے بت شکنی کا عہد کیا سو ان کی التجائیں رد کر دیں اے عظیم سردار!'' سنگتراش ہانپتا ہوا بولا۔ ''میں بت توڑ کر اپنے گھر آ گیا اور روزی کمانے کے لئے کھیتوں میں مزدوری کرنے لگا، جانور چرانے لگا۔ دوسری بستیوں سے لوگ آتے اور مجھے بت بنانے کے لئے کہتے۔ مگر میں نے بھوکا پیاسا رہ کر بھی عہد نہ توڑا۔ پھر ایک روز یوں ہوا کہ شرارہ کے بت پرستوں نے مجھے اس وقت گھیر لیا جب میں پہاڑوں میں اپنے ریوڑ لے کر گیا ہوا تھا اور عبادت کے لئے درخت کی گھنی چھاؤں تلے بیٹھا ہوا تھا۔ میں اللہ کی حمد و ثنا اور ذکر الٰہی کر رہا تھا جب میری بستی کے بت پرست ایک قوی الجثہ خبیث و مکروہ انسان کو میرے پاس لے آئے۔ اس کا نام قابوط تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ میں وہ سارے بت دوبارہ بناؤں جنہیں میں نے توڑ دیا تھا۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔ وہ انسان نہیں شیطان تھا۔ اس کے اندر طاغوتی طاقتوں نے بسیرا کیا ہوا تھا۔ وہ میری بات سن کر دھاڑا۔ اس کی آواز میں اس قدر دہشت تھی کہ پہاڑ لرز اٹھا اور اس نے انگڑائی لی جس سے پہاڑ کے پتھر میرے جانوروں پر گرے اور وہ مر گئے۔ پھر اس نے میرے دونوں ہاتھ توڑ دیئے اور کہا کہ تم نے بت توڑے ہیں اس لئے تمہارے ہاتھ توڑ رہا ہوں مگر تمہیں اس وقت تک زندہ رہنا ہے جب تک تم اپنی آنکھوں سے اس بستی میں بت پرستوں کو طاقت ور ہوتے نہیں دیکھ لیتے۔ اے عظیم سردار! میں سنگتراش تھا۔ ایمان کی قوت میرے پاس تھی۔ میں نے دل کو مضبوط بنایا وہ مجھے اپنے ساتھ بستی میں لے گئے اور راتوں رات معبد تعمیر کر دیا۔ قابوط کے ساتھ مڑالہ اور سابوط بھی تھا۔ وہ بابل سے ایک سنگتراش لے آئے

تھے۔انہوں نے نئے بت تراشے اور میری آنکھوں کے سامنے بدی کا پرچار کرنے لگے۔مژالہ مزمار بجاتی اور معبد میں ابلیسی عبادت کو رنگین و نشاط آفرین بناتی۔حق پرستوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس حرافہ نے نوجوانوں کو لبھایا۔اے عظیم سردار! میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ابلیس کا سب سے بڑا کارگر دلفریب ہتھیار خوبصورت عورتیں ہیں۔مژالہ ایسی عورت ہے جو خود بھی طاغوتی طاقت رکھتی ہے۔وہ مجھ پر بھی نظر التفات برساتی اور مائل کرتی رہی کہ میں دوبارہ بت پرستی پر آمادہ ہو جاؤں مگر میں نے ان کی قید و بند میں رہ کر بھی ایمان کمزور نہیں ہونے دیا اور پھر ایک روز مجھے وہاں سے بھاگنے کا موقع مل گیا اور آج میں تمہارے سامنے ہوں۔اے عظیم سردار مجھے معلوم ہوا ہے کہ بابل شہر میں طاغوتی علوم کا پرچار ہو رہا ہے تو کرب و دکھ سے میرے زخم تازہ ہو گئے ہیں۔آج میں تمہارے پاس اس لئے آیا کہ وادی شرارہ کے حق پرستوں کو قابوط جیسے ظالم و درندے سے بچالو۔''

مہلیل کے چہرے پر تفکر پیدا ہوا۔میں سوچنے لگا کہ ابلیس ہماری توقع سے زیادہ تیزی کے ساتھ گمراہی کا مذہب پھیلا رہا ہے۔وہ ایک وقت میں بابل میں اپنے ہرکاروں کو مبتلائے فساد کرتا ہے تو اسی وقت کرہ ارض پر پھیلی ہوئی دوسری بستیوں میں بھی اس کے غول بیابانی اور ارواح خبیثہ بدی کا پرچار کر رہی ہوتی ہیں۔

اس سے قبل کہ سردار مہلیل کچھ کہتا۔میرا بابا آگے بڑھا اور اس نے کہا۔''اے عظیم مہلیل۔اپنے اس خادم کو اجازت دو کہ میں وادی شرارہ میں جاؤں اور قابوط اور سابوط کو آگ و خون میں نہلا دوں۔''

''ہاں تم جاؤ۔''مہلیل نے جوش کے ساتھ کہا۔''اگر چاہو تو یرد تمہارے ساتھ جائے گا۔''

''سردار کا حکم سر آنکھوں پر ...... مگر میں یرد عظیم کو آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا کیونکہ یہ جنگ جسمانی نہیں علوم کی جنگ ہوگی۔''بابا نے مہلیل کو قابوط کی طاغوتی طاقتوں کے بارے میں بتایا پھر کہا۔''ان کی ایک ساتھی ژالہ ہماری قید میں ہے۔میں اسے وادی شرارہ میں لے جا کر جلاؤں گا۔''

بابا نے سنگتراش کو بابل میں ہی رہنے دیا اور اپنے جاں نثار جنات کے ساتھ پہلے کوہ ابوقبیس گیا اس نے اپنی بیوی اور اعمش کو نئی مہم کے بارے میں بتایا تو اعمش نے بھی مہم میں جانے پر اصرار کیا اور یوں میرا بابا اور اعمش کوہ نوذ کی پراسرار وادیوں میں چلے گئے۔وادی شرارہ جو اب ارض مقدس پر اپنا وجود کھو چکی ہے کبھی کوہ نوذ کی ان نشیبی اور آبی وادیوں میں واقع تھی جہاں آج سمندر بہہ رہا ہے۔اعمش اور میرا بابا بڑے تدبر و شجاعت کے ساتھ وادی شرارہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ قابوط اور سابوط نے وادی شرارہ کے گرد ارواح خبیثہ کی سپاہ پھیلا رکھی ہے۔اعمش اور بابا نے اپنے جاں نثاروں کو کوہ نوذ کی اس وادی میں ٹھہرایا جہاں کبھی بنو آدم آباد تھے۔اعمش نے میرے بابا سے

کہا۔''ابلیس نے وادی شرارہ کے گرد اپنا طلسم قائم کیا ہوا ہے۔اگر ہمارے ساتھی جنات نے اس علاقے میں گھسنے کی کوشش کی تو مارے جائیں گے۔میری تجویز ہے کہ ہم دونوں وادی شرارہ میں داخل ہوں گے۔''

بابا جانتا تھا کہ ابلیس کی شیطانی طاقتیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں لہٰذا وہ اپنے ساتھیوں کو بنو آدم کے ہاں ٹھہرا کر خود وادی شرارہ میں داخل ہو گئے۔جونہی اعمش اور بابا نے وادی شرارہ میں قدم رکھے یکا یک ہر سو اندھیرا چھا گیا۔آسمان تاریکی میں چھپ گیا اور وادی کسی سلگتے ہوئے تندور کی طرح نظر آنے لگی۔اس کے ساتھ ہی ارواح خبیثہ نے بابا اور اعمش پر یلغار کر دی۔ان کے ہاتھوں میں کوہستانی جانوروں کی ہڈیاں اور طاغوتی شرارے تھے۔بابا اور اعمش نے علوم کو اپنی ڈھال بنا لیا اور پوری جی داری اور تدبر کے ساتھ غول بیابانی اور سپاہ ارواح خبیثہ کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ہر سو ابلیسی سپاہ کی محشر ساز، کربناک چیخیں گونج رہی تھیں۔وادی شرارہ کے خاکی انسان اسرار کے پردوں میں ہونے والی حق و باطل کی اس جنگ سے آگاہ نہیں تھے۔ان کی دنیا کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان پر جلوہ گر تھا اور وہ اپنے اپنے معمولات نبٹا رہے تھے مگر ان کے سروں پر اسرار کی دنیا مہیب جنگ کی لپیٹ میں تھی۔ہامہ اور اعمش چنگھاڑتے دھاڑتے ہوئے ارواح خبیثہ کو مار رہے تھے مگر ارواح خبیثہ اور سرکش جنات کی سپاہ لاتعداد غول در غول اور تازہ دم ہو کر ان پر حملے کر رہی تھی۔دو حق پرست جنات چاروں جانب سے ابلیسی سپاہ کے نرغے میں پھنسے ہوئے شجاعت کے نعرے لگا رہے تھے۔اللہ کی تائید انہیں حاصل تھی۔وہ نیک مقصد کی خاطر جانیں خطرات میں ڈالے ہوئے بیباکی سے لڑ رہے تھے۔ابلیس کو مدتوں بعد یہ موقع ملا تھا کہ اس کا دشمن پڑپوتا یعنی میرا باپ اور اعمش اس کے ہاتھ لگ گئے تھے لہٰذا اس نے اپنی پوری سپاہ آگ و خون کے اس محاذ پر جھونک دی تھی۔تاریک و مہیب آسمان شراروں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور ناموس جنات کے رکھوالے جنات شجاعت کی تاریخ رقم کر رہے تھے۔

سیاہ مہیب اور خوں رنگ اندھیروں میں ہامہ اور اعمش نور کی طرح چمک رہے تھے۔ان کے سروں پر حق کا علم لہرا رہا تھا اور وہ کوہسار جیسے فراخ و آہنی سینے سپاہ ابلیس کے حملے برداشت کر رہے تھے۔اردگرد ہر سو رقص ابلیس اور ماتم ابلیس ہو رہا تھا اور حق کے پروانے میرے بابا اور اعمش کے چہروں پر فتح کا نور برس رہا تھا۔ماحول میں ارواح خبیثہ کی لاشیں نظر آ رہی تھیں اور عظیم ہامہ اور اعمش فخر و غضب کے عالم میں ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے قابوط کے بنائے ہوئے معبد کی طرف بڑھ رہے تھے۔ابلیس انہیں پھانسنے کے لئے اپنی پوری قوت استعمال کر رہا تھا اور کارزار جنگ سے بہت

دور سمندر پر تخت بچھا کر اپنی سپاہ کو ہدایت جاری کر رہا تھا۔ وہ جرات ہی نہ کر سکا کہ خود بھی شریک جنگ ہوتا۔ یہ تو ابلیس کی خصلت بد ہے کہ وہ دور رہ کر اپنی سپاہ کو استعمال کرتا ہے۔ انہیں ہلہ شیری دے کر لڑاتا اور مرواتا ہی انہیں اعتماد کے جھانسے میں پھنسا کر، انہیں بدی کی راہ پر چلا کر اور انہیں خدا کا شریک ٹھہرا کر...... خود آنکھیں موند کر، خباثت آلود مسکراہٹ کے ساتھ اپنے گندے اور غلیظ پیرہن میں منہ چھپا کر ہنستا ہے۔ ابلیس تو اپنے سایہ پر بھی یقین نہیں کرتا۔ وہ بداعتمادی، گمراہی اور ذلت کی علامت ہے۔

بابا کو یکا یک ایک بات یاد آئی اور اس نے اعمش کے کانوں میں سرگوشی کی۔ ''اعمش ہم سے ایک بھول ہو گئی ہے۔''

''کیا؟'' اعمش نے پوچھا۔

''ہم اس حرافہ کو بابل ہی چھوڑ آئے ہیں۔''

''کس کو؟'' اعمش نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

''ژالہ کو'' بابا نے کہا۔ ''اگر وہ اس وقت ہمارے پاس ہوتی تو قابوط وغیرہ اسے بچانے کے لئے یہ طلسمی ماحول پیدا نہ کرتے۔ ارواح خبیثہ اور غول شیطانی ہم سے دور رہتا۔''

''نہیں ہامہ یہ تیری غلط فہمی ہے۔'' اعمش نے کہا۔ ''ابلیس اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنوں کو پہلے مرواتا ہے۔ اس بدذات نے ژالہ کو جتنا استعمال کرنا تھا' کر لیا۔ اس کی مدد کرنا ہوتی تو اب تک وہ اسے چھڑوانے کے لئے آ گیا ہوتا۔''

''مگر مجھے یقین ہے کہ ژالہ کو بچانے کے لئے اس کے ساتھی ضرور آگے آئیں گے۔'' بابا نے زور دیتے ہوئے کہا۔ ان کی نگاہیں اور ہاتھ برابر ارواح خبیثہ کو اپنے راستے سے ہٹا رہے تھے۔

''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟'' اعمش اپنے راستے صاف کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''میرے بھائی تم ایسا کرو کہ بابل چلے جاؤ اور اسے ساتھ لے آؤ۔ اس دوران میں دشمنوں کو روکے رکھتا ہوں۔''

''نہیں ہامہ! میں تمہیں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ ژالہ کو لانے سے ہم غول شیطانی پر غالب آ جائیں گے تو پھر تم خود اسے لینے جاؤ۔ میں دین حق کے ان دشمنوں کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑا رہوں گا۔''

بابا نے پہلے تو انکار کیا مگر جب یہ تدبیر اختیار کرنا مجبوری بن گئی تو وہ اعمش کو چھوڑ کر پہلے بنو آدم کے علاقے میں گئے اور وہاں موجود جنات کو اعمش کی مدد کیلئے بھیج دیا۔ بابا بڑی تیزی کے ساتھ بابل گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ مہلیل اب دنیا میں نہیں رہا۔ وہ چالیس سال جاہ و جلال کے ساتھ

اقتدار سنبھالنے کے بعد جب عازم جہاں ہوا تو اس نے اپنے لئے ہیرے جواہرات کا ایک بہت بڑا تاج بنوایا...... یہ تاج تیار کرنے کے لئے جنات نے سمندروں اور پہاڑوں کی تہوں سے قیمتی اور نایاب جواہرات حاصل کئے تھے۔ مہلا بیل کے بعد اس کا بیٹا یردتخت پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح شجاع و ذہین تھا۔ بابا نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ژالہ کو لے کر جب وادی شرارہ پہنچا تو یہ دیکھ کر آندھیوں کے بادل چھٹ چکے ہیں اور لڑائی رک چکی ہے تو بے تحاشا خوش ہوا۔ بابا سمجھا کہ اعمش اور ساتھی جنات نے غول ابلیس پر فتح حاصل کر لی ہے اور وہ یقیناً معبد میں موجود ہوں گے۔

بابا پورے جاہ و جلال کے ساتھ جب ژالہ کو لے کر معبد کے پاس پہنچا تو اسے ارواح خبیثہ نے گھیر لیا۔ بابا نے وحشت سے نعرہ لگایا اور ارواح خبیثہ کو کاٹ کر رکھ دیا۔ بابا کی آواز سنتے ہی ہر طرف افراتفری پھیل گئی اور قابوط و سابوط اور مژالہ ایک نہایت دلفریب حسن کی دیوی کے ساتھ معبد سے باہر نکلے۔ تینوں اس کے دائیں بائیں اور پیچھے کھڑے تھے۔

بابا کو احساس ہو گیا کہ اعمش اور دوسرے ساتھی جنات اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ بابا کا غضب بڑھ گیا اور اس نے ژالہ کو جو چیل کی شکل میں اس کی بغل میں تڑپ رہی تھی زور سے دبایا تو وہ پھڑ پھڑانے لگی اس کی ہذیانی چیخیں سن کر مژالہ کی آنکھیں خون سے بھر گئیں اور وہ بولی۔ ''ہامہ اگر تم اپنی زندگی کی سلامتی چاہتے ہو تو ژالہ کو چھوڑ دو۔''

بابا نے ژالہ کی گردن ہاتھ میں جکڑ لی اور کہا۔ ''میں اسے نہیں چھوڑوں گا بلکہ تمہارے سامنے اس کی گردن مروڑ دوں گا۔''

''ہامہ...... میں کہتی ہوں ژالہ کو چھوڑ دو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہیں بھی اسی طرح بے بسی کی موت ماروں گی جس طرح تمہارے ساتھی جنات اور تمہاری بیوی کے بھائی اعمش کو مارا ہے۔''

بابا غضبناک ہو کر دھاڑا تو وادی شرارہ تھرا کر رہ گئی۔

''خاموش ہو جا اے کم ذات عورت۔ تم نہیں جانتی کہ ہامہ کون ہے اور اس کی طاقت کتنی ہے۔ میں اگر ایک پھونک ماروں تو تم اور تمہاری یہ بستی خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے۔ تم نے میرے ساتھیوں اور میرے بھائی کو مار کر ہامہ کے غضب کو پکارا ہے۔''

بابا بے چینی اور قہر و غضب سے لرز رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پہاڑوں کے سینے میں رواں دواں سرخ سیال باہر نکلنے کو بے تاب ہے۔ ان کی آنکھوں میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

بابا نے ژالہ کی گردن ہاتھ میں پکڑی اور اسے اپنے سر پر لہرانے لگے۔ ان کی نفرت و انتقام اور وحشت میں طوفان انگڑائی لے رہے تھے۔ ژالہ کی چیخوں سے ماحول میں وحشت بڑھ گئی تھی۔

وہ عورت آگے بڑھی اور زیر لب کچھ پڑھ کر بابا کی طرف پھونک ماری۔ بابا اس کی یہ حرکت دیکھتے ہی حرکت میں آ گئے اور اپنی جگہ چھوڑ کی فضاؤں میں ڈبکی لگائی اور معبد کی چھت پر جا کھڑے ہوئے۔ ژالہ ہنوز ان کے سر پر لہرا رہی تھی کچھ دیر بعد بابا نے اس کی گردن مروڑی تو ماحول میں ارواح خبیثہ کا ماتم شروع ہو گیا۔ چیخ و چنگھاڑ اور بین، ہرزہ سرائی جاری تھی۔ بابا نے قہقہہ لگایا اور ژالہ کو مردہ وجود کی طرح ان کے ساتھیوں پر اچھال دیا۔

وہ عورت جو سراپا انتقام نظر آ رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر بابا کی طرف دیکھا اور اپنے دونوں بازو پھیلا کر ژالہ کو تھام لیا۔ پھر بڑے آرام سے اس کے مردہ بدن کو ایک طرف لٹایا اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری۔

بابا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے زندگی میں کسی مردہ کو یوں زندہ ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ ژالہ جو چیل کے جسم میں قید تھی، اس عورت نے جب اس پر پھونک ماری تو اس کا جسم کھلنے لگا اور وہ اپنے اصلی روپ میں آ گئی۔ عورت نے فخر و نخوت کیس اتھ بابا کی جانب دیکھا پھر اپنے ہاتھ پھیلا کر بڑ بڑانے لگی تو اس کے پاس کھڑے قابوط سابوط اس کے سامنے جھک گئے۔ یکا یک ژالہ کے بدن پر گہرا دھواں چھا گیا اور ماحول میں تعفن بھر گیا اور اس میں سے ایک عکس نمودار ہونے لگا جس کی شکل و صورت انتہائی مکروہ تھی۔ دھواں سے جب انسانی خدوخال نمایاں ہونے لگے تو یہ ایک جھریوں زدہ استخوانی عورت تھی جس کے بال انتہائی گندے اور چہرے کا گوشت لٹک رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں شیطانیت جاگ رہی تھی۔

اس عورت نے ایک استہزائی قہقہہ لگایا اور مژالہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

”اے ابلیس کی داسی ذرا اپنا مزمار تو بجا۔ ماحول کی کدورت کو اپنے ساز کی دھنوں سے بدل ڈال۔“

مژالہ نے مزمار اٹھایا اور اس کے قدموں میں بیٹھ کر اسے بجانے لگی تو ماحول پر فسوں طاری ہونے لگا۔ ارواح خبیثہ اور سیاہ ابلیس پر مستی سی چھانے لگی اور اس کے ساتھ ہی وہ بوڑھا وجود جو دھوئیں سے تخلیق ہو رہا تھا، سرمستی سے جھومنے لگا۔

وہ عورت بے باکی اور سرشاری سے بابا کی جانب دیکھ رہی تھی اور بابا سوچ رہے تھے کہ یہ عورت کون ہے۔ اس کے پاس علم کی بے پناہ طاقت ہے جو اس نے مردہ ژالہ کو پہلے چیل کے بدن کی قید سے باہر نکالا اور اب اس کے وجود پر نئی عمارت تعمیر کر رہی ہے۔

دھواں گہرا ہو کر چھٹنے لگا اور پیرانہ سالی میں ڈھلا ہوا مکروہ وجود اپنے پرت اتارنے لگا۔ مزمار کی دھنوں سے جوں جوں ماحول پر فسوں طاری رہ رہا تھا بوڑھا وجود آہستہ آہستہ جوانی کے قالب میں

ڈھل رہا تھا۔ قابوط، سابوط بھی جھوم رہے تھے۔ یونہی خاصی دیر ہو گئی۔ بابا دم بخود ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس عورت نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک خبیث روح کو اپنی پاس بلایا اور اسے کچھ کہا۔ بدروح غائب ہو گئی اور چند ہی ثانئے بعد وہ ایک نوجوان لڑکی کو لے کر حاضر ہو گئی۔ وہ کوئی غریب مگر انتہائی خوبصورت لڑکی تھی۔

وہ عورت جو بدی کے خالق ابلیس کی منظور نظر تھی اس نے ایک بار پھر بابا کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تمسخر غرور اور وحشت تھی۔ اس نے نوجوان لڑکی کو دھوئیں سے تخلیق پانے والے وجود کے سامنے کھڑا کیا پھر زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔ اس دوران معبد میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں اور ساتھ ہی مزمار کا فسوں بڑھنے لگا۔ یکا یک اس عورت نے ہذیانی قہقہہ لگایا اور ایک تیز دھار آلہ سے نوجوان لڑکی کی پیشانی چیر دی۔ اس کے ماتھے سے گرم و تازہ لہو دھار کی طرح نکلا اور سیدھا دھوئیں پر گرا تو دھوئیں میں آگ سی بھڑکی اور اس کے ساتھ ہی ارواح خبیثہ کا رقص شروع ہو گیا۔

بابا دم بخود ابلیس کی مکروہ دنیا کے علوم کا ایک منظر دیکھ رہے تھے۔ نوجوان لڑکی کے ماتھے سے بہنے والے خون سے دھواں فروزاں ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا وجود بے جان لاش کی طرح اس آگ میں گر گیا۔ فضا میں ایک شعلہ سا بھڑکا اور وہ بوڑھا ژالہ کے روپ میں بدل گیا۔

ژالہ نے بے یقینی سے اپنے اردگرد دیکھا اور پھر اس عورت کے قدموں میں جھک گئی۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی عورت نے بابا کو انتہائی نفرت کے ساتھ مخاطب کیا:

”او ہامہ! تو نے دیکھ لیا کہ ہم نے ژالہ کو ایک بار پھر زندہ کر دیا ہے۔ یہ ابلیس کی بدروح کا ایک مظہر ہے جسے تم نہیں مار سکتے۔ ہمارے علم میں اتنی طاقت ہے کہ چاہیں تو ایک پھونک میں تمہیں خاکستر کر دیں۔“

بابا معبد سے نیچے اترے اور پورے جاہ و جلال کے ساتھ اس کی طرف بڑھنے لگے۔ بابا کو یوں اپنی جانب آتے دیکھ کر وہ سب محتاط ہو گئے۔ بابا نے سوچ لیا تھا کہ وہ سچائی اور حق کے علوم کی بدولت ابلیس کے ان پیروکاروں کو مار ڈالیں گے۔ اگرچہ اس عورت کے علوم نے بابا کو کچھ دیر کے لئے پریشان کیا تھا مگر اب وہ اس کا جواب دینے کے لئے وہاں سے بھاگ گئے تو ابلیس اپنی فتح کا جشن منائے گا اور اس کے ہرکارے انسانی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ بابا کی شکست سے حق پرستوں کی ناموس پر آنچ آتی۔

بابا اس کے مقابل جا ٹھہرے اور ابلیس کے کارندے ان کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔

”تو کیا سمجھتی ہے کہ میں ڈر کر بھاگ جاؤں گا۔“ بابا نے قہر و جلال کے ساتھ کہا۔ ”تو بدذات ہے۔ تجھے ابلیس کی طاقت پر ناز ہے مگر تو جان لے خدا کی دشمن...... میں تمہاری موت ہوں۔ تو مجھے

خاکستر نہیں کرسکتی۔"

اس عورت نے بابا کی بے باکی دیکھی تو وہ کسی گھائل درندے کی طرح دھاڑنے لگی۔ اس کے خوبصورت چہرے پر وحشت و نفرت رقصاں ہوگئی اور اس نے اپنے بازو کھول کر بابا پر حملہ کردیا۔

بابا نے بھی اپنے علوم کو یاد کیا اور اپنے گرد ایک نورانی حلقہ قائم کرلیا اور اس زور سے پھونک ماری کہ نور و قہر سے بھری سانس ایک بگولے کی صورت میں اس عورت پر برسی اور وہ جو اپنی ہی دھن میں بازو کھولے بابا پر برسنے والی تھی، تیورا کر پیچھے گری۔ بابا نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ وہ سراپا برق و رعد بن کر قابوط و سابوط پر بھی برسے اور اپنے دشمنوں کو چاروں جانب سے گھیر گھیر کر مارنے لگے۔ بابا نے صدیوں پہلے جو علوم سیکھے تھے، انہیں خوب استعمال کیا اور اپنے پاؤں کی طاقت سے معبد کو ٹھوکر ماری جو ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں میں بکھر گیا۔

بابا کو روکنا اب قابوط اور سابوط کے بس میں نہ رہا تھا۔ وہ بابا پر طاغوتی حملے کرتے رہے مگر بابا کے نورانی علوم فعال ہو چکے تھے اور انہیں سبوتاژ کرنا ابلیس کے کارندوں کے بس میں نہ تھا۔

بابا نے وادی شرارہ کے اردگرد نورانی حلقہ قائم کردیا جونہی ارواح خبیثہ اس مقدس حلقہ کے قریب جاتیں وہ جل کر خاک ہو جاتیں اور کسی بھڑکتے شعلے کی طرح بجھ جاتیں۔ قابوط اور سابوط نے مژالہ اور ژالہ کو لے کر بھاگنا چاہا اور اس عورت کی جانب حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ عورت نے انہیں دلاسہ دیا اور کہا۔ "میں اس کی وحشت پر جلدی قابو پالوں گی۔" یہ کہتے ہوئے اس نے کچھ سوچا اور ایک نوکیلی ہڈی سابوط کی طرف اچھال دی اور کہا۔ "تم اس کے حلقے میں جاؤ اور یہ ہڈی اس کے پہلو میں گھونپ دو۔"

سابوط نے ہڈی تھامی اور احتیاط کے ساتھ آگے بڑھا مگر جونہی وہ بابا کے مقدس ہالے میں پہنچا اس کا بدن سلگنے لگا اور وہ چیخیں مارتا ہوا اپنے آپ کو نوچتے ہوئے بھاگا۔ بابا نے عقب سے اس پر شرارے پھینکے اور پھر اپنی پراسرار قوتوں سے سابوط کو اپنے قابو میں کرلیا۔ وہ وحشیانہ انداز میں تڑپنے لگا مگر بابا نے اب انہیں زیادہ رعایت نہ دی۔

بابا نے اپنے سامنے سرخ اور سلگتے ہوئے سیال کا ایک تالاب پیدا کیا اور سابوط کو مفلوج کر کے اس میں پھینک دیا وہ چیخ مار کر اس میں غرق ہوگیا۔

اس عورت نے سابوط کا یہ انجام دیکھا تو غراتے ہوئے بابا کی طرف بڑھی۔ اس نے اپنی سفلی طاقتوں کو ایک بار پھر پکارا مگر بابا کی نورانی طاقتوں نے ماحول میں ایسے پہرے بٹھا دیئے کہ بدی کے ہرکارے اس مقدس علاقے میں داخل نہ ہوسکے جہاں بابا کھڑے تھے۔

عورت اپنی بے بسی دیکھ کر پریشان ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے قابوط' ژالہ اور مژالہ کو

اپنے بازوؤں میں لپیٹ لیا اور غائب ہونے لگی مگر بابا کے پھیلائے ہوئے جال میں سے نکلنا ان کے بس میں نہ تھا۔ ہر سو بابا کے نورانی پہرے موجود تھے اور اسرار کے پردوں میں چھپی مخلوق نے بدی کے پیروکاروں کو مضبوطی سے جکڑ لیا اور ان پر شعلے برسانے لگے۔

"ہامہ...... ہامہ۔" معاً بابا کو کہیں دور سے ایک شناسا سا آواز سنائی دی۔ بابا تو وحشت و جلال میں غرق تھے۔ انہوں نے پہلے اس آواز پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ مگر وہ آواز بتدریج قریب آ رہی تھی۔ بابا کو فوراً احساس ہوگیا کہ یہ آواز تو ان کی بیوی کی ہے۔ بابا کو اس وقت سخت غصہ آیا کہ وہ یہاں کیوں آ گئی ہے۔

انہوں نے فضاؤں میں اس کے وجود کو تلاش کیا تو وہ وادی شرارہ کے کوہساروں کے اوپر کھڑی نظر آئی۔ بابا کو دھڑکا لگا کہ اگر ابلیسی طاقتوں نے اسے پہچان لیا کہ وہ ان کی بیوی ہے تو وہ قیناً اسے قابو کرلیں گی۔ سوچتے ہی بابا نے اپنے قہر کی آندھیوں سے پورے علاقے میں کہرام مچا یا۔ آگ اور ہواؤں کے بگولوں نے وادی شرارہ میں قیامت برپا کردی اور ماحول ابلیسی ہرکاروں لی چیخ و پکار سے تھرانے لگا۔

معاً بابا کی نظر اس عورت پر پڑی۔ وہ مکاری کے ساتھ بابا کے پہرے سے نکل کر بابا کی بیوی ی طرف بڑھ رہی تھی جبکہ قابوط اور اس کی ساتھی عورتیں بابا کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر دم ڑ گئی تھیں۔

بابا اس کے تیور بھانپتے ہوئے اس کی جانب بڑھے مگر اس دوران غول بیابانی نے انہیں گھیر ا۔ اس غول کی رہنمائی ان کا باپ کر رہا تھا۔ بابا شش و پنج میں مبتلا ہو گئے۔ ایک نظر انہوں نے وادی راره کے کوہسار پر کھڑی اپنی بیوی پر ڈالی موت جس کی طرف لحہ بہ لحہ سرک رہی تھی اور دوسری طرف ن کا باپ لعین ابلیس بنا ان کے مقابل آ گیا تھا۔

"ہامہ...... ہامہ" ان کی بیوی کی درد و ہجر میں ڈوبی آواز آئی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہامہ...... بیوی کو بچانے کے لیے میدان سے بھاگ رہا ہے۔" بابا کے باپ ہمہم نے انہیں ارتے ہوئے کہا۔ "تو نے عزم کیا ہے کہ میرے باپ کے باپ ابلیس کو مارے گا۔ او کم ذات ہامہ! ے ہماری سپاہ کو تو برباد کر کے رکھ دیا مگر یہ بھول جا کہ تو ابلیس تک پہنچ جائے گا۔ آج میں اپنے باپ اجازت لے کر تیرے مقابل آیا ہوں۔ آگے بڑھ اور مجھ پر اپنا قہر و غضب نازل کر۔"

بابا کے چہرے پر کدورت و غضب کے آثار پیدا ہوئے اور وہ دھاڑے "تو میرا باپ ضرور مگر تیرا مذہب بدی پر مبنی ہے۔ یہ مت بھول کہ میں تجھ پر رحم کھاؤں گا۔ میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ ی مخلوق اور ابلیس کی سپاہ کو بے دردی سے ماروں گا۔"

یہ کہہ کر بابا اپنے باپ کو اپنے قہر و غضب میں لینے لگے تو انہیں دہشت سے بھری آوا آئی۔

’’ہامہ...... تمہاری بیوی میرے قبضے میں ہے۔‘‘

بابا نے ہڑبڑا کر اس طرف دیکھا تو ان کے باپ ہمہم نے ابلیسی قہقہہ لگایا اور کہا۔ ’’ہامہ شانو تیری موت کا پروانہ لے کر آئی تھی اور وہ تجھے نیست و نابود کر ڈالے گی۔ اس نے اعمش کو مار ڈالا او تجھے بھی مار ڈالے گی۔ تجھے معلوم نہیں کہ ابلیس نے بدی کی طاقتوں کو کہاں کہاں تمہاری گھات م بٹھایا ہوا ہے۔ تو کہاں کہاں سے بچے گا...... میرے بچے!‘‘

بابا نے عجیب سی نظروں سے اس عورت کو دیکھا جو دراصل شانور تھی۔ وہ شانور جس سے ملنے کے لئے بابا بے تاب تھے۔

بابا تذبذب و پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ وہ کبھی اپنی بیوی کی طرف دیکھتے اور کبھی شانور ک طرف۔ دوسری طرف ان کا باپ مجسم ابلیس کھڑا تھا اور اس کے ارادے بھی خطرناک تھے۔ بابا ک دل و دماغ میں جنگ چھڑ گئی اور وہ سوچنے لگے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ کیا مجھے حق کے فیصلے کے آگ سرنگوں ہو کر اپنے باپ کو مار دینا چاہئے۔ اگر میں نے اپنے باپ کو مار دیا تو شانور میری بیوی کو م ڈالے گی۔ وہ شانور جس کے وہ صدیوں سے قصے بھی سنتے آئے تھے آج ان کے سامنے آئی بھی ان کی جان کی دشمن بن کر کھڑی تھی۔

’’کیا سوچ رہے ہو ہامہ؟‘‘ ان کے باپ ہمہم نے انہیں سوچوں میں غلطاں دیکھا تو انہیں گم کرتے ہوئے بولا۔ ’’دیکھو میرے بچے۔ اگرچہ میرے اور تمہارے باپ ابلیس نے تیری موت ک پروانے پر دستخط کر دیئے ہیں اس کے باوجود وہ تیری ہر خطا معاف کرنے کو تیار ہے۔ وہ چاہتا ہے ک اپنی اصل کی جانب لوٹ آ۔ بدی کی قوتوں کا مقابلہ کرنا تیرے بس میں نہیں رہا میرے بچے۔ م جانتا ہوں تیرے قلب و نظر میں شانور کا کیا مقام ہے۔ دیکھ یہ وہی شانور ہے جس کی عظمت و شجاعت کے تو قصے بڑے غور سے سنتا تھا اور مجھ سے کہا کرتا تھا کہ بابا میں شانور سے ملنے کے لئے تحت الث میں جاؤں گا۔ مگر اے میرے سرکش بیٹے، آج تیرے خوابوں کی دنیا تیرے سامنے ہے۔ ابلیس شانور کا دیوانہ ہے۔ اس کی ذہانت و بہادری اور حسن فتنہ ساز سے اپنے مقاصد پورے کرنا چاہتا وہ تیرے حق میں تائب ہونے کے لئے تیار ہے۔ اگر تو شانور کو دل سے چاہتا ہے اور اس کی قربت وصل سے اپنے ارمان پورے کرنا چاہتا ہے تو میرے نادان بیٹے میرے سینے سے آ کر لگ جا۔ ابلیس اپنے ہاتھوں سے شانور کو ترے سپرد کر دے گا۔‘‘

بابا کے ذہن پر شانور کے دلفریب حسن کا غبار چھا رہا تھا۔ ان کی عقابی اور جلالی آنکھوں میں کا سراپا لہرا رہا تھا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھول گئے کہ شانور تو انتقام و آگ کے شعلوں میں جھلسی ہوئی ایک عورت ہے جس نے اپنا مذہب ترک کر دیا ہے اور ابلیس کی داسی بن کر رہ گئی ہے۔

ان کے باپ نے دیکھا کہ اس کا تیر نشانے پر بیٹھا ہے تو وہ انہیں ترغیبات دینے لگا۔ ’’سن اے میرے بہادر بیٹے ہامہ! تیری عظمت و بہادری اور شان کے شایان رتبے تمہیں یہ گھمنڈی جنات نہیں دے سکتے۔ تجھے اپنے بازوؤں پر بڑا ناز تھا۔ تو یہ سمجھتا تھا کہ اعمش اور اس کے بھائی تیرا ساتھ دیں گے اور وہ ابلیس اور فرزندان ابلیس کو مار ڈالیں گے۔ تو میرے بچے یہ تیری خوش فہمی تھی۔ دیکھا۔ تیری شانور نے اعمش کو ایک پھونک مار کر اس کا چراغ زندگی بجھا دیا۔ تو اس کی دانائی اور وحشت و علم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اگر تو نے شانور کو حاصل کر لیا تو میرے بیٹے تجھے غول بیابانی، ارواح خبیثہ اور سپاہ ابلیس میں وہ رتبہ و عزت حاصل ہو گی جو آج تک فرزندان ابلیس کو بھی حاصل نہیں ہو سکی۔‘‘

بابا اپنے باپ کی باتوں کے طلسم میں کھو گیا۔ ایک فرزند ابلیس نے اسے ایسا سہانا خواب دکھایا کہ وہ دم بخود شانور کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

شانور پہاڑ کی چوٹی پر ان کی بیوی کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے ایڑھیوں تک دراز بال بادلوں کے سنگ نرم رو ہواؤں میں لہرا رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پہاڑ اس کے بالوں کی تہہ میں چھپ گئے ہیں اور بھینی بھینی مدھر تانیں ہر سو پھوٹنے لگیں۔ مزمار کی سحر افروز دھنوں نے ماحول پر فسوں طاری کر دیا۔

بابا لمحات کی سولی پر لٹک گیا اس کا باپ اور شانور جنہیں یہ یقین تھا کہ ہامہ کو طاقت کے ذریعے زیر کرنا مشکل ہے تو انہوں نے مکر و فریب کا ایک ایسا طلسماتی جال بن دیا جس سے باہر نکلنا بابا کے لئے مشکل ہو گیا تھا مگر اسی لمحہ ان کی بیوی کرب و ابتلا میں مبتلا ہو کر چلانے لگی۔

’’ہامہ...... ہامہ مجھے بچالو۔‘‘

ہواؤں کے دوش پر تیرتی ہوئی اس کی آواز بابا کے کانوں تک پہنچی تو وہ لاچار نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

شانور نے ان کی بیوی کو بالوں سے پکڑا ہوا تھا اور اسے پہاڑ پر پٹخ رہی تھی۔

’’ہامہ...... ہامہ۔ میں تمہاری عزت ہوں۔ اے حق گو جن زادے۔ ناموس جنات کے رکھوالے۔ تجھے حق کی قسم ہے۔ مجھے اس ظالم عورت سے بچالو۔‘‘ ان کی بیوی اذیت میں مبتلا ہو کر چلا رہی تھی۔

شانور نے اس کی بے بسی پر وحشیانہ قہقہہ لگایا اور بولی۔ ’’ہامہ اب تیرا نہیں رہا۔‘‘ یہ کہہ کر اس

نے بابا کی نظروں کے سامنے ہی ان کی بیوی کو جلا کر راکھ کر دیا۔ ایک جن کو قتل کرنا ہو تو اسے طلسماتی آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔ یہ آگ ایک مخصوص عمل سے لگائی جاتی ہے۔

بابا کی نظروں کے سامنے آگ میں جھلسی ان کی بیوی پہاڑ سے نیچے گر گئی جس طرح آسمان سے ابلیس اور اس کے ہرکاروں پر آگ برسائی جاتی ہے۔ وہ منظر بالکل ایسا ہی تھا۔

شانور بابا کی بیوی کو مارنے کے بعد ہواؤں کے دوش پر لہراتی، بل کھاتی اور مستانہ کافرانہ اداؤں کے تیر برساتی ہوئی ان کے سامنے آ کر ٹھہر گئی۔ اس کے لب بے نیاز و متکبرانہ مسکراہٹ سے کھل رہے تھے اور آنکھوں میں فتح و سرشاری کی شوخی تھی۔

''ہامہ!'' وہ مخاطب ہوئی تو اس کی آواز مٹھاس سے بھری تھی۔ ''تیرے باپ نے کہا ہے کہ تو بچپن سے میرا دیوانہ ہے۔ اچھا ہوا کہ میں خود تجھ تک پہنچ گئی۔ آؤ ہم یہاں سے چلتے ہیں۔'' شانور نے بابا کا ہاتھ تھاما تو ان کے رگ و پے میں یک لخت حرکت پیدا ہوئی۔ شانور کا لمس ان کے وجود کو سلگا گیا اور وہ جھٹکا لے کر پرے ہٹے۔ تصورات و خواب کی کہر آلود تہوں میں چھپا ہوا ان کا ذہن ایک دم بیدار ہو گیا۔ ان کے خیال و مستی کے بت میں حق کی روشنی پیدا ہو گئی اور وہ شیطان کے طلسماتی جال سے باہر آ گئے پھر انہیں سب کچھ یاد آ گیا۔ وہ سارے سنگدل لمحات یاد آ گئے اور وہ بے تابی و بے قراری سے پہاڑ کی اس جانب دیکھنے لگے جہاں ان کی بیوی کی راکھ پڑی تھی۔ انہوں نے شانور کو غضبناک نظروں سے دیکھا۔

''شانور! یہ سچ ہے کہ بچپن سے ہی تو میرے خواب و خیال پر چھائی رہی۔ مگر اے سنگدل و سفاک عورت۔ تو ہرگز وہ شانور نہیں جو حق کی روشنی کا مینارہ تھی۔ تیرا وجود تو تاریک و غلیظ دنیا میں لتھڑا ہوا ہے۔ میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔ میں صرف اس شانور سے ملنا چاہتا تھا جس نے ابلیس اور شری جنات کے خلاف ہمیشہ جنگ کی۔ ابلیس کی طرفدار اور اس کی تعلیمات کا پرچار کرنے والی میری بھی دشمن ہے۔ میں آج بھی ابلیس کو مردود اور لعین کہوں گا اور ایک روز اسے جہنم واصل کر کے رہوں گا۔''

اس لمحہ اس کا باپ آگے بڑھا اور نفرت سے دھاڑا۔ ''ہامہ تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''دماغ میرا نہیں تمہارا خراب ہو گیا ہے اے میرے گمراہ باپ۔ میں تمہیں صرف ایک موقع دوں گا اس کے بعد بھی تم میرے مقابلے پر ٹھہرے تو میں تمہیں نہایت ذلت کی موت ماروں گا۔'' بابا نے غضبناک ہو کر اپنے ارادوں کا اظہار کیا۔

شانور نے اپنے جلوؤں کو اپنے غضب کی چادر تلے چھپا لیا اور وہ ایک بار پھر قہر و غضب میں مبتلا ہو گئی۔ ''ہامہ تجھے اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے۔ میں آج تیری طاقت کو للکارتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ تیرے اندر کتنی قوت ہے۔'' یہ کہہ کر شانور نے چغہ ابلیس پہن لیا اور بابا کے مقابل عفریت بن

کر کھڑی ہو گئی۔

بابا نے اس کے عزائم سے نبٹنے کے لئے اپنے گرد ایک نورانی حلقہ قائم کر لیا اور بولے۔ ''اے کافر ادا آگے بڑھ اور مجھے نیست و نابود کر دو۔''

شانور نے قہقہہ لگایا تو فضا میں نحوست و دہشت کا طوفان برپا ہو گیا۔ ہر سو اندھیرا چھا گیا اور بجلیاں کڑکنے لگیں۔ پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور اس بارش میں تیر و سناں جیسے اولے برسنے لگے۔ بابا اپنے حفاظتی حصار میں کھڑے رہے۔ انہوں نے آج تک ایسا غضبناک طوفان نہیں دیکھا تھا۔ انہیں یاد آیا کہ شانور پراسرار علوم کی دولت سے مالا مال ہے۔ یہ طوفان اس دور کی یاد تھا۔ جب زمین پر جنات کو آباد کیا گیا تھا اور جب ان کے درمیان لڑائی ہوئی تو طاقتور جنات ایک ایسا ہی طوفان بیدار کرتے تھے۔

شانور اگرچہ بابا پر عتاب سے بھرا طوفان نازل کر رہی تھی مگر وہ اس بات سے غافل تھی کہ بابا نے اپنے گرد حصار قائم کیا ہوا ہے۔ اعمش نے بابا کو جو علوم سکھائے تھے ان کی بدولت وہ اس حصار میں کھڑے رہ کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ بابا خاصی دیر تک شانور کے طوفان کو دیکھتے رہے۔ ادھر شانور اور بابا کا باپ ہمہم بھی قہر و سناں کے طوفان میں بابا کو یوں کھڑے دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ ہامہ اس طوفان کی زد میں کیوں نہیں آ رہا۔ بابا ان کی پریشانی پر دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔ ''شانور! میں نے تمہارا یہ طوفان دیکھ لیا ہے اب تم میرے بگولے کی تباہی دیکھنا۔'' یہ کہہ کر بابا نے اپنا دامن جھٹکا اور اس میں سے تلاطم برپا کرتی ہوئی ہواؤں کا طوفان پیدا ہوا اور آناً فاناً زوردار بگولوں کی صورت میں ہر سو پھیل گیا۔ بگولے نے شانور، ہمہم اور غول بیابانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان کی چیخ و پکار کی آوازوں سے بگولے کی شدت بڑھ گئی۔

بنی نوع انسان اس بگولے کو دیکھ کر سہم گئے۔ یہ بگولا اتنا زوردار تھا کہ ان کی بستیاں تاراج ہو گئیں، جانور اور فصلیں اس کی لپٹ میں آ کر تنکوں کی طرح بکھر گئیں۔ بابا دامن کو برابر جھٹک رہے تھے اور دامن سے ایک نیا بگولا پیدا ہو کر دوسرے بگولوں میں شامل ہو جاتا۔ بگولے میں ارواح خبیثہ کے جسم جلنے سے بدبو پھیلنے لگی۔ بابا نے ماحول میں تعفن دور کرنے کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کچھ پڑھنے کے بعد پھونک ماری تو خوشبو کا ایک جھونکا فضا میں معطر ہواؤں کی طرح پھیل گیا۔

بگولوں نے پورے علاقے کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ بابا بگولوں کی تباہی کا اندازہ نہیں کر سکے تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ ہواؤں کو جنات کے وجود سے تسخیر کر کے جب انہیں بگولوں کی شکل دی جاتی ہے تو وہ اپنے راستے میں آنے والی ہر شے کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ ان بگولوں میں جنات کی مخفی طاقتیں کارفرما ہوتی ہیں جنہیں صرف وہی روک سکتا ہے جو اسے پیدا کرتا ہے۔ بابا کو کافی دیر بعد

احساس ہوا کہ انہوں نے شانور اور اپنے باپ کو پکڑنے اور مارنے کے لئے بگولے کو جنم دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اس کا احساس انہیں اس وقت ہوا جب ان کے حصار کے قریب آگ سی سلگنے لگی اور اس میں سے جنات کا گروہ باہر نکلا۔ یہ آتشی جنات کا وہ گروہ تھا جو مہلا بیل کے دربار سے وابستہ تھا۔ مہلیل انہیں سرفروش کہتا تھا۔ یہ سرکش اور بہادر جنات مہلا بیل سردار کے اشارہ ابرو پر اپنی گردنیں کٹوا دیتے تھے۔

بابا انہیں دیکھ کر حیران ہوئے۔

"ہامہ تمہیں یرد سرکار نے بلایا ہے۔" سرفروش جنات کے ایک سردار نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا تو بابا کا ماتھا ٹھنکا۔

"خیریت تو ہے میرے بھائی؟" بابا نے نرمی سے پوچھا۔

سرفروش جنات کا یہ گروہ بابا کے رتبہ اور طاقت و دانائی سے آگاہ تھا اور بابا کے ساتھ کئی معرکوں میں شریک ہوا تھا۔ اس نے اکھڑے لہجے میں کہا

"ہامہ! تم نے یہ بگولے پیدا کر کے بہت برا کیا ہے۔ تم نے اپنی عاقبت تباہ کر لی ہے۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟" بابا نے کہا۔ "میں نے تو ابلیس کے ہرکاروں کو ختم کرنے کے لئے بگولے پیدا کئے تھے۔"

"مگر تم یہ بھول گئے کہ ان بگولوں نے انسانی آبادیوں کو بھی تباہ کیا ہے۔ ان کی املاک اور جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ ہمارے آقا یرد کو معلوم ہے کہ تم نے چند شیاطین مارنے کے لئے بگولے پیدا کئے ہیں۔"

"اے میرے بھائی مجھے ایک بات بتاؤ۔" بابا قدرے پریشان ہو کر بولا۔ "کیا بگولے پیدا کرنا جرم ہے؟"

"ہاں...... قوانین جنات میں یہ بات ناپسند کی جاتی ہے اور یہ ضابطہ طے ہے کہ بگولے صرف ویران علاقوں میں ہی پیدا کئے جائیں کیونکہ انسانوں پر خوف و دہشت طاری ہو سکتی ہے اور ان کے نیک و صالح لوگ جنات کے خلاف کمر بستہ ہو جائیں گے جس سے شیطان کی جیت ہو گی۔ کیونکہ ابلیس یہی چاہتا ہے کہ انسان و جنات کے درمیان نفرت بڑھے اور انسان جو جنات پر بھی حاکم و عامل ہے وہ اس مخلوق کو برباد کر دے۔"

بابا پریشان ہو گئے۔ واقعی اس بات سے لاعلم تھے کہ بگولے پیدا کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ بگولے تو ہر جن کا ہتھیار ہوتے ہیں۔ قدرت نے اسے ایسی محیر العقول طاقتوں سے نوازا ہوا ہے کہ انسانی عقل انہیں دیکھ کر دم بخود رہ جاتی ہے۔ سرفروش جنات کا سردار بولا۔

"اے ہامہ! ہر جن کو یہ سبق پڑھایا جاتا ہے کہ وہ ابلیس کے خلاف جب طاقت استعمال کرے تو اسے زیادہ ڈھیل نہ دے کیونکہ زیادہ ڈھیل کی وجہ سے وہ اپنے مکر و فریب سے اسے پھانس لیتا ہے اور انسانوں میں موجود اپنے نمائندوں کو جنات کے خلاف اکسا دیتا ہے۔ جس کے بعد اس کے ہرکارے انسانی آبادیوں میں جا کر انہیں جنات کے خلاف گمراہ کرتے ہیں۔ چونکہ عام انسان جنات اور شیطان میں فرق معلوم نہیں کر سکتا لہٰذا شیطان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ شیطان کے ہرکاروں نے تمہارے خلاف یہ ہتھیار استعمال کیا ہے۔ اس کے ہرکاروں نے بابل میں ڈھنڈورا پیٹ ڈالا ہے اور یرد کے دربار میں جا کر انصاف طلب کیا ہے۔ اس لئے آقا نے ہمیں بھیجا ہے کہ تمہیں پکڑ کر لائیں۔"

بابا کو یرد کے دربار میں ایک مجرم کی طرح پیش کیا گیا تو بابا نے یرد کو پوری تفصیل بتائی اور یہ بھی کہا کہ وہ مہلا بیل آقا کے حکم سے وادی شرارہ کے شیاطین کو ختم کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہ جنگ جو کئی سالوں تک محیط رہی جس کی وجہ سے بابا کو بابل جانے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ یرد نے بڑے تحمل کے ساتھ پورا معاملہ سنا پھر کہا۔ "میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو مگر بگولے پیدا کرنا ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ تم نے اپنی وحشت اور غضب کے ذریعے انسانی آبادیوں کو تباہ کیا ہے۔ اس پر تمہیں سزا ملے گی۔"

بابا نے یرد کے حکم پر سر جھکا دیا اور کہا۔ "اے آقا میں تمہارے حکم سے فرار نہیں چاہتا۔ تو بہتر انصاف کرنے والا ہے۔ میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تمہاری سزا یہ ہے کہ تم آئندہ انسانی اور جناتی آبادیوں میں نہیں رہو گے۔ تمہیں پانیوں کی سرزمین پر بھیجا جا رہا ہے۔ تم وہاں اکیلے رہو گے اور خدائے ذوالجلال سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو گے۔"

پانیوں کی سرزمین بابل سے کوسوں دور تھی۔ سوائے جنات کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ سرسبز پانیوں سے سرفراز علاقہ جنت ارضی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مہلا بیل نے جب عجمی ممالک کی سرکوبی کے لئے مہمات بھیجی تھیں تو یرد ایک دستہ کے ساتھ اس خطہ جنت ارضی کی طرف نکل گیا تھا۔ یہ علاقہ خوبصورتی میں بے مثال تھا اس کے میٹھے پانیوں میں لطافت و تازگی اور طاقت تھی۔ دور دور تک لہلہاتے درخت اور پھلدار پودے علاقے کی خوبصورتی بڑھاتے تھے۔ یہاں ایک بہت بڑا دریا تھا جو بابل کے دریائے دجلہ سے زیادہ وسیع اور گہرا تھا۔

"اے ہامہ تو اس علاقے کو آباد کرے گا اور اس وقت کا انتظار کرے گا جب ہماری اولاد اس سرزمین پر قدم رکھے گی۔"

بابا اداس ہو گیا تھا مگر اس نے خوشدلی سے سزا قبول کی اور اسی وقت اسے بابل بدر کر دیا گیا۔

سرفروش جنات کا گروہ انہیں چھوڑ کر آیا تھا۔ بابا نے جب اس سرزمین کی لطافت و تازگی دیکھی تو ان کی کائنات ہی بدل گئی۔ اتنا خوبصورت اور زرخیز علاقہ دیکھ کر ان کے دل میں امنگ پیدا ہوئی کہ کاش ان کی سزا اب کبھی نہ ختم ہو۔ ”اے مہربان مہمان۔ کیا تم جانتے ہو وہ علاقہ کون سا تھا؟“

سازیہ نے مجھے مخاطب کیا تو میں نے کہا۔ ”نہیں میں نہیں جانتا۔“

”یہ سرسبز اور پر اسرار خطہ ارض بعد میں مصر کہلایا۔ جنات اسے میٹھے پانیوں کی سرزمین کہتے تھے۔ میرے بابا نے اس خطے میں اپنی محنت سے اس کی زرخیزی اور پر اسراریت میں اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے چپے چپے پر بیٹھ کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگی اور اس کے ذرے ذرے سے پھل اور غلبہ پیدا کیا۔“

سازیہ نے ایک بار پھر داستان کی کڑیاں جوڑتے ہوئے کہا۔ ”بابا ماہ و سال تک اس علاقے میں رہے۔ انہیں اعمش یاد آتا تو بہت روتے۔ اپنی بیوی کا خیال آتا تو ہجر غم میں بلکتے رہتے۔ ایسے میں انہیں شانور اور اپنے باپ پر غصہ آتا۔ انہوں نے وہاں بے پناہ عبادت و ریاضت کی اور اللہ پاک سے دعا مانگی کی یارب انہیں ایسی قوت و حکمت عطا کر کہ وہ غول ابلیس کا جب مقابلہ کریں تو ان کے قدم ایک بار بھی لڑکھڑا نہ پائیں۔

ایک روز بابا نیل کے دریا کے کنارے چل رہے تھے۔ آسمان پر بادل تیر رہے تھے ماحول خاصا خوشگوار تھا مگر ان کا دل اداس تھا۔ وہ برسوں سے اس سرزمین پر تھے۔

انہیں ایک بار بھی کسی ذی حس کا وجود نظر نہیں آیا تھا مگر اس روز چلتے چلتے ان کے کانوں میں کسی کے سرگوشی میں بولنے کی آواز آئی۔ یوں لگا جیسے ہوا پر کسی نے دستک دی ہے اور ان کے گرد کھنچے ہوئے پر اسرار قید خانے کے مقفل دروازے کو کسی نے کھٹکھٹایا ہے۔

”سنو!“ وہ جو کوئی بھی تھی۔ نہایت آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

بابا نے ہواؤں کو سونگھا، زمین کی پاتال تک نظر دوڑائی دریا کے پانی کے اندر دیکھا مگر انہیں کوئی وجود نظر نہ آیا۔

”سنو!“ وہ نقرئی کھنک سے بھرا لہجہ تھا۔ ”ہامہ! مجھے دیکھو۔ مجھے سنو۔“

بابا اس غیر مرئی وجود کو گردوپیش میں تلاش کرنے لگے۔ وہ حیران ہو رہے تھے کہ یہ کون ہے جو اس سے اسرار کے پردوں میں رہ کر سرگوشیاں کر رہی ہے اور سامنے نہیں آ رہی۔

”تم کون ہو؟“ بابا نے اشتیاق و حسرت سے کہا۔ ”میرے سامنے آؤ۔ میں برسوں سے اپنے کسی ہم جنس کو دیکھنے کے لئے ترس گیا ہوں۔“

”سنو!“ وہی لہجہ وہی انداز ہواؤں پر دستک دیتے ہوئے ان کی سانسوں میں اتر گیا۔ ”میں

بھی تم سے ملنے کے لئے بے تاب ہوں۔ مجھے محسوس کرو کہ میں کون ہوں۔“

بابا کے اندر ایک خوشگوار سی مہک اتر گئی۔ ان کے رگ و پے میں تازگی اور امنگوں کا سیلاب امڈ آیا۔ وہ اپنے وجود پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ ”تم میرے سانسوں میں حلول کر گئی ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟“

”نہیں تم خود بتاؤ کہ میں کون ہوں؟“ اس کے لہجے میں اب شوخی اور شرارت تھی۔ بابا سوچنے لگے کہ یہ شعلہ و شبنم وجود کون ہو سکتا ہے جس کے دم سے ان کی سانسوں میں خوشبوئیں بھر گئی ہیں اور وجود میں آتش جوان بیدار ہو رہی ہے۔

بابا نے اپنے علوم کو پکارا اور ان کی مدد سے غیر مرئی پردوں میں چھپے ہوئے وجود کو تلاش کرنا چاہا مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہے۔

”ہامہ......او ہامہ!“ اب اس کھنکتے لہجے میں شرارت تھی۔ ”تمہارا علم اور سب گیان دھیان رہ گیا ناں۔ تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو۔ مگر دیکھ نہیں پا رہے۔“

”تم کون ہو اور کیوں یہ تجسس پیدا کر رہی ہو۔“ بابا کو اس کی شوخی پر غصہ آ رہا تھا۔ ”اگر تم نے میرے سامنے نہیں آنا تھا تو یوں مجھے پکارنے کی کیا ضرورت تھی؟“ بابا نے جھنجھلاتے ہوئے ایک بار پھر علوم کی طاقت سے راز پنہاں کو آشکار کرنا چاہا تھا۔

”ہامہ تو صدیوں تک اپنے علم کو پکارتا رہے گا مگر مجھے تلاش نہیں کر پائے گا۔“ وہ ایک بار پھر بابا کو چھیڑنے لگی۔

بابا غصیلی نظروں سے آواز کے ماخذ کی جانب دیکھنے لگے۔ انہیں اسرار کے پردوں میں قوس قزح کے شوخ اور رقصاں رنگوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ قوس قزح کے سارے رنگ مہین دبیز پردوں کی طرح فضاؤں میں لہرا رہے تھے۔ ظاہری اور باطنی دنیا کے رنگ و پے میں غیر مرئی لمس کا احساس بھرا ہوا تھا۔ بابا علوم کی دنیا سے باہر آئے اور نیل کے پانی کو دیکھنے لگے جو مستانہ روی سے اپنے کناروں کے درمیان بہہ رہا تھا۔ بابا دریا کے کنارے بیٹھ گئے ان کا دل بہت اداس تھا اور چہرے سے افسردگی ٹپک رہی تھی۔

”ہامہ۔ میں تمہارے سامنے آ جاؤں؟“ وہ سرگوشی ایک بار پھر فضا کے لبوں سے نکلی تو [illegible] امید بھری نظروں سے آواز کی سمت دیکھا۔ پھر سر گرا کر سوچوں میں کھو گئے۔

”ہامہ تم جیسے عظیم اور شجاع جن زادے کو اس طرح اداس اور پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اس بار وہ کسی مدبر کی طرح بولی اور سمجھانے لگی۔ ”تم یہاں صدیوں سے مقید ہو۔ تم نے اس ارض فشاں کو

سبزہ و آب سے بھر دیا ہے۔ مگر تمہارا دل اب بھی اداس ہے۔ اے ہامہ تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارا دل اداس کیوں ہے؟“

ہامہ نے آہ بھری اور حسرت ناک لہجے میں بولے۔ ”اے شرر فشاں تو میرے دل کے تاروں کو کیوں چھیڑ رہی ہو۔ مجھ بے کس و بے ثبات سے کیا سننا چاہتی ہو“

”میں تم سے بہت کچھ سننا چاہتی ہوں ہامہ۔ میں جانتی ہوں کہ تو کون ہے اور تیری آنے والی صبحیں اور شامیں کیسی ہوں گی۔“

”یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ میری صبحیں اور شامیں کیسی ہوں گی مگر تو مجھے یہ کیوں نہیں بتاتی کہ تو کون ہے۔ تجھے مجھ میں زیادہ دلچسپی کیوں ہے۔ تو میرے سامنے کیوں نہیں آتی؟“ بابا نے ناراض لہجے میں کہا۔

فضا میں نقرئی اور خوشگوار قہقہہ گونجا۔

”تیری یہ بے تابی قلب میں جانتی ہوں۔“ وہ بولی۔ ”اچھا تو پھر میں آ رہی ہوں۔ مگر ایک وعدہ مجھ سے کرنا پڑے گا۔“

”کیسا وعدہ؟“ بابا اٹھ کھڑے ہوئے۔

”یہ کہ جب تک میں نہ تجھے اپنے بارے میں بتاؤں تم مجھ سے کچھ نہیں پوچھو گے۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“ بابا نے حیرانی سے کہا۔ ”جب تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم کون ہو، کہاں سے آئی ہو، کیوں آئی ہو اور تمہیں کس نے بھیجا ہے تو میں تم سے باتیں کیسے کروں گا۔ کیا تم گونگی بہری بن کر مجھے ملو گی۔“

وہ بابا کی بات سن کر خوشگوار قہقہے لگنے لگی۔ ”ہامہ تم نے دلچسپ پہلو نکالا ہے۔ واقعی اگر میں تمہیں پابند کر دوں گی تو تم مجھ سے باتیں کیا کرو گے۔ تم بے حد ذہین ہو۔“

بابا کی پریشانی اب ڈھل چکی تھی اور وہ اس کی باتوں میں دلچسپی لے رہے تھے۔

”اچھا اب زیادہ باتیں نہ کرو۔ میرے سامنے آ جاؤ۔“

”مگر عہد تمہیں پھر بھی کرنا پڑے گا۔“ وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

بابا نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”تمہیں اس عہد سے کیا حاصل ہوگا؟“

”مجھے اس سے بہت کچھ حاصل ہوگا۔ فی الحال میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتی۔“

”ٹھیک ہے وعدہ کیا۔“

اسی لمحہ بابا کی آنکھوں کے سامنے فضا کا سینہ چاک ہوا اور ایک گوہر آبدار حسن کا چشمہ آبشاروں جیسی ٹھنڈک اور روانی لئے ہوئے جلوہ گر ہو گیا۔ آفتابی آنکھوں اور ماہتابی چہرے پر تابانی

فطرت کے جلوے رقصاں تھے۔ اس نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ ترشیدہ قامت اور چال میں وقار و تمکنت لئے جب بابا کے سامنے ہواؤں کے دوش پر لہراتی ہوئی ٹھہری تو بابا کی آنکھوں کے سامنے قوس قزح کے سارے رنگ ساکت ہو گئے۔ اس کے تاباں چہرے سے قوس قزح پھوٹ رہی تھی۔

”تم؟“ بابا کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”نہیں۔ یہ سوال نہ کرنا۔“ اس کا شیریں و میٹھا لہجہ نظروں کی شوخی و طراوت لئے ہوئے تھا۔

بابا دم بخود خاموشی سے اسے دیکھنے لگے۔ انہوں نے زندگی میں اس درجہ کمال کا حسن نہیں دیکھا تھا۔

”مگر یہ تو بتا دو کہ تم آدم زادی ہو یا جن زاد؟“ بابا خاموش نہ رہ سکے۔ ”آسمان سے اتری ہو یا زمین کا خوشہ نور ہو؟“

”ہامہ میں نہ زمین کا خوشہ ہوں نہ آسمان سے اتری ہوں۔ میں تو اس کائنات میں بکھری خوشبوؤں کا پیرہن ہوں۔“ وہ عالم تصور میں کھو کر بولی۔ ”مجھے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ دیکھا جا سکتا ہے مگر چھوا نہیں جا سکتا۔ مجھے صرف وہی چھو سکتا ہے جو زمان و مکان کی قید سے مبرا ہو۔ نباض فطرت ہو، جمال ساز ہو۔“

بابا پر اس کے ساحرانہ وقار اور سحر انگیز گفتگو نے بے حد اثر کیا اور اسے عقیدت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

”میں زمانے کی آلائشوں سے پاک ہوں۔ وہ روح ہوں جس کی تلاش میں تم جیسے نیک و صالح اور شجاع جنات اور انساں سرگرداں رہتے ہیں۔ میرا پیرہن وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔“

اس نے نیل کے پانی کی طرف دھکا اور بولی۔ ”ہامہ۔ اس دریا کے پانی کو دیکھو۔ یہ فردوس بریں پر ارض آسماں کا تحفہ ہے۔ یہ کتنا شریں اور جاں ساز پانی ہے۔ اسے پیو اور آنے والوں کو بھی پلانا۔ میں آج تمہارے پاس آئی ہوں اور پھر بھی آتی رہوں گی۔ تم مجھے جب بھی سچے دل سے پکارو گے میں آؤں گی۔“

”میں تمہیں کس نام سے بلاؤں تو تم آؤ گی؟“ بابا نے پوچھا۔

”تم مجھے ذوالناس کہہ کر پکارنا۔“ وہ بولی۔ ”میرا نام ہر دور میں بدلتا ہے۔ اس عہد میں میرا یہی نام ہے۔ لو میں جا رہی ہوں۔“

”ٹھہرو...... تمہیں خدائے ذوالجلال کی قسم ہے ابھی نہ جانا۔ کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔“ بابا یکدم اچھل

اٹھے۔

"نہیں ہامہ مجھے جانا ہے اور پھر تمہارے پاس واپس آنا ہے۔ میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے آئی تھی۔"

"کیسی خوشخبری؟" بابا نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ دیکھو۔ ادھر جہاں سے نیل کا پانی بہتا ہوا یہاں آ رہا ہے۔ ادھر ایک نیا شہر آباد ہوگا۔ وہ آنے والا ہے۔ جس کے لئے تجھے اس فسوں کار زمین پر بھیجا گیا۔ جس کے لئے تم نے زمین کو آباد کیا۔ وہ آ رہا ہے۔ جاؤ اور اس چوکی پر کھڑے ہو جاؤ۔ خدا کا وہ بندہ اپنے رفقا کے ساتھ آ رہا ہے۔ وہ تیرے لئے خوشخبری بھی لائے گا۔"

بابا نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ذوالتاس۔ وہ کون ہے اور یہاں کیوں آ رہا ہے۔ کیا اس سے بھی کوئی خطا ہوگئی ہے؟"

"نہیں وہ خطا نہیں کرتا۔ وہ تو خطا کاروں کو راہ راست پر لاتا ہے اس کا نام اخنوخ ہے۔ یرد کا بیٹا ہے۔ اس پر اس کی سرزمین تنگ ہوگئی ہے۔ بابل سے ارض مقدس تک خدا کے نافرمان اور سرکش انسانوں کی اکثریت ہوگئی ہے۔ بدی ہر سو پھیل رہی ہے۔ ابن آدم لعنت و ذلت میں گرفتار ہے۔ اخنوخ اس پر آشوب دور میں نیکی اور روشنی کا نشان ہے۔ تم تو یہاں قید کر دیئے گئے۔ اس بات سے غافل رہے کہ بابل کی سرزمین نے کتنے عذاب جھیلے ہیں۔ اے ہامہ اخنوخ اللہ کے رسول ہیں۔ آنے والی نسلیں انہیں حضرت ادریس کہیں گی۔ اے ہامہ اللہ نے اپنے اس مقرب اور محبوب بندے کو قلم کی طاقت عطا کی ہے وہ جو کہتا ہے وہ لکھتا بھی ہے۔ اللہ نے اسے آسمان پر پھیلے ہوئے ہزاروں ستاروں کا علم بھی دیا ہے۔ وہ نجوم و جعفر کے علوم پر دسترس رکھتا ہے۔ اس نے گمراہ انسانوں کو بچانے کے لئے اپنے علوم سے بھی رہنمائی حاصل کی ہے۔ وہ بیماروں کو شفا بھی دیتا ہے۔ اللہ نے اسے طب و حکمت سے نوازا ہے۔ اے ہامہ آگے بڑھ اور اس صبح روشن کا استقبال کر جب وہ یہاں آئے گا تو یہ خطہ فردوس اس کے قدم چومے گا۔"

بابا اس کی باتیں سن کر دم بخود تھے۔ ذوالتاس جس طرح آئی تھی اسی طرح چلی گئی۔ بابا اس کے جانے کے بعد اداس تو ہوئی مگر انہیں ایک اعلیٰ وارفع مقصد کی خاطر اپنے دل کی رونقوں کو فراموش کرنا پڑا۔ اس دور میں بابا بہت زیادہ عبادت گزار ہو گئے تھے۔ ان کے سجدوں کی نیل کی سرزمین گواہ ہے۔ بابا خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرتے اور ذکر الٰہی میں غایت درجہ حد تک مستغرق رہتے تھے۔ ان کی جبیں پر سجدے ٹیکنے سے نشان پڑ گئے اور آہیں و سسکیاں بھرتے ہوئے گلا رندھ جاتا۔ آنکھیں رو رو کر متورم ہوگئیں۔ بابا اصولوں کے پابند اور قانون فطرت پر جان قربان کرنے کے لئے

تیار رہتے تھے۔ اس لئے انہیں جب یرد نے بابلیوں کے حلقہ ارادت سے نکال کر نیل کی سرزمین پر بطور سزا بھیجا تو انہوں نے خندہ پیشانی سے اسے قبول کیا تھا۔ اب جب انہیں ذوالتاس نے یہ خبر سنائی تھی کہ عنقریب یہ سرزمین مرجع خاص بننے والی ہے تو ان کے اندر توانائی کی ایک تازہ لہر ابھری۔ وہ روزانہ پہاڑی پر چڑھ کے اس جانب دیکھتے رہتے جدھر سے بابلیوں کا قافلہ آنا تھا۔ بابا نے ان کے استقبال کے لئے راستے سنوار دیئے تھے۔

بابا آخر وہ دن آ ہی گیا جس کے انتظار میں نیل کی سرزمین مدتوں سے منتظر تھی۔

بابا نے دور سے اس قافلے کی چاپ سن لی تھی۔ وہ دیوانہ وار فضاؤں کا سینہ چیر کر ان کے استقبال کے لئے پہنچ گئے۔

اللہ کے نبی کا قافلہ سرزمین نیل پر پہنچ گیا تھا۔ اونچے اور مضبوط قد و کاٹھ کے بابلی اپنے پالتو جانوروں پر سوار تھے۔ بابا نے آگے بڑھ کر قافلے کے عظیم سالار کی قدم بوسی کی اور بے تابی سے ہر شخص کے ہاتھ چومنے لگے۔ اس وقت وہ خود بھی ایک انسان کے روپ میں تھے۔ پاکباز ہستیوں کے علاوہ کوئی نہ جان سکا کہ ان کے جو دیوانہ وار شخص ہاتھ چوم رہا ہے وہ کون ہے۔ وہ اس سے استفسار کرنے لگے کہ وہ کون ہے۔ بابا نے انہیں یہ بتا کہ مطمئن کر دیا کہ وہ راستہ بھول کر یہاں آ گیا تھا۔ بابا ان کے ساتھ ہی سرزمین نیل پر رہنے لگے اور اس پورے خطے کے جغرافیے اور موسموں اور خوراک سے انہیں آگاہ کیا اور ان کے لئے پہاڑوں میں غاریں کھود کر انہیں وہاں رہنے کے لئے رہائش گاہیں بنا دیں۔ بابلی ان کی ہر کام میں لگن محنت اور مہارت دیکھ کر حیران ہوتے اور برملا کہتے کہ واللہ یہ شخص انسان نہیں جن ہے۔ بابا ان کی باتوں پر دل ہی دل میں مسکراتے رہتے۔

"اے ہمارے مہمان۔ اس سے آگے کی داستان انتہائی پر اسرار اور ناقابل یقین حد تک خوفناک ہو جاتی ہے۔ یہ اس عہد کی تاریخ ہے جب انسان نے پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا اور مخفی و آفاقی علوم کی تبلیغ کی داغ بیل ڈالی۔ تم دیکھ رہے ہو۔ گفتگو کے دوران کئی پہر سرک گئے ہیں، آؤ میں تمہیں ان پہاڑ سے تمہاری دنیا کی ایک جھلک دکھاؤں۔" میں اس کا ہاتھ تھام کر ساتھ ہولیا اور وہ مجھے پہاڑ کے آخری سرے پر لے گئی۔

آسمان کی بلندیوں سے ہم کلام اس چوٹی سے نیچے دیکھنے پر نظریں دھندلا جاتی تھیں اور قلب و ذہن پر تھرتھراہٹ سی ہونے لگتی تھی۔

"اس پہاڑ سے نیچے تمہاری دنیا ہے۔ آلائشوں اور محبتوں کے آمیزے میں لتھڑی ہوئی دنیا۔" سارہ کے لہجے میں یاسیت تھی۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظریں چرا کر بولی۔ "اے ہمارے ہمدرد انسان۔ میں

جانتی ہوں کہ تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو۔"

ہاں میں اس کی آنکھوں میں اپنی دنیا کی سفا کی دیکھ چکا تھا لہٰذا میں نے مارے ندامت کے کچھ نہ کہا اور پہاڑ سے جھک کر اپنی دنیا کو تلاش کرنے لگا۔

یہ وہی ظالم لمحات تھے جب میں پوری محویت کے ساتھ تا حد نگاہ زمین کے نقوش ڈھونڈ رہا تھا جب مجھے اگر کے پودے کے سلگنے کی خوشبو محسوس ہوئی۔ ہماری دنیا میں اگر کی لکڑی کو اگر بتی کہا جا ہے۔ یہ پودا صدیوں سے زمین پر آباد ہے۔ اس کی خوشبو ذہنوں کو مسخر کر دیتی ہے۔ جنات پر اس کی خوشبو مدہوشی طاری کر دیتی ہے اس لئے اس لکڑی کو جلا کر ماحول کو جنات کے وجود سے پاک کیا جا ہے۔ مجھے ہمیشہ سے "اگر" کی خوشبو پسند ہے۔ میں نے مدتوں بعد اسے سونگھا اور لمبی لمبی سانسیں بھرنے لگا۔ میرے پورے وجود میں راحت سی گھل گئی اور میں نے سرشاری و مستی کے عالم میں سار کی جانب دیکھا۔ میری طرح اس پر بھی اگر کی خوشبو اثر کر گئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کئے جھوم رہی تھی او اس کے لبوں سے سسکیاں نکل رہی تھیں۔ میں اپنی راحت میں یہ بھول ہی گیا کہ جنات کو قابو کرنے کے لئے جب عملیات و وظائف کے چلے کاٹے جاتے ہیں یا جب چوکی لگائی جاتی ہے تو ہر عا خوشبویات سے دھونی بھی سلگاتا ہے۔ خوشبویات کا یہ دھواں جنات پر مدہوشی طاری کر کے انہیں کمزو کر دیتا ہے۔

"ساریہ۔ دیکھو کس قدر لطف دے رہا ہے یہ اگر کا دھواں۔" میں نے عالم مدہوشی میں ا مخاطف کیا۔ اس کے براق لبادے کو نرم رو خوشبودار ہوائیں جھولے دے رہی تھیں اور وہ لہرا رہی تھی بل کھا رہی تھی، اس کے بال ہواؤں میں بکھر رہے تھے اور اس کے لبوں سے نکلنے ولی سسکیاں چیخو میں بدل رہی تھیں۔

اس لمحہ میں چونک اٹھا۔ مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ ساریہ "اگر" کے سحر میں آ گئی تھ اس کی سحر انگیز خوشبو نے اس کے ذہن کو قابو کر لیا تھا۔ جنات جب "اگر" اور عملیات اور وظائف کے تحت زیر کر لئے جاتے ہیں تو ان کے حقیقی خدوخال واضح ہو جاتے ہیں۔ یہ جب انسانوں کے ساتھ ملتے ہیں تو اپنی مخفی قوتوں کے ذریعے انسانوں جیسا روپ اختیار کر لیتے ہیں اور اگر اس حال میں کوئی عامل ان پر عمل کر لے تو وہ مدہوش ہوتے ہوئے اپنے اصلی روپ میں آ جاتی ہیں۔

ساریہ کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس کا براق لبادہ سیاہی مائل ہو گیا اور اس کا اجلا اجلا چ گندمی مائل اور جھریوں زدہ ہو گیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ساریہ ایک خوفناک جن زادی کی اختیار کر گئی۔ وہ بال جن کے لہرانے سے فضاؤں میں خوشبویات بکھر جاتی تھیں اور بادلوں کو ڈھا لیتی تھی، اب ساکت و بے جان اور مرجھائے ہوئے اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور اس

چہرہ ان میں چھپ گیا تھا۔

میرے خواب و خیال اور تصورات کے سارے محل زمین بوس ہو گئے۔ وہی ساریہ جس کے حسن دلسوز سے فضائیں معطر اور مہک آلود ہو جاتی تھیں اور جس کے حریری آنچل تلے میں نے کئی مدہوش ساعتیں گزاری تھیں، جس کے رخ تاباں سے فطرت رنگ و نور میں نہا جاتی تھی اور جس کے ابرو چشم سے دل مصلوب ہو جاتے ہیں، جس کے گھنے، سیاہ اور دراز بالوں سے ہوائیں اٹھکیلیاں کرتی تھیں تو ہر سو خوشبوئیں پھیل جاتی تھیں۔ جس کے خدوخال میں ایک شوخ و شنگ اور چنچل حسینہ کے جلوے تیرتے رہتے تھے "اگر" کی خوشبو نے جب اس پر سحر آ گئی اور طاری کر دیا تو اس کا باطن ظاہر ہو گیا۔ اس کی اصلیت سامنے آ گئی اور اس کا پیکر حقیقی ایک دلخراش تلخ اور بھیانک روپ لئے میرے سامنے تھا۔ صدیوں کی خاک میں لتھڑا ہوا جھریوں زدہ ایک مریل سا وجود تھا تو اں میرے سامنے ڈہیہ گیا تھا۔ وہ سسکیاں بھرتی ہوئی خاک آلود ہو رہی تھی اور اس کا بدن سکڑتا ہوا پہاڑ کی آخری چٹان پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے دیپ بجھ چکے تھے اور وہ حسرت و یاس اور ملتجی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"ساریہ!" میں نے اسے مخاطب کیا تو اس کی آنکھوں میں موہوم سی امیدی کا دیا ایک لمحہ کے لئے بھڑکا۔

"ساریہ۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو یوں لگا جیسے میرے ہاتھ میں کوئی سیال دار چکناہٹ والی شے آ گئی ہو۔ میں نے دیکھا تو اس کے میلے کچیلے جھریوں زدہ ہاتھوں کی سیاہ کھال پگھل رہی تھی بالکل ایسے جیسے کوئی ربڑ کی شے گرم بھٹی کے پاس رکھ دی جائے تو وہ آہستہ آہستہ نرم ہو کر پگھلنے لگتی ہے۔ ہاتھوں میں چپچپاہٹ ہوئی تو مجھے کراہت سی ہونے لگی اور ابکائی آئی۔ ساریہ کے معطر وجود سے تعفن آ رہا تھا۔ میں جب ابکائی کے لئے ڈکارا تو ساریہ کی آنکھوں کے بجھے چراغ ایک لمحہ کے لئے دوبارہ جلے تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپک پڑے۔ میں نے سوچا یہ وہی ہاتھ تھے جنہیں تھام کر میں خراماں چلتا تھا اور خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھتا تھا لیکن آج اس کے حقیقی پیرہن کا زبوں حال روپ دیکھ کر مجھے ابکائی آ رہی تھی۔ میں نے خود پر لعنت ملامت کی اور دل میں سوچا۔ "عابد تم کتنے خود غرض ہو۔ آج تمہیں اس پیکر جمال سے نفرت ہو رہی ہے جس کا روپ سروپ اور قربت تمہیں حیات بخش لمحات بخشتی تھی۔"

میں سوچنے لگا کہ ساریہ کی مدد کیسے کروں۔ مجھے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا اور میرے سامنے ساریہ فرزند جنات ہامہ کی اکلوتی بیٹی سسک سسک کر مر رہی تھی۔

فضا میں ''اگر'' کا دھواں بتدریج بڑھ رہا تھا اور مجھے بھی اپنے ذہن و قلب پر وجد اور ؛ محسوس ہو رہا تھا۔ میں پریشان تھا کہ یہ دھواں کہاں سے اٹھ رہا ہے اور کون اسے سلگا رہا ہے۔ مجھے خیال آیا کہ شاید پہاڑ کے نیچے ''اگر'' کے درختوں میں آگ لگنے سے یہ دھواں آ رہا ہے جب میں نے پہاڑ سے جھک کر دیکھا تو مجھے یہ خیال بدلنا پڑا۔ میں سوچنے کے ساتھ ساتھ ؛ ساریہ کی طرف بھی دیکھ رہا تھا جو موت کی سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ پھر میں نے سوچا کہ مجھے ہامہ آگاہ کرنا چاہئے۔ لیکن جب میں نے صورتحال کا جائزہ لیا تو مجھے اپنا یہ ارادہ بھی بدلنا پڑا۔ مجھے تھا کہ جب تک ''اگر'' کا دھوں یہاں موجود رہے گا کوئی بھی جن اور دوسری ارواح نہیں آ سکیں گ

دھواں بتدریج بڑھ رہا تھا اور پہاڑوں کے ٹھنڈے ماحول میں اس کی خوشبو نے پورے کو متوالا کر دیا تھا۔ یکا یک میرے ذہن میں چکا چوند پیدا ہوئی اور خیال پیدا ہوا کہ میں خود اس کا کیوں نہ کروں۔ میرے بزرگوں نے مجھے کچھ وظائف ایسے عطا کئے ہوئے تھے جو نسل در نسل ؛ منتقل ہوئے تھے مگر میں نے انہیں کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ میں نے چھ سات برس کی عمر میں وظائف سیکھ لئے تھے۔ اس زمانے میں میرے دادا جب اپنے آستانے واقع کچاراوی میں بیٹھتے وہ مجھے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مجھے ان علوم سے کوئی رغبت نہیں تھی مگر اس پیشے کو گھر کی کھیتی کرتے ہوئے مجھے بھی پراسرار علوم کی شد بدھ تو تھی ہی لیکن میں حتی الامکان کوشش کرتا تھا کہ علوم کے گورکھ دھندے میں نہ ہی پڑنا پڑے۔ مگر آہستہ آہستہ جب میں بلوغت کی سرحدوں ـ گیا تو مجھے ان علوم کی افادیت و اہمیت اور خاندانی مجبوریوں کے باعث اس طرح آنا پڑ گیا تھ جن حالات و واقعات سے گزر رہا تھا یہ سب بھی ان علوم کے نتیجے میں ہو رہا تھا۔ میں جب حیا بابا بالی کی مدد کرنے کے لئے آیا تھا اس کے بعد مجھ پر جو حالات گزرے قارئین کو ان سے مفصل کر چکا ہوں۔ اس تہہ در تہہ داستان میں ابھی کئی داستانیں ہیں۔ اگر زندگی رہی تو آپ کے گوش رکرتا رہوں گا۔ آیئے ایک بار پھر میں آپ کو ان ظالم لمحات کی داستان سناؤں جب ساریہ م وادی میں غرق ہو رہی تھی اور میں نے اسے بچانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

میں نے جھٹ سے تیمم کیا اور ساریہ سے ایک قدم ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اندازے سے منہ کی جانب کیا اور پھر اپنے گرد ایک حصار قائم کیا اور اپنے اسلاف کا عطا کیا ہوا ایک وظیفہ پڑھنا کیا۔ میں دس منٹ تک آنکھیں بند کر کے وظیفہ کا ورد کرتا رہا۔ وظیفے کی تعداد کا تعین کرنے میں انگلیوں پر گنتی کرتا جا رہا تھا۔ جب بھی کوئی عامل وظیفہ پڑھتا ہے یا ''چوکی'' لگاتا ہے تو و تعداد کا خاص خیال رکھتا ہے۔

میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ جونہی میں نے وظیفہ شروع کیا تھا ''اگ

ہو میں تلاطم اور تلخی پیدا ہو گئی تھی۔ دس منٹ کے بعد جب میں نے وظیفے کا ایک دور ختم کیا تو ے ذہن سے ''اگر'' کا طلسم ختم ہونے لگا اور بوجھل ذہن پرسکون اور ہلکا ہو گیا تھا۔ میری آنکھوں ،حجاب ظاہری اتر گئے تھے اور قلب و نظر کی کشادگی نمایاں ہو گئی تھی۔ مجھے ''اگر'' کی فضا میں چھپے ے طلسمی تار و پود نظر آنے لگے تھے اور آہستہ آہستہ وہ تمام خرافات نمایاں ہونے لگی تھیں جنہوں ماحول کو سنگین و تلخ بنا دیا تھا۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو میرا بدن حرارت سے سلگنے لگا تھا اور میں نے دیکھا کہ ساریہ کا وجود سیال کی طرح بوند بوند پتھروں پر ٹپک رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے ساریہ پر کیا ہوا ''اگر'' لسم ختم کر دیا تو وہ ایک نیا پیکر لے کر اٹھ پڑے گی۔ اللہ نے جنات کو ہر روپ اختیار کرنے کی ن دی ہے۔ اس کا ذہن جونہی سحر سے آزاد ہو گا وہ اپنی قوتوں کے ساتھ دبیدار ہو جائے گی۔

مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری مخفی قوتیں بیدار ہو رہی ہیں۔ لہٰذا میں نے پورے اعتماد کے ساتھ ا وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ اس وظیفہ سے قبل ہر عامل چوکی کے سامنے خوشبیات سے انگیٹھی ا ہے اور وظیفہ یا عمل پڑھنے کے بعد اس پر پھونک مارتا جاتا ہے۔ مجھے ساریہ کے وجود سے اس عمل ہر نکالنا تھا جس نے خوشبویات میں گھل کر اس کے رگ و پے میں اپنی کالونیاں بنا لی تھیں اور اسے ا ر رہا تھا۔

میں اب آنکھیں کھول کر پڑھائی کر رہا تھا۔ جونہی میں نے پہلی پڑھائی کے بعد ساریہ پر ب ماری تو ''اگر'' کے ماحول میں ناقوس کی آواز گونجی۔ آواز میں نے مندروں اور ایسی جگہوں پر ی جہاں کالا علم کرنے والے عامل جاپ کرتے ہیں۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا تھا اور میں ایک لحاظ لسم کے ماخذ تک پہنچ گیا تھا۔

اس دوران میں تین مرتبہ پڑھائی کے بعد ساریہ پر پھونکیں مارتا رہا تھا۔ جب چوتھی بار اس پر ب ماری اور پھر پاس سے دو کنکریاں اٹھا کر ان پر پھونک مارنے کی بعد انہیں ساریہ کے اوپر دیا۔ کنکریاں لگتے ہی ساریہ کے مردہ بدن کو جھٹکا لگا اور مجھے اپنا وظیفہ کارگر ہوتا ہوا نظر آنے میں نے دل میں رب ذوالجلال کا شکر ادا کیا اور ایک نیا وظیفہ پڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔ یہ وظیفہ نے اپنے اور ساریہ کے گرد مشترکہ حصار قائم کرنے کے لئے پڑھا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ جس طرح صار قائم کر کے غیر مرئی دشمن قوتوں سے محفوظ ہو کر وظیفہ پڑھ رہا تھا اب ساریہ بھی ان غیر مرئی طانی قوتوں سے محفوظ ہو جائے۔

میں نے جونہی وظیفہ پڑھنے کے بعد حصار سے باہر نکل کر ساریہ کے گرد حصار قائم کرنا چاہا تو مجھے شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ اس کے عقب میں ناقوس بجنے کی آواز شدید ہو گئی اور اگر کی معطر

خوشبو کی بجائے بدبودار ہوا چلنے لگی۔ یوں لگا جیسے بہت سارے مردہ جانور ہمارے گرد پھینک دیے گئے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ شیطان عامل مجھے ساریہ تک نہیں پہنچنے دینا چاہتا اسی لئے اس نے کالا علم پڑھ کے فضا کو ناگوار بنا دیا ہے اور پورے ماحول میں ارواح خبیثہ کے پہرے بٹھا دیئے ہیں۔ اگر میں اس وقت عمل پڑھ کے حصار سے باہر نہ آتا تو یقیناً دشمن کا وار مجھ پر کارگر ہو جاتا لیکن وظیفے نے مجھے دشمن کے وار سے بچا لیا تھا۔

میں نے جلدی سے ساریہ کے گرد حصار باندھ دیا اور پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ شیطانی قوتیں حصار کے اندر داخل نہیں ہو سکتی تھیں اور نہ ہی ان کی ناگوار شیطانی بدبودار ہوئیں ہم پر اثر انداز ہو سکتی تھیں۔ وہ حصار کی غیر مرئی اور پراسرار دیواروں سے سر ٹکرا کر رہ جاتیں اور ان کی شوریدہ سری یونہی بے دم ہو جاتی۔

حصار کے باہر سے ماحول خاصا خوفناک اور بھیانک ہو گیا تھا۔ تیز گہرا اور خوفناک اندھیرا مسلط ہو گیا تھا اور بادلوں کے ساتھ گرج چمک بھی بڑھ گئی تھی۔

میں نے اپنا عمل تیز کر دیا۔ اس دوران پانی کی سخت ضرورت پیش آ رہی تھی۔ اگر مجھے کہیں سے پانی مل جاتا تو میرا عمل تیزی کے ساتھ وقوع پذیر ہوتا۔ میں نے اپنا یکا یک ایک خیال کے تحت حصار سے باہر کی دنیا کو دیکھا۔ باہر موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ حصار سے باہر نکالا اور چلو بھر بارش کا پانی لے کر ہاتھ اندر کھینچنا چاہا تو مجھے محسوس ہوا جیسے بہت سی قوتوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ یہ بات دیکھنے سے نظر نہیں آ رہی تھی مگر محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی وجود اپنے آہنی ہاتھوں سے میرا ہاتھ تھام کر مجھے باہر کھینچ رہا ہے۔ میں نے ایک وظیفہ پڑھ کے اپنے ہاتھ پر پھونک ماری اور زوردار نعرہ لگا کر ہاتھ اندر کھینچ لیا۔ اسی لمحہ حصار سے باہر کسی کے اذیت ناک انداز میں چیخنے کی آواز آئی۔ جب میں نے ہاتھ حصار کے اندر کیا تو میرے ہاتھوں میں سیاہ بالوں کا ایک گچھا سا آ گیا۔ انہیں دیکھتے ہی میرے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا حصار کے باہر تڑپ رہا تھا۔ اس کے بال میری مٹھی میں تھے جو اس کی موت پر مہر لگا سکتے تھے۔ پانی میرے ہاتھوں سے گر گیا تھا لہٰذا میں نے سیاہ بالوں کے گچھے سے ایک نیا تجربہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس دوران ساریہ کے بدن میں حرکت پیدا ہو چکی تھی اور اس کی بند آنکھیں دھیرے دھیرے کھل رہی تھیں۔ میں نے بالوں کا گچھا سامنے رکھا اور قریب پڑے دو صاف ستھرے پتھر اٹھا کر انہیں آپس میں رگڑ کر ایک شعلہ پیدا کیا اور بالوں کے گچھے کو اس کی آگ سے سلگانے میں کامیاب ہو گیا۔ جونہی بالوں نے آگ پکڑی حصار سے باہر ارواح خبیثہ کی مخصوص چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ میں نے وظیفہ پڑھنے کے بعد بالوں کی آگ بھڑکا دی اور اس کے ساتھ ہی میں نے آنکھیں بند کر کے ایک

ذر وظیفہ پڑھ کے حصار کے اس جانب پھونک ماری جدھر سے میں نے پانی حاصل کرنے کے ہاتھ بڑھایا تھا۔ وہاں یکدم آگ سی بھڑکی اور ایک نہایت کریہہ شکل کی بدروح کی شبیہ اس میں ی۔ اس دوران بال جل کر ایک چٹکی بھر خاک میں بدل گئے۔ میں نے وہ راکھ اس شبیہ پر پھینکی تو لدوز چیخ مار کر غائب ہو گئی۔

"ساریہ خود کو سنبھالو۔" میں نے اسے حوصلہ دیا۔ "میں نے کالا علم کرنے والے ایک شیطان پھیلائے ہوئے جال کو توڑ دیا ہے۔ اگر تم خود کو بہتر محسوس کر رہی ہو تو میری مدد کرو۔"

ساریہ نے ہوشربا انگڑائی لی اور اپنی فطری جبلت کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ اس کا پگھلتا ہوا وجود اخ چٹانوں کے پیکر میں ڈھلنے لگا اور رگیں ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہو کر اس کا پیراہن شنے۔ آنکھوں میں وحشت بڑھ گئی اور دراز بالوں سے تند و تیز طوفان نمودار ہونے لگے۔ وہ میرے منے کھڑی ہوئی تو اس کا جسم طویل سے طویل تر ہونے لگا۔ اس کا سر مجھے آسمان سے چھوتا ہوا نظر آ تھا۔ بال اس قدر دراز تھے کہ قدموں کو چھو رہے تھے۔ اس کے دونوں پاؤں اندر کو مڑے ہوئے اور ناخنوں سے بے نیاز تھے۔ جنات کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں پر ناخن نہیں ہوتے۔ بال کے قدموں میں ناگ کی طرح پھنکار پھنکار کر لہرا رہے تھے۔

"اے ہمدرد انسان۔ تو نے مجھے ایک شیطان سے بچا کر ناموس جنات کی حفاظت کی ہے۔ اب زندگی بھر تمہاری مطیع رہوں گی۔ مجھے حکم دو کہ میں کیا کروں۔ اگر کہوں تو اس پہاڑ کو بنیاد سے کر اس وادی پر پھینک دوں؟" اس نے نشیب کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں ساریہ ایسا نہیں کرنا" میں جانتا تھا کہ جنات اپنی فطری جبلت اور قہر و غضب کے وں مجبور ہونے کے بعد بستیوں کو تہ و بالا کر دیتے ہیں۔ "آرام سے یہاں بیٹھو اور جیسا میں کہوں اہی کرو"

اس دوران میں نے آخری عمل پڑھا اور خود پر پھونک مارنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"ساریہ اس وقت تمہارا بابا کہاں ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اپنے مسکن سے نکل کر یہاں پہنچنے والے ہیں۔" وہ مسرت آمیز لہجے میں چیختے ہوئے ل"بابا اس شیطان کو مار کر ڈالے گا۔ بابا بہت غصے میں ہے۔"

میں حصار سے باہر نکلا اور اپنی باطنی آنکھوں کو کھول کر دیکھنے لگا۔ حصار سے باہر ارواح خبیثہ ے جلے ہوئے وجود پڑے تھے اور وہ سسک سسک کر دم توڑ رہی تھیں۔ ساریہ نے پاؤں کی ٹھوکر سے ی زندگیوں کی ڈوریں کاٹ دیں۔ اسی لمحہ بابا اپنے محافظوں کے ساتھ آ گیا۔ ساریہ کو اس حالت دیکھ کر وہ سکتہ میں آ گیا۔ پہلے اس نے میری طرف دیکھا پھر ساریہ کو دیکھ کر بولا۔ "ساریہ! تم اس

کے سامنے اصلی شکل میں کیوں آئی ہو؟''

سار یہ کے بولنے سے پہلے میں بول اٹھا۔''اے عظیم ہامہ! اب پردے رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔اگر تمہارا خیال ہے کہ میں جنات کے اصلی روپ کو دیکھ کر ڈر جاؤں گا تو اب تمہیں یہ خیال بدلنا ہوگا۔میں نے اپنے خوف کو اتار دیا ہے۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''بابا تمہیں معلوم ہے میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔'' سار یہ قدرے بگڑ کر بولی۔

ہامہ بیٹی کی ناراضگی کا سبب جان کر بولا۔''ہاں میں جانتا ہوں مگر بیٹی تم جانتی ہو کہ اس شیطان نے پورے ماحول کو جس طلسم میں جکڑا ہوا تھا اس میں جنات دخل نہیں ہو سکتے تھے۔اللہ نے اس نوجوان کے ذریعے ہماری مدد کی ہے۔اے نوجوان تم نے میری بٹی کی جان بچا کر مجھ پر ایسا احسان کیا ہے جسے میں رہتی سانسوں تک بھول نہ پاؤں گا۔''

ہامہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

''اے عظیم ہامہ! میں نے تم پر نہیں بلکہ اپنے اوپر احسان کیا ہے۔تم صدیوں سے انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے آ رہے ہو۔کیا میرا اتنا بھی فرض نہیں بنتا کہ میں تمہاری بیٹی کی حفاظت کرتا۔''

ہامہ آگے کو جھکا اور اس نے میرے ہاتھوں کو چوم کر کہا۔''اے نوجوان اللہ تجھے شیطان اور اس کے حواریوں کے خلاف جہاد کرنے کی توفیق دے۔آؤ واپس چلتے ہیں۔تم وہاں آرام کرنا اور میں اپنے محافظوں کو اس شیطان کی سرکوبی کے لئے بھیج دیتا ہوں۔''

''اے ناموس جنات کے رکھوالے جن زادے۔'' میں نے تدبر کے ساتھ کہا۔''مجھے یقین ہے کہ تمہارے جنات اس شیطان کے پجاری کو ختم نہیں کر سکیں گے۔اس نے اپنی گھاٹ کے گرد طلسم قائم کیا ہوگا۔اس لئے تم جنات کو جانیں قربان کرنے کی بجائے مجھے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جانے دو۔''

ہامہ میری بات سمجھ گیا اور بولا''اے نوجوان! میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں اور تمہاری بات کو تسلیم بھی کرتا ہوں لیکن میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گا۔میں خود تمہارے ساتھ جاؤں گا۔''

''نہیں اے عظیم ہامہ! میں تمہاری جان خطرات میں نہیں ڈالنا چاہتا''

''میری جان کو اب کوئی خطرہ نہیں۔'' ہامہ بولا۔سار یہ سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے وہ مبارک تعویذ اتار دیا تھا جو جنات کو جادوگروں کے طلسم سے بچاتا ہے۔'' اس نے اپنی بیٹی کو سرزنش کی اور کہا ''سار یہ آئندہ یہ خیال رکھنا تعویذ کے بغیر تم اب کہیں نہیں جایا کرو گی۔''

''میں بابا کی ہدایات پر عمل کروں گی۔''

اسی لمحہ مجھے سار یہ کی آواز بدلی ہوئی محسوس ہوئی۔میں نے پلٹ کر دیکھا۔سار یہ ایک بار پھر

انسانی روپ میں کھڑی تھی اور اس کا ہوشربا دل سوز حسن بے مثال تر و تازگی لئے ہوئے تھے۔آنکھوں میں وہی طلسمی مسکان تھی اور بالوں سے خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں۔

سار یہ کے لبوں پر مستی کھیل رہی تھی اور آنکھوں میں شرارت کا ایک نیا طوفان تھا۔اس کے نین نقش پہلے سے زیادہ قیامت خیز ہوشربائی لئے ہوئے تھے اس کے خدوخال قدرے تبدیل ہو گئے تھے جو اس کے نئے روپ کا غماز تھے۔وہ کھلتے ہوئے گلابوں کی طرح نظر آ رہی تھی اور لگتا تھا جیسے وہ کچھ دیر پہلے کسی جاں ناک سانحے سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔یہ بھی جنات کا ایک روپ تھا جس کا میں بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔سار یہ کے روپ میں جنات کی عجیب و غریب نفسیات نظر آ رہی تھیں۔میں نے اپنے میاں جی (والد) سے یہ سنا ہوا تھا کہ جنات عقل و خرد سے کام نہیں لیتے ان کے اندر نیکی کی بجائے بدی یعنی شر زیادہ غالب رہتا ہے۔اس کا مطلب یہ تھا کہ جب جنات کے ساتھ برائی کی جائے یا وہ قہر و غضب میں مبتلا ہوں تو آسانی سے ٹھنڈے نہیں ہوتے۔ان کے غضب کی فطری آگ انہیں انتقام پر اکساتی ہے اور ان کے چہروں پر خوشیوں اور طمانیت کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔سار یہ اور اس کے باپ کے ساتھ کچھ دیر پہلے جو بیتی تھی اور میرے سامنے وہ قہر و غضب کا اظہار بھی کرتے رہے تھے مگر لمحات میں ان کے غضب ناک تیور خوشدلی میں بدل گئے۔

میں سار یہ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا تو وہ اپنے باپ سے کہنے لگی۔''بابا! تم اسے معصوم سمجھتے تھے مگر یہ تو راز دار علوم ہے۔یہ سب جانتا ہے۔''

ہامہ پہلی بار کھلکھلا کر ہنسا تھا' وہ بولا۔''بیٹی! یہ انسان ہے ہی کایاں میں صدیوں سے ان کے ساتھ چلتا آ رہا ہوں مگر آج تک اشرف المخلوقات پر حاکم اس روح کو نہیں سمجھ پایا۔''

''آپ میرے بارے میں غلط اندازے لگا رہے ہیں۔'' میں ان کی باتیں سن کر شرمندہ ہو گیا۔میرے پاس کوئی ایسا علم نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ کہہ سکوں کہ میں جنات کو اپنا اسیر بنا سکتا ہوں۔''

''تم کسر نفسی سے کام لے رہے ہو مہربان جوان!'' ہامہ ٹھنڈے میٹھے لہجے میں بولا۔''اگر تمہیں علوم پر دسترس حاصل نہ ہوتی تو آج میں اپنی اکلوتی بیٹی سار یہ سے محروم ہو چکا ہوتا۔'' ہامہ کا لہجہ اچانک گلوگیر ہو گیا اور صدیوں کے زخم الفاظ کا جامہ پہن کر نوک زبان پر آ گئے۔''میں نے اپنی باقی ساری اولادیں کھو دی ہیں۔اے نوجوان' اب صرف سار یہ بچی ہے میری ایک بیٹی پہلے بھی اسی جگہ پر ''اگر'' کی خوشبو نے مسخر کر کے مار ڈالی تھی۔'' ہامہ بات کرتے کرتے ہانپنے لگا اور اس کی آواز گاڑی کے کھڑکھڑاتے انجن کی طرح سنائی دینے لگی۔اس کی گرم گرم سانسوں کے تھپیڑے میرے چہرے کو

جھلسانے لگے ماحول یکدم سوگوار ہو گیا۔ ساریہ کی شوخی ڈھل گئی اور باپ کے زخموں سے رسنے والی یادوں کے لہو کو دیکھ کر سسکنے لگی۔

''میری وہ بیٹی ساریہ سے زیادہ ذہین تھی مجھے اپنے بیٹوں کی طرح اس پر بھی اعتماد اور فخر تھا۔ وہ پر اسرار علوم اور تدبر میں کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ وہ میرا سایہ بن کر رہتی تھی.../. تجھے میں کیا بتاؤں اے نوجوان! میری وہ بیٹی سبا میرے لئے کتنا بڑا سہارا تھی۔ سبا کو بھی ''اگر'' کے دھویں نے نگل لیا تھا۔ میں سبا بیٹی کو نہیں بھول پا رہا۔ آج ساریہ بھی۔'' اگر کا شکار ہونے لگی تھی مگر تم نے بچا لیا۔ میں تمہارا ممنون ہوں اور تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میری سانسیں قائم ہیں میری دنیا آباد ہے۔ میرے یہ محافظ اور میری ناموس کے رکھوالے زندہ ہیں۔ سب تیرے اشاروں پر قربان ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔'' ہامہ جذباتی ہو رہا تھا۔

میں نے ہامہ سے پوچھا۔'' اے عظیم ہامہ! تمہاری بیٹی سبا کو ''اگر'' کے دھویں نے کیسے مار دیا؟'' ''میں سمجھ رہا ہوں تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔'' ہامہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔'' اگر کی یہ خوشبو قاتل جنات ہے اور یہ جگہ بھی مقتل جنات بن چکی ہے۔ میں نے سب کو منع کیا ہوا ہے کہ وہ یہاں نہ آیا کریں۔ مگر جنات میں تابعداری کا فقدان ہے اے خاکی انسان! بدگمان اور جاہل مخلوق ہے ان پر حکمرانی اور حاکمیت کرنے کے لئے بہت حوصلے اور تدبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ ساریہ میرے ایک اشارے پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ مگر اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا ہوگا کہ اس جگہ پر آنا منع ہے۔''

''بابا...... میں بھول گئی تھی'' ساریہ باپ کی ناراضگی محسوس کرتے ہوئے بولی۔

''تمہیں ہرگز یہ بات نہیں بھولنی چاہئے تھی۔ تم جانتی ہو کہ تم میرے لئے کیا حیثیت رکھتی ہو تم اپنے بوڑھے باپ کے اعصاب کا امتحان لے رہی ہو۔ حالانکہ تم اور یہ سب جنات جانتے ہیں کہ صدیوں سے شیاطین اور ابن آدم کے ساتھ محو جنگ رہنے کے باوجود میں نے کبھی ہار نہیں مانی۔ لیکن اپنی بیٹی کو آج ہلاکت میں دیکھ کر میرا دل دھڑک گیا ہے۔ لگتا ہے ہامہ کمزور ہو گیا ہے۔'' ہامہ کا دل رو رہا تھا وہ کہہ رہا تھا میں کمزور ہو گیا ہوں مجھے بیٹی کی محبت نے مار دیا ہے۔

باپ تو آخر باپ ہے' یہ خون کا رشتہ بھی کیا چیز ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اولاد کا غم اور اس کی تکلیفیں دیکھ کر بلبلانے کا حق صرف اسے ہی حاصل ہے۔ ماں باپ کا رشتہ تو بے زبان جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔ چڑیا کا بچہ ہو یا شیر کا یا کسی سانپ کا، کیڑے مکوڑوں میں بھی ماں باپ کا اپنی اولاد کے ساتھ رشتہ جذباتی زنجیروں سے جکڑا ہوتا ہے۔ مگر انسان ان بے زبان جانوروں کیڑے مکوڑوں کے سامنے ان کی اولادیں جدا کر کے انہیں بیدردی سے مار ڈالتا ہے۔ جنات چونکہ عام انسانوں کی

ں اور نظروں سے دور اور اوجھل ہیں ان کی سماجی معاشرتی زندگی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ کے درمیان رشتوں کی کیا اہمیت ہے۔ اس سے بھی کوئی آگاہ نہیں۔ اس لئے انسان اپنے سوا ی مخلوقات کے جذباتی رشتوں کا احساس نہیں کر پاتا۔ انسانوں کے بعد جنات ہی ایسی مخلوق ۔ جن کی سماجی زندگی ابن آدم جیسی ہے۔ ان کی معاشرتی زندگی میں بھی وہی پیچیدگیاں اور مسائل شتوں کی ٹوٹ پھوٹ اور خاندانی عصبیب اور چھوٹی موٹی باتوں پر لڑائی جھگڑے اور محبت وعشق سائل بھی انسانوں جیسے ہیں...... ان کی پیشہ وارانہ زندگیاں بھی انسانوں سے مختلف نہیں ہیں۔ مگر سے بڑا فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہوا کے اندر رہنے کی اجازت فرمائی۔ یہ ہوائی ، خاکی مخلوق (زمین پر رہنے والی ظاہری مخلوق) کو اس طرح نظر نہیں آتی جس طرح ہوا کو دیکھا جا سکتا البتہ اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ البتہ جنات اپنے علم و تدبر کے ذریعے جب ظاہری روپ ر کرنا چاہتے ہوں، وہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔

ہامہ اور ساریہ کے درمیان روایتی باپ بیٹی کے گلے شکوے ہو رہے تھے ساریہ اپنی صفائی پیش ہی تھی اور ہامہ اسے بار بار نصیحتیں کر رہا تھا' ڈانٹ بھی رہا تھا اور خوفناک نتائج سے ڈرا بھی رہا

شام ڈھل رہی تھی ہامہ نے مجھے اور ساریہ کو ساتھ لیا اور اپنے مسکن میں آ گیا مجھے اس دوران لجھنیں درپیش تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا ہامہ اتنا ہی کمزور ہے کہ وہ مقتل جنات سے نہیں بچ ۔ حالانکہ وہ صدیوں سے شیاطین کو نیست و نابود کرتا آ رہا ہے اس نے کئی ابلیس نما انسانوں کا بھی ۔ کیا ہوگا مگر وہ اس معاملے میں بہت کمزور تھا مجھے جب کسی بات کی سمجھ نہ آئی تو میں نے اس سے ت کر ہی لیا۔

''ہامہ مجھے ایک بات کی الجھن ہو رہی ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ تم ''اگر'' جلانے والوں کو ختم نہیں کر پا رہے؟''

ہامہ نے حسرت ناک آہ بھری اور کہا۔'' میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جنات بہت طاقتور ہونے وجود بہت کمزور بھی ہیں۔ ان کی نسل اب کم ہو رہی ہے۔ جنات مر رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنات علمی طور پر کمزور ہو گئے ہیں اور انسان علمی طور پر زیادہ مضبوط ہو گیا ہے۔ یعنی جو پر اسرار علم سیکھ لیتا ہے وہ جنات اور ارواح خبیثہ کو مسخر کرنے کے لئے ایسے ایسے ہے جس سے ان کی رگ جاں پکڑ لی جاتی ہے۔ ان کے ذہن مفلوج کر دیئے جاتے یسی ایسی خوشبویات جلاتے ہیں جو مخفی مخلوق کے ذہنوں کو کمزور کر دیتی ہیں۔ کو یہ کہہ رکھا ہے کہ وہ عامل انسانوں سے دور رہیں۔ شہری اور دیہی قبرستانوں سے بھی اپنی

آبادیاں ختم کر دیں۔ کیونکہ اکثر عامل انہی جگہوں پر بیٹھ کر جنات اور ارواح خبیثہ کو گرفتار کرتے ہیں۔ مگر یہ ضدی اور خودسر مخلوق بات کو نہیں مانتی وہ کہتی ہے کہ ہم جن جگہوں پر صدیوں سے آباد ہیں انہیں کیسے چھوڑ کر جائیں۔ جس طرح ایک انسان اپنی آبائی جگہ کو چھوڑنے پر مائل نہیں ہوتا اسی طرح جنات ان مقامات اور آبادیوں سے دور نہیں جاتے۔ اے ہمارے مہربان انسان! ہم شیطان اور غول بیابانی کا مقابلہ تو کر سکتے ہیں ہم ان پر غالب بھی آ جاتے ہیں مگر ایک نیک صالح اور شیطان انسان پر غالب نہیں آ سکتے...... کمزور انسانوں کو تنگ بھی کر لیتے ہیں مگر جب بھی کوئی مخفی علوم پر قادر طاقتور انسان کوئی وظیفہ یا عمل کرے گا جنات کی شامت آتی ہے۔''

''تم یہ صدیوں سے شیطانی انسانوں سے کیسے بچتے رہے ہو؟'' میں نے ہامہ سے چبھتا ہوا سوال کیا۔'' اگر علوم کی طاقت ایک انسان کو فرشتہ بنا سکتی ہے تو وہ علوم کے غلط استعمال سے شیطان بھی بن جاتا ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق یہ علوم کی طاقت وہ خوفناک شے ہے جو کائنات میں بکھری ہوئی ہوائی مخلوق کو اپنا مطیع بنا لیتی ہے۔ ان لہروں' ان شعاعوں کو الگ الگ قید کر لیتی ہیں جن کے دم سے پوری کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ ان طاقتور علوم کی دسترس سے تم کیسے بچے رہے ہامہ؟ حالانکہ تم نیک ہو اور پراسرار علوم پر تمہیں دسترس بھی ہے۔''

''تم نے بہت اچھا اور گہرا سوال پوچھا ہے۔'' ہامہ کہنے لگا۔ ''میں شیطانی انسانوں سے کیسے بچتا رہا ہوں۔ یہ اگر بتا دیا تو ابن آدم! انسانیت اور جنات کی ادھوری داستان کا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔ اس کی تفصیلات بھی تمہیں بہت جلد بتاؤں گا البتہ تمہیں یہ بتا دوں کہ میں نے شیطان انسان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر عہد میں تم جیسے صالح اور بہادر انسانوں سے کام لیا ہے۔ بدی کا مقابلہ کرنے کے لئے نیکی کو سامنے لایا ہوں۔ اللہ نے مجھے توفیق دی اور ہر علاقے میں مجھے ایسے ایسے بہادر انسانوں کا ساتھ میسر رہا ہے، جن کے تیشہ ہائے فکر و عزم نے ابلیس نما انسانوں کی عبادت گاہیں ختم کر دیں۔''

''ہامہ کیا ایک جن انسان کے ساتھ دوبدو جنگ نہیں لڑ سکتا؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف ایک صورت میں لڑ سکتا ہے اور وہ صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ جن یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اسے اس انسان کے ساتھ جنگ میں جان کی بازی بھی لگانی پڑ سکتی ہے ایک طاقتور انسان کے ساتھ جنگ میں جنات عموماً زخمی یا ہلاک ہو جاتے ہیں۔''

''لیکن میں نے یہ سنا ہے کہ جنات عموماً انسانوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ انسانی بستیوں کو تاراج کرتے اور ویرانوں سے انہیں خوفزدہ کرتے ہیں۔ ان کے خوف سے لوگ ان کا سامنا نہیں کر پاتے۔''

''یہ بات بھی درست ہے۔ صالح جنات ایسا نہیں کرتے شرپسند جنات اور

انسانی بستیوں میں جا کر شرارتیں کرتی ہیں۔ جنات کے بارے میں مبالغہ آرائی کی جاتی ہے اور ان پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جنات قوانین فطرت کے تحت انسانی بستیوں میں خوف و ہراس نہیں پھیلا سکتے۔ اگر کوئی جن ایسا کرے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے اور پھر اگر کوئی طاقتور انسان اس سرکش جن کو قابو کر لے تو جنات کی برادری اس کا ساتھ نہیں دیتی۔''

''تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں سمجھا نہیں۔'' میں نے الجھی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ ساریہ اس کے عقب میں دھندلا سایہ بن کر کھڑی تھی۔ وہ میرے سوال پر دیدے پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ تو میں نے سوال کو واضح کیا۔ ''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی عامل کسی جن کو ناحق پکڑے تو کیا تمہاری برادری اس کی مدد کرتی ہے؟''

''ہاں۔ ہم ضرور مدد کرتے ہیں اور عامل سے معاملہ طے کر کے اس کو چھڑا لیتے ہیں۔''

''معاملہ کیسے طے کرتے ہو؟'' میں نے تجسس سے سوال کیا۔

''اس کے کئی طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ تو یہ ہوتا ہے کہ ہم عامل کو اس جن زادے یا جن زادی کے بدلے میں رقم مہیا کرتے ہیں۔ دوسرا اہم طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اس عامل کے پیر و مرشد یا گرو کے ذریعے اسیر زدہ جن کو چھڑاتے ہیں۔ اگر وہ عامل نہ مانے تو بہ امر مجبوری وہ جن عامل کے پاس رہتا ہے مگر جونہی عامل کوئی غلط حرکت کرتا ہے یعنی اپنی حفاظت سے غافل ہو تو وہ جن اسے مار ڈالتا اور اس کی قید سے رہا ہو جاتا ہے۔ بعض عامل بہت اچھے اور نیک ہوتے ہیں۔ جن اس سے اس قدر مانوس ہو جاتا ہے کہ عامل کی نئی نسلوں کی خدمت اور حفاظت کرتا ہے۔''

''جنات عموماً پیروں فقیروں کے درباروں اور آستانوں پر بھی رہتے ہیں' انہیں وہاں اسیر کر کے رکھا جاتا ہے یا عقیدت کے تحت وہاں رہتے ہیں؟''

''اے نوجوان' جنات ان درباروں اور آستانوں پر علم حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ باطنی علوم کے ماہر یہ بزرگان جنات کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں اور جنات بھی ان کے مقام کا شعور رکھتے ہیں لیکن جن آستانوں یا درباروں پر غلط قسم کے لوگ براجمان ہوتے ہیں صالح جنات وہاں نہیں جاتے۔ البتہ شیطانی مخلوق جنات کا روپ اختیار کر کے وہاں رہتی ہے اور معصوم انسانوں کو باور کراتی ہے کہ وہ جنات ہیں۔ اے ہمارے معزز مہمان سنو! شیطان نیکی کی آڑ میں بدی پھیلاتا ہے۔ کم عقل اور جاہل انسانوں کو معجزات دکھا کر انہیں شریعت سے گمراہ کرتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کرتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے جب تم فرزندان ابلیس کے چنگل سے فرار ہو کر صحرا میں پہنچے تھے تو تمہاری میری ملاقات ایک بزرگ کے آستانے پر ہوئی تھی۔ ہم نیک بزرگوں کے مزارات پر حاضریاں دیتے ہیں۔ یہ سب ارواح کی دنیا کے معمولات ہیں۔ تم ان کی حقیقت جاننا چاہتے ہو تو خود

کواس راہ علم میں غرق کردو۔ تم پر پراسرار دنیا کے اسرار کھل جائیں گے۔"

ہامہ نے اس روز مجھے ظاہری و باطنی دنیا کے بارے میں اور جنات کے معمولات وعقائد کے بارے میں آگاہ کیا۔ اس کی باتیں سن کر مجھے پراسرار علوم سے دلچسپی ہونے لگی ویسے بھی میں جن حالات سے گزر رہا تھا یہ ان کا تقاضا تھا کہ میں مخفی طاقتوں کے حصول کے لئے دلچسپی لوں۔ ہامہ مجھ پر بے حد مہربان ہو گیا تھا لہٰذا میں نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا اور کہا۔" ہامہ! تم نے انسانیت کی بے حد خدمت کی ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم نے پہلے بھی ہماری مدد کی ہے۔ نوجوان' اب کہو تم اور کیا کرنا چاہتے ہو۔" اس نے پوچھا۔

میں اس آگ کو بجھا دینا چاہتا ہوں جو"اگر" کے دھویں سے سلگتی ہے اور جنات کو قتل کر دیتی ہے۔" میں نے مصمم ارادے سے کہا۔

ہامہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔"نہیں میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم سے پہلے بھی ایک نوجوان"اگر" کی آگ بجھانے گیا تھا۔ مگر پھر لوٹ کر نہیں آیا۔ اس ظالم شیطانی انسان نے اسے مار دیا۔"

"ہامہ! اگر تم نے مجھے اجازت نہ دی تو میں پھر بھی اس شیطان کی تلاش میں نکل پڑوں گا۔"

"سنو اے جذباتی نوجوان! سید کبیر جیسے پاک باز اور نیک بزرگ نے اس شیطان کو گہرا گھاؤ دیا تھا۔ اس کے بعد ساری شیطانی قوتیں ان کے خلاف سرگرم ہو گئیں اور پھر انہیں شہید کر ڈالا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی امتحان میں مبتلا ہو جاؤ۔ آرام سے یہاں رہو۔ جب تک میں جنات و شیاطن کی داستان مکمل نہیں کر دیتا تم کچھ نہیں کرو گے۔" ہامہ نے سخت لہجہ میں مجھے منع کر دیا۔

"کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے کہ میں اس شیطان کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ حالانکہ تم نے دیکھ لیا ہے میں نے وظائف کی طاقت سے ساریہ کو بچا لیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ساریہ جاؤ اسے لے جاؤ اور سمجھا دو کہ یہ فی الحال "اگر" کی تلاش میں نہیں جائے گا۔" ہامہ کے لہجے میں پیار بھری سختی تھی۔

ساریہ مجھے باہر لے آئی اور مجھے لبھاتی رہی کہ میں اگر سلگانے والے کا خیال دل سے نکال دوں۔ مگر میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ ہامہ کو اس عذاب سے بچا کر رہوں گا۔ مجھے بار بار وہ مناظر یاد آ رہے تھے کہ ساریہ کس طرح بے بسی کی موت مر رہی تھی۔ میں نے ساریہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اس کی زندگی ختم کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میری جذباتی اور انتقامی باتیں سن کر وہ دھیرے دھیرے سے مسکرانے لگی اور مجھ سے پوچھنے لگی۔"تم نے مجھے کیوں بچایا تھا؟"

"یہ تم جانتی ہو کہ میں تمہیں کیوں بچا رہا تھا۔" میں نے جواب میں کہا۔"تم یہ جانتی ہو کہ ناموس جنات کے حفاظت کرنا اب میرا بھی فرض ہے۔"

"بس صرف یہی ایک بات تھی؟" اس کے ریشمی اور خوشبوؤں سے معطر بال ہوا میں سرشاری سے لہرا رہے تھے۔

"ہاں ایک اور بات بھی تھی۔" میں نے صاف صاف کہہ دیا۔"مجھے تم اچھی لگتی ہو۔"

"صرف اچھی؟" ساریہ نے خیال انگیز لہجے میں پوچھا۔

میں خاموش رہا تو وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔"تم نے ابھی تک شادی نہیں کی؟"

"نہیں!" میں اس سوال پر شرما کر رہ گیا۔

"کوئی لڑکی ملی نہیں کیا؟" اس نے بے جھجک سوال کیا۔

"تم کیسی باتیں پوچھ رہی ہو۔" میں نے شرمیلے پن سے کہا۔

"میں اگر ایک بات کہوں تو مانو گے؟" وہ بولی

"اب کیا بات کرو گی؟"

"مجھ سے شادی کرو گے؟" اسے نے بغیر جھجکے سوال کیا تو میں اچھل پڑا۔

"کک..... کیا؟" میں بت بن کر اس کا منہ دیکھنے لگا۔" یہ کیسے ممکن ہے۔ میں ایک انسان ہوں اور تم جن زادی۔"

"کیا تمہیں صرف اس بات پر اعتراض ہے کہ میں آگ سے بنی ہوئی ایک عورت ہوں اور تم خاک سے پیدا کئے گئے ایک مرد ہو؟" اس نے بے باک نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"تو کیا یہ خاص بات نہیں ہے یہ ناممکن ہے ساریہ۔ دو مختلف مخلوقوں میں شادی کیسے ہو سکتی ہے؟" میں نے جرأت کر کے اسے سمجھانا چاہا۔ حالانکہ میرے دل میں ساریہ کے لئے گداز پیدا ہو چکا تھا۔ اس وقت ہم ایک درخت کے پاس کھڑے تھے جس کے پاس ہی پتھروں سے بنی ہوئی ایک قبر تھی۔ ساریہ قبر کے پاس چلی گئی اور میں درخت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ کیا ایک انسان جن زادی سے شادی کر سکتا ہے۔ یہ تصوراتی بات حقیقت کا روپ کیسے اختیار کر سکتی ہے۔ اس لمحہ ساریہ واپس پلٹی اور میری آنکھوں میں اپنی روشن و مخمور آنکھیں ڈال کر بولی۔"عابد! اگر میں کہوں کہ یہ شادی ہو سکتی ہے تو پھر تمہارا جواب کیا ہو گا؟"

اس کی بات سن کے میں لرز کر رہ گیا۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

''میں تم سے شادی کے لئے انسانوں کے قبیلے میں شامل ہو جاؤں گی۔''

اس نے قبر کی طرف اشارہ کیا اور گلوگیر انداز میں بولی۔ ''میرے بابا زمانوں کے رموز شناس ہیں۔ انہوں نے صدیاں اپنی آنکھوں میں بیتا دیں ہر عہد کے تغیر و تبدل ان کے سامنے کروٹیں بدلتے رہے۔ مگر وہ دلوں کے اندر نہ جھانک سکتے تھے۔ کاش وہ میری بہن کے دل کی دنیا میں کون آباد تھا۔ میرے دل کی کیفیت بھانپ سکتے۔ کاش میں یہ جان پاتے کہ سبا کے دل کی دنیا آباد کرنے والے اے خاکی انسان! یہ قبر سبا کی ہے۔ بابا نے اس کی یادگار تعمیر کی ہے۔ بابا نے تمہیں یہ تو بتا دیا ہے کہ ''اگر'' نے اسے مار دیا۔ مگر وہ حقیقت سے غافل تھے۔ سبا میری بہن اور سہیلی بھی تھی۔ اس نے ایک انسان سے محبت کی تھی اور اس کے عشق میں فنا ہو گئی۔ وہ خاکی انسان سے شادی کے لئے ایک عمل کرنا چاہتی تھی۔ یہ عمل اسے نہ جانے کہاں سے ملا تھا۔ البتہ اسے یقین تھا کہ وہ اس عمل کے ذریعے ایک خاکی انسان سے شادی کر سکے گی۔'' ساریہ کے اندر محبت کی شورش برپا تھی۔

''تو کیا تم بھی یہ عمل کرنا چاہتی تھی؟'' میں نے اس کی گفتگو سے تجیہ اخذ کیا۔

اس نے عجیب مگر مخمور نظروں سے میری طرف دیکھا۔ ''ہاں'' وہ بولی تو اس کی آواز میں لرزش تھی۔ ''میں بھی ایک انسان کی محبت میں ''اگر'' کے سحر میں ڈوب گئی تھی۔ تم شاید نہیں جانتے۔ اگر، عنبر، مشک بو ایسی خوشبویات ہیں جو جنات اور ارواح خبیثہ کو انسانوں کے سحر میں جکڑ دیتی ہیں۔ میں جب بھی تمہارے قریب آتی ہوں تو مجھے تم سے خوشبوئیں آتی رہتی ہیں۔'' وہ مدہوش ہو رہی تھی۔ جن زادیوں کی مخصوص نفسیات اس پر غالب آ رہی تھی۔ نفس کے زیر اثر اس ناری مخلوق پر جذبات غالب آ جاتے ہیں۔ اس میں نیک و بد میں تمیز نہیں رہتی۔ جنات کی قربت کے باعث اب مجھے ان کی نفسیات کی سمجھ آ رہی تھی۔ اگرچہ ساریہ مجھے پسند آنے لگی تھی مگر جب اس نے جذبات کی رو میں آ کر یہ کہا کہ وہ مجھ سے شادی کے لئے انسانی روپ اختیار کرنے کے لئے خاص عمل کرے گی تو مجھے یہ بات بڑی عجیب لگی۔ میں نے برسوں پہلے اپنے بابا جی سے یہ کہانیاں سنی ہوئی تھیں کہ جنات خوبصورت خاکی عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں اور اسی طرح بعض مرد جنی عورتوں سے شادیاں کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی مرد یا عورت ان سے شادی کرنے سے گریز کرے تو یہ ان کی زندگی وبال کر دیا کر دیتے ہیں۔ میں ساریہ کی پیشکش قبول نہیں کر سکتا تھا۔ اگرچہ مجھ پر جوانی کا نشہ غالب تھا اور میرے پاس بھی عملیات کی قوت تھی مگر میں اس سے شادی کر کے اپنی زندگی برباد نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے بھی میری منگنی میرے چچا کی بیٹی سے ہو چکی تھی۔ اگر منگنی نہ بھی ہوئی ہوتی تب بھی میں یہ حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ میں گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ سوچ و بچار میرے چہرے سے ہویدا تھی۔ ساریہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی آفر سن کر اندر سے خوش ہو رہا ہوں اور اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ مگر میرا فیصلہ سن کر وہ غیض و غضب

بھر گئی۔ اس کے چہرے کی تازگی دھواں ہو گئی اور نرم رو نظروں میں شرارے بھر گئے۔

''صد افسوس! ساریہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔''

اس نے نفرت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور ٹہلنے لگی۔

''تم مجھ سے شادی کرو گے۔'' وہ پلٹ کر فیصلہ کن انداز میں بولی۔ ''میں تم سے شادی کر کے ں گی۔ اس کے لئے چاہے مجھے بھی سبا کی طرح جان سے ہاتھ کیوں نہ دھونا پڑیں۔''

''ساریہ تم پاگل ہو گئی ہو۔ کیا تم یہ نہیں جانتی کہ اگر میں نے تم سے شادی کر لی تو عام انسانوں رح جی نہ سکوں گا۔''

اس کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ''بس...... اتنی سے بات پر پریشان ہو گئے۔''

''تمہاری نظر میں یہ عام سی بات ہے۔'' میں نے ناگواری سے پوچھا۔

''ہاں...... یہ عام سی ہی بات ہے۔ میں تمہارا گھر دولت اور محبت سے بھر دوں گی۔ تمہیں کسی کا ہ نہیں ہونے دوں گی۔ تمہاری دنیا بہت بڑی ہے ہم کسی ایسی جگہ رہیں گے جہاں تمہیں جاننے والا ا نہ ہو۔''

''یہ ناممکن ہے ساریہ!'' میں نے برہم ہو کر کہا۔ ''میں ساری عمر آگ سے نہیں کھیل سکتا۔''

''تم بھول رہے ہو۔ میں نے تمہیں یہ کہا تھا کہ میں ایک عام عورت کے بھیس میں تمہارے ا رہوں گی۔''

''لیکن تمہاری روح...... وہ تو نہیں بدلے گی ناں۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے بھی مجھے دولت سے ہیں۔ دولت انسان کی ضرورت تو ہو سکتی ہے مگر مجبوری نہیں۔ دولت کے بغیر بھی اچھی زندگی اری جا سکتی ہے اور پھر میں گمنام بھی نہیں رہنا چاہتا۔''

''ٹھیک ہے تم جہاں کہو گے میں وہاں رہوں گی۔ تمہارے ساتھ تمہارے گھر میں۔ ایک ورت کی طرح۔'' وہ غیض و غضب کے باوجود بڑے تحمل سے مجھے قائل کر رہی تھی۔

''تمہیں اپنے گھر میں کیسے رکھ سکتا ہوں؟'' میں اسے بتانے لگا کہ میری منگنی ہو چکی ہے۔ مگر نے مصلحتاً نہ بتایا اور کہا۔ ''میرے میاں جی اور گھر کے دوسرے لوگ عملیات کی دنیا سے وابستہ انہیں تمہاری اصلیت معلوم ہو جائے گی اور یوں میری زندگی ابنارمل ہو کر رہ جائے گی۔''

ساریہ کو جب یقین ہو گیا کہ میں نہیں مانوں گا تو وہ غصے سے پھنکارنے لگی اور بولی۔ ''تم تے ہو کہ میری بات نہ مانی تو تمہارے ساتھ کیا ہو گا؟''

''جانتا ہوں۔'' میں نے بلا خوف کہا۔ ''تم میری زندگی وبال کر دو گی۔''

''ہاں...... اور اس کے باوجود تم میری بات نہیں مان رہے۔''

"دیکھو ساریہ! یہ شادی ایک ناممکن اور غیر فطری بات ہے۔ ہم اچھے دوستوں کی طرح بھی ر سکتے ہیں۔ تم اپنا وجود اور اپنی اصلیت کیوں کھونا چاہتی ہو؟" میں نے اسے سمجھانا چاہا تو وہ آگے سے مزید غصہ دکھانے اور دھمکیاں دینے لگی۔ میں ایک جن زادی کے پارہ صفت رویہ کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو رہا تھا۔

"دیکھو ساریہ! میں تمہیں یہ بات کہنا نہیں چاہتا تھا مگر تمہارا رویہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں تمہیں اب واشگاف الفاظ میں یہ بات کہہ دوں کہ اگر تم نے مجھے تنگ کرنے کی کوشش کی تو خدائے ذوالجلال کی قسم، میں تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔ اگر میں تمہیں "اگر" کے طلسمات سے باہر نکال سکتا ہوں تو تمہیں ان طلسمات سے اسیر کر کے اپاہج بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے برہم ہو کر کہا تو وہ یکدم اپنی جگہ سے اچھلی اور قبر کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنے دونوں بازو کھول دیئے اور سر کو زور زور سے ہلانے لگی۔

"نہیں..... نہیں۔" وہ وحشیانہ انداز میں چلانے لگی۔ "میں تم سے شادی کروں گی۔ میں مخلوق جنات سے نکل کر خاکی مخلوق کے گروہ میں شامل ہو جاؤں گی۔ مگر تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔" ساریہ پ ہذیان طاری ہو گیا۔

اسی لمحہ طوفانوں کی سی گونج پیدا ہوئی اور میں جس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا وہ زور زور سے ہلنے لگا۔ پھر ایک دم کوئی بھاری بھرکم وجود میرے سامنے کودا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ میں جو ہمیشہ غیر مرئی مخلوق کے قہر و غضب سے ڈر کر سہم جایا کرتا تھا۔ اب نہ جانے مجھ پر وہ خوف کیوں طاری نہ ہو سکا۔ شاید یہ ان عملیات و وظائف کا نتیجہ تھا جو میں نے ساریہ کو "اگر" کے سحر سے نکالتے وقت ادا کئے تھے۔ اب مجھ میں بے خوفی اور استقلال تھا۔

میں مضبوط اعصاب کی ساتھ اس وجود کو دیکھنے لگا جس کے آنے سے ماحول میں طوفان نے شورش برپا کی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ میری طرف موڑا۔ وہ ہامہ تھا۔ اس کے چہرے پر غضب کے آثار تھے۔

"ہماری جان..... ناموو جنات ساریہ سے تم نے کیا کہا ہے" اس کا لہجہ بھی بگڑا ہوا تھا۔ میں جان گیا تھا کہ جنات کی عقل و قلب پر غضب طاری رہتا ہے۔ اس لئے انہیں کسی احسان کا پاس نہیں رہتا۔ یہ وہی ہامہ تھا جو کچھ دیر پہلے مجھے یہ باور کرا چکا تھا کہ اس کی بیٹی کی جان بچانے پر اب وہ تمام عمر میرے غلام رہیں گے۔ مگر وہ اپنی بیٹی کو ہذیان میں مبتلا دیکھ کر مجھ پر ناراض ہو رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔" میں نے کہا۔ "تمہاری بیٹی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس سے ہی پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟"

ہامہ نے کینہ توز نظروں سے مجھے دیکھا پھر ساریہ سے مخاطب ہوا۔ "اے جان ہامہ بول تجھے کیا ہوا ہے؟"

ساریہ باپ کو دیکھ کر کسی گدھ کی طرح چلا رہی تھی۔ اسے باپ کے آنے سے حوصلہ ہوا تھا۔ ہامہ آگے بڑھا اور اسے اپنے سینے کے ساتھ لگا کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

"میری جان مجھے بتاتی کیوں نہیں؟"

ساریہ کے چہرے کے خدوخال اس کی فطری جبلت کی وجہ سے بگڑ گئے تھے اور اس کے عکس و جمال سے صدیوں پرانی خستہ حال بدروح جھلک رہی تھی۔

"بابا...... اس نے میرا دل توڑا ہے۔" وہ باپ کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ "کہتا ہے تم سے شادی نہیں کروں گا۔"

ہامہ...... یہ سن کر یکدم اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ ساریہ اتنی بڑی آسانی کے ساتھ کہہ دے گی۔

"جان ہامہ...... کیا کہہ رہی ہو؟" ہامہ بھرے بھرے لہجے میں بولا۔ "یہ ہمارا مہمان اور محسن ہے۔ تم نے یہ بات کیسے کہہ دی؟"

ہامہ اب بیٹی کو سرزنش کرنے لگا۔ پھر میرے پاس آیا اور بولا۔ "ساریہ نادان ہے۔ اس پر جذبات غالب ہیں۔ یہ نہیں جانتی کہ اس کی اس جذباتی غلطی سے ہامہ اور اس کے گروہ کو کتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ خلافت فطرت بات ہے۔ تم نے اچھا کیا اس نادان کی بات نہیں مانی۔"

ہامہ مجھے لے کر درخت کے پاس بیٹھ گیا اور میرے پہلو پر اپنا ہاتھ مار کر حسرت ناک انداز میں بولا۔ "میں اب تھک گیا ہوں۔ مجھے میری اولاد نے آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کہ صدیوں تک میری رفاقت اور محبت میں رہتے ہوئے انہیں کچھ نہیں ہوا مگر اب کچھ سالوں سے ان کے اندر بغاوت پیدا ہو رہی ہے۔ میرا گروہ اور میرے حق پرست ساتھی میرے فیصلوں سے انحراف نہیں کرتے۔ مگر میری اولاد نہ چاہتے ہوئے بھی ایسی حرکتیں کرتی ہے۔ سبا نے جو زخم دیا اب ساریہ بھی وہ زخم دینا چاہتی ہے۔ اس نے تمہیں یقین دلایا ہو گا کہ یہ مخلوق جنات سے نکل کر مخلوق انسان میں چلی جائے گی۔ عام عورتوں کی طرح رہے گی۔ یہ اپنے جذبات اور خوابوں کے لئے جنات کی برادری کی زندگیاں داؤ پر لگا دیتی۔ اے میرے ہمدرد انسان۔ میں تمہیں آج ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہوں۔ وہ راز یہ ہے کہ جو جن زادی ایک انسان سے شادی کرتی ہے وہ اپنے قبیلے کو زندہ درگور کر دیتی ہے۔ اس کے قبیلے کی جن زادیوں میں بھی انسانوں سے شادی کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ قبیلہ کمزور ہو جاتا ہے۔ انسان سے شادی کرنے والی جن زادی پر غول ابلیس حکمرانی کرتا ہے اور وہ

شکست خوردہ ابلیسی لشکر فاتحانہ انداز میں جنات کی بستیاں اجاڑ دیتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میری بیٹی اتنی بڑی حماقت کیوں کرنا چاہتی تھی۔''

ساریہ نے جب دیکھا کہ اس کا باپ بھی میرا ہم خیال ہے تو وہ اسے اپنی بے عزتی سمجھنے لگی اور دھاڑی۔ ''بابا! تم نے بھی اس کی بات مان لی لیکن میں تمہیں صاف صاف بتا دوں۔ میں اس سے ہی شادی کروں گی۔ میری بہن بھی انہی خوابوں کو پانے کے لئے مرگئی۔ وہ تم سے اپنے دل کی بات نہ کہہ سکی۔ بابا اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں بھی اپنی بہن کی طرح مر جاؤں گی۔ پھر تم اپنے اصولوں کے مطابق فطرت کے عین مطابق زندگی گزار لینا۔''

ہامہ اور میں نے ساریہ کو بہت روکا اور منع کیا کہ وہ ایسی باتیں نہ کرے۔ مگر اس پر نفس وغضب کی قوتوں نے اس قدر غلبہ پالیا کہ وہ باپ کے مدمقابل آ گئی۔ ہامہ لاچار ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں اس کا درد سمجھ رہا تھا۔ صدیوں سے شیطانی قوتوں کے خلاف لڑنے والا اس قدر شکستہ حال، دلبرداشتہ نظر آ رہا تھا کہ میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ اگر ساریہ نے ہامہ کو پریشان کر دیا تو وہ اپنے مقاصد عظیم سے ہٹ جائے گا۔ اس کی زندگی جو غموں اور ان تھک مسافتوں سے بھری ہوئی ہے مگر اپنے مقاصد کی خاطر وہ ذاتی دکھوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا لیکن آج وہ اس طرح بکھر جائے گا۔ اس سے مجھے کئی اندیشے لاحق ہوئے۔ میں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا کہ اگر میں ساریہ سے شادی کر لوں تو شاید وہ ان آزمائشی لمحوں سے بچ جائے۔ مگر میں خلاف فطرت کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ہامہ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور اپنے مسکن میں آ کر ہانپنے لگا۔ ''تم نے دیکھ لیا۔ یہ کم بخت اور کم عقل کوئی فتنہ پیدا کرے گی۔''

یونہی کئی روز گزر گئے۔ میں ہامہ کے پاس اس کے مسکن میں قیام پذیر تھا۔ اس کی طبیعت بگڑ گئی تھی اور کئی حاذق طبیب جنات اس کا علاج کر رہے تھے۔ جواں عزم ہامہ پژمردہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس دوران میں اس کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ساریہ نے ایک بار بھی باپ کی خبر نہ لی۔ ہامہ کو بیٹی کا یہ رویہ بہت ناگوار لگا تھا۔ وہ اسے یاد کرتا رہا مگر وہ ایک بار بھی نہ آئی۔ ہامہ بیمار تھا اور لگ رہا تھا جیسے اس کا وقت آخر آ گیا ہے۔ ایک روز اس کے محافظوں نے بتایا کہ غول بیابانی پہاڑوں کے عقب میں آباد جنات کی آبادیوں میں فساد پھیلا رہے ہیں اور نوجوان جنات ان کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہیں۔ غول بیابانی جو ابلیس کے مظاہر خباثت کا اظہار ہوتے ہیں وہ بیابانگ دہل دنیا کے ویرانوں اور جنات کی بستیوں میں فتنہ فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ غول بیابانی نے کچھ جن

زادیوں کو گمراہ کر لیا تھا اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ہامہ نے یہ خبر بڑے حوصلے سے سنی اور اپنے ایک دست راست جن سواط کو غول بیابانی کے خاتمہ کا حکم دیا اور کہا کہ وہ گمراہ جن زادیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ اگر وہ نہ مانیں تو انہیں قتل کر ڈالے۔

یونہی تین روز اور بیت گئے۔ جانگسل شب و روز کے لمحات قلوب و تیر و سناں کی طرح لگ رہے تھے۔ ہامہ بے تاب تھا۔ چوتھے روز سواط واپس آیا تو اس کے چہرے پر فتح کی بجائے فکر کے آثار تھے۔ اس کا چہرہ تفکر کے دھوئیں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے ہامہ کو ایک خوفناک خبر سنائی تو ہامہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھا۔ یوں لگا جیسے اس کے سینے میں کسی نے خنجر گھونپ دیا ہے وہ خبر سن کر اس قدر زور سے چیخا کہ مسکن کے در و دیوار لرز اٹھے۔

''سواط...... تم یہ کیسی خبر لائے ہو۔ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے؟''

''ہاں میرے آقا۔ تم جانتے ہو سواط کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔''

ہامہ جو برسوں کا بیمار تھا یکدم بستر سے اٹھا۔ اس کے چہرے پر قہر وغضب کا طوفان امڈ آیا اور وہ بے تابی سے ٹہلنے لگا۔

''سواط...... ہم نے حق کی جنگ میں پہلے بھی اپنوں کا خون بہایا ہے اور آج پھر تقدیر ہم سے اپنے لہو کا خراج مانگ رہی ہے۔ خدائے ذوالجلال کی قسم۔ حضرت سلیمانؑ کی قسم۔ ناموس جنات کا رکھوالا...... علمبردار...... ہامہ اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالے گا۔''

''میرے آقا'' سواط نرمی سے بولا ''ذرا تحمل سے کام لیں۔ مجھے یقین ہے ساریہ بیٹی کو ابلیس نے گمراہ کیا ہے فرزند ابلیس ہفاف نے اسے اپنے ایک خاکی شیطان کے سپرد کیا ہے تو اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ان کے پاس اپنی رضا سے نہ گئی ہوگی اسے گمراہ کیا گیا ہے۔''

ہامہ غرایا ''سواط نہیں۔ وہ یقیناً اپنی مرضی سے گئی ہے۔ اس پر نیکی کی قوتوں کی بجائے ابلیسی قوتوں پر دسترس کا جنون طاری ہو گیا ہے۔ وہ باغی ہو گئی ہے۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتی تھی مگر میرے منع کرنے پر وہ باز نہیں آئی۔ وہ شیطان کے پاس جا کر مجھے مجبور کرنا چاہتی ہے کہ میں اس کی خواہش کے آگے جھک جاؤں۔ تم نے بتایا ہے کہ تم نے اسے اس کالے عامل کے پاس دیکھا ہے جو ''اگر'' جلا کر جنات کو مارتا ہے اور جن زادیوں پر قابو پاتا ہے۔ تم نے اس عامل کو اشنان کرتے ہوئے ابلیس کو پوجا کرتے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ ساریہ اس کے آگے سر جھکا کر کھڑی تھی۔ سواط اگر یہ سچ ہے تو ہماری باغی بیٹی اپنی مرضی سے فرزند ابلیس کے پاس گئی ہوگی۔ اب مجھے کسی دلیل سے قائل نہ کرو۔ مجھے جانے دو'' ہامہ غصہ سے دھاڑ رہا تھا۔ ہامہ کی یہ حالت دیکھ کر یکدم میں نے ایک فیصلہ کیا اور کہا ''ہامہ ٹھہرو۔ یہ کام مجھے کرنے دو۔ فرزند ابلیس اور اس کالے عامل سے مجھے بھی حساب بے

باک کرتا ہے۔ تقدیر نے اس کا خاتمہ میرے ہاتھوں لکھا ہے۔ میں ساریہ کو بحفاظت واپس لے آؤں گا" ہامہ یہ بات سن کر حیرت سے دیکھنے لگا۔

ہامہ کی نظروں میں بے یقینی تھی مگر میرا اعتماد دیکھ کر اسے یقین کرنا ہی پڑا۔

"ہاں۔ اے عظیم ہامہ! میں یہ کام خود انجام دوں گا۔"

"تم نوجوان بھی ہو اور باعلم بھی۔ میں نہیں چاہتا کہ جوش انتقام میں تم کوئی ایسا کام کر جاؤ جو ناموس جنات کا داغ بن جائے اور ساری جنات برادری مجھ سے ناراض ہو جائے۔"

"مجھے یقین ہے کہ ہمارا ہامہ اتنا کمزور نہیں ہے اور نہ ہی اس کا اعتماد مجروح کرنے کی مجھ خاکسار میں ہمت ہے۔ میں نوجوان ضرور ہوں مگر اے عظیم ہامہ, تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے اپنے علم کو تکبر کا جامہ نہیں پہننے دیا اور نخوت وغضب میرا لباس نہیں ہے۔ میرے بزرگوں نے مجھے راست بازی اور تحمل کا درس دیا ہے۔ میں اول اول شرافت سے کام کرتا ہوں لیکن جب شرافت کے ہتھیار ناکام ہو جائیں تو تب مجھے اپنا چولا بدلنا پڑتا ہے۔" میں نے کچھ اس اعتماد اور پختہ لہجے کے ساتھ بات کی کہ ہامہ سوچ میں پڑ گیا۔

پھر وہ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن اگر میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں تو بہتر ہے۔"

"اے میرے محسن تمہیں ساتھ لے جانے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مجھے ایک خدشہ ہے۔ اس لئے میں تمہیں ساتھ لے جانے سے کترا رہا ہوں۔"

"کیا خدشہ......؟" سواط نے پوچھا۔

میں نے ہامہ کی جانب دیکھا اور کہا۔ "میں اس لئے ہامہ کو ساتھ لے کر نہیں جاؤں گا کہ اس وقت یہ انتقام کی آگ میں جھلس رہا ہے۔ ساریہ اور اس کالے پجاری کو دیکھتے ہی یہ غضب ناک ہو جائے گا اور ساریہ جو ممکن ہے اپنی مرضی سے وہاں نہ گئی ہو گی بلکہ اسے مجبور کر کے وہاں رکھا گیا ہو گا تو ایسے میں وہ بھی اپنے باپ کے انتقام کا نشانہ بن جائے گی۔ اس لئے میں احتیاط کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ ہامہ کی روح اور دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

ہامہ نے میرے عزائم کے آگے ہتھیار گرا دیئے اور میں سواط سے کالے عامل اور فرزندان ابلیس کے ٹھکانے کا پتہ معلوم کر کے چل دیا۔ البتہ چلنے سے پہلے میں نے وظائف کے لئے کچھ ضروری سامان حاصل کر لیا اور کاندھے پر تھیلا لٹکائے وظائف کا ورد کرتے ہوئے پہاڑوں سے اترنے لگا۔

سرسبز اور برف پوش پہاڑوں سے اترتے ہی "اگر" کی اسی مانوس سی خوشبو نے میرا سواگت کیا۔ ناقوس کی گھنٹیاں عجیب بے ہنگم انداز میں بج رہی تھیں۔ میں کوئی دو چار کوس چلا تھا کہ میرے کانوں میں ساز ابلیس کی آواز پڑنے لگی۔ مزمار کی سحر انگیز تانیں فضاؤں کا سینہ چیر کر میرے ذہن پر دستک دینے لگیں۔ اگر میں نے وظائف نہ پڑھے ہوتے تو یقیناً میں شیطانی وسوسوں کا شکار ہو جاتا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں شیطان کے علاقے میں داخل ہو گیا ہوں اور اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ میں نے کچھ خاص وظائف ادا کئے تاکہ میں شیطان کی فتنہ سازیوں سے مکمل طور پر بچا رہوں۔

سواط نے مجھے جو نشانیاں بتائی تھیں اب وہ ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ درخت کے دونوں طرف پہاڑ تھے جن کے درمیان ایک چھوٹا سا راستہ تھا۔ یہ درخت اس راستے کو بند کئے ہوئے تھا۔ ایسے درخت ہمارے پنجاب میں عام طور پر دیکھے جا سکتے ہیں ہم انہیں بوڑھ کا درخت کہتے ہیں اس کی لمبی لمبی زمین بوس شاخیں بالوں کے گچھوں کی طرح لہرا رہی تھیں۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ اس درخت پر جابجا کالے کپڑے کی دھجیاں لٹک رہی تھیں اور اس کی شاخوں کے علاوہ تنے پر بھی یہ دھجیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں بوڑھ کے درخت کے پاس پہنچا اور اس کے گرد ایک لمبا سا چکر کاٹ کر حصار قائم کر دیا اور کاندھے سے تھیلا اتار کر اس میں سے ماش اور گوگل نکالی۔ انہیں مٹھی میں بند کیا اور ایک عمل پڑھنے کے بعد زمین پر چھوٹا سا گڑھا کھودا اور دونوں چیزیں اس میں ڈال دیں۔ پھر کچھ خوشبویات نکالیں اور انہیں گڑھے کے اوپر چھڑک دیا اور جیب سے دیا سلائی نکال کر انہیں آگ لگا دی۔ جونہی آگ کا شعلہ بھڑکا برگد کے درخت میں بھونچال سا آ گیا اور عجب وغریب سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ منحوس، کراہت آمیز، دلدوز، کربناک، شیطانی آوازوں کے تلاطم خیز شور سے کانوں پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ یہ سب میرے عملیات کے آغاز کا ردعمل تھا۔

میں گڑھے کے پاس بیٹھ گیا اور تھیلے سے ایک بڑی کالی تسبیح نکالی اور مخصوص وظائف پڑھنے کے بعد پہلے اس آگ پر پھونک کر اسے بھڑکاتا رہا پھر برگد کی طرف پھونک مار دیتا۔ وظائف علم کا وہ خزانہ ہوتے ہیں جو اسرار کے پردوں میں چھپے راز افشاں کرتے ہیں اور ایک انسان کو اشرف المخلوقات بناتے ہیں۔ علم کی تیز لہریں، شعاعیں برق و رعد سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ میں نے علم کی طاقت سے برگد پر مقیم شیطانی قوتوں کو اس حصار میں بند کر دیا۔ یہ وہ شیطانی قوتیں تھیں جو "اگر" سلگانے والے عامل کی محافظ تھیں۔ اگر میں ان کا قلع قمع نہ کرتا تو یہ مجھ پر عقب سے حملہ کر سکتی تھیں۔

کچھ دیر بعد ماحول پر سکوت چھا گیا۔ شیطانی اور طاغوتی قوتیں دم توڑ گئیں تو میں نے حصار میں قدم رکھا اور برگد کے درخت کے پاس پہنچ کر اس کی شاخوں کو کاٹا تو پہاڑوں کا راستہ دکھائی دینے لگا جو

سے گزر کر مجھے شیطان کے چیلے کا قلع قمع کرنا تھا۔

میں انتہائی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ فضا میں مزمار کا سحر ایک بار پھر طاری ہونے لگا تھا اور اسرار کے پردوں میں بے چینی سی محسوس ہونے لگی۔ اب مجھے کوئی خطرہ نہ تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سارے طاغوتی وجود اس راستے پر جو کر رہے ہوں اور مجھ سے گھس گھس کر چل رہے ہوں۔ مجھے ان کی گرم اور بدبودار سانسیں محسوس ہونے لگیں۔ مجھے احساس ہوا کہ یہ کالا عامل بہت طاقتور ہو گا۔ مگر مجھے تو اپنے خدا اور اس کی عطا کردہ قوتوں پر اعتماد تھا۔ میں ایمان اور سچائی کے ساتھ اسے نیست و نابود کرنے آیا تھا۔ ان تاریک اور گھناؤنی راہوں پر نیکی کے چراغ روشن کرنا چاہتا تھا۔

راستہ ناگ کی طرح بل کھاتا ہوا پہاڑوں کے اندر ہی اندر طویل ہوتا جا رہا تھا۔ میں کبھی زیر لب اور کبھی با آواز وظائف پڑھتا۔ ورد جاری رکھے ہوئے میں نے اب خود کو ماحول سے لاپروا کر لیا تھا۔ وقتی طور پر اپنے کان اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔ راستہ خود بخود مجھے منزل کی طرف لے جا رہا تھا۔ چلتے چلتے اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میرے قدموں سے زمین نکل گئی ہے اور میں کسی پانی کے گہرے تالاب میں اتر گیا ہوں۔ میں نے یکا یک آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک وسیع و عریض و تالاب میں پایا۔ میرے سر کے عین اوپر سورج چمک رہا تھا۔ پانی ٹھنڈا تھا۔ مگر اس سے ناگوار سی بو آ رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے مردہ جانور یہاں بہائے گئے ہوں حالانکہ پانی صاف ستھرا تھا۔ تالاب کے دوسرے کنارے پر ایک مندر کی عمارت دکھائی دی۔ یہ اسی شیطان کا مسکن تھا۔ سواط نے بتایا تھا کہ مندر کے اوپر ایک بڑا سا کلس ہے اور اس کے دروازے پر دو شیر پہرہ دیتے ہیں۔ دونوں شیر مندر کے بڑے دروازے کے سامنے بیٹھے تھے۔

میں کچھ دیر تک تالاب میں تیرتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ مندر کی طرف بڑھا۔ جونہی میں کنارے پر پہنچا دونوں شیر یکدم اٹھے اور فضا کو سونگھنے لگے۔ شیروں کی حسیات بہت تیز ہوتی ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی میری طرف بڑھے۔ اس دوران میں تالاب سے باہر آ گیا تھا اور جلدی سے حصار قائم کر کے اس کے اندر بیٹھ گیا۔ شیر غراتے اور دھاڑتے ہوئے حصار کے پاس آئے لیکن جونہی انہوں نے مجھ پر جھپٹنا چاہا ایک ماورائی دیوار میرے اور ان کے درمیان کھڑی ہو گئی اور وہ غراتے ہوئے ہوا میں نادیدہ دیوار کو پنجوں سے کھرچنے لگے۔ شیروں کی آنکھوں میں طاغوتی و ابلیسی کشش ہوتی ہے۔ مد مقابل کو اپنی نظروں سے اسیر کر لیتے ہیں۔ اس دوران میں ماش کے دانوں پر عمل پڑھ کے انہیں شیروں کی طرف پھینکا۔ شیر غراتے ہوئے دانوں پر لپکے اور مرغی کی طرح انہیں چگنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد عمل زدہ دانوں نے کام کر دکھایا اور غراتے ہوئے شیر سہمی ہوئی مرغیوں کی طرح حصار کے باہر گر گئے۔ میں پورے اعتماد کے ساتھ باہر نکلا اور مندر کے دروازے پر پہنچ کر زوردار آواز میں پکارا

''او شیطان کی اولاد..... میرے سامنے آ۔ دیکھ تیری موت ترے سامنے کھڑی ہے۔''

میری آواز بازگشت کی طرح پورے مندر میں گونجنے لگی۔ مجھے دوسری بار بولنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ جواب میں کوئی دھیرے دھیرے قدموں سے میری طرف آنے لگا اور کچھ ہی لمحے بعد سراپا قیامت بدی سامنے کھڑا تھا۔ وہ ساریہ تھی۔ سر سے پاؤں تک جوالا صفت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ سرخ رنگ کے گھیرے دار لباس میں وہ بال بکھرائے وحشیانہ تیوروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''یہاں کیا لینے آئے ہو؟'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''میں تجھے لینے آیا ہوں۔''

''مجھے..... ہاہا۔'' وہ وحشیانہ اور ہذیانی انداز میں قہقہے لگانے لگی۔ ''مجھ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟''

''تمہارے ساتھ تعلق ہے تو لینے آیا ہوں۔''

جواب میں وہ ایک بار پھر قہقہے لگانے لگی۔ ''مجھ سے تعلق..... اگر مجھ سے کوئی تعلق ہوتا تو اس طرح مجھے رد کرتے؟'' اس کی سرخ آنکھوں سے سیال بہنے لگا۔ اس کے دل کا غبار زبان اور آنکھوں سے عود رہا تھا۔ ''تم نے پہلے مجھے ٹھکرا دیا اور اب مجھے لینے آئے ہو کیوں؟ میرا تم سے کیا تعلق ہے؟ جاؤ۔ اس عظیم ہامہ کے پاس۔ جسے صرف اپنے مقاصد اور مطلب سے غرض ہے۔ جس نے اپنی زندگی دوسروں کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ جو اپنی اولاد کی تمناؤں، خواہشوں کا خون کرتا اور ان سے اپنی محبت کا عوضانہ مانگتا ہے۔ جاؤ اس صدیوں پرانی بد روح کے پاس۔ وہ جنات کی ناموس ہے لیکن اسے اپنی ناموس کی رکھوالی کا پاس نہیں ہے۔'' وہ ہذیان بک رہی تھی اور جوش غضب سے منہ سے کف بہہ رہا تھا۔ اس کی وحشیانہ تپش سے مجھے اپنا آپ سلگتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ وہ فطری جذبوں و خواہشوں اور تقاضوں کو صدیوں سے دبائے ہوئے بیٹھی تھی مگر آج..... وہ پھٹ پڑی تھی اور اپنے نفس کی غلامی کے لئے ہوس گیروں کے گروہ میں شامل ہو گئی تھی۔

''ساریہ ہوش میں آؤ۔'' میں نے سخت لہجہ اختیار کیا۔ ''تمہارے دماغ پر خناس سوار ہو گیا ہے۔ تم اپنے بابا کی توہین کر رہی ہو۔''

''میں کہتی ہوں میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم میری نفرت کی آگ میں جل جاؤ۔ جاؤ اور اس وقت کا انتظار کرو جب میں تمہارے پاس آؤں گی اور تم مجھے رد نہیں کر سکو گے۔ تم میرے محتاج ہو کر رہ جاؤ گے۔''

''یہ تمہاری بھول ہے ساریہ!'' میں نے اسے سمجھانا چاہا۔ ''تم جانتی ہو نفرت کینہ اور بغض کی آگ ابلیس سلگاتا ہے۔ تم ان ہتھیاروں سے کبھی بھی مجھے جیت نہ سکو گی۔ اگر تم مجھے حاصل کرنا چاہتی

ہوتو شرافت اور سچائی پر آ جاؤ اور خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے آسانی پیدا کرے۔"

"نہیں......نہیں......نہیں۔" وہ بال نوچتے ہوئے غرائی۔ "میں نے ساری عمر اس آس پر گزار دی ہے۔ مجھے آج تک کوئی انسان متاثر نہ کر سکا تھا۔ کتنے لوگ میری نظروں کے سامنے سے گزرے۔ کئی تو ایسے تھے جنہوں نے میرے آگے سر جھکا دیا۔ وہ مجھے حاصل کرنا چاہتے تھے مگر میں...... جو صرف تمہاری تلاش میں تھی۔ تم ملے ہو تو مجھ سے بھاگ رہے ہو اور مجھے سمجھا رہے ہو کہ میں تمہیں حاصل نہ کروں۔ میری بات سن لو۔ میں تمہیں حاصل کر کے رہوں گی یا جل کر راکھ ہو جاؤں گی۔"

"ساریہ" عقب سے بھاری بھرکم طاغوتی آواز سنائی دی تو وہ وحشیانہ انداز میں پلٹی اور دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کے انداز میں کھڑی ہوگئی۔ اسی اثنا میں مندر میں مزمار گونجنے لگا۔ تاریک راہداری سے ایک بھاری بھرکم انسان باہر آیا۔ وہ سر سے گنجا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ چہرہ لمبوترا تھا۔ دونوں کان انتہائی چھوٹے تھے۔

"جی مہاراج!" ساریہ اس کے سامنے جھک گئی۔

"اب تم اندر جاؤ۔" اس نے سرسراتی آواز کے ساتھ حکم دیا اور ساریہ کسی معمول کی طرح اس کے حکم پر اندر چلی گئی اور پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ پنڈت نما شخص دو قدم آگے بڑھا اور بولا۔ "تم نے دیکھ لیا کہ ساریہ کیا چاہتی ہے۔ اے بھلے منش تم ساریہ کی بات مان لو اور چلے جاؤ۔"

"میں جانے کے لئے نہیں آیا اے فرزند ابلیس۔ تو نے ساریہ جیسی معصوم جن زادی کو اپنا اسیر بنا لیا ہے اس لئے وہ اول فول بک رہی ہے۔" میں نے اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔

"تجھے اپنی طاقتوں پر بڑا ناز ہے۔" وہ غضبناک ہو کر بولا۔ "میں نے بہت دیکھے ہیں تیری جیسی طاقتوں والے۔ تجھے اپنی طاقت کا گھمنڈ ہے تو میں تیرا یہ گھمنڈ ابھی توڑ دیتا ہوں۔" یہ کہتے ہی اس نے ساریہ کو پکارا اور مجھے کہا۔ "ابھی تجھے ساریہ کے ہاتھوں سے ہی مرواؤں گا۔"

ساریہ بپھرے ہوئے درندے کی طرح آئی اور کسی بگولے کی طرح مجھے اپنی لپیٹ میں لینا چاہا۔ مگر وظائف کی طاقت نے مجھے اس کے قہر سے بچا لیا۔ میں اس دوران جوابی حملہ کی تیاری کر چکا تھا۔ میں ساریہ کو مارنا نہیں چاہتا تھا لہذا میں نے ایک طاقتور علمی ہتھیار استعمال کیا اور ساریہ جو بگولے کی صورت میں مجھ پر نازل ہوئی تھی اسے منجمد کر دیا اور وہ بگولا ہوا میں ساکت ہو کر رہ گیا۔ کالے عامل نے یہ دیکھا تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے جھٹ سے دلدوز چیخ ماری اور اپنے مؤکلات کو حاضر کیا اور کہا۔ "اس ملیچھ کو غارت کر دو۔"

لیکن میں تو حفاظتی حصار میں بیٹھ چکا تھا۔ اس کے مؤکلون نے حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں نے تھیلے سے مؤکلون کی مانوس خوراک نکالی اور اس پر دم کر کے ان کی طرف پھینکا تو وہ

کے جانوروں کی طرح ان پر گرے۔ کالا عامل یہ دیکھ کر چار قدم پیچھے ہو گیا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا
میں اس کے ہر عمل کا توڑ کر سکتا ہوں۔ مؤکلان ندیدے اور بھوکے جانوروں کی طرح خوراک
کرنے لگے۔ اس دوران میں نے عامل کی پریشانی پر قہقہہ لگایا اور کہا۔ "اے جھوٹے اور گندے
طان۔ میں نے تیرے بھوکے مؤکلان کا پیٹ بھر دیا ہے۔ اب یہ تیرے قابو میں نہیں رہے۔"

عملیات کی دنیا میں عاملین مؤکلان کو بھوکے رکھ کر اپنا مطیع بناتے ہیں لیکن جب انہیں ان کی
س اور عمل زدہ خوراک کھلا دی جائے تو وہ باغی ہو جاتے ہیں اور اپنے عامل پر برس پڑتے ہیں۔
لے عامل کو اب یقین ہو گیا تھا کہ اس کے مؤکلان باغی ہو گئے ہیں اور اس پر حملہ کر دیں گے۔ یہ
چتے ہی اس نے مندر کے اندر دوڑ لگانی چاہی تو میں نے اس کے مؤکلان سے کہا "اس پاپی کو پکڑ
میرا حکم سنتے ہی مؤکلان نے اپنے پاپی عامل پر حملہ کر دیا۔ وہ چیختا رہ گیا اور اپنی حفاظت نہ کر سکا۔
کلان نے اسے تڑپا تڑپا کر مار دیا۔ کالے عامل کے مرتے ہی مندر میں بھونچال سا آ گیا اور "اگر"
آگ زور شور سے پھیل گئی۔ مؤکلان نے جونہی "اگر" کو سونگھا وہ اس کے اسیر ہو گئے اور دیکھتے ہی
بھتے سیاہ دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو گئے۔

مجھے اس دوران خدشہ ہوا کہ "اگر" کا دھواں منجمد ساریہ پر بھی اثر کر جائے گا۔ یہ سوچتے ہی
نے "ساریہ" کے گرد حصار قائم کیا اور عمل کر کے اسے اسی کی اصلی حالت میں لے آیا اور بہت
ی کے ساتھ مندر سے باہر نکلے۔ ساریہ کو ہوش آ گیا تھا اور وہ دم بخود نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ساریہ...... جلدی کرو۔ مجھے بابا کے پاس لے چلو ورنہ "اگر" کا طوفان سب کچھ غرق کر
ے گا۔" ساریہ کو جیسے ہوش آ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چہرے کی تازگی عود آئی۔ اس کا ریشمی
چل اس کے سر پر آ گیا اور اس نے مجھے اپنے آنچل کے اندر چھپا لیا۔ اس دوران میں نے کچھ عمل
ہ اشیا مندر پر پھینک دیں تاکہ یہ عمل زدہ اشیا "اگر" کے دھوئیں کو غرق کر سکیں۔

کچھ ہی لمحوں بعد ہم ہامہ کے مسکن پر موجود تھے۔ ہامہ نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور ساریہ
پنے بابا کے قدموں میں گر گئی۔ وہ کتنی ہی دیر تک روتی رہی اور اپنی گستاخی کی معافی مانگتی رہی۔ اس
ے اعتراف کیا کہ وہ طاغوتی طاقتیں حاصل کر کے اپنے خواب پورے کرنا چاہتی تھی وہ بہک گئی تھی
ا ہامہ نے بھی اسے معاف کر دیا۔ اس لمحے مجھے ہامہ نے ایک بڑی عجیب و غریب بات کہی۔

"میں بھی اس رخ پر سوچنے لگا ہوں کہ اگر ساریہ کی شادی تم سے کر دی جائے تو یہ عجیب بات
ں ہو گی۔"

ساریہ اور میں دونوں نے ہامہ کی طرف دیکھا۔ وہ مدتوں بعد خوشگوار موڈ میں تھا۔

"بابا!" ہم دونوں کے منہ سے نکلا۔ لیکن ہامہ کے چہرے پر شرارت کھیل رہی تھی۔ میں اس

ناممکن تصور پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ ہامہ نے میرا کاندھا تھپتھپایا اور بولا۔ "گھبراؤ نہیں جو تم چاہو گے وہی ہوگا۔" میں نے سکون کی سانس لی اور پھر کہا۔ "اے ہامہ! آج تمہارا مزاج بہت خوشگوار ہے۔ کیوں نہ صدیوں پرانی کہانی کو ایک بار پھر شروع کیا جائے۔"

ہامہ چونک پڑا۔ "ہاں...... آؤ اندر آرام سے باتیں کرتے ہیں۔"

ساریہ نے اندر ایک چراغ روشن کیا اور اپنے بابا کے لئے گاؤ تکیہ درست کر کے ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ ہامہ تکئے کے ساتھ ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگیا اور صدیوں پرانی ادھوری کہانی کی زنجیریں جوڑنے لگا۔

ہاں تو سنو! میری زندگی کی تاریکیاں اجالوں سے منور ہوگئی تھیں۔ وہ تاباں چہرے کے مالک، اونچے لانبے قد والے بابلی گروہوں کی صورت میں حمد و ثنا کرتے۔ اخنوع یعنی حضرت ادریس علیہ السلام اپنی جماعت کو تبلیغ کرتے اور انہیں شریعت الٰہی سے آگاہ کرتے۔

اے میرے مہربان دوست!

تمہیں کیا بتاؤں اللہ کے وہ برگزیدہ بندے وہ نیکوکار جماعت کس قدر حضرت ادریس کی مطیع و فرمانبردار تھی۔ نیل کے کنارے اونچے اونچے پہاڑوں پر ان کی اقامت گاہیں تھیں۔ وہ چراگاہوں میں اپنے جانور چھوڑ دیتے اور سارا سارا دن رب کائنات کی تسبیح کرتے اور شام ہوتے ہی حضرت ادرس کے گرد حلقہ قائم کر کے بیٹھ جاتے اور ان سے تعلیمات حاصل کرتے۔

حضرت ادریس وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے قلم استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم ہیت عطا کیا تھا۔ سورج، چاند، ستارے اور نجوم و رمل کے اسرار ان پر منکشف کئے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو طب و حکمت اور علم نجوم کی تعلیم دیتے اور ان سے مشقیں کرایا کرتے تھے۔

حضرت ادریس کی شخصیت بڑی مسحور کن اور بارعب تھی۔ گندم گوں رنگ پورا قد و قامت، سر پر بال کم، خوبصورت خوبرو، گھنی داڑھی، رنگ و روپ کے خطوط میں ملاخت، مضبوط بازو، چوڑے شانے، مضبوط ہڈی، سرگیں آنکھیں، گفتار باوقار، متین و کم گو، فکر و خوض کے عادی، نظریں نیچی رکھ کے بات کرتے تھے۔ وہ پر جلال بھی تھے۔ جب غصہ طاری ہوتا تو سخت لہجہ میں بات کرتے تھے۔ ان کی جلالت کے سامنے کوہ و صحرا تھرا جاتے اور چراگاہوں میں گھاس چرنے والے جانور دہشت زدہ ہو جاتے۔ غصے میں وہ انگشت شہادت سے بار بار اشارہ کرتے تھے۔

مجھے اس قافلہ بابلی میں رہتے ہوئے برسوں گزر گئے۔ میں نے بھی علم رمل و نجوم سیکھ لیا اور تب مجھ پر انکشاف ہوا کہ انسان کو اشرف المخلوقات کیوں کہا جا رہا ہے۔ مجھے اپنے حسب نسب اور ناری و

ہوائی مخلوق ہونے کے ناطے یہ زعم تھا کہ ہم ہوا کے پردوں میں رہ کر انسانوں سے اوجھل ہوتے ہیں اور ہماری مخفی طاقتیں ان سے زیادہ ہیں۔ لیکن علم و علوم کی وہ طاقت جو حضرت ادریس نے اپنی قوم کو عطا کی وہ کائنات کے تمام علوم پر حاوی تھی اور اسرار و نیاز کے قفل ان سے کھلتے تھے۔ پہلے پہل مجھے بڑا تعجب ہوتا تھا کہ حضرت ادریس جو نیل کے کنارے کھلے میدان میں اپنے گروہ کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں وہ کیا خاص تعلیم دیتے ہیں۔ آسمان پر جب ستارے جھلملاتے تو وہ اپنے شاگردوں کو ان ستاروں کی منازل اور آفتاب و ماہتاب کی گردشوں سے آگاہ کرتے تو میں سوچتا کہ اس طرز کے عمل سے ان کا منشا کیا ہے۔

حضرت ادریس کے چار انتہائی مقرب شاگرد تھے اور آپ نے اپنی تعلیمات سے انہیں مکمل طور پر آگاہ کیا تھا۔ ان کے نام یہ تھے۔ ایلا دس، زوس، انقلبوس اور لبیلوس۔ یہ چاروں قادر الکلام، مدبر اور پر جلال اشخاص تھے۔ حضرت ادریس ان پر خاص توجہ دیتے تھے۔ جب حضرت ادریس انہیں تعلیمات دیتے تو وہ ان سے کرید کرید کر سوال کرتے۔

ایک شام کا ذکر ہے نیل میں پانی رواں دواں تھا اور نرم رو ہوائیں چل رہی تھیں۔ حضرت ادریس جو اس وقت تک پوری دنیا میں تعلیمات الٰہی پھیلا چکے تھے، اس شام ایک اہم فیصلہ کرنے والے تھے۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ آج کوئی اہم فیصلہ ہونے والا ہے۔ حضرت ادریس نے اپنے چاروں مدبرین اور اپنی قوم سے خطاب کیا اور کہا۔ "ہم مخلوق آدم کی بھلائی اور دنیا میں اسلامی تعلیمات و علوم کی آبیاری کے لئے اقطاع عالم کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر ربع کا ایک ایک حاکم مقرر کریں گے۔ یہ حاکمیں ایلا دس، زوس، انقلبوس اور لبیلوس ہیں اور یہ اپنے اپنے ربع میں مجاز حکمران ہوں گے۔" حضرت ادریس نے اپنے چاروں مقربین سے خطاب کیا اور انہیں ہدایت کی۔

"میری بات یاد رکھو! میں نے تمہیں جو تعلیمات دی ہیں۔ ان پر کاربند رہنا اپنے اپنے خطہ میں رب کائنات کے احکامات کے نفاذ کے لئے اپنی جان قربان کر دینا۔ تمہارے سامنے ایک بار پھر میں وہ تعلیمات دہرا رہا ہوں جن کے نفاذ کے لئے تمہیں کام کرنا ہے۔ سمجھو یہی ہماری شریعت ہے اور تمام قوانین سے مقدم شریعت کا وہ قانون رہے گا۔ جس کی تعلیم وحی الٰہی کے ذریعے مجھے دی گئی ہے اور میں نے اس کی تعمیل میں تمہیں سکھا دی ہے۔ میرے ساتھیو! ان تعلیمات و ہدایات پر کاربند رہنا اور اپنی اپنی قوم میں یہ تعلیمات پھیلا دینا۔

خدا کی ہستی اور اس کی توحید پر ایمان صرف خالق کائنات کی پرستش۔

آخرت کے عذاب سے رستگاری کے لئے اعمال صالح کو ڈھال بنانا۔

دنیا سے بے التفاتی اور تمام امور میں عدل وانصاف کو پیش نظر رکھنا۔

مقررہ طریقہ پر عبادت اور ایام بیض کے روزے، ہر ماہ کی قمری (14, 15, 16) رکھنا۔

دشمنان اسلام سے جہاد کرنا۔

زکواۃ ادا کرنا۔

طہارت سے رہنا۔

ہر نشہ آور شے سے پرہیز کرنا۔ حرام جانور سے دور رہنا۔

آپ نے اپنی قوم کو ایک خوشخبری بھی دی اور ان کے لئے سال میں چند دن عید کے لئے مخصوص کئے اور انہیں نذر اور قربانی کی ہدایت بھی کی۔

چاروں دانا ومفکر اور پرشکوہ اشخاص پوری دنیا میں پھیل گئے۔ ان میں سے اسقلبوس سب سے زیادہ عالم فاضل تھا۔ اس نے یونان کی بنیاد رکھی اور یونان کو دنیا بھر میں علم کا گہوارہ بنا دیا۔

میرے سامنے زمانہ بڑی تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ بابلیوں نے مصر کے صحراؤں میں فصلیں اگا کر رزق حاصل کر لیا تھا اور پہاڑوں میں پھلوں پھولوں اور خوشبودار درختوں سے جنت ارضی کا ماحول پیدا کر لیا تھا۔ یہ قوم علم وعمل میں انتہا درجے تک پہنچ گئی تھی۔ حضرت ادریس پورے عالم پر حاکم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر خطے کی زبان بولنے پر قادر کیا تھا۔ ان کے وصال کے بعد ان کے چاروں دانا ساتھیوں نے علم کی جوت سے تاریکیوں میں اجالے پیدا کر دیئے تھے۔ میں کئی صدیوں تک مصر میں ہی مقیم رہا اور میرا سارا سارا وقت علوم مخفی سیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ میں نے ایک طرح سے اپنی دنیا سے بھی رابطہ ختم کر لیا تھا اور شاید میں ہمیشہ انسانوں کے درمیان ہی رہنے لگتا مگر ایک واقعہ نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا اور میں دوبارہ جنات کے روپ میں آ گیا۔ ہوا یوں کہ ایک روز میں صبح سویرے جب سورج طلوع ہو رہا تھا نیل کے کنارے پر ٹہل رہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک اونچے لانبے اور پر ہیبت چہرے والے انسان پر پڑی۔ وہ دریائے نیل میں کھڑا تھا اور اس کا پانی اس کی کمر تک پھیلا ہوا تھا۔ میں پہلے تو سمجھا کہ نیل کا پانی کم ہے۔ مگر جب غور کیا تو منکشف ہوا کہ اس شخص کا قد بہت طویل ہے۔ وہ کم وبیش سو گز اونچا تھا۔ اس کے لمبے لمبے بال ہواؤں کے دوش پر لہرا رہے تھے۔ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ میں کنارے پر کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے غور کیا کہ وہ سورج کی طرف منہ کر کے عبادت کر رہا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ آفتاب پرست ہے۔ مجھے حیرت ہوئی حضرت ادریس کے دیس میں کفر وشرک ختم ہو گیا تھا اور عبادت کے لئے مخصوص طریقہ کار وضع کر دیا گیا تھا۔ مگر وہ شخص یقیناً اس خطے کا نہیں تھا اور میں نے بھی اسے کہیں نہیں دیکھا تھا۔ سورج جب خاص اونچا ہو گیا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور جھٹ سے اس کنارے کی طرف دیکھا جدھر میں کھڑا

تھا۔ ”ہامہ ادھر آ جاؤ۔“

اس نے میرا نام لیا تو میں اپنی جگہ سے اچھلا۔ ”تم کون ہو؟“

”تم نے دیکھا نہیں کہ ہم کون ہیں۔“ اس کی آنکھوں میں گرمی اور لہجے میں زہر خندگی تھی۔

”ہم نے کہا ہے ادھر ہمارے پاس آؤ۔“ میں اس وقت بھی حیران تھا کہ اس وقت میں انسانی روپ میں تھا۔ میرا حقیقی روپ اس نے دیکھ لیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی علمی قوت رکھتا تھا۔ اس کے قد وقامت نے مجھے کچھ دیر کے لئے یقیناً مبہوت کیا تھا مگر میں نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور کہا ”اے بد بخت شخص اگر تو نے مجھے پہچان لیا ہے تو پانی سے باہر آ کر بات کر، میں بھی تیری حقیقت جان گیا ہوں۔ تو آفتاب پرست ہے۔ مصر کی سرزمین پر تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔“

اس نے ایک طویل اور خوفناک قہقہہ لگایا۔ ”کون ہے جو ہمیں یہاں رہنے سے روک سکتا ہے؟“ یہ کہہ کر اس نے ایک قدم اٹھایا اور کنارے پر پاؤں رکھ کر باہر نکل آیا۔ وہ پہاڑوں کی طرح بلند اور چوڑا تھا۔ انسانی روپ میں میری حیثیت چیونٹی کے برابر تھی۔

”اے ہامہ۔ تو انسانی روپ میں کب تک رہے گا۔“ فلک بوس انسان نے مجھ سے دریافت کیا۔

”تو جب دلوں کے بھید جان لیتا ہے تو یہ بھی جان لے کہ میں انسانی روپ میں کیوں رہتا ہوں اور کب تک رہوں گا۔“ میں نے اس سے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔

اس نے اپنا لمبا استخوانی ہاتھ میرے کاندھے پر رکھا تو میرے بدن میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ اس نے میرے کاندھے کو مضبوطی سے پکڑا تھا یوں لگا جیسے وہ مجھے اپنی طاقت سے مرعوب کرنا چاہتا ہے۔

”تو کون ہے؟“ میں نے اس کا ہاتھ اپنے کاندھے سے ہٹانا چاہا ہو تو مجھے ناکامی ہوئی۔ اس کی گرفت میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میرے بدن میں رینگنے والی چیونٹیاں میرا بدن نوچنے لگیں۔

”میں رئیس ہوں۔ راع دیوتا کا بیٹا۔“ اس نے فرعونیت کے ساتھ کہا۔ ”وہ دیوتا جو سرزمین مصر پر جنم لے چکا ہے۔ میں اس کا جانشین ہوں۔ اب مصر میں راع دیوتا کی پوجا ہو گی۔“ اس نے اپنا ہاتھ کاندھے سے ہٹایا اور سورج کی طرف انگلی کر کے بولا۔ ”وہ دیکھو! میرا دیوتا، میرا معبود میرے دل کو اپنی روشنیوں اور طاقتوں سے منور کر رہا ہے۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ اے رئیس اٹھ۔ اپنے پیروکاروں کے ساتھ اس سرزمین پر میرا مندر بنا اور میرے پجاریوں کو اس میں آباد کر۔ اے ہامہ تو میرے ساتھ مل جا۔ میرا دیوتا تجھے خوش کر دے گا۔“

اس نے اپنے دونوں بازو اب میرے گرد حلقہ کی صورت میں پھیلا دیئے اور مجھے لگا جیسے وہ مجھے اپنے سینے کے ساتھ لگانا چاہتا ہے۔

''ٹھہرو۔ اے بد بخت، خدا کے دشمن رئیس! مجھے اب ہاتھ نہ لگانا۔ تو پاپی اور گناہ کی فصل ہے۔ وہ فصل جو ابلیس مردود نے کاشت کی ہے۔ میں جان گیا ہوں تو بنو قابیل کا وہ بد بخت سیاہ کار ہے جو پہلے آگ کی پوجا کرتا تھا اور اب سورج کی پوجا کرنا چاہتا ہے۔ اے بد بخت انسان تو جسے معبود اور دیوتا سمجھتا ہے وہ تو بظاہر ربی اور احکام خداوندی کا پابند ہے۔ یہ آگ، ستارے، سورج، آسمان، چرند پرند، پانی، صحرا سب رب کائنات کے مظاہر قدرت ہیں اور اس کے حکم سے اپنے امور انجام دیتے ہیں۔ تو شیطان کا پیروکار ہے اور اس نے تجھے گمراہ کیا ہے۔ میں تجھے کہتا ہوں کہ تو سرزمین مصر سے چلا جا اور یہ خیال دل سے نکال دے کہ تو یہاں راع دیوتا کا معبد بنا سکے گا۔''

رئیس نے یکا یک مجھے اپنے آہنی، کوہساری بازوؤں کے حلقے میں لے لیا اور مجھے زمین سے اٹھا کر اپنی فلک بوس سینے سے لگا کر اس قدر زور سے بھینچا کہ میری ہڈیاں سرمہ بنتے بنتے رہ گئیں۔ ا
س لمحے مجھے انسانی جسم و جاں کی وقعت کا احساس ہوا کہ اس خاکی بدن میں موجود روح کا پیرہن کتنا کمزور ہوتا ہے۔ اصل طاقت تو روح کے اندر ہوتی ہے۔ روح طاقتور ہو تو کمزور بدن میں بھی کوہساروں جیسی برداشت اور طاقت رکھتی ہے۔

''اے بد بخت رئیس مجھے چھوڑ دے۔'' میں نے اس کے بازوؤں سے نکلنا چاہا اور ساتھ ہی اپنی مخفی اور فطری قوتوں کو استعمال کیا لیکن اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور میں اس کے ہاتھوں میں بے بس پرندے کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔ رئیس جو علم و گیان کا کوہ گراں تھا۔ اس نے انتہائی تیزی کے ساتھ میرے گرد طلسماتی جال بن دیا تھا اور میں اپنی اصلی حالت میں واپس نہ آ سکا۔ اس وقت مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ انسان کا علم جنات سے زیادہ ہے اور ایک انسان جب کسی جن کو قابو میں کرتا ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔

رئیس میرے پھڑ پھڑاتے بدن کو دیکھ کر قہقہے لگانے لگا۔ میرے پورے بدن پر نقاہت طاری ہو گئی اور ذہن غنودگی کے مارے ہچکولے کھانے لگا۔ بس میری آنکھیں بے بسی کے نظارے دیکھ رہی تھیں۔

رئیس نے ایک ہاتھ سے میری گردن کو یوں پکڑا جیسے کسی مرغ کو گردن سے پکڑا جاتا ہے۔ میں جو علم و فضل میں یکتا مشہور تھا صدیوں سے ابلیسی قوتوں کو بے بسی سے مارتا آ رہا تھا، ایک عجیب و غریب اور ابلیسی علوم کے رسیا انسان کے ہاتھوں بے بس ہو گیا تھا۔ میرے سارے جذبات اور قہر و غضب سرد ہو گیا تھا۔

رئیس مجھے مصر کی ان حدود میں لے آیا جہاں ہموار زمینیں تھیں۔ مجھے اس وقت حیرت ہوئی کہ اس بے آباد علاقے میں اب کئی عمارتیں قائم ہو گئی تھیں۔ یہ اونچی اونچی اور تکونی عمارتیں بڑے بڑے

پتھروں سے تعمیر کی گئی تھیں۔ میں اپنی اس بات پر ماتم کرنے لگا کہ ہامہ تو صدیوں سے یہاں رہ رہا ہے مگر تجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس علاقے میں ابلیسی قوتوں نے اپنے پنجے گاڑ لئے ہیں۔

رئیس مجھے فاخرانہ انداز میں ہاتھوں میں لٹکائے ہوئے ایک بڑی عمارت میں داخل ہوا۔ یہ کالے
نگ کی عمارت تھی اور اس کے بڑے بڑے دروازے تھے۔ رئیس بڑی آسانی سے دروازوں سے گزر
لیا۔ جونہی اس نے معبد میں قدم رکھا چاروں طرف یکا یک وہی منحوس مزمار کی دھنیں گونجنے لگیں۔ مجھے
ب یقین ہو گیا تھا کہ میں طاغوتی اور ابلیسی قوتوں کے قابو میں آ گیا ہوں۔ اسی لمحہ معبد میں بہت سے
ٗوں کے دوڑنے کی آوازیں آئیں۔ اس دوران رئیس ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی
چھت غائب تھی اور سورج کی روشنی میں بڑا سا ہال جگمگا رہا تھا۔ ایک طرف پانچ بت ایستادہ تھے اور ان
کے سامنے ہیرے جواہرات اور سونے کی اشیا پڑی تھیں۔ سورج کی روشنی ان پر گر رہی تھی جس سے
رے جواہرات کے رنگ قوس قزح کی طرح کمرے میں رقص کر رہے تھے۔ یہ پانچ بت ان بزرگوں
کے تھے جنہیں بنو قابیل نے قتل کر دیا تھا اور ان کے بت بنا کر ان کی پرستش شروع کرا دی تھی۔

رئیس نے مجھے بتوں کے سامنے پھینک دیا اور کسی درندے کی طرح ڈکراتا ہوا بولا۔ ''اے
ی کی قوتوں کے ساتھیو! آؤ دیکھو میں تمہارا مجرم لے آیا ہوں۔''

یہ سنتے ہی کمرے میں ہلچل مچ گئی۔ بہت سے وجود چہروں پر نقاب اوڑھے ہاتھوں میں
شبوبیات اٹھائے ہوئے داخل ہوئے اور مجھے دیکھتے ہی خوشبوبیات بتوں کے قدموں میں رکھ دیں۔
ں دوران دو نقاب پوش آگے آئے اور نقاب الٹ دیئے۔ میرے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہو رہی تھی
ر بے بس آنکھیں ان کی شکلیں دیکھ کر ایک بار پھر حیرت سے پھیل گئیں۔

وہ قابوط، سابوط تھے

''ہامہ...... عظیم ہامہ! ہا۔ ہا۔ ہا۔ جنات کا بیٹا، ناموس جنات کا رکھوالا۔ ہا...... ہا...... ہا۔''

وہ مجھ پر ہنسنے لگے۔ اسی لمحہ دوسرے نقاب پوشوں نے بھی چہرے سے نقاب الٹ دیئے۔ وہ
ب میرے شناسا نہیں تھے مگر ان میں سے ایک ہستی ایسی تھی جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ
نور تھی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''ہامہ! تو اب ذلت بھری زندگی گزارے گا اور تیرے سامنے یہاں بدی کی قوتیں اپنے مظاہر
ں کریں گے۔ تو انسانوں کو گمراہ ہوتا ہوا دیکھتا رہے گا۔ دیکھ، کوئی اس جیسا انسان ہے۔ اس جیسا
ہ گراں۔ دیکھ یہ ہاتھ بڑھائے تو آسمان کو چھو لے۔ اس کے پاس علم کی وہ طاقت ہے جو ابلیس کو
ں دم بخود کر دیتی ہے۔'' شانور نے رئیس کی جانب اشارہ کیا اور قہر آلود نظروں سے مجھے گھورتے
ئے بولی۔ ''تو نے عول بیابانی کو مار ڈالا۔ تو نے بدی کی قوتوں کو پچھاڑ دیا۔ مگر اے ہامہ اب تم دیکھنا

کہ یہ بدی کی قوتیں تجھ سے کیسے کیسے بدلے لیتی ہیں۔''

شانور نے ہاتھ جھٹکا تو فضا میں بہت سارے مکروہ کیڑے نمودار ہوئے۔ یہ مردہ خود کیڑ
تھے جو کسی بے بس جن زاد پر چھوڑ دیئے جائیں تو اس کی توانائی چاٹ جاتے ہیں۔ غول بیابانی ا
ابلیس کی لشکری ان کیڑوں کو اپنے جسموں پر چھوڑ کر ان سے ڈسواتے ہیں جس سے انہیں سکون آ
نشہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے وہ مرتے نہیں مگر انہیں کیف آور احساس حاصل ہوتا ہے۔ شانور نے
کیڑے مجھ پر چھوڑ دیئے جو مجھے اپنے مہیب اور مکروہ دانتوں سے کاٹنے لگے تو میرے بدن م
چیونٹیاں سی سرایت کرنے لگیں۔ میں بے بسی سے ایک بار پھر پھڑ پھڑانے لگا۔ یہ دیکھتے ہی رئیس
ایک چبوترے پر بیٹھ گیا اور شانور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر معبد میں ابلیسی قوتوں کے مظا
دکھانے لگی، بدی اور گناہ کی فصل بونے لگی، بدبودار اور غلیظ ماحول میں مز مار کا سحر ابلیسی ماحول
پروان چڑھانے لگا۔ کیڑے مجھ پر والہانہ انداز میں حملے کر رہے تھے اور اپنا زہر میرے اندر اتار
مجھے کیف و مستی کا سرور دے رہے تھے۔ ساری رات میں نے اذیت ناک کرب و کیف میں گزاری۔
معبد رات بھر شیطانی قوتوں کے ساتھ جاگتا رہا۔ اگلے روز سورج طلوع ہوا تو رئیس ا
ساتھیوں کے ساتھ نیل کے پانیوں میں عبادت کے لئے چلا گیا۔

کیڑے ابھی بھی مجھے نوچ رہے تھے اور میں اپنی بے بسی پر مچل رہا تھا۔ نہ جانے کتنے
روز، ماہ و سال اس کیفیت میں گزر جاتے مگر قدرت کو مجھ پر رحم آ گیا۔ رئیس کے جاتے ہی معبد
گھناؤنے اور بدبودار ماحول میں تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور تیز دار خوشبو نے پورے ماحول
کدورت دھو ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی کیڑوں میں آگ بھڑکی اور وہ جل کر راکھ ہو گئے۔ اسی ثا
معبد میں تاریکی چھا گئی اور میرے منجمد احساسات میں جان پڑ گئی۔ مانوس خوشبو میرے اندر ٹھنڈ
بن کر اتر گئی اور میری ہر زخمی پور میں اتر کر انہیں سمیٹنے لگی۔ یوں لگا جیسے میرے وجود کی کرچیوں کو ا
کر کے جوڑا جا رہا ہے۔ میرے حواس مکمل ہوتے ہی میرے لبوں سے نکلا۔

''ذوالتاس...... ذوالتاس...... تم آ گئی ہو؟''

میرے بولتے ہی حریری ریشمی اور شبنمی احساس میری گردن کے گرد کسی ناگ کی طرح
کھاتے ہوئے میرے سینے پر رینگنے لگا اور پھر یکدم تاریکی میں اس کا روشن و تاباں وجود منور ہونے لگا

اس کے جلوہ گر ہونے سے مہربان ساعتوں کا آغاز ہو گیا۔ میں جو بے بسی اور لاچارگی
عالم میں جہنمی کیڑوں کی خوراک بن رہا تھا، تاریکیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو رہا تھا، اپنے وجو
اب سمیٹنے لگا تھا۔ اس کے ہوشربا اور دل سوز آتشی روپ کا اظہار ہوا تو معبد کی تاریکیوں پر برق

ندی۔ ایک لرزہ سا طاری ہوا۔ بت اس کے جلوؤں کی تاب نہ سہہ سکے اور دھڑام سے زمین بوس
گئے۔ ان کا پتھریلا وجود ریزہ ریزہ ہو کر کنکریوں میں بکھر گیا۔

''سنو!'' مہربان ذوالتاس بولی تو کدورتوں سے بھری فضا میں خوشبوؤں سے بھری سانس نے
م لیا۔ میرے رگ و پے میں ٹھنڈک سی گھل گئی اور میں نے شدت احساس سے آنکھیں بند کر لیں
ویا میں نے ذوالتاس کے پیکر نور کو اپنے اندر سمو لیا تھا۔

''ہامہ اٹھو اور ان بتوں کو قدموں تلے روند ڈالو۔ خدائے ذوالجلال کی قسم، جس نے سنگلاخ
بن کو مٹی کے پیکر سے ڈھانپ دیا ہے اور جس نے کوہساروں کو اونچے اونچے پتھروں سے عظیم و برتر
یا ہے۔ وہ میرا اور تمہارا رب حکم دیتا ہے کہ مٹی اور پتھر سے وجود خاکی تخلیق کرنے والے شیاطین کو مار
ل یہ میرے شریک ہیں۔ پتھروں اور مٹی سے اپنے اور تمہارے معبود بناتے ہیں۔ ابلیس روز اول
ے دھتکارا ہوا لعنت زدہ شیطان ہے۔ وہ موجد گناہ ہے۔ اس نے دیکھا ہوا ہے کہ اس کے رب نے
ں کے ایک پتلے میں اپنی قدرت سے روح داخل کر کے شاہکار آدم تخلیق کیا۔ جسے دیکھ کر ابلیس
رت و تکبر کا شکار ہوا۔ آج نہیں صدیوں سے جب سے وہ دھتکارا گیا ہے، زمین کی پستیوں میں گرایا
یا ہے۔ وہ پتھروں اور مٹی سے مورتیاں بناتا ہے اور گمراہ انسانوں سے کہتا ہے کہ انہیں پوجو۔ اس
ت کو اس مورتی کی پوجا کرو کیونکہ یہ تمہارے آبا کی مورتیاں ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے نیک و پارسا
ر اللہ کے مقرب بندے تھے۔ ان کے بتوں میں ان کی روحیں آتی ہیں اور تمہارے دکھ درد کو سنتی
ں۔ جو اللہ سے سفارش کر کے تمہارے مصائب دور کراتی ہیں۔ تمہارے گناہ بخشواتی ہیں۔ اے ہامہ
تو جانتا ہے۔ تیرے بدذات پڑدادا ابلیس نے انسانوں کو بہلانے اور پھسلانے کے لئے کس قدر
شش ترغیبات پیدا کی ہیں۔ وہ ازل سے نیک انسانوں کو گمراہ کرتا آ رہا ہے۔ کبھی وہ آگ کی پوجا
راتا ہے تو کبھی سورج کی اور کبھی چاند ستاروں کی۔

اے ہامہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ انسان جب کسی طاقتور شے کی حقیقت نہ جان سکے اور اس سے
نف ہو جائے تو اس کے آگے جھک جاتا ہے۔ تیرا بدقماش پڑدادا انسان کے اندر اس شے کی ہیبت
ری کر کے اسے اپنا معبود بنانے پر قائل کرتا ہے۔ اور تو یہ تو جانتا ہی ہے کہ انسان گناہ کا پتلا ہے۔ وہ
ب اللہ سے ناطہ توڑتا ہے تو بہت جلد شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ پس اے میرے ہمراز
د اور صدیوں سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر۔ اور ہاں یہ یاد رکھ، تم نے ابلیس کو دھتکارا ہے۔ وہ
وقت تیرے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اس لئے تو اپنی حفاظت سے غافل نہ ہوا کر اور اپنے جامہ حقیقی کو ہی
تیار کر۔ آدم زادوں کی مجالس میں ضرور جایا کر۔ نیک اور صالح بزرگوں سے راہ ہدایت حاصل کیا۔
ر۔ مگر انسانوں کے روپ میں نہ رہا کر۔ ہاں جب ضرورت درپیش ہو تو کوئی سا بھی روپ اختیار کر

سکتا ہے۔ پس یہ باتیں اور اپنے مقاصد سامنے رکھ۔ صرف انسانوں کو ہی نہیں تیری نسل اور تیری قوم کو بھی تیری ضرورت ہے۔'' ذوالناس کی باتوں نے مجھ پر بے حد اثر کیا۔ میں نے بے تاب جوالہ کی طرح انگڑائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''اے فکر و تدبر کی دیوی۔ میری رہنما، مجھے بتا کہ میں اب کیا کروں؟''

''تو میرے ساتھ چلا آ۔''

میں تجھے بتاتی ہوں کہ تجھے اب کیا کرنا ہوگا۔''

ذوالناس میرے آگے آگے چل پڑی اور معبد سے نکل کر ایک دوسرے بڑے سے کمرے میں داخل ہوئی۔ یہ کمرہ بھی اندھیرے سے بھرا ہوا تھا مگر میں اب اپنی ماورائی آنکھیں کھول چکا تھا۔ اپنے اصل روپ میں آ گیا تھا لہٰذا یہ اندھیرے میرے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ اے میرے مہربان دوست! تجھے میں نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ جنات کیلئے روشنی اور اندھیرے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اے میرے ہمراز سن، یہ اندھیرے، سیاہ تاریکیاں تمہیں اندھا کر دیتی ہیں مگر جنات کی آنکھیں کھول دیتی ہیں۔ تم روشنی میں ہر شے کو دیکھ سکتے ہو اور اندھیروں میں صرف ٹٹول کر کسی شے کا احساس کر سکتے ہو لیکن ہمارے لئے سیاہ تاریکیاں ہی روشنی کا کام کرتی ہیں۔ ہماری دنیا رات کو جاگتی ہے اور دن کو سوئی پڑی رہتی ہے۔ تمہارا دن ہمارے لئے رات ہوتا ہے۔ جنات کے قوانین میں دن کے وقت خاص طور پر جب روشنی بہت زیادہ ہو باہر نکلنے کی ممانعت ہوتی ہے اس کی وجہ بہت دلچسپ اور پراسرار ہے۔''

ہامہ صدیوں کی کہانی سناتے سناتے یکدم واپس لوٹ رہا تھا اور جنات کی دنیا کے اسرار و رموز سے آگاہ کر رہا تھا۔

''یہ روشنی، سورج کی تمازت جو آگ ہے آگ۔ نارِ جہنم جیسی آگ۔ وہ آگ جو جنات کے اندر حرارت اور زندگی پیدا کرتی ہے۔ اگر جنات اس آگ میں زندگی کے معمولات نپٹاتے رہیں تو شیطان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے جنات کو دوپہر کے وقت اپنی آبادیوں اور ٹھکانوں سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی البتہ گمراہ اور شرپسند جنات دوپہر کے وقت باہر نکل جاتے ہیں اور ویرانوں قبرستانوں میں جا کر بھولے انسانوں کو پریشان کرتے ہیں۔ تم نے سنا ہوگا کہ دوپہر کے وقت کسی بیابان میں کسی مسافر کو اچانک ایک اجنبی شخص یا عورت ملتی ہے جو مسافر کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ اے میرے ہمراز! دراصل وہ غول بیابانی اور ارواح خبیثہ ہیں۔ جنات کے گروہ سے دھتکاری ہوئی مخلوق۔

ٹھہرو یہاں میں تجھے مخلوق جنات اور شیاطین کے درمیان ایک فرق سمجھا دوں۔ یہ تو میں پہلے

ہی بتا چکا ہوں کہ جنات اللہ کے فرمانبردار اور شیطان عزازیل کی نسل میں سے ہیں جو ایک زمانے میں جن تھا۔ مگر نخوت و تکبر اور خدائے بزرگ و برتر کی نافرمانی کے باعث اس سے جنات کے اوصاف چھین لئے گئے۔ اس طرح جنات میں بعض سرکش بدعہد قہر و غضب کے مارے لوگ بھی ہیں۔ جو قوانین جنات کی نافرمانی کر کے دنیا کی نظروں سے مخفی آبادیوں سے باہر نکل کر خاکی انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ جنات ان شرپسند جنات کو اپنے قبائل سے نکال دیتے ہیں۔ ان سرکشوں میں سے کچھ دنیا کے ویرانوں، بیابانوں، صحراؤں اور قبرستانوں میں ٹھکانہ کر لیتے ہیں۔ انہیں ہم بھوت ارواح خبیثہ اور بدروحیں کہتے ہیں۔

اور کچھ سرکش جنات ہیں جو قدرے سلجھے ہوئے ہیں مگر اپنی آزاد پسندی کی وجہ سے قوانین جنات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ایسے جنات کو عامر کہا جاتا ہے اور یہ شہروں میں رہتے ہیں۔ ہمارے جیسے اعلیٰ و ارفع اور حسب نسب والے جنات بھی شہروں میں رہتے ہیں۔ ان جنات کے ٹھکانے بڑے بڑے قدیم گھروں، حویلیوں، مزارات، باغات میں ہوتے ہیں۔ اعلیٰ نسل کے جنات قوانین فطرت کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اس لئے جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہم اپنے ٹھکانوں میں آ جاتے ہیں اور سوئے پڑے رہتے ہیں۔ دراصل اس روشنی میں ہم اندھے ہو جاتے ہیں لیکن رات اور ملگجے اجالوں میں ہماری بینائی واپس آ جاتی ہے البتہ صاحب کرامات اور قوی علوم والے جنات دن کی روشنی میں بھی اپنے کام انجام دے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ ہر روپ اختیار کر سکتے ہیں۔ پس میرے جیسے جنات کے لئے اندھیرے اور روشنی ایک جیسے ہوتے ہیں۔

ہاں تو اب آگے سنو! میں اور ذوالناس جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو ذوالناس نے کہا

''ہامہ۔ رئیس اس کمرے میں بیٹھ کر تمہارے پڑدادا کی تعلیمات حاصل کرتا ہے۔ یاسوط اور تمہارا دادا لاقیس اسے وہم و خیال اور بدی کی تعلیمات دیتے ہیں۔ مڑالہ اور شانور اس کی دلجوئی کے لئے اس کے پاس رہتی ہیں۔ تم نے دیکھا ہے رئیس بنو آدم میں سب سے طویل قد و کاٹھ کا مالک ہے۔ اس کے اندر طاقت و دانائی ہے اور وہ علوم مخفی میں دسترس رکھتا ہے۔ ابلیسی و طاغوتی علوم نے اسے جادوگر بنا دیا ہے۔ وہ اپنی ماورائی طاقتوں سے انسانوں کو گمراہ کر کے اپنے آگے جھکائے گا۔

اے ہامہ آگے بڑھو اور اندھیروں کے اس قہر میں معبد کے اس طلسم کدے کو توڑ ڈالو۔ وہ دیکھو۔ اس چبوترے پر وہ بیٹھتا ہے۔ اس پر بھیڑ کی کھال ہے اور اس کے سرہانے سدا بہار درختوں کے پتے ہیں جن پر وہ سر رکھ کر سوتا ہے۔ آگے بڑھو اور چبوترے کو اپنی ٹھوکروں سے توڑ ڈالو۔ پتوں کو آگ لگا دو اور اس کے بستر کو اٹھا کر نیل میں پھینک دو۔ دیکھو یہ عمل تیزی سے کرو۔ وہ اب آنے ہی

والا ہے۔''

میں نے کسی مؤکل کی طرح ذوالتاس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میری ایک ٹھوکر سے رعیس کا بستر چور چور ہوگیا اور میں نے اپنے قہر و غضب کی ایک ہی سانس سے پتوں کو آگ لگادی اور بھیڑ کی کھال کو اس قدر زور سے آسمان کی طرف اچھال دیا کہ وہ اڑتی ہوئی نیل میں جا کر گری اور اس سے نیل کے ٹھہرے ہوئے پانیوں میں تلاطم برپا ہوگیا اور وہ بے تاب ہو کر کناروں سے اچھلنے لگا۔

''ہامہ...... وہ آ رہا ہے۔ اس نے دیکھ لیا ہے کہ تم نے اس کے معبد کو جلا دیا ہے۔ شانور، یاسوط، قابوط، سابوط اور مڑالہ اس کے ساتھ ہیں۔ سنو! میں جا رہی ہوں تم بھی چلے جاؤ۔''

ذوالتاس تیزی سی بولی تو میرا دماغ گھوم گیا۔ میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

''ذوالتاس! تم مجھے بھاگنے کی ترغیب نہ دو اور خود بھی نہ بھاگو۔ آؤ مل کر خدا کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔''

ہامہ...... میں نے کہا تھا کہ طاقت کے ساتھ ساتھ عقل بھی استعمال کرو۔ وہ سب بدی کے پیکر ہیں اور اپنے علوم سے تجھے اور مجھے گھائل کر دیں گے۔ فی الحال تم نے جو کیا ہے وہ کافی ہے۔ چلو میرے ساتھ۔ میں تمہیں ایک ایسے جواں رعنا اور نیکی کی قوتوں سے سرفراز نوجوان سے ملاؤں جو کل کو تیری ضرورت بنے گا اور وہ ہی رعیس اور غول ابلیسی کا مقابلہ کرنے میں تیری مدد کرے گا۔''

میں نے گہری اور ملول نظروں سے ذوالتاس کی طرف دیکھا۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے چلا جاؤں لیکن صدیوں کے تجربے نے مجھے سکھا دیا تھا کہ طاقت سے زیادہ ذہانت توانا ہوتی ہے اور ویسے بھی پر اسرار قوتیں، ماورائی طاقتیں حاصل کرنے اور انہیں استعمال کرنے کے لئے مضبوط اعصاب و ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اس کی دانش مندی پر عش عش کر اٹھا اور اس کے ساتھ ہولیا۔

اس وقت ہم دونوں آسمان کی وسعتوں میں تیر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رعیس دھاڑتا ہوا معبد کی طرف بھاگ رہا ہے اور طاغوتی طاقتیں اس کے ساتھ شراروں کی طرح لپٹی ہوئی ہیں۔ معاً شانور نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو اس نے مجھے دیکھ لیا اور وہ چیخ کر بولی۔ ''راع دیوتا کے پجاری۔ وہ دیکھو تمہارا اور ہمارا دشمن ہامہ...... وہ جا رہا ہے۔''

رعیس نے فلک بوس گردن اوپر اٹھائی اور اپنے بازوؤں کو ہواؤں میں لہرا کر مجھے پکارنے لگا۔

''نیچے آ جا...... او کم بخت...... نیچے آ جا۔ ورنہ تجھے راکھ کر دوں گا۔''

اسی لمحہ ذوالتاس نے اپنے ریشمی حریری لمس سے میرے گرد حلقہ سا قائم کر دیا اور سرگوشی میں بولی۔ ''ہامہ! یہ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے میں تمہارے قریب ہی ہوں۔''

''کیا میں ادھر ہی رہ کر ان کا مقابلہ کروں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ اول آسمان کے سایہ تلے مخلوق جنات کے قد آور محافظوں نے قلعے بنا رکھے ہیں۔ وہ دیکھو۔ جھلملاتے ستاروں کے اوپر فرشتوں کے قلعے ہیں جو آسمان کی خبریں چرانے والے شیاطین پر آگ کے گولے برساتے ہیں اور ان ستاروں سے نیچے جنات کے محافظ کھڑے ہیں جو ابلیس کے خاص جاسوسوں کو پکڑ پکڑ کر مارتے ہیں۔''

اس سے قبل میں نے اول آسمان کی دنیا نہیں دیکھی تھی۔ میں نے ارد گرد نظریں اٹھا کر دیکھا تو فرحت انگیز احساس نے میرے اندر توانائی بڑھا دی اور میں نے سینہ تان کر رعیس کو للکارا۔

''او خدا کے دشمن! تجھ میں ہمت ہے تو آسمان پر چڑھ آ۔''

رعیس نے ایک زوردار چنگھاڑ ماری اور اس کے ساتھ ہی آگ بگولا ہو کر اس نے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی طاغوتی طاقتوں کو پکارا۔ اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔ شانور اور یاسوط اس لمحہ اپنی طاغوتی طاقتوں کے مظاہرے پیش کرنے کے لئے آسمان کی طرف اڑنے لگے اور رعیس نے پہاڑ پر براجمان ہو کر اپنی آنکھیں اندھیروں سے بھرے آسمان کی طرف مرکوز کر دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں سے طاغوتی شعاعیں نکلیں اور پورا ماحول ان کی روشنی میں منور ہو گیا۔ طاغوتی روشنی کی لہریں مجھ پر برسنے لگیں لیکن ذوالتاس کے قائم کئے ہوئے حلقے سے ٹکرانے سے ان شعاعوں نے دم توڑ دیا اور واپس پلٹ گئیں۔ اسی دوران شانور اور یاسوط میرے سامنے ظاہر ہوئے۔ شانور کو احساس ہو گیا تھا کہ میں نورانی قوتوں کے حلقے میں کھڑا ہوں تو وہ مجھے چیلنج کرتے ہوئے بولی۔

''ہامہ تجھے اپنی طاقتوں پر ناز ہے تو اس حلقے سے باہر آ کر مجھ سے مقابلہ کر۔''

ایک جن زادی کے اس طرح مخاطب کرنے سے میرا قہر و غضب بڑھ گیا۔ اسی لمحہ ذوالتاس نے سرگوشی کی۔

''ہامہ...... جاؤ اور شانور کی دعوت قبول کر کے اسے یہ حقیقت بتا دو کہ حق و سچ کی طاقت بدی پر ہمیشہ غالب رہتی ہے۔''

پہاڑ پر کھڑا رعیس یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ابلیس کی طاغوتی طاقتیں اس کے گرد کھڑی تھیں۔ اول آسمان کے قلعے کے محافظوں نے بھی یہ دلچسپ نظارہ دیکھا تھا۔ میں حلقے سے باہر نکلا اور چشم زدن میں پہلا حملہ یاسوط پر کیا۔ میں نے ایک آتشی کوڑا اس کی گردن میں لپیٹ کر اسے اپنے قریب کیا اور پھر اپنے علم کی طاقت سے اس بدی کے شرارے کو بجھا کر آسمان کی وسعتوں سے نیچے پھینک دیا تو تاریکیوں میں اس کی آخری چیخ بجھتے ہوئے چراغ کی طرح لکیر کھینچتی ہوئی گرتی چلی گئی۔ ابلیس نے یاسوط کو مرتے دیکھا تو اس کی کربناک دلدوز چیخ سنائی دی۔ اس نے اپنا سینہ کوٹ لیا اور آہ و زاری کرتے ہوئے چلایا۔ ''او ہامہ تو نے میرا سایہ مار دیا۔ تیرا ناس ہو۔ اے ہامہ تو نے اپنے پڑدادا کا

ہمزاد مار دیا۔''

یاسوط کو چشم زدن میں مار دینا میری بہت بڑی فتح تھی۔

شانور جم کر کھڑی ہوگئی۔ اس پر یاسوط کی موت نے کوئی اثر نہ کیا۔ میں اس کی دلیری پ… ششدر رہ گیا۔ اس کے مافوق الفطرت اور صدیوں پرانے افسانوی کردار کا نقشہ میرے ذہن میں تاز… ہوگیا۔ میرے سامنے میری آشاؤں اور تمناؤں کا سراب کھڑا تھا۔ مگر اس لمحے مجھے اس سے انتہا… نفرت ہو رہی تھی۔ وہ بدی کی راہ پر چل پڑی تھی۔ اس نے میرے بھائی اعمش کو مارا تھا۔ میری بیو… اس کے ہاتھوں سے حسرت ناک موت مرگئی تھی۔ اس کا ظلم اور سفاکی کے مناظر میرے سامنے چل… لگے۔ میں دھاڑا۔ ''شانور آج سے تیری ساری آگ بجھادوں گا۔ صدیوں سے تیری بے قرار رو… کی پیاس بجھا کر تجھے تحت الثریٰ میں پہنچادوں گا۔''

''ہامہ...... تو شانور کی طاقت وگیان سے آگاہ نہیں۔ میں یاسوط نہیں ہوں جو تیرے آ… کوڑے کی غذا بن جاؤں گی۔'' شانور نے بے باکی اور سفاکی سے کہا اور مجھ پر جھپٹ پڑی۔ کڑکڑاتی رعد و برق کی طرح مجھ پر کوندی تو اندھیروں میں چہار سو روشنیاں پھیل گئیں۔ قہر وغضب ا… صور قیامت جیسی چنگھاڑوں سے تاریک آسمان جھلملانے لگا۔ میں نے اپنا روپ بدلا اور اپنی طاقت… کو پکارا۔ حقیقت یہ ہے کہ شانور ایک ایسے آتش بے تاب کی طرح مجھ پر برس رہی تھی جو صدیوں … انتقام کو اپنے سینے میں چھپائے بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کا حملہ زوردار تھا۔ میں نے اپنے گرد حفاظتی نور… نور پھیلا کر شانور کے طوفان رعد کو روکا تو وہ مچل گئی۔ چیختی چلاتی ہوئی وہ مجھ پر برستی رہی اور میں تد… علم سے اس کے ہر حملے کو روکتا رہا۔ پہلے میں نے مدافعانہ طرز اختیار کیا تھا نہ جانے وہ کون سی طاق… تھی اور آہستہ آہستہ میرے دل میں اس کے لئے نرم گوشہ پیدا کر رہی تھی۔ بظاہر یہ خوفناک جنگ… مگر میرے لئے یہ کھیل بن گئی تھی۔ میں نے شانور کو اس کے ہر ہتھیار کو آزمانے کا موقع دیا۔ ج… اس نے دیکھا کہ ہامہ نے ایک بار بھی پلٹ کر اس پر حملہ نہیں کیا تو اس کی مدافعت بتدریج ختم ہو… لگی اور کڑکتی بجلیاں اپنے مسکن میں واپس جانے لگیں۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ کڑکتی ہوئی بجلیا… سسکیاں بھر رہی ہیں۔ ایک عجیب سا آہنگ نمودار ہو رہا تھا۔ ان کے رنگ بدل رہے تھے۔ شانو… مجسم انتقام تھی۔ مثل قیامت تھی۔ تکبر ونخوت سے میرے سامنے ایستادہ تھی۔ اس کا غرور پگھل گیا… اور اس کا تکبر ونخوت اور دکھوں سے بھرا ماضی اس کے انتقام کی آگ میں بہہ گیا تھا۔ اس لمحہ ذوالنا… کالمس میرے کاندھوں پر رواں ہوا۔ وہ میٹھی اور ٹھنڈی آواز میں بولی ''ہامہ! شانور پگھل گئی ہے۔ ہار گئی ہے۔ انتقام کی آگ کا سیل رواں آج بہہ گیا ہے اور اس کے اندر کی جن زادی، وہ معصوم شا… بیدار ہوگئی ہے جو گل وگلزار میں رہا کرتی تھی۔ آگے بڑھو اور اس کو جیت لو۔''

میں آگے بڑھا اور سسکیاں بھرتی ہوئی بجلیوں کے حلقے میں قدم رکھا تو شانور نے بوجھل اور متورم آنکھوں سے میری جانب دیکھا۔ وہ سمجھی کہ میں اس پر حملہ کرنے والا ہوں۔ وہ یکدم سہم گئی۔

''شانور!'' میں نہایت پرسکون آواز میں بولا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''تم......''

''ہاں شانور۔ میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا آؤ اور واپس اپنے ماضی میں لوٹ آؤ۔ اپنا قہر وغضب اپنوں کی بجائے دشمنوں پر نازل کرو۔ تم ایک نیک اور صالح روح تھی۔ حق پرست تھی۔

شانور کی واپسی گویا میرے لئے مسرتوں اور خوشیوں کا پیام تھی۔ ذوالناس اس روز سے غائب تھی جب سے شانور میرے پاس آگئی تھی۔ میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی کہ شانور بجھی بجھی سی رہنے لگی ہے۔ میں اسے اول آسمان کے پینڈے میں تعینات جنات کی حضوری کے لئے لے کر گیا تھا۔ یہ جنات انتہائی ذہانت وشجاعت کا پیکر تھے۔ ان کی قدم بوسی ہر جن کی خواہش ہوتی تھی۔ اے میرے مہرباں! فلک زیریں پر تعینات یہ جنات علمدار کہلاتے ہیں۔ انتہائی پارسا اور ہمہ وقت عبادت الٰہی میں غرق رہتے ہیں لیکن جن مقاصد کے لئے وہ فلک زیریں پر پہرہ دیتے ہیں اس سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے جس روز فلک زیریں کی مخلوق جنات اور نوری پیکروں نے شانور اور میری جنگ کا تماشا دیکھا' اس پر وہ بے حد خوش ہوئے تھے۔ کئی روز بعد میں اور شانور علمدار جنات کے سردار صالح بن قشتاح کے پاس گئے۔ اس نے ہم دونوں سے ایک عجیب بات کہی۔ اس کی بات سن کر میرے دل کے تار جھنجنا اٹھے اور رگ وپے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے کہا تھا:

''ہامہ...... تم نے جس صبر وتحمل اور تدبر کا مظاہرہ کیا ہے' مجھے یقین ہے کہ تم جنات کی عظمت میں اضافہ کرو گے۔ ورنہ کسی جن زادے کا اتنا صبر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے تم صدیوں تک جینے کا راز پالو گے۔ اور اگر تم نے اپنے نفس اور غضب کو خود پر غالب نہ ہونے دیا' تو خدائے وحدہ لاشریک کی قسم' تم ابلیس مردود اور اس کے خاکی مظاہرین کا مقابلہ کرتے ہوئے شکست نہیں کھاؤ گے۔''

''اے اللہ کے عبادت گزار بندے...... میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھ سے یہ امیدیں وابستہ کر کے میرا سیروں خون بڑھا دیا ہے۔ تو میرے لئے دعا کر کہ میں ابلیس اور اس کے کار پردازوں کا آخری سانس تک مقابلہ کرتا رہوں۔''

اس دوران شانور نظریں نیچے گرائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو جاری

تھے اور بڑی خاموشی سے رو رہی تھی۔ اس لمحہ فضا میں ایک کراہت آمیز چیخ سنائی دی۔ میں نے آوا کے تعاقب میں دیکھا' بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک شعلہ مانند تیر وسناں ایک شیطان کے اوپر لپکا تھا او دیکھتے ہی دیکھتے آگ کی خوراک بن گیا' اور اس کی راکھ فضاؤں میں تحلیل ہوگئی۔ صالح بن تشاح نے بھی اس جانب دیکھا اور اپنے پہلو پر ہاتھ مار کر ایک جن زادے کو طلب کیا۔

''کون تھا یہ؟'' سردار صالح بن تشاح نے اس کے آنے پر پوچھا۔

''ابلیس کا جاسوس تھا اور فلک زیریں کے پیندے میں سوراخ کر کے اوپر جانا چاہتا تھا۔ محافظ جن زادے نے کہا۔

''خس کم جہاں پاک...... اچھا ہوا ابلیس غارت ہوا۔'' یہ کہہ کر سردار صالح بن تشاح نے حمد ثنا شروع کی۔ فلک زیریں کے سارے جنات لہک لہک کر حمد وثنا کرنے لگے۔ میں نے آج تک وج کا یہ سماں نہیں دیکھا تھا۔ شانور بھی رب کائنات کی مدح میں سرشار ہوگئی۔ وہ بڑے جذب کے عا میں مستغرق تھی۔ خشوع وخضوع کے ساتھ حمد وثنا کر رہی تھی۔ فلک زیریں کا سارا ماحول نور ہی نور میں ڈوبا ہوا تھا اور کائنات کا ذرہ ذرہ حمد وثنا کر رہا تھا۔ کئی شب و روز گزر گئے' جنات حمد وثنا میں لگے رہے۔ ہر کوئی اپنے آپ سے بیگانہ ہو کر حمد وثنا کر رہا تھا۔ ہر سو خوشبوؤں کا راج تھا۔ پھر جب حمد وثنا ایک دور ختم ہوا تو صالح بن تشاح نے مجھے بتایا۔

''اے ہامہ...... تیرے لئے عبادت کا یہ انداز نیا ہوگا اور تو جاننا چاہے گا کہ ہم کیا کر رہے تھے؟''

یہ تو مجھے معلوم ہی تھا کہ سب جنات حمد وثنا کر رہے تھے۔ پھر بھی میں نے مودب ہو کر پوچھا۔

''اے شان جنات تو ہی بہتر جانتا ہے۔''

''سن اے ہامہ! یہ اللہ کے برگزیدہ جنات ہیں۔ فلک زیریں کے محافظ جنات ہیں۔ یہ اعلیٰ ارفع جنات ہیں۔ جب بھی شیطان مردود کا کوئی جاسوس آسمانوں کی طرف خبریں لینے آتا ہے تو یہ جنات اس پر آگ برساتے ہیں۔ جب وہ شیطان مارا جاتا ہے تو سب جنات اس فتح پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اس کی حمد وثنا میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ پس اے ہامہ! تو وجہ کائنات اور خالق کائنات کے حضور گڑگڑا کر خشوع وخضوع کے ساتھ حمد وثنا کا نذرانہ پیش کیا کر۔''

میں نے اسی وقت خالق کائنات کے حضور سر سجدے میں گرایا اور اپنی خطاؤں کا احساس کر کے رونے لگا۔ پھر صالح بن تشاح سے کہا۔

''اے عظیم سردار' تو نے مجھے عافیت کا وہ راستہ دکھایا ہے جس پر نور ہی نور اور فلاح ہی فلاح ہے۔ افسوس کہ میں اپنی فتوحات پر سرشار ہوتا رہا' مگر رب کائنات کے حضور حمد وثنا پیش نہ کر سکا۔''

''ادھر دیکھ۔ تو نے دیکھا ہے کیا...... کہ شانور کس قدر عقیدت سے حمد وثنا پیش کر رہی تھی۔''

میں نے اس کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر نورانیت برس رہی تھی۔ آنکھوں میں ٹھنڈک اور چہرہ سکون کی بارش سے دھلا ہوا تھا۔

''شانور اس عہد عتیق کے جنات میں سے ہے جنہوں نے زمین کو آباد کیا اور پھر فلک زیریں پر بستیاں آباد کیں۔''

''اے ہامہ...... شانور جانتی ہے کہ فلاح و بہبود اور نار جہنم سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ یہ اس عہد کے جنات میں سے ہے جب ابلیس...... عزازیل تھا اور فلک زیریں وارض بریں کے فرشتوں اور جنات کا سردار تھا۔ شانور نے اس سے قبل جنم لیا تھا۔ عبادات جنات سے پوری کائنات حمد وثنا کرتی تھی۔ آہ...... جب سے انسان نے زمین کے بدن پر جنم لیا ہے' اس نے گمراہی اختیار کر کے ابلیس کے تکبر میں اضافہ کر دیا ہے۔ پس اے ہامہ...... تجھے میری ایک ہدایت ہے۔ تو شانور کا ہاتھ تھام لے اور اسے لے کر کوہ ابوقبیس پر چلا جا۔ اس سے شادی کر لے۔ شانور ناموس جنات ہے۔ اس کی قربت تجھے لافانی بنا دے گی۔ یہ تجھے بتائے گی کہ ابلیس اور اس کی مخلوق کا مقابلہ کرنے کے لئے جنات کو کیا حکمت اختیار کرنی ہوگی۔ پس اے ہامہ...... تو زمین پر جا اور انسانی بستیوں سے دور ہو جا۔''

صالح بن تشاح کی یہ بات سن کر میں چونکا۔

''اے عظیم سردار! اگر میں انسانوں سے دور ہو گیا تو ابلیس انسانوں کو گمراہ کر کے انہیں کفرو شرک میں غرق کر دے گا۔''

''تو انسانوں کی فکر نہ کر اے ہامہ...... خدائے ذوالجلال سب جانتا ہے۔ انسانوں کی فلاح کا ذمہ وہ انسانوں کے سپرد ہی کرتا ہے۔ اس نے اپنے نبی اور رسول مبعوث کئے ہیں۔ تو فی الحال صرف یہ کر کہ اپنی مخلوق جنات کو اکٹھا کر۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس وقت جنات میں بھی افراتفری پھیل رہی ہے۔ وہ سرکشی پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ تو ان کی قیادت سنبھال اور ان کی عصبیت کو ختم کر دے۔ جنات گروہوں میں بٹ رہے ہیں۔ شیطان انہیں بھی ورغلا رہا ہے۔ پس تو پہلے اپنی مخلوق کی فکر کر۔''

میں نے اس پہلو پر سوچا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی مخلوق کو بالکل ہی بھول [illegible] صالح بن تشاح نے شانور کی رضامندی سے ہمارا نکاح پڑھایا اور ہمیں کوہ ابوقبیس کی طرف روانہ [illegible] قبل کہا۔

''ہامہ! فلک زیریں کے جنات تیرے لئے دعا گو ہیں۔ پس تو اپنے قبائل کی [illegible] اور سرکش جنات کو راہ راست پر لانے کی فکر۔''

اگرچہ میرے دل میں انسانوں کی گمراہی کا بڑا قلق تھا لیکن جب ہمارے ایک [illegible] برتر

جن نے مجھے نصیحت کی تو میں نے انسانوں کی بجائے مخلوق جنات کو ابلیس کے شر سے محفوظ بنانے کا فیصلہ کیا۔ مجھے عیس اور ابلیس کے سارے کارندے یاد آ رہے تھے۔ میں نے انہیں بھلایا نہیں' البتہ اپنے جاسوس وادی نیل اور زمین پر بسنے والی انسانی آبادیوں میں پھیلا دیئے۔ میں نے انہیں پابند کر دیا تھا کہ جونہی وہ محسوس کریں کہ شیطانی قوتیں انسانوں کو ختم کرنے کے درپے ہیں' وہ مجھے اطلاع کریں۔

میں نے کوہ ابوقبیس کے مبارک پہاڑ پر سکونت اختیار کی۔ اعمش کا قبیلہ اور اس کا خاندان میری فرمانبرداری کرتا تھا۔ شانور اس میں رچ بس گئی۔ ہم دونوں نے منتشر جنات کو اکٹھا کیا اور ان کی اصلاح شروع کر دی۔ اعمش کے بعد ان جنات کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان میں گمراہی پھیل رہی تھی۔ ان کے مساکن گندگی کی آماجگاہ بن گئے تھے اور قبیلہ فطری عصبیت کے غضب میں مبتلا ہو کر قتل و غارت گری میں مبتلا ہو گیا تھا۔

بنو الجان کا قبیلہ بھی کوہ ابوقبیس میں ہی مقیم تھا۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ ان کی شانور نے ہامہ کے ساتھ شادی کر لی ہے' تو انہیں بہت غصہ آیا۔ بنو الجان کو یہ زعم تھا کہ چونکہ دنیا پر سب سے پہلے جن جنات نے زمین کو آباد کیا' اس کا امتیاز صرف انہیں حاصل ہے۔ شانور بنو الجان والوں کے پاس گئی تو مجھے بھی ساتھ لے گئی تھی۔ اس نے بنو الجان والوں کو سمجھایا کہ وہ ہامہ کے بارے میں کدورت نہ رکھیں۔ بنو الجان کے دل میں شانور کے لئے بہت عزت تھی' لہٰذا انہوں نے مجھے بھی قبول کر لیا۔ شانور کے اعزاز میں بنو الجان نے ایک بہت بڑی محفل نشاط کا اہتمام کیا۔ یہ محفل کوہ ابوقبیس سے دور ایک ابرقی پہاڑ پر منائی گئی۔ یہ پہاڑ سبزے اور آبشاروں کی آماجگاہ تھے۔ شانور یہاں پر آ کر اداس ہو گئی۔ اس نے بتایا کہ کبھی اس علاقے پر اس کے قبیلے کی حکمرانی تھی۔ اس نے مجھے بہت سی گزری بسری باتیں بتائیں۔ اس نے ناروت کا بھی ذکر کیا۔ اس کا ذکر کرتے ہی اس کے اندر ہیجان برپا ہوا اور اس کا فطری قہر و غضب امڈ آیا۔ وہ بولی۔

''ہامہ...... میں نے ناروت پر بہت بھروسہ کیا تھا' مگر وہ بہت فریبی اور دغاباز تھا۔ وہ مجسم ابلیس تھا۔ اس نے میرے باپ کو مار دیا اور بنو مارج والوں کے ساتھ مل گیا تھا۔ اے ہامہ...... میں نے جب زمین کی پاتال میں پناہ لی تو عہد کیا تھا کہ جب میں باہر آؤں گی تو بنو عابس اور بنو مارج کو تباہ و برباد کر دوں گی لیکن یہ صرف تیری قربت کا احساس ہے کہ میں نے بنو مارج کے لئے جو کدورت تھی' اسے ختم کر دیا ہے۔ مگر یہ اس نفرت کا نتیجہ تھا کہ میں نے ابلیس کا ساتھ دیا اور تمہارے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابلیس مردود نے مجھے کہا تھا کہ جنات زمین کی پاتال میں اتر کر تمہیں مارنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک مظلوم جن کی شکل میں میرے پاس آیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ ابلیس اور فرزندان ابلیس

اپنے علوم کی طاقت سے جنات کا روپ اختیار کر سکتے ہیں۔ پس میں اس کے فریب میں آ گئی اور میں نے اس کے اشارے پر جنات کی وہ بستیاں تباہ کر ڈالیں' جن کے بارے میں مجھے شبہ ہوتا کہ وہ میرے اور ابلیس کے خلاف ہیں۔''

''اب تو کیا سوچ رہی ہے؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''ہامہ...... میں نے بنو مارج کو معاف کر دیا ہے' لیکن بنو عابس کو چھوڑ دینا میرے بس میں نہیں۔'' اس نے غضب کے عالم میں کہا۔

''شانور...... تمہیں یاد ہے کہ سردار صالح بن تقشاح نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ ہم سرکش جنات کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم بنو عابس کے خلاف کسی قسم کی جنگ نہ چھیڑنا۔ ابلیس نے جنات کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے اندرونی اختلافات ختم کر کے ابلیس کے خلاف لشکر جرار تیار کرنا چاہئے۔''

شانور نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولی۔ ''ہامہ! تم بے شک بہت دانا اور شجاع جن ہو لیکن کیا یہ جانتے ہو کہ بنو عابس کہاں ہیں اور اس وقت کیا کر رہے ہیں؟''

''میں نہیں جانتا۔'' میں نے صاف صاف کہا۔

''بنو عابس والے وہ مکر و فریب اور دغاباز جنات ہیں' جو پس پردہ ابلیس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ غول ابلیس میں بنو عابس کے سرکش جنات شامل ہوتے ہیں۔ یہ مخفی اور گندے ابلیسی علوم سیکھ رہے ہیں۔ مجھے خدشہ ہی نہیں یقین بھی ہے کہ جنات کے اندر جو پھوٹ پیدا ہو رہی ہے' وہ بنو عابس والے ہی پھیلا رہے ہیں۔ اس لئے کہ یہ جنات بظاہر عبادت کرتے ہیں مگر اندرون خانہ ابلیس کے حلیف ہیں۔ ان کے اندر آج بھی وہی کینہ اور ذلالت ہے' جو صدیوں پہلے ناروت کے روپ میں سامنے آئی تھی۔ یہ قبیلہ جنات پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے تمام قبائل کو کمزور کر کے خود غالب آنا چاہتا ہے۔ ابلیس بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کا حلیف قبیلہ جنات کو قابو کرے اور وہ خود کھلم کھلا انسانوں کو گمراہی و بربادی پر قائم رکھ سکے۔''

''ہوں تو یہ بات ہے۔'' میں نے کہا۔ پھر سوچتے ہوئے پوچھا۔ ''لیکن شانور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ بنو عابس والے ابلیس کے شریک کار ہیں؟''

''تم یاسوط کو جانتے ہو؟'' اس نے سوال کیا۔

''ہاں...... وہی یاسوط جو قابیل کے پاس جایا کرتا تھا۔ ابلیس نے اسے اپنے نائب کے طور پر پیدا کیا تھا۔''

''سنو ہامہ...... وہ ابلیس کا شعبدہ تھا۔ یاسوط دراصل بنو عابس میں سے ہے۔''

"شانور تم کیا کہہ رہی ہو!" میں اچھل پڑا۔

"میں جانتی ہوں تمہیں یقین نہیں آ رہا ہوگا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا ہے' جب میرے پڑدادا ابلیس نے اپنا ہمزاد پیدا کیا تو وہ یاسوط کی شکل میں سامنے آیا۔"

"ابلیس علوم مخفی اور علم خبیثہ میں ماہر ہے۔ وہ علوم کی طاقت جانتا ہے۔ اس لئے اس نے یاسوط کو پیدا کیا۔" شاہ نور نے مجھے سمجھایا۔ "جنات کی طرح شیاطین میں بھی مرگ و پیدائش کا عمل جاری رہتا ہے۔ ان کی نسل بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔ ابلیس اگر اپنے جیسا حقیقی ہمزاد پیدا کرلیتا تو وہ اسے مار ڈالتا۔ اس لئے اس نے بنو عابس میں سے ایک ایسے جن زادے کو اپنی شکل دی' جو علوم ابلیسی کا رسیا تھا۔ یاسوط کی طاقت ایک حد سے آگے نہیں بڑھتی۔"

میں شاہ نور کی باتوں سے پریشان ہوگیا۔

"تم پریشان مت ہو ہامہ۔" وہ بولی۔ "میں تجھے امتحان میں نہیں ڈالوں گی۔ مگر مجھے اس مقدس و روشن پتھر کی قسم ہے' جو ہماری تاریک راتوں میں روشنی پیدا کرتا ہے۔ میں کوہ ابوقبیس کے باسیوں کو بنو عابس کے مکروہ عزائم سے بچاؤں گی اور اس کے لئے میں ہر اس جن کو مار ڈالوں گی جس پر ذرا بھی شائبہ ہوا کہ وہ ابلیس کا ساتھی ہے یا وہ بنو عابس کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے۔"

اس شام ہم واپس اپنے مسکن میں آئے' تو ہمارا ایک جاسوس جن وادی نیل کی خبر لے کر آ گیا۔ اس نے بتایا کہ مصر میں رعیس نے راع دیوتا کی تعلیمات عام کر دی ہیں اور ہر شہر کے دیوتا اور دیویاں مقرر کر دی ہیں۔ یاسوط، قابوط، سابوط اور مژالہ کے ساتھ مل کر انسانی آبادیوں میں' انسانی بھیس میں رہ رہے ہیں اور وہ رعیس کے بارے میں مافوق الفطرت کہانیاں سنا کر انہیں راع دیوتا کی پرستش پر اکسا رہے ہیں۔ مصر میں بت پرستی بھی بڑھی ہے لیکن آفتاب پرستوں نے رعیس کو بطور خداوند پیش کر کے جو مذہب تشکیل دیا ہے وہ بت پرستی سے بھی بڑھ گیا ہے۔ رعیس چونکہ ایک طویل اور مضبوط جسم کا مالک تھا اور اس کے پاس مخفی علوم کی قوت بھی تھی' اس لئے وہ عام انسانوں سے خود کو افضل سمجھتا تھا۔

اس جاسوس نے یہ بھی بتایا کہ بنو عابس نے بابل کے آتش پرستوں اور معبدوں میں اپنے قبیلے کے جنات کو تعینات کر دیا ہے۔ انہیں خدشہ ہے کہ ہامہ اور شانور ان معبدوں کو مسمار کرنے کے لئے آئیں گے۔ ادھر حضرت ادریس کے چار نابغہ روزگار شاگرد بدکاروں کے خلاف سرگرم عمل تھے لیکن وہ بدی کے سیل رواں کے آگے بند باندھنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

جاسوس جن کی اطلاعات نے مجھے بے چین کر دیا۔ اس شام میں نے عمائدین کوہ ابوقبیس کو

اکٹھا کیا اور ساری صورتحال ان کے سامنے رکھی اور انہیں بتایا کہ بنو عابس کے سرکش جنات ابلیس کے حلیف ہیں اور وہ نہ صرف بنو آدم' بلکہ جنات کے خلاف بھی سرگرم ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف جہاد کی تیاری کرنی چاہئے۔ مجھے سب قبائل کے جنات نے جہاد کی اجازت دی۔ اس کے بعد میں فلک زریں پر علمدار جنات کے سردار صالح بن مشاح کے پاس گیا اور اس سے بھی جہاد کی اجازت طلب کی۔ اس نے بھی مجھے اجازت دی اور چند حکمت افروز باتیں سمجھائیں۔ میں واپس آیا اور شانور سے کہا کہ وہ بنو عابس اور ابلیس کے خلاف ایک بہت بڑے جہاد کی تیاری کرے۔ شانور تو پہلے ہی سے تیار بیٹھی تھی۔ میری بات سن کر وہ خوش ہوگئی۔ چند روز بعد ہمارا لشکر جرار تیار ہوگیا اور ہم بنو عابس اور ابلیس سپاہ کو نیست و نابود کرنے کیلئے کوہ ابوقبیس سے روانہ ہوگئے۔

لشکر جنات مصر کے آسمان کی بلندیوں پر آ کر ٹھہر گیا تھا۔ سورج ہمارے سروں پر دہک رہا تھا' جس سے جنات کے بدنوں میں آتش حیات بھڑکنے لگی تھی۔ ان کے رگ و پے سے آتش گیر یال بہنے کو بے تاب تھا۔ آسمان صاف تھا۔ میں نے آسمان کی بلندیوں سے نیل کے پانیوں کو دیکھا' حیران رہ گیا۔ نیل کے کنارے کے شمالی جانب ایک شہر بے مثال آباد ہو چکا تھا۔ میں ایک عرصہ ے کوہ ابوقبیس میں جنات کے معاملات میں الجھا رہا تھا اور پلٹ کر مصر کو اپنی نظروں سے نہیں دیکھا ا' صرف جاسوس جنات کی اطلاعات سے اہل مصر سے آگاہ ہوتا رہتا تھا۔ میں جب اس شہر کو دیکھ رہا ا تو میرا ایک معتمد جن رافیل میرے پاس آیا۔ وہ سرتاپا شعلہ انتقام بنا ہوا تھا۔ اس کے سپرد جنات کا ب شجاع قبیلہ تھا۔ اس نے مجھے بتایا۔

"اے عظیم ہامہ! تو جس شہر کو دیکھ رہا ہے یہ تیرے پڑدادا کی تعلیمات کا گڑھ بن چکا ہے۔ تیرا ا رعیس یہاں کا خداوند ہے۔ اس نے راع دیوتا کے نام پر اس شہر کا نام 'ہیلیو پولس' رکھا ہے۔ ں یاسوط سے ابلیس کی تعلیمات حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس نے مصریوں کو گمراہ کرنے کے لئے ں نورتن جنم دی ہے۔ یہ دیوی دیوتاؤں کی مجلس ہے جسے وہ پسہ جت کہتے ہیں۔"

میں نے رافیل کو ٹوکا اور پوچھا۔ "اے میرے معتمد پہلے تو یہ بتا کہ تجھے اتنی معلومات کہاں لی ہے؟"

رافیل نے اپنے آتشی کوڑے کو اپنی گردن کے گرد حمائل کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور ے بولا "اے جنات کے سردار...... تو جانتا ہی ہے کہ میں جاسوس جنات کا عملدار ہوں۔ اس میں یہ معلومات حاصل کرتا رہتا ہوں کہ زمین پر بسنے والی خاکی مخلوق...... انسان ترقی کر کے تک پہنچا ہے اور وہ خدائے واحد سے بیگانہ کیوں ہو رہا ہے۔ اے سردار ہامہ...... اگر تو اجازت

دے تو تجھے بتاؤں کہ یاسوط...... جو مجسم ابلیس ہے' اس نے رعیس کو ایسے دیوی دیوتاؤں کے نام بتائے ہیں جن کی وہ عبادت کراتا ہے اور اس نے مصر میں چار بڑے شہر آباد کر کے وہاں کے الگ الگ دیوتا مقرر کئے ہیں۔ اس نے دیوتاؤں کے معبد تعمیر کرائے ہیں اور وہاں اپنے تربیت یافتہ پروہت اور جادوگر مقرر کئے ہیں۔"

"رافیل!" شانور نیل کی فضاؤں کو سونگھتے ہوئے بولی۔ "تو یہ بتا کہ یہ نورتن کیا ہے؟"

"اے ناموس جنات...... ابلیس نے مصر میں آفتاب پرستی کا مذہب پیدا کیا ہے۔ اس نے آتوم کو خالق و معبود کا نام دیا ہے اور انہیں باور کرایا ہے کہ ان کے خالق معبود نے عظیم دیوی دیوتاؤں کے چار جوڑے جنم دے کر کائنات چلانے کا نظام بنایا ہے۔ آتوم دیوتا...... جو کہ راع دیوتا یعنی سورج کا نام ہے۔ یہ مجلس نورتن آتوم کے احکامات کے مطابق کائنات کا نظام چلاتی ہے۔ اے عظیم شہزادی شانور...... آتوم نے جو چار جوڑے دیوی دیوتاؤں کے مقرر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔ مشو دیوتا۔ یہ ہوا اور فضا کا دیوتا ہے۔ اس کی بیوی طفوت ہے' جو بارش کی دیوی ہے۔ ان دونوں کی اولاد گیب دیوتا یعنی زمین اور اس کی بیوی نوط دیوی یعنی آسمان ہے۔ گیب اور نوط کی اولادیں زیریں دیوتا یعنی روئیدگی اور اس کی بیوی است دیوی ہے' جو زرخیز پانی اور زرعی زمین پر قادر ہے۔ عظیم دیوی دیوتاؤں کا چوتھا جوڑا ساتت دیوتا صحرا ہے۔ اس کی بیوی نفتیس دیوی ہے جو زمین کو بنجر بناتی ہے۔

پس اے عظیم ہامہ! تمہارے پڑدادا نے مصریوں کو دیوی دیوتاؤں کی تعلیمات میں پھانس رکھ[illegible] ہے اور اس کا پیکر بد یاسوط ہیلیو پولس کے سب سے بڑے مندر کے پروہت اور خداوند رعیس کو ہر رو[illegible] بدی کا ایک نیا دیوتا دیتا ہے۔ رعیس کا یہ مندر دوسرے شہروں کے لئے ہدایات جاری کرتا ہے۔ ا[illegible] مندر کی بھی ایک مجلس نورتن ہے' جو رعیس، یاسوط، قابوط، سالوط اور دوسرے پروہتوں کی شکل م[illegible] بدی کے احکامات جاری کرتی ہے' جس پر دوسرے شہروں کے پروہت عمل کرتے ہیں۔ اے [illegible] ہامہ...... ان شہروں کے دیوتاؤں کے نام بھی سن لو۔ انہیں آتوم، ثوث، پتاح، آمن رع اور خنوم [illegible] ہیں۔"

میں نے غضب کے مارے اپنے پہلو پر ہاتھ مارا' تو فضا میں ایک شعلہ پیدا ہوا جس سے بدن سلگنے لگا۔ میں تڑپا اور بے قراری کے عالم میں بولا۔

"شانور...... یہ ہمارا معتمد ہمیں کیسی خرافات سنا رہا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ ابلیس مردود

حیف۔ شانور...... انسان کتنی جلدی گمراہ ہو جاتا ہے۔"

شانور نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور بولی۔ "ہامہ...... انسان گمراہ ہو جاتا ہے لیکن یہ مت بھولو کہ یہ مخلوق خاکی خدائے واحد کو انتہائی عزیز ہے۔ یہ ہم سے بھی افضل ہے۔ آؤ! ہم اس مخلوق کی مدد کر کے خدائے واحد کی بارگاہ میں اپنی گستاخیوں اور گناہوں کا کفارہ ادا کریں۔"

میں نے اس دوران نیل کے پانی کو دیکھا۔ ان صحراؤں کو دیکھا۔ ان گلزاروں اور ٹیلوں پر حسرت سے نظر ڈالی جہاں میں ایک زمانے میں مقید کر دیا گیا تھا۔ آج وہ خطہ امن و گلزار ابلیس کا مرکز بن گیا تھا۔ میں نے رافیل سے پوچھا۔ "ہمارا لشکر تیار ہے۔ یہ بتاؤ کہ بنو عابس کی پناہ گاہیں کہاں ہیں؟"

اس نے بتایا۔ "ہمارے جاسوس بنو عابس کی آبادیوں کے بارے میں مفصل خبریں لے کر آئے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی آبادی ہیلیو پولس کی پہاڑیوں میں ہے۔ یاسوط کا خاندان انہی پہاڑیوں میں رہتا ہے۔"

"اور دوسری آبادیاں کہاں ہیں؟"

"یاسوط نے راع دیوتا کے پجاریوں کے دوسرے شہروں ہرموپولس، ممفس اور تھیبس میں پھیلائی ہوئی ہیں۔ بنو عابس کے جنات غول ابلیس کے ساتھ معبدوں کی حفاظت پر مامور ہیں۔" رافیل نے تفصیلات بیان کیں۔

"تو پھر تم ایسا کرو۔ اپنے گروہ کو لے کر ان شہروں پر یلغار کرو اور ہم رعیس اور یاسوط کی مجلس نورتن کا نظارہ کرتے ہیں۔ ہم یاسوط کے خاندان کو جہنم واصل کر دیں گے۔ یاد رکھو رافیل...... انسانی آبادیوں پر ظاہر نہ ہونا' سرکش جنات اور ابلیسی سپاہ اور شیطان پروہتوں سے جنگ کرنا۔" میں نے رافیل کو ہدایات دیں اور وہ ہرموپولس، ممفس اور تھیبس میں جنات کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو گیا۔

میں اپنی سپاہ لے کر راع دیوتا کے سب سے بڑے مندر کے پاس لنگر انداز ہو گیا۔ اس سے چند کوس کے فاصلے پر وہ مخروطی ٹیلا تھا' جسے بن بن کہا جاتا تھا۔ معبد اس ٹیلے پر آباد تھا۔ یاسوط نے بن بن کے بارے میں یہ کہانی پھیلا رکھی تھی کہ آتوم دیوتا نے بن بن کی مخروطی پہاڑیوں پر جنم لیا تھا۔

مجھے اس صبح کا منظر یاد آ گیا جب رعیس طلوع آفتاب کے وقت نیل میں کھڑا ہو کر عبادت کر رہا تھا۔ مجھے سمجھ آ گئی کہ وہ راع دیوتا بن کر مصریوں کو مرعوب کرتا رہتا تھا۔ اسی لئے اس نے ان پہاڑیوں کو آتوم دیوتا کی پیدائش کا مقام قرار دیا تھا۔ حالانکہ یہ پہاڑیاں میری دیکھی بھالی تھیں اور میں ان پر کئی صدیوں تک قیام پذیر رہا تھا۔ مگر اب ابلیسی طاقتوں نے ان پہاڑیوں کو متبرک قرار دیا تھا۔

جونہی ہمارا لشکر صف بہ صف ترتیب پا گیا۔ ہم نے بنو عابس پر باقاعدہ یلغار کا منصوبہ بنایا۔

اس وقت مجھے ایک بات کی حیرت ہو رہی تھی کہ بنو عابس کا کوئی جن ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کی آبادیاں بدستور ہماری نظروں سے اوجھل تھیں۔ میں نے شانور سے اس بات کا اظہار کیا تو اس نے کہا۔ ''مجھے گمان ہے کہ یاسوط اور رعیس کی طاغوتی طاقتوں نے ان آبادیوں پر طلسمی پردے گرا دیئے ہیں۔ اس لئے وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔''

''نہیں شانور...... میں نہیں سمجھتا کہ یاسوط میں اتنی قدرت ہے کہ وہ بنو عابس کے جنات کو اسرار کے پردوں میں چھپا سکتا ہے۔ ہامہ ابھی اتنا کمزور نہیں ہوا کہ اس کی نظروں سے کوئی شے اوجھل ہو جائے۔''

''تو پھر تمہارا کیا خیال ہے وہ کہاں ہوں گے؟'' شانور نے سوال کیا۔

میں نے اسے جواب دینے سے پیشتر سوچا کہ اگر واقعی یاسوط اور رعیس نے سرکش جنات کو اسرار کے پردوں میں چھپا دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں یہ خبر ہو چکی ہے کہ ہامہ اپنی سپاہ کے ساتھ آ گیا ہے۔ اس لئے انہوں نے حفاظت کے خیال سے انہیں چھپا دیا ہے۔ یکایک میرے ذہن میں ایک اور بات آئی اور میں نے کہا۔ ''کہیں وہ ہماری گھات میں نہ بیٹھے ہوں۔''

''ممکن ہے ایسا ہی ہو۔'' شانور نے کہا اور بولی۔ ''میں دیکھتی ہوں وہ کہاں چھپے ہوں گے؟''

یہ کہہ کر شانور کے ماتھے پر چنگاریاں سی سلگنے لگیں اور بال ہواؤں میں کسی طوفانی جھکڑ کی طرح لہرانے لگے۔ اس کے چہرے پر وحشت طاری تھی اور لگ رہا تھا اس کی روح کائنات کے گوشے گوشے میں جھانک رہی ہے۔ کچھ ہی ثانئے بعد وہ اصلی حالت میں آ گئی۔

''ہامہ! مجھے کرہ ارض کی کسی ایک نکڑ میں بھی بنو عابس کے جنات نہیں ملے اور ہاں رافیل جو سپاہ لے کر گیا ہے وہ بھی اسی پریشانی میں مبتلا ہے۔''

''تو اس کا مطلب ہوا کہ یاسوط اور رعیس نے بنو عابس کو کہیں چھپا دیا ہے۔'' میں نے فکر مندی سے کہا۔ ''اے شانور تو نے آسمانوں پر بھی دیکھا ہے؟''

''وہ وہاں نہیں چھپ سکتے۔ علمدار جنات نے فلک زیریں پر کڑے پہرے بٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھو کہ وہ ہماری پشت پر حفاظت کر رہے ہیں۔''

''شانور...... مجھے ایک خدشہ ہے کہ بنو عابس والے اچانک ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ مجھے خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے میں اپنے اس لشکر کی حفاظت میں اپنی جان قربان کر دوں گا لیکن مجھے اب رافیل کی فکر کھانے لگی ہے۔ اگرچہ وہ بہت بہادر جن ہے لیکن ابلیس نے مکاری اور عیاری سے جنگ کی جو تیاری کی ہے' اس کے پیش نظر میں تجھے یہ کہوں گا کہ تو رافیل کی اعانت کے لئے چلی جا۔''

شانور ایک لمحہ کے لئے سوچوں میں غرق ہوئی۔ پھر اس نے میری بات مان لی اور رافیل کے پیچھے چلی گئی۔

شانور کے جاتے ہی میرے گرد خوشبوؤں کا احساس ابھرا۔ میری گردن کے گرد ذوالتاس کا ریشمی لمس بیدار ہوا۔

''ذوالتاس تم آ گئی ہو۔ دیکھو تمہارا ہامہ کتنا پریشان ہے۔''

''اے ہامہ! تو پریشان نہ ہوا کر' میں جو تمہاری اعانت کے لئے موجود ہوں۔'' شہد میں گھلی پھولوں کی تراوٹ لئے ذوالتاس کی آواز ابھری۔ ''ہامہ! شانور نے سچ کہا تھا' یاسوط اور رعیس نے بنو عابس کو تمہاری نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔ یاسوط اور رعیس کے ساتھ قابوط اور سابوط بھی ہیں۔ وہ سب مل کر ابلیسی قوتوں کو پھیلا رہے ہیں۔ یہ جو تیرے سامنے راع دیوتا کا معبد ہے' اس وقت وہ سب وہاں یکجا ہیں اور تیری بے بسی کا نظارہ کر رہے ہیں۔ وہ جشن منا رہے ہیں اور آج وہ بن بن کے ٹیلے پر آ توم دیوتا کے نام پر مصر کی حسین ترین دوشیزہ کو قربان کریں گے۔ اے میرے ہامہ! رعیس نے راع دیوتا کو خوش کرنے کے لئے خوبصورت دوشیزاؤں کو قربان کرنے کی رسم شروع کی ہوئی ہے۔ آج جس دوشیزہ کی قربانی ہو گی وہ مصر کی سب سے حسین لڑکی ہے۔ رعیس اسے معبد میں اپنی داسی بنانا چاہتا تھا لیکن وہ حسن و غیرت کی پیکر ہے' وہ ایک بابلی نوجوان آخ سے محبت کرتی ہے۔ ہامہ! سنو اگر تم نے اس دوشیزہ کو بھینٹ چڑھنے سے بچا لیا تو قدرت تمہیں انسانوں میں سے ایک ایسا مددگار دے گی جو تمام قسم کے سحر و طاغوت کا توڑ کر سکے گا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی خوشخبری دی تھی کہ عنقریب تم انسانوں میں سے کسی کو اپنا رفیق بناؤ گے۔ آج اگر انسانوں میں سے کوئی طاقتور علوم کا حامل شخص تمہارا رفیق ہوتا تو وہ رعیس سمیت تمام شیطانی قوتوں کو توڑ دیتا۔ یاد رکھو ہامہ...... انسان کے پاس علوم کی جو طاقت ہے' وہ جنات کے پاس بھی نہیں ہے۔ اسی لئے تو ابلیس انسانوں میں اپنے مطلب کے لوگوں کو منتخب کر کے انہیں طاغوتی علوم سکھاتا ہے۔ انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے دائیں بائیں آگے پیچھے سے حملے کرتا رہتا ہے۔ پس اے ہامہ! تو آج کوئی ایسی تدبیر کر کہ وہ دوشیزہ آتوم دیوتا کی بھینٹ نہ چڑھ سکے۔ یہ تیری طاقتوں کا بھی امتحان ہے۔''

میں نے گہری سانس بھری اور اپنے لشکر جرار پر حسرت سے نظر ڈالی پھر کہا۔

''اے مہربان ذوالتاس! میں تیری اس ہدایت پر عمل کروں گا لیکن تو مجھے کہاں ملے گی؟''

''میں تیرے ساتھ ہوں گی۔'' ذوالتاس نے اپنا ریشمی و حریری لمس میرے کاندھوں پر پھیلا دیا' تو میرے رگ و پے میں طمانیت حلول کر گئی۔

اسی وقت مجھے ایک خدشہ لاحق ہوا۔ اس کے تحت میں نے پوچھا۔ ''ذوالتاس' کہیں ایسا نہ ہو

جب میں اس دوشیزہ کو بچانے کے لئے نکلوں تو بنو عابس کے جنات میرے لشکر جرار پر حملہ کر دیں۔"

ذوالتاس ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئی پھر بولی۔ "ہامہ! تو نے بابلیوں کے درمیان رہ کر کچھ علوم سیکھے تھے۔ تو بھی انہیں استعمال کر اور اپنے لشکر کے گرد ایک حلقہ بنا کر ایک طلسمی قلعہ تعمیر کر دے۔ ابلیس اور یاسوط اس قلعے میں ایک بھی شگاف نہیں ڈال سکیں گے۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ وہ خدا جو میری حفاظت کر رہا ہے میرے لشکر کی بھی حفاظت فرمائے گا۔" میں نے ذوالتاس سے کہا۔

پھر اپنے لشکریوں کو کچھ ہدایات دینے کے بعد ذوالتاس سے کہا۔ "اے میری راہبر۔ چل مجھے راستہ بتا کہ معبد میں سے کون سا راستہ میرے لئے مناسب ہو گا؟"

"ہامہ تو معبد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ رئیس نے اس کے گرد ایک طلسمی جال پھیلا رکھا ہے جونہی تو نے اس میں قدم رکھا تو جل جائے گا۔"

ذوالتاس کی بات سن کر مجھے ایک خیال آیا اور میں نے پوچھا۔ "اے مہربان ہستی تو یہ بتا کہ دوشیزہ کو کب بھینٹ چڑھایا جائے گا؟"

"اگلے روز جب سورج طلوع ہو گا۔ تو آتوم کی پہاڑی کے اوپر آفتاب کے رخ پر دوشیزہ کی قربانی کی جائے گی اور اس کا بدن نیل میں پھینک دیا جائے گا۔"

"اے ذوالتاس تجھے اتنی معلومات ہیں۔ لگتا ہے تو معبد میں سے ہو کر آئی ہے۔" میں نے اس کی ایک کمزوری پکڑ لی۔

"ہاں اے ہامہ! میں جب جہاں چاہوں جا سکتی ہوں۔ مجھ پر کسی کا جادو نہیں چل سکتا۔ کوئی طاغوتی طاقت میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ میں نور ہوں۔ وہ لہر، وہ براق ہوں...... جو ہواؤں کے دل کو چیر کر گزر جاتی ہے۔" ذوالتاس کے لہجے میں دبدبہ اور جلال تھا۔ "مگر اے ہامہ! میری کچھ حدود ہیں۔ میں تمہاری رہنمائی کر سکتی ہوں' تمہاری انگلی تھام سکتی ہوں' مگر اپنے ہاتھوں سے وہ بت نہیں توڑ سکتی۔"

"تو پھر اے ذوالتاس! تو اس دوشیزہ کے پاس چلی جا۔ میں اس بابلی نوجوان آخ کو تلاش کر کے لاتا ہوں۔ اگر تجھے گمان ہے کہ یہ دوشیزہ اور اس کا محبوب میرے مددگار بن سکتے ہیں تو اے ذوالتاس...... میں اس نوجوان کو علم کی وہ طاقت بخشوں گا کہ رئیس کے معبد کے سارے مینارے کرچی کرچی ہو کر گر جائیں گے اور ابلیس کی یہ پناہ گاہ رعد و برق سے تباہ ہو جائے گی۔ میرے جنات کے آتشی کوڑے جہنمی مخلوق کو راکھ کے ڈھیر میں بدل ڈالیں گے۔"

یہ کہہ کر میں نے ذوالتاس کو معبد میں بھیج دیا اور خود اپنی علوم کی طاقت سے بابلی نوجوان آخ کو تلاش کرتا ہوا اس تک پہنچ گیا۔ وہ دجلہ کے کنارے غم فراق میں بیٹھا ہجر کے نوحے گا رہا تھا۔ وہ

طویل قامت' فولاد بدن نوجوان تھا۔ اس کا روپ آفتاب کی رو پہلی کرنوں جیسا سنہرا تھا۔ لمبے لمبے بال اس کے شانوں تک لہرا رہے تھے۔ اس کے بدن کی پور پور سے طاقت کا سیل رواں پھوٹ رہا تھا لیکن اس لمحے وہ اپنی محبوبہ کے ہجر میں رو رہا تھا۔ مجھے اس مرد رعنا کی مردانگی پر تعجب ہوا' جو ایک عورت کے فراق میں درد و غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی آواز میں لرزش تھی۔ سحر افروز اور دلگداز آواز میں' اس کے سینے کا غم فضاؤں کو غمزدہ کئے ہوئے تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

تیرہ شبی میں اجالوں کی نوید
ترے غم میں زار زار
رو رہا ہے یہ دجلہ و فرات
فطرت نے تیرا بانکپن سنوارا
ماہتاب نے تیرے پیکر جمال کو
وہ حسن لازوال بخشا ہے۔
تو حیات افروز صبح ہے۔ ترے دم سے میری صبح ہے
اے میری محبوب! میری مستعار شب زندگی
اندھیروں میں ڈوب رہی ہے

میں آخ کے پاس ظاہر ہوا' تو وہ اچانک ہڑبڑا اٹھا۔ اس نے اپنے سامنے ایک اجنبی کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے رواں آنسو آتش گیر سیال کی مانند لعل رواں ہو گئے۔ وہ سخت ناگوار لہجے میں بولا۔ "تو کون ہے؟"

"میں تیرا غم خوار ہوں اے پیکر جمال و جلال آخ۔"

اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور وہ بولا۔ "میں تجھے نہیں جانتا...... مگر تو میرا نام کیسے جانتا ہے؟"

"آخ! تیری سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز مجھے تم تک کھینچ لائی ہے۔ میرے دل پر ترے غم نے اتنا دباؤ ڈالا ہے کہ میں تجھے یہ خبر دینے آ گیا ہوں کہ تیری محبوبہ کہاں ہے؟"

یہ سنتے ہی سنگلاخ بدن آخ موم کی طرح پگھل گیا اور والہانہ انداز میں میرے ہاتھ چومنے لگا۔ "اے اجنبی مہربان...... تو فرشتہ ہے۔ جلدی سے بتا میری رگ حیات، متاع عزیز سروش کہاں ہے؟"

سروش وہی دوشیزہ تھی جسے آتوم دیوتا کے نام پر بھینٹ چڑھایا جا رہا تھا۔

"لیکن اے آخ پہلے میری بات سن لے۔ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ کل جب سورج طلوع

ہوگا' تیری سروش کی زندگی کا سورج ڈوب جائے گا۔''

آخ نے بے چینی و بے قراری سے چیخ ماری اور بولا۔ ''مجھے جلدی سے بتا کہ وہ کون ہے جو میری زندگی کو اندھیروں میں غرق کر رہا ہے۔ اے میرے اجنبی مہربان! مجھے جلدی سے بتا کہ میری سروش کہاں ہے؟''

میں نے اسے پوری کہانی سنائی تو وہ غضب و جلال میں آ گیا اور بولا۔ ''اے ہامہ! میں زندگی بھر تمہاری غلامی کروں گا۔ بس تو ایک بار مجھے اس معبد تک لے چل۔''

''میں تجھے لے چلتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں تجھے نورانی علوم عطا کرنا چاہتا ہوں۔''

''اے ہامہ! یہ بابلی ان علوم سے بخوبی آگاہ ہے۔ میں نے بے پناہ علوم سیکھے ہیں۔ میرا دادا مصر میں رہتا تھا۔ اس نے حضرت ادریس کے دور میں علوم سیکھے تھے۔ اسے بابل بھیج دیا گیا تھا۔ میں نے اس سرزمین پر جنم لیا۔ اے ہامہ...... میں سارے علم جانتا ہوں لیکن افسوس کہ میرے علم بھی میری سروش کو تلاش نہ کر سکے۔''

میں نے کہا۔ ''آخ! بے شک تمہارے پاس علوم کی لازوال طاقت ہے لیکن جن ابلیسی طاقتوں نے تمہاری سروش کو قید کر رکھا ہے ان تک پہنچنے کے لئے تمہیں اور طاقتیں چاہئیں۔''

''میں تیار ہوں۔ مجھے وہ سارے علم سکھا کہ میں اگر پہاڑ پر پھونک ماروں تو وہ بادل بن کر اڑ جائے۔'' آخ کا غضب بڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے کچھ ہدایات دیں۔ پھر اپنے سینے سے لگا کر ایک عمل کیا جس سے میرے اندر سے علوم کی ایک لہر اٹھی جو آخ کے جسم میں منتقل ہو گئی۔ اس کا بدن نار جہنم کی طرح سلگنے لگا اور سنہری بدن سرخ ہو گیا۔

علم و تدبر اور علوم کی مخفی و پراسرار قوتوں نے آخ کے اندر تلاطم خیز موجوں کی طرح ہلچل مچا دی تھی۔ اس کا فراخ و سنگلاخ سینہ فرط غضب سے پھول رہا تھا۔ میں نے اس کی یہ حالت دیکھی اور سوچا کہ اگر علوم کی طاقت ایک انسان کو بے تاب اور قہر و غضب کے مالک جن کی طرح بنا دیتی ہے۔ تو یہ بہت برا ہوگا۔ پراسرار قوتیں انسان کو سمندر کی سطح کی طرح پرسکون بناتی ہیں لیکن اس کے اندر شورشیں برپا رہتی ہیں۔ اس انسان کو اپنے اوپر قدرت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی طاقتوں کو سینے میں دبا کر رکھتا ہے۔ جبکہ ابلیسی طاقتوں والے تو بھرے پیالے کی طرح چھلک جاتے ہیں۔ ان کے پاس رائی برابر بھی طاغوتی طاقت ہو تو وہ غرور و غضب سے نچلے نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ طاقت جو پراسرار قوتوں سے حاصل ہوتی ہے اور جسے علوم کی پراسرار شعاعیں اور لہریں کائنات میں بکھری طاقتوں سے ہم آہنگ کر کے ایک قوت کو یکجا کرتی ہیں' تو ان کو برداشت کرنا ایک صاحب علم کے لئے امتحان سے کم نہیں ہوتا۔

مجھے لگا کہ جیسے میں نے آخ کو اپنی قوتوں سے سرفراز کر کے غلطی کی ہے۔ اگر اس کے اندر کا غضب اسی طرح اس کے چہرے سے ہویدا ہوتا رہا تو اس میں اور بدی کی قوتوں کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا۔

ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ ذوالتاس کا لمس میری گردن پر جاگ اٹھا۔ وہ میری پریشانی پر مسکرانے لگی اور بولی۔ ''ہامہ! یہ انسان ہے انسان...... اس کی سیلانی اور متلون فطرت کو تم نہیں جان سکتے۔ ابھی تم جس شورش زدہ اور طوفانوں سے بھرے سمندر کا نظارہ کر رہے ہو' کچھ ہی دیر گزر جانے پر تمہیں بہت پرسکون ملے گا۔''

میں نے کہا۔ ''ذوالتاس کیا انسان علوم کی طاقت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ علم کا بوجھ اٹھا کر وہ غضب ناک کیوں ہو جاتا ہے؟''

اس نے میرے شانوں پر دھیرے سے ہاتھ رکھا اور سہلا کر بولی...... ''ہامہ! تم نے یہ کیا بات کہہ دی...... کیا تم یہ نہیں جانتے کہ سارے علوم تو پیدا ہی انسانوں کے لئے کئے گئے ہیں۔ اللہ کی قدرت اور کائنات میں' اس کے مظاہر کو پرکھنے اور پھر پرکھ کر ان کی تسبیح کرنے کی خصوصیت صرف انسانوں میں ہے۔ اللہ پاک خود فرماتا ہے کہ اگر یہ علوم کسی پہاڑ پر نازل کئے جاتے یا اسے سکھائے جاتے تو ان کا سینہ شق ہو جاتا اور پہاڑ...... پہاڑ نہ رہتے۔ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتے۔ مگر دیکھو یہ صرف انسان ہی ہے' قد و قامت میں بھی یہ جنات سے معمولی ہے لیکن اس کے قلب و ذہن اور روح میں جو طاقت رکھی گئی ہے وہ جنات فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ علوم کی حکمت جاننے کا شرف اور صلاحیت صرف انسانوں کو حاصل ہے۔''

''ذوالتاس میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں لیکن جنات بھی علم کی طاقت رکھتے ہیں......'' نہ جانے اس وقت میرے دل میں انسان کے لئے رقابت اور حسد کیوں پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔

''بدی کے خالق اور ہر روز برائی کا ایک نیا شوشہ چھوڑنے والے ابلیس کو دیکھو۔ اس کے پاس بھی تو علوم کا خزانہ ہے۔ وہ ہر روز کوئی نئی برائی جنم دیتا ہے اور انسانوں اور جنات میں اپنی قوتیں پیدا کر کے انہیں خدا کا شریک بناتا ہے' اور اپنی اس فتح پر ناچتا ہے۔ ذوالتاس! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اگر ایک انسان ایک معمولی سی برائی بھی کرتا ہے تو ابلیس کے ہاں جشن طرب منایا جاتا ہے۔ وہ فرعونیت کے مارے چیخ چیخ کر قہقہے لگا لگا کر غول ابلیس سے کہتا ہے۔'' دیکھو...... سنو میں نے آدم سے ایک اور بدلہ لے لیا۔ اس آدم سے جس نے مجھے دربار الٰہی سے نکلوایا...... تو اے میری ذوالتاس! انسان ابلیس کے سامنے کمزور نہیں تو کیا ہے؟''

''ہامہ...... ہامہ' سنو......'' ذوالتاس کے لہجے میں ہمدردی' پیار بھی تھا اور ٹھوس دلیل بھی۔ وہ

بولی...... ”پہلی بات تو یہ ہے کہ ابلیس کے پاس علوم کا کوئی خزانہ نہیں ہے۔ اس کے پاس صرف وہ ایک علم ہے جسے گمراہی کہتے ہیں۔ بدی گمراہی کے کنویں سے نکلتی ہے۔ دیکھو' کائنات کا سارا نظام منفی اور مثبت طاقتوں پر چل رہا ہے۔ یہ سب نظام قدرت اور کائنات کے راز اور سہارے ہیں۔ جس طرح ایک پرندہ' ایک انسان ایک ٹانگ پر نہیں چل سکتا اسی طرح کائنات کا نظام منفی اور مثبت قوتوں کے بغیر نہیں چل سکتا۔ یہ دنیا اللہ نے اپنے نیک بندوں کو آزمانے کے لئے بنائی ہے۔ اللہ کی ذات خبیر و علیم ہے اور وہ جانتی ہے کہ اس کا خلیفہ یہ انسان گمراہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں فرشتوں اور جنات کی خصوصیت بھی شامل ہے۔ انسان کے اندر نیکی اور بدی کی منفی و مثبت قوتیں موجود ہیں۔ اللہ نے انسان کو فطرت کے عین مطابق پیدا کیا ہے۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنی کن قوتوں پر غالب آتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں ایک مشورہ دے رہی ہوں کہ انسان کی نفسیات کی الجھنوں میں گم ہونے کی بجائے اس کے آلہ کار اور رفیق بن کر کام کرو۔ یہ دیکھو...... آخ کا قہر و غضب ختم ہو رہا ہے۔ اس کے اندر علوم کی طاقتوں نے جو طوفان برپا کیا تھا' اب یہ پرسکون ہو رہا ہے۔ اس خوبرو نوجوان کے اندر علوم پر قابو پانے اور انہیں برداشت کرنے کی قوت موجود ہے۔“

میں نے آخ کی طرف دیکھا۔ اس کی روشن' قہر پاش نظروں میں اب سکون تھا۔ اس کا فراخ سینہ سانسوں کی روانی کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے ذوالتاس سے کہا۔

”میں ابھی بن بن کے پجاریوں کے پاس جا رہا ہوں۔ اے میری غم گسار...... اے نباض فطرت' تو مجھے میرے لشکر اور دشمنوں سے آگاہ کرتی رہنا۔“

ذوالتاس خوشبو تھی' میری بات سنتے ہی اڑ گئی۔ میں نے آخ کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔ پھر اسے لے کرنیل کی سرزمین پر پہنچ گیا۔ سب سے پہلے میں نے اپنی سپاہ کو دیکھا۔ سبھی جنات مضطرب اور غضب ناک تھے۔ وہ طاغوتی طاقتوں کے پردے چاک کرنے کے لئے مچل رہے تھے۔ میں نے انہیں کچھ دیر کے لئے صبر کرنے کا کہا اور پھر آخ کو لے کر معبد کی طرف روانہ ہو گیا۔

صبح کے ستارے کا چراغ آفتاب کی روشنیوں میں گل ہو گیا تھا۔ ہاں اس لمحے بعد آفتاب نے طلوع ہو جانا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب سروش کو آتوم دیوتا کی قربانی دی جانی تھی۔ ہم جب معبد کے علاقے میں پہنچے تو ہر سو غول ابلیس اور جنات کی سرکش نسلوں یعنی بھوت' پریت اور ارواح خبیثہ کو معبد کو حفاظت پر مامور پایا۔ ان کے ہاتھوں میں کوہستانی جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ فضا میں مزمار کی دھنیں منتشر ہو رہی تھیں اور اس کا سحر بڑھ رہا تھا۔ مزمار لطف و سرور کا ساز تھا۔ جب ابلیس کی داسیاں اس مزمار کو چھیڑتیں تو فضا میں طاغوتی طاقتوں کا راج ہو جاتا' ہر سو وہ ناچنے لگتیں۔ ان پر لاہوتی طاری ہو جاتی اور بوالہوسی کا ماحول طاری ہو جاتا۔ ایک زمانے میں مزمار کی دھنیں مجھے مدہوش کر دیتی تھیں اور

میں کئی پہر اس کے وجدان میں گزار دیتا۔ ساز ابلیس فضاؤں میں طلسم پیدا کر رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ معبد سے عجیب و غریب آوازیں آ رہی تھیں۔ اسی دوران آخ نے مضطرب نظروں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”اے ہامہ...... تو وقت ضائع کر رہا ہے۔“

اس کی بات سنتے ہی میں ہوش میں آ گیا۔

آخ نے معبد کی طرف دیکھا تو میں نے کہا۔ ”آخ آگے بڑھو اور ان طاغوتی دیواروں کو گرا دو۔ معبد تک پہنچنے کے لئے تمہیں آگ و خون کے سمندر سے گزرنا ہوگا۔ اے آخ...... تیرے حلیف جنات نے آسمان اور معبد کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔ پس تو ان دیواروں کو توڑ دے۔ ابلیس کے پجاری تیری سروش کو آتوم کی بھینٹ چڑھانے والے ہیں۔ اے آخ آگے بڑھو۔“

یہ کہہ کر میں آخ کے دائیں بائیں کسی پھریرے کی طرح گردش کرنے لگا۔ آخ نے اپنے علم کی طاقت سے اپنے پہلو سے ایک فولادی ہتھیار نکالا۔ یہ ایک طلسمی تلوار تھی جو ایک سو گز لمبی تھی۔ آخ نے کچھ پڑھ کے اس پر پھونک ماری اور پھر دوڑتا ہوا بن بن کی پہاڑی پر چڑھ گیا۔ غول ابلیس آخ کو دیکھتے ہی چنگاڑنے لگے اور اس پر لپکے لیکن آخ کی تلوار انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتی۔ اس دوران میں نے معبد کے گرد قائم پر اسرار دیوار میں شگاف ڈال دیا۔ جونہی طلسمی دیوار میں شگاف پڑا مجھے ایک عجیب و غریب منظر نظر آیا۔ بنو عابس کا پورا قبیلہ معبد کی طلسمی دیوار کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ مجھ پر پل پڑا۔ میں نے علوم کی چادر پھیلا دی اور چیخ کر شانور کو خبردار کیا کہ وہ لشکر کو لے کر آ جائے۔ شانور میری آواز سنتے ہی آ گئی اور میرے جری جنات نے عابس کی پوری بستی کو جلا کر راکھ کر دیا۔ جنات کی جنگ جونہی چھڑی' ہواؤں میں طوفانی جھکڑ اور بگولے شروع ہو گئے۔ معبد کی دیواروں پر لرزہ طاری ہو گیا اور آتوم دیوتا کے پجاری رئیس کے سارے بت زمین بوس ہو گئے۔ ان کی تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں۔

آخ معبد کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس کی تلوار ارواح خبیثہ کا خون چاٹ رہی تھی اور اس کے گرد سیاہ دھوئیں کے بادل تیر رہے تھے۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا۔ ”آخ اب معبد میں داخل ہو جاؤ' میری سپاہ ان خبیثوں کو سنبھال لے گی۔“

ارواح خبیثہ اور غول ابلیس کی کربناک چیخوں سے زمین و آسمان کانپ رہے تھے۔ شانور نے جنات کی کمان سنبھالی ہوئی تھی۔ لہٰذا میں اور آخ معبد کے اندر داخل ہو گئے۔ ہمارے سامنے رئیس کھڑا تھا۔ اس نے اپنے آہنی ہاتھوں میں دو بھاری پتھر اٹھا رکھے تھے۔ اس کے عقب میں یاسوط اور قابوط کھڑے تھے۔ رئیس نے غضبناک قہقہہ مارا اور اس نے دونوں پتھر آخ پر دے مارے۔ اس

سے قبل کہ پتھر آخ تک پہنچتے' میں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور ان کو اپنی ہتھیلیوں پر روک دیا۔ میں ان پتھروں کو معمولی پتھر سمجھ رہا تھا لیکن جونہی میری ہتھیلیوں نے پتھروں کو روکا' میرے ہاتھوں میں آگ سی سرایت کر گئی اور میں نے بے اختیار ہو کر چیخ ماری۔

پتھر مار کر رئیس بولا۔ "ہامہ...... آج پھر چڑھ جا آسمان پر' تو رئیس کی طاقتوں سے آگاہ نہیں ہے۔ یہ پتھر جو میں نے تجھ پر پھینکے ہیں تیری روح کے اندر زہریلا خون بن کر سرایت کر جائیں گے اور تو' ایک لاچار شعلے کی طرح بجھ جائے گا۔"

آخ نے اپنی تلوار سیدھی کی اور اس کی نوک رئیس کی طرف بلند کرتے ہوئے بولا۔ "رئیس تو آتوم بن کر انسانوں کو گمراہ کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں تجھے بتاؤں گا کہ تو اور تیرا آتوم بھیڑ کی کھال میں رینگنے والے کیڑے سے بھی کم تر ہیں۔"

اس سے قبل کہ رئیس کچھ کہتا' آخ نے اپنے علوم کی طاقت سے ایک زوردار گرج پیدا کی اور پھر برفیلی ہواؤں کا ایک بگولا آناً فاناً اندر دخل ہوا اور میرے ہاتھوں پر رکے پتھروں پر آ کر ٹھہر گیا۔ آخ نے تلوار کی نوک پتھروں پر رکھی تو اس سے شعلے سے نکلے۔ آخ نے برفیلے بگولے کو حکم دیا۔ "ان ابلیسی پتھروں کی آگ بجھا دو۔" اس کی آواز میں قہر بھی تھا' تحکم بھی۔ ایک لمحہ میں پتھر ٹھنڈے ہو گئے اور میرے ہاتھوں سے نیچے گر گئے۔ اس کے ساتھ ہی میرے پورے بدن میں سکون آ گیا۔ آخ میری توقعات سے زیادہ تیز اور ذہین جوان نکلا تھا۔ اس نے تلوار لہرائی اور رئیس کی گردن اڑانے لگا۔ مگر اسی لمحہ فضا میں سروش کی کربناک چیخ سنائی دی۔ آخ نے بے اختیار ہو کر تلوار روک لی۔

"اے میرے محبوب آخ! تو اس کی گردن نہ اڑانا۔ اگر تو نے اس کی گردن اڑا دی تو میں اس کے طلسمی قید خانے میں مر جاؤں گی۔ پہلے اس کا یہ طلسم ختم کرو' پھر اس کی گردن اڑا دینا۔"

آخ اور میں شش و پنج میں پڑ گئے۔ ہماری حالت دیکھ کر رئیس نے قہقہہ لگایا۔ اسی لمحہ میں نے اپنی بیدار قوتوں کو استعمال کیا اور ہر طرح کے نتائج سے بے پرواہ ہو کر یاسوط تک پہنچ گیا۔ اس نے رئیس کے پیچھے پناہ لینا چاہی لیکن میرے آتشی کوڑے نے اس کی کھال ادھیڑ ڈالی...... میں جانتا تھا کہ یاسوط کبھی نہیں مر سکتا۔ یہ اگر مر بھی گیا تو دوبارہ زندہ ہو جائے گا لیکن اس بار میں نے اس کا ایک اور ہی حل سوچا تھا۔ میں نے آتشی کوڑا اس کی گردن کے گرد تنگ کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا کلیجہ نکال لیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی کے ساتھ ہوا تھا کہ رئیس کا قہقہہ اس کے حلق میں ہی رہ گیا۔ اس دوران قابوط نے عقب سے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن میری بیدار قوتوں نے میرے گرد ماورائی دیوار کھینچ دی اور میں اس کے حملے سے محفوظ ہو گیا۔

میں یاسوط کو رئیس سے دور لے گیا۔ رئیس فلک بوس انسان تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ تیزی سے

معبد کی چھت کی طرف بڑھایا۔ معبد کی چھت کے ایک جانب ایک بڑا سا روشندان تھا۔ جس سے بیدار ہوتے سورج کی روشنی منعکس ہو کر معبد میں رکھے بت آتوم پر پڑتی تھی۔ ہیرے جواہرات سے مرصع آتوم دیوتا آفتاب کی روشنیوں میں نہا جاتا اور اس کی روشنیاں پورے معبد میں رقصاں ہو جاتیں۔ میں نے دیکھا کہ سورج طلوع ہونے والا ہے' اسی لئے رئیس اس روشندان کا زاویہ درست کر کے اس کی روشنیوں کو معبد میں آنے کے لئے راستہ دے رہا تھا۔ ایک خیال میرے ذہن میں برق کی طرح کوندا۔ یاسوط کا کلیجہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ اب اس کا بدن بے جان تھا اور میرے لئے فضول تھا۔ میں نے اسے پرے دھکیلا اور اس کا کلیجہ لے کر معبد سے نکل گیا اور فلک زیریں کے علمدار سردار صالح بن قشاح سے کہا۔

"اے امیر جنات معبد کے اوپر اپنی سپاہ کو متعین کر دو اور اس کی فضا ڈھانپ دو تاکہ سورج کی روشنیاں معبد کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔" وہ میری بات کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ لہٰذا اس نے سیاہ لبادوں والے جنات کو معبد کے اوپر سائبان کی طرح مامور کر دیا۔ سیاہ لبادوں والے جنات نے پورے ماحول پر تاریکی طاری کر دی تھی۔

یاسوط کا کلیجہ میرے ہاتھوں میں تھا اور اس سے نہایت غلیظ اور بدبودار سیال بہہ رہا تھا۔ مجھے اس کی بو ناگوار لگ رہی تھی لیکن میں جو کام کرنا چاہتا تھا اس کا تقاضا تھا کہ یہ بو میں برداشت کرتا رہوں۔

میں معبد میں واپس آیا تو آخ جنونی انداز میں رئیس پر حملے کر رہا تھا اور رئیس اپنی طاغوتی طاقتوں کے ساتھ اس کے حملوں کو روک رہا تھا۔ میں نے آخ کے پاس جا کر کہا۔ "آخ تم سروش کو جا کر چھڑاؤ' میں رئیس کو روکتا ہوں۔"

آخ فوراً سروش کی طرف بڑھا۔ وہ معبد کے تہہ خانے میں بند تھی۔ آخ کی نظروں پر اسرار کے پردے عیاں ہو چکے تھے۔ میں رئیس کے مقابل کھڑا ہوا اور اپنے آتشی کوڑے کو گھما کر اس کی گردن کے گرد حمائل کرنا چاہا تو اس نے آتشی کوڑے کو پکڑ لیا...... یہ کوڑا جو جنات کے بدن پر لگتے ہی انہیں راکھ کے ڈھیر میں بدل دیتا تھا' رئیس نے اسے ایک معمولی تنکے کی طرح پکڑ لیا...... اور میرے ہاتھوں سے کوڑا چھین لیا۔ میں نے اپنی بیدار قوتوں کو رئیس پر حملہ کرنے کے لئے طلب کر لیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رئیس کا مقابلہ کرتے ہوئے یاسوط کا کلیجہ میرے ہاتھوں سے نکل جائے۔

اس دوران شانور بھی اندر آ گئی۔ میں اسے چیخ کر مطلع نہ کر سکا کہ وہ اس وقت رئیس کے سامنے نہ آئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ رئیس شانور کو مار ڈالے گا لیکن میرا خوف اس وقت حیرت میں بدل گیا جب شانور جنات کی ان پوشیدہ قوتوں کے ساتھ بیدار ہو کر رئیس پر حملہ آور ہوئی' جو تو تمیں سرف

زمین کی پاتال میں رہنے والے جنات کو حاصل ہیں۔ رئیس کے گرد آگ بھڑک اٹھی تھی اور پہلی بار اس نے کربناک چیخ ماری تھی۔ شانور رئیس کے گرد آگ کو بھڑکانے کے لیے ایک عمل کرنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے رئیس اپنی فرعونیت کے ساتھ آتوم کے اوپر آ گرا۔ اس کے گرد آگ ہی آگ' جہنمی آگ' وہ آگ جو انسانوں اور جنات کے بدنوں سے سلگتی ہے اور یہ بدن جو اس آگ کا ایندھن بنتے ہیں۔ رئیس کا بدن اس آگ میں سلگنے لگا' تو آگ کے شعلے بے تاب و غضبناک ہو کر پورے معبد میں پھیل گئے۔ اسی لمحہ آخ' سروش کو لے کر آ گیا۔ اس کے چہرے پر خوشیاں رقصاں تھیں اور سینہ فرط ممنونیت سے پھیل رہا تھا۔ وہ میرے پاس آیا اور اپنی تلوار میرے قدموں میں رکھ دی۔

رئیس کی عبرتناک شکست پر ہم نے رب ذوالجلال کا شکر ادا کیا۔ یاسوط کا کلیجہ ابھی تک میرے ہاتھوں میں تھا اور اس سے بدبودار سیال ٹپک رہا تھا۔ سروش کو اس منظر سے بڑی کراہت محسوس ہونے لگی۔ وہ عنبر و عود اور خوشبوؤں کے پیرہن میں روز و شب گزارنے والی حسینہ جمال تھی۔ اس نے میرے ہاتھوں میں ایک لوتھڑے کو دیکھا تو آخ سے بولی۔

''اے میرے مونس و غمخوار۔ تو اپنے دوست سے کہہ دے کہ اس لوتھڑے کو کہیں پھینک دے مجھے سخت کوفت ہو رہی ہے۔''

آخ کے بولنے سے پہلے ہی میں مسکرا دیا اور کہا۔ ''اے جان عزیز! تو جسے لوتھڑا سمجھ رہی ہے یہ ابلیس مردود کے اس موکل اور ہمزاد کی جان ہے۔ اسے اگر پھینک دیا تو یاسوط پھر زندہ ہو جائے گا۔''

''تو پھر اس کا کیا کرو گے؟'' سروش نے اپنی ناک دباتے ہوئے پوچھا۔

''میں اسے آخ کے سپرد کر دوں گا اور یہ اس پر وہ عمل پڑھے گا جس کے بعد یاسوط ہمیشہ کے لئے مر جائے گا اور ابلیس کے دل پر گہرا زخم لگے گا۔ وہ اپنے بیٹوں کے سامنے بیٹھ کر روئے گا اور خود پر لعنت بھیجے گا اور کہے گا کہ میں نے یاسوط کو اپنا ہمزاد کیوں بنایا؟''

''اگر آخ یہ عمل نہ کر سکا تو......'' سروش کو ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ اس کا محبوب ماورائی طاقتوں کا مالک بن چکا ہے۔ میں نے آخ کی جانب دیکھا تو وہ معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔ اس پر میں نے سروش کو تنگ کرنے کے لئے کہا۔

''تو پھر اے مہ جبین...... تیرا محبوب تجھ سے بچھڑ جائے گا۔''

یہ سننا تھا کہ سروش شدت خوف و غم سے کانپ اٹھی۔ اس کی دراز، گھنی پلکوں کی سائے میں گہری آنکھوں کے ساگر میں موتی جھلمل کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر شانور نے مجھے جھڑک دیا اور بولی۔

''ہامہ تو نے سروش کا دل توڑ دیا ہے۔'' پھر وہ سروش کے پاس گئی اور اسے اپنے ساتھ لپٹا کر بولی۔ ''سروش یہ تمہیں تنگ کر رہے ہیں۔ تم ہماری ساتھ چلو۔ ہامہ نے جو کہا ہے وہ آخ کو کرنا ہوگا۔''

شانور سروش کو لے کر بابل چلی گئی اور میں اور آخ نیل کے کنارے چلے گئے۔ جانے سے قبل میں نے لشکر جنات کو کوہ ابو قبیس روانہ کر دیا اور رافیل سے کہا کہ وہ دشمن قبائل کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے وفود ان کے ہاں بھیجے۔

بنو عابس کے شرپسند جنات چن چن کر مار دیئے گئے تھے۔ ایک آدھ بچ گیا وہ جان بچانے کے لئے کہیں چھپ گیا تھا۔ آخ نے بن بن کی پہاڑی اور آتوم کے مندر ا ؟ہ کر دیا تھا۔ لہٰذا جب ہم دونوں نیل کے کنارے پہنچے تو سورج خاصا بلند ہو چکا تھا۔ میں نے سورج کی طرف نظریں اٹھائیں اور حسرت ناک لہجہ میں کہا۔ ''افسوس کہ انسان تیری آگ کو معجزہ سمجھتا ہے لیکن تیری یہ آگ جو نار جہنم سے کم تر ہے تیرے خالق کو پہچان پاتی۔ اے آخ! اگر انسان سورج کو صرف روشنی کا منبع سمجھے اور خدائے ذوالجلال کی نعمت سمجھے تو یہ رب کائنات کی کبریائی کا اعتراف ہو گیا۔ انسان کو صرف یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ چاند، ستارے، ہوا، آگ، سورج اور پانی سب اس شان الٰہی کے مظاہر ہیں۔ انہیں اللہ نے پیدا کیا۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں انسانوں کے لئے...... اور عبادت و اطاعت کا حق صرف اللہ کی ذات کے لئے ہے۔ وہ مالک ہے۔ یہ کائنات کے ذرے اور مظاہر اس کے غلام ہیں۔ غلاموں کو سجدہ نہیں کیا جاتا۔ ساری کبریائی اور شان کا مالک صرف اللہ کی ذات ہے۔''

آخ میری باتیں غور سے سنتا رہا۔ میں نے نیل کے کنارے ایک گہرا اور چوڑا گڑھا کھودا اور کچھ خوشبودار لکڑیاں جلا کر اس گڑھے میں پھینک دیں اور آخ سے کہا کہ وہ یاسوط کے کلیجے کو اس آگ پر گرا کر کچھ عمل کرے تاکہ یاسوط اپنی بدی اور گمراہی کی راکھ سمیت اس آگ میں غرق ہو جائے۔ آخ نے میرے کہنے پر وہ عمل کیا اور اللہ نے اس کے علم کو طاقت عطا کی کہ یاسوط کا کلیجہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ اس لمحہ میں نے اس گڑھے کے گرد ایک حلقہ طلسم قائم کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ ابلیس اور فرزندان ابلیس اس آگ کو بجھانے کے لئے بھرپور حملہ کریں گے۔ لہٰذا میں نے جونہی حلقہ قائم کیا ذوالتاس میری مدد کو آ گئی۔ اس کی آمد سے مجھے بے حد تقویت ملی۔ وہ قدرے غصے میں بولی۔ ''ہامہ تو نے ابلیس کو تنگ کرنے کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ابلیس تجھے اپنی طاقتوں سے ہراساں کر دے گا اور اس کی شدت انتقام بڑھ جائے گی؟''

''ذوالتاس! میں ابلیس کی طاقتوں سے مرعوب نہیں ہوں۔ میں اسے بتا دوں گا کہ باطل کی قوتیں حق کی قوتوں سے طاقتور نہیں ہوتیں۔ اسے آنے دو اور دیکھنا میں اسے عبرتناک شکست دے کر بھیجوں گا۔''

آخ نے میری ہدایات کے مطابق یاسوط کے کلیجے کو آگ پر ڈالا تو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے طوفان کی طرح آسمان کی طرف بلند ہوئے اور اس میں سے شور و غوغا بلند ہوا۔ بدروحوں کے بین سنائی دینے لگے اور طاغوتی و ابلیسی مخلوق کی چیخ و پکار اور سینہ کوبی کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں اس حصار کے پاس کھڑا تھا اور منتظر تھا کہ ابلیس کب اپنے لشکر اور بیٹوں کے ساتھ آتا ہے۔ میں اس کا منتظر ہی رہا۔ سورج ڈوب رہا تھا اور گڑھے میں آگ مسلسل بھڑک رہی تھی۔ ذوالتاس نے اس لمحے مجھے ایک عجیب بات کہی۔

اس نے کہا۔ ''ہامہ تیرا پڑ دادا ابلیس مکروفریب میں ماہر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہامہ کو فلک زیریں اور دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے جنات کی عملداری مل چکی ہے۔ اس لئے وہ تیری طاقت سے خائف ہوگیا ہے۔ وہ یہاں نہیں آئے گا۔ اس نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور بزدلوں کی طرح بھاگ گیا ہے۔ وہ چالاک و مکار ہے۔ اس لئے وہ تجھ پر کسی اور رخ سے حملہ کرے گا۔''

میں نے آخ سے ایک آخری عمل کرنے کے لئے کہا اور اسے بھڑکتی آگ میں جھونک دیا۔ آگ اس کے بدن کو چاٹنے لگی اور اس کا بدن آگ میں رکھے فولاد کی طرح سرخ ہوگیا۔ میں حصار سے باہر نکلا اور نیل کے پانی پر ایک عمل پھونک کر پانی آخ کے اوپر گرایا تو آگ یک لخت ختم ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی بدروحوں کے بین اور شور و غوغا بھی تھم گیا۔ اس کے ساتھ ہی آخ باہر نکلا۔ اس نے ہاتھوں میں چٹکی بھر راکھ پکڑی ہوئی تھی۔ میں نے راکھ اس کے ہاتھوں سے لے لی اور کہا۔ ''آخ یہ راکھ وہ طوفان ہے' جو غول ابلیس پر پھینکی جائے تو ان کے بدنوں کو آگ لگا دے گی۔''

آخ نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور بے چینی سے بولا۔ ''ہامہ اگر تو مجھے اجازت دے تو میں سروش کے پاس چلا جاؤں۔''

میں اس کی بے کلی جان گیا تھا۔ لہٰذا اسے جانے دیا اور خود دریائے نیل کے پاس ٹہلنے لگا۔ ذوالتاس کا لمس میری گردن کے گرد اپنا طلسم بکھیر رہا تھا۔ وہ میرے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہی تھی۔ ہم دونوں خاصی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میں اس کی شیریں باتوں سے بے چین ہو رہا تھا۔ ایک مدت ہوئی تھی ذوالتاس کو میرے قریب آئے ہوئے اور صرف دو مرتبہ ہی اس کے جلوہ حسن سے نظروں کو خیرہ کیا تھا۔ وہ اب میرے پاس آتی تھی، باتیں کرتی تھی لیکن ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ میں نے جب اس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ مجسم میرے سامنے کیوں نہیں آ رہی تو وہ بولی۔ ''ہامہ! شانور کو معلوم ہوگیا کہ تو ذوالتاس کے ساتھ ہے تو وہ تجھے کھا جائے گی۔''

میں ایک جن زادی کی فطری رقابت اور حسد کو بخوبی جانتا تھا۔ اس لئے ذوالتاس کی بات سن کر میں نے دوبارہ نہیں کہا کہ وہ میرے سامنے آئے۔ اپنی خواہشوں کو سینے میں ہی دبائے رکھا۔

رات ہو چکی تھی اور آسمان ستاروں سے چمک رہا تھا۔ ذوالتاس چلی گئی تھی اور میرا دل بے قرار سا ہو رہا تھا۔ اسی لمحے مجھے فضا میں شور سنائی دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ فضا میں ایک باریش نورانی چہرہ پورے کرہ ارض پر چھایا ہوا ہے اور بازو کھولے میری جانب بڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے پہلے اس نورانی چہرے کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''ہامہ...... او ہامہ...... میرے بیٹے دیکھ تیرے عقب میں کیا ہو رہا ہے۔''

میں نے دیکھا نیل کے پانیوں میں لکڑی اور کپڑوں سے بنی ایک بڑی سی کشتی ہچکولے کھا رہی تھی۔

''ہامہ! اس کے اندر جا کر دیکھ۔ اندر کون بیٹھا ہے۔''

میں اس نورانی روپ سے مرعوب ہوگیا اور کشتی کے اندر چلا گیا۔ کشتی وسیع و عریض تھی اور اس میں ایک مہ جبین بال بکھرائے، مزمار بجا رہی تھی۔ ماحول میں عنبر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ مزمار سنتے ہی میری ذہن میں جھماکا ہوا اور ذوالتاس کی بات یاد آ گئی۔ اس نے کہا تھا کہ ابلیس مکروفریب کا پتلا ہے، وہ کسی اور روپ میں آ کر تجھے پھانسے گا۔ اس نے مجھے پھانسنے کے لئے ایک سحر آفریں ماحول پیدا کیا تھا۔ میں اس کی حقیقت جان گیا اور میں نے کشتی کو غرق کر دیا۔ اسی لمحے ابلیس کی چنگھاڑ سنائی دی اور وہ دہائی دیتے ہوئے بولا۔ ''ہامہ! میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔ میں دیکھوں گا تو کب تک مجھ سے بچتا رہے گا؟''

''میرے ہمدرد، معتمد اور مہربان خاکی دوست۔ میں جو صدیوں سے زندہ ہوں۔ صدیوں سے ابلیس کے ساتھ مصروف جنگ ہوں، مجھے ابلیس کے بارے میں اب کوئی خوش فہمی نہیں رہی۔ ابلیس ازل سے مکروفریب سے انسانوں اور جنات کو گمراہ کرتا آیا ہے۔ آؤ...... آج تجھے اس کے مکروفریب کے چند ہتھیاروں سے روشناس کراؤں۔ اللہ کے نیک بندوں نے مجھے جو تعلیمات دی ہیں اور جو انہوں نے بتایا ہے' اور جو میں نے ازل سے دیکھا ہے' تجھے بھی ان رازوں سے آگاہ کرتا ہوں۔

شیطان کا مکر یہ ہے کہ وہ انسانوں پر اس قسم کا جادو کر دیتا ہے کہ اس کو سب سے بڑی مضر چیز نافع ترین نظر آنے لگتی ہے۔ شیطان امر باطل کو اس طرح چکنا چپڑا کر کے خوبصورت شکل میں پیدا کرتا ہے کہ حق بات خلاف واقعہ نظر آنے لگتی ہے۔ عقلوں کو اس درجہ مسخ کر دیتا ہے کہ حق بات بجھائی نہیں دیتی ہے۔

اسی ابلیس نے آدم و حوا کو جنت سے نکلوایا اور قابیل کے ہاتھوں ہابیل کو قتل کرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کرایا۔ قوم عاد کو تیز آندھی سے تباہ کرایا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم چیخ سے ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو زمین میں دھنسایا اور ان پر سنگباری کرائی۔ فرعون اور

اس کی قوم کو غرق کرایا۔ یہی ملعون ان سب کا ساتھی تھا اور غزوہ بدر میں مشرکین کا یار تھا۔

سنو اے میرے مہربان سنو۔ ابلیس کا دوسرا بڑا مکر۔ شیطان انسان کے خون میں داخل ہو کر نفس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جس چیز کی رغبت اور محبت نفس پاتا ہے اس کو معلوم کر کے اسی راہ سے دخل انداز ہوتا ہے۔ آدم وحوا علیہما السلام کی یہ خواہش تو نہ تھی کہ جنت میں فرشتہ بن کر رہیں لیکن یہ خواہش ضرور تھی کہ ان کو بادشاہی عطا ہو جائے۔ شیطان ان دونوں کے پاس اسی راستہ سے آ کر ان کو جنت سے نکلوانے میں کامیاب ہوا تھا۔ شیطان کے اس فعل سے اس کے پیروکاروں نے یہ سیکھا ہے کہ انہوں نے بعض حرام چیزوں کے ایسے نام تجویز کئے ہیں جن کے معانی نفس کو بہت ہی خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً شباب کا نام ”ام الافرح“ (خوشیوں کی جڑ) سود کا نام معاملہ، محصول کا نام حقوق شاہی، فسق کی مجلسوں کا نام مجلس نشاط وغیرہ۔

شیطان کا ایک عجیب مکر یہ ہے کہ وہ اگر نفس کی قوتوں میں پیش قدمی اور بلند ہمتی غالب دیکھتا ہے تو جس چیز کا حکم الٰہی ہوتا ہے اس کو اس کی اہمیت کے سامنے حقیر اور قلیل کر دیتا ہے اور آدمی کو یہ وہم دلاتا ہے کہ اس قدر کافی نہیں ہے۔ اس میں کچھ اور زیادتی ہونی چاہئے۔ اور اگر نفس پر سرکشی غالب دیکھتا ہے تو ہمت کو مقدور ما مور سے کاہل اور سست کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ اس کو بالکل ہی چھوڑ بیٹھتا ہے یا اس میں کوتاہی کرنے لگتا ہے۔

مثال کے طور پر طہارت کے باب میں یا تو بعض لوگ اس قدر تفریط کرتے ہیں کہ طہارت کے واجبات بھی صحیح طور پر ادا نہیں کرتے یا اس قدر افراط میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ پانی استعمال کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر ان کی تسلی واطمینان نہیں ہوتا۔ اسی طرح شیطان کبھی کبھی کسی قوم کو اس درجہ میں گرا دیتا ہے کہ وہ پیغمبر کو قتل کر دینا معمولی بات خیال کرتے ہیں۔

یہودیوں کو ابلیس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس درجہ گرایا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو جھٹلایا اور ان کی والدہ پر تہمت لگائی اور نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ کے بارے میں اس درجہ بڑھایا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا درجہ دیا۔

کبھی شیطان ایسا کرتا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں نکمے خیالات ڈال دیتا ہے۔ وہ خدا کی باتوں کو تو یقین کا درجہ نہیں دیتے' خدا کے احکام کے مقابلہ میں امور عقلی اور حکمت کو زیادہ یقینی سمجھتے ہیں۔ فانوس قرآن سے روشنی حاصل کرنے کی بجائے منطق وفلسفہ یونانی میں لوگوں کو لگا دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دین وایمان سے عاری ہو جاتے ہیں' جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال بالکل صاف نکل آتا ہے۔

ایک مکر شیطان کا یہ بھی ہے کہ شیطان آدمی کو ایسے لوگوں سے خوش خلقی، خندہ روئی اور خوش

گفتاری کو کہتا ہے جن کی بدی سے بچنا بجز ترشروئی اور روگردانی کے ممکن نہیں۔ اس خوش خلقی اور خندہ روئی کے بعد آدمی کو ان کی بدی سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ایک مکر شیطان کا یہ بھی ہے کہ شیطان انسان کو اپنے نفس کی عزت وحفاظت کا حکم وہاں دیتا ہے جہاں پروردگار کی خوشی نفس کی ذلت واہانت میں ہے۔ مثلاً کفار یا منافقوں سے جنگ یا بدکاروں اور ظالموں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہیں۔ شیطان یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ ان باتوں سے تو اپنے نفس کو ذلت میں ڈال کر دشمنوں کو اپنے اوپر غالب کرنا چاہتا ہے۔ ان کے طعنے اپنے اوپر لینا چاہتا ہے۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ تیری عزت جاتی رہے گی اس کے بعد نہ کوئی تیری بات مانے گا نہ تیری بات سنے گا۔

اور جس جگہ نفس کی بہتری عزت وحفاظت میں ہوتی ہے وہاں اپنے نفس کو ذلیل وخوار رکھنے کو کہتا ہے۔ مثلاً آدمی کو کہتا ہے کہ رئیسوں کے سامنے ذلیل بنا رہ اور دل میں یہ ڈال دیتا ہے کہ اس امر کے اختیار کرنے سے تیرے نفس کی عزت ہوگی۔

اک مکر شیطان کا یہ بھی ہے کہ آدمی کو کسی ایک گوشہ مثلاً کسی مسجد یا مسافر خانہ یا کسی مزار پر قید کر کے بٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے اگر تو یہاں سے نکلے گا تو لوگوں کی نظروں سے گر جائے گا۔

ان باتوں سے شیطان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو امر بالمعرف اور نہی عن المنکر کرنے سے باز رکھے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی غرضیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اپنے آپ کو بڑا جاننا، لوگوں کو حقیر سمجھنا یا ریاست کا قیام بشرطیکہ اس کے عندیہ میں لوگوں سے ملنے سے ریاست ملنے کی امید ہو اور وہ یہ چاہتا ہو کہ لوگ مجھ سے ملیں۔ میں نہ ملوں وہ میرے پاس آئیں اور میں ان کے پاس نہ جاؤں۔

اس خیال سے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے تقرب کی چیزوں کو چھوڑ کر ان باتوں میں لگ جاتا ہے' جن سے لوگ اس کے پاس آئیں۔

ہامہ مجھے ابلیس کے مکروفریب سے آگاہ کرتے ہوئے چونک پڑا اور اس نے اپنی زبان میں ساریہ سے کچھ کہا اور وہ اسی لمحے اپنا ریشمی آنچل لہراتی ہوئی غائب ہو گئی۔

میرا خیال تھا کہ ساریہ کسی خاص مشن پر گئی ہے۔ میں ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے جب بھی ہامہ نے ساریہ کو اچانک کہیں بھیجا کوئی نہ کوئی فساد ضرور ہوتا تھا۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ ہامہ جو ابلیس کے مکروفریب کا ذکر کر رہا تھا' اسے چپ سی لگ گئی تھی۔ میں نے غور کیا وہ زیرلب کچھ پڑھ رہا تھا۔ میرے لئے اس کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی تھی۔ میں دم بخود بیٹھا تھا۔ میرے عقب میں ایک مشعل جل رہی تھی۔ اسی دوران ایک بھاری بھرکم جن' جس نے سفید چغہ اوڑھا ہوا تھا

اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک تھال تھا' جس میں کچھ خوشبویات سلگ رہی تھیں۔

غار کے ملگجے اندھیرے میں خوشبویات نے سحر طاری کر دیا تھا۔ ہامہ نے گھمبیر نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ جن نے دوزانو ہو کر ہامہ کو سلام کیا اور تھال اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر الٹے قدموں واپس چلا گیا۔

ہامہ نے نظریں تھال پر جما دیں اور سلگتی ہوئی خوشبویات پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ ایک لطیف سی آگ تھال میں بھڑکی اور ساتھ ہی غار میں غراہٹ سی پیدا ہوئی۔ یوں لگا جیسے کسی درندے نے سوتے سوتے انگڑائی لی ہے۔ ہامہ غیر مانوس زبان میں برابر کچھ پڑھ رہا تھا۔ مجھے ایک دم خوف سا محسوس ہونے لگا اور بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پوری غار کا ماحول مجھے عجیب اور دہشت بھرا دکھائی دینے لگا۔ ہامہ کے چہرے سے نور کی چادر سرک رہی تھی اور اس کا پر جلال چہرہ صدیوں کے روپ سروپ بدلنے لگا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی بت پر رکھے ہوئے بے شمار نقاب سرکا کر اسے بے نقاب کیے جا رہا ہے۔ میں سہم کر پیچھے ہوا اور غار کی دیوار سے ٹیک لگا لی۔ مشعل عین میرے سر کے اوپر روشن تھی۔ نہ جانے اس سے مجھے ہامہ سے بے تحاشہ ڈر کیوں لگنے لگا تھا۔ حالانکہ میں خود بھی عملیات جانتا تھا اور چاہتا تو اپنے گرد حصار قائم کر کے ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ میں ابھی سوچ بچار میں مبتلا تھا کہ مجھے اپنی گردن کے گرد ایک ریشمی لمس کا احساس ہوا۔ میں بے اختیار اپنی گردن سہلانے لگا تو میرے کانوں میں کسی کی رس گھولتی، آبشاروں کی ترنم جیسی' بلبلوں کی چہکار جیسی' سرگوشی ہوئی۔ ''اے ہمارے ہامہ کے مہربان تو گھبرا کیوں رہا ہے۔ تیرے اندر دہشت کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ آرام سکون کے ساتھ بیٹھ جا۔ میرا ہامہ! اپنی تھکاوٹ اتارنے کے لئے ورزش کر رہا ہے۔ اپنے علوم کو پکار رہا ہے۔ اپنا دم پختہ کر رہا ہے۔''

''تم کون ہو؟'' میں اس کی آواز کے سحر میں ڈوب گیا۔

''میں وہ ہوں' جس کا ذکر ہامہ تجھ سے کرتا رہتا ہے۔'' اس نے تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

''کیا تم شانور ہو؟'' میں نے بے اختیار پوچھا۔

''نہیں۔ میں ذوالتاس ہوں۔'' وہ میرے کانوں کی لو پر اپنا لمس جگاتے ہوئے بولی تو میرے پورے بدن میں راحت و اطمینان کی لہر دوڑی۔

''ذوالتاس۔'' میں زیر لب مدہوش سا ہو کر بولا۔ ''تمہارا نام کتنا پیارا ہے۔ اساطیری۔ سحر و جذب اور فطرت کی رعنائیوں سے بھرا ہوا نام۔ ذوالتاس۔''

''ذوالتاس! ہامہ تمہارا نام بڑی عقیدت سے لیتا ہے۔''

''ہاں...... ہامہ ہم سے بہت محبت کرتا ہے۔'' ذوالتاس گھمبیر لہجے میں بولی تو ایک درد سا اس

کے لہجے میں چھپا ہوا تھا۔

اسی لمحے ایک کربناک سی آہ گونجی۔ میں نے دیکھا کہ ہامہ ایک طویل انگڑائی لے کر اٹھ رہا ہے۔ اس نے تھال ہاتھوں میں اٹھایا ہوا تھا اور اسے اپنے ناک کے قریب کر کے خوشبویات کو سانسوں سے اندر کھینچ رہا تھا۔ جونہی ایک سانس کھینچتا' ایک کربناک سی چیخ اس کے پس منظر سے گونجتی۔ میں حیران و پریشان تھا کہ ذوالتاس بولی۔ ''یہ چیخ جو تم سن رہے ہو یہ ہامہ کی صدیوں پرانی کہن سالہ روح ہے' جو ازل کے عذاب میں مبتلا ہے۔ ہامہ اپنی روح کو نئے زمانے میں لے جانے کے لئے ہمیشہ کرب ناک دور سے گزرتا ہے۔ اسے اب تک مر جانا چاہئے تھا لیکن اس نے ابلیس کے ساتھ ایک طویل جنگ کا آغاز کیا ہوا ہے اور جنات کی حفاظت اور انہیں ابلیس کی دستبرد سے بچانے کے لئے یہ کربناک زندگی کا عذاب سہہ رہا ہے۔ یہ عمر تو اس کی تحت الثریٰ میں آرام کرنے کی تھی۔''

''ذوالتاس...... تمہاری عمر کیا ہے؟'' میں نے بے اختیار پوچھا۔

''میری کوئی عمر نہیں ہے۔'' اس نے کہا اور اس کا لمس میری گردن سے سرکنے لگا' جیسے وہ جانے لگی ہے۔ میں تیزی سے بولا۔

''ذوالتاس ٹھہرو۔ مجھے تم سے کچھ اور بھی پوچھنا ہے۔''

''میں اب ٹھہر نہیں سکتی۔ تم سے پھر ملوں گی۔ وہ دیکھو ہامہ جاگ رہا ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں تمہارے پاس آئی تھی تو وہ برا مان جائے گا۔''

''وہ برا کیوں مانے گا؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''اگر تم جس لڑکی کو چاہو، وہ کسی اور سے ملے تو تمہارا ردعمل کیا ہو گا؟'' اس نے جواباً سوال کیا اور خوشگوار قہقہہ لگایا۔ اس کے ساتھ ہی وہ غائب ہو گئی اور میں سوچنے لگا کہ ذوالتاس مجھے کس قسم کی بھول بھلیوں میں ڈال گئی ہے۔ اس کی باتوں میں بہت سے سوال چھپے ہوئے تھے۔ اس نے یہ کہہ کر کہ ہامہ کو اگر معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے پاس آئی تھی تو وہ برا مان جائے گا۔ تو کیا ہامہ اپنی طاقتوں کے باوجود اس سے غافل رہے گا؟ کیا ذوالتاس ایسی ہستی ہے جو ہامہ کو بھی دکھائی نہیں دیتی؟ ہامہ کی قوت اتنی کمزور ہے تو وہ صدیوں سے پر اسرار قوتوں کے ساتھ کیسے لڑ رہا ہے؟ شیطان کی مخفی طاقتوں کے ساتھ کیسے برسر پیکار ہے؟ کہیں وہ جھوٹ تو نہیں بول رہا؟ مجھے ہامہ کے بارے میں بہت سے خدشات لاحق ہوئے لیکن میں نے ان خدشات سے نکلنے کے لیے طے کیا کہ ہامہ سے ذوالتاس کے بارے میں پوچھوں گا۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے ہامہ کے ساتھ گہری نسبت ہو گئی تھی۔ وہ میری رگوں میں دوڑنے لگا تھا۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا لہٰذا میں نے احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا۔

غار کے ماحول سے خوشبویات عنقا ہو گئی تھیں اور پر اسراریت کا فور ہو گئی۔ ہامہ اب معمول

کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی روشن آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ میں اس کی نظروں سے نظریں نہ ملا سکا اور نظریں جھکا دیں۔

"اے میرے مہرباں...... افسوس کہ میں تجھے آگاہ نہ کر سکا کہ میں زندگی کی ایک تازہ سانس لینے کے لئے اپنا عمل کرنے لگ گیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تم پر اعتبار اور اعتماد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب جو بھی کام کروں تجھ سے پوشیدہ رہ کر نہ کروں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے تالی بجائی اور ساریہ سراپا قیامت بنی ہوئی آ گئی۔ اس نے ہاتھوں میں کھانے پینے کا ایک تھال اٹھا رکھا تھا۔ یکا یک میری بھوک عود آئی۔ ہامہ کے ساتھ، ساریہ کی قربت میں بیٹھ کر جنت کے میوے کھائے اور جب سیر ہو چکا تو مجھ پر نقاہت اور غنودگی طاری ہو گئی لیکن میں اس وقت سونا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ہامہ سے کہا کہ وہ باتوں کا سلسلہ شروع کرے۔ ہامہ نے میری خواہش پر سر جھکا دیا اور مجھے اپنے قریب آنے کے لئے کہا۔ وہ بولا۔ "تم میرے پہلو میں آ کر بیٹھ جاؤ۔ مجھ پر بھی غنودگی طاری ہو رہی ہے۔ میں اب اونچی آواز میں بات نہیں کر سکوں گا۔" میں ہامہ کے پہلو میں جا بیٹھا تو ساریہ بھی شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کے دوسرے پہلو میں بیٹھ گئی۔

یکا یک ہامہ ہڑ بڑا اٹھا اور بے اختیار ہو کر فضا کو سونگھنے لگا۔ پھر وہ مجھے دیکھنے لگا۔ میں اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت سی بھری ہوئی تھی۔

"ذوالناس۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ذوالناس آئی تھی۔ مجھے اس کی مہک آ رہی ہے لیکن وہ کہاں ہے؟" وہ بے چینی و بے قراری سے پوچھنے لگا۔ میں خاموش رہا۔

وہ بولا۔ "ذوالناس تیرے پاس تو نہیں آئی؟" اس نے گہری قہر پاش، متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا۔ مجھے ذوالناس کی نصیحت یاد آ گئی اور میں صاف صاف مکر گیا اور کہا۔ "وہ میرے پاس نہیں آئی۔"

مگر ہامہ کو قرار نہ آیا اور وہ شک آمیز لہجے میں بولا۔ "اے میرے محسن جھوٹ نہ بولنا۔ کیونکہ ذوالناس کی مانوس خوشبو سے مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ میرے آس پاس کہیں ہے۔ اگرچہ میں اس وقت تک اس کو دیکھ نہیں سکتا جب تک وہ خود ظاہر نہ ہو۔"

میں نے کہا۔ "ممکن ہو وہ آئی ہو لیکن میری پاس نہیں آئی۔"

"ہاں ہو سکتا ہے وہ آئی ہو۔" اس نے آہ بھری اور مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو سنو۔ میں تجھے بتا رہا تھا کہ ابلیس انسانوں کو کیسے گمراہ کرتا ہے۔ میں تجھے یہ بتا دوں کہ ابلیس نے انسانوں کو عبادت بھی سکھائی ہے۔ یعنی اس نے اپنی عبادت پر اکسایا ہے۔ تمہیں میں نے بتایا کہ اس زمانے میں مصر اور بابل پر اصنام پرستوں کا غلبہ ہو گیا تھا۔ ابلیس نے پوری دنیا میں

ام پرستی کو فروغ دیا اور اس کے فرزندان نے دنیا کے ہر خطے میں بتوں کی پرستش کو رواج دیا۔

ابلیس بت پرستوں کی قوم سے ان کی عقل کے مطابق کھیلتا ہے۔ کبھی شیطان مردوں کی تعظیم نیت سے ان کی مورتیاں قبروں پر رکھ کر ان بتوں کی پرستش کے لئے بلاتا ہے۔ مشرکین نے ایسا کیا کہ انہوں نے نبیوں کی مورتیں بنا کر ان کی قبروں پر رکھ کر ان کی پرستش شروع کر دی۔ یں مشرکین کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ یہ بت ان ستاروں کی صورتوں پر ہیں جو ان ،عندیہ میں عالم میں تاثیر کرتے ہیں۔ مشرکین نے ان بتوں کے لئے خاص مکانات بنوائے۔ ان خدمت کے لئے خادم مقرر کئے۔ چنانچہ ایک اسی قسم کا بت خانہ اصفہان کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر ۔ یہ بت خانہ کسی مشرک نے زہرہ ستارہ کے نام سے بنوایا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس بت خانہ کو ار کرا دیا تھا۔ اسی قسم کا ایک بت خانہ بادشاہ قابوس نے آفتاب کے نام پر فرغانہ میں بنوایا تھا۔ صم باللہ نے اس بت خانہ کو ویران کیا تھا۔

ہندوستان میں بت پرستی کا رواج بہرمن نے دیا تھا۔ اسی شخص نے بت بنائے اور لوگوں کو ، پرستی سکھائی۔ ہندوستان کا سب سے بڑا بت خانہ صوبہ سندھ میں تھا۔ اس بت خانہ میں ہیولا اکبر کا ایک بڑا بھاری بت تھا۔ دو، دو ہزار کوس سے لوگ اس کی زیارت کرنے آیا کرتے تھے۔

حجاج کے زمانہ میں جب صوبہ سندھ فتح ہوا اور مسلمانوں نے اس بت خانہ کو تباہ کرنا چاہا تو اہل ، نے مسلمانوں سے کہا اگر تم اس بت خانہ کو باقی رہنے دو تو اس بت خانہ کی تہائی آمدنی ہم تم کو دیا یں گے۔ عبدالملک نے اس بت خانہ کو باقی رہنے کا حکم دے دیا۔ یہ مشرک درحقیقت ستارہ پرست ،۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ ایسے ہی مشرکین کے ساتھ ہوا تھا۔

ایک فرقہ ان میں سے سورج کی پوجا کرتا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ سورج ایک فرشتہ ہے صاحب نفس اور ذی عقل ہے۔ چونکہ تمام ستاروں اور چاند میں سورج ہی کی روشنی جلوہ گر ہے۔ اس ، انہوں نے آفتاب کا ایک بہت بڑا بت خانہ قائم کر کے اس کے نام بڑی بڑی جاگیریں وقف ں۔ اس کے لئے خادم اور دربان مقرر کئے۔ یہ لوگ طلوع غروب اور استوار کے وقت آفتاب کو ہ کرتے۔ ان اوقات میں چونکہ شیطان سورج سے ملا ہوا ہوتا ہے اس لئے وہ سجدہ درحقیقت طان ہی کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ،۔ اس مذہب کے دوسرے فرقہ کے لوگوں نے دوسرے ستاروں کی صورت اور بزعم خود ان کی انیت کی شکل میں بت بنائے اور وہ ان کی پوجا کرتے ہیں۔

ایک سبب بت پرستی کا یہ بھی ہے کہ شیطان بتوں کے پیٹ میں گھس کر لوگوں سے گفتگو کرتا ،۔ غیب یا آئندہ کے حالات کی اطلاع دیتا ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ بت بات چیت کرتا ہے۔

سمجھدار بت پرست اس قسم کی باتوں کو اجرام علویہ کی روحانیت بتاتے ہیں۔

آتش پرستی کا رواج شیطان نے اس طرح دیا کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مارا وہ حضرت آدم کے خوف سے بھاگ گیا تو شیطان نے اس سے آ کر کہا کہ ہابیل کی قربانی کو آ اس لئے کھا گئی تھی' اور اس کی قربانی اس لئے مقبول ہوئی تھی کہ ہابیل آگ کی خدمت اور عبادت کرتا تھا۔ تو بھی ایسا ہی کر' تیرے اور تیرے بعد والوں کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ قابیل نے اسی وق آتش پرستی کے لئے ایک مکان بنوا کر آتش پرستی شروع کر دی۔ قابیل مجوسی بن گیا۔ جس وقت مج مذہب طوس، بخارا اور بجنان میں پہنچا' وہاں بڑے بڑے آتش کدے قائم ہو گئے۔ شیطان نے لوگوں کو آتش پرستی کی فضیلت میں یہ بات سمجھائی کہ آگ سب عناصر سے زیادہ جگہ گھیرتی ہے۔ دنیا کا وجود، دنیا کی نمو، دنیا کی بقا اور دنیا کا انعقاد اسی کے وجد سے وابستہ ہے۔

اسی طرح شیاطین نے بعض مشرکین کو پانی کی پرستش پر لگا دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پانی ہی میں سب سے افضل و اشرف ہے۔ اگر دنیا میں پانی کا وجود نہ رہے تو دنیا فنا ہو جائے اور دنیا کاروبار بند ہو جائیں۔ زراعت موقوف ہو جائے۔ اسی شیطان نے بعض مشرکین کو گائے دوسرے جانوروں کی پوجا پر لگا رکھا ہے۔ شیطان مشرکوں سے درختوں کو پوجا کراتا ہے۔ جنات کی پوجا کراتا ہے۔

''جنات کی پوجا؟'' ہامہ کے منہ سے یہ بات سن کر میں حیران ہوا تو وہ بولا۔

''یہ شیطان کا بہت بڑا اور گہرا وار ہوتا ہے۔ اس کا جواب میں تجھے اس طرح دوں گا۔ پہ یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے سامنے ایک نورانی ماورائی روپ ظاہر ہو تو تم یہی سمجھو گے ناں کہ یہ کوئی جن یا فرشتہ۔''

''ہاں...... میں یہی سمجھوں گا۔'' میں نے کہا۔

''تمہاری نظر میں ظاہر ہونے والا وہ جن یا فرشتہ تمہارے لئے ایسے سخت امور انجام د تیرے بگڑے کام سنوار دے اور کوئی معجزہ دکھائے تو تم اس سے مرعوب ہو جاؤ گے۔''

''ہاں بالکل ایسا ہی ہوگا۔'' میں نے کہا۔

''پھر آہستہ آہستہ تم اس کے عقیدت مند بن جاؤ گے اور اپنے جاننے والوں، گھر والوں کو کی کرامات کے بارے میں بتاؤ گے۔ تو ایک گروہ تیار ہو جائے گا جو اس نورانی وجود کی عقیدت اندھا ہو کر شرک کرنے لگے گا اور اس گروہ کی عقلوں پر اس نورانی وجود کا تسلط ہو جائے گا۔ پھر ا روز وہ تمہیں بتائے گا کہ وہ نورانی روپ ایک جن کا ہے اور اس کے مرنے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ ج اپنا مزار بنانے کا کہے گا۔ تم اس کی عقیدت میں اس قدر اندھے ہو چکے ہو گے کہ اللہ اور رسول خد

یات و تعلیمات یکسر فراموش کر دو گے اور صرف اس ماورائی وجود کی پرستش میں لگے رہو گے۔''

میں دم بخود ہامہ کی باتیں سن رہا۔ وہ کہنے لگا۔ ''مگر اے میرے مہربان تمہیں ایک راز کی بات دوں۔ جن اگر مسلمان ہوگا تو وہ کبھی بھی اپنی عبادات کی ترغیب نہیں دے گا۔ وہ کسی مسلمان کو گمراہ یں کرتا۔ جو جن مسلمانوں کو اللہ کی عبادت سے غافل کر دے وہ جن نہیں' شیطان ہوتا ہے۔ تم لوگ ن اور شیطان میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ہاں ایک اور بات سنو!''

ہامہ کروٹ بدل کر بولا۔ ''اکثر عملیات کرنے والے اور کالے علم والے جنات کو قابو کرنے ے دعوے کرتے ہیں مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ جنات کی بجائے شیاطین ان کے قبضے میں ہوتے ں۔ اعلیٰ جنات کو قابو کرنے کا طریقہ بہت مختلف ہے جو میں تمہیں اگلی نشست میں بتاؤں گا۔ اب تم ی تھک چکے ہو اور میں بھی لہٰذا تم ساریہ کے ساتھ جاؤ اور آرام کرو۔'' یہ کہہ کر ہامہ نے مجھے ساریہ ے سپرد کیا اور خود آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔ غار اس کے خراٹوں اور بھاری بھرکم سانسوں سے گونجنے لی۔ ساریہ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے فردوس ارضی میں لے گئی۔

انہوں نے پہاڑوں کا رخ کیا کہ ان پر چڑھ جائیں اور ان کی چوٹیوں پر قلعے بنا لیں کہ شاید اسی طرح موت کے منہ سے بچا جا سکے لیکن ان بدنصیبوں کے لئے آج کوئی پناہ اور کوئی امان نہیں تھی، پانی بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی جاتے موت ان کا تعاقب کرتی۔

انہی بھاگنے دوڑنے والوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی کافرہ بیوی اور کافر بیٹا کنعان بھی شامل تھا۔ آپ کی کافرہ بیوی بہت ضعیف ہو چکی تھیں اور کفران کی نس نس میں رچ بس گیا تھا۔ ان کی ساری زندگی اسی حال میں گزری تھی اور اب قطعی گنجائش نہ تھی کہ وہ پلٹ کر راستی کی طرف آئیں۔ مگر آپ کے بیٹے کنعان کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن وہ بھی جان بچانے کے لئے اپنی کافرہ ماں کے ساتھ ادھر ادھر بھاگ دوڑ رہا تھا۔ حضرت نوح نے کشتی سے باہر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ قوم پانی کا لقمہ بن رہی ہے اور موت انہیں اپنے پنجوں میں دبوچ رہی ہے تب آپ کو معلوم ہوا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اس کا عذاب نہایت سخت ہے۔

حضرت نوح نے جو کشتی بنائی تھی اس میں انہوں نے باہر کی صورت حال جاننے کے لئے ایک کھڑکی بھی بنا چھوڑی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا تو دوسرے کفار کے ساتھ انہیں اپنا بیٹا کنعان بھی پہاڑوں پر چڑھتا نظر آیا۔ بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر شفقت پدری نے جوش مارا۔ آپ نے اسے باآواز بلند پکارتے ہوئے کہا۔

''بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دے۔''

کنعان جو اپنی ماں اور دوسرے کافروں کے ساتھ ایک بلند پہاڑ پر چڑھا جا رہا تھا وہیں بولا۔ ''میں بہت جلد پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور پہاڑ مجھے پانی کے طوفان سے بچا لے گا۔''

آپ نے بیٹے کو بہت آوازیں دیں' اس کی سلامتی کی تمنا کی لیکن بیٹا ان پر اور ان کی رسا پر ایمان نہ لایا۔ اس نے آپ کے دین کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی عقل پر پردہ پ تھا۔

آپ نے دوبارہ اپنے بیٹے کو پکارتے ہوئے کہا۔

''میرے بچے آج کوئی خدا کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے۔ آج صرف وہی ب رہے گا جس پر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائیں گے۔''

مگر بیٹے نے سنی ان سنی کر دی۔ اب پانی گھٹنوں سے بھی اونچا ہو چکا تھا۔ طوفان کی شدت بہ لحظہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ وہ کشتی جس میں حضرت نوح اپنے ساتھیوں سمیت سوار تھے پانی پر ہچکو کھاتی ہوئی پانی کی سطح بلند ہونے کے ساتھ ساتھ اوپر اٹھتی جا رہی تھی۔ پانی اس تیزی سے او طرف اٹھتا جا رہا تھا کہ انسانی ذہن جس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہر طرف قیامت کی مانند ایک شو برستے پانی اور ابلتے چشموں کا شور' ہوا کا اور ڈوبتے ہوئے کافروں کا شور' جنہیں پانی کی تیز موجیں تنکوں کی طرح اپنے ساتھ بہائے لیے جا رہی تھیں۔ ان ڈوبنے والوں میں عورتیں بھی تھیں مرد بھی۔ یہ سب وہ لوگ تھے جو حضرت نوح کو دیوانہ کہتے تھے اور ان پر ہنسا کرتے تھے لیکن آج ق ان پر ہنس رہی تھی اور وہ رو رہے تھے۔ اپنی حماقتوں پر آنسو بہا رہے تھے۔ اپنی غلطیوں' گستاخیوں بدکاریوں پر ماتم کر رہے تھے مگر آج موت کو ان پر ذرا برابر رحم نہیں آ رہا تھا۔ آج تو صرف وہی لو محفوظ تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لے آئے تھے اور ان کی کشتی پر سوار تھے۔

اسی دوران حضرت نوح نے اپنی کافرہ بیوی کو ڈوبتے دیکھا اور ان کی جانب سے منہ پھیر پھر جب انہوں نے دوسری نگاہ اٹھائی تو انہوں نے اپنے بیٹے کنعان کو طوفانی موجوں سے لڑ دیکھا۔ وہ اس وقت موت سے آخری جنگ لڑ رہا تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر آپ نے اپنے ر کو پکارا۔ ''اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل خانہ میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو بہتر حاکموں میں سے ہے۔'' اس کے جواب میں ارشاد ہوا۔

''اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں۔ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں تم مجھ سے ا چیز کی درخواست نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔ پس تم ایسا سوال نہیں کرنا چاہیے جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ میں بلاشبہ تجھ کو نصیحت کرتا ہوں اب تو کوئی نادانی نہ کر بیٹھنا۔''

حضرت نوح نے عرض کیا۔ ''اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز سے متعلق سوال کروں جس مجھے علم نہ ہو۔ اگر تو مجھے بخشے گا نہیں تو میں برباد ہو جاؤں گا۔''

حضرت نوح کے دل میں بیٹے کی محبت کا جو طوفان اٹھا تھا وہ اب تھم چکا تھا اور وہ خدا کے ارشاد کی حقیقت کو سمجھ گئے تھے مگر ان کی نگاہ اب بھی بیٹے کی طرف تھی۔ اتنے میں حکم خداوندی سے ایک طوفانی موج آئی جس نے کنعان کو نوح کی آنکھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھپا لیا۔ وہ پانی کی موجوں میں دیکھتے ہی دیکھتے غرق ہو گیا اور حضرت نوح کی کشتی بلند ہوتی ہوئی موجوں کے سہارے آگے بڑھ گئی۔

آسمان سے اب بھی دھواں دھار پانی برس رہا تھا ہر طرف گھپ اندھیرا چھایا تھا۔ حضرت نوح کی کشتی بلند موجوں پر کسی پہاڑ کی مانند بہہ رہی تھی اور بالآخر پانی زمین سے اس قدر بلند ہو گیا کہ تمام اونچے اونچے درخت حتیٰ کہ پہاڑوں کی چوٹیاں بھی پانی میں چھپ گئیں۔ زمین پر چلنے اور رینگنے والے وہ تمام جاندار جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا' مر گئے۔ اس کے علاوہ تمام انسان' حیوان' جاندار اور چرند پرند وغیرہ بھی زمین پر سے مر مٹے۔ فقط ایک نوح علیہ السلام باقی بچے اور یا پھر وہ لوگ جو ان کی رسالت پر ایمان آئے تھے وہ ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔

رجب کی دو تاریخ کو تنور سے گرم پانی کا لاوہ پھوٹا اور یہ محرم کی دس تاریخ تک جاری رہا۔ اس لحاظ سے تقریباً چھ ماہ آٹھ دن حضرت نوح کی کشتی پانی پر تیرتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا۔ ترجمہ۔:

''اے زمین اپنا پانی جذب کر لے اور اے آسمان تھم جا۔''

پانی اتر گیا۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ ظالموں کی جماعت سے دور رہو۔

حضرت نوح نے کشتی میں ایک کھڑکی بنائی تھی اور انہوں نے کھڑکی اس وقت کھولی جب طوفان تھم گیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی بلند و بالا پہاڑوں کی وہ چوٹیاں جو پانی میں ڈوب چکی تھیں' دوبارہ نظر آ رہی تھیں۔ سمندر کے پانی کی طوفانی موجیں بھی غائب ہو چکی تھیں چونکہ آپ کافی بلندی پر تھے' اسی لئے زمین کے بارے میں صحیح طور پر انہیں علم نہیں ہو رہا تھا کہ وہاں کیا کیفیت ہے؟ چنانچہ حضرت نوح نے زمین کا حال جاننے کے لئے کھڑکی کے راستے ایک کبوتر چھوڑا۔ کبوتر غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے واپس لوٹ آیا۔ کبوتر کے صرف پنجے ہی نم تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ زمین پر پانی نہیں رہا۔ حضرت نوح نے کبوتر کو دعا دی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ اس پرندے کو پیار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بہر طور زمین کا حال جاننے کے بعد انہوں نے اپنے لوگوں کو کشتی پر سے اتارا اس وقت

آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ ''اے نوح! جتنے تخم اور جڑیں ہیں یہ سب زمین میں بو دے۔''

حضرت نوح نے ہدایت الٰہی کے عین مطابق عمل کیا۔

جب کشتی ٹھہری تو حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے زمین پر کبھی کوئی طوفان آیا ہی نہ ہو۔ یہ سب اللہ کی قدرت تھی کہ اس ذات کریم نے اپنے بندوں کو آزمائشوں سے نکالا تو کچھ اس طرح سے کہ اب دنیا میں سوائے چند مسلمانوں کے کوئی کافر نہ بچا تھا۔

حضرت نوح نے سورج کو کائنات میں ہر سو اپنی روشنیاں بکھیرتے دیکھا۔ ہر جانب سر سبز کھیت کھلیان نظر آ رہے تھے۔ حضرت نوح اللہ کی یہ رحمتیں اور نور کی بارش دیکھ کر سجدے میں گر گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''آؤ اور اس ذات ذوالجلال کے آگے جھک جاؤ۔ اس کا شکر ادا کرو۔ اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا ہے۔ تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو کیسے خوار اور تباہ کرتا ہے۔ آؤ اور میرے ساتھ اس ذات کبریا کے آگے جھک جاؤ۔''

حضرت نوح جب اللہ کے حضور جھکے تو ان کے ساتھی بھی حمد و شکر کرنے لگے۔ اس دوران کائنات میں سمٹے پھیلے جنات پر بھی خشیت طاری تھی۔ وہ زمین پر اترے اور سجدے میں جھک گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی یہ عاجزی و انکساری اور عبادت قبول کی اور اللہ کا حکم آیا۔

''اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں لے کر اترو جو تم پر اور ان جماعتوں پر اتریں گی جو تمہارے ساتھ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قوم نوح پر اپنی نعمتیں نازل فرمائیں۔ حضرت نوح نے ہر قسم کے جانداروں، پرندوں اور چرندوں کی مختلف قسموں کو اس سے نکالا۔ پالتو جانوروں اور پرندوں کو آزاد چھوڑ دیا۔ آخر میں وہ اپنے گھر گئے اور اپنے ساتھیوں کو تعلیمات الٰہی سے آگاہ کیا اور انہیں ہدایت کی کہ اب وہ گمراہی سے بچ کر رہیں۔ ایک اللہ کی عبادت کریں اور ابلیس کے بہکاوے پر نہ آئیں۔

کوہ طور کی اس جانب گھنے جنگل اور پہاڑوں کی تاریک غاروں میں ابلیس اپنے فرزندان اور غول ابلیس کے ساتھ تخت غلاظت پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہر سو تعفن زدہ حیوانی فضلہ تھا اور غول ابلیس اسے شیرینی اور نعمت سمجھ کر کھا رہا تھا۔ طوفان نوح کے باعث کشتی میں جو فضلہ اکٹھا ہو گیا تھا' ابلیس نے اسے اپنے لشکریوں کے لئے ذخیرہ کر لیا تھا۔ اس وقت وہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے فرزند ہفاف نے اس سے پوچھا کہ وہ اس وقت خوش کیوں ہے حالانکہ اسے رونا اور گریہ زاری کرنی چاہئے' کیونکہ اللہ نے اس کی اطاعت کرنے والی قوم کو تباہ کر دیا ہے۔

ابلیس نے یہ سنا تو ٹھٹھہ مار کر ہنسا اور کہا۔ ''میرے بچے میں تجھے ابھی جواب دیتا ہوں۔''

پھر اس نے اپنے کالے لبادے کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور اسے ہلانے لگا۔ اس وقت ایک بے ہنگم سا شور بلند ہوا اور بے تحاشا چھوٹے چھوٹے پرندے غار میں پھڑپھڑانے لگے۔ ابلیس نے ان میں سے کئی پرندوں کو مٹھی میں پکڑ لیا اور اپنی بیوی طرطبہ سے کہنے لگا۔ ''اے میری غمگسار دیکھ تمہارے لئے کیا تحفہ لایا ہوں۔''

طرطبہ حرافہ صفت، بدی کی ماں مچل کر بولی۔ ''جلدی سے بتا مجھے۔''

ابلیس نے اپنے ہاتھوں میں پھڑپھڑاتے پرندوں کو اس کی گود میں پھینکا تو وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی۔ کالے سیاہ، خونخوار آنکھوں، نوکیلے پنجوں والے پرندے اس کے بدن سے چپک گئے تھے اور اپنے بادبانی پروں کو پھڑپھڑا کر اور چیخ کر اپنی وحشت کا اظہار کرنے لگے۔

''طرطبہ ان سے ڈرو نہیں۔ یہ میری وہ نشانیاں ہیں جو نسل نوح میں پیدا ہونے والے میرے ہم نواؤں کو ابلیسی طاقت بخشیں گی۔''

''ان کا نام کیا ہے؟'' طرطبہ نے پوچھا۔ اس دوران خونخوار پرندوں نے پوری غار میں قیامت برپا کی ہوئی تھی اور غول ابلیس ان سے بچتا پھر رہا تھا۔ ابلیس ان کی حالت دیکھ کر قہقہے لگانے لگا اور بولا۔

''اے نسل ابلیس! اس سے ڈرو نہیں۔ یہ تمہارے لئے میری نشانیاں ہیں۔ انسان انہیں چمگادڑیں کہیں گے لیکن یہ تمہارے لئے میری طاقت ہیں۔ میں جب کشتی نوح میں گدھے کی دم پکڑ کر سوار ہوا تو میں نے انسانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن وہ ایمان کے پکے نکلے۔ پھر میں نے جانوروں کے اندر اپنی شیطانیت حلول کی اور اتنی غلاظت پیدا کی کہ کشتی میں ہڑبونگ مچ اٹھی۔ میرا خیال تھا کہ اس افراتفری سے کشتی ٹوٹ جائے گی اور سر بفلک پہاڑوں پر بہتے پانیوں میں ڈوب جائے گی لیکن حیف...... ایسا نہ ہوا۔ میں نے پھر غلاظت سے گندی بیماریاں پیدا کیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے میری ہر سازش کو ناکام بنا دیا لیکن اے غول ابلیس! تم جانتے ہو کہ ابلیس مکر و فریب کا پتلا ہے۔ وہ آگ کے خمیر سے بنا ہے۔ اسے نفرت اور تکبر و نخوت کی آگ پر سکون نہیں ہونے دیتی۔ لہٰذا میں نے کشتی میں سور کے بطن سے چوہے پیدا کر دیئے' جو کشتی میں سوراخ کرنے لگے لیکن مجھے یہاں بھی مات ہوئی اور پھر میں نے ان چوہوں میں اپنی شیطانیت پیدا کر کے یہ پرندے پیدا کئے۔ یہ نجاست اور نحوست کے نشان ہیں۔ تم انہیں مسلمانوں کے گھروں میں پھینک دیا کرنا۔ یہ انہیں وہم پرستی پر آمادہ کر دیں گے۔ تم اس موقع سے فائدہ اٹھانا۔ یاد رکھو! اگر تم کسی ایک انسان کو بھی وہم اور شک میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو گئے' تو سمجھو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہو۔ بس تم پوری ڈھٹائی اور مکاری سے اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے رہو اور ہاں سنو!''

ابلیس اپنے فرزند ہغاف کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم سمجھتے ہو میں ذلت و خواری سے دوچار ہوا ہوں' مجھے شکست ہوئی ہے۔ اے میرے احمق و نادان بیٹے غور سے سنو!''

ابلیس نے طرطبہ' غول ابلیس پر حسرت و کرب بھری نظر ڈالی اور بولا۔

''یہ ذلت و خواری اور جہنم کی آگ تو ہمارا مقدر ہے۔ جس طرح ایک انسان کو حق پر جیت ہوتی ہے اور اس کی روح میں سرشاری گھل جاتی ہے۔ اسی طرح جب باطل پر مجھے فتح ہوتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ سنو! میرا پہلا اور آخری مقصد یہی ہے۔ پس میں بنو آدم کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ نوح کو اس کی قوم کی ہاتھوں بے پناہ تکلیفیں پہنچائیں اور انہیں قدم قدم پر ان کی قوم نے ٹھکرایا۔ حتیٰ کہ ان کی بیوی نے بھی انہیں جھٹلایا۔ تو میرے بچو...... ابلیس کامیاب رہا۔ پہلے انسانوں کو گمراہ کیا' پھر ان گمراہوں کو ذلیل و خوار کرایا اور پھر جب اللہ کا ان پر قہر نازل ہوا تو میں بے حد خوش ہوا۔ میرا مقصد تو یہی ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے نالاں ہو اور ان پر قہر برسائے۔ پس اللہ نے نافرمانوں کو سزا دی۔ مجھے اگر پریشانی ہے تو اس بات سے کہ میرے بچو...... ابھی حضرت نوح حیات ہیں۔ پیرانہ سالی میں بھی ان کے عزائم پختہ ہیں۔ ان کی نسل بڑھ رہی ہے اور پوری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے۔ ان کی اولاد...... دنیا کے گوشے گوشے میں تعلیمات الٰہی لے کر جا رہی ہے۔ دنیا کو آباد کیا جا رہا ہے۔ حضرت نوح آدم ثانی ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے زمین کو سرسبز بنا دیا ہے۔ ان کی قوم کو خوشحالی عطا ہو رہی ہے۔ اب تم جاؤ اور انسانی بستیوں میں پھیل جاؤ۔''

اس دوران غار میں ہڑبونگ سی مچ اٹھی اور ایک کربناک چیخ نے ابلیس کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔

''کون ہے یہ بدبخت نامراد؟'' ابلیس دھاڑا۔

''بدی کے خالق...... یہ میں ہوں تیرا بیٹا زنبور۔'' تاریک غار میں پھڑپھڑاتی چمگادڑیں زنبور کی چیخ و پکار اور آہ و زاری سن کر سہم گئیں۔ طرطبہ کا کلیجہ منہ کو آ گیا اور وہ اس کی طرف لپکی۔

''میرے بچے تجھے کیا ہوا ہے؟''

''پیچھے ہٹ جا بدی کی ماں۔'' ابلیس دھاڑا۔ ''آگے بڑھو زنبور اور بتاؤ تجھے کیا ہوا ہے؟''

زنبور کی حالت دگرگوں تھی۔ سر سے پاؤں تک اس کا بدن جھلسا ہوا تھا۔ زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ وہ سینہ کوٹتے ہوئے چلایا۔

''اے بدی کے باپ...... مجھے تیرے پڑپوتے نے مارا ہے۔''

''کس نے؟'' ابلیس دھاڑا...... پھر پوچھا۔ ''تجھے ہامہ نے مارا ہے۔''

''ہاں...... مجھے ہامہ نے مارا ہے۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ میں اس کے ہاتھوں سے بچ نکلا۔ آج ہامہ جنات کے ایک گروہ کے ساتھ کوہ طور پر بیٹھا حمد و ثنا کر رہا تھا کہ میرا ادھر سے گزر ہوا کہ اس نے مجھے پکڑ لیا اور قریب تھا کہ مجھے جلا دیتا۔ مجھے ایک چھوٹے پرندے نے آ کر بچا لیا۔''

یہ سن کر ابلیس کے کریہہ اور خباثت سے آلودہ چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ ''تجھے میری اس نشانی نے بچا لیا میرے بچے۔'' اس نے چمگادڑ اس کے سامنے لہرائی تو وہ چلایا۔

''ہاں۔ ہاں یہی تھا وہ پرندہ۔ ہامہ اسے دیکھ کر یکدم پریشان ہو گیا تھا۔''

''تم نے دیکھا...... تم نے دیکھا میرے بچو...... صرف اس ایک چمگادڑ نے میرے بچے کو جنات کے قہر سے بچا لیا۔ سنو' میں تمہارے لئے وہ پرندے اور جانور پیدا کروں گا' جن کے اندر میری روح ہو گی اور تم ان پرندوں سے طاغوتی طاقتیں حاصل کرو گے۔ یہ پرندے اور جانور ان انسانوں کو کالے علوم سیکھنے کے دوران بھینٹ چڑھانے کے کام آئیں گے۔ جب وہ ان کی بھینٹ چڑھائیں گے تو ابلیسی طاقتیں اس کالے عامل کو میری شکتی دیں گی۔''

ابلیس نہ جانے کن زمانوں کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ وہ بدی اور طاغوتی طاقتوں کی ان ساعتوں اور زمانوں کے خیال میں کھو گیا جب دنیا میں اس کے پیروکاروں کے چرچے ہوں گے۔

زنبور اپنے باپ کے سامنے تڑپ رہا تھا۔ ابلیس نے اسے ایک لات رسید کی اور کہا۔ ''میں نے تم سب کو منع کیا ہوا ہے کہ ہرگز ہرگز حق پرست جنات کے سامنے مت جاؤ۔ ہامہ کے پاس نورانی علوم کی بے پایاں طاقت ہے۔ وہ میرا تعاقب کر رہا ہے۔ یاد رکھو وہ اس وقت تک نہیں مر سکے گا جب تک وہ میرا دامن جلا نہیں دیتا۔ اس لئے اس سے پہلو بچا کر نکلا کرو اور جب تک میں نہ کہوں جنات پر حملہ بھی نہ کرنا۔''

اس روز ابلیس نے اپنی مکر و فریبوں کی حکمت عملی بنائی اور پھر چمگادڑوں کے بعد الو کے نام سے ایک پرندہ پیدا کیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ابلیس نے کچھ طاغوتی علوم ایجاد کئے ہیں تو میں نے اپنے جنات کو اس کے ارادوں سے باخبر کر دیا اور انہیں سمجھایا کہ اب انہیں جہاں بھی ابلیس کا کوئی گرگا نظر آئے' اسے فوراً مار ڈالا جائے۔

کوہ طور پر اب میں نے مستقل ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ غول ابلیس طور کے نشیب و فراز میں آباد انسانی آبادیوں میں جاتے ہیں' اور انسانوں کو گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ہم بھی اپنی بساط کے مطابق ابلیس کی راہ میں رکاوٹیں حائل کرتے رہتے اور اس کے لشکریوں کو مارتے رہتے۔ ایک شام جب سورج زمین کے کناروں کو چھوڑ رہا تھا اور تاریکیاں اپنے پر کھول رہی تھیں، میں

شانور کے ساتھ کوہ طور سے نیچے اترا اور دریائے دجلہ کے کنارے پر جا بیٹھا۔ ہم دونوں وہاں بیٹھ کر عہد بابل کو یاد کرنے لگے۔ مجھے وہ سارے مناظر یاد آ گئے۔ جب مہلیل نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ شہر اب برباد ہو چکا تھا اور اس کی جگہ حضرت نوح کے فرزندان نیا شہر آباد کر رہے تھے۔ شانور بھی انسان کے ماضی کو یاد کر کے دل گرفتہ ہو گئی۔ دجلہ کے کنارے چلتے چلتے مجھے آخ یاد آ گیا اور پھر رئیس کا عہد ظلمت بھی یاد آ گیا۔ شانور میری کیفیت بھانپ گئی۔ اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور میرا دل بہلانے کے لئے اس نے اپنی دلنواز باتوں میں مجھے مگن کر لیا۔ اس موقع پر شانور نے مجھے ایک نہایت خوش کن خبر سنائی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ میں اسے لے کر کوہ طور پر آ گیا۔ مجھے شانور کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کا بہت اشتیاق تھا۔ میں اس کا بہت خیال رکھنے لگا تھا۔ ایک روز میں شانور کے لئے پھل لے کر آ رہا تھا کہ راستے ہی میں ذوالناس آ گئی۔ وہ کئی مہینوں بعد آئی تھی۔ آتے ہی وہ میری حالت پر ہنسنے لگی۔ میں نے اس کے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو بولی۔ ''ہامہ تم واحد جن ہو جو اپنی بیوی کا اس قدر خیال رکھ رہے ہو۔''

''کیوں ہمارے دل اور جذبات نہیں ہوتے؟'' میں نے کہا۔ ''شانور میری بیوی ہے۔ اگر اس کا میں خیال نہیں رکھوں گا تو اور کون اس کا خیال کرے گا؟''

اس پر وہ ترنم انداز میں بولی۔ ''ہامہ...... تم جنات کی انا اور ضد کو نہیں جانتے۔ یہ جنات جو ہیں' اس طرح کے چونچلوں میں نہیں پڑتے۔''

''ذوالناس...... تم جانتی ہو کہ شانور میرے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے۔'' میں نے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا اور پھر کہا۔ ''ذوالناس تم یہ بھی جانتی ہو کہ میری زندگی جنگ و جدل میں مصروف ہے۔ اگر آج میں کچھ اچھا وقت گزارنے کے موڈ میں ہوں' تو تم بھی میرا ساتھ دو۔ تمہارا ساتھ میرے لئے کسی راحت سے کم نہیں۔'' اس روز پہلی بار ذوالناس میرے ساتھ شانور کے پاس گئی۔ شانور اس سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ پھر وہ کئی روز تک ہمارے پاس رہی۔ میری خوشیوں کے دن قریب آ رہے تھے کہ اچانک ابلیس نے مجھ پر ایک گہرا اور زوردار حملہ کر دیا۔

وہ رات بڑی گھناؤنی تھی اور آسمان کو سیاہ بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ شانور کی طبیعت بگڑی ہوئی تھی اور ذوالناس بھی واپس جا چکی تھی۔ ماحول پر عجیب سی وحشت طاری تھی۔ میں اور شانور کوہ طور پر اکیلے تھے۔ میرے پہرے دار جنات کوہ ابوقبیس گئے ہوئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ مہیب رات میں طوفانی جھکڑ چلنے لگے اور ہر سو چیخ و پکار برپا ہو گئی۔

میں ماحول کا مزاج بھانپنے کے لئے کوہ طور کی غار سے باہر نکلا اور دیکھنے لگا کہ کہیں جنات و شیاطین کے درمیان جنگ تو شروع نہیں ہو گئی۔ ابھی میں دو قدم ہی چلا ہوں گا کہ اچانک میرے

سامنے بجلی کڑکی اور ایک زوردار دھماکے سے بھاری بھرکم وجود پھڑ پھڑاتے پرندوں کے جلو میں میرے سامنے ظاہر ہو گیا۔ اسے دیکھتے ہی میرا تن بدن غصے سے کھول اٹھا۔

اسے دیکھ کر مجھے یقین نہیں آیا کہ یہ میرا باپ ہو سکتا ہے۔ ہمم بن لاقیس بن ابلیس۔ اس کے چہرے سے خباثت اور درندگی پھوٹ رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں پہ خون آشام نظروں والا ایک پرندہ بیٹھا تھا' جس کی گردن سے خون ٹپک کر میرے باپ کی ہتھیلی پر گر رہا تھا اور ایک دوسرا سیاہ رنگ کا چھوٹا سا پروں والا پرندہ خون چاٹ رہا تھا۔ یہ وہی پرندہ لگتا تھا جو کچھ روز پہلے اس وقت مجھ پر جھپٹا تھا جب میں نے زنبور کو پکڑ کر مارنا چاہا تھا۔

''تم یہاں کیا لینے آئے......'' میں نفرت کے عالم میں دھاڑا تو کوہ طور کی وادی میری دہشت سے تھرا اٹھی۔

جواب میں میرے باپ نے مکروہ قہقہہ لگایا اور دوسرے ہاتھ سے ہتھیلی پر بیٹھے پرندے کا سر سہلانے لگا۔ پھر اس کے لہو میں انگلی ڈبو کر اس نے چٹکی بجائی اور لہو کے چھینٹے میری طرف پھینکے۔ میں یکلخت پیچھے ہٹ گیا۔ تو میرا باپ جو پیکر ابلیس تھا، ہذیانی قہقہے لگانے لگا۔ ماحول میں دشت و کربلا کی وحشت نفوذ کر چکی تھی آسمان پر بجلیاں ہنوز کڑک رہی تھیں اور یہ کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھیں۔ میں نے گہری نظروں سے فلک زریں پر دیکھا تو مجھے ایک عجیب منظر نظر آیا۔ علمدار جنات لشکر ابلیس کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ میں حیران ہوا کہ میں ان سے غافل کیوں پڑا رہا تھا۔ مجھے غصہ آیا کہ میرے جنات نے بھی مجھے اس کی اطلاع نہیں دی تھی کہ جنات اور شیاطین کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ معاً مجھے شانور کی آواز سنائی دی۔

''ہامہ باہر کون ہے اور یہ کون قہقہے لگا رہا ہے؟''

میرے بولنے سے پہلے ہی میرا باپ بولا۔ ''اسے بتا دو کہ تیرا باپ آیا ہے۔''

میں نے نفرت سے تھوک دیا اور بولا۔ ''اے پسر ابلیس۔ میرا تم سے کوئی ناطہ نہیں ہے۔ تم میرے باپ ہرگز...... ہرگز نہیں ہو سکتے......''

جواب میں ہمم وحشت آمیز انداز میں بولا۔ ''ہامہ...... تم اس بات کو قبول کرو یا نہ کرو...... مگر جنات اور شیاطین یہ جانتے ہیں کہ تم میرے بیٹے ہو۔ یاد رکھو فطرت کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔ تمہیں ابلیس نے جنم دیا ہے۔ آج تم جتنے چاہے پاکباز اور حق پرست جن بن جاؤ' مگر تمہارے خون میں دوڑنے والا خون ابلیس کا ہے۔''

''بکواس بند کرو......'' میں شدت غضب سے دھاڑا۔ ''اپنی ناپاک زبان سے میرا نام بھی مت لینا۔ اور تم یہ بات اپنے دل و دماغ سے نکال دو کہ میری رگوں میں ابلیس کا خون ہے۔ میں جب

سے حق پرست جنات کے قبیلے میں شامل ہوا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری نجاست دور ہو چکی ہے اور اب میں صرف اور صرف ایک جن زادہ ہوں۔"

"یہ تمہارا حد سے بڑھا ہوا اعتماد ہے ہامہ......" میرا باپ مجھے گمراہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"مجھ سے فضول باتیں نہ کرو...... اور یہاں سے دفع ہو جاؤ...... ورنہ میں تجھے جلا کر راکھ کر دوں گا......" میں نے اسے تنبیہ کی۔

ہمہم نے گہری اور طنزیہ نظروں سے میری جانب دیکھا۔ پھر مکاری سے بولا۔ "ہامہ...... تم مجھے تنبیہ کیوں کر رہے ہو۔ جلا کر راکھ کیوں نہیں کر دیتے؟"

"میں تمہیں ابھی جلا کر راکھ کر دوں گا۔" میرا غضب بڑھنے لگا مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ کوئی چیز میرے آڑے آ رہی تھی۔

"تم مجھے نہیں جلا سکتے......" ہمہم نے کہا۔ "اس لئے کہ میں تیرا باپ ہوں۔ اگر یہاں اس وقت میری جگہ کوئی اور ابلیس زادہ ہوتا تو تم اسے کب سے مار چکے ہوتے۔"

میں نے صرف ایک لحہ کے لئے سوچا اور غور کیا۔ واقعی یہی وہ جھجک تھی جو فطری طور پر مجھے اپنے باپ پر حملہ کرنے کے لئے منع کر رہی تھی۔ باپ آخر باپ ہوتا ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حق پرست بیٹے کے دل میں ایک بار تو اس کے لئے رحم آتا ہے۔ اسی لمحے میری گردن پر ذوالناس کا لمس بیدار ہوا اور وہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔ "ہامہ...... یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ایمان والوں کو آزمایا جاتا ہے۔ تم مسلمان جن ہو اور تمہارا باپ ابلیس کا بیٹا ہے۔ ابلیس نے اسے تمہیں راہ راست پر لانے اور کمزور کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ طاغوتی علم سیکھ کر آیا ہے۔ تم وقت ضائع نہ کرو اور فوراً اپنا اور شانور کا دفاع کرتے ہوئے ان پرندوں کو مار ڈالو۔ اگر ان کے خون کا ایک قطرہ بھی تم پر گر گیا تو تم کمزور پڑ جاؤ گے اور ابلیس تم پر غالب آ جائے گا......"

جس وقت ذوالناس میرے کانوں میں سرگوشی کر رہی تھی، ہمہم کے ہاتھ پر بیٹھے پرندے نے وحشیانہ انداز میں چیخنا شروع کر دیا اور وہ بے تابی سے میری جانب اڑنے کے لئے مچلنے لگا۔

"سنو ہامہ...... اس طاغوتی پرندے نے مجھے دیکھ لیا ہے اور اس کے ذریعے ہمہم کو معلوم ہو جائے گا کہ کوئی ہستی ہامہ کے ساتھ موجود ہے اور وہ غائب ہو جائے گا...... تم آگے بڑھو......" یہ کہتے ہی ذوالناس غائب ہو گئی تو مکروہ پرندے کی وحشیانہ چیخیں بھی تھم گئیں۔

"ہامہ...... تم باپ بننے والے ہو۔ یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ مگر میرے بچے میں نہیں چاہتا کہ تم جیسا کوئی اور باغی میری نسل میں سے پیدا ہو۔ شانور نے بھی ابلیس سے بغاوت کی ہے۔ اس لئے ابلیس کی نحوست اس پر پھنکار پھینکنے والی ہے۔"

میں نے ذوالناس کی ہدایت پر عمل کیا اور اپنے باپ کی عیاری اور مکاری میں آنے کی بجائے جلدی سے اپنی علمی طاقتوں کو اکٹھا کیا اور اسی لحہ ایک اور تدبیر میرے ذہن میں آ گئی اور میں نے یاسوط کی وہ راکھ، جو ایک عرصہ سے سنبھال کر رکھی تھی اسے نکالا اور چٹکی بھر راکھ لے کر اس پر ایک عمل پڑھا اور اپنے باپ کی طرف اسے اچھال دیا۔ یہی وہ وقت تھا جب میرا باپ میرے ارادے بھانپ گیا۔ آخر وہ مکار اعظم ابلیس کا بیٹا تھا۔ اس نے دونوں پرندوں کو میری طرف اچھال دیا۔ مگر میری قسمت اچھی تھی کہ اس دوران میں نے بھی راکھ ان کی طرف پھینک دی تھی۔ فضا میں ایک زوردار دھماکہ ہوا اور بجلیاں سی کوہ طور پر گرنے لگیں۔ آگ اور سیاہ دھوئیں کا غبار پیدا ہوا اور ہر سو بین اور ماتم برپا ہو گیا۔ پرندے اس دھویں اور آگ کی لپیٹ میں آ کر جھلس گئے...... مگر ہمہم اس دوران زقند لگا کر شانور کے غار کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اس نے اپنی طاغوتی طاقتوں کے زور پر ایک منحوس خون آلود پرندہ پیدا کیا اور اسے غار کے اندر پھینک دیا۔ میں نے اپنا دفاع تو کر لیا تھا لیکن شانور کو اس صورتحال سے آگاہ نہ کر سکا تھا اور وہ ابلیس کی نحوست کی لپیٹ میں آ گئی۔

یہ دیکھتے ہی میں غار کی جانب لپکا...... مگر ذوالناس میری گردن پر رینگنے لگی۔ وہ چلائی۔ "خبردار ہامہ...... تم اندر نہ جانا۔"

"ذوالناس...... وہ شانور کو مار ڈالے گا۔ میرا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔"

"ہامہ...... صبر کرو...... جو ہونا تھا اب تک ہو چکا ہے۔ تمہارے باپ نے تم پر گہرا وار کیا ہے۔"

میں ایک بار پھر غار کے اندر جانے کے لئے مچلا...... تو ذوالناس سراپا قیامت بن کر ظاہر ہو گئی۔ اس نے اپنے ریشمی، نازک ہاتھوں میں میری کلائی پکڑ لی۔ اس کی آنکھوں میں جذبات کی طغیانی اور تنبیہ تھی۔ اس کی ملی جلی کیفیت نے میرے پاؤں جکڑ لئے۔

اسی لحہ اندر سے شانور کی بے بس چیخ گونجی اور میری آنکھوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی نمی آ گئی...... اب شانور کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی اور غار میں ایک بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے خون اور آگ کے پس منظر میں شیطانی قوتیں رقص کر رہی ہیں۔ ابلیس میری بے بسی پر نہال ہو گیا تھا۔

"ذوالناس تم مجھ پر ظلم کر رہی ہو......"

"نہیں ہامہ! میں تجھے کمزور ہونے سے بچا رہی ہوں......" اس نے کہا۔

اس کے ساتھ ہی شانور کی اذیت ناک آوازیں آنا بند ہو گئیں اور فضا میں کسی نومولود بچے کی قلقاری سنائی دی۔ میں تڑپ اٹھا۔ مجھے لگا جیسے میرا بچہ دنیا میں آ گیا ہے...... مگر غار میں نہ جا سکا۔ کتنی ہی دیر گزر گئی۔ میں ذوالناس کی گرفت میں بے بسی سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ کوہ طور پر

رقص ابلیس شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ میرے ایک کارگر عمل نے ابلیسی پرندوں کو جلا کر راکھ کر دیا تھا او شیطانی قوتیں مجھے بے بس دیکھ کر قدرے دور رہ کر میرا تماشا بنا رہی تھیں۔ یونہی خاصی دیر گزر گئی او پھر ذوالناس میرا ہاتھ تھام کر غار کے اندر داخل ہو گئی۔

گھپ و سیاہ غار میں ہر سو بو اور سرانڈ پھیلی ہوئی تھی۔ ابلیس اپنی نحوست کی غلاظت یہاں پھینک گیا تھا۔ ذوالناس نے مجھے خوشبودار لکڑیاں پکڑائیں اور بولی۔ ''ہامہ انہیں سلگا دو...... تا ک شیطان کی نحوست اور بدبو ختم ہو جائے۔''

لکڑیاں جلا کر میں نے غار سے ابلیس کی نحوست ختم کر دی اور پھر ہم شانور کے پاس پہنچے۔ و آڑھی ترچھی ہو کر بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے سیدھا کیا تو اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی مم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا۔ بال بوسیدہ تھے اور کہن زدگی نے اس کی ہڈیوں گھلا دیا تھا۔

''ذوالناس...... یہ کون ہے؟''

''یہ شانور ہے۔ ہامہ......'' ذوالناس نے کہا۔

''شانور...... نہیں...... نہیں...... وہ تو سراپا جمال اور رعنائی کا پیکر ہے ذوالناس...... مگر یہ...... میں ہذیانی انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

''ہامہ...... ابلیس نے اس پر بہت گہرا حملہ کیا ہے۔ شانور جو ماں بننے والی تھی' اپنی حفاظت سے غافل ہو گئی تھی۔ اگر یہ اپنی پاکیزگی اور حفاظت کا خیال رکھتی تو اس نحوست سے محفوظ رہ سکتی تھی تمہیں شاید یہ بات معلوم نہیں کہ عورت جب زچگی کے عالم میں ہوتی ہے تو شیطانی قوتیں اس کے ا گرد منڈلانے لگتی ہیں اور اسے کمزور کرتی رہتی ہیں۔ جو عورت' چاہے وہ خاکی ہو یا آتشی...... ا عبادت نہ کرے اور محفوظ علوم نہ پڑھے تو شیطانی طاقتیں اس پر غالب آ سکتی ہیں۔''

''مگر اسے ہوا کیا ہے؟'' میں نے دریافت کیا۔

''ہامہ سنو...... شانور کو علوم پر دسترس تھی اور اس نے علوم کی طاقت سے اپنی زندگی کو صدیوں ک قید سے آزاد کیا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سینکڑوں صدیاں گزرنے کے باوجود وہ جوان نظر آتی تھی لیکن آج جب تمہارے باپ نے تم پر حملہ کیا تو شانور صورتحال کا اندازہ نہ کر سکی۔ ہمہم نے جو طاغوتی عم کیا تھا اس کی طاقت سے شانور کا وہ علم کمزور ہو گیا اور اس کا لبادہ اتر گیا...... شانور اپنی اصل عمر کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔''

''اور میرا بچہ......'' میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

''تم نے کچھ دیر پہلے کسی بچے کی قلقاری سنی تھی' وہ تمہارا بچہ تھا...... شانور بچے کو جنم دیتے

اپنی اصلیت میں آ گئی......''

''میرا بچہ...... کہاں ہے؟'' میں بے تابی سے غار میں دیکھنے لگا۔

''تمہارا باپ اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔'' ذوالناس بے بسی و لاچارگی سے بولی۔

''ذوالناس تم کیا کہہ رہی ہو...... میرا باپ ہمہم۔ ابلیس کا پوتا میرے بچے کو لے گیا ہے......'' میں وحشت اور جنون سے چلایا۔

''ہاں ہامہ...... وہ اسے لے گیا لیکن تم اطمینان رکھو۔ میں کوئی تدبیر کرتی ہوں کہ تمہارا بچہ تمہیں واپس مل جائے......'' ذوالناس نے مجھے تسلی دی اور سمجھایا۔

''ہامہ...... ابلیس کے پاس بے تحاشا طاغوتی طاقتیں ہیں۔ وہ ہر روز برائی اور عیاری کا نیا علم جنم دیتا ہے لیکن یاد رکھو۔ اس کی یہ ساری طاقتیں عارضی اور ناپائیدار ہیں۔ اس کی طاقتوں کو زوال ہے۔ تم سوچو، سمجھو اور ہم بھی کوئی حل تلاش کرتے ہیں...... مگر ایک بات یاد رکھو...... ہامہ! حق کی راہ میں اپنے خون کی قربانی دیتے ہوئے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہی اللہ کے نیک بندوں کی نشانیاں ہوتی ہیں۔''

ذوالناس کی بات میرے دل میں اتر گئی۔ اور میں نے اپنے دل کو سمجھا دیا۔ مگر اس وقت شانور کی حالت دیکھ کر مجھ سے سنبھلنا بہت مشکل تھا۔ میں نے شانور کے بارے میں ذوالناس سے کہا۔ ''کیا اب شانور اسی طرح سسک سسک کر مر جائے گی۔''

''اگر تم چاہتے ہو کہ شانور دوبارہ جوان ہو جائے تو تم کچھ عرصے کے لئے انتظار کرو...... اللہ کے ایک نیک و صالح نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور قوم عاد میں انکی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ تو تم ان کی بستی میں چلے جانا۔ ابلیس نے قوم عاد کو گمراہ کر دیا ہے اور وہاں ایک شیطان صفت انسان ان پر حکمران ہو گا۔ ابلیس نے اس قوم کو گمراہ کرنے کے لئے بت پرستی' آتش پرستی کو ایک بار پھر مذہب بنا دیا ہے......''

''ذوالناس...... مجھے کتنی صدیوں کا انتظار کرنا ہو گا؟''

''ہامہ...... بس ان کا ظہور ہونے والا ہے...... تم اطمینان رکھو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ نے جنات کو دو زندگیاں عطا کی ہیں۔ ایک جن بوڑھا ہونے کے بعد دوبارہ بچہ بن جاتا ہے اور پھر جوان اور بوڑھا ہو کر طبعی عمر میں مرتا ہے...... مگر ابلیس اور اس کی نسل کو یہ رعایت حاصل نہیں ہے۔ شانور اپنی پچھلی فطری عمر کے اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ اب اس کا دوبارہ جنم ہو گا...... یہ پھر سے جوان ہو گی...... مگر تمہیں اس کا انتظار کرنا ہو گا......''

ذوالناس کی اس بات سے مجھے بے حد خوشی ہوئی مگر دل کے نہاں خانوں میں ایک کسک، بے

چینی، اضطراب اور وحشت بڑھ گئی تھی۔ ذوالناس نے میری کیفیت بھانپ لی اور بولی۔ ''ہامہ...... تم ایک بیٹے کے باپ بنے ہو...... مجھے خدشہ ہے کہ ابلیس تمہارے بچے کو طاغوتی علوم سکھا کر تمہارے مقابلے پر لائے گا...... مگر تم فکر نہ کرو...... مجھے یقین ہے تم ایک روز اپنے بیٹے کو حاصل کر لو گے اور وہ بھی حق پرست جن بن جائے گا......''

ذوالناس نے میری ڈھارس بندھا دی تھی مگر میرے دل کی بے قراری پھر بھی برقرار رہی۔

غار شانور کی سسکیوں سے گونج رہی تھی۔ خوف و ہراس میرے گرد پھیلا ہوا تھا۔ شانور کی جون بدلتے ہی غار بھی گویا صدیوں کی کروٹ بدل گیا تھا۔ ایک کہن سالہ اور آلائش زمانہ سے بھری غار کی فضا بوجھل ہو گئی تھی۔ مجھے شانور کے قریب جاتے ہوئے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اے میرے دوست' یہ بات تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ ایک جواں سال اور خوبصورت لڑکی سے تمہاری شادی ہو جائے اور لڑکی جو تمہاری محبوب بھی ہو۔ اگر وہ راتوں رات ایک کہن سالہ بڑھیا کے روپ میں بدل جائے...... ایک ایسی بڑھیا کہ جس کے بدن سے گوشت سیال بن کر پگھل رہا ہو اور اس سے عجیب سی سرانڈ اٹھ رہی ہو...... تو تم کیا سوچو گے؟ اے میرے ہمدرد انسان...... تم بہت کچھ سوچو گے' سوچو گے ناں؟'' ہامہ نے یک لخت مجھے مخاطب کیا تو میں نے چونک کر اس کی اداس آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں میں بہت کچھ سوچوں گا۔'' میں نے مخمور لہجے میں کہا اور اسی لمحہ میرے ذہن میں دھماکہ ہوا اور میرے لب شدت خوف سے کانپ اٹھے۔

ہامہ نے بھی میری بدلتی کیفیت پر غور کیا اور بولا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' پھر خود ہی اس کا جواب تلاش کرتے ہوئے بولا۔'' شاید تمہیں اس احساس سے خوف آ گیا ہے کہ اس وقت شانور کتنی خوفناک لگ رہی تھی؟''

لیکن میرے خوف کھانے اور کراہت آمیز جھرجھری لینے کی اور وجہ تھی۔

''میں ساریہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔'' خوف کے مارے میرے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

''اوہ......'' ہامہ کے لب کھل گئے اور اس کی کشادہ پیشانی پر فکر آلود سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

''اے میرے ہمدرد...... میں نے تجھے کس کرب میں ڈال دیا ہے۔ یہ احساس تو تمہارے لئے سوہان روح ہو گا۔''

ہامہ پر میری کیفیت کھل گئی تھی اور میں سوچنے لگا کہ اگر میں ساریہ سے شادی کر لیتا تو کل کو میرے ساتھ بھی یہی ہو سکتا تھا۔ وہ صدیوں کی بیٹی تھی۔ اس کی اصل عمر تو ہزاروں سالوں پر محیط تھی مگر

اپنے علوم کی طاقت سے وہ ایک جواں سال لڑکی کے روپ میں میرے سامنے آتی تھی لیکن وہ اپنی طبیعت کے زور پر مجھ سے شادی پر تلی ہوئی تھی۔

''ہاں میرے دوست تم جو سوچ رہے ہو وہ ٹھیک ہے۔''

ہامہ میری قلبی وارداتوں کی کتاب پڑھتے ہوئے بولا' تو اس کی آواز میں درد گھل گیا تھا۔ لگتا تھا جیسے میں نے اس کے زخموں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ مجھے افسوس ہوا اور میں نے کہا۔

''اے عظیم ہامہ...... یہ احساس غیر ارادی تھا۔ میرا مطلب تمہیں تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔''

''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرے عزیز دوست۔'' ہامہ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور بولا۔'' تم نہایت شریف انسان ہو۔ اچھا ہوا تم نے ساریہ کی بات نہیں مانی۔ ورنہ ایک جن زادی سے شادی کر کے تم زندگی بھر عذاب میں مبتلا رہتے۔''

اچانک میرے ذہن میں ایک عرصہ سے چلتے سوالوں کے منبع کھل گئے اور میں نے غنیمت جانا کہ آج ہامہ سے اس موضوع پر باتیں کر لی جائیں۔ پس میں نے ہامہ کی اجازت سے پوچھا۔

''عظیم ہامہ...... کیا انسان اور جنات میں شادیاں ہو سکتی ہیں۔ تم لوگ آگ ہو اور انسان خاک سے بنا ہوا ہے۔''

ہامہ بولا۔'' جنات اور انسانوں میں شادیاں صدیوں سے ہوتی آ رہی ہیں۔ اس کہانی میں بھی بہت سے واقعات ایسے ہیں جو انسانوں اور جنات کی شادی سے وقوع پذیر ہوئے۔ یہ شادیاں خلاف فطرت ہوتی ہیں۔ چونکہ جنات اور انسان جسمانی خدوخال رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ شادیاں ممکن ہوتی ہیں اور ان سے اولاد بھی ہوتی ہے لیکن میں تمہیں یہ راز کی بات بتا دوں کہ جنات میں سے اگر کوئی مرد یا عورت کسی انسان سے شادی کرنا چاہے' تو وہ پہلے اپنے قبیلے کے سردار سے اجازت لے گا۔ اس کے بعد وہ انسانی روپ میں آ کر یہ شادی کرے گا۔''

ہامہ نے بہت سی راز کی باتیں کہیں۔ وہ بولتا رہا' میں سنتا رہا۔ میرے ذہن میں بہت سی کہانیاں گردش کرنے لگیں۔ یہ وہ کہانیاں تھیں جو میں اپنے میاں جی (والد) سے سنتا آ رہا تھا۔ ان کے پاس کئی ایسے کیس آتے تھے جس میں کسی لڑکی یا لڑکے کے والدین ان کے پاس آتے اور بتاتے کہ اس پر جن عاشق ہو گیا ہے اور وہ ہمارے بچے سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

سندھ میں آنے سے چند ہفتے پہلے ایک ایسا ہی واقعہ رونما ہوا تھا۔ اس روز میں آستانے پر موجود تھا اور عملیات کا سامان لے کر آنے والے ایک شخص سے خریداری کر رہا تھا' جب ایک عورت دو مردوں کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ لڑکی کی آنکھوں میں عجیب سی سرخی مائل زردی تھی۔ میں فوراً ان کے پاس پہنچا اور انہیں آستانے کے اندر جانے سے روکا۔ کیونکہ

میاں جی اس وقت جنات کی حاضری لگا رہے تھے۔ اس کے بعد انہیں چلہ کاٹنا تھا۔ میں نے انہیں روکا تو ایک لمبا تڑنگا بھاری مونچھوں والا آدمی بولا۔

''کاکے...... میاں جی کہاں ہیں؟''

''وہ اندر ہیں۔''

''ان سے کہو کہ شیر خان آیا ہے۔'' وہ اکھڑا اکھڑا سا تھا۔

''وہ ابھی کسی سے نہیں مل سکتے' اس وقت وہ حاضری لگا رہے ہیں۔ تم لوگ ادھر بوڑھ کے درخت کے نیچے بیٹھ جاؤ۔'' میں نے انہیں برگد کے درخت کے نیچے بچھی چٹائی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

شیر خان بولا۔ ''کاکے تم میاں جی سے کہو کہ شیر خان آیا ہے اور وہ جلدی میں ہے۔''

مجھے وہ عجیب سا شخص لگا۔ میں نے پھر ذرا کھردرے انداز میں کہا۔ ''خان جی! میاں جی جب چلہ کاٹ رہے ہوں یا حاضری لگا رہے ہوں تو کسی سے نہیں ملتے۔''

''اوئے تم نہیں جا سکتے تو میں خود انہیں بتا دیتا ہوں۔'' وہ آستانے کی طرف بڑھا تو یکد
عورت بولی۔ ''خان جی ذرا صبر کرلیں...... میاں جی خود بلائیں گے تو اندر جائیں گے۔ ورنہ اس طر
گستاخی ہوگی۔ بزرگوں کو ناراض نہیں کرنا چاہئے۔''

عورت سمجھدار تھی مگر شیر خان ہتھے سے اکھڑا ہوا انسان تھا۔ بولا۔ ''نرگس جی...... تم مجھے کب
تک صبر کا سبق دو گی؟ اب مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔'' اس نے لڑکی کو عجیب سی وحشت آمیز نظروں
دیکھا۔

یہ اتفاق ہی تھا کہ میاں جی خلاف توقع جلدی آستانے سے باہر آ گئے۔ میں نے انہیں
سائلین کے بارے میں بتایا تو وہ انہیں آستانے کے اندر لے گئے۔ لڑکی کو پاس بٹھاتے ہی وہ چو
اور پھر یکدم سیاہ موتیوں والی مالا پکڑ کر کچھ پڑھنے لگے اور مجھے کہا۔ ''پتر...... جلدی سے دھونی
تیاری کر۔''

میں نے جلدی سے خوشبویات کو آگ لگا کر انگیٹھی تیار کی اور میاں جی کے سامنے رکھ دی
پھر وہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے اور پھونک مار کر اطمینان کی سانس لی۔ اس سے قبل کہ سائلین بو
میاں جی نے کہا۔ ''شیر خان تم آستانے سے باہر چلے جاؤ۔''

شیر خان گھمنڈی اور بدتمیز شخص تھا۔ سود کا کاروبار کرتا تھا۔ اسے میاں جی کا لہجہ پسند نہ آیا۔
وہ بولا۔ ''پیر صاحب جو کچھ کرنا ہے' میرے سامنے کرو۔''

''میں نے تجھے کہا ہے کہ باہر چلے جاؤ۔'' میاں جی نے سخت لہجے میں کہا۔

''ادھر بیٹھا رہوں گا تو کیا ہوگا؟'' شیر خان بولا۔ ''ہم نے بولا ہے ناں کہ جو کرنا ہے ہمار

سامنے کرو۔''

عورت نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو شیر خان اسے کھانے کو دوڑا اور بدتمیزی سے بولا۔ ''تو خاموش بیٹھی رہ...... میں باہر نہیں جاؤں گا۔''

''ادھر بیٹھو گے تو نقصان اٹھاؤ گے...... شیر خان۔'' میاں جی نے تنبیہ کی۔

''ہمارا تو پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں لڑکی کی طرف دیکھنے لگا تو لڑکی نے وحشت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ شیر خان کی کم و بیش پینتالیس سال عمر تھی۔ جبکہ لڑکی پندرہ سال کے قریب تھی۔ پہلے تو میں یہی سمجھا تھا کہ وہ باپ بیٹی ہوں گے' مگر اب سمجھ آ رہی تھی کہ یہ تعلق کسی اور نوعیت کا ہے۔

میاں جی نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا۔ پھر خاموشی اختیار کر لی اور پھر اپنی ساری توجہ لڑکی پر مرکوز کر دی۔ میاں جی علم کے رسیا اور گہرائیوں میں اترے ہوئے انسان تھے۔ وہ لڑکی کو دیکھتے ہی سمجھ گئے اس پر ایک جن عاشق ہو چکا ہے۔ انہوں نے دھونی والی انگیٹھی لڑکی کے قریب کی اور کچھ پڑھنے لگے۔ پھر انہوں نے ماش کے چند دانوں پر دم کیا اور اسے سلگتی انگیٹھی میں پھینک دیا تو انگیٹھی میں ایک شعلہ سا بھڑکا اور لپک کر لڑکی کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے لڑکی نے ایک بھاری بھرکم چیخ ماری تو آستانے کے حجرے کی فضا ثقیل ہو گئی اور لڑکی کے منہ سے بھاری بھرکم آواز جو غصہ سے بھری ہوئی تھی نکلی۔ ''میاں جی! میرے معاملے میں ٹانگ نہ اڑائیں' میں لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا۔''

اس دوران میاں جی برابر پڑھتے رہے اور وہ بھاری بھرکم آواز برابر میاں جی کو تنبیہ کرتی رہی مگر میاں جی نے جونہی پڑھائی مکمل کی لڑکی یک دم اٹھی اور اس نے ایک زوردار تھپڑ شیر خان کے منہ پر جڑ دیا۔ شیر خان تین چار قلابازیاں کھا کر حجرے کی دیوار سے جا لگا۔

''میاں جی اس کو روکیں...... یہ ہم کو مار دے گا۔''

وہ ابھی تک صورت حال کا اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ لڑکی اس کے پاس پہنچی اور اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور پھر اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر چھت سے لگا دیا۔ شیر خان چیخنے لگا لڑکی کے اندر جن حاضر ہو چکا تھا۔ اس نے شیر خان کو نیچے زور سے پٹخ دیا اور پھر لڑکی زوردار انداز میں انگڑائی لے کر اس عورت کی طرف متوجہ ہوئی اور دھاڑی۔ ''تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔''

اس سے قبل کہ وہ عورت پر ہاتھ اٹھاتی۔ میاں جی نے اپنے پاس رکھی ہوئی چھڑی اٹھائی اور اسے مخاطب کیا۔ ''ادھر آرام سے بیٹھ جا۔''

لڑکی باز نہ آئی اور پھر آگے بڑھی۔ میاں جی اب زوردار آواز میں بولے۔ ''اگر تو نے اب میری بات نہ مانی تو تجھے جلا کر رکھ کر دوں گا۔''

میاں جی کی دھمکی سنتے ہی لڑکی خونخوار نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ پھر ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ وہ غصہ سے ہانپ رہی تھی' جس سے حجرے کی فضا نہایت گرم ہو گئی تھی۔

''بولو کیا چاہتے ہو؟'' میاں جی نے اس سے پوچھا۔

''میں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' لڑکی کے اندر کی طاغوتی طاقت بولی۔

''تمہارا نام کیا ہے اور کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟'' میاں جی نے پوچھا تو وہ خاموش رہا۔ میاں جی نے دوبارہ پوچھا' مگر وہ پھر بھی نہ بولا۔ تیسری بار میاں جی نے سخت لہجہ اختیار کیا تو وہ بولا۔

''میرا نام پریم سنگھ ہے۔ میں شودر ہوں۔''

''اوے کافر...... تو نے ایک مسلمان لڑکی پر قبضہ کیا ہوا ہے۔'' میاں جی طیش میں آ گئے اور جھٹ سے چند عملیات پڑھنے کے بعد لڑکی پر پھونک ماری تو وہ چکرا کر پیچھے گری پھر جلدی سے اس کے گرد حصار کھڑا کر دیا اور بولے۔

''پریم سنگھ! میں تجھے صرف ایک بار مہلت دوں گا۔ اگر تم لڑکی کو چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے تو تمہاری جان بچ جائے گی۔''

''میاں جی...... اگر میں اسلام قبول کر لوں تو کیا آپ مجھے اس سے شادی کرنے دیں گے؟''

''نہیں میں ایک جن کو انسان عورت سے شادی کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

میاں جی نے اس کی بات نہ مانی اور پھر جب انہوں نے سختی کی تو پریم سنگھ لڑکی کو چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ میاں جی نے لڑکی کے لئے ایک تعویذ تیار کیا اور اس کے گلے میں ڈال دیا۔ میں دم بخود ہو کر یہ سب دیکھ رہا تھا کہ اصل قصہ کیا ہے۔ پھر یہ عقدہ کھلا کہ لڑکی کا نام نورین تھا اور اس کی ماں نے شیر خان سے اس کا رشتہ طے کیا ہوا تھا۔ نورین کے باپ نے مرنے سے قبل بیماری کے باعث شیر خان سے سود پر قرضہ لیا' مگر علاج سے بھی جانبر نہ ہو سکا۔ اس کی ماں قرضہ ادا نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا شیر خان لڑکی پر نظریں لگا بیٹھا اور کہا کہ وہ قرضہ کے بدلے اس کی شادی نورین سے کر دے۔ عورت مان گئی لیکن نورین نہ مانی اور پریشان رہنے لگی۔ ایک روز وہ اپنی سہیلی کے ساتھ کنویں پر گئی تھی کہ وہاں پریم سنگھ جن زادے نے اسے دیکھ لیا اور اس پر عاشق ہو گیا۔ وہ نورین کو تنگ کرنے لگا جس سے نورین کی حالت خراب ہونے لگی۔ اس کی ماں نے شیر خان کو بتایا تو اس نے کہا کہ وہ جلدی سے اس کی شادی کر دے۔ اس کا جن وہ خود نکال دے گا۔ وہ نورین کو زدوکوب بھی کرنے لگا تھا۔ نورین کو اس سے نفرت ہو گئی تھی اور وہ کہتی تھی۔ ''ماں...... اس ظالم انسان سے بہتر وہ جن ہے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے شادی کر لوں گی۔'' لیکن لوگوں کے سمجھانے پر اس روز وہ عورت شیر خان اور اس کے ایک ساتھی کی مدد سے نورین کو آستانے پر لے آئی تھی۔

شیر خان بے ہوش پڑا تھا۔ میاں جی اسے ہوش میں لائے اور اسے ایک مقوی دم زدہ شربت پلایا اور کچھ ہی دیر بعد وہ ہوش میں آ گیا۔ اس نے میاں جی سے معافی مانگی تو میاں جی نے کہا۔ ''شیر خان! تمہیں خاصا سبق مل گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اپنا قرضہ معاف کر دو اور نورین سے شادی کا خیال دل سے نکال دو یا پھر اپنا قرضہ مجھ سے لے لو۔''

شیر خان نے نہ صرف قرضہ معاف کر دیا بلکہ اس نے نورین کو اپنی بہن بنا لیا اور اس کی پسند سے اس کی شادی بھی کر دی۔ میں اور میاں جی اس کی شادی میں شریک ہوئے تھے۔

مجھے یہ واقعہ یاد آیا تو میں نے ہامہ کو بھی اس سے آگاہ کیا تو وہ بولا۔ ''کافر جنات اور شیاطین مسلمان عورتوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔'' وہ ملول سا ہو گیا اور کہنے لگا۔ ''یہ کافر جنات ابلیس کی فوج میں شامل ہیں۔ جنات پر خدا کی لعنت نازل ہو رہی ہے۔ اب جنات میں بھی عیسائی' سکھ' ہندو' بدھ مت' اور یہودی مذہب کے جنات ہیں۔''

ہامہ کہہ رہا تھا۔ ''ان کافر جنات سے ہماری جنگ کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ افسوس کہ انسان جنات کو اسیر کرتے کرتے' خود ان کا اسیر ہوتا جا رہا ہے۔ ہم ایسے انسانوں کو بڑی مشکل سے بچاتے ہیں۔''

ہامہ کا نورانی چہرہ فکر و ملال سے بھر گیا تھا۔ اس نے ساریہ کو آواز دی۔ جو ایک لمحہ میں حاضر ہو گئی۔ میں اسے دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ سفید' ریشمی لباس میں اس کا تاباں چہرہ میری طرف مرکوز تھا۔ مگر آنکھوں میں بہت سے شکوے آنسو بن کر تیر رہے تھے۔ مجھے لگا جیسے اسے میرے خیالات و احساسات سے دکھ پہنچا ہو۔

آنکھیں بند کر کے بھی ساریہ کا چہرہ میری آنکھوں میں گردش کر رہا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ کوئی میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو ساریہ کو اپنے قریب پا کر یکدم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اس کی آنکھوں کی وحشت اور بے قراری سے ڈر گیا کہ ساریہ کی عصبیت اور غضب تو ظاہر نہیں ہو رہا۔ مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ میں نے ہامہ کی طرف دیکھا وہ اپنی مسند سے غائب تھا۔

''تم نے مجھے ٹھکرایا اور میں نے جبر کر کے تقدیر کے اس فیصلے کو قبول کر لیا کہ ہم اور تم ایک نہیں ہو سکتے۔ پر تمہیں میرے بارے میں اس طرح نہیں سوچنا چاہئے؟''

''میں تم سے بہت شرمندہ ہوں ساریہ۔'' میں نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔ ''آخر میں انسان ہوں' خیالات پر قابو نہیں پا سکتا۔''

ساریہ میرے پاس بیٹھ کر گھنٹوں باتیں کرتی رہی۔ میں اس کا دل بہلانے کے لئے اسے انسانوں کے قصے کہانیاں سناتا رہا۔ یونہی کئی پہر کٹ گئے اور میں سو گیا۔ میری آنکھ ایک خوفناک چنگھاڑ کی وجہ سے کھل گئی۔ یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ غار جنات کے ہجوم سے بھری ہوئی ہے۔ ان کے بھاری اجسام کی وجہ سے غار میں حبس و تپش بڑھ گئی تھی اور مجھے لگ رہا تھا جیسے مجھے تندور میں ڈال دیا گیا ہے۔ اسی لمحہ ہامہ کی گرجدار آواز سنائی دی۔ اس نے ساریہ کو مخاطب کیا اور بولا۔

''مہمان کو یہاں سے لے جاؤ۔'' اس کا لہجہ اکھڑا ہوا تھا۔

ساریہ میرے پاس آئی اور بولی۔ ''آؤ ہم خطہ گلزار میں چلتے ہیں۔''

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' میں نے بھرپور اشتیاق کے ساتھ پوچھا۔

اس نے اپنے بابا کی طرف دیکھا پھر بولی۔ ''بابا آج بہت غضبناک ہیں۔''

''کس بات پر غضبناک ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

بابا کا ایک محافظ غول ابلیسی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ایک بستی میں شرارتیں کرتا ہوا پکڑا گیا ہے۔ بابا نے اس سزائے موت سنائی ہے لیکن کچھ عمائدین ان کے اس فیصلہ پر ناراض ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اس جن کو ایک بار مہلت دے دیں۔ مگر بابا کہتے ہیں کہ ہماری مسلسل ہدایات کے باوجود اسے یہ بات یاد نہیں رہی کہ شیاطین کے ساتھ کسی طور پر نہیں ملنا۔ تو ایک موقع مزید دینے سے وہ بگڑ سکتا ہے۔

''اگر تم اجازت دو تو میں یہاں ٹھہر کر ان کا فیصلہ سن لوں۔'' ساریہ میری بات سن کر پریشان ہو گئی اور بولی۔

''اس وقت تمہارا یہاں ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں جھگڑا بڑھا تو تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔''

''مجھے کون نقصان پہنچائے گا؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''جو جنات بابا کے فیصلے کو نہیں مان رہے' وہ تمہیں نقصان پہنچا کر اپنا غصہ ٹھنڈا کریں گے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔'' میں اس کی بات سن کر اکڑ گیا اور کہا ''تم جانتی ہو کہ میں عملیات جانتا ہوں۔ میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔''

''یہ جنات بہت پڑھے لکھے اور عملیات جاننے والے ہیں۔ یہ وہ جنات ہیں جنہوں صدیوں تک نیک بزرگوں سے علوم حاصل کئے ہیں ان پر تمہارا علم اثر نہیں کرے گا۔''

یہ تمہاری بھول ہے تم شاید یہ نہیں جانتی کہ ہم مسلمانوں کے پاس جو علوم کی طاقت ہے دنیا کوئی مخلوق اس سے افضل نہیں ہو سکتی۔ ہمارے علم کی کاٹ اور چال کے آگے بڑے بڑے جنات کا پانی ہو جاتا ہے اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمارا علم ناقص ہے تو تم آج آزما کر دیکھ لو۔ میں یہاں رہ کر تمہار

جنات کا مقابلہ کروں گا۔'' میں نے اپنی خودداری اور علم کا اظہار کیا تو ساریہ بے حد پریشان ہو گئی مگر زچ ہو کر بولی۔

''اچھا بابا۔ میں مانتی ہوں تمہارے پاس علم کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ مگر اس وقت تو یہاں سے چلو۔''

میں نے اسے مصلحت جانا اور ساریہ کے ساتھ چلا گیا۔ بعد میں مجھے ساریہ نے بتایا کہ ہمارے جاتے ہی وہاں باقاعدہ جھگڑے شروع ہو گئے تھے اور سرکش جنات نے ہامہ پر الزام لگایا کہ وہ ایک انسان کو جنات کے راز بتا رہا ہے۔ وہ جنات مجھے مارنے کے لئے میرے پیچھے لپکے تو ہامہ کے محافظ جنات نے انہیں پکڑ لیا جس پر خون آشام جنگ شروع ہو گئی۔ میں تو اس جنگ سے بے خبر تھا۔ کیونکہ ساریہ نے مجھے ایسی جگہ چھپا رکھا تھا جہاں جنات نہیں پہنچ سکتے تھے لیکن ساریہ کو برابر یہ اطلاعات مل رہی تھیں۔ وہ بے حد پریشان تھی اور کہہ رہی تھی۔ ''یہ اچھا نہیں ہوا۔ جنات کی باہمی جنگوں پر ابلیس جشن فتح منا رہا ہو گا۔''

''ہامہ کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی بات مان لیتا اور اس طرح یہ خون خرابہ نہ ہوتا۔''

''بس...... میرے بابا کی یہ بات بری ہے وہ جس بات پر اڑ جائے پھر اس سے ہٹتا نہیں ہے۔''

''ساریہ لڑائی کب تک ہو گی۔ جنات کے درمیان یہ اختلافات کیسے ختم ہوں گے؟''

وہ بھی پریشان تھی بولی۔ ''اللہ ہی انہیں ہدایت دے گا تو یہ امن سے رہیں گے۔''

''کیا جنات میں یہ لڑائیاں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں اگر کسی طاقتور جن کو اپنے سردار سے اختلاف ہو جائے تو یہ لڑائی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ سردار اپنا فیصلہ ملتوی نہیں کرتا۔''

''ساریہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ فلک زیریں کے جنات آ کر مداخلت کریں؟''

ساریہ چونکی اور بولی۔ ''ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ میں ابھی ان کے پاس جاتی ہوں۔''

وہ باہر جانے لگی مگر معاً رک گئی اور بولی۔ ''لیکن اس وقت تمہیں تنہا بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔''

''کیوں...... یہاں مجھے کیا ہو گا؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر میں نے تمہیں تنہا چھوڑ دیا تو باغی جنات تمہیں ڈھونڈ کر مار دیں گے۔''

پہلے تو میں پریشان ہوا' پھر اٹل لہجے میں کہا۔ ''ساریہ! اگر میری جان کے بدلے جنات کا خون خرابہ رک سکتا ہے تو میری جان کی فکر نہ کرو۔''

اب میں بے یارو مددگار تھا اور میرے چاروں طرف موت رقص کر رہی تھی۔ یکدم مجھے اپنی

حفاظت کا احساس ہوا اور میں نے اپنے گرد حصار کھینچ لیا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ جونہی میں نے حصار کھینچا' ایک عفریت نما جن میرے سامنے حاضر ہو گیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی فلک شگاف قہقہہ لگایا۔ اس کے دانتوں سے لہو بہہ رہا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی اس پر خوشی مرگ چھا گئی اور وہ چیخ کر بولا تھا۔ ''میں نے آدم زاد کو پکڑ لیا ہے۔''

وہ والہانہ انداز میں جھومتے ہوئے قہقہے لگانے لگا اور پھر زور زور سے اپنے ساتھیوں کو چیخ کر میرے بارے میں بتانے لگا۔ اس دوران میں نے خود کو محفوظ کر لیا تھا۔ عملیات وظائف پڑھنے کے بعد میں خود کو توانا محسوس کرنے لگا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس عفریت کے کئی اور ساتھی بھی ظاہر ہو گئے اور سبھی مجھے دیکھ کر لہو رنگ زبان ہونٹوں پر پھیرنے لگے۔ پھر وہ بازو کھول کر دھیرے دھیرے میری طرف بڑھنے لگے۔ جب میرے حصار کے قریب پہنچے تو میں نے ایک عمل کر کے زور دار پھونک ماری تو وہ یکدم رک گئے۔ جونہی عمل زدہ پھونک نے ان کے جسموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ خوفناک انداز میں چیختے ہوئے ایک دوسرے کے اوپر گرے۔ اس دوران میں نے ایک زوردار عمل پڑھ کر ان کی طرف پھونک ماری تو خود مجھے اپنی اس مخفی طاقت پر حیرانی ہوئی کہ میں اس قدر توانا کیسے ہو گیا ہوں۔ میرے عمل نے انہیں راکھ میں بدل دیا تھا۔ اسی لمحے مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سوچا کہ اگر میں جنات کی راکھ کو سنبھال کر اپنی پاس رکھ لوں تو سرکش جنات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو سکتا ہوں۔ مجھے ہامہ کی وہ بات یاد آ گئی جو اس نے یاسوط کی راکھ اپنے پاس اسی خیال سے رکھتے ہوئی کہی تھی کہ یہ راکھ باغی جنات و شیاطین کے لئے موت کا طوفان بن سکتی ہے۔

میری یہ بدبختی تھی کہ میں نے اپنے علوم پر انحصار کرنے کی بجائے لالچ کیا اور بھول گیا کہ میرے چاروں طرف تو دشمن اور دوست جنات کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ مجھے اس بھول کی بہت زیادہ قیمت چکانا پڑی تھی۔

میں اپنے زعم میں باہر نکلا اور جونہی جنات کی راکھ اٹھانے لگا مجھ پر قیامت گزر گئی۔ ایک سرکش جن نے مجھے عقب سے دبوچ لیا۔ اس دوران چٹکی بھر راکھ میری انگلیوں میں آ گئی تھی۔ میں نے جھٹ سے راکھ اس کی آنکھوں میں ڈال دی تو مجھے قابو کرنے والا عفریت نما جن زور سے ڈکرایا اور اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں اس کے ہاتھوں سے نکل کر حصار میں جانے لگا تھا کہ ایک دوسرے جن نے مجھے ٹانگ سے پکڑ لیا اور اس زور سے پیچھے کو کھینچا کہ میں ہوا میں قلابازیاں کھاتا ہوا میں اڑنے لگا۔ میری مثال اس گیند جیسی تھی جسے کوئی بلے باز زوردار شاٹ کے بعد ہوا میں اچھال دیتا ہے۔ میرا ذہن گھوم گیا اور آنکھوں کے سامنے تاریکیاں آ گئیں۔ مجھے لگا جیسے ایک بہت بڑے طوفان

کے اندر سے گزر رہا ہوں۔ میرے چاروں طرف بجلیاں گر رہی تھیں۔ لگتا تھا کہ یہ میرا وقت آخری ہے لیکن کسی نادیدہ وجود نے مجھے اپنے ہاتھوں میں یوں لے لیا جس طرح گیند کو زمین پر گرنے سے قبل کوئی ہاتھوں میں اچک لیتا ہے۔

مگر مجھے اس وقت کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ بس مجھے ایک لمس لازوال کا احساس ہوا تھا۔ یوں لگا تھا جیسے کسی ریشمی وجود نے مجھے اپنے مہرباں ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے۔

پھر نہ جانے میں کب تک ہوش سے بیگانہ رہا۔ جب آنکھ کھلی تو میں ایک مخملی بستر پر دراز تھا اور ایک ناآشنا وجود میرے اوپر پنکھوں سے ہوا دے رہا تھا۔ میں اٹھا اور حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''میں کہاں ہوں؟''

پنکھ ہلانے والی بولی۔ ''اے آدم زاد تم عظیم ہامہ کے محل میں ہو۔''

''ساریہ کہاں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ساریہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''کیا ہوا ساریہ کو؟'' میں تڑپ کر بولا۔ ''ساریہ کو کیا ہوا ہے...... بتاتی کیوں نہیں؟''

''اے مہربان آدم زاد! ہمارے دلوں پر غم کا پہاڑ گر پڑا ہے۔ ہم سے کچھ بتایا نہ جائے گا۔ عظیم ہامہ ہی تمہیں بتا سکتا ہے۔''

''مجھے ہامہ کے پاس لے چلو۔''

''اس وقت تم اس سے نہیں مل سکتے۔ ان کی حالت بہت خراب ہے۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔ ''ساریہ ان کی آخری نشانی تھی۔ اے آدم زاد! عظیم ہامہ کے لئے یہ صدمہ جانکاہ ہے۔ وہ کسی سے نہیں مل پا رہے۔''

کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو مجھے بتاتا کہ ساریہ کو کیا ہوا ہے۔ میں اس کو یاد کر کے رونے لگا۔ اس وارفتہ سر' خودسر اور پیکر جمال و جلال کی شوخیاں' ادائیں اور باتیں یاد آنے لگیں اور میرا کلیجہ درد غم سے پھٹنے لگا۔

''آہ...... ساریہ تم کہاں چلی گئی ہو؟''

میں چاک گریباں کئے' گریہ زاری کرتا رہا۔ نہ جانے کتنے شب و روز بیت گئے ہوں گے جب ہامہ نے مجھے یاد کیا اور میں جب اس کے سامنے پہنچا تو اسے دیکھ کر میرا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ اس کا چہرہ غموں کی دھول میں اٹا ہوا تھا اور آنکھوں میں ویرانیاں اور وحشتیں تھیں۔ اس نے نیم دلی سے مجھے پاس بلایا اور کہا۔ ''اے آدم زاد! اب تمہارے واپس جانے کا وقت آ گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آج سہ پہر کو تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''ہامہ! اے عظیم ہامہ! میں تیرے قدموں میں جان دے دوں گا۔ مجھے بتاؤ کہ میری ساریہ کو کیا ہوا ہے۔ وہ ہمیں چھوڑ کر کہاں چلی گئی ہے۔ ہامہ...... تو بے شک عظیم اور صابر ہے۔ تمہارے پاس بے پناہ علم ہے۔ تو اپنے علم کے زور پر ساریہ کو لے آ' صرف ایک بار' ہامہ صرف ایک بار اسے لے آ ؤ۔ اسے کہہ دو کہ میں' میں......''

''اے آدم زاد خاموش ہو جا۔ خدا کے لئے خاموش ہو جا۔ میرے دل فگار پر نشتر نہ چبھو۔ تو مجھ سے اب ایسی شے کیوں مانگ رہا ہے جب تجھے وہ مل رہی تھی اور تو اسے ٹھکرا رہا تھا۔ اب ایسی خواہش کیوں کر رہا ہے۔ خاموش ہو جا...... خدا کے لئے خاموش ہو جا۔'' ہامہ کا درد جاگ اٹھا۔ وہ بلک بلک کر رو دیا۔

یکدم مجھے خیال آیا اور کہا۔ ''ہامہ تو کہتا ہے کہ جنات کو دنیا میں دو زندگیاں ملتی ہیں۔ کیا سار دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گی؟''

''نہیں وہ اب کبھی نہیں آئے گی۔'' ہامہ چیخ کر بولا۔ ''ساریہ اب کبھی نہیں آئے گی۔ اے ابن آدم...... اس نے تجھ پر اپنی دونوں زندگیاں نچھاور کر دی ہیں۔''

میں نے دم بخود ہو کر یہ بات سنی اور پھر کہا۔ ''عظیم ہامہ...... تم کیا کہہ رہے ہو۔''

''تجھے اپنی طاقت پر بڑا مان تھا اے ابن آدم...... مگر افسوس کہ تو نے اپنے علم کی قدر نہ کی اور جنات کی راکھ حاصل کرنے کے لئے لالچ میں سرکش جنات کے ہاتھ چڑھ گیا۔ تمہیں یاد ہوگا ایک جن نے تمہیں ہوا میں اچھال دیا تھا۔ اگر تم زمین پر گرتے تو تمہارا بدن کرچی کرچی ہو جاتا لیکن اسی لمحہ ساریہ فلک زیریں کے جنات کے ساتھ واپس آ گئی تھی۔ اس نے تمہیں ہوا میں قلابازیا کھاتے ہوئے دیکھ لیا اور پھر اس نے تمہیں دبوچ کر پہلے زمین پر اتارا اور اس کے بعد وہ غضبناک کر ان سرکش جنات کے ساتھ الجھ پڑی۔ جنوں نے تمہیں مارنے کی کوشش کی تھی۔ میری بیٹی کے ا تمہاری محبت کی آگ تھی۔ اس نے سرکش جنات کو مار دیا اور پھر سرکش جنات کے ایک گروہ نے ا پکڑ لیا۔ اس لمحے اس نے وہ دعا مانگی جو صرف جنات کو حاصل ہے۔ اس نے تمہاری جان کی حفاظ کے لئے خدا سے دعا مانگی کہ وہ اس کی دونوں زندگیاں لے لے' مگر یہ آدم زاد محفوظ رہے۔ اس کی قبول ہوگئی اور وہ مقابلہ کرتے ہوئے مر گئی۔ اے آدم زاد...... میری بیٹی تجھ پر نثار ہوگئی۔''

غار میرے اور ہامہ کے آنسوؤں سے اٹ گئی تھی۔ مجھے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ روتے بلکتے ہوئے کئی ساعتیں گزر گئیں اور بالآخر ہامہ کو جیسے قرار آ گیا۔ وہ اٹھا اور میرے سر پر دست شفق پھیرتے ہوئے بولا۔ ''صبر کرو۔ اے ابن آدم...... میں بہت رو چکا ہوں' تو بھی اب خاموش ہو ہمیں اللہ کی رضا کو قبول کر لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم خدائے بزرگ و برتر کے حضور جب حاضر ہ

تو ناشکرے اور بے صبرے قرار پائیں اور ہماری وہ جنگیں بے ثمر قرار دے دی جائیں جو ابلیس کے خلاف لڑتا آیا ہوں۔''

ہامہ مجھے دلاسہ دیتے ہوئے بولا۔ ''اے ابن آدم میں تجھے جنات کی تاریخ اور ابلیس کی صدیوں پرانی جنگ کے واقعات پھر کبھی سناؤں گا۔ میں تیری رفاقت نہیں چھوڑوں گا۔ مگر اس وقت مخلوق جنات میں ہیجان اور نفرت ہے۔ ہمیں شیطان کے خلاف نئے محاذ کھولنے سے پہلے اپنے اندرونی محاذ ختم کرنے ہیں۔ میں نہیں چاہتا تجھے کوئی نقصان پہنچے۔ اے ابن آدم...... اس بات کا یقین رکھو کہ میں بہت جلد تمہارے پاس آؤں گا۔ بس اب تم آنکھیں بند کر لو۔ میں تجھے حیدر آباد کے سٹیشن پر پہنچا دیتا ہوں۔ لاہور جانے والی گاڑی کا وقت ہو چکا ہے۔ میرا یہ تحفہ اپنے پاس رکھو اور جب عبادت کرو میرے لئے دعا کرنا۔ اللہ بہت جلد ہماری ملاقات کرائے گا۔'' ہامہ نے مجھے کالے موتیوں کی ایک مالا دی اور پھر میں بے تابی سے اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ اس نے مجھے دلاسہ دیا اور پھر مجھے حیدر آباد سٹیشن پہنچا دیا۔ سورج میرے سر پر چمک رہا تھا۔ میں سٹیشن بابو سے ٹکٹ لے کر دوبارہ پلیٹ فارم پر آیا تو اس دوران ریل گاڑی آ گئی۔ میں ایک ڈبے میں سوار ہوا اور پھر جلتی آنکھوں کے ساتھ میرا واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔

کتنے ہی مناظر تھے جو میرے ذہن کے پردہ سکرین پر تیزی سے نمودار ہوتے اور پھر یوں گزر جاتے جیسے ریل گاڑی مناظر کو چھوڑ کر آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے اور مسافر کوشش کے باوجود کسی ایک منظر کو جی بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے کچھ یاد نہیں تھا کہ میں کتنی مدت بعد اپنے شہر کو واپس جا رہا تھا۔ میں تو بس نیم دلی سے سفر کر رہا تھا۔ اگر کوئی تجسس یا امنگ تھی تو صرف یہ کہ کاش ہامہ میرے ساتھ ہوتا۔ اب نہ جانے اس سے میری ملاقات کب ہونی تھی۔ ساریہ کا عکس جمال بھی بار بار میری نظروں کے سامنے لہرا رہا تھا۔ میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ ٹکٹ چیکر نے مجھے بازو سے ہلایا اور ٹکٹ پوچھی۔ میں اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا۔ ٹکٹ چیکر اس پر سٹپٹا گیا اور مجھ سے نظریں چرا کر بولا۔ ''ٹکٹ نکالو۔'' اس کے لہجے میں ہلکا سا ارتعاش تھا۔ اسی لمحہ ساتھ بیٹھے مسافر بھی میری طرف دیکھنے لگے۔ میں دوسرے ہی لمحے وہ بھی سراسیمہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے نیم دلی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ٹکٹ نکال کر چیکر کو دی۔ اس نے جلدی سے ٹکٹ چیک کی اور اگلی طرف چلا گیا۔

ٹکٹ جیب میں ڈال کر میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور گردوپیش سے غافل ہو کر یادوں کے سہانے سفر کے خواب دیکھنے لگا۔ مجھے اب جاگتی آنکھوں سے دنیا دیکھنے کا شوق نہیں رہا تھا۔ جو

لذت آنکھیں بند کر کے خوابوں کی دنیا دیکھنے میں آتی ہے اس کا اپنا ہی نشہ ہوتا ہے۔ یہاں میں اپنے قارئین کو ایک اہم بات بتا دوں کہ عملیات کے خوگر اور روحانی علوم کے رسیا لوگ جب باطن کی دنیا آباد کرتے اور اس دنیا کے شب و روز اور معمولات کو بند آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس کا اپنا ہی لطف ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے اردگرد بیشتر ایسے کردار دیکھے ہوں گے کہ بظاہر مجذوب اور مست قسم کے لوگ آنکھیں موند کر بیٹھے رہتے ہیں۔ دراصل ان میں سے اکثر اپنی باطنی دنیا میں کھوئے ہوتے ہیں۔ جو لوگ اسرار کے پردوں میں ملفوف دنیا کے راز جان لیتے ہیں ان پر باطنی دنیا کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ ہامہ کی قربت نے اس گناہگار کو باطنی دنیا کی لذت سے آگاہ کر دیا تھا۔

گاڑی سبک رفتار تھی۔ کسی نے کھڑکی کھول دی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے ہلکوروں نے مجھ پر سحر طاری کر دیا تھا اور میں جب نیندی کی آغوش میں پہنچا تو مجھ پر لذت و مستی کا ایک نیا جہاں آشکار ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی ریشمی و حریری وجود میرے آس پاس موجود ہے اور اس کے لمس سے نرم و شفاف اور اجلی روشنیوں کا ہالا قائم ہو رہا ہے۔ جو آہستہ آہستہ میرے گرد اکٹھا ہو رہا ہے اور میرا وجود آہستہ آہستہ اس ہالے کے اندر تحلیل ہو رہا ہے۔ میرے وجود کی پور پور بھربھری مٹی کی طرح نور کے اس ہالے میں جذب ہو رہی ہے اور کوئی نہایت مترنم انداز میں مجھے لوریاں دے رہا ہے۔ ایسی جاں فزا، روح افزا اور سرشاریوں سے لبریز جذبوں سے معمور انداز میں لوریاں سنانے والی ہستی اس نور کے ہالے سے پھوٹ کر باہر آ رہی ہے۔ کچھ دم میں وہ نور کا پیکر قندیل روح بن کر میرے سامنے آ گیا۔ اس نے سفید ریشمی لبادے میں خود کو چھپا رکھا تھا۔ وہ وجود نازاں آہستہ آہستہ میرے پاس آ رہا تھا تو خوشبوؤں کا ایک مانوس سا احساس میری پوروں میں اتر رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ یہ کیسا احساس ہے جس سے میری روح آشنا ہے۔ یہ کیسا بھید ہے جو اس پیکر ریشم کے غلاف میں پوشیدہ ہے؟ میری روح میں وہ احساس لازوال کھل گیا۔

''ذوالناس...... ذوالناس......'' میں مانوس خوشبو سے آگاہ ہو گیا۔

''میں کہ ایک ذوالناس، اک سار یہ، اک شانور...... اے آدم زاد۔ میرے ہزار روپ ہیں کہیں میں ہامہ کے ساتھ ہوں تو کہیں پاتال کے مکینوں کی ساتھی......''

''ذوالناس، ہامہ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ کیا تجھے اس کی کچھ خبر ہے۔''

''ہاں اے آدم زاد! میں جانتی ہوں کہ میرے ہامہ کا دل فگار ہے لیکن تو پریشان نہ ہو۔ بس تو یہ جان لے کہ کسی نصب العین کی خاطر زندہ رہنے والوں کو ایسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ ہامہ زندہ ہے تو سار یہ بھی زندہ رہے گی۔ شانور بھی زندہ رہے گی۔ اک آس بن کر...... اک سایہ بن کر...... ذوالناس بھی زندہ رہے گی۔ نگہبان بن کر...... یہ سب وقت کی منزل کے مسافر ہیں۔ پس ان

کے روپ بدلتے رہتے ہیں......''

مجھے ذوالناس کی فلسفیانہ باتوں کی کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ اگر مجھے کوئی بات محسوس ہوئی تھی تو وہ یہ تھی کہ اس نے کہا تھا شانور زندہ رہے گی۔ لہٰذا میں نے کہا۔ ذوالناس شانور تو بوڑھی ہو گئی تھی۔ اس کا کیا بنا...... کیا ہامہ نے اسے دوبارہ حاصل کر لیا تھا......''

ذوالناس بولی۔ ''یہ اسرار کی دنیا کے بھید ہیں۔ تم نہیں جان پاؤ گے کہ مخفی دنیا کے قانون قاعدے کیا ہیں۔ ہاں اگر تم مخفی علوم پر دسترس پا لو گے تو تب جان پاؤ گے کہ مخفی دنیا کیا ہوتی ہے۔ ورنہ اسی طرح تمہارا ذہن بھول بھلیوں میں الجھتا رہے گا۔''

''لیکن میں نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب تو دو۔'' میں نے بے قراری سے کہا۔

''شانور نے دوبارہ جنم لیا تھا۔ ہامہ نے عہد بنو عاد میں اس کے لئے دعائیں کیں اور شانور دوبارہ جوان ہو گئی۔ اس کے بعد کی کہانی بہت طویل ہے۔ اگر کبھی ہامہ ملے تو اس سے سننا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جنات میں اللہ کے نبی کا ظہور ہوا تھا۔ جنات کو جب زمین پر اتارا گیا تو تب بھی ان کے لئے رسول مبعوث ہوئے۔ بعد میں حضرت سلمانؑ جنات کے بھی پیغمبر ہوئے۔ ویسے جنات ہر نبی اور رسول کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ جنات کی یہ کہانی بہت طویل ہے اے آدم زاد! میں تمہیں یہ کہانی سنانے نہیں آئی۔ میں تو بس تجھے الوداع کہنے آئی ہوں اور تجھ سے ایک عہد لینا چاہتی ہوں...... جب تک تم زندہ ہو۔ بدی کے خلاف جنگ کرنا۔ یاد رکھو ابلیس کی حیثیت مکڑی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کا جال بہت کمزور ہے۔ پس اگر تو یہ جان لے تو ابلیس تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا...... پس اے آدم زاد میں جا رہی ہوں...... اپنے ہامہ کے پاس۔ وہ مجھے یاد کر رہا ہے۔''

''اسے میرا اسلام کہنا ذوالناس......'' میں نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔

''ہاں کہہ دوں گی......'' اس نے کہا اور روشنیوں کا وہ ہالہ آہستہ آہستہ مدھم ہونے لگا اور وہ روشنیاں، تابانیاں، جولانیاں میری ساری وارفتگیوں، بے قراریوں کو سمیٹ کر عنقا ہو گئیں۔ میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور مجھے محسوس ہوا کہ مجھے بہت سی آنکھیں گھور رہی ہیں۔ لوگ زیر لب بڑ بڑا رہے ہیں۔ میں نے یکدم آنکھیں کھول دیں تو میرے ہم سفر مسافر مجھے جاگتے ہوئے دیکھ کر یکدم نظریں چرانے لگے۔ اس بار مجھے احساس ہوا کہ یہ لوگ مجھے بغور دیکھ رہے ہیں تو اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے آنکھوں میں مرچیں ڈال دی ہوں۔ میں منہ دھونے کے بہانے ٹوائلٹ میں گیا اور اپنا چہرہ ٹوائلٹ میں لگے ہوئے شیشے میں دیکھا تو ایک دم میں پریشان ہو گیا۔ میں آنکھیں جھپک جھپک کر شیشے میں اپنا عکس دیکھنے لگا۔

''یہ میں نہیں ہو سکتا......'' میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ میری داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور

رنگ سانولا ہوگیا تھا۔ آنکھوں سے عجیب سی دہشت ٹپک رہی تھی۔ میرے چہرے پر جو عجیب شے تھی وہ میری سرخ آنکھیں تھیں۔ میں نے پانی سے آنکھوں کو دھویا تو مجھے سکون محسوس ہوا۔ میں خاصی دیر تک چہرہ دھوتا رہا۔ پھر اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ مسافر مجھے ابھی بھی دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن میں ان سے لاتعلق ہوگیا۔ میں کھڑکی سے باہر کے نظارے لینے لگا میرے سامنے بیٹھا آدمی اخبار پڑھ رہا تھا مگر تھوڑی دیر بعد اخبار ہٹا کر مجھے دیکھ لیتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''اگر آپ اخبار پڑھ چکے ہوں تو مجھے پڑھنے کے لئے دے دیں۔''

اس نے مجھے عجیب نظروں سے دیکھا اور پھر اخبار مجھے دے دیا۔ میں نے اخبار پر اچٹتی نظر ڈالی اور پھر اس کی پیشانی پر اس روز کی تاریخ پڑھی تو یہ جان کر حیران ہوگیا کہ مجھے گھر سے نکلے ہوئے تین ماہ ہو چکے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ یہ تین ماہ میرے لئے صدیوں پر محیط تھے۔ کتنی ہی صدیاں تھیں جو اب میرے ذہن کی سکرین پر منتقل ہوگئی تھیں۔ میں نے اخبار واپس کی تو اسی لمحہ ریل گاڑی آہستہ ہوگئی غالباً کوئی اسٹیشن آگیا تھا۔ میں نے باہر دیکھا لق و دق صحرا کا منظر تھا۔ یہ اسٹیشن غالباً دور افتادہ صحرائی علاقے میں تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو مسافر چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے۔ کچھ بولے۔ ''گاڑی کیوں رکی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''کوئی اسٹیشن آیا ہوگا۔''

''نہیں...... یہاں کوئی اسٹیشن نہیں ہے۔''

''تو پھر کیوں رکی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''پتہ نہیں......'' ابھی سب پریشان ہو کر سوال و جواب کر رہے تھے کہ گاڑی دوبارہ چل پڑی اور اپنی پوری رفتار اور مست خرامی سے منزل کی جانب رواں دواں ہوگئی۔ مسافر آرام سے اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ میں ایک بار پھر آنکھیں بند کر کے سیٹ سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگیا۔

کچھ ہی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ لمبے سفر کے مسافر اونگھنے لگے ہیں۔ ابھی میں پوری طرح سویا نہیں تھا کہ مجھے اپنے قریب پازیب کے کھنکنے کی آواز آئی۔ میں نے آنکھیں نہ کھولیں۔ مگر کچھ دیر بعد پازیب متواتر کھنکنے لگی اور پھر مجھے احساس ہوا جیسے کوئی دھیرے دھیرے میرے پاس آرہا ہو۔ میں نے یکدم آنکھیں کھول دیں اور سامنے کا ہوشربا، دلنواز منظر دیکھ کر مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔

''ساریہ...... ساریہ......''

میں نے آنکھیں جھپکیں اور خود کو اذیت ناک چٹکی کاٹ کر اپنے ہوش کو جگایا۔ ''کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔''

''نہیں تم خواب نہیں دیکھ رہے...... یہ میں ہی ہوں۔'' وہ گنگنا کر بولی۔

''لیکن تم تو......''

''ہاں میں مر چکی ہوں۔ اپنے بابا کی نظر میں۔ جنات کی نظر میں...... لیکن کیا میں تمہاری نظر میں بھی مر چکی ہوں......''

''نہیں تم میری نظر میں کیسے مر سکتی ہو......'' میں نے کہا اور میرے دل کی بے قراری بڑھنے لگی۔ ''لیکن ساریہ یہ سب کیا ہے...... اور تم یہاں کہاں......''

''تمہاری گاڑی روک کر چڑھ آئی ہوں......'' وہ پازیب کھنکھاتی شوخی سے کہنے لگی۔ ''تم مجھے چھوڑ کر جا رہے تھے۔ بولو...... کیا مجھے ساتھ لے کر نہیں جاؤ گے۔''

''ساریہ...... تم کیا کہہ رہی ہوں......'' میں نے اس دوران مسافروں کی طرف دیکھا...... سبھی خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

''یہ سب میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔''

''ساریہ! تم زندہ کیسے رہ گئیں...... تمہارے بابا نے بتایا تھا کہ تم اپنی دونوں زندگیاں قربان کر چکی ہو......''

''یہ بھی ایک راز ہے...... پہلے تم اس بات کا عہد دو کہ مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور زندگی کی آخری سانس تک مجھ سے جدا نہیں ہو گے تو میں تمہیں وہ راز بتاؤں گی......''

وہ میرے پاس آبیٹھی۔

''ساریہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، تم...... جانتی ہو کہ میرے بابا بہت بڑے عامل ہیں۔ تم میرے ساتھ میرے گھر میں کیسے رہ سکو گی......''

''میں نے کب کہا ہے کہ مجھے اپنے گھر میں رکھو...... مجھے بس اپنے پاس رکھو...... میں گھروں کی قید میں نہیں رہ سکتی......''

''اگر میں انکار کر دوں تو......'' میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

''تو پھر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مر جاؤں گی......'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''ساریہ خدا کے لئے مجھے کسی نئی آزمائش میں مبتلا نہ کرو......''

''تو کیا تمہیں یہ گوارا نہیں...... کہ ساریہ...... ہامہ کی بیٹی تمہارے پاس رہے۔''

میں خاموش رہا۔ کیونکہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے دور چلی جائے۔

''کیا ہامہ کو معلوم ہے کہ تم زندہ ہو اور اس وقت یہاں ہو......''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''تمہارے سوا ابھی کسی کو معلوم نہیں۔''

"اگر ہامہ کو معلوم ہو گیا تو......"

"وہ خوش ہوں گے......"

"اور اگر ذوالناس کو معلوم ہو گیا تو......"

اس پر وہ مسکرائی اور بولی۔ "وہ میری ہمدرد ہے۔ وہ بھی کچھ نہیں کہے گی......"

اس کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ اور سوچنے لگا کہ ساریہ کو کیا جواب دوں۔ کیونکہ ساریہ کو اپنے ساتھ رکھنا اس قدر آسان نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

"ساریہ۔ میں بھی تمہیں کھونا نہیں چاہتا...... آؤ...... اور عہد کرو کہ تم مجھ سے کبھی دغا نہیں کرو گی اور...... ہمیشہ میرے ساتھ رہو گی......"

ساریہ کا چہرہ کھل اٹھا اور پھر اس نے وارفتگی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہمیشہ کے لئے نہ چھوڑنے کے لئے۔ گاڑی لاہور کی طرف رواں دواں تھی۔ مسافر جاگ اٹھے تھے۔ ساریہ میرے پہلو میں بیٹھی تھی، اسرار کے پردوں کو اوڑھ کر...... صرف مجھے دکھائی دے رہی تھی، مسافر اب بھی مجھے چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اب وہ حیران تھے کہ میں اس قدر خوش کیوں ہو رہا ہوں اور کس بات پر بار بار مسکرا رہا ہوں۔ وہ سمجھے شاید یہ پاگل ہے...... لیکن انہیں کیا معلوم کہ ساریہ کی شوخیاں اور باتیں مجھے شاداں و شاداب بنائے ہوئے تھیں۔

سفر جو میرے لئے عذاب بن گیا تھا' ساریہ جونہی میری ہم سفر بنی سفر خوشگوار اور سہانے خوابوں کی طرح کٹنے لگا۔ البتہ ایک خوف کا سایہ بھی میرے ذہن پر لہرا رہا تھا۔ مجھے خوف اس بات کا تھا کہ میرے بابا کسی صورت مجھے ایک جن زادی سے شادی نہیں کرنے دیں گے۔ یہ سچ ہے کہ میں خود بھی ساریہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ اس کے باوجود ساریہ کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک پری جمال اور وفا کی دیوی جن زادی جو علوم پر دسترس رکھتی ہو کوئی بھی عامل اسے کھونا نہیں چاہتا۔

گاڑی اپنی رفتار سے دوڑ رہی تھی باہر اندھیرا چھا رہا تھا۔ ڈبے میں زرد بلب روشن ہو گئے تھے۔ مسافر جو دن بھر کی مسافت سے تھک کر سوئے تھے اب جاگنے لگے تھے۔ ساریہ نے کھڑکی سے باہر کا نظارہ دیکھا پھر بولی۔

"اے میرے ہمراز! زوال کا وقت ہو رہا ہے۔ میں کچھ دیر کے لیے جانا چاہتی ہوں۔"

سورج زرد، لال گوں ہو کر مغرب کی گود میں منہ چھپا رہا تھا۔ میں نے ساریہ سے کہا۔ "تو وقت زوال پر کیوں جا رہی ہے، رات ہو لینے دو۔ پھر چلی جانا۔"

"تم نہیں جانتے کہ میں اس سے یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔" وہ بولی تو اس کے چہرے پر گھبراہٹ ی تیرنے لگی۔

"کیا ہوا ساریہ۔ تم کیوں گھبرا رہی ہو؟"

"اے میرے محبوب تو جانتا ہے کہ میں جنات کی نظر میں مر چکی ہوں۔ میں نے جیون کیسے اصل کیا یہ الگ کہانی ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتی کہ کوئی جن مجھے دیکھ لے اور جا کر بابا کو بتا ے۔ وقت زوال پر جنات اور ساری آتشی مخلوق کا سویرا ہونے لگتا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ نات کی وادیوں میں زندگی بیدار ہو رہی ہے۔ وہ دیکھو درختوں کے جھنڈ پر جہاں سورج کی کرنیں دم ڑ رہی ہیں۔ بنو عابس کے شیطان صفت جنات کی بستی جاگ رہی ہے۔ ان کی ارواح خبیثہ اور لشکر ابانی اپنے اپنے مسکنوں سے نکل رہے ہیں۔ میرے محبوب...... میں جانتی ہوں تو دل گرفتہ ہو جائے اگر کچھ دم کے لئے صبر کر لو۔"

"کیا تم رات کو واپس آ جاؤ گی؟" میں نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

"بہت مشکل ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ جلد واپس آ جاؤ۔ تب تک تم آرام کرو۔" یہ کہہ کر اریہ نے اداس اور گمبھیر نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں کیسے سو سکتا ہوں۔ میری آنکھیں اور دل جل رہا ہے۔ تیری یادیں مجھے سونے نہیں یتیں ساریہ۔" بے اختیار میرے منہ سے نکلا تو جاں لیوا مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیلنے لگی۔ لی۔ "اگر تجھے بے قراری تنگ کرے تو یہ بول پڑھنا اور مجھے پکارنا۔ میں جھٹ سے آ جاؤں گی۔" ں نے مجھے چند بول سکھائے پھر کہا۔ "آنکھیں بند کرو۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں تو اس نے اپنا ریشمی آنچل میرے سر پر گرا کر میرا چہرہ ڈھانپ دیا ر سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔ "اب سو جاؤ۔"

ساریہ اپنا آنچل مجھے اوڑھا کر چلی گئی اور مجھے لگا جیسے میں بادلوں میں تیر رہا ہوں۔ مست خرام ر معطر فضا میرے دوش بدوش تھی اور نظارے گنگنا رہے تھے۔ میں بہت میٹھی اور راحت بھری نیند سو یا تھا۔ میری روح تابندہ ہو گئی۔

یہ رات کا گہرا پہر تھا۔ جب ریل کے ڈبے میں عجیب سی افراتفری پھیل گئی۔ مجھے محسوس تو ہوا ہ مسافر چہ میگوئیاں کر رہے ہیں اور گھنگھروؤں کی کھنک کی آواز آ رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ کوئی نچی آواز میں بول بھی رہا ہے لیکن ساریہ کے آنچل تلے میں جان بوجھ کر لاتعلقی سے سویا پڑا تھا۔ رے احساسات پوری طرح بیدار تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

''اٹھو...... جلدی اٹھو ورنہ ڈنڈے مار مار کر جان نکال دوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی گھنگھرو زور زور سے بجنے لگے تھے۔ یہ آواز بتدریج بلند ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ مسافروں کے ساتھ کوئی الجھا ہوگا۔ ہرگز آنچل سے باہر نکلنا گوارانہ تھا۔ میں نے سوچا کہ میں پرائی لڑائی میں کیوں پڑوں۔ پس یہ سوچ کر میں مست سویا پڑا لیکن اسی لمحہ میرے اوپر سے کسی نے ساریہ کا آنچل بے دردی سے نوچ لیا۔ ساتھ ہی وہ آواز بلند ہوئی جس میں اب کی بار جلالت عروج تھی۔

''بے شرم بے حیا...... اٹھ اور مجھ سے بات کر۔''

میں ہڑ بڑا کر اٹھ پڑا۔ پہلے تو مجھے گماں ہوا کہ یہ کوئی خواب نما لمحہ تھا جب ساریہ کا آنچل میرے سے کھینچا گیا تھا۔ مگر وہ بوڑھا ملنگ ایک تلخ حقیقت کی طرح میرے سامنے موجود تھا۔ بھاری بھر کم جثہ، بڑی بڑی جٹائیں، چوڑا شکن آلود ماتھا بھنویں گھری، آنکھیں سرخ انگارہ، قد چھ فٹ تھا۔ اس نے پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے جن سے عجیب سی بو آ رہی تھی۔ اس کے گلے میں ایک لٹکا ہوا تھا اور ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جس پر گھنگھرو بندھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ لگتا تھا مجھے ہڑپ کر جائے گا۔ سب مسافر جاگ رہے تھے اور سہم کر ملنگ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''بے شرم بے حیا اٹھ اور میرے ساتھ چل۔'' اس نے میرا ہاتھ پکڑنا چاہا تو اس لمحے مجھے تحاشا غصہ آ گیا۔ اس پر وہ زہریلے انداز میں بولا۔ ''غصہ کرتا ہے حرام خور!''

اس نے ڈنڈا میری طرف کیا۔ ''صرف ایک ڈنڈا ماروں گا اور تیری جان نکل جائے گی۔''

میں نے مسافروں کی طرف لاچار نظروں سے دیکھا۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ گاڑی اپنی رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔

''بابا کیا بات ہے...... مجھ سے کیا چاہتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا چاہتا ہوں تجھ سے نابکار...... بول کہاں گئی وہ؟'' ملنگ بابا بڑے جاہ و جلال سے پوچھ رہا تھا۔

''کون بابا...... کون کدھر گئی؟'' میں نے بدحواس ہو کر پوچھا۔

''اچھا! تو اب تو مجھ سے مخول کرے گا اور پوچھے گا کون کہاں گئی۔'' ملنگ بابا نے غصیلے انداز میں ڈنڈے کی نوک میرے ماتھے پر رکھی تو گھنگھرو وحشیانہ انداز میں بجنے لگے۔ ڈنڈے سے کرنٹ سا لگا اور میرے رگ و پے میں سنسناہٹ تیرنے لگی۔

''بول کہاں گئی؟'' بابا اس بار دھاڑ کر بولا۔

''بابا میں نہیں جانتا کہ تو کس کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔'' میں سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔ ''ان لوگوں سے پوچھ لو میں تو اکیلا سفر کر رہا ہوں میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔''

ملنگ بابا نے استہزائی قہقہہ لگایا اور پھر قہقہے لگاتا ہی چلا گیا۔ یہ اس کے قہقہوں کی گونج اور دہشت تھی کہ ڈبے میں جلنے والا بلب دھماکے سے ٹوٹ گیا اور ڈبے میں قدرے اندھیرا ہو گیا۔ سارے مسافر ملنگ بابا کی وحشت سے دہشت زدہ ہو گئے۔

''یہ بے چارے کیا جانیں گے کہ میں کس کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

یہ کہہ کہ ملنگ بابا نے اپنی گہری نظریں میری نظروں میں گاڑ دیں اور مجھے لگا کوئی طاقت میرے اندر اتر گئی ہے اور میرے اندر طوفان و ہیجان پیدا کر رہی ہے۔ ''بول کیا تو اکیلا سفر کر رہا تھا؟''

مجھے قطعی گماں نہیں تھا کہ ملنگ بابا دراصل مجھ سے کیا پوچھتا رہا تھا۔ اس بار خود ہی بولا ''تجھ سے اس کمینی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جس کے آنچل تلے سو رہا تھا۔''

یہ انکشاف سنتے ہی میں لرز اٹھا۔ ملنگ بابا کوئی پہنچا ہوا انسان تھا۔

''تجھے ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ تیرے سر سے آنچل کس نے کھینچا تھا؟'' ملنگ بابا نے ڈنڈا میری نظروں کے سامنے لہرایا۔

''بابا...... بابا...... وہ چلی گئی۔'' میرا گلا خشک ہو گیا اور میں لبوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

''کہاں چلی گئی۔ وہ...... بول کہاں گئی ہے تیری وہ......'' ملنگ بابا وحشت سے بولا اور اس نے اس قدر زور سے ڈنڈا میرے بازو پر مارا کہ میری جان ہی نکل گئی۔ یوں لگا جیسے کسی سانڈ نے مجھے ٹکر مار دی ہو۔

''بابا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئی ہے۔ بس مجھے یہ کہہ کر گئی تھی کہ زوال کا وقت ہو رہا ہے میں جا رہی ہوں اور بہت جلد واپس آؤں گی۔'' میں نے گھبرا کر ملنگ بابا کو بتایا مبادہ دوسری بار بھی ڈنڈا نہ کھانا پڑے۔

''چل اٹھ میرے ساتھ۔'' بابا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ ''تو اس وقت تک میرے ساتھ رہے گا جب تک وہ آ نہیں جاتی۔''

''بابا مجھے کہاں لے جاؤ گے؟'' میں ہاتھ چھڑانے لگا۔

''تو چل میرے ساتھ۔ تجھے یہ بھی بتاؤں گا کہ تجھے کہاں لے جانا ہے۔'' وہ مجھے سیٹوں کے درمیان سے کھینچنے لگا تو میری قوت مدافعت جواب دے گئی۔

گاڑی ہنوز برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔

''بابا گاڑی دوڑ رہی ہے۔''

"تو اس کی فکر نہ کر حرام خور......" ملنگ بابا وحشت انگیز لہجے میں بولا۔ "اے گاڑی رک جا۔"

مسافر ملنگ کے دبنگ اور پر اسرار لہجے کو سن کر دنگ رہ گئے۔ اسی لمحہ گاڑی کے پہیے حیرت انگیز طور پر چرچرانے لگے اور یوں لگا جیسے ڈرائیور نے ایمرجنسی بریک لگائی ہو۔ گاڑی کے یکدم رکنے سے مسافر ایک دوسرے پر گر پڑے۔

ملنگ بابا نے ڈبے کے مقفل دروازے کو پاؤں مارا تو دروازہ باہر کو گر گیا۔ پھر اس نے کالے رنگ کی ڈوری سے میری کلائی باندھ دی اور ڈوری کا ایک کونہ اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ مجھے لگا جیسے مجھے لوہے کی زنجیروں میں باندھ دیا گیا ہے۔ ملنگ بابا نے گاڑی کے رکنے سے پہلے ہی چھلاوے کی طرح باہر چھلانگ لگائی اور میں بھی زبردست جھٹکے سے باہر گر گیا۔ جب میں باہر گرا تو ملنگ بابا نے مجھے نیچے گرنے سے پہلے ہی تھام لیا۔ اسی لمحہ محسوس ہوا کہ ریل گاڑی یکا یک پھر اپنی رفتار سے رواں دواں ہو گئی اور زناٹے سے ہمارے پاس سے گزر گئی۔

میرے چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ اندھیرا اس قدر سیاہ تھا کہ مجھے اپنے ہاتھ بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ مجھے لگا کہ ملنگ بابا بھی کہیں آگے پیچھے ہو گیا ہے۔ مجھے نہ جانے کیا سوجھا کہ میں یکدم بھاگ اٹھا اور ابھی چند قدم ہی بھاگا تھا کہ میرے ہاتھوں سے بندھی ڈوری کو زبردست کھنچ پڑی اور میں نے اپنے ہی عمل کے ردعمل میں پیچھے کو گرا تو میرے بازوؤں میں جھٹکا لگا۔ اسی لمحہ ملنگ بابا کا زوردار قہقہہ فضا کی تاریکیاں چیرتا ہوا دکھائی دیا۔

"تو بھاگ کر کہاں جائے گا میرے بچے؟"

میں نیچے گرا تو بے شمار کانٹے میرے بدن میں چبھ گئے اور آگ اور مرچیں سی میرے بدن کو جلانے لگیں۔ میں بے اختیار چیخا تو جواب میں ملنگ بابا نے زوردار قہقہہ لگایا اور بولا۔ "اب تیرا بدن اس وقت تک جلتا رہے گا' تیری روح اس وقت تک تڑپتی رہے گی میرے بچے...... جب تک ہامہ کی بیٹی ساریہ نہیں آ جاتی۔ میرے بچے اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے سکون ملے تو ساریہ کو پکارو۔ تیری آواز پر وہ بھاگتی ہوئی آ جائے گی۔"

میں اس وقت جس آگ میں جل رہا تھا اس سے نجات کا ایک راستہ کھل گیا تھا۔ ملنگ کی ہدایت پر اگر میں ساریہ کو پکارتا تو شاید میرا یہ عذاب ختم ہو جاتا۔ میں بول پڑھنے ہی لگا تھا کہ یکا یک مجھے خیال آیا۔ "اگر میں نے ساریہ کو بلا لیا تو ہو سکتا ہی ملنگ بابا اسے مار ڈالے یا اسے اذیت دے۔"

مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ملنگ بابا کو ساریہ چاہئے تھی اور وہ اس کے تعاقب میں بھاگتا ہوا مجھ تک پہنچا تھا۔ میں حیران تو ہوا کہ اسے کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ ساریہ میرے پاس آئی تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ ملنگ یقیناً ایسی پر اسرار طاقتوں کا مالک ہے جو جنات کی مخفی طاقتوں سے بھی زیادہ طاقتور

ہیں۔ ساریہ کا باپ ہامہ اگر اپنی بیٹی کے زندہ ہونے سے غافل تھا تو اس کا مطلب تھا کہ ملنگ بابا کے پاس ایسی طاقتیں ہیں جو ساریہ کی خوشبو پکڑ کر سفر کرتی ہیں اور وہ جہاں جاتی ہے وہ وہاں پہنچ جاتا ہے لیکن یہاں میرے ذہن میں ایک اور سوال پیدا ہوا کہ اگر ملنگ بابا اتنا ہی طاقتور ہے تو وہ ساریہ کو خود کیوں نہیں ڈھونڈ لیتا۔ اگر وہ مجھ تک پہنچ سکتا تھا تو ساریہ تک پہنچنا اس کے لئے دشوار کیوں ہو گیا۔

میں نے سوچا کہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ساریہ کے پاس بھی علمی طاقت آ گئی ہے اور وہ اسرار کے دوہرے تہرے پردوں میں خود کو چھپانے پر قادر ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے تو جنات اور یہ ملنگ اس تک پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ یہ سوچ کر میں نے کہا۔

"بابا...... تو خود ساریہ کو تلاش کیوں نہیں کر لیتا۔"

"میرے بچے جب وہ تیرے ذریعے میرے پاس آ سکتی ہے تو مجھے کیا پڑی ہے اس کے پیچھے جاؤں۔"

"تو جھوٹ بول رہا ہے بابا۔" میں نے کراہ کر کہا۔ "اگر تو ساریہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا تو اس تک پہنچ جاتا۔ مجھے وسلیہ بنانے کی تجھے ضرورت نہ پڑتی۔"

ملنگ بابا میرے قریب آیا اور مجھے گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ "تیری زبان بہت چلتی ہے۔ میرے بچے۔ میری ایک بات سن لے۔ میں نے ساریہ کو اس وقت موت کے منہ سے بچایا اور اسے علوم سکھائے جب وہ مر رہی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ تجھے بچانے کے لئے موت کے منہ میں گری تھی۔ وہ تجھے بہت چاہتی ہے۔ تجھے بچانے کے لئے وہ ضرور آئے گی۔"

"بابا ایک بات تو بتاؤ۔" میں نے اپنی تکلیف دباتے ہوئے کہا۔ "ساریہ تجھے کہاں ملی تھی؟"

اس کے دل میں نہ جانے کیسے رحم آ گیا۔ بولا۔ "ہامہ اور سارے جنات سمجھے تھے کہ ساریہ جل کر مر گئی ہے لیکن ہوا یہ تھا کہ اس وقت اس کی ایک ملازمہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ باغی جنات نے جب ان پر حملہ کیا تو ساریہ کو طوفانوں نے اٹھا کر میرے مسکن کے سامنے لا کر پھینک دیا اور اس کی ملازمہ جل کر راکھ ہو گئی۔ میں نے ساریہ کو نئی زندگی دی اور اسے دوبارہ طاقت عطا کی اور اس سے عہد لیا کہ وہ اب تمام عمر میری سیوا کرے گی اور میری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جائے گی۔ ساریہ تجھے بہت یاد کرتی تھی۔ آج اسے اپنے علوم سے معلوم ہو گیا اور اس نے تمہاری خوشبو پالی تھی۔ میں اس وقت چلہ کاٹ رہا تھا جب وہ بدعہدی کر کے بھاگ گئی۔ میں چلہ پورا کر کے جب اپنی کٹیا میں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ تم سے ملنے کے لئے گئی ہے۔ پس میرا غضب بڑھ گیا اور میں اس کو پکڑنے کے لئے تم تک جا پہنچا لیکن وہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو گئی۔ پس اب تو میرے پاس رہے گا۔ میری سیوا کرے گا جب تک ساریہ آ نہیں جاتی میں تجھے چھوڑ نہیں سکتا۔"

"بابا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟" میں نے بمشکل کہا۔

"اب تو مجھے ڈرائے گا اور کہے گا کہ میرے بابا بہت بڑے عامل ہیں اور یہ کہ تو بھی بہت بڑا عامل ہے۔" ملنگ بابا میرا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔ "میرے بچے اس ملنگ کے پاس آ کر تیرا علم جھاگ بن کر رہ جائے گا اور تیری زبان بند ہو جائے گی۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ ملنگ بابا مخفی طاقتوں پر دسترس رکھتا اور دلوں کے بھید پا لیتا ہے۔ میں نے اسی میں غنیمت جانا کہ اپنی زبان کو اس وقت تک خاموش رکھوں جب تک مجھے کوئی راہ روشن نظر نہیں جاتی لیکن خاموش رہنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ اک آگ نادیدہ مجھے جلا رہی تھی اور کوئی شے ایسی تھی جو میری پوروں کو کاٹ رہی تھی۔ ملنگ بابا نے اس لمحے مجھے کہا۔

"میرے ساتھ چلو۔" اور پھر وہ آگے آگے چلنے لگا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرے پاؤں تلے ریت ہے کیونکہ جوتے بار بار اس میں دھنس جاتے تھے۔ میں دل ہی دل میں ساریہ کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگا۔ معاً دور سے سیاہ اندھیرے میں ایک الاؤ روشن ہوتا ہوا دکھائی دیا اور کچھ ہی دیر بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ ایک کٹیا کے سامنے لکڑیاں جل رہی تھیں اور اس ملنگ جیسے دو ملنگ الاؤ کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ملنگ کو آتے دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھے اور اس کے چرن چھونے کے لئے آگے بڑھے تو اسی لمحہ مجھے ملنگ کی حقیقت کا ادراک ہو گیا۔

ملنگ نے مجھے اپنی کٹیا کے اندر بٹھا دیا۔ اندر ایک دیا روشن تھا جس میں کسی جانور کی چربی کا تیل جل رہا تھا اور اس سے نہایت کراہت آمیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ بو سونگھتے ہی میرا ذہن چکرا گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ملنگ بابا کالے علوم کا پجاری ہے۔ اس سے نیکی اور اچھائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔

ملنگ بابا کون تھا اور اس ویرانے میں بیٹھ کر کیا کر رہا تھا؟ مجھے اس پراسرار شخص کی گرہ کھولنے کا اشتیاق ہو گیا اور میں نے ہر طرح کا خوف ذہن سے اتار دیا۔ تاہم مجھے فکر اس بات کی کہ ملنگ بابا ساریہ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ساریہ ملنگ کے ہتھے چڑھے۔ ملنگ کے عزائم سے ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ ساریہ کو کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ باہر سے ملنگ کی وحشت بھری چیخ سنائی دی۔ میں فوراً اٹھ کر باہر نکلا تو دیکھا ملنگ پر وحشت طاری تھی اور وہ درندگی کے عالم میں آگ کے اوپر چل رہا تھا۔

خوف سے میں اپنی جگہ سمٹ کر رہ گیا۔ ملنگ آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا اور شعلے بڑے والہانہ انداز میں اس کے گرد رقص کر رہے تھے۔ مجھے گماں ہوا کہ آگ کے شعلے اس کے بدن

خاکستر کر دیں گے اور اس کی ہڈیاں راکھ میں بدل جائیں گی۔ جونہی راکھ کا تصور میرے ذہن میں آیا مجھے جنات کی وہ راکھ یاد آ گئی جو ابھی تک میرے پاس تھی۔ یہ چٹکی بھر راکھ میں نے شلوار کے نیفے میں گرہ بنا کر چھپا رکھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میرے اندر طمانیت کی لہر پیدا ہو گئی۔

شعلے بلند ہو رہے تھے اور ملنگ لذت و ہذیان آمیز انداز میں رقص کر رہا تھا۔ میرا گمان حیرانی میں بدل گیا کیونکہ شعلے ملنگ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ آگ میں جلنے کے باعث میری اس شیطان صفت انسان سے جان چھوٹ جائی گی۔ اسی لمحہ ملنگ کے دونوں ساتھی الاؤ کے گرد والہانہ انداز میں رقص کرنے لگے۔ میں بغور انہیں دیکھنے لگا۔ اس اثنا میں مجھے ایک مانوس ساز کی آواز سنائی دی۔ یوں لگا جیسے کوئی میلوں دور بیٹھا ایک رس بھرے ساز کے جادو جگا رہا ہے۔ مجھے لگا کہ یہ مزمار کی آواز ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن کی ساری گرہیں کھل گئیں اور میں نے ہڑبڑا کر کٹیا کے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے احساس ہو گیا کہ میں ایک بار پھر اس جگہ کھڑا ہوں جہاں سے میرا سفر شروع ہوا تھا۔ یہ شیطان کی سرزمین تھی۔ فرزند ابلیس کے یہاں قلعے تھے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں دیوس جیسے ابلیس سے میرا واسطہ پڑا اور فرزندان ابلیس کی اسیری نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک بار پھر میں آزمائش کی سولی پر لٹکا دیا جاؤں۔

میرے پیش نظر بہت سی باتیں اور خدشات تھے لہٰذا میں نے خطرات کو سر پر سوار کر کے فوری طور پر اپنا تحفظ کرنے کا سوچا۔ ایک لمحے کے لئے میں نے یہ بھی سوچا کہ میں ساریہ کو اپنی مدد کے لئے طلب کر لوں لیکن اس میں ایک خدشہ تھا کہ اگر میں نے ساریہ کو بلا لیا تو ملنگ کو معلوم ہو جائے گا اور وہ اسے پکڑ لے گا لہٰذا میں نے تن تنہا ملنگ کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔

میں جہاں کھڑا تھا اسی جگہ ایک حصار قائم کیا اور گلے سے وہ کالی مالا اتاری جو مجھے ہامہ نے دی تھی۔ میں نے جلدی سے ایک عمل پڑھا اور خود پر پھونک مارنے کے بعد جنات کی راکھ نکالی اور اسے چٹکی میں لے کر کچھ عملیات پڑھنے لگا۔ میں نے زندگی میں اتنی تیزی کے ساتھ کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ ادھر ملنگ کو بھی جیسے معلوم ہو گیا۔ میں اس کی طرف نظریں کر کے عمل پڑھتا رہا۔ وہ تیزی سے آگ کے شعلوں سے باہر نکلا اور کسی گدھ کی طرف اڑتا ہوا میرے سامنے آ کر رکا۔ میں اگر حصار میں نہ بیٹھا ہوتا تو وہ یقیناً مجھ پر غالب آ جاتا۔ وہ حصار سے باہر کھڑا ہو کر پیچ و تاب کھانے لگا۔ پھر اس نے یکا یک اپنے بازو پھیلائے اور قدم قدم پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر جلدی سے کٹیا کے اندر داخل ہو گیا۔ اس لمحہ میں نے مخصوص عمل پڑھنے کے بعد راکھ پر پھونک ماری تو یکا یک حصار نارنجی رنگ کے دھوئیں سے بھر گیا اور لگا جیسے جنات کا لشکر تیر و سناں سے مسلح ہو کر آ گیا ہے۔ جنات کے لشکر کے دوڑنے اور چیخ و پکار کی آوازیں تیز سے تیز ہونے لگیں اور حصار میرے گرد ایک قلعے کی طرح پھیل گیا۔ مجھے لگا جیسے

میرے گرد بڑی بڑی فصیلیں کھڑی ہیں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آسمان سیاہ رنگ اختیار کر چکا تھا اور رعد و برق کا طوفان امڈ آیا تھا۔ یہ جنات کے لشکر کی نشانیاں تھیں۔

اسی لمحہ ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''شیطان کا بچہ ادھر کٹیا میں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی لگا جیسے دو طوفان آپس میں ٹکر گئے ہوں۔ بجلیاں بڑے زور سے کڑکنے لگی تھیں۔ میں خوش ہو گیا کہ میری اب ملنگ سے جان چھوٹ جائے گی۔ یہ سوچ کر میں مطمئن ہو کر بیٹھ گیا لیکن چند منٹ بعد اچانک مجھ پر قیامت گزر گئی۔ طوفان کا ایک ریلہ آیا اور مجھے اپنے اندر جذب کر کے اپنے ساتھ لے گیا اور پھر مجھے ایک ایسی دلدلی جگہ پر جا کر پھینک دیا جہاں ہر طرف آگ ہی آگ اور گندگی ہی گندگی تھی۔ میں کمر تک اس دلدل میں دھنس گیا تھا۔ میں نے ہاتھ پاؤں مار کر باہر نکلنے کی کوشش کی تو دلدل مجھے نیچے کھینچنے لگی۔ میں چیخ و پکار کرنے کی بجائے آہستہ آہستہ اپنے اعصاب کو قابو کرنے لگا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے۔ میں نے اس دوران ایک عمل پڑھنے کی کوشش کی اور گلے سے مالا اتارنے لگا تو معلوم ہوا کہ مالا غائب ہو چکی ہے اور میری زبان عمل پڑھنے سے قاصر ہے۔ میں نے کئی بار زبان چلانے کی کوشش کی لیکن ہر بار ناکام ہو گیا۔

میں اب لاچار تھا اور کوئی سبیل دلدل سے نکلنے کی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا تو مجھے گھپ اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا۔ یونہی کافی دیر گزر گئی مجھ پر نقاہت طاری ہو چکی تھی اور دلدل میری گردن تک آ پہنچی تھی۔ آگ کے شعلوں سے میرا بدن تپ چکا تھا اور گندگی کے تعفن سے ذہن پر غبار چھا گیا تھا۔

میں مدہوش سا ہو گیا تھا کہ اچانک دلدل میں زلزلے کے آثار پیدا ہوئے۔ ایسی ہلچل مچی کہ دلدل پانی اور لاوے کی طرح ابلنے لگی اور پھر یکا یک میرے نیچے ایک ایسا ابال اٹھا کہ اس کے زور سے دلدل نے مجھے باہر اگل دیا۔ اس بار جہاں گرا تھا وہاں سخت زمین تھی۔ میری ہڈیاں بج کر رہ گئیں اور میرا دماغ اندھیروں میں غرق ہو گیا۔

میری آنکھ جھنجلاہٹ اور بے قراری کی کیفیت میں کھلی تھی۔ کوئی ایسی شے تھی جو میرے بدن پر رینگ رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھ بیٹھا اور اپنا بدن جھاڑنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ایک لیسدار کیڑا آ گیا جو میرے بدن سے جونک کی طرح چمٹا ہوا تھا۔ ایسے کتنے ہی کیڑے میرے بدن پر چمٹے ہوئے تھے۔ میں انہیں نوچ نوچ کر بدن سے اتارنے لگا۔ اس وقت جب میں یہ کیڑے اتار رہا تھا مجھے کسی کے کھی کھی کرنے کی آواز سنائی دیتی۔ لگتا تھا جیسے کوئی میری اس حرکت پر ہنس رہا ہے۔

میرا ذہن سلگ رہا تھا۔ میں نے اندھیرے میں آگے پیچھے دیکھا۔ پہلے تو اندھیرے میں کچھ

دکھائی نہیں دیا لیکن جب اندھیرے سے آنکھیں مانوس ہوئیں تو مجھے ایک طرف ایک مجہول سا انسان بیٹھا دکھائی دیا۔

''کون ہو تم؟''

جواب میں اس کی کھی کھی دوبارہ سنائی دی

میں جوش کے عالم میں اس کے قریب گیا اور پوچھا۔ ''تم کون ہو… یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''تیرا ماس وہ شیطان کھا گیا ہے میرے بچے۔ تو اس کے کیڑوں کو مار کر کیا کرے گا۔ اس نے جو کرنا تھا اب کر چکا ہے۔ وہ تیرا علم کھا گیا ہے میرے بچے۔ وہ بڑا پاپی ہے۔ میرا بھی علم کھا گیا تھا۔ تو ابھی بچہ ہے تو نے اس سے ٹکر کیوں لی ہے؟''

''تو کون ہے…… تیرے ساتھ اس نے کیوں یہ سب کیا ہے؟'' میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

وہ یکدم میرے ساتھ لپٹ گیا اور میرا نام لے کر جب اس نے مجھے مخاطب کیا تو میرے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔

''نورن۔ نہیں…… نہیں…… ایسا نہیں ہو سکتا۔'' مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ مجھے لگا کہ میں نیند میں ہوں۔ میں نے خود کو ایک زوردار چٹکی کاٹی۔

''لالہ جیون…… یہ تو ہے۔ نہیں مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' میرے حواس گم ہو گئے تھے۔

''لالہ تو یہاں کیسے آ گیا۔ اس پاپی کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟''

''میرے بچے جس طرح تو اس کے ہاتھ لگا ہے۔'' لالہ جیون کراہتے ہوئے بولا۔ میں نے بغور دیکھا وہ ہڈیوں کا پنجر بن چکا تھا۔ داڑھی اور بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔

''لالہ کیا تو بھی اسی ملنگ کی قید میں ہے جس نے مجھے پکڑا ہے؟''

''ہاں میرے بچے۔ مجھے بھی اس پاپی نے پکڑا ہے۔'' وہ نحیف لہجے میں بولا۔

''جہاں تک مجھے یاد ہے لالہ تو سندھ چلا گیا تھا۔ میاں جی تمہارا اکثر ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے علم کے تین چراغ ہیں جو ہمیشہ روشن رہیں گے۔ ایک چراغ وہ تجھے کہتے تھے۔ انہیں گماں کی حد تک تجھ پر اعتماد ہے کہ تم ایک صالح عامل ہو لیکن لالہ تجھے یہاں دیکھ کر مجھے ہول پڑ رہے ہیں۔ تو اس پاپی ملنگ کے قید خانے میں کیسے پہنچ گیا؟''

''تو جسے ملنگ کہہ رہا ہے وہ پاپیوں کا سردار ہے میرے بچے۔ یہ لمبی بات ہے مگر بس تو یہ جان لے کہ میں نے سندھ میں کالے عاملوں کے خلاف جہاد کیا تھا اور انہیں مار بھگایا تھا۔ میں چونکہ عبادت گزار اور باوضو رہنے والا عامل تھا۔ برسوں تک کالے عامل میرا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے کہ پھر ایک روز ابلیس کی ایک داسی بہروپ بدل کر میرے پاس آئی۔ وہ بڑی دکھیا عورت بن کر آئی تھی اور میری سیوا

کے بہانے پہلے میرے آستانے پر رہنے لگی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ میرے دل میں اتر گئی اور میں گناہ کی دلدل میں اتر گیا۔ وہ مجھے پلید کرنے آئی تھی۔ پس میں اس کے دام میں آ گیا اور میں پلید ہو گیا۔ میرا روحانی درجہ گر گیا۔ میرے بچے میرے روحانی علوم کمزور پڑ گئے۔ پھر جب تک مجھے احساس ہوتا' پانی سر سے گزر چکا تھا۔ مجھے کمزور پا کر کالے عاملوں نے مجھ پر گہرا وار کیا۔ یہ پاپی جسے تو ملنگ کہہ رہا ہے ان عاملوں اور ہندو پجاریوں کا سرغنہ ہے۔ یہ پیدائشی مسلمان ہے لیکن ہندو عاملوں کی صحبت اور ابلیس کی توجہ نے اسے کافر بنا دیا۔ یہ سندھ میں عاملوں کے خفیہ میلے کراتا ہے جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے پاپی یہاں آتے اور شیطان کی پوجا کرتے ہیں۔

میرے بچے...... جب میری روحانی طاقتیں کمزور پڑ گئیں تو میری باطنی نظر بند ہو گئی۔

میرے بچے...... تو یہ جانتا ہے کہ روحانیت وہ نور ہے جو صرف پاکیزگی سے روشن ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ میں اس نور سے اس لئے محروم ہو گیا کہ میں گناہوں کی دلدل میں اتر گیا تھا۔ گندگی اور گناہ روحانی عامل کو پلید کر دیتے ہیں میرے بچے۔ پس تو بھی ایسی مار کھا گیا اور تیری زبان بند ہو گئی ہو گی کہ تو نے کوئی ایسی حرکت کی ہو گی کہ تجھ سے روحانی طاقتیں روٹھ گئیں۔"

لالہ جیون کی بات سننے کے بعد میں غور کرنے لگا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہو گی۔ مجھے کچھ سمجھ نہ آیا۔ میں نے لالہ جیون کو سارے واقعات سنائے اور کہا۔

"لالہ میں نے ملنگ کی گرفت سے نکلنے کے لئے ایک عمل کیا تھا اور جنات کی راکھ سے طوفان پیدا کیا تھا۔ تم جنات کی راکھ کی طلسمی طاقت اور افادیت سے آگاہ ہو۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ جب جنات کی راکھ سے طلسمی طوفان نے جنم لیا تو یہ کمزور کیوں پڑ گیا تھا۔"

"آہ میرے بچے...... تو نے جنات کی راکھ سے طلسمی طوفان تو پیدا کر لیا مگر اسے سنبھال سکا۔" لالہ جیون نے ایک ایسا انکشاف کیا کہ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ تھکے ہوئے میں بولا۔

"جنات کی راکھ جلانے کے لئے عامل کو بہت زیادہ طاقتور ہونا چاہئے۔ جب تم قلعے میں تھے تو تم نے عمل پڑھنا ترک کر دیا تھا جس سے جنات نحیف ہو گئے اور ملنگ کی شیطانی قوتیں غالب آ گئیں۔"

"میری ایک بات یاد رکھو۔" لالہ جیون بولا۔ "جنات کے معاملے میں ہمیشہ احتیاط کیا کرو خاص طور پر جنات کی راکھ پر عمل پڑھنے سے گریز ہی کرو کیونکہ یہ مخلوق کسی کی وفادار نہیں ہے۔ آتشی مخلوق ہے اور علوم کی طاقت سے زندگی کی سانسیں پاتی ہے۔ ہوا، پانی اور غذا ان کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن ان کی اصل طاقت وہ علوم ہیں جن کا یہ ورد کرتے رہتے ہیں اور یہی علوم ان کی طاقت کا

منبع ہوتے ہیں۔ جب کوئی عامل کسی جن سے کام لیتا ہے تو خود بھی ان علوم کا ورد کرتا ہے جس سے جنات کی طاقت بحال رہتی ہے۔ جونہی عامل عمل پڑھنا چھوڑتا ہے جن کسی کمزور پرندے کی طرح گر جاتا ہے اور شکاری اس پر غالب آ جاتا ہے۔"

میں نے دیکھا کہ لالہ جیون جوں جوں اس موضوع پر باتیں کر رہا تھا اسے گوناں اطمینان حاصل ہو رہا تھا...... وہ کہہ رہا تھا۔ "جنات کی راکھ سے عمل کرنے والے عامل مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی لیکن میرے بچے یہ دونوں عامل بے حد پکے ہوتے ہیں۔ تم ابھی عملیات کی دوسری سیڑھی پر کھڑے ہو اور تم نے اتنے بڑے عمل کا بیڑہ اٹھا لیا۔ شکر کرو کہ نادیدہ قوتوں نے تجھے بچا لیا ورنہ آج تم میرے سامنے زندہ کھڑے نہ ہوتے۔"

"لالہ میری مالا...... بھی غائب ہو گئی ہے۔"

"ملنگ نے وہ مالا اتار لی ہو گی۔" لالہ جیون بولا۔ "تم نے بہت غلطیاں کی ہیں میرے بچے۔ ملنگ ایک شاطر پاپی ہے۔ وہ مالا کی اہمیت جان گیا ہو گا۔ یاد رکھو جب بھی کوئی جن کسی انسان کو کوئی شے تحفہ میں دیتا ہے تو اس پر جن کا عمل ثبت ہو جاتا ہے۔ عام انسان اس تحفے کو محض تحفہ خیال کرتا ہے لیکن بڑا عامل اس جناتی تحفے پر عمل کر کے اس جن تک پہنچ جاتا ہے۔ ہائے میرے بچے...... ملنگ اگر یہ جان گیا کہ کالی مالا ہامہ نے تجھے دی تھی تو وہ ہامہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

"لالہ پھر تو یہ بہت اچھا ہوا۔ مجھے یقین ہے اگر وہ ہامہ تک پہنچ گیا تو ہامہ ہماری مدد کو آ پہنچے گا۔" میں نے جوش کے عالم میں لالہ جیون کو تسلی دی۔ اسی لمحہ ہمارے عقب میں شیطانی قہقہہ گونجا۔

ہم دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔ ملنگ اپنی طاغوتی طاقتوں کے ساتھ آن موجود تھا۔ اس نے ہمیں اپنی شیطانی آنکھوں کے حصار میں لیتے ہوئے دوبارہ قہقہہ لگایا اور بولا۔

"تجھے ہامہ پر بڑا مان ہے۔" اس نے شیطانی قہقہہ لگایا اور ہمارے پاس آ کھڑا ہوا۔ میں نے لالہ جیون کو الگ کیا اور ملنگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"ملنگ تو پاپی ہے۔ یہ یاد رکھ...... ہامہ تجھے کسی صورت نہیں بخشے گا۔ خدا کے قہر سے ڈر اور ہمیں یہاں سے جانے دے۔"

"اب تجھے ہامہ ہی یہاں سے نکال سکتا ہے۔" ملنگ نے زوردار انداز میں کہا۔ پھر مشروط لہجے میں بولا۔ "تم یہاں سے ایک اور شرط پر بھی نکل سکتے ہو۔"

"کون سی شرط؟"

"وہی پرانی شرط...... ساریہ کو بلاؤ۔ وہ آئے گی تو میں تجھے جانے دوں گا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا کیونکہ میں اس وقت کسی قسم کے عمل پڑھنے سے قاصر تھا۔

''کیا سوچنے لگے ہو؟'' ملنگ نے کہا۔ ''ساریہ ایک سایہ ہے بالکے وہ تیرے کسی کام کی نہیں۔ صرف ایک بہلاوا اور چھلاوہ ہے۔ تو کیوں اپنی جان کو اس کا روگ لگا رہا ہے۔ اسے بلا اور اپنی جان چھڑا لے اور ہاں...... اگر تو چاہے گا تو اس مردار کو بھی ساتھ لے جانا۔'' اس نے لالہ جیون کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں سے نکلنے کی مجھے امید ہو گئی لیکن میں جانتا تھا کہ پاپی ملنگ ہم سے دغا کر جائے گا۔ میں نے کہا۔ ''ملنگ اگر میں نے ساریہ کو بلا لیا تو کیا واقعی تو ہمیں یہاں سے نکلنے دے گا؟''

''میں تجھے وچن دیتا ہوں۔'' ملنگ نے اشتیاق اور جوش کے عالم میں کہا۔ ''مجھے صرف اور صرف ساریہ کی ضرورت ہے بالکے۔''

لالہ جیون نے یہ سنا تو بولا۔ ''میرے بچے...... اس پر اعتماد نہ کرنا۔''

''خاموش رہ خارشی۔'' ملنگ نے لالہ جیون کو ٹھوکر ماری تو وہ کراہ کر دوسری طرف گر گیا۔ میں نے جھٹ سے اسے سنبھالا اور فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''ملنگ تو اب اسے کچھ نہیں کہے گا۔ ٹھیک ہے میں ساریہ کو بلاتا ہوں مگر تو جانتا ہے کہ میں اب کسی قسم کا عمل نہیں پڑھ سکتا۔''

''بالکے ساریہ کو بلانے کے لئے تجھے عمل کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس نے تجھے جو دو لفظ بتائے ہیں انہیں پڑھ وہ آ جائے گی۔''

میں ملنگ کی بات سن کر دنگ اور حیران رہ گیا کہ جب وہ ہر بات جانتا ہے تو پھر بھی ساریہ تک کیوں نہیں پہنچ پاتا۔ میں نے کئی پہلوؤں پر سوچا اور پھر اپنا دل مضبوط کر کے ساریہ کو بلانے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے ایک بار، دو بار، تین بار ساریہ کو مخصوص طریقے سے بلایا اور پھر مجھے محسوس ہوا کہ وہ آ رہی ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اس وقت کن عذابوں میں مبتلا تھا اور جہاں اس کی موت کھڑی تھی۔ وہ دیوانہ وار میری طرف بڑھ رہی تھی۔ موت کی دستک سنتے ہوئے بھی وہ طوفانوں سے ٹکر لینے آ رہی تھی۔ میرے رگ و پے میں اس کی خوشبوؤں کا رس گھل رہا تھا مگر ذہن پر افسردگی اور خوف مزید بڑھ گیا تھا۔

میری روح بدن کے در و بام سے بے تاب ہو کر جھانک رہی تھی۔ رواں رواں ساریہ کی مہک سے لرز رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ساریہ جب آئے گی تو قیامت مچ جائے گی۔ ملنگ نے گرد و پیش ساریہ کے لئے پھندے قائم کئے ہوئے تھے۔ مجھے خطرہ تھا کہ ساریہ جونہی سرزمین ابلیس میں داخل ہو گی ملنگ اسے اپنے طاغوتی جال میں پکڑ لے گا لیکن میرے بدن پر جو لرزہ طاری ہو رہا تھا اس سے

مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ساریہ میری رگوں میں رواں خون میں جذب ہو گئی ہے' شیطان کی طرح۔ جو انسان کی رگوں میں زہر کی طرح حلول کر جاتا ہے۔ انسان کے بدن میں کسی جن یا جن زادی کے حلول کرنے کی کیفیت بڑی خوفناک ہوتی ہے۔ اگر تو یہ جن ایک عام انسان کے جسم میں داخل ہو جائے تو اس انسان کی طاقت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے لیکن اس کا ذہن اس کے قابو میں نہیں رہتا لیکن اگر یہ مخلوق کسی عامل یا مخفی علوم کے طالب علم کے بدن میں حلول کر جائے تو وہ عامل یا عامل نما انسان نہایت خطرناک ہو جاتا ہے۔ اس وقت تو مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا بہت بعد میں مجھ پر یہ راز منکشف ہوئے تھے۔ کسی عامل کی اندر طاغوتی طاقت شیطان یا پھر جن کے سرایت کر جانے سے وہ عامل اضافی قوتوں کا مالک بن جاتا ہے۔ وہ اس مخلوق کی بدنی اور ذہنی قوتوں کے ذریعے ایک ناقابل شکست قوت بن جاتا ہے۔

ساریہ میری توقع سے زیادہ ذہین ثابت ہوئی تھی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں ملنگ کے عقوبت خانے میں اس کی شیطانی قوتوں کا شکار ہو چکا ہوں۔ لہٰذا اس نے اپنی مخفی قوتوں کے ذریعے اپنی آمد کو ملنگ پر آشکار نہیں ہونے دیا اور نہایت راز داری کے ساتھ کوئی ہنگامہ کئے بغیر میری رگوں میں اتر گئی۔ صرف میری ذات ہی اس کی خوشبوؤں کے بانکپن سے مسحور ہوئی تھی۔

ملنگ بے تاب و بے قرار ہو کر میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت اور خون ٹپک رہا تھا اور وہ جنونی انداز میں اپنی جٹاؤں کو کھینچ رہا تھا۔ ساریہ نے نہایت نرم انداز میں میرے ذہن پر دستک دی اور بولی۔

''ملنگ ابھی میری آمد سے بے خبر ہے۔ یہ زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرے گا اور بے قرار ہو کر تجھ پر ٹوٹ پڑے گا۔ تم اس پر میری آمد ظاہر نہ کرنا۔ کیونکہ جونہی میں نے اپنی طاقتوں کو تمہارے اندر انڈیل دیا تو ملنگ میری بو کو پکڑ لے گا، تم حوصلہ نہ ہارنا۔ ملنگ فرزندان ابلیس کا لاڈلا ہے' اس کے پاس بے پناہ طاغوتی طاقتیں ہیں۔ اسے کمزور بھی خیال نہ کرنا۔''

میں کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ ساریہ نے سرزنش کی۔ ''خبردار منہ سے کچھ نہ بولنا تم جو کہنا چاہتے ہو اپنے ذہن میں اس بات کا خیال پیدا کرو' میں جان جاؤں گی کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔''

میں ساریہ کی بات سن کر الجھ گیا۔ پہلے تو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ میں سوچنے کے انداز میں کیسے بات کروں پھر میرے ذہن کی کوئی گرہ جیسے کھل گئی اور میرے اندر خیال پیدا ہوا۔

''ساریہ...... اگر ملنگ کے پاس طاغوتی طاقتیں زیادہ ہیں تو تم ہامہ کو کیوں نہیں بلا لیتی؟''

''نہیں...... بالکل نہیں...... بابا کا نام بھی مت لینا۔ میں نہیں چاہتی کہ انہوں معلوم ہو جائے کہ میں زندہ ہوں۔ بابا میرے مرنے پر رو پیٹ کر صبر کر چکے ہیں۔ میں اب نئی زندگی جینا چاہتی

ہوں۔ وہ زندگی جس کے میں نے خواب دیکھے ہیں۔ میں اب تمہارے ساتھ ساری زندگی گزاروں گی۔"

"ساریہ...... یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ ہمیں فی الحال یہ سوچنا چاہئے کہ اس پاپی کی قید سے ہم کیسے نکل پائیں گے؟"

"تم نے ابھی تک ساریہ کو بلایا نہیں ہے۔" اسی اثنا میں ملنگ مجھ پر پھٹ پڑا۔ تم کن سوچوں میں پڑے ہو اور تم اسے بلانے کے لئے عمل کیوں نہیں پڑھ رہے۔" وہ میرے قریب آیا اور اپنی زہر خند آنکھیں میری نظروں میں پیوست کر کے بولا۔ "میں تیرا کلیجہ چبا جاؤں گا۔ جلدی اسے پکارو۔"

میں ہڑبڑا گیا تو ساریہ نے مجھے سمجھایا۔ "نہیں...... بالکل نہیں ڈرنا۔ بس تم حوصلہ رکھو اور دیکھو میں اب کیا کرتی ہوں۔ بس یہ بات یاد رکھو جو میں کہوں وہ کرتے جاؤ۔" یہ کہتے ہی ساریہ نے انگڑائی لی اور اپنے سمٹے ہوئے وجود کو میرے اندر کھولنے لگی۔

یکا یک ملنگ ہذیانی انداز میں چلایا۔

"آ گئی...... میری ساریہ آ گئی۔"

وہ چاروں طرف اس کی بو سونگھنے کے لئے چکرانے لگا اور والہانہ انداز میں چلایا۔

"اور پڑھو...... عمل تیز پڑھو۔"

ساریہ پہلی بار کھلکھلا کر ہنسی تو میری پور پور پر مستی چھا گئی اور میری حالت اس خمار زدہ انسان جیسی ہو گئی جو نشہ میں ڈوب گیا ہوتا ہے۔

یونہی چند لمحے گزر گئے اور پھر ملنگ نے ساریہ کی بو کو پکڑ لیا۔ اس کا جنون اور ہذیان غصے میں بدل گیا اور چیخ کر بولا۔

"ساریہ باہر آ جاؤ...... تو نے اس کے بدن میں داخل ہو کر میرا اپمان کیا ہے۔ باہر نکلو، جلدی کرو۔ اس کمزور شخص کا بدن تیرے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ جلدی سے باہر آ جاؤ ورنہ میں اسے جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

یہ کہتے ہی ملنگ نے غضب کے عالم میں پاؤں زمین پر مارا تو قید خانے کے در و دیوار کانپ اٹھے۔

"اسے غضبناک ہونے دو میرے ہمدم۔" ساریہ نے کہا۔

"اسے طیش میں آنے دو۔ یاد رکھو جب بھی کوئی عامل طیش میں آ کر کوئی عمل کرتا ہے تو دھیانی میں کوئی راستہ چھوڑ دیتا ہے، جس کے ذریعے اس پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔"

ملنگ بے تحاشا غضبناک ہو رہا تھا اور میرے اندر بھی علوم کا آتش فشاں کروٹیں بدل رہا تھا

پھر اچانک ہی ملنگ نے اپنے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے جو اژدھے کی طرح لہراتے اور پھنکارتے ہوئے میرے گرد لپٹ گئے اور میں ایک جھٹکے کے ساتھ ملنگ کے سینے سا جا لگا۔ اسی لمحہ ساریہ نے اپنی طاقتوں کو میرے بدن میں آزاد کر دیا اور میں کسی بپھرے ہوئے آتش فشاں کی طرح بے تاب کروٹوں سے ملنگ کے سینے پر پھیل گیا اور ایسی فلک وارض کو لرزا دینے والی چیخ مار کر اس کے بازوؤں سے آزاد ہوا کہ اس کا حلقہ تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ گیا اور ملنگ زوردار جھٹکے سے اس طرح پیچھے گرا جس طرح بپھرا ہوا طغیانی والا پانی بند توڑ کر راستے کی ہر رکاوٹ کر پرے دھکیل دیتا ہے۔ ملنگ بڑے زوردار انداز میں قلابازیاں کھاتا ہوا پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا لیکن دوسرے ہی لمحے دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔

ساریہ بولی۔ "اب یہ شیطانی قوتوں کو پکارے گا۔ اس سے قبل کہ ان قوتوں کو بلائے تم پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے مارو۔"

میرے قریب ایک بھاری بھرکم پتھر پڑا تھا۔ میں اسے اٹھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا بلکہ اس پتھر کو کم و بیش دس آدمی بمشکل ہلا سکتے ہوں گے لیکن میرے اندر ساریہ کی قوتیں حلول کر چکی تھیں میں نے بلا جھجک پتھر اٹھایا اور چشم زدن میں ملنگ کی طرف پھینک دیا۔ ملنگ نے بھی فوراً حرکت کی اور جھٹ سے علم پڑھ کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور پتھر کو اس قدر زور سے مکا مارا کہ وہ کرچی کرچی ہو کر فضا میں بکھر گیا۔ اسی لمحہ ساریہ بولی۔ "دیکھنا اب یہ پاپی لالہ جیون پر حملہ نہ کر دے۔"

لیکن ملنگ نے لالہ جیون پر حملہ کرنے کی بجائے مجھ پر یلغار مرکوز رکھی۔ اس بار اس نے طاغوتی عمل سے آگ سلگائی اور دہکتے ہوئے کوئلے زمین پر بچھا دیئے۔ میں یکدم پیچھے ہٹا اور جا کر دیوار سے لگ گیا۔ ساریہ اس لمحہ مجھے خود پیچھے لائی تھی وہ بولی۔

"یہ پاپی میری توقع سے زیادہ تیز ہے۔" یہ کہہ کر ساریہ نے مجھے کہا۔ "میں تمہیں ایک عمل بتاتی ہوں۔ یہ پڑھ کر دہکتے ہوئے کوئلوں پر پھونک مارو۔"

اس نے مجھے عمل بتایا تو میں نے پڑھ کر کوئلوں پر پھونک ماری لیکن ایک عجیب صورتحال پیدا ہو گئی اور ساریہ نے میرے اندر زوردار چیخ ماری۔ میرا پورا بدن کھنک کر رہ گیا۔ ساریہ کو توقع تھی کہ اس پھونک کے عمل سے دہکتے ہوئے کوئلے بجھ جائیں گے لیکن پھونک مارتے ہی کوئلے بجھنے کی بجائے بھڑک اٹھے اور آگ یکا یک اتنی تیز اور بلند ہو گئی کہ مجھے اس میں سے دوسری طرف کی کوئی شے نظر نہ آئی۔

"لالہ جیون!" میں چیخ کر بولا لیکن مجھے اس کی آواز سنائی نہ دی۔

ساریہ نے سسکی بھری اور بولی۔ "ہاں تیرا لالہ جیون راکھ ہو گیا۔"

آگ تیز ہو رہی تھی اور اس کے شعلے اب مجھ پر جھپٹ رہے تھے۔ ''ساریہ آگ مجھے جلا دے گی۔'' میں چیخا۔

''میں جانتی ہوں میرے ہمدم۔'' وہ اچانک ہی بڑے تحمل سے بولی۔

''ملنگ کی اس آگ سے میرا بدن بھی تپ رہا ہے۔ اس لئے اب ذرا سوچ کر قدم اٹھانا ہو گا۔''

اسی اثنا میں مجھے آگ کے اندر ایک ہیولہ ابھرتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ بلاشبہ ملنگ ہی تھا جو انگڑائیاں لیتا ہوا آگ پر چلتا ہوا میری طرف بڑھ رہا تھا۔

ساریہ بولی۔ ''پاپی آ رہا ہے۔''

''ساریہ! یہ آگ میں کیسے زندہ ہے؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''اس سے پہلے بھی میں اسے آگ میں اس طرح دیکھ چکا ہوں۔''

''یہ آتشی علوم کا پروردہ ہے میرے ہمدم۔'' وہ بولی۔ ''آگ اس کی غذا ہے یہ اس میں نہا کر جوان و توانا ہو جاتا ہے۔ آگ اس کے علوم کو تازہ کر دیتی ہے۔ پاپی اب پہلے سے زیادہ توانا ہو گیا ہے۔'' اس بار میں نے محسوس کیا کہ ساریہ کے لہجے میں لرزش تھی۔

''تمہیں خوف آ رہا ہے ساریہ؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے اپنی نہیں تمہاری فکر ہے۔'' وہ بولی۔

''ساریہ تم میری فکر نہ کرو میں اب بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ ہامہ کو بلا لو۔''

''میرے ہمدم ...... میں اپنے باپ کو نہیں بلاؤں گی۔ کاش تم علوم پر دسترس حاصل کر چکے ہوتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔'' وہ حسرت ناک لہجے میں بولی۔

یکایک میں نے کہا۔ ''ساریہ میں ابھی پورا عامل تو نہیں بنا مگر مجھے جن علوم پر دسترس حاصل ہے اگر میں انہیں استعمال کروں تو کیا اس غضب سے بچ سکتا ہوں۔''

ساریہ کو ایک بار پہلے بھی میں موت کے منہ سے بچا چکا تھا وہ بولی۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم کام کر سکتے ہو لیکن اب دیر ہو چکی ہے۔ میرا عمل الٹا ہو گیا اور اب اس عمل سے ہی یہ آگ بھڑکی۔ جو ملنگ کو جلانے کی بجائے اس کی غذا بن گئی ہے۔''

''تم مایوسی کی باتیں نہ کرو۔ میں اپنے علوم کو آزماتا ہوں اور تم میری مدد کرو کیونکہ اس پا... کی وجہ سے میرے علوم پر بندش لگ چکی ہے۔''

''میں حاضر ہوں۔'' وہ بولی۔

''تم باہر آ جاؤ اور میرے گرد حصار قائم کر دو۔''

''میں آ جاتی ہوں لیکن ایک بات یاد رکھو جونہی میں باہر آئی یہ آگ مجھے جلا ڈالے گی کیونکہ دوسری بار جنم لینے کے بعد میں آگ کی حدت برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ آگ میری دشمن ہے حالانکہ جنات و دیگر ارواح کو آگ سے تقویت ملتی ہے لیکن میں اب آگ برداشت نہیں کر سکوں گی۔ کسی کمزور کیڑے مکوڑے کی طرح مر جاؤں گی۔''

میں نے کہا۔ ''ساریہ اب زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں رہا۔ ملنگ میرے سر پر پہنچ رہا ہے تم اب دم سادھے میرے اندر بیٹھی رہو۔''

ملنگ واقعی آگ میں نہا کر جواں اور غضبناک ہو گیا تھا۔ اس کا بدن نارنجی شعلوں میں سونے کی مانند چمک رہا تھا اور جٹائیں یوں لہرا رہی تھیں جیسے ہوا کے دوش پر پتے اور شاخیں لہراتی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنا چغہ اتار دیا اور اس کا سنہرا بدن آگ کی لپٹوں میں مزید دہکنے لگا۔ آگ مجھ سے ایک فٹ کے فاصلہ پر تھی اور موت بڑی تیزی سے دستک دے رہی تھی۔ میں نے ٹھنڈی اور پرسکون سانس لی اور اپنے حواس کو مجتمع کرنے لگا پھر یکسوئی حاصل کرنے لگا۔ میں نے ایک مختصر عمل پڑھا اور اپنے اوپر پھونک ماری۔ خوش قسمتی سے عمل کارگر رہا۔ علوم کی بندشیں ٹوٹ گئی تھیں اور مجھے جو خدشہ لاحق ہوا تھا اب زائل ہو گیا تھا۔

میں نے ملنگ کی جانب دیکھا جو ہنوز آگ میں نہا رہا تھا اور ایک طرح سے ماحول سے بے پرواہ ہو گیا تھا یا پھر یہ اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی تھی کہ اس نے ہماری پرواہ نہیں کی۔

میں اس دوران مختصر جگہ پر حصار قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی آگ مجھ سے پرے ہٹ گئی۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ایک زوردار عمل پڑھنے میں مگن ہو گیا۔ یہ عمل برسوں کا آزمودہ تھا۔ ساریہ کو جھٹ سے معلوم ہو گیا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ اس کی خوشی اور طمانیت سے میرے اندر فرحت کا احساس گھل گیا۔ میں جلدی جلدی عمل پڑھنے لگا اور پھر جب عمل پڑھ چکا تو ساریہ سے کہا۔

''ساریہ اپنی قوتوں سمیت میرے حصار میں آ کر حاضر ہو جاؤ اور جب کہوں اس آگ پر پھونک مار دینا۔''

ساریہ حصار میں یوں حاضر ہوئی کہ اسے میرے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونا پڑا۔ اس کی خوشبوؤں سے میرا ذہن مہک اٹھا لیکن یہ وقت اس سے لطف اٹھانے کا نہیں تھا۔ میں نے ساریہ سے کہا۔ ''جونہی میں پھونک ماروں تم ملنگ کی جانب منہ کر کے پھونک مار دو۔''

میں نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ ہی ساریہ نے بھی اس زور سے پھونک ماری کہ آناً فاناً میرے گرد تیز اور سرد ہوائیں چلنے لگیں ان کا دباؤ اور رخ ملنگ کی طرف ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ

ملنگ عجیب انداز میں انگڑائی لے کر کسی چھلاوے کی مانند اپنی جگہ سے غائب ہو گیا تھا۔

ساریہ اسی دم چیخی۔ ''وہ بھاگا...... اسے پکڑو۔''

''میں اسے اب پکڑ نہیں سکتا۔'' میں نے لاچارگی ظاہر کی۔ ''مجھ میں ابھی اتنی طاقت نہیں ہے کہ اس کا پیچھا کر سکوں۔ ہاں اگر تم...... مگر نہیں...... تم اس کے پیچھے نہیں جاؤ گی۔''

لیکن ساریہ بات پکڑ کر بولی۔ ''میں اس کا تعاقب کرتی ہوں۔''

''نہیں ساریہ۔'' میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ روئی کے گالوں کی طرح نرم و نازک کلائی۔ وجود لطیف میں ڈھلی جن زادی میری زوردار گرفت میں مچل گئی اور بولی۔ ''مجھے اس کا پیچھا کرنے دو۔ جب تک یہ زندہ رہے گا' ہمارا پیچھا کرتا رہے گا۔''

''ساریہ ہوش میں آؤ۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ ملنگ کی طاقتوں نے تمہیں پریشان کر دیا تھا۔ میں تمہیں اس کے پیچھے نہیں جانے دوں گا۔'' میں نے قدرے غصے میں کہا اور گرفت پہلے سے بھی زیادہ سخت کر دی تو وہ غضب کی ناری یکدم پگھل گئی اور ہنس کر بولی۔

''میری کلائی تو چھوڑو...... اسے توڑ نہ دینا۔''

حصار سے باہر آگ برفانی طوفان نے بجھا دی تھی مگر حصار کے اندر میرا وجود سلگنے لگا۔ ساریہ کی آنکھیں عجیب سے خمار سے بھر گئی تھیں۔ میں یکایک ہوش میں آ گیا اور کہیں دور سے لالہ جیون کی سرگوشی ابھری۔ ''مجھے ایک عورت نے تباہ کر دیا اور مجھ سے میرے نورانی علوم کا لبادہ چھین لیا گیا۔''

میں نے ساریہ کو پیچھے ہٹایا تو وہ منہ بسور کر بولی۔ ''کیا ہوا ہے۔ مجھے دھکا کیوں دیا ہے؟''

''اس لئے کہ تم عورت بن گئی ہو۔'' میں عورت کی فطرت سے آگاہ نہیں تھا مگر ایک مرد ہونے کی حیثیت میں اس کے احساسات سے بخوبی آگاہ تھا۔ مگر مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ ایک جن زادی کسی آدم زاد عورت سے بھی کم نہیں ہوتی۔ وہ جب اپنے محبوب کے قریب ہوتی ہے تو نتائج سے بے پرواہ بھی ہو جاتی ہے۔

''تم جانتی ہو کہ ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں؟'' میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

یہ کہہ کر میں حصار سے باہر آیا۔ ملنگ کا عقوبت خانہ جو آگ سے دہک رہا تھا اب وہاں سر بے تحاشا بڑھ گئی تھی۔ میں اس جانب دیکھنے لگا جہاں لالہ جیون کھڑا تھا۔ قید خانے میں ہلکی ہلکی ر جاگ رہی تھی۔ لالہ جیون مجھے نظر نہ آیا۔ میرے دل کو یقین ہو گیا کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور میں سسک کر بولا۔

''ساریہ...... کیا لالہ مر گیا ہے؟''

ساریہ نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور بولی۔ ''اللہ نے اسے اپنے پاس بلا لیا ہے۔''

''بیچارے نے بڑی مشکلات برداشت کی ہیں۔'' میں تڑپ کر بولا۔ ''میں اس پاپی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا ساریہ!''

لالہ جیون کی ہڈیاں بھی جل کر راکھ ہو گئی تھیں۔ میں نے اس کی راکھ کو کپڑے میں باندھ لیا اور پھر کچھ ہی دیر بعد ساریہ مجھے عقوبت خانے کا طلسم توڑ کر باہر لے آئی۔ میرے سامنے لق و دق صحرا پھیلا ہوا تھا اور سورج ہمارے سروں پر گرمی برسا رہا تھا۔ روشنی میں آتے ہی ساریہ ایک بار پھر میرے اندر حلول کر گئی تو میری حالت ایک دم بگڑ گئی۔ مجھے زوردار ابکائی آئی اور لگا کسی نے میرا دل اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا ہے۔ یہ دیکھ کر ساریہ میرے اندر گنگنائی تو میں اس کی شرارت سمجھ گیا۔ میں سخت انداز میں بولا۔

''ساریہ باہر نکل آؤ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔''

مجھ پر لالہ جیون کی موت کی سوگواری بھی تھی اور ملنگ کے زندہ بچ کر نکلنے کی جھنجلاہٹ بھی اور اوپر سے ساریہ متواتر غیر سنجیدہ ہو رہی تھی۔ وہ میری سرزنش کو خاطر میں نہ لائی اور میرے اندر گدگدی پیدا کرنے لگی جس سے میرا جی گھبرانے لگا۔ وہ آخر تھی تو جن زادی۔ اپنے طور پر شرارت کر رہی تھی اور اپنی محبوبیت کے ناز و انداز سے محظوظ ہو رہی تھی لیکن میں تھا ایک آدم زاد جو اس کے آتشی وجود کو زیادہ دیر تک اپنے اندر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ مزید شرارتوں میں لگی رہتی تو مجھے ہارٹ اٹیک بھی ہو سکتا تھا۔ میں گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

''ساریہ خدا کے لئے باہر آ جاؤ میرا دل کٹ رہا ہے۔''

''برسوں بعد تو مجھے تمہارے بدن کے اندر مسکن بنانے کا موقع ملا ہے۔ میری روح تمہاری روح سے گھل مل کر بے پناہ خوش ہو رہی ہے۔'' وہ خوشی سے چہکنے لگی تو میں یک لخت نیچے گر گیا اور مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میری حالت دیکھ کر ساریہ ہوش میں آ گئی اور بولی۔

''مجھے معاف کر دو میرے ہمدم۔ میں برسوں سے تمہاری چاہتوں کے گرداب میں غرق ہونا چاہ رہی تھی۔ آج جب تمہاری رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی ہوں تو خوشی سے اپنا آپ سنبھالے سے نہیں سنبھل رہا۔''

وہ آدم زاد عورت کے روپ میں حاضر ہو گئی۔ اس کے خدوخال خاکستری تھے۔ زلفیں دراز اور قامت کشیدہ تھی۔ نسوانیت کا مرقع نظر آ رہی تھی لیکن میں ریت پر بے حس و حرکت پڑا اسے دیکھتا رہا۔ مجھ پر نقاہت طاری ہو گئی تھی۔ میں آہستہ سے بولا۔

''ساریہ تمہاری دل لگی نے مجھے مار دیا ہے۔ آئندہ ایسی غلطی ہرگز نہ کرنا۔'' مجھے پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ ساریہ نے محسوس کیا اور جھٹ سے پانی بھرا ایک کوزہ لے آئی اور نیچے بیٹھ کر اپنے ہاتھوں

سے اس نے پانی پلایا۔ کچھ دیر بعد میرے حواس مجتمع ہوئے اور میں نے لالہ جیون کی راکھ ایک قبر ک کر اس میں دفن کر دی اور کچھ دیر تک اس کے لئے دعا کرتا رہا۔

لالہ جیون کی موت کا مجھے گہرا صدمہ ہوا تھا۔ اس ویرانے اور لاچارگی کے عالم میں اگر ساتھ میرے لئے غنیمت ہوتا لیکن تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اگرچہ وہ اس وقت علوم کی بندش دور سے گزر رہا تھا لیکن ریاضت اور گناہوں کا کفارہ ادا کر کے وہ دوبارہ قوتیں حاصل کر سکتا تھا تقدیر نے اسے کوئی مہلت نہ دی تھی وہ بے چارہ بے بسی کی موت مر گیا۔

ساریہ کو کڑی دھوپ کے نیزے تنگ کر رہے تھے۔ ریت کے ذرے دھوپ کی حدت جل رہے تھے۔ بے تحاشا گرمی اور تپش کے باعث میرے پاؤں جل رہے تھے۔ ساریہ کی حالت ہو رہی تھی۔ اس کا آتشی بدن پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اذیت کے تاثرات رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے اس کا تر و تازہ چہرہ میری نظروں میں گھوم گیا اور میں سوچنے لگا کہ جن زادی اب کیا ہو رہا ہے۔ پھر مجھے سمجھ آ گئی۔ میں نے اسے کہا۔

''ساریہ اب تم چلی جاؤ ورنہ دھوپ تجھے جلا ڈالے گی۔''

وہ پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ''میں جانا نہیں چاہتی۔ میں تیرے ساتھ ساتھ چلوں مگر......''

''اگر مگر چھوڑ دو۔ تم کہہ چکی ہو کہ آگ تمہیں جلا ڈالتی ہے۔ یہ دھوپ تو جہنم کی آگ کا سا مظاہرہ ہے۔ اس لئے تم ابھی چلی جاؤ۔ شام ڈھلتے ہی آ جانا۔''

''میرے، ہم راز، میرے ہمساز۔'' وہ فکرمند لہجے میں بولی تو یوں لگا جیسے وہ برسوں کی بیمار ''یہاں چپے چپے پر تمہارے لئے جال پھیلا دیا گیا ہے۔ میں تمہیں تنہا چھوڑ کر اس لئے نہیں چاہتی کہیں طاغوتی طاقتیں تمہیں مار نہ ڈالیں۔''

''زندگی اور موت میرے سوہنے رب کے اختیار میں ہے ساریہ۔'' میں نے حوصلے کے سا کہا۔ ''جس رب ذوالجلال نے آج تک شیطانی قوتوں سے میری زندگی کو محفوظ رکھا ہے وہ مجھے ا بھی محفوظ و مامون فرمائے گا۔ لہٰذا تم میری فکر نہ کرو اور اپنی زندگی جو تم نے بڑی مشکل سے حاصل ہے اس کی حفاظت کرو۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے۔ زندہ رہے تو آج بچھڑے پھر دوبارہ مل گے۔''

ساریہ نے غمناک، حسرت ناک اور فسوں کار نظروں سے مجھے یوں دیکھا جیسے اسے گمان کہ اب کے بعد ہماری ملاقات کبھی نہ ہو گی۔

''ساریہ تم مایوس کیوں ہو جاتی ہو۔ تم اگر اس یقین کے ساتھ جاؤ گی تو انشاء اللہ ہماری ملاقات دوبارہ ہو گی۔''

میں نے دیکھا کہ اس کے روشن چہرے کے خدوخال اب بگڑ رہے تھے۔ میں نے جلدی سے کہا۔ ''ساریہ خدا کے لئے جلدی چلی جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ دھوپ کی شدت میں تمہارا یہ بدن پگھل گیا تو میرا حال خراب ہو جائے گا۔ میں تمہارا اصل روپ نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں تمہارا یہ دلفریب حسن اور روپ ایک بہکاوا ہے۔ اس کے باوجود مجھ سے تمہارا اصل روپ نہیں دیکھا جائے گا۔ اس جہنم زار نے اگر تم سے خاکی بدن چھین لیا تو ساریہ قیامت آ جائے گی۔ خدا کے لئے جلدی چلی جاؤ۔''

اسی اثناء میں مجھے دور سے ریت کا ایک بگولا سا اٹھتا ہوا محسوس ہوا اور اسی لمحہ ساریہ نے چیخ ماری وہ چلائی۔ ''اوہ میرے خدا اسے شیطان کی پناہ سے محفوظ رکھنا۔''

''یہ کون آ رہا ہے؟'' میں نے بگولے کی جانب دیکھا جو تیزی سے میری جانب بڑھ رہا تھا۔

''ملنگ ہی لگتا ہے۔'' ساریہ چیخی۔

''خدا کے لئے تم میرا ہاتھ پکڑ لو میں تجھے اس کی دستبرد سے دور لے جاتی ہوں۔''

''ساریہ تم اپنی جان بچاؤ کیونکہ تم کمزور ہو چکی ہو۔ میں اپنی حفاظت کر لوں گا۔''

ساریہ نے میرے کہنے کے باوجود میری کلائی پکڑ لی۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے دہکتی ہوئی سلاخ میری کلائی پر رکھ دی ہو۔ میں نے جھٹ سے کلائی کھینچی اور اسی لمحہ میری نظر ساریہ کے ہاتھوں پر پڑی جو خاکی پیرہن سے آزاد ہو کر جن زادی کے اصل آتشی روپ میں ڈھل رہے تھے۔ اس کے سیاہ استخوانی اور ناخنوں سے تہی ہاتھ دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔ غنیمت ہوا کہ میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور اسی لمحہ وہ فضا میں غائب ہو گئی۔ جاتے جاتے مجھے اس کی حسرت ناک آہ سنائی دی جس میں بے بسی کی تڑپ نمایاں تھی۔

بگولا میرے قریب آ چکا تھا۔ میں نے جلدی سے اپنے گرد حصار قائم کر لیا اور کچھ وظائف پڑھ کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ بگولا حصار کی غیر مرئی دیواروں کے ساتھ ایک زوردار دھماکے سے آ ٹکرایا اور اس سے چنگاریاں سی پھوٹ نکلی تھیں۔ یہ منظر بالکل ایسا تھا جیسے لوہے آپس میں ٹکراتے ہیں تو ان سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ بگولے کا رنگ سیاہ تھا۔ اس نے تیزی سے حصار کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حصار کے ارد گرد زلزلے سے آ رہے تھے لیکن شیطانی بگولا حصار کو ہلا بھی نہ سکا۔ اسی لمحے بگولے کے سیاہ غبار سے ملنگ نمودار ہوا۔ اس کے بال بگولے میں زہریلے سانپوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ اس کا چہرہ غضب سے جھلس گیا تھا اور آنکھوں سے نفرت کا طوفان بہہ رہا تھا۔ وہ دھاڑا۔

''کب تک حصاروں کے قلعے باندھ کر مجھ سے بچتے رہو گے۔ میں تمہیں ایک روز تمہارے

انہی قلعوں میں دفن کردوں گا۔''

''ملنگ...... تو شیطان ہے۔ تیری قوت میں اتنی جان نہیں کہ تو میرے حصار کو توڑ سکے۔ شیطان کی ہر قوت کمزور ہوتی ہے ملنگ اور تو اس کا غلام ہے۔ میرے اللہ نے چاہا تو ایک روز میں تیری موت کا سامان بن جاؤں گا۔''

ملنگ ہذیانی انداز میں چلایا۔ ''تو مجھے نہیں مار سکتا۔ اگر تو نے مجھے مار بھی دیا تو میں دوسرا جنم لے لوں گا اور تیری موت تک تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔''

''کسی انسان کو دوسری زندگی نہیں ملتی ملنگ۔'' میں نے کہا۔ ''تیرا عقیدہ جھوٹا ہے۔ شیطان تجھے بہکا چکا ہے۔ اس نے تیرے دل اور آنکھوں پر غفلت کی مہر لگا دی ہے۔ اس کی طاقت تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے ملنگ...... اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے اور شیطان کی غلامی کے جال کو توڑ کر باہر آ جا۔''

''خاموش ہو جا بد بخت انسان۔ تو مجھے اب بھی انسان کہہ رہا ہے۔ میں نے کب کا اپنے اندر کا انسان مار دیا ہے۔ تو اب کس انسان کی بات کر رہا ہے۔ اس انسان کی' جسے شیطان کے آگے بے بس و مقہور بنا کر پھینک دیا گیا ہے۔ انسان کی حیثیت اس طاقت کے مقابلے میں ہے ہی کیا؟''

''انسان اپنی طاقت سے شیطانی قوتوں پر قادر آ سکتا ہے۔ انسان کائنات کی ہر شے اور مخلوق سے زیادہ طاقتور ہے۔ پس اگر اس کی کمزوری کی کوئی وجہ ہے تو وہ اس کی غفلت ہے۔ وہ اپنی لازوال طاقتوں کے راز تک نہیں پہنچ پاتا۔''

مجھے نصیحتیں نہ کرو پاپی انسان!'' ملنگ چیخا اور غصے میں اپنے بال نوچنے لگا۔ اس نے جھٹکے سے اپنے بال اکھیڑے اور انہیں آگ لگا کر بگولے میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی بگولے میں سانپوں کی پھنکاریں سنائی دینے لگیں۔

وہ قہقہہ مار کر بولا۔ ''کیا ایک انسان اپنے علم کے زور پر یہ کام کر سکتا ہے؟''

''انسان ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ یہ شعبدے اور طلسمات سب شیطان کے کھیل ہیں۔ یہ بہکاوے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو تیرے ان سانپوں کو تیرا دشمن بنا سکتا ہوں۔''

یونہی کافی دیر گزر گئی تو میں نے محسوس کیا کہ ملنگ مجھے اپنی باتوں میں لگا کر مجھے جذباتی کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ شیطان کا چیلا تھا اور مکروفریب اس کی گھٹی میں پڑا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں حصار میں رہ کر کوئی ایسی حرکت کروں جس کے بعد میرا حصار کمزور ہو جائے اور وہ مجھ پر اپنا غضب ڈھاتا۔ میں جونہی اس کے مقصد سے آگاہ ہوا' میں نے ایک زوردار حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ایک عمل پڑھا پھر نیچے سے ریت اٹھائی اور اسے آسمان کی طرف اچھال دیا۔ آناً فاناً ریت بگولے کے

اوپر طوفان بن کر برسی۔ ملنگ نے دیکھا کہ میں اس پر جوابی حملے کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں تو مصلحتاً ایک بار پھر غائب ہو گیا۔ البتہ میں کافی دیر تک حصار میں ہی بیٹھا رہا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ میں حصار میں کتنی دیر تک بیٹھا رہ سکتا تھا۔ میں جو وظیفہ پڑھنا چاہ رہا تھا اس کے لئے مجھے چھ گھنٹے تک دم سادھ کر ایک ہی جگہ چوکی لگانا تھی۔ چوکی لگانے کے لیے اور پڑھائی کے لئے کچھ سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ میری زندگی کا ایک عجیب وغریب تجربہ تھا۔ اس سے قبل میں نے اس طرح چوکی نہیں لگائی تھی۔ چوکی اس عمل کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی عامل وظیفہ یا چلہ کرنے کے لئے ایک مخصوص وقت میں کسی خاص جگہ پر بیٹھتا ہے۔ میں نے خدا کا نام لیا اور مجھے جو وظائف آتے تھے انہی سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ میں حصار سے باہر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ میں نے ضروری اہتمام اسی حصار میں بیٹھ کے کر لیا اور دنیا مافیہا سے لاتعلق ہو کر چوکی لگانے لگا۔ شروع میں مجھے طاغوتی مخلوق نے بہت تنگ کیا اور میری ہر بار یکسوئی کو متاثر کرنے کی لئے ڈراوے اور بہکاوے دیتی رہی لیکن میں نے ایک بار بھی آنکھیں نہیں کھولیں اور اپنے کام میں مستغرق رہا۔ یونہی گھنٹوں بیت گئے اور میرا چلہ پورا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے اندر توانائی اور اعتماد کی شورش محسوس ہوئی اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔

گرمی کم ہو چکی تھی اور سورج اندھیروں میں اتر رہا تھا۔ میں نے اللہ کا نام لیا اور حصار سے باہر آ گیا۔ دور دور تک کسی آبادی کے نشان دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ سورج غروب ہونے میں ابھی کافی وقت تھا۔ میں نے سوچا کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے اس دوران ساریہ بھی آ جائے گی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ شام ہوتے ہی لوٹ آئے گی۔ آرام کرنے کے لئے مجھے کوئی درخت دکھائی نہ دیا۔ مجھے تھکاوٹ اور بھوک بھی اب تنگ کرنے لگی تھی اور پیاس بھی عود آئی تھی۔ میرے چاروں طرف موت کا صحرا پھیلا ہوا تھا اور مجھے آرام اور بھوک کی خاطر کوئی سہارا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ طاغوتی صحراؤں کی دنیا سے آشنا ہو چکا تھا۔ مجھے کوئی امید نہیں تھی۔ بالآخر میں نے طے کیا کہ مجھے ریت پر بیٹھ کر ہی آرام کر لینا چاہئے۔ میرے پاس چادر تھی۔ میں نے چادر نیچے بچھائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ لالہ جیون کی قبر کے پاس بیٹھ کر آرام کرنا چاہئے تاکہ اس کی روح کے ایصال کے لئے دعا بھی کر سکوں۔ یہ سوچ کر میں نے اس طرف نظر دوڑائی تو یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ جس جگہ میں نے قبر کھودی تھی وہ جگہ کھلی پڑی ہے۔ میں تیزی سے اس طرف گیا اور یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ پوٹلی غائب ہو چکی تھی جس میں لالہ جیون کی راکھ باندھ کر دفن کی تھی۔ میرے بدن میں سنسناہٹ دوڑنے لگی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کون یہ حرکت کر سکتا ہے؟'' میں نے فکر سے سوچا۔ اگر اس وقت میرے

پاس علوم کی زیادہ طاقت ہوتی تو میں اپنے کسی موکل کو طلب کر کے یہ پوچھ سکتا تھا مگر ابھی مجھے موکل کے حاضرات پر قدرت حاصل نہیں تھی۔ میں اسی شش و پنج میں مبتلا ہو کر بیٹھا رہا۔ شام کے پردے بڑھ رہے تھے اور آسمان کی روشنیاں بجھ رہی تھیں۔ موسم میں قدرے ٹھنڈک کا احساس گھلنے لگا۔ مجھے اب ساریہ کا انتظار تھا۔

ایک آدھ گھنٹے بعد ساریہ آ گئی۔ اس کا حسن اور روپ دوبارہ جوان ہو گیا تھا۔ چہرے سے شادابی چھلک رہی تھی لیکن مجھے غمزدہ دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔ میں نے اسے اپنی پریشانی کا سبب بتایا تو وہ چلائی۔ ''ملنگ کی شرارت ہے۔''

''ملنگ...... لیکن وہ راکھ کا کیا کرے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''تم نہیں جانتے کہ انسانی راکھ کس کام آتی ہے؟'' ساریہ نے عجیب تاثر سے کہا۔

میرے ذہن کو جھٹکا لگا۔ ''نہیں'' میں وجہ جان گیا تھا۔

''ہاں...... وہ اس مقصد کے لئے راکھ لے گیا ہے۔'' ساریہ بولی۔

''میرے اللہ میری مدد فرما اور مجھے اس شیطان صفت انسان کو مارنے کی ہمت و وسیلہ عطا فرما'' میں نے ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے۔

عملیات کی گھناؤنی دنیا میں انسانی راکھ بہت سے شیطانی کاموں اور چلوں میں استعمال ہوتی ہے۔ اس سے مسان بنائے جاتے ہیں۔ مسان وہ عمل کہلاتا ہے جس میں انسانی راکھ پر شیطانی عمل کر کے جب کسی کو کھلا دیا جاتا ہے تو وہ انسان راکھ کے جادوئی زہر کا شکار ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے جس میں وہ راکھ والا انسان مبتلا ہو کر مرا ہوتا ہے۔ ہند و پاک میں ہی نہیں پوری دنیا میں جہاں جہاں شیطانی کالے علوم کی دنیا آباد ہے وہاں مسان تیار کرنے کا عمل ہوتا ہے۔ میں نے یہ سن رکھا تھا کہ سندھ میں مقیم کالے عامل اس کام میں بے حد ماہر ہیں اور انسانی راکھ حاصل کرنے کے لئے وہ ہندوؤں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ میں جب بابا لالی سے ملنے کے لئے حیدر آباد گیا تھا تو اس وقت یہ بات بھی میرے پیش نظر تھی۔ میری خواہش تھی کہ میں اس شیطانی کام کے خلاف جہاد کروں لیکن مجھے پے در پے حادثات نے اتنا بے بس کر دیا تھا کہ میں ابھی تک مدافعانہ زندگی گزار رہا تھا۔ ساریہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کے سامنے اس بات کا عہد کیا اور اس سے عہد لیا کہ ہم دونوں ایسے شیطان کے آلہ کار انسانوں کے خلاف جہاد کریں گے جو انسانیت کی تحقیر کر رہے ہیں۔

میں ساریہ کی رہنمائی میں چل پڑا۔ اندھیرا ہر سو پھیل گیا۔ یہ اندھیری راتوں کے دن تھے۔ ساریہ مشل قندیل بن کر میرے ساتھ چل رہی تھی۔ ایک جگہ رکے تو ساریہ میرے لئے کھانے پینے کا سامان لے آئی۔ میں نے ضرورت کے مطابق کھانا کھایا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ ساریہ نے پوچھا۔

''کھانے سے ہاتھ کیوں روک لیا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''بس بھوک کے مطابق کھا لیا ہے۔'' میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ میں چلہ کاٹ چکا ہوں۔ چلہ کاٹنے والے پر لازم ہوتا ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے۔ صرف بھوک مٹانے پر ہی اکتفا کرے۔ میں ساریہ پر اپنی مخفی قوتوں کو زیادہ آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بھی ایک مصلحت تھی۔ ہم نے دوبارہ سفر شروع کرنا چاہا تو مجھے بے حد تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ ساریہ نے مجھے کہا۔ ''اگر تم میرا ہاتھ تھام لو تو میں تمہیں صحرا کے پار پہنچا سکتی ہوں اور اگر چاہوں تو تمہیں لاہور میں تمہارے گھر پہنچا سکتی ہوں۔''

ساریہ کی پیشکش بری نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ ساریہ مجھے اپنے آنچل میں چھپا کر کہیں بھی لے جا سکتی ہے لیکن اب میرے ارادے بدل گئے تھے۔ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں رہی تھی۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب تک ملنگ اور اس جیسے شیطانوں سے سندھ کی سرزمین کو پاک نہیں کر دوں گا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ لہٰذا میں نے ساریہ کی پیشکش کو رد کر دیا اور کہا۔

''ساریہ مجھے ملنگ کو تلاش کرنا ہے۔ اس لئے میں اسے یہاں ڈھونڈتا ہوا مسافتیں طے کروں گا۔''

•

ساریہ میرے عزائم جان گئی۔ وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس دوران ہمارا سفر جاری رہا۔ تھکے بدن اور نڈھال قدموں میں اس وقت توانائی محسوس ہونے لگی جب ساریہ نے مجھے اپنی باتوں کے سحر میں جکڑا کہ مسافتوں کا ہوش رہا نہ وقت کے سرکنے کا۔ بس مجھے اتنا یاد ہے کہ میں اس کی دلنشیں باتوں میں گم ہو کر بہت دور نکل آیا تھا۔ اس دوران ہمیں کسی قسم کی شیطانی مخلوق نے تنگ نہ کیا۔ ایک ٹیلہ عبور کرتے ہی مجھے دور ٹمٹماتی روشنیاں دکھائی دیں۔ ساریہ نے بتایا کہ یہ اس علاقے کے وڈیرے میر بخش چانڈیو کی حویلی کی روشنیاں ہیں۔ حویلی صحرا کے اختتام پر تھی۔ اس کے گرد وڈیرے کی فصلیں اور کھجور کے باغات تھے۔ باغات سے آگے جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ یہ جنگل گھنا اور خوفناک تھا اور اس میں ڈاکوؤں کی پناہ گاہیں تھیں۔ جنگل سرحد کے اس پار تک پہنچا ہوا تھا۔ ساریہ نے مجھے کہا۔

''میر بخش چانڈیو بے حد ظالم انسان ہے۔ البتہ عاملوں اور پنڈتوں کی بے پناہ عزت کرتا ہے۔'' ساریہ نے مجھے اس کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔

''ساریہ میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں اگر میر بخش چانڈیو کی حویلی میں پناہ حاصل کر لوں تو یہاں رہ کر شیطانی قوتوں کے مقابلہ کی تیاری کر سکتا ہوں۔''

''ملنگ اور اس جیسے بہت سے پاپی بھی اس کی حویلی میں آتے ہیں۔'' ساریہ نے انکشاف

کیا۔'' وڈیرہ شیطانی لذتوں کا رسیا ہے۔ اس لئے وہ گھناؤنے اور مکروہ کام کرنے والے عاملوں کو اپنے ہاں بلا کر ان کی دعوتیں کرتا ہے۔ تمہارا وہاں رہنا خطرناک ہوگا۔''

''خطرات اب میرے لئے نئی بات نہیں ہیں۔ میں فی الحال میر بخش چانڈیو کی حویلی میں ہی قیام کروں گا۔'' میں نے بہت کچھ سوچ لیا تھا کہ مجھے آئندہ کیا کرنا ہے۔ ساریہ نے میری بات مان لی اور میرے ساتھ حویلی کی جانب بڑھنے لگی۔ ہم حویلی سے آدھ میل کے فاصلے پر ہوں گے کہ یکایک بہت سے کتے بھونکتے ہوئے ہماری طرف بڑھنے لگے۔ ساریہ بولی۔

''کتوں نے میری بو سونگھ لی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کتوں کے علاوہ اور بہت سے جانوروں کو مخفی اور ہوائی مخلوق کو دیکھنے کی صلاحیت دی ہے۔ کتے بھونکتے ہوئے ہماری طرف بڑھ رہے تھے اور ساریہ بے چین و بے قرار ہو رہی تھی کہنے لگی۔

''کتوں کے اس طرح بھونکنے سے وڈیرے کے ملازم بندوقیں اور کلہاڑیاں اٹھا کر آ جائیں گے۔''

''ان سے میں نبٹ لوں گا۔ فی الحال تم مجھے ان کتوں کے عتاب سے بچاؤ۔''

''یہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں چلی جاؤں۔ لیکن اب کتے تمہیں بھی دیکھ چکے ہیں لہٰذا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ درجن بھر خونخوار کتے میری طرف بڑھے تو ساریہ نے نہ جانے کیا عمل کیا کہ کتے یکدم زمین لوٹ پوٹ ہو گئے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

''کیا کر دیا ہے تو نے؟'' میں نے ساریہ سے پوچھا۔

''اگر انہیں نہ مارتی تو تمہیں کھا جاتے۔''

''لیکن اب اس کا مالک مجھے کچھ پوچھے بغیر ہی مار ڈالے گا۔''

میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم نے بلاوجہ میرا کھیل بگاڑ دیا۔''

''تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر کتے تم پر حملہ کرتے تو تم بچ جاتے؟''

''ہاں میرے پاس ایک خاص تدبیر ایسی ہے کہ کتوں کے کاٹنے سے محفوظ رہ سکتا تھا۔'' میں نے اسے بتایا تو وہ بولی۔

''چلو پھر کبھی اس عمل کو آزما لینا۔''

کتے بے بسی سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور اس کے ساتھ ہی اندھیرے میں بہت سی روشنیاں ہماری طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دیں۔ یہ حویلی کے محافظ تھے جو شور مچاتے ہوئے آ رہے تھے اور م

ہر طرح کی صورتحال سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔

ڈیرے کے محافظ جب ہمارے پاس پہنچے تو ساریہ نظروں سے غائب ہو گئی۔ انہوں نے اپنے کتوں کو مردہ حالت میں دیکھا تو وہ خود باؤلے ہو گئے اور مجھے لاٹھیوں اور بندوقوں کے حصار میں لے کر چلانے لگے۔ انہیں کتوں کے مرنے کا دکھ تھا۔ ان میں سے ایک لمبا تڑنگا اور بھاری بھرکم مونچھوں اور جسم والا محافظ جوان کا سردار دکھائی دیتا تھا آگے بڑھا اور کسی زخمی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا بولا۔

''تم نے وڈیرہ سائیں کے کتوں کو مار کر اچھا نہیں کیا۔''

''میں نے انہیں نہیں مارا۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر اور کس نے مارا ہے...... کوئی جن انہیں مار گیا ہے؟'' وہ چاروں طرف نظریں دوڑا کر مجھے گھورنے لگا۔

''شاید کسی جن نے انہیں مارا ہو لیکن یہ سچ ہے کہ میں نے وڈیرے کے کتوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔''

''تو پھر یہ کیسے مر گئے ہیں؟''...... وہ مردہ کتوں کو دیکھ کر بولا۔ ''تو نے انہیں کچھ کھلا دیا ہوگا۔''

لیکن میں انہیں برابر انکار کرتا رہا۔ پھر وہ میری شناخت پوچھنے لگے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں لاہور سے آیا تھا مگر اپنی منزل بھول کر ادھر آ نکلا ہوں۔ اس نے میری بات سن کر قہقہہ لگایا انہیں میری بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے دیکھ لیا کہ وہ میری باتوں پر یقین نہیں کر رہے تھے اور ان کے عزائم بھی خطرناک تھے۔ انہوں نے پھر اچانک مجھے لاٹھیوں سے مارنا شروع کر دیا۔ اسی لمحہ مجھے ساریہ کی جھلک بھی دکھائی دی۔ وہ ان کے عقب میں خونخوار درندے کی طرح انہیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اشارے سے اسے سمجھا دیا کہ وہ اپنا آپ ظاہر نہ کرے اور نہ ہی انہیں مارے۔

میں جسمانی طور پر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ دو تین لاٹھیاں کھاتے ہی میرا بدن ٹوٹ پھوٹ گیا اور میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ البتہ میرا ایک احساس جاگ رہا تھا کہ انہوں نے بڑی بے دردی کے ساتھ مجھے گھسیٹتے ہوئے حویلی پہنچا دیا تھا اور پھر مجھے ایک عقوبت خانے میں پھینک دیا گیا۔ جاتے جاتے ان میں سے کسی نے کہا تھا۔

''صبح وڈیرہ سائیں جاگیں تو اسے پیش کریں گے۔'' میرا دماغ سن ہو چکا تھا اور بدن دکھ رہا تھا۔ مجھے جس عقوبت خانے میں پھینکا گیا وہاں سے جانوروں کی گندگی کی بو آ رہی تھی۔ لگتا تھا یہاں گھوڑے اور بھینس باندھی جاتی ہیں۔ میری طبیعت بے حد خراب ہو رہی تھی اور رات کے کچھ ہی پہر میں میری آنکھ دو طرح کی باتوں سے کھل گئی۔ اس وقت مجھے ایک احساس یہ ہوا کہ کوئی نرم و نازک اور

بادلوں جیسا وجود میرے بدن پر سیال انڈیل کر مالش کر رہا ہے اور دوسرا شور جانوروں کا تھا جو یکا یک چنگاڑنے لگے تھے اور انہوں نے اودھم برپا کر دیا۔ ان کے بھاگنے سے عقوبت خانے کے در و دیوار پر لرزہ طاری ہو گیا۔ مجھے اچانک خدشہ ہوا کہیں بپھرے جانور اس طرف نہ آ جائیں۔ میں اس بات پر بھی حیران تھا کہ جانوروں کو یکا یک کیا ہو گیا ہے۔ مجھے اس دوران ہوش آ گیا تھا اور اس کے ساتھ اس وجود ماورائی کا بھی احساس جاتا رہا۔ اس لمحے ایک اور حیرت انگیز بات ہوئی کہ جونہی مجھے محسوس ہوا کہ وہ ماورائی وجود غائب ہو گیا، جانوروں کا اودھم بھی تھم گیا البتہ کچھ بھینسوں اور گھوڑوں کے ہانپنے کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔

مجھے اس افراتفری کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ میں جان گیا کہ یہ ساریہ تھی یا کوئی اور جناتی وجود تھا جس کو ان جانوروں نے دیکھ لیا تھا اور ان کی جان پر بن آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو یہ خصوصیت دی ہوئی ہے کہ وہ ماورائی مخلوق کو دیکھ سکتے ہیں۔ خاص طور پر کتا بلی ایسے جانور ہیں جو اس مخلوق کو دیکھتے ہی شور مچانے لگتے ہیں۔ البتہ دوسرے جانوروں میں بھی اس مخلوق کو دیکھنے کی قوت ہے۔ پرندوں میں الو واحد جاندار ہے جو جنات کی بستیوں میں رہتا ہے اور ان کی دنیاؤں کو دیکھتا ہے۔ اس پرندے میں بے شمار ابلیسی خواص ہیں، کالے عامل اس وجہ سے الو کو عملیات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ پرندہ انتہائی عیار ہوتا ہے۔ رات کو اسے دکھائی دیتا ہے مگر صبح کے وقت یہ بھی جنات اور ارواح خبیثہ کی طرح سویا پڑا رہتا ہے۔ اسے سورج کی روشنی میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ گویا اجالا ان کے لئے تاریکی اور اندھیرے ان کے لئے روشنی ہوتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو اپنی قدرت دکھانے کے لئے کسی کے لئے زہر کو تریاق بنا دیا اور کسی کے لئے اسے زہر ہی بنائے رکھا۔ کسی کو وہ اندھیروں میں راستے دکھاتا ہے اور کسی کو وہ روشنیوں میں بھٹکا دیتا ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں بے شک گمراہ لوگ ان نشانیوں کو نہیں جان پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں اور پرندوں کو اپنی کائنات کے بہت سے رازوں سے آگاہ فرمایا ہے۔ مگر انسان ان رازوں کو پانے کی جستجو نہیں کرتا حالانکہ ان جانوروں، پرندوں اور حشرات الارض کے پاس جتنے بھی خواص و حواس اور صلاحیتیں ہیں انسان ان پر قادر ہے اور اس کے پاس بھی کائنات کی تمام مخلوقوں کی سی خصوصیات موجود ہیں مگر یہ سب مخفی ہیں۔ ان پر تالے لگے ہیں۔ ان کی چابیاں حصول علم سے بندھی ہیں۔ انسان قدرت کے جس راز کو پانے کی تمنا کرے اگر وہ اس راز سے منسوب علم پر قدرت حاصل کرے تو وہ راز اس پر عیاں ہو جاتا ہے۔

اس کی ایک مثال ایسے بھی دی جا سکتی ہے کہ ایٹم بم بنانے والا میڈیکل یا نفسیات کی تعلیم حاصل کر کے ایٹم کے ذرے کو چیر نہیں سکتا۔ اس کی تلاش منزل کا راستہ ایٹمی سائنس میں مضمر ہے اور

بالکل جس طرح ایک ایٹمی سائنسدان یا فلسفہ کا ڈاکٹر بدنی سائنس یعنی میڈیکل کے شعبہ کی گہرائیوں پر دسترس نہیں پا سکتا۔ بالکل اسی طرح یہی مثالیں ان علوم کی افادیت کو تسلیم کراتی ہیں۔ کائنات میں بکھری مخلوقات اور رازوں کو پانے کے لئے ہر ایک کے لئے الگ الگ علوم ہیں۔ علوم مخفی بھی ایک ایسا علم ہے جو انسانی عقل سے ماورا علم روحانیات اور انسان کی اصل معراج تک پہنچاتا ہے۔ مجھ پر جب پراسرار دنیاؤں کے راز منکشف ہونے شروع ہوئے تو میں اکثر ان جانوروں اور پرندوں کو دیکھ کر خوش ہوا کرتا اور ان کی حرکات کا بغور جائزہ لیا کرتا تھا جب وہ جنات اور ارواح خبیثہ کو دیکھ کر پریشان ہوا کرتے تھے۔

عقوبت خانے کا اندھیرا چھٹ رہا تھا اور زندگی معمول پر آ رہی تھی میں اٹھا اور دروازے کی جھری سے باہر کی جانب دیکھا۔ صبح کاذب کا وقت تھا۔ عقوبت خانے کے سامنے جانور باندھے ہوئے تھے۔ میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن باہر سے اسے مقفل کیا گیا تھا۔ میں واپس آ گیا اور عقوبت خانے کی زمین پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا ہو گا۔ میں اس وقت ساریہ کو نہیں بلا سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح جانوروں میں دوبارہ ہلچل پیدا ہو جاتی۔ مگر میں نے سوچا کہ حویلی کے مکینوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اگر میں ساریہ کو بلاؤں گا تو مجھے جلد ہی عقوبت خانے سے باہر نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ ابھی میں اس پہلو پر سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے باہر سے گھنگھروؤں کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاری ٹل بھی بجنے لگا۔ ایسا ٹل عموماً ہندوؤں کے مندر میں پوجا پاٹ کے دوران بجتا ہے۔ میں حیران ہوا کہ یہ حویلی تو ایک مسلمان وڈیرے کی ہے اس میں ہندوؤں کا جاپ کون کر سکتا ہے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کوئی شخص اونچی آواز میں اشلوک پڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی مدھر چال کے ساتھ گھنگھرو کھنکنے لگے۔ معاً میرے ذہن میں فرزندان ابلیس کی دنیا کے وہ مناظر تازہ ہو گئے جب ابلیس کے پیروکار اپنی ابلیسی عبادات میں محو ہوتے' تو داسیاں ناچنے لگتی تھی، میرا ذہن الجھ گیا اور میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے ابلیس کے شر سے محفوظ فرما۔

میں نے اس دوران ساریہ کو بلانا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ میں نے چند وظائف کر کے اپنی قوتوں کو بیدار کر لیا جس سے میرے اندر اعتماد کی قوت عود آئی۔ مجھ میں ایک جارح سپاہی کی سی خصوصیات پیدا ہو گئیں اور میں ہر قسم کے غیر متوقع حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اشلوک پڑھنے والا اب رک گیا تھا۔ میں خاموش مگر زیر لب وظائف پڑھتے ہوئے انتظار کر رہا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ دس منٹ بعد ہی دروازہ کھل گیا اور کل رات والا وہی لمبا تڑنگا محافظ اندر آیا اور مجھے اپنے ساتھ حویلی کے اندر لے گیا۔

حویلی قلعہ نما تھی۔ اندر کا ماحول بڑا پراسرار تھا۔ زرد کپڑوں میں ملبوس بہت سی لڑکیاں اپنے

اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ کافور کی خوشبو پوری حویلی میں رچی بسی تھی، وہ لڑکیاں مجھے عجیب سی یاسیت آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ محافظ مجھے ایک کشادہ کمرے میں لے گیا جس میں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر ایک سادھو نما شخص بیٹھا تھا۔ اس نے زرد رنگ کا کپڑا گردن کے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ اس کی توند باہر کو نکلی تھی۔ خباثت اس کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔ محافظ نے مجھے اس کے پاس چھوڑا تو وہ ایک دم اٹھ کھڑا اور میرے آس پاس کچھ سونگھنے لگا۔ پھر محافظ سے بولا۔

''جاؤ وڈیرہ سائیں کو بلا لاؤ۔''

آواز سنتے ہی وڈیرہ خود ہی عقبی کمرے سے باہر آ گیا۔ وہ پر ہیبت شخص تھا۔ عمر پچاس سے اوپر تھی اور اس کی آنکھیں عیش پسندی کی مظہر تھیں۔ وڈیرہ اور سادھو دونوں چٹائی پر بیٹھ گئے اور مجھے کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ میں نے اس لمحے سادھو کے چہرے پر پریشانی رقصاں دیکھ لی تھیں۔ ایک بار پھر وہ چٹائی سے اٹھا اور جنونی انداز میں فضا کو سونگھنے لگا وہ اس بے چین کتے کی طرح فضا کو سونگھ رہا تھا جسے کسی نادیدہ وجود کی تلاش ہوتی ہے۔

''وڈیرہ سائیں یہ نوجوان وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ اس کے پیچھے بہت بڑی قوتیں ہیں۔''

وڈیرہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور وہ سادھو سے بولا۔ ''مہاراج! ہم نے اسی لئے آپ کو یہاں طلب کیا ہے کہ آپ دیکھیں کہ کیا واقعی اس نوجوان کے پاس کوئی ایسی طاقت ہے جس کے ذریعے اس نے ہمارے کتوں کو مار ڈالا۔''

سادھو مجھ سے مخاطب ہوا اور بولا۔ ''اے نوجوان تو سچ سچ بتا دے کہ تو کون ہے اور تو نے وڈیرہ سائیں کے کتوں کو کیسے مارا ہے؟''

اس لمحے سادھو کی ایک کمزوری میرے ہاتھ آ گئی۔ مجھے احساس ہو گیا کہ سادھو کے پاس اتنی قوت نہیں کہ وہ میرے راز پا سکتا۔ اگر وہ علوم کی طاقت پر دسترس رکھتا تو پہلے ہاتھ پر ہی وہ مجھے لتاڑ کر رکھ دیتا۔ لہٰذا میں نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور کہا۔

''مہاراج! آپ جیسے مہاشکتی والے کے آگے کیا چھپایا جا سکتا ہے۔''

''اس لئے تو بالکے میں پوچھ رہا ہوں کہ فٹافٹ اپنی اصلیت بتا دے ورنہ میں تجھے ایسی دھونی دوں گا کہ تیرے اندر چھپی ہوئی ہر شے باہر آ جائے گی۔''

''مہاراج! میں ایک عام انسان ہوں میرے پاس اس طاقت کے علاوہ کوئی اور شے نہیں ہے جو آپ کو نظر آ رہی ہے۔''

مگر سادھو کو میری باتوں پر یقین نہ آیا۔ اس نے ایک داسی کو بلایا اور اسے دھونی تیار کرنے

کے لئے کہا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ جڑی بوٹیوں اور خرافات سے بھری ایک انگیٹھی لے آئی۔ سادھو نے ایک عمل پڑھ کر دھونی تیار کی اور پھر اپنی چٹائی کے گرد حصار قائم کر کے دھونی حصار سے باہر رکھ دی اور تحکمانہ انداز میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''آگے بڑھو۔''

میں نے اللہ کا نام لیا اور زیر لب ایک وظیفہ پڑھ لیا۔ میں بے دھڑک دھونی کے پاس پہنچا تو سادھو بولا۔ ''نیچے بیٹھ جاؤ۔''

میں انگیٹھی کے پاس بیٹھ گیا تو وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کالے علم کی پڑھائی کرنے لگا۔ میں نے فوراً اس علم پر بندش کا ایک وظیفہ پڑھ لیا اور غیر محسوس انداز میں اپنے گرد حصار قائم کر لیا۔ چند لمحے بعد سادھو نے انگیٹھی میں پھونک ماری تو اس میں سے گہرا سیاہ دھواں اٹھا اور سیدھا میرے چہرے کی جانب لپکا مگر میں اس دوران حصار قائم کر چکا تھا۔ دھواں میرے چہرے سے ٹکرانے اور سانسوں میں گھل جانے کی بجائے میرے حصار کی دیواروں کے گرد پھیل گیا۔ سادھو اور وڈیرہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔

''مہاراج یہ گھنی ہے۔ اسے کچھ نہ کہنا۔ یہ لڑکا میرے کام کا ہے۔'' وڈیرہ ایک دم بولا۔

''نہیں وڈیرہ سائیں...... اس نے مجھے للکارا ہے۔ اس نے میرا مغز الٹ دیا ہے۔ میں اس کو لاچار کر کے چھوڑوں گا۔''

سادھو ایک دم ہتھے سے اکھڑ گیا۔ اس نے آناً فاناً اپنی داسیوں کو پکارا اور بولا۔ ''پوجا کا سنگیت شروع کرو۔''

سادھو کا یہ پینترا میرے لئے نیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہال کمرہ داسیوں سے بھر گیا اور وہ ناچتے تھرکتے بدنوں کے ساتھ بھجن گانے لگیں۔ میرا ذہن انہیں دیکھ کر مچلنے لگا، معاً میں سمجھ گیا کہ سادھو نے یہ کیوں کیا ہے۔ وہ مجھے پاپی بنا کر خود سے بیگانہ کرنا چاہتا تھا تاکہ میں یکسوئی کے ساتھ کوئی وظیفہ یا عمل نہ پڑھ سکوں۔ میں نے دل میں تہیہ کر لیا کہ سادھو! اگر یہی بات ہے تو میں آج تیرے سارے ارادے خاک میں ملا دوں گا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور مکمل یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ایک وظیفہ پڑھ لیا جس کے اثر سے میں ماحول کی نفسا نفسی اور شور و غوغا سے محفوظ ہو گیا۔ سادھو نے اس دوران دھوئیں کو دوبارہ انگیٹھی میں اتار لیا اور کچھ سرخ دانے انگیٹھی میں ڈال کر عمل کرنے لگا۔

اس دوران وڈیرے نے ایک بار پھر سادھو کو منع کیا تو وہ اسے آنکھیں دکھانے لگا اور بولا۔

''وڈیرہ سائیں اب میرے کام میں دخل نہ دینا ورنہ میں سمجھوں گا کہ تو بھی میرا دشمن ہے۔''

وڈیرہ دھمکی سن کر لرز گیا اور پھر سادھو منتر پر منتر پڑھتا رہا اور میں اس کے ہر منتر کا جواب دیتا رہا۔ آخرکار جب میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنے سارے داؤ استعمال کر چکا ہے تو میں نے ایک جوابی

حملہ کیا اور ساتھ ہی ساریہ کو بھی بلا لیا۔ ساریہ نے آتے ہی پورے کمرے کا ماحول بدل ڈالا۔ اس نے سادھو کی گردن میں پڑے کپڑے کو پھندا بنا لیا اور اسے زمین سے اٹھا کر چھت کی طرف اچھال دیا۔ سادھو ایک دلدوز چیخ کے ساتھ سخت فرش پر توند کے بل گرا تو اس کی آخری کراہت آمیز چیخ سن کر حویلی کے در و دیوار لرز اٹھے۔ ہال میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ داسیاں اپنی جگہ پر سہم گئی تھیں اور وڈیرہ ہاتھ جوڑے میرے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میں نے وڈیرے کو دلاسہ دیا اور کہا۔

”سائیں میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔“

وڈیرہ میری بات سن کر پرسکون ہو گیا اور بولا۔ ”میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس پاپی سے نجات دلا دی ہے۔“

وڈیرہ مجھے اپنے مخصوص کمرے میں لے گیا۔ اس نے بتایا کہ کس طرح وہ اس سادھو اور ایسے بہت سے ہندو عاملوں کے ہاتھ چڑھ کر اپنی عاقبت خراب کر چکا ہے۔ وڈیرے کے حالات سن کر مجھے بے حد رنج ہوا۔ پورے علاقے میں اس کی شہرت ایک ظالم وڈیرے کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی جبکہ اندرون خانہ ہندو عامل پورے سندھ میں ابلیسی علوم کے پرچار کے لئے اسے ڈھال کے طور پر استعمال کر رہے تھے اور انہوں نے وڈیرے کو عورتوں اور شراب کا رسیا بنانے کے علاوہ اپنے علوم سے سحر زدہ کر دیا تھا۔ میں نے ساریہ کی مدد سے وڈیرے کا سحر ختم کیا۔ میں کافی دن تک وڈیرے کا علاج کرتا رہا۔ اس دوران مجھ پر بہت سے خوفناک حقائق منکشف ہوتے رہے۔ میں نے حویلی کو ہندو اور پاپی عاملوں سے پاک کر دیا اور ان تمام داسیوں کو بھی راہ راست پر لے آیا جو حویلی میں وڈیرے کی سیوا پر مامور تھیں۔ وہ ستم ظریف مسلمان لڑکیاں تھیں جنہیں ہندو عاملوں نے اپنے گھناؤنے مقاصد کے لئے پاپ کی راہ پر ڈال دیا تھا۔ مجھے ایک مہینہ وہاں گزر گیا۔ اس دوران میں نے کچھ چوکیاں لگائیں اور وظائف پڑھے۔ ایک روز میں نے وڈیرے کو ملنگ کے بارے میں بتایا تو وڈیرہ اس کا نام سن کر چونکا اور بولا۔

”میں نے اس کا نام سن رکھا ہے مگر اسے دیکھا نہیں۔ یہ سادھو اکثر اس کا نام لے کر مجھے ڈراتا تھا کہ ملنگ ان کا گرو ہے۔ اگر اس کی باتیں نہ مانیں تو ملنگ اس پورے علاقے کو جہنم بنا ڈالے گا۔“

وڈیرہ اس سے زیادہ نہیں جانتا تھا۔ میں نے اور ساریہ نے ملنگ کی تلاش شروع کر دی۔

ایک شام ساریہ نے مجھے عجیب و غریب خبر سنائی کہ اس کا باپ ہامہ قریبی گوٹھ میں آیا تھا وہاں ایک اماں جیونی رہتی تھی۔ وہ مجذوب قسم کی عورت تھی اور ہمہ وقت اللہ اللہ کرتی رہتی تھی۔ ہامہ اس کے پاس گیا تھا۔ ساریہ بھیس بدل کر اماں جیونی کے پاس گئی تو اماں جیونی نے اسے پہچان لیا اور بولی۔

”تو کب تک اپنے باپ سے بھاگتی پھرے گی۔ تیرا باپ تیرے غم میں مرنے والا ہے۔ وہ

دنیا و آخرت سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اس کے محافظ جنات اس کے رویہ سے تنگ آ کر اس کے خلاف زبان کھول رہے ہیں کہ ساری عمر انہوں نے ہامہ کے کہنے پر زندگیاں نیک مقاصد میں صرف کر دیں مگر آج ہامہ اپنی بیٹی کے سوگ میں اپنے عظیم مقاصد سے پہلو بچا رہا ہے۔“

ساریہ کہنے لگی۔ ”میں اب اپنے بابا کے پاس جانا چاہتی ہوں مگر مجھے خدشہ ہے کہ سرکش جنات میری زندگی کا جواز بنا کر میرے بابا کو تنگ نہ کریں۔“

میں سوچ و فکر میں مبتلا ہو گیا پھر کہا۔ ”اگر اماں جیونی نے تجھے پہچان لیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت پہنچی ہوئی عورت ہے۔ ہم اس کے پاس چلتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں۔“

ساریہ کو میری تجویز پسند آ گئی اور ہم نے اسی وقت اماں جیونی کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے وڈیرے کو بتایا کہ کچھ دنوں کے لئے میں یہاں سے جا رہا ہوں تو وہ پریشان ہو گیا۔ میں نے ایک گھوڑا لیا اور شام ڈھلتے ہی چل پڑا۔ ابھی میں نے حویلی سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ مجھے اپنے عقب میں وڈیرے کی دلدوز چیخ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی حویلی کے اوپر سیاہ غبار میں ملنگ کی شکل نظر آئی۔ وہ والہانہ انداز میں ناچ رہا تھا۔ ساریہ نے دیکھا تو بولی۔

”ملنگ وار کر گیا ہے۔“

میں نے گھوڑے کی راسیں کھینچ لیں اور کہا۔ ”میرا خیال ہے پہلے ملنگ سے دو دو ہاتھ کر لیں۔“

میں نے ساریہ کی جانب دیکھا تو اس کی آنکھوں سے شعلے کی بجائے خوف و ہراس چھلک رہا تھا اور اس پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔

ساریہ کی بدلتی حالت کر میں پریشان ہو گیا۔ دیکھتے دیکھتے اس کے چہرہ کے نقوش بگڑنے لگے اور اس کا عنابی شتاب چہرہ سیاہ دھندلے عکس میں مدھم ہونے لگا۔ اسی اثنا میں میرا گھوڑا بدک گیا اور انتہائی خوفناک انداز میں ہنہنانے لگا۔ گھوڑے کی بدلتی حالت کا مطلب میں سمجھ گیا تھا۔ کیونکہ ساریہ لمحہ موجود میں جن زادی کے خدوخال میں ڈھل رہی تھی اور اس کا یوں اسرار کے پردوں میں گم ہو جانا گھوڑے کو بھی معلوم ہو گیا تھا۔ گھوڑا بے قراری سے گھوما تو میں زوردار انداز سے اس کے اوپر سے اچھلا اور زین لڑھک گیا۔ راسیں ڈھیلی پڑ گئیں اور گھوڑا بھاگ اٹھا۔ بدنصیبی سے میرا پاؤں زین میں پھنس کر رہ گیا اور تیز سرکش گھوڑے کے اوپر سے گرنے کی بجائے میں ایک بے بس و لاچار تھیلے کی طرح زین سے لٹک کر گر گیا۔ میرے سینے سے دلخراش چیخ نکلی۔ میرا سر نیچے جھک گیا تھا اگر میرا ایک ہاتھ زین پر قائم نہ رہتا تو دوڑتے ہوئے گھوڑے کی ٹانگوں میں میرا سر ایسے پس کر رہ جاتا جیسے پہیوں والی مشین میں کوئی چھوٹی موٹی چیز پھنس جائے تو وہ چرمر ہو جاتی ہے۔ میں ماہر گھڑ سوار تو تھا نہیں اور نہ

ہی مجھے زندگی میں ایسی مہمات کا تجربہ تھا۔ میرا ذہن چکرا رہا تھا اور میری موت یقینی ہو گئی تھی۔ کا سائیں سائیں کر رہے تھے۔ اسی لمحہ مجھے ملنگ کا قہقہہ سنائی دیا۔ مجھے لگا کہ ملنگ عفریت بن گھوڑے کے پیچھے آ رہا ہے۔ گھوڑے کے سموں سے ریت غبار کی صورت میں اٹھ رہی تھی اور مجھ غبار میں سے ملنگ کا عکس ابلیس دکھائی دے رہا تھا۔ گھوڑا عفریت سے خوفزدہ ہو کر اپنی جان بچانے لئے بھاگ رہا تھا۔ مجھے اس وقت کوئی عمل بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ میں اسے پڑھ کر گھوڑے سرکشی کو قابو کر سکتا اور اس کی آنکھوں پر بے خوفی کا لبادہ اوڑھا دیتا مگر ملنگ میری بدقسمتی کا سامان قہقہے لگاتا پس غبار آ رہا تھا۔

سچ تو یہ ہے اس وقت میں ساریہ اور وڈیرے کو بھول گیا تھا۔ مجھے صرف اپنی زندگی عزیز ہو تھی۔ میں نے اس دوران ایک دو بار زین پر اٹھنے کی کوشش کی تھی اور بہت زور لگایا مگر گھوڑا پہلے بھی تیز رفتار دوڑ رہا تھا اور پھر مجھے لگا کہ زین پر میرا ہاتھ کمزور پڑ رہا ہے۔ اب موت بالکل سا تھی۔ جونہی ہاتھ زین سے اکھڑتا میں گھوڑے کے سموں تلے روندا جا سکتا تھا۔ اس اندوہناک ا اذیت سے بھرپور موت کا تصور کر کے میری روح کانپ گئی اور آنکھوں کے آگے دھندلاہٹ چھا گئی۔

اسی لمحہ گھوڑا خاردار جھاڑیوں میں سے گزرا تو نوکیلے کانٹوں نے میرے چہرے کی کھال اد کر رکھ دی۔ میں زور سے چیخا۔ مجھے لگا کہ میرے چہرے اور بدن پر کسی نے دہکتے انگارے رکھ د ہیں۔ میں نے دھندلائی آنکھوں کے ساتھ گرد و پیش کا منظر دیکھا تو ملنگ کو غبار ابلیس میں دوڑ ہوئے ہی دیکھا۔ اس وقت گھوڑا ریت کے ایک خاردار ٹیلے پر چڑھا ہوا تھا اور بری طرح ہانپ تھا۔ جونہی گھوڑا ٹیلے سے نیچے اترا۔ میرا ہاتھ زین سے اکھڑ گیا اور میں عضو معطل کی طرح نیچے گر برق رفتار گھوڑے کے ساتھ گھسیٹا جانے لگا۔

پھر مجھے نہیں معلوم کہ گھوڑا کب تک بھاگتا رہا اور میں کب تک بے ہوش رہا۔ مجھے جب ہو آیا تو ایک مہربان اور ماں جیسی شفیق ہستی کے پاس تھا۔ یہ ایک خالی کٹیا تھی جس میں سفید بالوں وا ایک بزرگ خاتون بیٹھی تھی۔ میں نے کراہ کر آنکھیں کھولیں تو وہ میرے پاس آ گئی اور میرا سر ہاتھوں میں اٹھا کر نہایت مشفق انداز میں بولی۔ ''میرے بچے آنکھیں کھول...... دیکھ تیری ماں کب سے تیرے انتظار میں بیٹھی ہے۔''

میں نے اس کی جانب دیکھا۔ اس کا چہرہ تقدس اور ممتا کے نور سے چمک رہا تھا۔ میں بولنے کی کوشش کی تو میری زبان تالو سے چپک کر رہ گئی اور ہونٹ کپکپا کر رہ گئے۔ اس نے پاس ر پیالے میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں ان پر کچھ پڑھنے کے بعد انگلیاں مجھ پر چھڑکیں تو پانی کے چند قطر

میرے چہرے پر گرے۔ مجھے مسحور کن خوشبو آئی۔ پھر اس نے کہا۔

''میرے بچے منہ کھول۔''

میں نے منہ کھولا تو اس نے پانی پر دم کیا اور پانی کے چند قطرے میرے منہ میں ٹپکائے تو ایسے لگا جیسے شہد جیسا معطر اور میٹھا پانی میرے حلق کو تر کر گیا ہے اور زبان کی گرہ کھل گئی ہے۔

میں بولا۔ ''میں کہاں ہوں؟''

''تو اپنی ماں کے پاس ہے میرے بچے۔'' وہ ممتا بھرے لہجے میں بولی۔

''میں آپ کو نہیں جانتا۔'' میں نے نقاہت سے پوچھا۔

''تو مجھے جانتا ہے میرے بچے۔'' اس نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرا اور بولی۔ ''اب تو آرام کر لے۔ میں تیرے لئے کھانا لاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کٹیا سے باہر نکل گئی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو میرا بدن پھوڑے کی طرح دکھنے لگا۔ میں نے چہرے پر بے ساختہ ہاتھ پھیرا تو مجھے اپنا آپ بیگانہ لگا۔ میرے چہرے پر زخم بن گئے تھے۔ مجھے یاد آ گیا کہ جب گھوڑا خاردار جھاڑیوں میں سے گزر رہا تھا تو چہرے کی کھال کانٹوں کی وجہ سے اکھڑ گئی تھی۔ مجھے اس تصور سے گھن آ گئی اور میں لرز کر رہ گیا کہ میں ایک بدصورت انسان بن گیا ہوں۔ میں کئی لمحے تک اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لئے بیٹھا رہا۔ مجھے ملنگ یاد آ گیا اور ساتھ ہی ساریہ اور وڈیرے کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ میں نے شدت کرب سے چیخ ماری تو وہ خاتون اندر آ گئی اور بولی۔

''میرے بچے تو کسی بات کا رنج نہ کر۔ میرا اللہ بڑی حکمت والا ہے۔ وہ تیرے سارے دکھ ختم کر دے گا۔ بس تو اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوا کر۔''

میں اس عمر رسیدہ خاتون کی سحر انگیز باتوں سے متاثر ہوا تو میرے الجھن دور کرتے ہوئے بولی۔ ''میرے بچے میرا نام مائی جیونی ہے۔''

''اماں۔'' اسے دیکھ کر مجھے حوصلہ ہوا اور میں نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ وہ بولی۔

''میں جانتی ہوں کہ تیرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ میں اس شیطان کو تیرے ہاتھوں مرواؤں گی میرے لال۔''

میں نے دیکھا اماں جیونی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے ہاتھوں میں ایک سوکھی روٹی پکڑی تھی بولی۔ ''لے پہلے تو روٹی کھا لے۔ پھر باتیں کریں گے۔''

میں نے سوکھی روٹی پکڑی اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ میں نے آج تک اتنی سخت اور بری روٹی نہ دیکھی تھی نہ کھائی تھی۔ اماں جیونی نے پانی کا پیالہ میرے آگے کیا اور بولی۔ ''میرے لعل اس

پانی میں بھگو کر کھا لے۔ یہ فقیروں کی روٹی ہے۔ شاہی دستر خواں پر تجھے ایسی روٹی نہ ملے گی۔"

میں نے روٹی کا ایک لقمہ توڑا اور پانی میں بھگو کر منہ میں رکھا تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ روٹی کا وہ سخت ٹکڑا پانی سے تر ہوتے ہی نہایت نرم اور اس قدر لذیذ ہو گیا کہ واقعی میں نے اس جیسی روٹی پہلے نہ کھائی تھی۔ اماں جیونی بولی۔ "مزہ آیا میرے بچے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ پہلے لقمے کے ساتھ ہی میری اشتہا بڑھ گئی اور میں نے دو تین لقموں میں روٹی ختم کر دینا چاہی۔ مگر یہ کیا۔ میں روٹی کے لقمے توڑ رہا تھا مگر روٹی ہنوز سالم تھی اور پیالے میں پانی بھی اتنی مقدار میں موجود تھا۔ میں سیر ہو کر روٹی کھا چکا تو اماں جیونی اندر آ گئی۔

"اماں...... یہ روٹی۔"

"لا میری لعل مجھے دے دے۔ ابھی میرا ایک اور مہمان آنے والا ہے۔" اماں جیونی اس بار بولی تو اس کے چہرے پر تبسم کی کلیاں کھل اٹھیں۔

اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک کھجور پکڑی تھی۔ کچھ پڑھنے کے بعد اماں نے کھجور پر پھونک ماری اور پیالے کے پانی سے تر کر کے مجھے کہا۔ "لے اب یہ کھا لے تیری زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔"

میں نے کھجور کھائی اور میں نے دیکھا کہ کچھ ہی دیر بعد میرے اندر خون کی حرارت اور گردش بڑھنے لگی۔ میرا ذہن خون کی گرمی اور گردش سے چکرا گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے گھوڑے کے سموں سے اٹھنے والا غبار چھا گیا اور مجھے اس میں سے ملنگ کا چہرہ نظر آنے لگا۔ میری رگوں میں خون کے ابال سے اچھل رہے تھے اور نظروں میں ملنگ کا عکس جیسے ٹھہر گیا۔ اماں جیونی کا چہرہ میری نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔ میں ملنگ کو دیکھ کر اتنے زور سے چیخا تھا کہ میں خود اپنی وحشت سے گھبرا گیا اور مجھے اپنی آواز بیگانی لگی۔ اپنی آواز میں ایسا دبدبہ' جلال دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ اسی لمحہ مجھے لگا جیسے ایک نورانی لہر میری آنکھوں کی جانب آ رہی ہے۔ جوں جوں وہ لہر میرے قریب آ رہی تھی مجھے غبار کے دھند میں ملنگ کے چہرے کے رنگ بدلتے نظر آئے اور پھر جونہی نور کی وہ لہر میری پیشانی سے ٹکرائی میرے وجود کے اندر خون کی شورش تھم گئی اور ملنگ اذیت ناک چیخ مار کر غبار میں تحلیل ہو گیا۔

"دفع ہو گیا کتا۔" اماں جیونی کی جلال سے بھرپور آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ میرے بدن کو اب سکون تھا اور قلب و ذہن پر سحر سا طاری ہو گیا تھا۔ اماں جیونی کا تقدس سے بھرپور چہرہ غصے سے بھرا ہوا تھا وہ کہنے لگی۔

"میرے بچے میں نے تیرے اندر سے پاپی ملنگ کی راکھ نکال دی ہے۔ شیطان کے بچے نے تجھے اس وقت یہ راکھ کھلا دی تھی جب سرکش گھوڑے نے تجھے صحرائی ٹیلے کی کھائی میں پھینک دیا تھا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ مجھے معلوم ہو گیا اور میں تجھے اس کے عذاب سے نکال کر باہر لے آئی۔"

"اماں...... اماں۔" میں بلک پڑا اور بولا۔ "اماں تو دلوں کے بھید جانتی ہے۔ تو جانتی ہے کہ میں عاصی اور لاچار انسان ہوں۔ میں ابلیس نامراد کا شکار ہو رہا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہیں تھک کر گر نہ جاؤں۔ مجھے اب سمجھ نہیں آ رہی کہ ابلیس کا کہاں تک مقابلہ کروں گا۔ ہر قدم پر مجھے ایک نیا شیطان مل جاتا ہے اور میں اس سے مقابلہ کرنے لگ جاتا ہوں۔ ماں تو میری مدد کر اور مجھے کوئی ایسی بات سکھا دے کہ میں اس شیطان کا مقابلہ کرتے ہوئے اس پر قابو پا لوں جو کبھی خاکی وجود میں میرے مقابل آتا ہے اور کبھی آتشی روپ میں۔"

اماں نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا۔ "شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے کلام الٰہی سے افضل کوئی بات نہیں اور نہ کوئی ہتھیار ہے میرے بچے۔ کلام الٰہی وہ ڈھال ہے' وہ طاقت ہے جس نے ساری کائناتوں کو اپنے علم کے سائبان تلے لیا ہوا ہے۔ کلام الٰہی میں ہی وہ راز اور راستہ ہے جو اللہ تک پہنچاتا اور قدرت الٰہی سے آشنا کرتا ہے۔ پس تو عہد کر لے کلام الٰہی سارے علوم پر قادر ہے۔ باقی سب علوم کمزور ہیں۔" اماں جیونی نے مجھے بہت سی باتیں سکھائیں اور سمجھائیں۔ میں نے اس سے ساریہ اور وڈیرے کے بارے میں پوچھا تو یہ جان کر مجھے بے حد دکھ ہوا کہ وڈیرہ ملنگ کی طاغوتی طاقت کے باعث مر گیا تھا اور ساریہ کو اس نے سحری طاقتوں سے اسیر کر لیا تھا۔

"اماں۔ ساریہ کو اس شیطان سے بچا لو۔"

"اللہ بڑی شان والا ہے۔ وہ ہی اسے بچائے گا۔" اماں جیونی مست و جذب کے عالم میں بولی۔ "اللہ ہی اسے بچائے گا...... اللہ ہی سب کا محافظ ہے۔ اللہ ہی اللہ...... سب کچھ اللہ...... اللہ کے سوا کچھ نہیں۔" اماں جیونی جذب کے عالم میں بولتی چلی گئی اور اللہ...... اللہ کرتی غنودگی میں چلی گئی اور کٹیا کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

اماں کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ ایک معصوم بچے کی طرح اس کا چہرہ باطنی کیفیات کی دنیا سے گزر رہا تھا۔ اک تبسم...... خوشگواری اور ملاحت اس کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔

میں کٹیا سے باہر نکلا تو باہر اندھیرا چھا رہا تھا۔ سورج مغرب کی گود میں اتر آیا تھا۔ یہ زوال کا وقت تھا۔ دور بستی کے آثار مدھم ہو رہے تھے۔ اور اندھیروں میں ان کا وجود چھپ رہا تھا۔ اماں جیونی کی کٹیا کے پاس کھجور کا صرف ایک درخت تھا اور اس شجر نخل کے پاس ہی رجت کا ٹیلہ تھا۔

"میرے بچے واپس آ جا۔" مجھے اماں جیونی کی آواز سنائی دی۔ "زوال کا وقت شروع ہو گیا۔ جلدی سے اندر آ جا۔ اس وقت باہر نہ نکلا کر۔"

میں اندر آیا تو اماں جیونی اسی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔

"اماں میں آ گیا ہوں۔" میں نے کہا مگر اماں کے چہرے پر کوئی جنبش نمودار نہ ہوئی۔ میں

اماں جیونی کی باطنی قوتوں کا مطیع ہو گیا اور جان گیا کہ وہ اپنی روحانی طاقتوں کے ساتھ جاگ رہی ہے۔ پس میرے سامنے اس کے خاکی بدن کا لبادہ پڑا تھا۔ میں نے اماں کو اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور کٹیا کے دوسرے کونے میں بیٹھ کر اپنے حالات کا جائزہ لینے لگا۔

باہر اندھیرا ہو گیا تھا مگر کٹیا میں ابھی تک روشنی تھی۔ میں نے حیران ہو کر اس بات کا جائزہ لیا کہ یہ کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کٹیا میں نہ کوئی دیا روشن تھا اور نہ ہی اس میں کوئی روشن دان تھا جس سے روشنی اندر آ سکتی تھی۔ مگر باہر تو ویسے بھی اندھیرا تھا لہٰذا باہر سے روشنی اندر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کٹیا کی چھت درخت کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی چار دیواری مٹی سے اٹھائی گئی تھی۔ میں اس روشنی کا ماخذ تلاش نہ کر سکا بس یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ روشنی کٹیا کے چاروں طرف سے اوپر نیچے سے پھوٹ رہی ہے۔

اس دوران مجھے اپنی مخفی طاقتوں کا احساس ہوا۔ میں نے پیالے کے پانی سے وضو کیا اور ایک وظیفہ کرنے کے لئے چوکی لگا بیٹھا۔ کچھ ہی دیر بعد میں گردو پیش سے لاتعلق ہو گیا اور پراسرار دنیا کے بھید مجھ پر آشکار ہونے لگے کہ یکایک مجھے ہامہ کا ہیولہ نظر آیا۔ وہ ایک ساعت میں میری نظروں سے گزرا اور میں نے اسے بے ساختہ پکارا۔ ”ہامہ...... ہامہ......“

مگر مجھے لگا اس نے میری آواز نہیں سنی۔ اسی لمحہ مجھے اماں جیونی کی مہربانی آواز سنائی دی۔

”میرے بچے واپس آ جا۔“

میں مدتوں بعد پرسکون ہو کر اپنی دنیا سے غافل ہوا تھا۔ اماں کی آواز سنی تو میں اپنی دنیا میں آ گیا۔ آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں تو کٹیا کا منظر ہی بدل چکا تھا۔

اماں جیونی میرے سامنے بیٹھی تھی اور ایک بھاری بھرکم وجود اس کے مقابل بیٹھا ہوا تھا۔ کٹیا میں اجالا بڑھ گیا تھا۔ اس کی پشت میری جانب تھی۔ اماں نے مجھے دیکھا اور بولی۔

”میرے لعل پیالے کے پاس روٹی پڑی ہے وہ مجھے پکڑا دے۔ ساتھ پیالہ بھی لے آ۔ میرا مہمان آ گیا ہے۔“

میں نے کونے میں رکھی ہوئی سوکھی روٹی اور پانی کا پیالہ اماں کو پکڑا کر ترچھی نظروں سے اس وجود بھاری بھرکم کو دیکھنا چاہا تو اس کا چہرہ میری نظروں سے اوجھل تھا۔ میں حیران ہوا۔ اس کا سارا وجود مجھے نظر آ رہا تھا مگر چہرہ غائب تھا۔ اماں جیونی میری حالت دیکھ کر مسکرائی۔

”بیٹھ جا۔ میرا مہمان بھوکا ہے۔ یہ روٹی کھا لے پھر اس سے باتیں کریں گے۔“

روٹی ہنوز سلامت اور مکمل تھی۔ کچھ ہی دیر بعد اس وجود نے شکر الحمد اللہ کہا اور دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے تو مجھے یکایک ایک عجیب احساس نے گھیر لیا۔

”اماں...... یہ...... میرا عظیم ہامہ ہے۔“ میں تجسس، اشتیاق اور وارفتگی سے بے تاب ہو کر بولا۔

”ہاں میرے بچے...... یہ تیرا ہامہ ہے۔“ اماں جیونی نے کہا تو اسی لمحہ ہامہ کا مہربان چہرہ ظاہر ہو گیا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے ویرانیاں، غم اور تھکن ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اسے کوئی مسرت نہیں ہوئی تھی مگر مجھ پر شادی مرگ کی سی کیفیت تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دل گرفتہ ہو کر رو دیا۔

”ہامہ...... تو کہاں تھا۔ تو نے اتنی مدت سے میری خبر کیوں نہیں لی؟“ میں رو دیا۔ اماں جیونی نے ایک عجیب انکشاف کیا۔ ”میرے بچے ہامہ تجھ سے ناراض ہے۔“

”مجھ سے؟“ میں پریشان ہو گیا اور آنسو میری پلکوں پر جم گئے۔

”میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے تو ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے میرا ہامہ مجھ سے ناراض ہو جاتا۔“

”بعض غلطیاں لاعلمی میں بھی سرزد ہو جاتی ہیں۔“ اماں جیونی بولی اور کہا۔ ”لیکن ہامہ نہیں جانتا کہ اس میں تیرا کوئی قصور نہیں ہے۔“

میرے استفسار پر اماں جیونی نے کہا۔ ”اسے معلوم ہو گیا ہے کہ ساریہ تمہارے پاس آتی رہی ہے۔ اسے رنج ہے کہ تم نے اسے بتایا کیوں نہیں؟“

”میں اسے کیسے بتاتا“ میں نے پریشانی سے پوچھا۔

”میں نے تجھے اپنی مالا دی تھی۔ اگر تم اسے استعمال کرتے رہتے تو مجھے علم ہو جاتا کہ تم مجھے یاد کر رہے ہو۔“ ہامہ اکھڑے لہجے میں بولا تو مجھے اس کے لہجے کی خوشبو سے ایک ناراض دوست کی مہک آئی۔

”لیکن وہ مالا تو ملنگ نے اتار لی تھی۔“ میں نے کہا۔

”کیا...... وہ ملنگ لے گیا ہے۔“ ہامہ یکدم دھاڑا پھر اپنی ران پر ہاتھ مار کر چیخا۔

”اس ظالم نے اگر وہ مالا فرزندان ابلیس کو دی تو...... قیامت آ جائے گی۔“

ہامہ بے قراری سے تڑپا اور مچلا تو اماں جیونی نے کہا۔ ”ہامہ سکون میں رہو اور اللہ سے مدد مانگو۔ تم ابھی نہیں جانتے کہ ملنگ نے ساریہ کو قابو کر لیا ہے۔“

یہ سن کر ہامہ آگ بگولے کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا۔ ”وہ خبیث میری بیٹی سے بیاہ کرنا چاہتا ہے۔“

یہ بات سنتے ہی میرا خون کھول اٹھا اور پہلی بار مجھے رقابت سے جنم لینے والے جذبہ کا احساس

ہوا اور مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ سار یہ میرے لئے کیا اہمیت حاصل کر چکی ہے۔

ہامہ کھولتے لاوے کی طرح کٹیا میں ٹہلنے لگا تو اس کی حدت سے کٹیا کے ماحول میں تپش پیدا ہو گئی وہ بولا۔

''میں بھی کہوں مجھ پر کمزوری کیوں غالب آ رہی ہے۔ کاش تم میری مالا کی حفاظت کر لیتے تو آج میری روحانی طاقتیں کمزور نہ ہوتیں۔''

میں نے اماں جیونی کی طرف ملتجی نظروں سے دیکھا اور کہا۔ ''اماں مجھے نہیں معلوم تھا کہ ہامہ عظیم کی طاقتیں اس مالا سے منسوب ہیں۔ اگر میں جانتا تو آج اس عذاب میں نہ مبتلا ہوتا۔''

''میں جانتی ہوں میرے بچے۔'' اماں جیونی نے کہا اور مجھے ایک ایسی بات بتائی کہ میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔

اماں جیونی کے الفاظ نے مجھے تڑپا دیا تھا۔ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور میں سوچنے لگا کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

''اماں ایسا کیوں ہوا؟''

میں نے بے یقینی سے اماں جیونی کی طرف دیکھا تو وہ ہامہ کے چہرے پر نظریں جما کر بولی۔

''اگر انسان غلطی کا پتلا ہو سکتا ہے تو جنات سے بھی خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔''

''غلطی تو کسی بھی بشر سے ہو سکتی ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔

''لیکن میرے بچے ایک آدم زاد کی نسبت اس آتشی مخلوق میں بدی اور گناہ کا عنصر زیادہ ہے۔'' اماں بے دھڑک بولی۔ اس کے لہجے میں طوفان کی سی کاٹ تھی مگر چہرہ پر سکون تھا۔ بالکل سمندر کی طرح جس کی تہہ میں طوفان کروٹیں لیتے ہیں مگر سطح پر سکون ہوتی ہے۔

''میرے بچے...... ہامہ بھی ایک جن ہے۔ اور وہ جن جو ابلیس کا پڑپوتا تھا اس نے راہ حق اختیار کی اور جنات میں شامل ہو گیا۔ صدیوں سے ابلیس کے خلاف لڑتا آ رہا ہے مگر میرے بچے آخر ہے تو یہ جن ہی ناں...... اس نے بھی غلطی کی ہے اور آخر اس کی سزا تو اسے پانی ہی تھی۔''

''اماں!'' ہامہ کی بھرائی ہوئی آواز گونجی۔ ''میں اپنے گناہوں کو دھونے کے لئے تم جیسے نیک لوگوں کے پاس بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے۔ اماں...... دعا کر وہ مجھے معاف کر دے۔'' ہامہ نے کہا اور پھر دھاڑیں مار مار کر رو دیا۔

میں گم صم اور عقل میری عنقا ہو گئی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ کیا واقعی ایسا ہو گیا ہے۔ ہامہ...... ایک آدم زاد عورت کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ اسے ایک جن زادے کی عصبیت اور شیطانیت نے تباہ کر

ڈالا۔ اماں جیونی بہر حال جانتی تھی کہ ہامہ نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے سوچا کہ اب اگر مجھے موقع ملا تو میں ہامہ سے یہ ضرور دریافت کروں گا کہ اس نے ایک آدم زاد عورت کو برباد کیوں کیا لیکن اس سے قبل ہی اماں جیونی بول پڑی۔

''میرے بچے...... جنات میں بدی اور گناہ کی قوت انسانوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ انسان بھی گناہ کرتا ہے۔ میرے بچے آج میری ایک بات یاد رکھ...... جنات کا کبھی بھروسہ نہ کرنا۔ معلوم نہیں کب ان کی آگ ان کے ذہن کو آگ لگا دے۔ اور یہ ساری محبتیں، عنایتیں اور چاہتیں بھلا کر تمہیں بھسم کر ڈالیں۔'' اماں جیونی کے تلخ لہجے نے ہامہ کو تڑپا کر رکھ دیا۔ مجھے اماں کے اس خیال سے اتفاق نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

''اماں...... جنات ناقابل اعتبار نہیں ہوتے۔'' مجھے ہامہ کی فرقت کا زمانہ یاد آ گیا۔

''اماں جنات انسانوں سے پیار کرتے ہیں۔ مجھے ہامہ نے ابلیسی قوتوں سے بچایا۔ میری مدد کی اور مجھے اپنی دنیاؤں سے آگاہ کیا۔ ہامہ تو ہر برے وقت میں میرے کام آیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جنات بدعہد، بے وفا اور ستم گر ہوتے ہیں۔ البتہ سرکش جنات سے نیکی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔''

اماں نے بڑے تحمل سے میری بات سنی۔ میں نے دیکھا کہ میری بات سن کر ہامہ کے چہرے پر سکون سا پیدا ہوا۔ ابھی تک مجھے معلوم نہیں تھا کہ اماں جیونی ہامہ کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ اس لئے تو اس کی کڑوی کسیلی باتوں کو برداشت کر رہا تھا۔ ورنہ کہاں وہ ہامہ۔ جنات کا سردار۔ جنات کا بیٹا...... ابلیسی قوتوں کا دشمن بے پناہ...... اور کہاں یہ ہامہ......

''میرے بچے تیری قسمت اچھی تھی کہ تو آخر وقت میں ان کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکا اگر کچھ وقت تو مزید ان کی میزبانی اٹھاتا تو یہ تجھے مار ڈالتے۔''

میں نے ہامہ کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں مجھے عجیب سی چمک نظر آئی۔ وہ آہستہ سے بولا۔

''اماں...... ہم اتنے برے نہیں ہیں۔ ہم بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہم سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں تو اللہ ان کی توبہ کے بدلے ان کی سختیاں دور کر دیتا ہے۔ آج مجھ پر برا وقت آن پڑا ہے اماں...... تو بھی مجھے ذلیل و خوار کر رہی ہے اور اس آدم زاد کو مجھ سے بدگماں کر رہی ہے جس کی حفاظت اور میزبانی میں ہامہ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اماں تو اچھی طرح جانتی ہے کہ ہامہ جس بات کا عہد کرتا ہے اپنی جان لڑا کر اس کو پورا کرتا ہے۔''

''ہامہ تو سچ کہہ رہا ہے۔'' اماں جیونی بولی۔ ''تیری اماں نے کچھ زخم ایسے بھی کھائے ہیں کہ تجھے دیکھتے ہی وہ تازہ ہو جاتے ہیں۔''

اماں جیونی اور ہامہ کے درمیان ہونے والی گفتگو میرے لئے مبہم تھی۔ میں الجھ کر بولا۔

''اماں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ تم دونوں ایک دوسرے کو کیا کہنا چاہ رہے ہو؟''

''ہامہ اس کو بتا دوں کہ اماں جیونی تجھ سے شکوہ کیوں کر رہی ہے؟''

''نہیں اماں...... یہ بچہ ہے۔ اس کو ابھی کچھ نہیں بتانا'' ہامہ نے کہا اور پھر بولا ''اماں...... وقت گزرتا جا رہا ہے...... میری ساریہ کو بچانے کی تدبیر کرو۔''

''میں ابھی اس کو بھیجتی ہوں۔ یہ ساریہ کو اس کمینے سے چھڑا کر لاتا ہے۔'' اماں جیونی نے مجھے پاس بٹھایا اور میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''میرے بچے جا اور اپنی امانت کو لے آ۔''

میں نے خالی خالی نظروں سے اماں کی جانب دیکھا۔

''باہر تیرا گھوڑا کھڑا ہے۔ اس پر بیٹھ جا اور اس کا رخ مغرب کی جانب کر دینا میرے بچے۔ بسم اللہ پڑھ کر یہ وظیفہ پڑھنا اور اسے اللہ کے آسرے پر چھوڑ دینا۔ یہ تجھے جنگل میں لے جائے گا۔ یہ جنگل ملنگ کی پناہ گاہ ہے۔ میری ایک بات یاد رکھو۔ جب جنگل میں داخل ہو تو اپنی حفاظت کے لئے وظیفہ کر لینا اور پھر پلٹ کر نہ دیکھنا۔ اگر تو نے مڑ کر دیکھ لیا تو شیطانی قوتیں تیرا ارتکاز توڑ ڈالیں گی۔'' اماں نے مجھے کچھ وظائف پڑھنے کے لئے سکھائے اور میں ہامہ کو الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوا باہر نکلا تو میرا سرکش گھوڑا سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت وہ نہایت پرسکون تھا۔

رات آدھی گزر چکی تھی۔ چاند آسمان پر دیئے کی مانند روشن تھا اور پورا ماحول اس کی چاندنی کے سحر میں ڈوبا ہوا تھا اور کہیں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جھاڑیوں میں چھپے کیڑے اپنی راگنی گا رہے تھے۔ ماحول میں سنسناہٹ سی تھی۔ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کا رخ مغرب کی جانب موڑ دیا۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر اسے ایڑھ لگا دی۔ گھوڑا مست چال چلتا ہوا جنگل کی جانب چل پڑا۔ اس دوران میں وظائف پڑھتا رہا۔ خاصی دیر بعد گھوڑا جنگل کے قریب پہنچا تو یوں لگا جیسے پورا جنگل بین کر رہا ہے۔ میں نے وظیفہ پڑھا اور گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ چاندنی جنگل کے اوپر پر پھیلائے کھڑی تھی مگر جونہی گھوڑا جنگل میں داخل ہوا ہر سو گھپ اندھیرا چھا گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ خوفناکی اور درندگی ہر سو پھیلی ہوئی تھی اور غول بیابانی کی چیخ و پکار اور سینہ کوبی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں بے خطر آگے بڑھتا رہا۔ میرا گھوڑا ہنوز پرسکون تھا۔ اماں جیونی کی دعا سے گھوڑا شیطانی وسوسوں سے محفوظ ہو چکا تھا۔ وہ ایسے آگے بڑھ رہا تھا جیسے اس کے راستے روشن ہوں۔ اس اندھیرے میں انسان اپنا ہاتھ نہیں دیکھ سکتا۔ مگر گھوڑا جس طرح پرسکون انداز میں آگے ہی آگے چل رہا تھا اس کا مطلب تھا کہ کوئی طاقت اس کی رہنمائی کر رہی ہے۔ ہم جنگل کے درمیان میں پہنچے تو ایک دم آس پاس بہت سے درخت جل اٹھے اور آگ میرے چاروں طرف پھیل گئی۔ گھوڑا رک گیا

تو میں گھوڑے سے اترا اور نیچے آتے ہی حصار باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحہ آگ سے ملنگ کا شیطانی قہقہہ گونجا اور میرے سامنے کے درختوں کے اوپر اس کا ہیولا نظر آیا۔ آگ کے اندر اس کا بدن دہکتے فولاد کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔

''آ گیا...... بالک آ گیا۔''

وہ آگ کے اندر سے کسی چھلاوے کی طرح باہر کودا اور شہاب ثاقب کی طرح لپکتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ اس حدت سے فضا گرم ہو گئی۔ سرتاپا آگ تھا۔ حصار کے قریب آ کر اس نے اتنے زور سے قہقہہ لگایا کہ زمین کانپ گئی۔

''تجھے اپنی طاقت پر بڑا مان تھا لیکن تو ملنگ کی شکتی کو نہیں پہچان سکا۔''

''ساریہ کہاں ہے؟'' میں جواباً غصے سے بولا۔

''تو ساریہ کو لینے آیا ہے۔'' اس نے مضحکہ خیز انداز میں قہقہہ لگایا۔ ''ساریہ ادھر...... پھولوں کی سیج پر بیٹھی ہے۔ میں آج رات اس سے بیاہ کروں گا۔''

''ذلیل کمینے انسان...... میں تجھے اس کا موقع نہیں دوں گا۔'' اس کی بات سنتے ہی میں چیخا۔ تو اسی لمحہ گھوڑا زور زور سے ہنہنانے لگا۔

ملنگ نے گھوڑے کی جانب دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو آگ کی ایک لہر گھوڑے کی جانب لپکی۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ آگ کسی نادیدہ دیوار سے ٹکرا کر ملنگ کی جانب ایسے آئی جیسے قضا آتی ہے۔

ملنگ کی آنکھوں میں غضب و آتش کے طوفان نے جنم لیا اور وہ پورا منہ کھول کر دھاڑا تو آگ کے طوفان نے گھوڑے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن دوسرے ہی ثانیے آگ کا طوفان سرد ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی گھوڑا اپنی جگہ سے غائب ہو گیا اور پھر جو منظر سامنے آیا اس نے نہ صرف مجھے حیران کر دیا بلکہ ملنگ کئی فٹ فضا میں اچھلا تھا۔ گھوڑے کی جگہ اب ہامہ کھڑا تھا۔ اس کا سفید لبادہ اس کے اندر چھپے ہوئے طوفانوں سے اڑ رہا تھا۔ ہامہ ملنگ کی جانب بڑھا اور اس نے آناً فاناً ملنگ کے چاروں طرف دیواری کھینچ دی اور پھر زور سے چلایا۔

''اماں!''

آواز کی بازگشت ابھی تھمی نہ ہو گی کہ مجھے لگا آسمان سے نور کی ایک لہر ہامہ کے قریب آ کر رکی ہے۔ اسے دیکھتے ہی ملنگ نے فلک شگاف چیخ ماری اور ماہی بے آب کی طرح گر کر تڑپنے لگا تھا۔

''اماں! اس سے پوچھو میری مالا کہاں ہے۔''

اس لہر کے اندر سے آواز آئی۔ ''مالا اب اس کے پاس نہیں ہے ہامہ...... اس نے فرزند ابلیس

ہفاف کے سپرد کر دی ہے۔'' اماں کی آواز میں جلال تھا۔ اس نے تڑپتے ہوئے ملنگ کو فضا میں معلق کر دیا اور پھر آگ لگے درختوں کی جانب اس لہر سے کئی لہریں نکل کر بارش کی طرح برسیں۔ ساری آگ لمحوں میں بجھ گئی۔ ملنگ کی ٹانگیں آسمان کی طرف تھیں اور سر نیچے لٹکا ہوا تھا۔ اس کی جٹائیں زمین کو چھو رہی تھیں۔ اماں نے مجھے حکم دیا۔

''میرے بچے آگے بڑھو اور اس کے بال اتار دو۔''

میں آگے بڑھا تو ہامہ نے ایک چھری مجھے پکڑا دی۔ میں ملنگ کے قریب پہنچا تو وہ چیخنے لگا معافیاں مانگنے لگا۔ میں نے چھری اس کے سر پر ایسے پھیری جیسے استرا پھیرا جاتا ہے اور اس کے سارے بال اتار کر ہامہ کے سپرد کر دیئے۔ ہامہ نے بالوں کو اپنی مٹھی میں لیا اور آگ جلا کر اس میں ڈال دیئے۔ جونہی آگ نے بالوں کو چھوا۔ ملنگ کی دلدوز چیخ گونجی اور اس کا بدن پگھلنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ جوں جوں بال جل رہے تھے ملنگ کا بدن پلاسٹک کی طرح جل کر سکڑ رہا تھا اور اس کی چیخیں سن کر جنگل میں حشر برپا ہو گیا۔ اس لمحہ اماں نے جنگل چھوڑ کر بھاگنے والی بد روحوں کو پکڑ لیا اور جنگل کی فضا ان کی چیخوں سے گونج اٹھی۔ ہر سو چھوٹے چھوٹے شعلے رقصاں تھے اور شہاب ثاقب کی طرح جنگل میں گر رہے تھے۔ اس دوران ہامہ آگ کے پاس کھڑا رہا۔ آخر ملنگ کا شیطانی بدن پگھل کر ختم ہو گیا اور اس کے شیطانی بدن کی جگہ اب صرف ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا لوتھڑا پڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہامہ اس لوتھڑے پر تیزی سے جھپٹا تھا اور اس نے وہ لوتھڑا بھی آگ میں جلا دیا۔ چند ہی لمحے میں پوری فضا تعفن سے بھر گئی اور اسی لمحہ اماں جیونی کی آواز آئی۔

''ہامہ...... تیرا بیڑا غرق تو نے یہ کیا کر دیا؟''

نور کی لہر اب ہامہ کے پاس آئی اور اس نے سرزنش کی۔ ''تو نے ابلیس کی نجاست کو بھی آگ میں جلا کر گند پھیلا دیا ہے۔ اس گندے ماحول میں نیک روحیں کھڑی نہیں ہو سکتیں۔'' اس کے ساتھ ہی اماں جیونی غائب ہو گئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ اماں کے جاتے ہی جنگل میں سے بہت سے وجود فضا میں تحلیل ہو گئے تھے اور ہر سو سنسانی سی پھیل گئی۔

مجھے اماں جیونی کے یوں چلے جانے سے شبہ ہوا کہ وہ ہامہ سے ناراض ہو گئی ہے۔ میں نے ہامہ سے کہا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟

''اگر میں شیطانی نجاست نہ جلاتا تو ابلیس کو زخم کیسے لگاتا؟''

ہامہ اس کام سے فارغ ہوا اور پھر ہم دونوں ساریہ کو تلاش کرنے میں لگ گئے۔ وہ ایک بڑی درخت کی کھوہ میں بے ہوش پڑی تھی۔ ہامہ نے اسے اٹھایا اور ہم اماں جیونی کی کٹیا میں پہنچ گئے۔ اماں جیونی سجدے میں گری ہوئی تھی۔

ہامہ بولا۔ ''ہم کچھ دیر باہر بیٹھتے ہیں۔ اماں عبادت کر رہی ہے۔''

ہم باہر بیٹھ کر ساریہ کو ہوش میں لائے۔ اس نے اپنے باپ کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں پھر اسی لمحہ دونوں غائب ہو گئے اور دوسرے ہی ثانئے مجھے اپنے پاس فضا میں کسی کے بلکنے کی آواز سنائی دی۔ یوں لگا جیسے کوئی زار و قطار رو رہا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ساریہ تھی جو اپنے باپ سے مل کر رو رہی تھی۔ اس دوران مجھے اماں جیونی کی آواز سنائی دی۔ اس نے مجھے اندر بلایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔

''تیری ماں اور تیرے میاں جی بہت فکر مند ہیں۔''

''اماں...... میں واپس کیسے جا سکتا ہوں؟'' میں نے کہا۔

''نہیں میرے بچے تجھے اب واپس جانا ہو گا۔'' اماں نے مختصر کہا اور کچھ پڑھ کر ماتھے پر پھونک ماری۔ اس کا روشن ممتا سے بھرا اور شفاف و پرنور چہرہ مجھے اپنی ماں کی طرح لگا۔

''اماں بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں اگر میں نہ جان سکا تو مر جاؤں گا۔ میں ہر وقت پریشان رہا کروں گا۔ اماں مجھے ان پہیلیوں کی دنیا سے باہر نکالو۔ مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

''میرے بچے...... یہ آگہی کا کھیل ہے۔ یہ روحوں کی دنیا ہے۔ اسرار کے پردوں میں ملفوف دنیا کا روپ ہے' جو تو دیکھ رہا ہے۔ اس کے دکھ بہت زیادہ ہیں میرے بچے۔ اس کے مسائل بہت زیادہ ہیں میرے لعل۔ یہ آگہی کی دنیا ہے۔ تو نے اس دنیا کا علم چکھ لیا ہے ابھی تو دوراہے پر کھڑا ہے۔ ٹھیک ہے میں تیرے سوالوں کے جواب دے کر تجھے واپس بھیجوں گی۔ مگر پہلے مجھے ہامہ کی خبر لینے دو۔''

اماں جیونی نے ہامہ کو بلایا تو ساریہ بھی اس کے ساتھ آ گئی۔ ہامہ اماں جیونی سے کہنے لگا۔

''اماں مجھے معاف کر دو۔ میں مجبور تھا۔ تم جانتی ہو کہ میں جب بھی کسی شیطان کو جہنم واصل کرتا ہوں' اس لیے اگر ابلیس کو چوٹ نہ لگاؤں تو مجھے روحانی خوشی نہیں ہوتی۔''

''ابلیس بڑا بدذات ہے۔ اللہ نے اسے قیامت تک چھوٹ دی ہوئی ہے میرے بچو! وہ بے غیرت زخم کھا کر تلملاتا ہے۔ وہ بزدل اور چالاک دشمن آدم ہے۔ تو صدیوں سے اس کے ساتھ لڑتا آ رہا ہے میرے بچے۔ میں تیری قدر کرتی ہوں لیکن میری ایک بات یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام دنیاؤں اور مخلوقات کو جو نظام فطرت عطا کیا ہے اس کے اندر رہتے ہوئے ہی اس کی تابعداری کرو۔ تم جب بھی خلاف فطرت کام کرو گے' مار کھاؤ گے۔ تم نے اس بچے کی آنکھوں سے اسرار کی دنیا کے حجاب سرکا دیئے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ یہ بچہ برباد ہو جائے گا۔ جب تک خود یہ عامل و کامل نہیں بن جاتا یہ پریشان رہے گا۔ اس کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ یہ دوراہے پر کھڑا ہے۔ تم نے اس پر مخفی دنیا

کو آشکار کیا ہے تو اس کی تربیت بھی کرو اور اسے کچھ سکھاؤ۔"

"اماں ہم جنات کے پاس تو ان علوم کا عشر عشیر بھی نہیں جو آپ انسانوں کو عطا کیا گیا ہے۔ ہم تو کھا کے بھی بھوکے رہتے ہیں اماں...... سب کچھ تو ابن آدم کے پاس ہے اسی لئے تو اماں ہم تم جیسی ہستیوں کے پاس آتے ہیں کہ ہمیں علم عطا کر دو۔ ہمیں کچھ سکھا دو۔"

"پر میرے بچے تجھ پر کچھ قرض واجب ہو چکا ہے۔ تجھے ابھی کچھ ایسے کام کرنے ہیں جس کے لئے اس جیسے انسان ہی کام آئیں گے۔" یہ کہہ کر اماں جیونی نے ہامہ اور ساریہ کو بہت سی ایسی باتیں بتائیں جن پر عمل کر کے وہ شیطانی قوتوں کے خلاف بہتر طریقے سے کام کر سکتے تھے۔ ہامہ نے اس دوران مجھے شیطانی نجاست کو جلانے کا مقصد سمجھایا اور کہا۔

"کوئی بھی کالا علم کرنے اور جاننے والا ابلیس کا چیلا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ایک انسان کالے علم کی انتہا کو پہنچتا ہے تو گویا وہ شیطان کی گندگی اور نجاست کی دلدل میں دفن ہو چکا ہوتا ہے۔ ابلیس اپنی ساری غلاظت اس مجسم خاکی میں داخل کر دیتا ہے اور اس آتش خاکی میں سوائے بدی اور گمراہی کے کچھ نہیں رہتا۔ پس جب بھی ملنگ جیسے سیاہ کار شیطان کو مارا جاتا ہے تو ابلیس کا وہ لوتھڑا بھی جلا دیا جاتا ہے۔ یہ لوتھڑا دراصل اس کے قلب و ذہن کا وہ گمراہ غلاف ہوتا ہے جو شیطانی علوم کی نجاست سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کو جلانے سے یہ ہوتا ہے کہ ابلیس تڑپتا ہے اور اپنی اولاد کے سامنے بیٹھ کر سینہ کوبی کرتا ہی اور کہتا ہے لو میرا ایک اور بچہ مر گیا۔ ظالم، سیاہ کار اور شیطانی علوم کرنے والے ابلیس کی اولاد ہوتے ہیں۔ ان کے مرنے پر ابلیس بے حد رنجیدہ ہوتا ہے اور اپنی کم مائیگی پر روتا پیٹتا ہے۔" ہامہ کی بات سن کر میں دنگ رہ گیا۔

اس وقت ہم تینوں اماں جیونی کی کٹیا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رات کا آخری پہر بیت رہا تھا اور صحرا کی رات کا دامن پرنم فضاؤں سے تر تھا۔ ٹھنڈی اور سحر آمیز ہواؤں کے جھونکے کٹیا سے چھن چھن کر آ رہے تھے۔ ہامہ ساریہ کے ساتھ اپنی زبان میں باتیں کر رہا تھا مگر دونوں ہی گلوگیر تھے۔ ان کے لہجے پرسوز اور آنکھیں پرنم تھیں۔ باپ بیٹی اپنے حالات اور غموں کا کتھارسس کر رہے تھے۔ اماں جیونی ایک طرح سے لاتعلق سی ہو کر بیٹھی خالی خالی نظروں سے کٹیا کی چھت کو تک رہی تھی۔ مجھے لگا جھاڑ پھونس کی چھت اس کی نظروں میں کیا حائل ہو گی۔ اس کی نظر پاش نگاہیں تو آسمانوں کی بلندیوں کے نظارے کر رہی ہوں گی۔ میں نے دیکھا اماں جیونی کا مقدس و پرنور چہرہ غیر مرئی اجالوں کے گرداب میں تحلیل ہو رہا ہے۔ شاید یہ میری نظر کا وہم تھا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اماں جیونی کہیں نور کے اس گرداب میں جذب نہ ہو جائے۔ میں معرفت کے رموز سے ناآشنا تھا۔ بس پر اسرار دنیاؤں کے

رازوں سے کسی حد تک آگاہی حاصل کر چکا تھا مگر معرفت و محبوبیت کی منزل سے آشنا نہ تھا۔

نور کا دائرہ اماں کے چہرے سے پھیل کر اس کے پورے وجود کا گھیراؤ کر رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے یہ نور اب اماں جیونی سے پھوٹ رہا تھا۔ اس کی خالی خالی نظروں میں اشتیاق وارفتگی اور جذب و کرب کے سائے ابھر رہے تھے۔ لبوں پر حیات سوز مسکراہٹ بیدار ہو رہی تھی۔ یکایک ہامہ اور ساریہ خاموش ہو گئے اور دونوں نے عاجزی و نیازمندی سے گردنیں جھکا دیں۔

"اللہ ہو" ہامہ کی گمبھیر لہجے میں صدا گونجی۔

اماں جیونی کی مسکراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ اطمینان و سکون اور حصول مراد کی ساعت کے یہ لمحات اماں جیونی کا حاصل نظر آ رہے تھے۔ میں دم بخود یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ مگر یہ تو عقل و خرد سے بھرپور معرفت کی دنیا کی ایک محترم خاتون تھی۔ کٹیا کا ماحول نور کے اجالوں سے بھر گیا اور میری گردن بھی عقیدت سے جھک گئی۔

"بے شک...... بے شک اللہ عزوجل ہی ساری کائناتوں کا مالک ہے۔ اس کی تدبیر اور حکمت کے آگے سب ہیچ ہے۔ وہ پائیدار ہے باقی ناپائیدار۔ اس کی ہستی بزرگ ہے وہ بلند و برتر ہے۔ اللہ اپنے پیارے اور صابر بندوں کو امتحان کی چکی میں پیستا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے قرب اور التفات ازلی و ابدی کے مشتاق اس کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔ میرے بچو! سب حاجتیں اللہ سے کرو۔ وہ حاجت روا ہے۔ وہ ذات بابرکت ہے۔ ذوالجلال اور قہار ہے۔ وہ اگر تمہارے دلوں میں ہے تو یہ ابلیسی مردود اور اس کے حواری کچھ معنی نہیں رکھتے۔ وہ تمہیں توفیق دے گا۔ تمہاری مدد کرے گا...... اپنے نیک بندوں کے ذریعے۔ پس تم شیطان جہنمی اور شیطان خاکی سے لڑتے رہو۔ حتیٰ کہ تم جان سے گزر جاؤ اور ذات اعلیٰ و برتر کا قرب تمہیں نصیب ہو جائے۔"

"اماں......" ہامہ کی دلگداز آواز گونجی۔ "میرے لئے دعا کر اماں...... خالق کائنات مجھے اپنے محبوب ﷺ کے طفیل معاف کر دے اور مجھے ابلیس مردود کے خلاف استقامت اور اعانت عطا فرمائے۔"

"انشاء اللہ میرے بچے...... تیرا عزم، تیرا حوصلہ، تیری تدبیر...... سب زندہ ہیں اور تو اپنے مقصد کے ساتھ زندہ رہے گا۔"

اماں کی بات سن کر ہامہ سسکیاں بھرنے لگا۔ آنسوؤں کی ایک دھار تھی جو کسی آبشار کی طرح اس کے رخساروں سے بہہ رہی تھی۔ وہ گلوگیر اور حسرت آمیز لہجے میں بولا۔

"آہ...... کاش میں بھی ایک انسان ہوتا۔ اے کاش کہ میں بھی ایک انسان ہوتا۔"

ماحول میں سوگواری رچ گئی۔ وہ بولا۔ "اگر میں انسان ہوتا تو مجھے بھی اس علم کی خلعت سے

بخشش اور فوز وفلاح کا وہ موقع مل جاتا جو انسانوں کو میسر ہے۔"

میں ذہنی طور پر الجھ کر سوچنے لگا کہ ہامہ یہ بات کیوں کر رہا ہے۔ یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ انسا[ن] جنات پر افضل ہیں لیکن نیکی کے معاملے میں رب کریم کے نزدیک تو سبھی مخلوقات برابر ہیں۔ میں [نے] ہامہ کو مخاطب کیا اور کہا۔

"تم اللہ کے برگزیدہ بندے ہو۔ تم نے ہمیشہ اللہ کی خوشنودی اور اطاعت انبیا کا حق ادا کیا ا[ور] ابلیس کے خلاف جہاد کیا جو اللہ کو بے حد عزیز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے گا۔"

ہامہ بولا۔ "بس تم انسانوں کو یہی غلط فہمی ہے۔ تم ہم پر افضل ہو مگر افسوس کہ انسانوں کو ا[پنی] اہمیت اور علوم کا ادراک نہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کئے ہیں۔ ہم جنات بے شک بہت زیا[دہ] طاقتور ہیں۔ اگرچہ ہمیں یہ قدرت حاصل ہے کہ ہم جو چاہے شکل اختیار کر لیں۔ ہواؤں میں بس[یرا] کریں اور نظروں سے غائب رہیں۔ اس کے باوجود ہم انسانوں کے محتاج ہیں۔ ان سے علم قرآن [و] حدیث سیکھتے ہیں۔ ہماری عقلوں میں اتنی دانش اور ادراک نہیں جتنی انسان کے پاس ہے۔"

اماں جیونی نے ہامہ کو حوصلہ دیا اور کہا۔ "ہامہ اس کے باوجود تو ایک نیک اور صالح جن ہے[۔] بس اب تو یہ عہد کر لے کہ جس مقصد کے تحت یہاں تجھے بلایا گیا ہے اسے انجام دے۔ اور ایک با[ت] میری یاد رکھ۔ تو ہرگز...... ہرگز انسانی آبادیوں اور انسانی معاملات میں بے جا دخل نہیں دے گا۔ ا[گر] کسی ستم گر انسان یا ظالم انسان کے خلاف کچھ مدد کرنی ہے تو اپنے دوست انسانوں کے ذریعے [مدد] کرو۔"

اماں جیونی نے سندھ کے صحراؤں میں شیطانی بت کدوں اور فرزندان ابلیس کے ٹھکانوں [کے] بارے میں ہامہ اور ساریہ کے ساتھ باتیں کیں۔ پھر اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے ہا[مہ] سے کہا۔

"ہامہ...... میرے اس بچے کو ابھی علوم سیکھنے کی ضرورت ہے۔ تم اسے وڈیرے کی حویلی [میں] لے جاؤ اور وہاں اس کی تربیت کرو۔" میں نے اماں جیونی سے کہا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ چلے تو ا[س] نے کہا کہ وہ اپنی کٹیا چھوڑ کر نہیں جا سکتی البتہ اس نے ہماری نگرانی کا وعدہ کیا۔

وڈیرے کی حویلی کی طرف روانہ ہونے سے پہلے اماں جیونی نے ساریہ کو بہت سی دعا[ئیں] دیں تو وہ اچھی بھلی ہوگئی۔ ہم تینوں صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے اماں کی کٹیا سے نکلے۔ ابھی فجر [کا] خاصا وقت تھا جب حویلی پہنچ گئے۔ وڈیرے کے ملازموں نے مجھے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا۔ [وہ] خوف وہراس میں مبتلا نظر آ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ وڈیرہ ملنگ کے طاغوتی حملے کے باعث مر گیا [تھا۔] ہامہ نے مجھے حویلی پہنچانے کے بعد کہا کہ سب سے پہلے غسل کر کے نماز فجر ادا کروں۔ میں نے

غسل کیا اور فجر کی نماز ادا کی۔ ہامہ نے مجھے سمجھایا اور کہا۔

"اگر تم نیک علوم پر دسترس حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہر وقت وضو میں رہا کرو اور نماز کبھی خطا نہ کرنا۔ ورنہ تم ان علوم سے استفادہ نہیں کر پاؤ گے۔"

میں ایک زمانے تک پانچ وقت کا نمازی تھا مگر میں جن حادثات کا شکار رہا تھا ان کے باعث نماز میں باقاعدگی نہ رکھ سکا۔ میں نے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر جب تک سورج طلوع نہیں ہو گیا میں جائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح کرتا رہا۔ مجھے نماز سے روحانی خوشی کا احساس ہوا اور میں نے عہد کر لیا کہ اب میں نماز خطا نہیں کروں گا۔ نہ صرف یہ بلکہ میں نے اس روز سے قرآن پاک بھی باقاعدہ پڑھنا شروع کر دیا اور اپنے لئے ہر طرح کا رنگین لباس ممنوع قرار دے دیا۔ ہامہ نے ساریہ کو کہیں بھیج دیا تھا۔ ہم دونوں ہی حویلی میں رہ رہے تھے۔ دنوں میں مجھ میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ سفید شلوار قمیض اور سر پر ٹوپی میرا مستقل لباس تھا۔ ہامہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتا تھا۔ اس نے مجھے عطر کی ایک شیشی بھی لا کر دی۔ ایسی بے مثال خوشبو دار عطر میں نے کبھی نہیں لگائی تھی۔

وہ جمعۃ المبارک کا روز تھا۔ میں نے عطر لگایا اور دھلی ہوئی سفید شلوار قمیض پہن کر تسبیح کرتا ہوا باہر نکلا تو ساریہ میرے سامنے آ گئی۔ اس نے سر کو چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں جمعہ پڑھنے کے لئے شہر جا رہا ہوں۔" اس سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔

"بابا کہاں ہیں؟"

"وہ بھی جمعہ پڑھنے کے لئے گئے ہوں گے۔" مسلمان جنات پانچ وقت کے نمازی ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ مسلمان جن بے حد عبادت گزار ہوتے ہیں۔ جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور مقدس دن یا ساعت وہ اس کے مطابق عبادت کرتے ہیں۔

"میں تمہارے ساتھ شہر چلوں؟" ساریہ نے ملتجی نظروں سے میری جانب دیکھا۔

"نہیں ساریہ...... تم یہاں حویلی میں رہ سکتی ہو۔"

ہامہ نے دراصل ساریہ کو منع کر دیا ہوا تھا کہ وہ اپنے ٹھکانے سے باہر نہ آیا کرے۔ اس نے بڑی مشکل سے سرکش جنات کو اپنا دوبارہ حلیف بنایا تھا اور ساریہ کے بارے میں انہیں بتا دیا کہ وہ زندہ ہے۔ اماں جیونی نے سرکش جنات اور علمدار جنات کو بھی سمجھایا تھا کہ وہ ہامہ کے ساتھ غداری نہ کریں۔ ہامہ اور ساریہ کے معاملات اپنی برادری کے ساتھ معمول پر آ گئے تھے لیکن ایک مخصوص وقت تک کے لئے ہامہ اور ساریہ اس وقت کے پابند تھے کہ جنات کے معاملات میں وہ دخل نہیں دیں

گے۔ ہامہ کی بجائے ایک دوسرا جن ان دنوں جنات کے سردار کی حیثیت میں معمولات ادا کر رہا تھا۔ ہامہ اس عرصہ کے لئے میرے ساتھ حویلی میں تھا اور مجھے مخفی علوم کی تعلیم دے رہا تھا۔ میں نے اس کی نگرانی میں وظائف اور چلے کاٹے۔ شب و روز کی ریاضت، فاقہ کشی سے میں اپنا نفس زیر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس تناظر میں جب ساریہ سے میں نے یہ کہا تو وہ خاصی جز بز ہوئی تھی۔ وہ بولی۔

''بابا اور تم دونوں نے مجھے قید میں ڈال دیا ہے۔ مجھ سے یہ قید کاٹی نہیں جا رہی۔''

''ساریہ تمہاری باغیانہ حرکات کی وجہ سے ہامہ ایک بہت بڑے امتحان میں مبتلا ہے۔ خدا کے واسطے اب تو باز آ جاؤ۔ کیوں اپنے باپ کو مروانے پر تلی ہوئی ہو؟''

ساریہ کو مجھ سے سخت جواب کی توقع نہیں تھی وہ روتی منہ بسورتی حویلی میں چلی گئی اور میں نے اصطبل سے گھوڑا لیا اور قریبی شہر چلا گیا۔ میں نے نماز جمع ادا کی۔ میں نے ایک بات محسوس کی کہ نمازی مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ پہلے میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا مگر جب نماز پڑھنے کے بعد میں باہر آیا اور گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو محسوس ہوا کہ شہر کے لوگوں کا ایک ٹھٹ میرے گرد اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''بھائیو...... خیر تو ہے۔''

''تم کون ہو؟'' مجمع میں سے کسی نے پوچھا۔

میں نے اپنا نام بتایا تو ان میں سے ایک لمبا تڑنگا نوجوان سامنے آ گیا اور بولا۔ ''یہ گھوڑا تو وڈیرے کا ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں کہ وہ گھوڑے نہیں بیچتا اور اپنے پالتو گھوڑے پر کسی کو سواری نہیں کرنے دیتا اور نہ ہی اس کا یہ گھوڑا اپنے مالک کے سوا کسی کو اپنے اوپر بیٹھنے دیتا ہے۔''

اس کے بعد ایک باریش آدمی آگے بڑھا اور تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔ ''کیا تم وڈیرے کے خاص آدمی ہو۔ اگر تم خاص آدمی ہوتے تو تمہارا یہ حلیہ نہ ہوتا۔ وہ بدکاروں کا آقا ہے لیکن تم......''

مجھے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اپنے علاقے میں وڈیرے کا روپ بہت گھناؤنا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ معاً مجھے خیال آیا اور کہا۔

''شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ وڈیرہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ گناہوں کی زندگی سے تائب ہو گیا تھا۔''

یہ سنتے ہی سبھی لوگوں کے چہرے کھل اٹھے مگر دوسرے ہی لمحے انہوں نے مجھ پر کئی سوالوں کی بوچھاڑ کر دی اور مجھ سے میری اصلیت جاننے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ مجھے ان سے جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ میں انہیں مطمئن نہ کر سکا۔ اسی اثنا میں مسجد کا خطیب باہر آ گیا۔ لوگوں نے اسے میرے بارے میں بتایا تو اس نے لوگوں کو ان کے گھروں میں بھیج دیا۔ پھر مجھے اپنے حجرے میں آنے کے

لئے کہا۔ میں اس کے ساتھ مسجد میں ملحق حجرے میں چلا گیا۔ حجرہ کیا تھا صرف بان کی ایک چارپائی اور کچھ کھانے پینے کے برتن پڑے تھے۔ خطیب کا نام اللہ وسایا تھا۔ اس نے مجھے پانی پلایا اور چارپائی پر بٹھا کر پوچھنے لگا۔

''اب اصل کہانی سناؤ کہ تم کون ہو؟''

میں مخمصے میں پڑ گیا کہ کیا کہوں۔ اگر میں ہامہ، ساریہ، اماں جیونی، فرزندان ابلیس کے بارے میں باتیں کرتا تو وہ مجھے پاگل سمجھتا۔ میں جھوٹ بھی نہیں بول سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اپنی زندگی کے پراسرار کرداروں کو حذف کر کے اسے بتایا کہ میں وڈیرے کے پاس رہتا تھا کہ ایک اللہ والے کی دعا سے وہ راہ راست پر آ گیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد میں حویلی میں رہ رہا ہوں۔''

''میرے بچے بات صرف اتنی سی نہیں ہو سکتی جو تم کہہ رہے ہو۔'' حافظ اللہ وسایا نے کہا۔

''سب لوگ تمہارے بارے میں اس لئے شک میں پڑ گئے کہ اگر وڈیرہ گناہوں سے تائب ہوا تھا تو پھر اس کے نام پر جرم کرنے والے سیاہ کار ابھی تک آزاد کیوں ہیں۔ یہاں ابھی بھی بہت سے کالے عامل ہیں جو مسلمانوں کے قبرستانوں میں شیطانی کام کرتے ہیں۔ ان کے سرحد پار سے رابطے ہیں اور یہاں سے پورے ملک کے کالے عاملوں کو نجس سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ کالے اور سیاہ باطن لوگ وڈیرے کی آشیرواد سے کام کرتے تھے۔ اگر وڈیرہ مر گیا ہے تو پھر اس کی اصلاح کرنے والے نے اس جانب کیوں نہیں دیکھا۔''

میں نے خاموش نظروں سے حافظ اللہ وسایا کی طرف دیکھا۔ اس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی کہنے لگا۔

''وڈیرے کی جاگیر کے پاس ایک جنگل ہے اور اس جنگل سے پہلے ایک گوٹھ ہے جہاں اماں جیونی رہتی ہے۔ یہ عورت اللہ لوک ہے۔ کالے عامل اس کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اماں جیونی کے جنات کے ساتھ رابطے ہیں مگر اماں جیونی اپنے جنات کے ذریعے بے کس انسانوں کی مدد نہیں کر رہی۔ لگتا ہے وہ بھی ان سے خوفزدہ ہے حالانکہ اللہ والوں کو شیطانی لوگوں سے نہیں ڈرنا چاہئے۔''

اماں جیونی کا نام سنتے ہی میں بے اختیار چونکا تھا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ اماں جیونی کون ہے؟'' حافظ اللہ وسایا نے پوچھا۔

''نہیں۔'' میں نے جھوٹ بولا۔

''کبھی وہ اس شہر میں رہتی تھی۔'' حافظ اللہ وسایا چارپائی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور میں بھی ہمہ تن گوش ہو گیا۔

''یہ عورت شروع سے بہت عبادت گزار تھی۔ سنا ہے کہ ایک برگزیدہ جن اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ اماں جیونی...... جوانی میں جتنی نیک تھی اتنی ہی خوبصورت بھی تھی۔ اسے جن سے پیار ہو گیا مگر وہ جن اماں جیونی کو دھوکا دے کر چلا گیا۔ اماں جیونی کو بے حد صدمہ ہوا۔ وہ اس کے فراق میں پاگل ہو گئی اور صحرا میں نکل گئی۔ پھر ہم نے سنا کہ اس نے اپنے غم کو سینے میں دبا لیا۔ تپتے صحرا کو کھود کر دل کو اس کے اندر دبا دیا اور عبادت و ریاضت میں کھو گئی۔ اس نے معرفت کو پا لیا۔ میں نے سنا ہے کہ چاندنی راتوں میں جنات اب بھی اس کے پاس آتے ہیں۔''

حافظ اللہ وسایا کے منہ سے اماں جیونی کی یہ کہانی سنی تو میرے ذہن میں اماں جیونی کے وہ الفاظ گردش کرنے لگے جب اس نے مجھے اور ہامہ سے کہا تھا کہ جنات بے وفا ہوتے ہیں۔ اب مجھے سمجھ آئی تھی کہ اماں نے یہ کیوں کہا تھا۔ حافظ اللہ وسایا سے بڑی مشکل سے جان چھڑا کر میں حویلی کی جانب روانہ ہو گیا مگر میرا ذہن اماں جیونی کی ذات کی الجھنوں میں الجھ گیا۔

مجھے اماں سے ہمدردی ہو گئی اور میں نے یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لی جنات پر واقعی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

پراسرار چاندنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ ریگستان پر آشوب ہوائی خطرات کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ ریت کا ذرہ ذرہ مجھے سلگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ہامہ مجھے شہر سے آتے ہی ایک خاص چلے کے لئے حویلی سے دور ویرانے میں لے آیا تھا۔ اس نے مجھے حصار قائم کرنے کے بعد کہا تھا کہ کچھ دیر کے لئے وہ اماں جیونی کے پاس جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کی واپسی تک میں ایک وظیفہ پڑھ لوں۔ مگر میرے دل و دماغ کی دنیا تہ و بالا ہو رہی تھی اور مجھے شاید پہلی بار پراسرار دنیا کی الجھنوں تجسس اور گرہ در گرہ مصلحتوں سے کوفت محسوس ہوئی۔ میں جب سے اماں جیونی کے بارے میں باخبر ہوا تھا مجھے رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا کہ ایک جن زادے نے اس کے ساتھ یہ بدسلوکی کیوں کی۔ میں خاموشی سے حصار میں بیٹھا رہا۔ رات کے سناٹے اور چاندنی کے پرہول نور میں مجھے وحشتیں ہی وحشتیں نظر آ رہی تھیں۔ میرا دل چاہا کہ میں واپس چلا جاؤں لیکن مجھے احساس تھا کہ ایک بار جب میں حصار میں بیٹھ چکا ہوں تو اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتا جب تک وظیفہ پورا نہیں کر لیتا۔ دوسری صورت میں مجھے عبرت ناک سزا مل سکتی تھی اور ابلیسی قوتیں مجھ پر غالب آ سکتی تھیں۔

کچھ ہی دیر بعد ہوا کے پردے پھڑپھڑائے اور ہامہ واپس آ گیا۔ وہ حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں اسے خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ پوچھنے لگا۔

''تم نے وظیفہ کیوں نہیں پڑھا؟''

''میں نے کہا۔'' میں آج پڑھائی نہیں کر سکتا۔''

ہامہ بولا۔ ''اماں جیونی مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ وہ بہت متفکر تھی تمہارے بارے میں۔''

''اماں کو میری بڑی فکر ہے کیا۔'' میں نے پژمردہ دل کے ساتھ کہا۔ ''لیکن اماں مجھے بتاتی کیوں نہیں کہ جنات کو اس نے بے وفا کیوں کہا تھا؟''

''اچھا تو تجھے یہ غم ہے۔'' ہامہ حصار کے اندر آ گیا اور میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر بولا۔ ''تو پریشانیوں کا جوگ لینا چاہتا ہے۔ تیرے لئے بہتر ہے کہ بس اتنا ہی جان اور اتنا ہی سوچ جتنا تجھے بتایا اور دکھایا جا رہا ہے۔ ورنہ پاگل ہو جاؤ گے۔'' ہامہ نے مجھے سمجھایا۔ ''انسان بے شک بہت ذہین ہے مگر ہر انسان کو آگہی نصیب نہیں ہوتی۔ انسان بنیادی طور پر ضعیف ہے۔ اگر وہ زیادہ سوچے گا تو اس کے ذہن کی طنابیں ٹوٹ جاتی ہیں لیکن میں پھر تمہیں یہ سمجھاؤں گا کہ ذہانت و آگہی کے باوجود ہر انسان مخفی دنیا کے اسرار نہیں جان سکتا۔ اس لئے تم ذرا سنبھل سنبھل کر چلو۔''

''اگر اماں جیونی کے حالات جاننے میں اس کی عافیت نہیں ہے تو بے شک مجھے اس سے آگاہ نہ کرو اور اگر اس راز سے مجھے آگاہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے تو مجھے بتا دیں ورنہ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ اک مہرباں، سراپا شفقت و مجسم معرفت...... اماں جیونی بڑی مقدس ہستی ہے اے میرے محسن ہامہ۔ تو نے مجھ پر اب تک بہت سی عنایات کی ہیں مجھے اس اک راز سے بھی آگاہ کر دے اور مجھے بھی وہ روشن راستہ دکھا دے جس پر چل کر اماں جیونی نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔''

''میرے ہمراز......'' ہامہ نے اک آہ کھینچی اور بولا۔ ''اماں جیونی نے یہ روشن راستہ تاریکیوں کے گھپ اور مہیب راستوں پر ٹھوکریں کھانے کے بعد حاصل کیا ہے۔ میں تجھے اگر اماں جیونی کی کہانی سنانے بیٹھ گیا تو ہمیں ایک بار پھر پیچھے جانا پڑے گا۔ صدیوں پیچھے۔ ماضی کی گہرائی میں اترنا پڑے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے ماضی کے دھندلکے لہرا رہے ہیں میرے مہربان دوست۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا ہامہ...... کوہ طور کی اس غار میں کھڑا ہے جہاں اس کی شانور ابلیس کے طاغوتی حملے کا شکار ہو گئی تھی اور مجھے ذوالناس نے بتایا تھا کہ ایک آنے والا آئے گا۔ نور مجسم، پیکر رحمت، خالق کون و مکاں کا ایک شفیق بندہ۔ اس کے عہد میں ہی مجھے ایک رہنما ملے گا اور میں چھ علوم پر قدرت حاصل کرنے کے بعد اس قابل ہو جاؤں گا کہ......'' یہ کہتے کہتے ہامہ لمحوں میں کہیں دور نکل گیا اور حواس پر جیسے برق سی گر پڑی تھی۔ میں حیران و مجوب سا ہو کر سوچنے لگا کہ کیا اماں جیونی کا شانور سے کوئی تعلق ہے۔ کیا وہ انسان نہیں ہے۔ ہامہ یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ اماں جیونی کی کہانی شروع کی تو اسے ایک بار پھر صدیوں پیچھے جانا پڑے گا۔ کیوں اے الٰہی...... یہ ماجرہ کیا

ہے۔ یہ تیرے کیسے اسرار ہیں کہ انسان اگر ان کھوجنے نکلے تو خود ان راہوں کی دھول میں کھو جائے۔

حصار میں ہامہ کی قربت سے تپش بڑھ رہی تھی میرا بدن تو پہلے ہی اندرونی کیفیات سے جل رہا تھا۔ ہامہ کے بدن ناری سے میرا بدن موم کی طرح پگھلنے لگا۔ چلتے چلتے میں آپ کو جنات کی ایک اور حقیقت سے آگاہ کردوں۔

جنات چونکہ آگ سے تخلیق کئے گئے ہیں اس لئے اگر یہ کسی انسان کے بہت قریب ہوں یا اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھے ہوں تو ان کی حرارت صاف طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسے دی جا سکتی ہے کہ جس طرح تندور کے اندر آگ جھلس رہی ہوتی ہے مگر اس کی تپش کا احساس تندور سے باہر بھی ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جنات کی قربت میں رہنے والا انسان ان کے ساتھ جڑا نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ ان کی تپش جو پہلے گوارا ہوتی ہے کچھ دیر کے بعد اس کی حدت زیادہ محسوس ہونے لگتی ہے تو اسے اپنا دماغ گھومتا اور رگوں میں خون کی گردش تیز محسوس ہونے لگتی ہے۔ کسی انسان کے اندر جن یا شیطانی بدروح حلول کر جائے تو اس کی آگ انسان کے بدن بالخصوص خون کو خشک کرنے لگتی ہے وہ انسان آہستہ آہستہ زندگی سے دور ہو جاتا ہے۔ ایک جن یا شیطانی بدروح کو انسانی بدن میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وجہ ہے جب کوئی ناری مخلوق انسانی بدن میں داخل ہوتی ہے تو وہ انسان خونخوار ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں خون دوڑنے لگتا ہے اور آواز بدل جاتی ہے۔ کوئی بھی عامل ناری مخلوق کے ساتھ جڑ کر نہیں بیٹھتا۔ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے ناری مخلوق (جن و شیاطین) کے ساتھ اپنے بدن کو مسلسل مس کیا تو اس کے عملیات کی طاقت کم ہو جائے گی۔ ناری مخلوق کے ساتھ دوستانہ مراسم یا ان کو بحیثیت موکل پاس رکھنے کا ایک اصول واضح ہے کہ اس سے کم از کم پانچ فٹ کے فاصلے پر بیٹھے۔

ہامہ اس وقت میرے حصار میں آیا تو ہم دونوں کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا جس کی وجہ سے اس کی تپش کے باعث میرے اعصاب مختل ہونے لگے تھے۔

میں نے ہامہ کو اپنی الجھنیں بیان کیں اور کہا۔ ''اماں جیونی کا تمہارے ماضی سے کیا تعلق ہے؟''

''بہت تعلق ہے...... بلکہ بہت گہرا تعلق ہے۔'' ہامہ کے لہجے میں سوگواری تھی۔ اس نے ایک آہ بھری تو مجھے محسوس ہوا جیسے صحرا میں چلنے والی گرم ہوا کا ایک تھپیڑا ہے جو میرے چہرے کو جھلسا گیا ہے۔ میری چیخ نکل گئی تو ہامہ نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ ''کیا ہوا ہے؟''

میں نے نظروں ہی نظروں میں اپنے اور اس کے درمیان ختم ہوتے فاصلے کو دیکھا تو وہ میری چیخ کی وجہ جان گیا اور یکدم حصار سے باہر ہو گیا۔

''معاف کرنا میرے یار میں بھول گیا تھا کہ ناری مخلوق اگر خاکی مخلوق کے اتنے قریب آ

جائے تو کیا ہوتا ہے۔''

ہم دونوں بالآخر وہاں سے حویلی پہنچے۔ ہامہ نے حویلی کے اندر ہی میرے لئے ایک کمرے کو حجرہ بنا دیا تھا جہاں میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتا تھا۔ حجرے میں پہنچ کر میں نے لوبان کی دھونی تیار کی اور کمرے میں فضا کو معطر و خوشبودار بنا دیا۔ پھر دیسی گھی کا بڑا چراغ جلا کر دیوار گیر طاقچے کے اوپر رکھ دیا۔ حجرے کی فضا لمحوں میں ٹھنڈک آمیز اور مسحور کن ماحول سے بھر گئی۔ زرد روشنی میں ہامہ پراسرار سائے کی طرح لہرا رہا تھا۔ ہم دونوں چٹائی پر بیٹھ گئے میں نے ہامہ کے لئے ایک تکیہ کا اہتمام اور کچھ میوہ جات بھی باہر سے منگوا لئے۔ جنات میوہ جات رغبت سے کھاتے ہیں۔ ہامہ نے میرا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ اہتمام کیوں کیا ہے۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔'' ہامہ نے زرد روشنی اور لوبان کے دھوئیں میں گہری سانس لی۔ ''لیکن تمہارے لئے یہ بات حیرت سے کم نہیں کہ اماں جیونی کا میری داستان سے گہرا تعلق قائم ہو چکا ہے۔''

''وہی تو میں جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''سنو! تم جانتے ہی ہو ابلیس مکر و فریب کا پتلا ہے۔ وہ انسان کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی انسانوں میں اپنے حواری بناتا ہے تو کبھی جنات میں۔ وہ صالح، متقی اور معصوم انسانوں کو گمراہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں نکلنے دیتا بلکہ یہ کہوں تو درست ہو گا کہ اس نے انسانوں کو پھانسنے کے لئے مکر و فریب کے پھندے اور جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ گناہ کی کشش سے مواقع پیدا کرتا ہے۔''

''ہاں...... میں جانتا ہوں۔''

''اور سنو...... میں نے تمہیں بتایا تھا کہ شانور سے میرا ایک فرزند تولد ہوا تھا اور اسے میرا باپ چھین کر لے گیا تھا۔ ذوالناس نے بتایا تھا کہ ابلیس اب میرے بیٹے کو میرے خلاف تیار کرے گا۔''

میں نے چونک کر ہامہ کی جانب دیکھا۔ اس کا چہرہ صدیوں کی تہہ دار جھریوں میں غرق تھا۔

''ابلیس نے میرے بیٹے کو ایک شاطر ابلیس بنا دیا تھا۔ میرے بیٹے کا نام اس نے ناسور رکھا تھا۔ وہ ناسور جو انسانی بدن میں پھوٹے تو زہر بن جاتا ہے۔ ناسور میرا دشمن بن کر میرے تعاقب میں رہا۔ صدیوں تک وہ جان ہی نہ سکا کہ میں اس کا باپ ہوں۔ ناسور کی تربیت و پرورش ابلیس نے خود کی تھی۔ اس نے علوم طاغوت سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ وہ جنات کا روپ دھار کر انسانی بستیوں میں جا کر پھوٹتا اور تباہی و بربادی پھیلاتا تھا۔ یہ ناسور ہی تھا جس نے ایک خوش شکل جن زادے کے روپ میں اماں جیونی کو گمراہ کیا۔ اماں جیونی جوانی میں جو ایک حسین و جمیل لڑکی تھی وہ اپنا دل ہار بیٹھی۔ ناسور

نے اماں جیونی کو برباد کر دیا...... اور پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اماں جیونی اس کے ہجر میں پاگل ہو گئی ا ور صحرا صحرا اسے تلاش کرتی رہی۔ پھر اسے ایک نیک بزرگ مل گیا جس نے اس کے زخموں کو دھویا اور اس کے بعد اماں جیونی کی دنیا ہی بدل گئی۔ میری جب سندھ میں ڈیوٹی لگی تو اماں جیونی سے میری ملاقات ہو گئی۔ اماں جیونی کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ناسور میرا بیٹا تھا۔ میں اماں جیونی سے شرمندہ تھا۔ ناسور کو بھی اماں جیونی کے اس روپ کا علم ہو گیا لہٰذا وہ ابلیس کی پناہ میں چلا گیا مگر میں نے اور اماں جیونی نے اسے تلاش کر لیا اور پھر اسے عبرتناک موت مارا۔ جس روز ناسور مرا، وہ دن ابلیس کے لئے سوہان روح بن گیا۔ وہ اس کی موت پر پچھاڑیں مار مار کر رویا تھا اور اس نے عہد کیا تھا کہ وہ اماں جیونی سے اس کا بدلہ لے گا۔ میں نے جنات کا ایک گروہ اماں جیونی کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ ابلیس نے جب یہ دیکھا کہ جنات بھی اماں جیونی کا پہرہ دے رہے ہیں تو اس نے ملنگ جیسے شیطان صفت انسانوں کو اس دھرتی پر بھیج دیا۔ انہوں نے یہاں اپنے ٹھکانے بنائے اور ریگستان میں طاغوتی دنیا آباد کر کے بیٹھ گئے۔ یہ وہی طاغوتی دنیا تھی جس کا تم شکار ہو چکے ہو۔ قدرت کے کام حکمت افروز ہوتے ہیں۔ ہم کچھ خیال کرتے ہیں مگر تقدیر ہمارے لئے کسی اور کام میں بہتری چاہتی ہے۔ ان دنوں تم میرے پاس تھے جب ہمارے قبائل کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ باقی حالات تم جانتے ہو میں تمہیں یہ بات پورے یقین سے کہہ رہا ہوں کہ اماں جیونی ایک پاک دامن خاتون ہے۔ اس کا علم پاک ہے اور وہ نیک پاک ہے۔ تم اس سے سیکھتے رہے تو تمہاری عاقبت بھی سنور جائے گی۔"

ہامہ کی باتیں سن کر میرے اعصاب سن ہو گئے۔ اس عجوبہ فطرت میں ہر پل ہر ساعت کیا ہو رہا ہے کوئی صدیوں کی زندگی جی رہا ہے اور اس کا تعلق ابھی تک اس دنیا کے ساتھ ہے۔ جہان اسرار کی دنیا بھی بڑی عجیب ہے۔

"ناسور نے مجھے صدیوں تک پریشان کیا تھا اور جب وہ مرا تو مجھ پر شادی مرگ طاری تھی۔" ہامہ پر جوش ہو گیا۔ "راہ حق میں چلنے والے کے لئے یہ کڑا امتحان ہوتا ہے جب وہ باطل کا ساتھ دینے والے اپنے ہی خون کو اپنے ہاتھوں سے مارے۔ شکر الحمد اللہ کہ میں اس میں کامیاب ہوا۔ مجھے اس کی موت کا کوئی قلق نہیں۔ مجھے اگر دکھ تھا تو اماں جیونی کا۔ نہ جانے اس ناسور نے کتنی عورتوں کو گمراہ کیا تھا۔ وہ تو اس کھیل میں ماہر تھا۔ سنو...... غور سے سنو۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار اور فریب بھی ہے کہ وہ عورتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ایک گمراہ عورت کئی مردوں پر بھاری ہوتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ ایک صالح پاک دامن عورت کو دنیا کی کوئی طاقت مات نہیں دے سکتی۔ وہ عصمت و عفت کا کوہ گراں ہوتی ہے۔ پاک دامن عورت پر اللہ کی رحمت سایہ فگن ہوتی ہے۔ ابلیس نے گمراہ عورتوں پر میرے بیٹے کو مامور کیا تو اس نے کئی نسلوں اور قبائل کو برباد کر دیا۔ کاش میں اس پر قدرت رکھتا کہ ابلیس

میرے ہاتھوں سے مارا جاتا اور میں بدی کے اس منبع کو ہی ختم کر دیتا۔ کاش میں ناسور کو پھلنے پھولنے سے پہلے ہی مار ڈالتا۔ کاش میں اس وقت اس کے غم میں نہ رویا ہوتا جب میرا باپ اسے چھین کر لے گیا تھا۔ میں تو برسوں تک اسے تلاش کرتا رہا۔ میں جانتا تھا ناسور دست ابلیس میں رہا تو قابل نفرت بن جائے گا۔ میں اگر اسے اس کے بچپن میں ہی حاصل کر لیتا تو شاید وہ بہک جانے سے بچ جاتا۔ یہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ ناسور میری اور شانور کی اولاد تھا۔ اس کی دہری خصوصیات تھیں۔ وہ ایک جن زادہ تھا مگر اس کے اندر ابلیس کا بھی خمیر تھا۔ وہ خمیر جس سے میں نے جنم لیا تھا۔ مگر میں اس خمیر فطرت سے نجات حاصل نہ کر سکا البتہ اللہ کی رحمت سے میں بدی سے دور رہا اور بدی کے خلاف سر گرم رہا۔"

میں نے دیکھا کہ ہامہ لحہ بہ لحہ ماضی کی گہرائیوں میں اتر رہا ہے تو میرا اشتیاق توانا ہو گیا اور میں نے چاہا کہ وہ تاریخ جنات اور پر اسرار دنیاؤں کے رازوں کو یونہی آشکار کرتا رہے۔ وہ حال کی بلندیوں سے ماضی کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔ میں نے ایک نفسیاتی دھکا دیا اور پوچھا۔

"ہاں کاش ایسا ہوتا لیکن اے میرے عظیم دوست ...... تم نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ اس میں بھی حکمت الٰہی مضمر تھی۔ پس یہ ہوا۔ میرے عزیز دوست ایسا ہوتا ہے...... سو ہو گیا۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا شانور نے دوبارہ زندگی پا لی تھی۔ تم نے کوہ طور سے اتر کر کیا دیکھا نسل آدم اور نسل نوح پر کیا بیتی اور تم نے اس دور میں کیا کچھ کیا تھا؟"

"مجھے سب یاد ہے۔ سب یاد ہے۔ میری آنکھوں میں آج بھی وہ مناظر زندہ ہیں۔ میں انہیں آج بھی اسی طرح دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہارا اشتیاق ختم کر رہا ہوں۔ سنو! ذوالناس مجھے دلاسہ دے کر چلی گئی تھی اور میں کوہ طور کی غار میں شانور کی دم توڑتی سسکیاں سنتا رہا۔ بڑی بے بسی مجھ پر طاری تھی لیکن میں مایوس نہیں ہوا۔ میں نے شانور کو اٹھایا اور اسے کوہ ابوقبیس پر لے آیا۔ تمام جنات اکٹھے ہو گئے۔ جنات نے شانور کو ایسی ایسی ادوایات پلائیں جو مردہ جسموں سے لاغر روح کو نکلنے نہیں دیتیں مگر شانور لحہ لحہ موت کی دلدل میں اتر رہی تھی۔ اس وقت مجھے ایک جہاندیدہ اور صاحب علم جن نے بتایا کہ میں ینوع کے چشمہ پر چلا جاؤں اور اس کا پانی اس کے مالک سے اجازت سے لے کر آؤں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ینوع کا چشمہ کہاں ہے اور اس کا مالک کون ہے؟ اس نے بتایا کہ صحرائے ریگستان میں احقاف کا علاقہ ہے جہاں نسل سام آباد ہو رہی ہے۔ قوم نوح کی بربادی کے بعد حضرت نوح کے فرزند سام کی نسل یہاں بود و باش اختیار کر رہی تھی۔ یہ عاد اولیٰ تھی۔ بنو عاد کی ایک شاخ ھود کا ایک صاحب علم و سیرت انسان غسان رہتا ہے۔ وہ دین الٰہی پر گامزن ہے۔ اولاد سام بھی ابلیس کی پیروکار ہو چکی ہے اور ان کے ہاں ان پانچ بزرگوں کے بتوں کو پوجا جاتا ہے جنہیں قابیل کے دور

میں قتل کیا گیا تھا۔ ان کے معبدوں کے ہیکل تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ غسان اپنی قوم کو گمراہی سے بچانا چاہتا ہے اور انہیں قوم نوح کی بربادی کے حالات سنا کر کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو نہ دعوت دیں مگر وہ دین کے منکر لہو ولعب میں مبتلا ہیں۔ ان کی وحشت وظلمت سے دھرتی کانپ رہی ہے۔ غسان، ینوع کے چشمے کے پاس بیٹھا رہتا ہے۔ وہ اب اس وقت کا منتظر ہے کہ اب کب اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی مبعوث کرتا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ اس کی خدمت کرو۔ اس سے تعلیمات نوح حاصل کرو اور اس سے ینوع کے چشمہ کا پانی لے کر آؤ۔

میں نے یہ خبر پاتے ہی کوہ ابو قبیس سے اڑان پکڑی اور حضر موت کے بیاباں صحرائی علاقے سے گزر کر ینوع کے چشمہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ چشمے کے گرد نخل بار درختوں کا ایک جھنڈ تھا وہ مستی وخرامی سے لہرا رہے تھے۔ لذیذ کھجوروں کے خوشے ان پر لٹکے ہوئے تھے۔ میں کھجور کے ایک درخت پر اترا اور کھجوریں توڑ کر کھانے لگا۔ بے حد لذیذ وشیریں اور حیات افروز تاثیر سے بھرا یہ میوہ میرے قلب ونظر کی راحت کا باعث بن گیا۔ میں غسان کو دیکھنے کے لئے نظریں دوڑانے لگا کہ معاً میرے کانوں میں ایک دلگداز، پرسوز نوحہ کی آواز سنائی دی۔ میں چونک پڑا اور ہڑبڑا کر رہ گیا۔ یہ نوحہ جو صدیوں سے نسل آدم میں ایک ورثہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسے سنا تو میری روح بے قرار ہو گئی اور میرے کان نوحے پر مرکوز ہو گئے۔

پرسوز ترنم سے میری روح کا طائر پھڑ پھڑانے لگا اور مجھ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ چشمے کے پرکیف پانیوں کی روانی اس کے لہجے میں تھی اور الفاظ کی یورش تاباں سے تاریک ہوتے ماحول میں امیدوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ غسان کہہ رہا تھا:

شب تار تار کوہی دیا تری رحمت کے اجالوں نے
تیرے وجود بے کراں کی رحمتوں نے اسے ڈھانپ رکھا تھا
تجھ سے کائنات کے سارے رنگ روشن ہوئے
اک تیرا ہی وجود تھا جس نے بت کدوں اور آتش کدوں کو خاک آلود کر دیا۔
تو سحر نور اے راز ہستی کو جاوداں قوت بخشنے والے
آج پھر ارض نخل وآب میں ترے شریک
خداؤں کو اپنے ہاتھوں سے بنا بنا کر پوج رہے ہیں
ذلت ورسوائی کی دلدل میں دھنسے ہوئے یہ سرکش وشریر
بدی کی چادر اوڑھ کر سو رہے ہیں

کائناتوں کو وسعت جاوداں عطا کرنے والے
تیرے جلال وقہر کے کوڑے کو ترس رہے ہیں
انہوں نے میرے اجداد کی قبروں پر معبد تعمیر کر لئے ہیں
تیرا غسان اس تاریک ریگزار میں
اک صبح نور کا منتظر ہے

شام کے سائے بڑھ کر رات کی تاریکی میں پناہ لے چکے تھے۔ غسان کا پرسوز نوحہ جاری تھا۔ میں کھجور کے درخت پر دم بخود اور سحر زدہ بیٹھا ہوا تھا کہ اس لمحہ مجھے قریب سے مزمار کے بجنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے آواز کے تعاقب میں دیکھا۔ اندھیروں کے غلاف میری پراسرار ہستی کے راستے سے ہٹ گئے۔ مجھے یہ جاننے میں دیر نہیں لگی ینوع کے چشمے سے چند کوس کے فاصلے پر بنو عاد کی بستی کے ہیکل میں ابلیس کی بیوی طرطبہ اپنی داسیوں کے ساتھ اپنی ہوشربا حشر سامانیوں کے فتنے جگا رہی تھی۔ ہیکل میں نصر کے بت کے پجاری بستی میں خوبرو لڑکیوں کی قربانی لے رہے تھے۔ معصوم وپاکیزہ لڑکیوں کی چیخوں سے ارض وسماں کانپ رہے تھے۔ میں نے اپنی شدت وغضب کو دبایا تو مجھے غسان کی درد بھری آواز سنائی دی۔

"کوئی تو آئے گا جو ظلمت کدوں میں خون ناحق سے جلائے ہوئے چراغ بجھائے گا۔

اے شمس وقمر کے پروردگار ان بے کس ولاچار روحوں کی صبر عطا کر۔ اس عہد تاباں کی امید پر جو جی رہے ہیں۔

میرے دیکھتے ہی دیکھتے ہیکل کے در و دیوار میں لہو ولعب کا کھیل جنون ووحشت میں بدل گیا۔ ابلیس اپنی اولاد کے ساتھ ہیکل کے پجاریوں سے عیش سمیٹ رہا تھا اور انہیں بدی وظلمت کے نئے نئے خیال بانٹ رہا تھا اور انہیں اکسا رہا تھا کہ وہ بے کس ولاچار اور راہ حق پر گامزن، نسل سام کے لوگوں کو مارتے رہیں۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو خبر دی اور کہا کہ عنقریب ان میں سے دو بادشاہ ہوں گے جو بنو عاد میں سے جنم لیں گے۔ ایک کا نام شدید ہوگا اور دوسرے کا نام شداد۔ دونوں اس صحرائے ریگزار میں ہیکل تعمیر کریں گے اور اپنے معبودوں کی عبادت گاہوں میں راہ حق کے مسافروں کے خون سے چراغ جلائیں گے۔

ابلیس کی باتیں سن کر میرا کلیجہ منہ کو آ گیا۔ میرے پاس یہ بہترین موقع تھا کہ میں اس پر حملہ کر دوں۔ مگر میرے ذہن نے مجھے حکمت کا راستہ اختیار کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ میں نے ابلیس کی مخبری کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ہیکل کے پاس جا کر ایسی جگہ چھپ کر اس ملعون کی باتیں سننے لگا جہاں ہیکل کا پجاری معصوم لڑکیوں کے خون سے بھرے پیالے اپنے معبودوں پر انڈیل رہا تھا۔ ابلیس نے

آگے بڑھ کر ایک پیالہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور اپنے سر پر انڈیل کر قہقہے لگانے لگا۔

ہیکل کا پجاری اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ پھر جھک کر کھڑا ہوا اور گڑگڑا کر کہنے لگا۔

"اے نصر و سواع کے معبود...... بدی و طاغوت کے خالق۔ مجھے وہ علم عطا کر کہ میں تیرے راستے میں آنے والی ہر طاقت کو ختم کر دوں۔ مجھے لازوال قوتوں سے سرفراز فرما۔"

ابلیس نخوت و تکبر سے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے فرزند اور بیوی طرطبہ کو مخاطب کیا اور ان سے کہنے لگا۔

"تم اگر کہو تو میں اس کو ابلیسی قوتوں سے سرفراز کر دوں!"

"اے بدی کے خالق، گنہگاروں کے رہبر تو ہم سے بہتر جانتا ہے۔ پر ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ پجاری تیری تعلیمات کا حق ادا کر رہا ہے۔ تو اسے اپنی قوتوں سے نواز دے۔"

سبھی کے چہروں پر مکروہ قہقہے رکے ہوئے تھے اور وہ ہیکل کے اس روسیاہ پجاری کی ذلالت پر عش عش کر رہے تھے۔ انہیں نسل آدم میں سے ایک اور ابلیس پیدا کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

"تو نے جھک کر ہماری اطاعت کی۔ نسل آدم کے ایک سرکش و خودسر اور بدی کے پجاری تو ہمارے ہر امتحان میں کامیاب ہوا ہے۔ آگے بڑھو۔ آتش کدے روشن کر دو۔ میں تمہیں وہ قوت دوں گا جس کے آگے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور جو تو چاہے گا وہ ہو کر رہے گا۔"

پجاری ادھیڑ عمر مگر تنومند جوانوں کی طرح قد کاٹھ رکھتا تھا۔ وہ سیدھا ہوا اور نصر کے بت کے پاس جا کر اس نے آتش کدے کو روشن کر دیا۔ ابلیس اس کے برابر جا کھڑا ہوا اور پھر اس نے طاغوتی علوم سے ایک آگ روشن کی۔ سرخ رنگ کی آگ میں اس قدر تپش تھی کہ پورا ہیکل اس سے دہک اٹھا۔ اس نے پجاری کو آگ کے اندر ڈال دیا۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھائے اور اپنی بدی کی قوتوں کو مجتمع کر کے اس نے آگ پر پھونک ماری تو آگ یکدم بجھ گئی۔ پجاری کسی بت کی طرح آگ کی جگہ پہ کھڑا تھا۔ ابلیس نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ پھر اسے مخاطب کیا۔

"اے میرے پجاری اٹھ اور اپنے بدن حراری پر ہاتھ پھیر کر دیکھ۔ میں نے تیرے اندر اپنی آگ منتقل کر دی ہے۔ حسد و تکبر، نفرت اور انتقام کے علوم سے بھڑکنے والی یہ آگ ہی تیرا وہ ہتھیار ہے جس کے بل پر تو زندہ رہے گا۔"

پجاری نے اس کے کہنے پر اپنے بدن پر ہاتھ پھیرا اور پھر جوش مسرت سے چیخ مار کر ابلیس کے قدموں میں گر گیا۔

"اے بدی کے باپ تو نے مجھے یہ کیسی آگ سے سرفراز کیا ہے۔"

ہیکل کے اندر ابلیسی کھیل دیکھ کر میرا خون کھول رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ آگے بڑھ کر یلغار کر

دوں۔ مجھے اپنی قوتوں پر بھروسہ تھا اور یقین محکم تھا کہ اللہ کی عطا کردہ قوتوں کے زور پر میں اس پجاری اور ابلیس کو اس کی نسل سمیت خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ ابلیس مجھے دیکھتے ہی فرار ہو جائے گا۔ وہ عیار و فتنہ حق کے سامنے کبھی بھی جم کر نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ میں نے ابھی یہ سوچا ہی تھا کہ اچانک ہیکل کا پجاری بولا۔

"اے میرے رہبر...... تو نے مجھے یہ خبر سنائی کہ بنو عاد میں سے ایک شدید اور ایک شداد جنم لے گا۔ کیا تو مجھے اس نعمت سے نہیں نواز سکتا؟"

"ہا...... ہا...... ہا...... کھی...... کھی۔" ابلیس نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے پجاری کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔ "تیری عصبیت جاگ اٹھی ہے میرے بچے۔ یہی میرے علوم کا کمال ہے۔ اس کا مطلب ہے تو نے میری طاقتوں کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔"

یہ سن کر پجاری کا سینہ پھول گیا اور وہ اس کے سامنے جھک گیا۔

"تو بنو عاد کے ان بادشاہوں کا نگران اعلیٰ ہو گا۔ تو اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک یہ دونوں بادشاہ بھائی اس دنیا سے گزر نہیں جاتے۔ ان کی پرورش اور تربیت تیرے ہاتھوں سے ہو گی۔ اے میرے پجاری۔ تو بادشاہ گر ہو گا۔ بادشاہ تیرے ہاتھوں میں کھیلیں گے۔ تیرے ایک اشارے پر وہ دنیا تہہ و بالا کر دیں گے۔ پس تجھ پر یہ واجب ہے کہ تو صحرائے حقاف سے خضر موت تک ابلیسیت کا پرچار کر اور بنو سام کو ہیکل کی اطاعت کے لئے کھینچ کھینچ کر لاتا رہ۔"

"اے بدی کے خالق۔ تو نے مجھے جو طاقتیں عطا کی ہیں کیا میں ان سے بنو عاد کے اس شخص کا سر اتار سکوں گا جو غسان کے نام سے معروف ہے اور ینوع کے چشمہ پر قبضہ کر کے بیٹھا ہے۔ اے بدی کے باپ تو جانتا ہے کہ ینوع کا چشمہ بنو سام و عاد کے لئے نعمت کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر میں اس پر قبضہ کر لوں تو ساری قوم میری محتاج ہو جائے گی۔"

"ہاں...... ہاں...... ہاں۔ تجھے غسان کو مارنا ہو گا۔ مجھے اس کے نوحے سن کر وحشت ہوتی ہے۔ وہ جب گا رہا ہوتا ہے تو اس کے الفاظ میرے سینے پر پہاڑ کوٹنے لگتے ہیں۔ میرے کانوں میں جہنمی سیال انڈیلنے لگتے ہیں اور میری نظروں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ تو نے اچھا کیا کہ یہ مجھ سے پوچھ لیا۔ اگر تو مجھے خوش کرنا چاہتا ہے تو غسان کو مار ڈال۔ وہ حق پرست ہے۔ اندھیروں کو اجالوں میں بدلنا چاہتا ہے۔ وہ اللہ، معبود کائنات کے سامنے گریہ کرتا رہتا ہے اور اس سے مدد مانگ رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی دعائیں مستجاب ہو جائیں...... اے میرے پجاری جا اور غسان کا سر قلم کر دے۔"

ابلیس غسان کے ذکر پر وحشی ہو گیا اور لاچارگی سے اپنے بال نوچنے لگا۔ تو اس کی بیوی طرطبہ

نے اسے دلاسہ دیا اور مکاری سے پجاری کی طرف دیکھ کر بولی۔

"صبر کر تو...... یہ تیرا پجاری تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے مار ڈالے گا۔ یہ اسے مار ڈالے گا تو یہ ہیکل آباد ہو گا۔"

ابلیس نے پجاری کی طرف دیکھا اور بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ تو یہ کام کرے گا مگر تجھے بہت سوچ سمجھ کر غسان پر حملہ کرنا ہو گا۔ اس کے پاس بہت سی نوری طاقتیں ہیں۔ وہ نور کا مرقع ہے۔ پس اگر تو محتاط رہے اور محفوظ طریقے سے مار ڈالے تو بہتر ہے۔"

اسی اثنا میں مجھے غسان کی درد بھری ہجر سوز سے لبریز آواز سنائی دی اور میرا دھیان بٹ گیا۔ ابلیس نے شدت کرب سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اس کی اولاد نے زمین کے اندر اپنے سروں کو چھپا لیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ پجاری حیران ہوا اور گرد و پیش میں دیکھنے لگا کہ ابلیس اور اس کی اولاد کو کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کرب و ابتلا میں مبتلا ابلیس کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ ابلیس کربناک چیخ مار کر چلایا۔

"کیا تمہیں سنائی نہیں دے رہا۔ غسان کی آواز میری رگوں کو کاٹ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر ابلیس اپنی مکروہ شکل و صورت کے ساتھ غائب ہو گیا اور پجاری کشش و پنج میں مبتلا ہو کر اپنے معبود نصر کے قدموں میں گر گیا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھا اور تیزی سے ہیکل سے باہر آ گیا۔ اس نے اپنی سواری کھولی اور ہیکل کی طرف منہ کر کے چیخا۔

"میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں اے میرے معبود! میں ینوع کے چشمہ کو آج غسان کے وجود سے پاک کر دوں گا۔"

پجاری کے ارادے خطرناک تھے لہٰذا میں جلدی سے ینوع کے چشمہ پر پہنچ گیا اور غسان کو تلاش کرنے لگا۔ میں نے جلد ہی اسے ڈھونڈ لیا۔ وہ کھجور کے ایک تناور درخت سے ٹیک لگائے امید بھری نظروں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس بات سے غافل تھا کہ پجاری کی صورت میں موت اس کی جانب آ رہی ہے۔ میں بے آواز اس کے پاس گیا تو اسے کسی وجود کی بو نے چونکا دیا۔

"کون ہے تو اور رات کے اس پہر تو کیا لینے آیا ہے؟"

غسان کھڑا ہو گیا۔ اس کا قد مجھ سے بھی نکلا ہوا تھا۔ چوڑے شانے سرخ رنگ، کشادہ پیشانی، سر کے بال لمبے، گھنے اور سرخ تھے۔ اس کی آنکھیں قمر و شمس کی طرح روشن و کشادہ تھیں۔ میں کچھ بولنے ہی والا تھا کہ وہ میری حقیقت کو بھانپ گیا۔ میں نے اسے اپنے بارے میں مزید تفصیل سے بتایا اور یہ بھی کہا کہ پجاری اس کو مارنے آ رہا ہے۔ غسان نے بڑے سکون کے ساتھ میری بات سنی اور مجھے ساتھ لے کر چشمے کے پاس گیا اور چلو بھر پانی مجھے دے کر بولا۔

"تم یہ پانی لے جاؤ اور شانور کو پلا دو۔ خالق جہان نے چاہا تو وہ تندرست ہو جائے گی۔"

"اے نیک جوان میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔" میں نے اس کے ہاتھوں سے پانی نہیں لیا۔ "میں اس وقت جاؤں گا جب تک آپ کی حفاظت اور رفاقت کا حق ادا کر دوں۔"

غسان نے مجھے سمجھایا۔ "اگر تم نہ گئے تو شانور مر جائے گی۔ اس کی زندگی کی تمہیں بھی ضرورت ہے اور حق پرستوں کو بھی۔ تم میری حفاظت کی فکر نہ کرو۔ میرا محافظ میرے ساتھ رہتا ہے۔" غسان نے تشکر آمیز نظروں سے ستاروں سے بھرے آسمان کو دیکھا۔

غسان کے مجبور کرنے پر میں پانی لے آیا اور شانور کو پلایا۔ مگر سچ پوچھو تو اس وقت مجھ پر بے حد رنج و غم طاری تھا۔ ہم پر یہ واجب ہے کہ جب تک خاکی انسان ہمیں مدد کی اجازت نہ دیں تب تک ہم ان کے معاملات میں دخل نہیں دیتے۔ میں شانور کی تیمارداری میں لگ گیا اور دن رات اس کی سلامتی کے لئے دعائیں کرنے لگا۔ مگر میرا دھیان غسان کی جانب بار بار پلٹ جاتا۔

کچھ ہی دنوں بعد شانور کی حالت سنبھلنے لگی اور وہ بولنے کے قابل ہو گئی۔ جنات کے طبیب اعلیٰ نے اس دوران بہت سی ادویات تیار کر کے اسے استعمال کرائیں اور اس کے ساتھ جنات کے بزرگوں نے کوہ ابوقبیس کے مقدس پتھر کے پاس بیٹھ کر اس کی صحت کے لئے دعائیں کیں۔ دعائیں مستجاب ہوئیں۔ باران رحمت و شفا سے شانور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی۔ اس کی کہنہ سالی کے مکروہ اور خوفناک پرت اکھڑنے لگے اور وہ ایک نومولود بچی کے وجود میں دوبارہ سے زندگی پانے لگی۔ میرے لئے یہ بات بڑی عجیب تھی کہ میں اب اس ہستی کی پرورش کرنے جا رہا تھا جو صدیوں سے میرے خواب و خیال میں زندہ تھی اور جو کئی صدیوں تک میری شریک حیات رہی تھی۔ مجھے سب عجیب لگ رہا تھا۔

وہ آخری شب تھی جب مجھے جنات کے ایک بزرگ نے یہ خوشخبری سنائی کہ آج رات شانور کا روپ مکمل ہو جائے گا اور اس کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک شفیق جن زادی کو مامور کر دیا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ شانور کی تربیت و پرورش میں خود کروں گا۔ اس پر بزرگ جن نے سمجھایا کہ چونکہ مجھے ابھی بہت سے معرکوں میں حصہ لینا ہے اس لئے میں شانور کو ان کے قبیلے کے سپرد کر دوں۔ میں نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ شانور کی پرورش صرف اور صرف میں ہی کروں گا۔ میں اسی شام شانور کو اٹھا کر کوہ طور پر لے گیا اور اس کے لئے دعائیں کرنے لگا۔ میں اسے ایک بار پھر اسی غار میں لے گیا جہاں اس پر ستم ٹوٹا تھا۔ یہ رات کا آخری پہر تھا کہ ذوالناس آ گئی۔ وہ میری حالت دیکھ کر بہت ہنسی تھی وہ کہنے لگی۔

"ہامہ تم شانور کے عشق میں پاگل ہو گئے ہو۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اس بچی کی پرورش

کے لئے جنگل و کوہسار میں بھٹکتے پھرو۔"

ذوالناس نے بھی مجھے وہی کچھ کہا جو بزرگ جنات کہہ چکے تھے۔ میں نے ذوالناس سے کہا۔

"تم میری حالت کا اندازہ کر سکتی ہو۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو شاید میں کوئی اور کام کرنے کے قابل ہو جاؤں۔"

"کہو۔ میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں؟"

"تم شانور کی پرورش کرو۔ تو مجھے فخر اور سکون ملے گا۔"

"میں...... نہیں...... بالکل نہیں۔ تم جانتے ہو میں اس دنیا کی نہیں ہوں۔ مجھے کسی کی پرورش کی اجازت نہیں مل سکتی۔" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"تو پھر میری تضحیک بھی مت کرو۔ میرا مذاق بھی نہ اڑاؤ۔" میں جلالی ہو کر بولا تو ذوالناس کہنے لگی۔

"ہامہ! تم اپنے مقاصد بھول رہے ہو۔ تمہیں ہوش نہیں ہے کہ تم کیا کرنے جا رہے ہو۔ اگر تم شانور کی پرورش میں مگن رہے تو ابلیس جنات اور انسانوں میں بدی کے بیج بو کر ایسی فصل تیار کرے گا کہ تم چاہو گے بھی تو اس کی گندگی صاف نہیں کر سکو گے۔ ہوش میں آؤ اور اپنے اس رفیق خاکی کی خبر لو۔"

ذوالناس کی باتیں واقعی مجھے ہوش کی دنیا میں لے آئیں۔ میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

"غسان کی...... کیا تم جانتے ہو کہ غسان اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تم کک کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں اے غافل شخص۔ تو نے شانور کی دنیا میں گم ہو کر غسان جیسے مہربان انسان کو تنہا چھوڑ دیا۔"

میں نے اسے بتایا کہ غسان نے خود مجھے بھیجا تھا' ورنہ میں اس کے پاس ہی رہتا۔ اس پر وہ بولی۔

"لیکن یہ تمہارا فرض تھا کہ تم اس کی حفاظت کرتے۔ وہ آخری چراغ تھا اس بستی میں۔ اے غافل ہامہ...... پجاری نے ہیکل کی دنیا آباد کرنے کے لئے حق پرستوں کا خون بہا دیا ہے۔ اب احقاف کی بستی پر عاد اولیٰ میں سے شدید نامی بادشاہ حکومت کر رہا ہے۔ وہ ظالم انتہائی سفاک انسان ہے۔ وہ اپنی رعایا سے جانوروں سے بدتر سلوک کرتا ہے۔ اس نے صحرائی ریگزار میں اونچے اونچے

معبد خانے اور ہیکل تعمیر کر دیئے ہیں۔ وہ لڑکیوں کو ہر چاند کی رات میں قربان کرتا ہے اور یہ سب اس پجاری کی ہدایات پر ہو رہا ہے۔ ہامہ! تو نے خود پر یہ بھی ستم کیا اور تو نے غفلت برت کر اپنی عاقبت تباہ کر ڈالی۔ تیرے پاس اب بھی وقت ہے۔ انسانی آبادیوں میں جا اور کسی نیک روح بدن انسان کو تلاش کر کے اسے ہیکل کے خلاف کھڑا کر دے۔ بنو عاد کے غریب اور معصوم انسان کسی معجزے کے منتظر ہیں۔"

ذوالناس کی باتیں سن کر میں خود پر ملامت کرنے لگا اور زار و قطار رونے لگا۔ میں نے اس سے عہد کیا کہ اب میں کبھی ایسی غفلت نہیں کروں گا۔ میں نے شانور کو کوہ ابوقیس کے جنات کے پاس چھوڑ دیا اور کہا۔

"میں اپنی امانت آپ کے سپرد کر رہا ہوں نہ جانے میں اب کب آؤں۔ ہاں اگر یہ جوان ہو جائے تو اسے یہ بتا دینا کہ اس کا ہامہ ایک اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر اسے چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

میں نے چند جنات کو ساتھ لیا اور ایک بار پھر...... ینوع کے چشمہ کے پاس پہنچ گیا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے بے پناہ دکھ ہوا کہ وہ گل و گلزار اور نخلستان کا خطہ برباد ہو چکا تھا اور اس کی جگہ سنسانی پھیلی ہوئی تھی اور ہر سو وحشت ویرانی سی دکھائی دے رہی تھی۔ ینوع کے چشمہ کے پاس تین گرانڈیل جوان بیٹھے شیطانی مشروبات پی رہے تھے اور آپس میں گپ شپ کر رہے تھے۔ ان سب کا موضوع گفتگو بنو عاد کا ایک سرپھرا نوجوان غفان تھا جو ان کی بستی سے دور کوہساروں میں رہتا تھا۔ میں نے ان کے قریب جا کر سن گن لی اور معلوم ہوا کہ بنو عاد کے بادشاہ شدید نے غفان کے قتل کے احکامات جاری کئے ہیں اور اس کے سر کی قیمت میں بنو عاد کی دس خوبصورت ترین لڑکیاں اور ایک نخلستان انعام میں رکھا تھا۔ تینوں نوجوان یہ بات سوچ رہے تھے کہ وہ غفان کو کیسے قتل کر کے اس کا سر حاصل کریں۔ وہ تینوں نوجوان چشمہ کی حفاظت پر مامور تھے اور ہیکل کے پجاری کی طرف سے انہیں مقدس چشمہ سے ہٹنے کی اجازت نہیں تھی۔ مگر پرکشش انعام نے انہیں بے تاب کیا ہوا تھا۔

ان کی باتیں سن کر مجھے ایک نئی راہ دکھائی دی۔ میں نے غفان سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اسی لمحہ مجھے ان تینوں نوجوانوں کو بھی استعمال کرنے کا خیال آیا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ نوجوان اپنے پجاری سے متنفر ہیں اور انہیں یہاں جبراً مامور کیا گیا ہے۔ غفان کی تلاش اور پرکشش انعام کے لالچ نے انہیں بے تاب کر دیا تھا۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے ذوالناس کی مانوس خوشبو نے چونکا دیا۔ میں ہمہ تن ہو گیا کہ ذوالناس آئی ہے تو اس سے ان جوانوں کے متعلق بات کروں گا۔ مگر خوشبو میرے قرب و جوار میں بکھر

گئی تھی اور مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اے میرے مہربان یہ کتنی عجیب بات ہے۔

ہم جنات ہیں انسانوں کو نظر نہیں آتے مگر ہم سے زیادہ توانا مخلوق بھی اس کائنات میں موجود ہے جسے ہم دیکھنے اور ان کے متعلق جاننے سے لاچار ہیں۔ یہ سب اللہ کی حکمتیں ہیں کہ اس ذات بابرکات نے اپنی کائناتوں کے نظام کو چلانے کے لئے کیسی کیسی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ ہم سے بھی زیادہ لطیف اجسام رکھنے والی یہ مخلوقات ہم سے کتنی ارفع ہوں گی۔ کاش کہ میں اسے دیکھنے پر قدرت رکھتا۔

سنو! میں زوالناس کی خوشبو کو ہواؤں کے وجود میں تلاش کر رہا تھا۔ ہوا بھی اپنا وجود رکھتی ہے۔ بہت لطیف اور چاندی جیسا روپ ہوتا ہے ہواؤں کا۔ ایک غبار، نہایت مسحور کن، نرم رو، حیات افروز مگر جب یہ ہوائیں غضبناک ہوتی ہیں تو ان کے جلال کو برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ ہماری بستیاں بھی اجاڑ دیتی ہیں۔

ہاں سنو! مجھے زوالناس دکھائی نہیں دی۔ میں زیر لب مسکرا دیا کہ اس کی ہر ادا ہی نرالی اور غضبناک تھی۔ میں اس جستجوئے راز میں مبتلا تھا کہ مجھے ایک نہایت ہوشربا، دلنواز، جمال و آرائش سے مرصع حسن بے اعتنا نظر آیا۔ اس کا سراپا قیامت خیز تھا۔ وہ لڑکی ہاتھ میں عام سا برتن اٹھائے ینوع کے چشمہ کی جانب آ رہی تھیں اور مست خرامی سے فضا جلترنگ سی ہو رہی تھی۔ میں پر تجسس نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ خلق انسان میں سے ایک مکمل حسن میرے سامنے جلوہ گر تھا۔

تینوں جوانوں نے اسے دیکھا تو دم بخود ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں سے مشروب کے پیالے چھوٹ گئے اور ان میں سراسیمگی پھیل گئی۔

دوشیزہ جمال آفرین انگڑائی لے کر چشمہ کے پاس پہنچی اور اس نے خوابیدہ نظروں سے انہیں دیکھا اور پانی بھرنے سے جھجک گئی۔

''اگر تم کہو تو میں آب شیریں لے لوں؟'' اس کی آواز میں شہد جیسی مٹھاس تھی وہ کوئی خوش الحان طائر تھا۔

تینوں دم بخود کھڑے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے ان پر سحر پڑھ کر پھونک دیا ہو۔ وہ ساکت و جامد کھڑے جوانوں کے پاس آئی اور دلنواز، سحر انگیز مسکان بھر کر بولی۔

''اے ہیکل کے پجاریو! شاہ اعظم شدید کے محافظو، میں تم سے اجازت مانگ رہی ہوں۔''

تینوں اس مجسم حسن کو قریب دیکھ کر جیسے ہوش میں آ گئے۔ ان میں سے ایک بولا۔

''کیا تم نے پجاری سے اجازت نہیں لی اور تم مقدس برتن کیوں نہیں لے کر آئی؟''

شدید کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ جو لوگ بھی ینوع کے چشمے سے آب شیریں لینا چاہتے تھے وہ ہیکل کے پجاری سے اجازت لیتے تھے۔ یہ اجازت نامہ بوالہوسی کی ایک مہر غلاظت تھا اور اس کے حصول کا طریقہ نہایت شرمناک تھا۔ مگر لاچار، غریب اور کفر و شرک میں مبتلا قوم عاد کی بے شرمی و ضلالت حد سے بڑھ گئی تھی۔ ان کے دیدوں میں شرافت و شرم کا پانی نہیں تھا۔ ینوع کے چشمہ کے پانی کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کا آب شیریں پینے سے توانائی ملتی ہے اور اس سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ اس کا پانی بیماروں کو شفا دیتا تھا۔ آب شیریں حاصل کرنے کے لئے اس گھر کی جوان لڑکیاں ہی جاتی تھیں۔ پانی کے لئے ایک متبرک و منقش برتن مخصوص کیا گیا تھا جو پجاری کی تحویل میں تھا۔ لڑکیاں چشمے پر جانے سے پہلے پجاری کے پاس جاتی تھیں اور اس برتن کو حاصل کرنے کے لئے پجاری کی بوالہوسی کا شکار ہوتی تھیں۔

آب شیریں کے حصول کا یہ گھناؤنا، شیطانی کھیل پجاری کی ایجاد تھا۔ اس نے شدید کو بھی اس لذت گناہ کی لت میں مبتلا کیا تھا اور اس کے محلات میں ہر سو قوم عاد کی خوبرو دوشیزائیں مقیم رہتی تھیں۔ ابلیس ہیکل کے پجاری اور اپنی پیروکار قوم عاد کو دیکھ کر مسرور و مغرور ہو گیا تھا۔

ینوع کے چشمہ کے کنارے وہ دوشیزہ اس جوان کے سوال پر آبدیدہ ہو گئی اس کی جھیل جیسی نیلگوں آنکھوں سے جھرنا پھوٹ پڑا۔ وہ بولی۔ ''میں پجاری کے پاس نہیں جا سکتی۔''

''کیوں نہیں جا سکتی؟'' وہ تینوں یکدم بولے۔ ''کیا تم نہیں جانتی کہ پجاری کی حکم عدولی کی سزا کیا ہوتی ہے؟ کیا تم نہیں جانتی کہ یہ سزا ہم دینے پر بھی قادر ہیں۔''

لڑکی سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی تو ان میں سے ایک جوان بولا۔ ''ٹھہرو دوستو اس بیچاری کو ڈراتے کیوں ہو۔'' دوشیزہ اس کو ممنون نظروں سے دیکھنے لگی۔

''میں جانتی ہوں کہ اس حکم عدولی کی سزا موت ہے۔ تم میرا سر قلم کر سکتے ہو لیکن اے قوم شدید و عاد کے سب سے خوبصورت اور بہادر نوجوان!'' دوشیزہ نے اس نوجوان سے کہا۔ ''میں عفت مآب ہوں۔ میں ہیکل میں نہیں جا سکتی۔ میرا باپ ایک لاغر انسان ہے اور وہ موت کی ہچکیاں لے رہا ہے۔ اے میری قوم کے غیرت مند جوان۔ تیری رگوں میں وہ طاقت ہے جو کوہساروں کو اٹھا کر زمین کی پاتال میں گرا سکتی ہے۔ میرے باپ نے مجھے ہمیشہ گھر میں رکھا۔ اس نے آج تک مجھ پر کسی غیر مرد کی نظر نہیں پڑنے دی۔ وہ جانتا ہے کہ اگر پجاری کو میری بھنک بھی پڑ گئی تو وہ مجھے بھی قوم عاد کی ان لاچار و بے بس لڑکیوں کی طرح پامال کر دیتا۔ مگر اے نرم دل انسان۔ میں آج اپنے باپ کو بتائے بغیر ینوع کے چشمہ پر آ گئی ہوں۔ یہ سوچ کر کہ میرا باپ کہ جسے میں اپنی جان سے عزیز سمجھتی ہوں، وہ موت کی وادی میں اتر رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ آب شیریں کے دو گھونٹ پی لے گا تو اس

"کی بیماری کافور ہو جائے گی۔"

دوشیزہ کی زبان میں ایسی سحر انگیز تاثیر تھی کہ اس کا مخاطب نوجوان اس کا طرفدار ہو گیا۔ وہ سینہ تان کر بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو تم آب شیریں لے سکتی ہو۔ میں تمہیں خود تمہارے گھر تک بھی چھوڑ آؤں گا۔"

یہ سنتے ہی دوسرے محافظ اپنے ساتھی کو گھورنے لگے۔ دراصل تینوں کے دلوں میں اس جمال آفت حسن کو حاصل کرنے کی کھد بد ہونے لگی تھی۔ مگر جب دوسرے محافظوں نے دیکھا کہ لڑکی نے ان کے ایک ساتھی پر نظر التفات رکھ دی ہے اور ان کا وہ ساتھی اس کا طرفدار ہو گیا ہے تو وہ طیش میں آ گئے۔

"تم کون ہوتے ہو اجازت دینے والے...... تم ہیکل سے کیا ہوا وعدہ توڑ رہے ہو۔ ہم تمہیں اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم میرے سامنے سینہ تان رہے ہو۔" وہ جوان بولا۔ "قوم عاد کے سب سے خوبصورت اور بہادر نوجوان کی بات کاٹ رہے ہو۔ تم جانتے ہو کہ زواد ایک سرکش اور ضدی انسان ہے۔ پھر بھی تم دونوں میرے سامنے اکڑ رہے ہو۔"

"اے میری قوم کے بہادر نوجوانو...... آپس میں لڑتے کیوں ہو۔ کیوں ایک دوسرے کے قتال پر آمادہ ہو رہے ہو۔ اگر تم اجازت نہیں دو گے تو میں ایک کمزور سی لڑکی کیا کر سکتی ہوں۔ میں نامراد واپس چلی جاؤں گی۔"

زواد گرجدار آواز میں بولا۔ "اب تم کمزور نہیں ہو۔ زواد کی طاقتیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"زواد اگر تمہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے تو ہم تمہارا غرور خاک میں ملا دیں گے۔ ہماری طاقت سے زمین و آسماں پناہ مانگتے ہیں۔ تم ہمارے سامنے کیا ٹھہرو گے۔" وہ دونوں زخمی درندے کی طرح ڈکراتے ہوئے بولے تو ینوع کے چشمہ کی فضا نے دہشت و کرب سے جھرجھری لی۔ میں اس صورتحال کو بغور دیکھ رہا تھا مگر مجھے زوالناس کی خوشبو نے بھی حیران کیا ہوا تھا جو ابھی تک فضا میں موجود تھی۔ اس لمحہ میں نے زوالناس کو دھیرے سے پکارا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر وہ یہیں کہیں میرے قریب ہے تو میری آواز سن کر متوجہ ہو جائے گی مگر وہ نہیں آئی۔

زواد اس لڑکی کی خاطر دونوں ساتھیوں کے سامنے آہنی چٹان بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے بھی تینوں نوجوان غفان کی تلاش اور پرکشش انعام کی لالچ میں منصوبے بنا رہے تھے مگر ایک لڑکی کے حصول کی خاطر تینوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔

زواد اپنے دونوں ساتھیوں کے تیور دیکھ کر چشم زدن میں ایک چھوٹی چٹان پر چڑھ گیا اور سینہ تان کر بازو پھیلا کر ایک دہشت انگیز نعرہ مار کر بولا۔ "مقدس ینوع کی فضاؤ! یاد رکھنا۔ میں آج اس مظلوم لڑکی کو اپنے ان دو دشمنوں سے بچانے کے لئے لڑ رہا ہوں۔"

زواد کا نعرہ مستانہ سن کر دونوں نوجوان اس کی جانب لپکے اور چٹان پر چڑھ کر اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر زواد چھلاوے کی طرح چٹان سے کود گیا اور دونوں اپنے ہی زور میں چٹان سے لڑھک گئے مگر نیچے گرنے سے قبل ہی سنبھل گئے۔ زواد نے اس دوران ایک بھاری بھرکم پتھر اٹھایا اور اتنی زور سے دونوں کی جانب پھینکا کہ اگر وہ ایک لمحہ کی بھی تاخیر کر دیتے تو پتھر ان کی ہڈیوں کا سرمہ بنا دیتا لیکن وہ دونوں بھی انتہائی طاقتور اور وحشی تھے۔ انہوں نے پتھر اپنے ہاتھوں پر روک لیا اور پلٹا کر زواد پر پھینک دیا لیکن زواد اس وقت تک ان کے عقب میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے فلک شگاف نعرہ لگایا اور دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر اتنے زور سے گھونسے ان کی پسلیوں پر مارے کہ دونوں کے منہ سے اذیت ناک چیخ نکلی اور وہ چٹان سے نیچے گر گئے۔ زواد نے فوراً ایک پتھر اٹھایا اور اب کی بار جو مارا تو وہ دونوں اس کی زد میں آنے سے بچ نہ سکے۔ فضا میں فقط ان کی کربناک چیخ گونجی تھی۔

زواد چٹان پر کھڑا ہو گیا اور اس نے سینہ تان کر ایک زوردار نعرہ لگایا۔ "اے قوم عاد کیا تم میں زواد جیسا کوئی اور سورما ہے؟" اس کی آواز ینوع کے چشمہ سے ہوتی ہوئی صحرائے احقاف تک سنی گئی۔ احقاف کی بستی اور شدید کے محلات میں بھی اس آواز کو سن کر چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ زواد کو کیا ہو گیا ہے۔

میں تمہیں بنو عاد کے انسانوں کے بارے میں کچھ بتا دوں۔ یہ کھجور کے درختوں جیسے قد اور چٹانی قامت جیسے بدنوں کے مالک تھے۔ ان کی آواز میلوں تک سنی جا سکتی تھی۔ ینوع کا چشمہ حقاف کی بستی سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اگر اس کی چٹانوں پر کھڑے ہو کر کسی کو پکارا جاتا تو اس کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔

زواد کی آواز سنتے ہی پوری بستی میں کھلبلی مچ گئی۔ شدید اپنے دارالعیش میں نشہ میں دھت کنیزوں کے حصار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ ینوع کے چشمہ سے زواد کی آواز سنائی دی ہے جس سے بغاوت کی بو آ رہی ہے۔ شدید طیش میں آ گیا اور اس نے اپنے سپاہیوں کو فوراً ینوع کے چشمہ کی جانب روانہ کر دیا۔

ادھر زواد جوش و غضب میں اس بات کو بھلا بیٹھا کہ اس کے نعرے کی بستی میں سنا گیا ہو گا اور اب اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ وہ مسرور و مست ہو کر دوشیزہ کی جانب مڑا اور بولا۔

"دوشیزہ جمال فطرت تیرا نام کیا ہے؟"

"میرا نام ارم ہے۔" وہ مٹھاس بھرے لہجے میں بولی۔

"اب تم پانی بھر سکتی ہو۔" ذواد اس کے پاس آ گیا۔

ارم اسے مشکور و محبوب نظروں سے دیکھ کر بولی۔ "میں تمہاری ممنون ہوں۔ تم نے میری خاطر اپنے دو ساتھیوں کو مار ڈالا۔ میں نے تم جیسا جوان پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ میں نے غفان کا نام سن رکھا ہے۔ سنا ہے وہ بہت بہادر ہے اور شاہ عاد نے اس کے سر کی قیمت رکھی ہے۔"

ذواد کی جبیں نفرت سے بھر گئی۔ وہ سینہ تان کر بولا۔ "اے مہ وش حسینہ اگر غفان میرے سامنے آ جائے تو میں اسے بھی خاک و خون میں نہلا دوں۔"

اسی لمحہ میری نظر شدید کے سپاہیوں پر پڑی جو اپنی سواریوں کو دوڑاتے برق و رعد کی طرح چشمہ کی جانب آ رہے تھے۔ ان کے بھاگنے سے ریت کا ایک طوفان اٹھ رہا تھا اور زمین کانپ رہی تھی۔ ذواد کے کان بھی کھڑے ہو گئے اور وہ چٹان پر چڑھ گیا۔

"شاہ عاد کے سپاہی آ رہے ہیں۔" ذواد کو جیسے ہوش آ گیا۔ اس نے ارم کی جانب دیکھا اور وہ بولا۔ "ان کے آثار بتا رہے ہیں کہ وہ مجھے مارنے آ رہے ہیں۔"

ارم کی رنگت اڑ گئی اور آب شیریں کا برتن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر گیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

"ذواد..... شدید کے سپاہی تو موت ہیں۔"

"جب تک میں ہوں کوئی بھی تم تک نہیں پہنچ سکتا۔" ذواد نے مضبوط لہجے میں کہا۔

مگر..... میں نے دیکھ لیا تھا کہ شدید کے سپاہیوں کے آگے پیچھے شیطانی غول بھی آ رہا تھا۔ یہ پجاری کی وہ مخفی طاقتیں تھیں جو سپاہیوں کی محافظت کے لئے آ رہی تھیں۔

میں نے فوراً فیصلہ کر لیا کہ ذواد اور ارم کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے جھٹ سے غول ابلیس کی راہ کاٹ دی اور ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ غول ابلیس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی سلطنت میں ہامہ بھی آ سکتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی خبیث روحیں، چیخ و پکار کرنے لگیں اور واویلا مچاتی ہوئی ہیکل کی جانب بھاگیں۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ ان پر میری اتنی دہشت ہے۔ ان کی ہڑبونگ سے شدید کے سپاہیوں کی سواریاں ریت کے طوفان میں قلابازیاں کھانے لگیں۔ میں نے ریت کے طوفان کی شدت بڑھا دی اور ان کے گرد سحری ہواؤں کو مسلط کر دیا۔ ریت کے اندر سے اس قدر طوفانی بگولے پیدا کئے کہ سپاہی اپنی سواریوں سمیت اس میں غرق ہو گئے اور بگولوں نے انہیں سینکڑوں میل دور پھینک دیا۔ ان کی چیخوں سے شدید کے محلات اور ہیکل کے پجاری کا خمار اڑ گیا۔ بستی میں افراتفری مچ گئی اور ان کی نظریں بستی اور چشمہ ینوع کے درمیان جنم لینے والے طوفان کو

دیکھ کر پتھر ہو گئیں۔ لوگ سمجھے خدائے تعالیٰ کا عذاب ناک کوڑا برس پڑا ہے۔ ان کو اپنی پشتوں سے کھال ادھڑتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے اپنے گھروں سے نکلے اور پہاڑوں میں پناہ لینے کے لئے بھاگے۔

شاہ عاد شدید نے ہیکل کے پجاری کو بلایا۔ اس پر لرزہ طاری تھا وہ بولا۔

"اے محترم پجاری کیا یہ عذاب کی نشانیاں ہیں؟" پجاری اس دوران باخبر ہو چکا تھا۔ اس نے شدید کو دلاسہ دیا اور کہا۔

"یہ وہ عذاب نہیں ہے۔ یہ جنات کے بیٹے ہامہ نے ہماری سپاہ پر حملہ کیا ہے۔ وہ ذواد کا محافظ بن گیا ہے۔"

شدید نے چونک کر پجاری کی طرف دیکھا۔ اور ہکلا کر بولا۔ "ہامہ کون ہے؟"

پجاری کو غول ابلیس اور اس کی طاقتوں نے میرے بارے میں آگاہ کر دیا تھا اس نے شدید سے کہا۔ "یہ ابلیس کا پڑپوتا ہے۔"

شدید حیران و متجسس تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ پجاری کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے لبوں سے نکلا۔ "اگر یہ جنات کا بیٹا ہامہ ہے تو ہماری تباہی و بربادی اب ہو کر رہے گی۔"

پجاری بولا۔ "اے قوم عاد کے شاہ..... اگر تم پریشان ہو گئے تو ساری قوم خوف سے مر جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ طوفان بستی کی طرف نہیں آئے گا۔" مگر شدید کو اس کی بات پر یقین نہ آیا۔

شدید کی پریشانی جب حد سے بڑھ گئی تو پجاری نے اسے ہیکل کے اندر مدعو کیا اور اسے اطمینان دلانے کے لئے کہا وہ نصر اور دواع کے بتوں کے سامنے بیٹھ جائے تاکہ پجاری اپنی طاغوتی طاقتوں کو بلا کر اسے یہ اطمینان دلا سکے کہ جنات کا بیٹا ہامہ اس کی قوم پر حملہ آور نہیں ہوگا۔

پجاری نے اپنی طاغوتی طاقتوں کو پکارا اور کہا۔ "خداوند نصر کی پجاری روحوں حاضر ہو جاؤ اور شاہ عاد کو بتاؤ کہ یہ عذاب وہ عذاب نہیں ہے جس نے نوح کی بستی کو غرقاب کر دیا تھا۔"

پجاری کی طاغوتی قوتوں نے شدید کے سامنے حاضر ہو کر اسے کہا۔ "اے قوم عاد کے بادشاہ ہماری بات غور سے سن۔ ہم خداوند نصر کی پجاری روحیں ہیں۔ ہمارا یہ پجاری تمہیں جو سبق دیتا ہے اسے غور سے سنا کر۔ ورنہ اس عذاب کے آنے سے پہلے ہم تم پر ایسا عذاب نازل کریں گی کہ تمہاری کھال میں ایک بھی ہڈی سلامت نہیں رہے گی۔"

طاغوتی قوتوں کی گرج نے شدید کا بے کل کلیجہ ٹھنڈا کر دیا۔ وہ ان کے سامنے جھک گیا اور گڑگڑا کر بولا۔

''میں بہت گناہ گار انسان ہوں۔ میں پجاری کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر ہامہ کے اس طوفان نے ہماری آبادی کی طرف رخ کر لیا تو قیامت آ جائے گی۔ پس میرا یہ خوف ہی مجھے اس عذاب میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔''

شدید طاغوتی قوتوں کو دیکھ کر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ بے پناہ خوف سے زندہ درگور ہو گیا تھا بولا۔ ''میری قوم بھی ہراساں ہے۔ وہ آبادی سے نکل کر پہاڑوں میں پناہ لے رہی ہے۔''

''ہم تمہاری قوم کی رکھوالی کریں گی۔'' بدی کی پر چار بدروحوں نے شدید کو اطمینان دلایا اور اسے حکم دیا۔ ''اگر تم ہماری مدد چاہتے ہو تو ہیکل میں ہر صبح سورج نکلنے سے پہلے خوبصورت لڑکیوں کی قربانی دیا کرو۔ خداوند نصر کی پجاری روحیں خوش ہو کر تمہیں تمہارے دشمنوں سے بچائیں گی۔''

پجاری نے شدید کو کچھ ایسے طلسمات دکھائے کہ اس کے دل سے ہر طرح کا خوف نکل گیا اور پھر وہ نہایت بے خوف ہو کر پجاری سے کہنے لگا۔

''مقدس ہیکل کے عظیم پجاری۔ تم اپنی ان قوتوں سے کہو کہ ہامہ کو نیست و نابود کر دیں۔ اس کے لئے وہ جتنی قربانی مانگیں گے میں دینے کے لئے تیار ہوں۔''

پجاری کو معلوم ہو چکا تھا کہ بستی احقاف کی ایک نہایت خوبرو پری جمال دوشیزہ ارم اس طوفان کی وجہ بنی ہے۔ وہ اس بات پر حیران تھا کہ اس کی بستی میں حسن و نور کا دریا بہتا رہا اور وہ اس سے لاعلم تھا۔ اس نے اپنے جاسوس اور موکل روحوں کو بے تحاشا لتاڑا اور انہیں کوڑے بھی مارے کہ انہوں نے بستی کی اس جواں حسن دوشیزہ سے اسے کیوں بے خبر رکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شدید کو ارم کی خبر ہو۔ کیونکہ اگر شدید یہ جان لیتا تو وہ اسے حاصل کرنے کی ضد کرنے لگتا لہٰذا پجاری نے شدید سے کہا۔

''اے شاہ عاد میں تمہیں ایک ایسی خبر دینا چاہتا ہوں جسے سن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔''

شدید کے ماتھے پر غضب کے مارے بل پڑ گئے بولا۔ ''اے عظیم پجاری مجھے جلدی سے وہ خبر سناؤ''

''اس بستی میں ایک ایسا شر پسند شخص زندہ ہے جو شاہ عاد اور ہیکل کو تسلیم نہیں کرتا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ غفان کو پسند کرتا ہے۔'' یہ سن کر شدید جلال و قہر سے کانپ اٹھا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے ہماری بستی میں موجود ہر وہ شخص مار دیا گیا ہے جو غفان کے لئے درد رکھتا تھا۔ ہم اتنے غافل نہیں ہو سکتے کہ ہمیں خبر ہی نہ ہو سکے۔''

''اور سنو شاہ عاد۔ اس شخص کی ایک بیٹی بھی تھی جو غفان کو پسند کرتی ہے۔ بڑی ذہین

خوبصورت اور چالاک ہے وہ لڑکی لیکن افسوس کہ اب وہ ہماری دسترس سے دور ہو چکی ہے۔ غضب خداوند نصر کا۔ اس بوڑھے شخص نے کئی سال تک اپنی بیٹی کو گھر میں چھپائے رکھا اور ہمیں اس کی خبر ہی نہ ہو سکی۔''

شدید کرب و اذیت، تکبر و نخوت اور جلالت کے مارے پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے پجاری کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''مقدس ہیکل کے پجاری۔ تو ہم سے عظیم ہے مگر تیرے بنائے ہوئے قانون سے وہ کیسے محفوظ رہے؟''

پجاری بولا۔ ''مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ شریعت نوح پر قائم ہے اس لئے وہ بدی کی قوتوں کے زیر اثر نہیں آ سکا لیکن اب میں اسے زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہنے دوں گا۔''

شاہ عاد نے ہیکل میں ہی اپنا دربار لگایا اور سپاہیوں کو اس نیک و پارسا شخص کی تلاش میں بھیجا۔ میں تنہا تھا اور غول ابلیس اور شاہ عاد کے سپاہیوں کو عبرتناک سزا دینے میں مصروف تھا۔ میں اس وقت یہ نہ جان سکا کہ پجاری نے ارم کے باپ کو پکڑنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے لیکن جب میں قدرے ہوش میں آیا تو تب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ سپاہیوں کو غرقاب صحرا کرنے کے بعد میں نے ذواد اور ارم کی طرف دیکھا۔ وہ ایک بڑے سے برتن میں آب شیریں بھر کر ارم کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ خوف سے بے ہوش ہو گئی تھی اور ذواد اس پر پانی چھڑک کر ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ارم نے ایک دو بار کروٹ بدلی اور ہوش میں آ گئی۔ وہ ذواد کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔

اسی لمحہ میں نے ہیکل کے اندر جھانک کر دیکھا تو مجھے ایک سفید صورت، سفید بالوں والے کمزور شخص کا سر دکھائی دیا جو تازہ تازہ تن سے جدا کیا گیا تھا۔ شدید نے اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر فضا میں معلق کیا ہوا تھا اور پجاری نصر کے بت کے سامنے بیٹھ کر کوئی عمل پڑھ رہا تھا۔ اس نے شاہ عاد سے کہا۔ ''اس سر کو اور اونچا کرو۔''

شدید اپنی قوم میں سب سے بلند اور مضبوط قامت شخص تھا۔ اس نے اس شخص کے لہو ٹپکاتے سر کو اتنا بلند کیا کہ ہیکل کی چھت کو چھونے لگا۔ پجاری برابر کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس نے ایک بڑے سے برتن سے راکھ اٹھائی اور ایک عمل پڑھ کے اس پر پھونک ماری تو ہیکل میں ہر سو دھند سی چھا گئی۔ پجاری اور شاہ عاد دھند کی چادر میں غائب ہو گئے۔ اسی لمحہ پجاری نے مکروہ قہقہہ بلند کیا اور اسی لمحہ کٹا ہوا سر شدید کے ہاتھ نکلا اور کسی عفریت زدہ پرندے کی طرح دھند میں چکر کاٹنے لگا۔ پجاری کی موکل روحیں اس سر کو اٹھا کر دھند کے کہر سے باہر نکل گئیں اور پھر اسے اتنے زور سے فضا میں اچھالا گیا کہ وہ سر ینوع کے چشمہ کی جانب اڑنے لگا۔

میرے لئے پجاری کی یہ حرکت بڑی عجیب تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ سر کیا ہے اور پجاری

نے اسے ینوع کے چشمہ کی جانب کیوں اچھالا ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ابلیس بدی اور گناہوں کے علوم میں نت نئی اختراعات نکالتا رہتا ہے وہ بدی اور گناہ کا موجد ہے۔ وہ اپنے پجاریوں کو ایسے سیاہ علوم سکھاتا ہے کہ جنہیں ایک انسان اپنی عقلی قوتوں کی مدد سے ایک نیا رنگ دے کر اسے دو آتشہ کر دیتا تھا۔ جنات کے پاس ایسا علم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں فوراً اس کٹے سر کی وجہ نہ جان سکا لیکن جونہی سر ینوع کے چشمہ کے اس جانب گرا جہاں ارم اور ذواد بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو ایک کہرام مچ گیا۔ سر جونہی زمین پر گرا اس کے اندر سے دھند کا گہرا غبار نکلا اور اس کے اندر کٹا ہوا سر پورے وجود کے ساتھ متحرک دکھائی دینے لگا۔ ارم نے اسے دیکھتے ہی چیخ ماری تھی۔

''بابا......''

''اوہ میرے خدا۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ مجھے اب سمجھ آ گئی تھی کہ یہ سر تو اس بد نصیب ارم کے باپ کا ہے۔ جسے پجاری نے طاغوتی قوتوں کے ذریعے ینوع کے چشمہ تک پہنچایا تھا۔ مجھے اب یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ پجاری نے ارم کو پھانسنے کے لئے مکروفریب اور سحر انگیزی سے ایک بہلاوا پیدا کیا ہے۔

ارم دھند کے غبار کی جانب بھاگنے لگی۔ ''بابا...... بابا...... تم!'' وہ معصوم شعلہ حسن اپنے باپ کی محبت میں جنونی ہو گئی اور یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس کا باپ تو پر اسرار قوتوں کا مالک نہیں تھا وہ اس طرح کیسے آ سکتا ہے لیکن باپ کی محبت نے اس کی عقل پر پٹی باندھ دی۔ اس لمحہ ذوالناس کی خوشبو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور وہ تیزی سے یہ کہہ کر غائب ہو گئی۔

''ہامہ ارم کو بچا لو۔'' میں ذوالناس کے اس پر اسرار انداز پر حیران ہوا۔ پھر ارم کی جانب بھاگا مگر اس وقت تک دیر ہو گئی تھی۔ دھند میں داخل ہوتے ہی گہرا غبار اس کے گرد سحری جال کی طرح لپٹ گیا اور وہ غیر محسوس طور پر اس کی قید میں آ گئی۔ وہ باپ کے ہیولے کی جانب بڑھنے لگی لیکن ہیولا اب پیچھے ہی پیچھے ہٹ رہا تھا اور وہ دیوانی سی ہو کر باپ کو چھونے کی غرض سے آگے ہی بڑھنے لگی۔

میں اس دوران دھند کے پاس پہنچ چکا تھا لیکن مجھے شدید ذہنی جھٹکا لگا میں نے جونہی دھند کے اندر داخل ہونا چاہا میرے اور اس کے درمیان ایک دیوار سی آ گئی۔ میں نے بہتیرا زور لگایا مگر میں دھند کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ میں نے جھلاہٹ سے ایک زوردار مکا اس غیر مرئی دیوار پر مارا تو مجھے ایک عجیب وغریب مکروہ ہذیانی قہقہہ سنائی دیا۔ میں نے اس جانب دیکھا اور مجھے ہیکل کے کلس پر اپنا باپ دکھائی دیا۔ اس کی ٹانگ کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی کھڑا تھا جو چھلاوے کی طرح قلابازیں کھا رہا تھا۔ میرے باپ نے اسے اپنی گود میں اٹھایا اور میری بے بسی پر قہقہہ لگا کر بولا۔

''ہامہ تجھے اپنی طاقت پر بڑا ناز ہے تو بچا لے ارم کو۔ اس دھند میں داخل ہو جا۔'' بچہ بھی اس

کے ساتھ قہقہے لگانے لگا تھا۔

''یہ تیرا ناسور ہے۔'' میرے باپ نے اس بچے کی جانب اشارہ کیا۔

''میرا ناسور!'' میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تیرا اور شانور کا ناسور......'' میرے باپ نے قہقہہ لگایا تو میرے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

''میرا ناسور...... میرا بچہ۔'' میں اپنے باپ کی طرف لپکا مگر وہ فتنہ کار غائب ہو گیا۔ میں اس کے تعاقب میں بہت دور تک گیا تھا مگر وہ میرے ہاتھ نہ آ سکا۔

''آہ میرا ناسور۔'' مجھے اپنے بیٹے کی شکل دیکھ کر رونا آنے لگا تھا۔ اتنی عمر ہی کا میں بھی تھا جب میں نے قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بھی میری طرح بے چین و بے قرار اور چھلاوہ تھا۔ میرے باپ اس کی پرورش کر کے اسے ایک ایسی تلوار بنا رہا تھا جس سے وہ ہامہ کی گردن کاٹنا چاہتا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد میں اپنے حواس میں آ گیا اور ینوع کے چشمہ کی جانب لوٹ آیا۔ دیکھا تو ذواد پریشان و بدحال سا ہو کر ارم کو آوازیں دے رہا تھا۔ وہ پریشان تھا کہ وہ یکایک کیسے غائب ہو سکتی ہے۔ ارم دھند میں غرق ہونے کے بعد اسے دکھائی نہیں دی تھی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ دھند کا وہ عفریت نما غبار ہیکل کے اندر داخل ہو رہا تھا اور بیچاری ارم بے کسی و دیوانگی کے عالم میں اپنے بابا کو پکارتی ہوئی ہیکل میں داخل ہو گئی تھی۔ اب وہ پجاری کے رحم وکرم پر تھی۔

مجھے ذوالناس کا خیال آیا اور میں نے اسے پکارا۔ اب کی بار وہ جلد آ گئی۔ میں نے کہا۔

''ذوالناس میں کب سے تمہاری مہک اپنے اردگرد میں محسوس کر رہا ہوں مگر تم میرے پاس نہیں آ رہی۔''

''ہامہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو پردہ راز میں رہنا چاہئے لیکن میں تمہیں صرف یہ بتا رہی ہوں کہ میں نے حالات کو تمہارے حق میں موڑ دیا تھا۔ میں ہی ارم کے اندر داخل ہو کر اسے ینوع کے چشمہ تک لائی تھی اور پھر...... ان تینوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیا۔ میری سنو! ذواد بہت بہادر اور ذہین ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اسے علم کی کچھ باتیں سکھاؤ اور پھر اس کے اندر داخل ہو کر ہیکل پہنچ جاؤ۔''

''ذوالناس تم کیسی بات کر رہی ہو۔ میں ایک انسان کے اندر کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟'' میں نے اس کی عقل پر حیرانی ظاہر کی۔

''تمہارے لئے انسان کے اندر داخل ہونا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس سے پہلے بھی تو تم

انسانوں کے اندر داخل ہوتے رہے ہو۔" ذوالناس نے کہا۔

مجھے یاد آیا کہ جب میں شیطان کا آلہ کار تھا تو انسانوں کو بہکانے کے لئے ان کے خون میں داخل ہو جاتا تھا لیکن جب سے میں توبہ کر کے جنات کے گروہ میں داخل ہوا تھا مجھے انسانوں کے اندر داخل ہونے کا موقع نہیں ملا تھا پھر ویسے بھی میں سمجھتا تھا کہ جنات کو انسانوں کے اندر داخل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ آتشی مخلوق چاہے شیطان ہو یا جن' جب انسان کے خون میں شامل ہوتی ہے تو اسے دیوانہ بنا دیتی ہے۔ انسان کے اندر غیض وغضب بڑھ جاتا ہے۔

"لیکن اس وقت تم ایک بڑے اور نیک مقصد کے لئے یہ کام کر رہے ہو۔" ذوالناس نے مجھے کچھ باتیں سمجھائیں اور میں ذواد کے پاس چلا گیا۔ وہ نڈھال ہو کر چٹان کے اوپر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے دھیرے سے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھا تو وہ ہڑبڑا کر اچھل پڑا۔

"تم کون ہو؟"

میں ایک باریش بزرگ کی شکل میں سامنے آ گیا۔ "میں تمہارا دوست ہوں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔"

"میں تمہیں نہیں جانتا۔" ذواد قدرے پریشان ہو کر بولا۔ "تم اس بستی کے ہرگز نہیں ہو۔"

"میں واقعی اس بستی کا رہنے والا نہیں ہوں۔ میں بہت دور...... کوہ ابوقبیس کا باسی ہوں۔" میں نے کہا۔ "فی الحال میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔ قوم عاد کے ایک بہادر اور ذہین نوجوان کی مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔"

ذواد میرے حسن کلام سے متاثر ہو گیا اور پھر میں نے اسے بتایا کہ ہیکل کا پجاری ارم کو اپنی طاغوتی طاقت کے ذریعے یہاں سے کیسے لے گیا ہے۔ میں نے اسے ابلیس کے فریب اور اس کی قوم نوح کی تباہی و بربادی کی وجوہات بھی بتائیں اور کہا۔

"تم آدم زادے ہو۔ تمہیں ایک خدا کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس خدائے لم یزل اور بزرگ و برتر کی جس نے ینوع کے چشمہ کو آب شیریں سے نوازا اور تمہارے صحراؤں میں زندگی کی بہار دی۔"

میں نے کہا۔ "اے ذواد میری آنکھوں نے چشمہ ینوع پر غسان کو بھی دیکھا ہے جو روشنی اور بہار کا نشان تھا۔ پجاری نے اپنی سفلی قوتوں سے اسے مار ڈالا۔ غفان نامی نوجوان بھی اس کے عتاب کا نشانہ بننے والا ہے لیکن اے ذواد تم اس خدائے اعلیٰ پر یقین رکھو اور صرف اس کے آگے جھکو گے تو تمہیں پجاری کی گندی قوتیں پریشان نہیں کریں گی۔" ذواد میری باتیں سمجھ گیا اور پھر میں نے اسے کچھ علوم سکھائے۔ اس نے عہد کیا کہ وہ احقاف کی سرزمین کو بت کدوں سے پاک کر دے گا اور

غفان کو تلاش کر کے اپنے ساتھ ملائے گا اور پھر دونوں ایک جماعت تشکیل دیں گے جو شدید اور پجاری کو نیست و نابود کر دے گی۔

میں ذواد کے اندر داخل ہو گیا تو اس فلک بوس اور کوہسار صفت انسان نے میرے وجود کو اپنے اندر جذب کرتے ہی ایک ہوشربا انگڑائی لی۔ میں نے اس کے اندر مورچے بنا لئے اور ذواد سے کہا کہ اب وہ جلدی سے ہیکل کے اندر پہنچ جائے۔

مجھے یقین تھا کہ ذواد جونہی بستی میں داخل ہوگا اس پر شاہ عاد کی سپاہ یلغار کر دے گی۔ شدید نے اپنے سپاہیوں کو ہدایت جاری کر دی تھی کہ ذواد باغی ہو چکا ہے اور یہ عذاب اس کی وجہ سے آیا ہے لہٰذا پوری بستی ذواد کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔

ذواد اپنے قبیلے کا جنگجو اور ایسا بے خوف انسان تھا کہ اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہر کوئی سوچتا تھا۔ وہ بستی میں داخل ہوا تو شدید کے سپاہی ہاتھوں میں بھاری پتھر لے کر اس پر حملہ آور ہوئے۔ ذواد لاپرواہی سے ان پتھروں کو تنکے' کنکر سمجھ کر ہاتھوں پر روکتا رہا اور پھر انہیں سپاہیوں پر الٹ دیتا جو بھاری بھر کم پتھر لگتے ہی تڑپنے لگتے تھے۔ پھر ذواد پر پتھروں کی بارش ہونے لگی لیکن اسی لمحہ اس کے اوپر ذوالناس چھتر سایہ بن گئی۔ پتھر ذواد پر گرنے کی بجائے اس کے اطراف میں گرتے رہے۔ بستی والے ذواد کی پراسرار طاقتیں دیکھ کر خوف کھانے لگے۔

ذواد دھاڑتا ہوا ہیکل کے دروازے پر پہنچا تو شدید کے مسلح سپاہی اس پر حملہ آور ہو گئے۔ اس نے بڑی دلیری سے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ بے خوف وخطر ہیکل کے اندر داخل ہو گیا۔ پجاری اور شدید کو جونہی معلوم ہوا کہ ذواد کسی خوفناک طوفان کی طرح سپاہیوں کا قتل عام کر کے ہیکل میں داخل ہو گیا ہے تو انہیں یقین نہ آیا لیکن فریب و مکر کا پتلا پجاری فوراً بھانپ گیا وہ کربناک انداز میں چلا کر بولا۔

"ذواد کے اندر ہامہ گھس گیا ہے۔"

میں نے اس کی کربناک چیخ سنی اور ذواد سے کہا کہ وہ جلدی سے بت کدے کے اندر داخل ہو جائے۔ ذواد چھلاوے کی طرح ہیکل کے بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پجاری اور شدید ذواد کو دیکھ کر ہکے بکے رہ گئے لیکن دوسرے ہی لمحے پجاری نے اپنی طاغوتی قوتوں کو پکار لیا اور شاہ عاد کو چیخ کر تنبیہ کرنے لگا۔

"اے شاہ عاد...... جلدی سے معبود نصر کے قدموں میں بیٹھ جاؤ۔"

میں نے جلدی سے ماحول کا اندازہ لگایا۔ پجاری نے ہیکل کو ابلیسی علوم سے مرقع کیا ہوا تھا۔ ہر سو گندگی، گناہ، غلاظت اور بوالہوسی نظر آ رہی تھی۔ میری نظریں ارم کو تلاش کر رہی تھیں۔ بہت جلد

مجھے وہ نظر آ گئی۔ وہ پجاری کے دارالعیش میں بے بسی و بے کسی کی تصویر بنی بیٹھی تھی اور اس کے پاس پجاری کی داسیاں بیٹھی اس کا بناؤ سنگھار کر رہی تھیں۔ فی الحال مجھے اس کی جانب سے اطمینان ہو گیا اور میں نے ذواد کو فوراً پجاری پر حملہ کرنے کے لئے کہا۔ ذواد بپھرے ہوئے درندے کی طرح پجاری کی جانب بڑھا تو پجاری کی موکل طاغوتی طاقتیں ایک سیاہ و مہیب طوفان بن کر ذواد کے گرد منڈلانے لگیں۔

ذواد کی شان ہی نرالی تھی۔ اس نے گہرے دھوئیں میں ناچتی بدروحوں کو دیکھا اور وحشیانہ قہقہہ مار کر دھاڑا۔

''اے شاہ عاد کے پجاری کی غلام روحو! تم اپنی نحوست اور غلاظت مجھ پر پھینک نہ سکو گی۔ اگر تم مجھے ڈرانا چاہتی ہو تو یہ جان لو کہ ذواد ایک ناقابل تسخیر انسان ہے۔ اب آگے بڑھو اور دیکھو کہ ذواد تمہارا کیا حشر کرتا ہے۔''

ذواد کے لہجے میں اتنی وحشت و جلالت اور قہر تھا کہ سیاہ دھوئیں میں رقصاں قصاب بدروحیں ایک لحمہ کے لئے ٹھٹک گئیں۔ ان کے عقب سے ہیکل کے پجاری کی تلملاتی آواز گونجی۔

''تم میری غلام طاقتیں ہو۔ تم معبود نصر کے نافرمان کی آواز سن کر رک کیوں گئی ہو۔ آگے بڑھو اور اس کے اندر موجود اس طاغوتی طاقت کو جلا کر بھسم کر دو جس پر یہ ناز کر رہا ہے۔''

میں ذواد کے اندر سے دھاڑا۔ ''اے ہیکل کے بدبخت پجاری اور اے کم بخت شاہ عاد! تو ان مٹی اور پتھر کے بتوں کو اپنا معبود سمجھتا ہے۔ ان بے جان اور بے بس بتوں سے تجھے کچھ نہیں ملے گا۔ تم نے اپنے بزرگوں کو بھلا کر اپنی عاقبت تباہ کر ڈالی ہے اور ان بتوں کو اپنا خدا مان کر انسانوں پر ظلم کرتے ہو۔ تمہیں اس بدبخت اور سیاہ کار ابلیس نے گمراہ کر دیا ہے۔ وہ خدا اور انسانوں کو گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ پس اس نے تمہیں اور تمہاری قوم کو بھی گمراہ کیا ہے۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں کہ اپنی اصلاح کر لو اور ان بتوں کی عبادت چھوڑ دو۔ صرف ایک معبود لاشریک کی عبادت کرو۔ نوح کی قوم بھی تمہاری طرح گمراہ ہو گئی تھی۔ اور نوح اپنی بدبخت قوم کو اصلاح کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ لیکن بدی کے نشہ میں دھت قوم کی عقل کو ابلیس نے اپنی غلیظ چادر تلے ڈھانپ دیا تھا۔ پس ان پر عذاب آیا۔ جاؤ اپنے بزرگوں سے پوچھو۔ اس بدبخت پجاری سے پوچھو اور اس نیک صفت غسان کی روح سے پوچھو کہ نوح کی سرکش قوم پر پھر کیسا عذاب آیا۔ یاد رکھو کہ تم اسی قوم کے بچے کھچے اور راست باز گروہ کی نسل میں سے ہو۔ تم پر معبود حقیقی نے اپنی رحمتیں نازل کیں۔ تمہیں پانی کے عذاب سے نکالا۔ تمہارے لئے زمین اور پہاڑوں کو سرسبز شاداب کیا۔ ان میں سے تمہارے لئے خوراک پیدا

کی۔ زمین کو جنت بنا دیا لیکن اے بدبخت انسانو! تم نے ایک بار پھر گمراہی کا راستہ چن لیا۔ صحرائے احقاف میں بدی اور گناہ کی فصل کاشت کرنے لگے ہو۔ آج تمہارے اندر ایک ہی نوجوان رہ گیا ہے جو تمہارے ان بتوں کو اپنے پاؤں کی ٹھوکروں میں رکھتا ہے۔ وہ قوم عاد کا ایک سپوت ہے تم اسے غفان کہتے ہو۔ یاد رکھ اے شاہ عاد...... غفان تمہاری موت کا پیغام لے کر آنے والا ہے اور یہ نوجوان ذواد جو کل تیرا غلام تھا اور تم نے اسے ینوع کے چشمہ کی حفاظت پر مامور کیا تھا' جو تمہارے آگے اپنا سر نہیں اٹھاتا تھا' ان بتوں کے قدموں میں جھکا رہتا تھا اور اس ابلیسی انسان کے حکم پر اپنی گردن کاٹ سکتا تھا۔ دیکھ آج وہ تمہارے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہے۔ اس کی گردن میں آج وہ فولاد ہے جو اسے جھکنے نہیں دے گا اور اس کے بازوؤں میں وہ برق ہے جو تمہارے اس دارالعیش کو جلا کر راکھ کر دے گی۔''

میں نے دیکھا کہ شاہ عاد میری باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے لاچارگی کے عالم میں پجاری کی طرف دیکھا تو پجاری اسے قہر بھری نظروں سے گھور کر رہ گیا۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''تم جنات کے بیٹے ہامہ ہو۔''

''ہاں میں ہامہ ہوں۔ وہ ہامہ جو ابلیس کی لاش پر جوتے مارے گا۔''

''اے ہامہ! میں جانتا ہوں تیرے پاس بہت سی قوتیں ہیں۔ تم نیک روح ہو لیکن تم اپنے معبود کائنات کے بنائے ہوئے قانون کو توڑ رہے ہو۔ تم ہم انسانوں پر اپنا غضب نازل کر کے ہمیں مار کر اپنے معبود کے عذاب سے بچ نہیں سکو گے۔''

''تم مجھے گمراہ نہیں کر سکتے بدبخت انسان؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''تمہیں اپنی طاقتوں پر تکبر ہے اے ہامہ...... تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم انسانوں کے پاس ایسے علوم ہیں جو جنات کو غلام بنا لیتے اور انہیں جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ پس اگر تم میرے مقابلے پر ٹھہرے تو مجھے معبود نصر کی قسم ہے میں پہلے تمہیں اپنا غلام بناؤں گا اور اس کے بعد تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔''

میں نے جواب میں قہقہہ لگایا تو ہیکل کے در و دیوار اور دھوئیں میں رقصاں بدروحوں نے بے خودی میں جھرجھری لی۔ وہ ہامہ کی اصلیت سے آگاہ تھیں اور انہیں اس بارے میں کوئی مغالطہ نہیں تھا کہ ہامہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا لیکن وہ غلام روحیں تھیں۔ بدی اور غلاظت کی پیداوار تھیں، عفن و نحوست کا روپ تھیں۔ مکروہ علوم کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔

پجاری میری بات سن کر شعلہ جوالہ بن گیا۔ اس نے اپنا سینہ کھولا اور اپنے ہاتھوں میں ابلیسی

لعاب سے بھرا پیالہ اٹھایا اور اسے اپنے سر پر انڈیل دیا۔ آناً فاناً ہیکل میں غول ابلیس نے بین شروع کر دیا اور پھر دوسرے ہی لمحہ مزمار کی سحر طراز دھنیں بکھرنے لگیں۔ یہ ساز ابلیس کی غلام روحوں کو خوشی، مدہوشی سے مسحور کر دیتا تھا۔ انسان تو اسے سنتے ہی بے خود ہو جاتا تھا۔ اس کے ذہن پر نشہ طاری ہو جاتا تھا۔ میں لاکھ اس ساز کینہ وفتور سے بچتا رہا ہوں لیکن میرے اندر کوئی ایسا راستہ کھلا رہ گیا تھا جو اس ساز کو سنتے ہی مجھے بہکا دیتا تھا اور میں اپنے قدموں پر ڈگمگا کر رہ جاتا۔ میرے پائے استقلال پر لرزش طاری ہو جاتی تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پجاری یکا یک ایسا غیر علمی مہلک ہتھیار بھی آزما سکتا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ ابلیس نے اسے میری کمزوریوں سے آگاہ کر دیا تھا۔

مزمار کا فتنہ جاگتے ہی پجاری کی غلام روحوں نے مستی سے جھومنا شروع کر دیا۔ پجاری کے چہرے پر خباثت تیرنے لگی اور مجھے اپنے اندر سرکش نفس سر ابھارتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے پلٹ کر ذواد کی جانب دیکھا تو میں لرز کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں قہر بھرا ہوا تھا اور وہ اپنے پورے جلال اور استقامت سے کھڑا تھا۔ یکا یک مجھے فضا میں مانوس سی مہک محسوس ہوئی۔ میرا اندر مہکنے لگا اور دل کے قریب سے ایک جھونکا سحر گزرا۔ یہ ذوالتاس کا لمس تھا جو مجھے وجدان کی گہرائیوں میں اتار سکتا تھا۔

"ہامہ......" اسی لمحہ ایک سخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "ہوش میں آؤ ہامہ۔"

میں نے آواز کے تعاقب میں دیکھا تو یہ ذواد تھا۔ وہ آدم زاد جسے میں نے اپنی قوتوں سے ناقابل تسخیر بنایا تھا اب مجھے ہوش دلا رہا تھا لیکن مزمار کی لطیف و جادو بھری آواز نے مجھے اپنے سے بیگانہ کر دیا تھا۔ یہ بڑا نازک مرحلہ تھا جس سے پجاری نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس نے اپنی طاغوتی طاقتوں کا جال میرے اوپر پھینک دیا۔ جس لمحے اس نے مجھ پر حملہ کیا مزمار بھی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گیا اور میں یکا یک جیسے ہوش میں آ گیا۔ میں نے جھٹ سے انگڑائی لی اور اپنے بدن سے قفس کی سرکش قوتوں کو کھینچ کر باہر نکال دیا اور اس جال آفت نما کے پھیلنے سے پہلے ہی اس کی سحری تاریں توڑ ڈالیں اور پھر پلٹ کر ایسا شعلہ جہنم اس جال پر پھینکا کہ اس میں موجود ساری بدروحیں دلدوز چیخیں مارتی ہوئی بے بس شعلہ کی طرح بجھ گئیں۔

مجھے جیسے ہوش آ گیا۔ مزمار نے میری عقل ماردی تھی لہٰذا میں نے مزمار کے فتنہ کے جاگنے سے پہلے ہی پجاری کی غلام روحوں کو پکڑ لیا اور ایک ہی جھٹکے سے ان کی گردنیں کاٹ ڈالیں۔ پجاری میری تیزی اور سے غضب سے خوفزدہ ہو گیا لیکن اس نے خود کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر لیا اور اپنے علوم کی طاقت سے نئی طاغوتی روحیں پیدا کیں۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس وقت ابلیس کی سپاہ اس کی مدد کے لئے ہیکل کی چھت سے کود کر نیچے آ رہی تھی۔

میں نے ذواد کے اندر چھلانگ لگائی اور اسے کہا۔ "تم اب شاہ عاد اور پجاری سے نمٹو میں اس

ابلیسی سپاہ کا راستہ روکتا ہوں۔"

ذواد مثل طوفان بن کر شاہ عاد کی جانب بڑھا تو پجاری نے شدید کے گرد حصار قائم کر دیا اور پھر خود بھی حصار کے اندر چلا گیا۔ ذواد نے آگ میں چھلانگ لگا دی یہ اس نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ یہ آگ اس کو جلا کر راکھ کر ڈالتی کیونکہ وہ ابھی سحری علوم کی طاقت سے کما حقہ آگاہ نہیں تھا۔ میں اس کو بچانے کے لئے اس طرف جانے ہی والا تھا کہ غول ابلیس کے اندر مجھے ناسور نظر آ گیا۔ میرا باپ اس کے ساتھ تھا اور وہ بڑی مستی سے یہ کھیل دیکھ رہا تھا۔ میرا دھیان بٹ گیا اور میں اپنے فطری غضب و محبت کی وجہ سے ناسور کی طرف بڑھا لیکن وہ غائب ہو گیا۔

سنو! جنات کی سب سے بڑی کمزوری ان کی یہی طاقت ہے۔ ہمارا غضب ہمارے لئے امتحان بن جاتا ہے۔ یہ غضب ہماری عقل پر حاوی ہے۔ میں نے تمہیں اپنی داستان کے آغاز میں یہ بتایا تھا کہ یہ غضب ہی ہے جو جنات کی عقل کو کھا جاتا ہے اور ان کے اندر سرکشی کو ابھارتا ہے۔ فرشتے بڑی ہی پاک روحیں ہیں۔ نور سے تخلیق کی گئی یہ اعلیٰ وارفع مخلوق غضب اور نفسانی آلائشوں سے پاک ہے۔ اسے کسی قسم کے غضب و عقل کے فساد و فتنہ کا خدشہ نہیں ہے۔ انسان میں عقل اس کے غضب پر غالب ہے۔ اس لئے وہ غضبناک اور سرکش ہو کر بھی اپنی عقل استعمال کرتا ہے۔ ابلیس جو ہے وہ انسان کے خون میں شامل ہو کر اس کی رگوں میں اپنے خیمے اور بستیاں آباد کرتا رہتا ہے اور حملے کر کے انسان کے اندر فشار غضب اور فساد نفس برپا کرتا ہے۔ اس کے غضب کو ابھار کر اس کی عقل پر غالب کرنے کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ تم نے غور سے سنا ہو گا کہ جب مزمار کی دھنوں کے دلفریب ماحول نے میرے نفس کو تیز کر دیا تو ذواد اپنے ہوش میں تھا۔ اس کی عقل کے مضبوط گھوڑے نے اس کے نفس کو اس قدر جلدی کمزور ہو کر گرنے نہیں دیا۔ پس یہ عقل کی برتری اور توازن ہی انسان کو اشرف المخلوقات بنائے ہوئے ہے۔

اور ہاں اب آگے سنو!

میں ناسور کے تعاقب میں نکلنے کے لئے مچل اٹھا تھا لیکن غول ابلیس کی ایک دیوار میرے راستے پر آ گئی اور میں اس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گیا۔ میں غول ابلیس کے بھاری لشکر کو مارتا رہا۔ خود بھی زخم کھائے لیکن میں ان کے ہاتھوں سے مر نہیں سکتا تھا۔ اس بار ابلیس نے بھی انتہا کر دی۔ اس کے غول بڑھ بڑھ کر آتے رہے اور میں اکیلا تنہا پوری قوت سے انہیں مارتا رہا۔ میں ابلیس کی اس چال کو سمجھ ہی نہ سکا کہ اس نے اپنے غول سیاہ کی قربانی دے کر در اصل مجھے ذواد سے غافل کرنا چاہا تھا اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

ایک پہر اسی کشت و خون اور آگ کی ہولی میں کٹ گیا۔ میں دیوانہ وار لشکر ابلیس کو کاٹ رہا

تھا اور اب میرا بدن بھی زخموں سے لالہ زار بن گیا تھا۔ اسی اثنا میں مجھے ارم کی چیخ سنائی دی تھی۔ تیز سنانے دار آواز میں درد اور خوف بھرا ہوا تھا۔ مجھے اس آواز نے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ میں نے جلدی سے ارم کی خبر لینی چاہی لیکن غول ابلیس نے مجھے چاروں جانب سے گھیر لیا اور آتش ورعد کی ایسی دیوار میرے راستے میں کھڑی کر دی کہ جسے تار عنکبوت کی تار کا ٹنا ممکن نہیں تھا۔ اس میں وقت لگ سکتا تھا۔ میں قہر وغضب سے بھرا ہوا تھا لیکن اس لمحے اللہ کی مدد آ گئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرا سلگتا ہوا اور زخموں سے معمور بدن ایک سرخوشی کی کیفیت میں مبتلا ہو رہا ہے۔

''ہامہ میں آ گئی ہوں۔'' یہ ذوالناس کی آواز تھی۔

''تم آ گئی ہو ذوالناس۔'' میں سرشار ہو کر بولا۔

''ہامہ تم اپنی مخفی علمی قوتوں کو استعمال کیوں نہیں کر رہے؟'' اس نے میری سانسوں میں اترتے ہوئے کہا۔

میں اس کی بات سن کر چونکا تو وہ میرے قلب ونظر میں سرکتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے رکی اور بولی۔ ''تم نے اللہ کے نیک بندوں سے بہت سے علوم سیکھے ہیں تم اللہ کا نام لے کر انہیں استعمال کرو۔''

ذوالناس نے جیسے مجھے ہوش دلا دیا۔ وہ بولی۔ ''ہامہ وہ کلام ربی پڑھو...... وہ کلام کہ جسے پڑھ کر عزازیل ابلیس بن گیا۔ وہ کلام مبارک کہ جو اللہ کے نیک بندوں کو ابلیس کی نحوست سے بچاتا ہے اور اللہ انسان کو شیطان مردود سے اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔''

ذوالناس نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں نے جلدی سے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا۔

اے خاکی انسان میرے مہربان۔ میرے ہمراز میری بات غور سے سن۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وہ مبارک کلام ہے جو تخلیق آدم کے وقت ظہور پذیر ہوا۔ یہ وہ کلام ربی ہے جو شیطان کو جلا کر راکھ کر دیتا اور انسان شیطان کی عفونت کا شکار نہیں ہوتا۔ عزازیل (ابلیس) نے اسی کلام کو پڑھ کر رب کائنات سے سوال کیا تھا کہ اے الٰہی معبود جن وملائکہ! اس کلام کا فلسفہ کیا ہے اور وہ کون بد بخت ہو گا جو تیری حکم عدولی کرے گا۔ نخوت وتکبر کا شکار ہو کر تیری رحمت سے محروم ہو گا۔

یہ وہی کلام ربی ہے جسے حضرت آدم کثرت سے پڑھتے تھے۔ تمام انبیا صالحین نے یہ کلام حرز جاں بنائے رکھا۔ یہ اسی کلام الٰہی کا اعجاز ہے کہ جونہی شیطانی طاقتیں اس کلام کو سنتی ہیں وہ اپنے مکرو فریب اور گناہوں کی آباد بستیوں سے سینہ کوبی کرتی ہوئی بھاگ جاتی ہیں مگر افسوس کہ تم اور ہم جن و انس نے اس کلام ربی کی روح کو نہیں سمجھا۔

میں نے شیاطین کے خلاف معرکوں میں جب بھی قدم بڑھایا مجھے اس کلام نے تقویت دی اور فتح سے سرفراز کیا۔ کیا تم یقین کرو گے کہ جب میں نے اعوذ باللہ پڑھی تو کیا ہوا۔

سنو اے میرے ہمدرد انسان سنو! میں نے جونہی یہ کلام ادا کیا میرے چاروں جانب نور کی ایک گہری چادر تن گئی جس نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ میری باطنی آنکھوں کے آگے سے تمام اسرار ونیاز کے جالے اتر گئے اور میں دیکھنے لگا کہ نور کی چادر کے اس پار ایک تیز اور شور والی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اس آگ کے شعلے بے تاب اور لمبی زبان کی طرح دراز تھے جو سیاہ ابلیس کو چاٹ رہے تھے۔

ذوالناس اپنے جمال سرور کے ساتھ رخصت ہو گئی مگر جاتے جاتے مجھے اس گوہر اسرار سے آگاہ کر گئی تھی کہ میں اپنی کمزوری کو دور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے الحمد اللہ ادا کیا اور ذواد کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مجھے شدید حیرانی اور خوشی ہوئی کہ ذواد اس آگ سے محفوظ رہا تھا اور اس وقت بھی شدید اور پجاری کو حصار سے باہر نکالنے کی تگ ودو کر رہا تھا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ پہلے ارم کی خبر تو لے لوں کہ وہ کس عذاب میں ہے۔

میں نے دار العیش کے اندر جھانک کر دیکھا تو پجاری کی تمام داسیاں فرش پر گری پڑی تھیں۔ اور ارم غائب تھی میں نے اپنی باطنی آنکھوں اور روشن کیا اور ارم کو تلاش کرنے لگا۔ ہیکل کے پجاری نے اسے اپنے ہاتھوں میں جکڑا ہوا تھا اور بے بسی سے اپنے صحرائی جانور پر لاد کر ینوع کے چشمہ کی جانب بھاگ رہا تھا۔ میں حیران ہوا کہ پجاری تو حصار میں قید ہے تو یہ کون ہو سکتا ہے؟

میں تیزی سے اس کی سواری کے آگے ظاہر ہو گیا تو وہ جانور بدک گیا۔ نہایت قوی اور طاقتور جانور ہراساں ہو کر ریت پر گر گیا۔ پجاری اور ارم دونوں ریت پر دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ میں پجاری کے سر پر پہنچ گیا تو وہ کسی چھلاوے کی طرح اٹھا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جھٹ سے اپنی طاغوتی طاقتوں کا جال بکھیر دیا اور خود کو حصار کے اندر بند کر لیا۔ وہ ہذیانی انداز میں چلایا۔

''ہامہ چلے جاؤ...... میری نظروں سے دور ہو جاؤ...... ورنہ تجھے جلا کر راکھ کر دوں گا۔''

پجاری نے وحشیانہ انداز میں اپنے ہاتھ فضا میں لہرائے اور اونچی آواز میں کچھ پڑھنے لگا۔ یکا یک میرے اوپر سیاہ غبار تن گیا اور کوئی چیز بڑی تیزی سے ریت کے اوپر گھسٹتی ہوئی حصار کے اندر چلی گئی۔

میں نے چونک کر دیکھا۔ وہ ارم تھی جسے پجاری نے اپنی طاغوتی طاقت اور کشش سے حصار کے اندر کھینچ لیا تھا۔

میں پجاری کا حصار توڑنے کی تدبیر کر ہی رہا تھا کہ میرے سر کے اوپر سیال سا گرنے لگا۔ میں

نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سیاہ غبار کے اندر میرا باپ اور ناسور کھڑے دانت نکال کر مجھ پر ہنس رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ابلیسی پیالہ تھا جو سیال سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اسے میرے اوپر گرا رہے تھے۔ اپنے باپ کو دیکھتے ہی مجھ پر غضب طاری ہو گیا اور میں اس پر جھپٹ پڑا لیکن اس بار ایک عجیب اور انہونی بات ہوئی تھی۔ میں نے جونہی سیاہ غبار کی جانب اڑنا چاہا ریت نے میرے قدموں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور مجھے شدید جھٹکا لگا۔ میری اس حالت پر میرا باپ اور میرا بیٹا ناسور بڑے زور دار انداز میں قہقہے لگانے لگے اور پھر اسی لمحہ انہوں نے سیال سے بھرا پیالہ میرے اوپر انڈیل دیا۔

میں ابلیس کے اس حملے کے نتائج سے آگاہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس حملے کو پسپا کر دوں گا۔ مگر جب اس کے مکروہ علم کے بطن سے جنم لینے والے اس شیطانی حملے کے اثرات کھلے تو مجھے دانتوں پسینہ آ گیا۔

''یہ تحفہ تیرے باپ کی جانب سے ہے۔ اس وقت دیکھ تو کہاں کھڑا ہے۔ یہ جائے شیطان ہے۔ یہ خونی اور شیطانی صحرا ہے جس میں تیرا علم کارگر نہ ہو سکے گا۔ دیکھ تیرے باپ نے تجھ پر کیسا مکر کا جال پھینکا ہے کہ صحرا نے تیرے پاؤں پکڑ لئے ہیں اور ہواؤں نے تیرے پر نوچ لئے ہیں۔ اب نہ تو دوڑ سکے گا اور نہ اڑ سکے گا۔ یہاں کوئی بھی تیری مدد کو نہیں آ سکے گا۔ پس کچھ دیر کو تیری آنکھیں بے جان شعلے کی طرح بجھ جائیں گی اور تیرے دماغ کی حرارت سرد پڑ جائے گی۔ دیکھ پجاری جا چکا ہے۔ تو اپنی بے بسی پر صحرا کے عفریت میں بلکتا رہے گا۔ ہاں میرے بچے مجھے تم پر رحم آ رہا ہے۔ سنو تمہارا ناسور کہہ رہا ہے کہ میرے باپ کو بے بسی سے نہ مارو۔ اسے ساز ابلیس مزمار سناؤ اور اس کا دل بہلانے کا سامان پیدا کر دو۔ تیرا یہ شتو نگڑا بڑا ظالم مکر باز ہے۔ یہ جانتا ہے کہ باپ مزمار کو سنے گا تو اس کی سرکشی لوٹ آئے گی۔ لے میرے بچے میں اس کی فرمائش رد نہیں کر رہا ہوں۔ تجھے مزمار کی لوری سنانے کے لئے تیری ماں کو بھیج رہا ہوں''۔ یہ کہہ کر میرے باپ نے میری ماں کو آواز دی۔ فتنہ ساز اور شعلہ تکبیر سے بھری میری ماں...... مدتوں بعد میرے سامنے آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نفرت' رعونت اور زبان میں زہر بھرا ہوا تھا۔ بڑے دلفریب انداز میں میرے سامنے رکی اس نے ہاتھوں میں مزمار تھام رکھی تھی۔ اس نے مزمار کو چھیڑا اور میرے گرد وحشیانہ رقص کرنے لگی۔ میری ماں مزمار بہت اچھا بجاتی تھی۔ میں نے نفرت سے آنکھیں اور کان بند کر لئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مزمار کے فتنہ ساز راگ سے میرا نفس بے تاب ہو جائے لیکن میری ماں ابلیس کی رقاصہ دلربا اور محبوب بدروح تھی۔ وہ مزمار میرے قریب لے آئی اور اتنی بے دردی سے اسے میرے سر پر مارا کہ میری رگ و پے میں سنسناہٹ سی تیرنے لگی۔

جنات اور ارواح خبیثہ کی نفرت رعونت اور بے رحمی بڑی خوفناک ہوتی ہے۔ میری ماں تو سراپا نار جہنم تھی۔ اس کی رگ رگ میں خباثت و درندگی اور مکاری تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہامہ...... جس نے اس کے بدن نار سے جنم لیا تھا' اب ابلیس کا دشمن ہے اور اسے جنات کی خصوصیات اور علوم اور دستار حاصل ہو چکی ہے، اتنی سادگی اور آسانی سے نہیں مارا جا سکتا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ مزمار کی مدھر، شیطانی دھنیں وقتی طور پر اسے سحر زدہ تو کر سکتی ہیں لیکن اسے مار نہیں سکتیں۔ اس لئے جب اس نے طاقتور فولادی مزمار میرے سر پر مارا تو میرا مغز گھوم گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان چکرا گئے۔ میں نے بڑی زوردار چیخ ماری تھی لیکن میری یہ چیخ میرے قریب ہی گونج کر رہ گئی۔ شیطانی قوتوں نے مجھے بے بس و مقہور کر دیا تھا۔ میرے حواس مختل ہو رہے تھے اور لگتا تھا کہ میرے بدن کی طرح میرا ذہن بھی پتھر ہو جائے گا...... نہ جانے شیطان کا کیسا طلسم تھا، کیسا فریب تھا کہ اس نے میرے سارے بدن کو یوں جکڑ رکھا تھا کہ میں جنبش بھی نہیں لے سکتا تھا۔

میری ماں میرے سامنے وحشیانہ انداز میں مزمار بجا کر میرا ذہن کمزور کرتی رہی۔ مجھے قطعی علم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ میں اب گردن بھی نہیں گھما سکتا تھا۔ مزمار بجاتے بجاتے میری ماں ایک بار کچھ دیر کے لئے رک گئی۔ میری آنکھیں نشہ و مدہوشی سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ مزمار کے تھمتے ہی ابلیس اپنی خباثتوں اور غلاظتوں کے ساتھ نمودار ہو گیا۔

وہ آتش جہنم قہر مکر و ذلالت میرے قریب آیا تو اس کے دائیں بائیں میرا باپ، میرا بیٹا...... اور ابلیس کی بیوی طرطبہ بھی تھے۔ اس کے عقب میں فرزندان ابلیس کا ہجوم کھڑا تھا۔ اس لمحے ماحول پر سیاہی چھا گئی تھی ہر طرف ابلیس کی مانوس غلاظت کا تعفن اور آگ پھیل گئی۔

سنو...... اک راز کی بات سنو۔

ابلیس آگ اور غلاظت ہے۔ وہ جب اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کے مکروہ بدن سے بدبودار سیال بہتا ہے روز قیامت تک وہ اس عذاب میں مبتلا رہے گا۔ وہ جب عزازیل تھا تو اسے آسمان زیریں کے فرشتوں کا سردار بنایا گیا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ شان اور لطف عطا کی تھی کہ جنات میں سے ہوتے ہوئے بھی اسے فرشتوں کا سا نور اور لطف آمیز خوش خیال مہک عطا کی گئی تھی لیکن غرق ہوا وہ جب اسے تکبر و نخوت کا مرض بدلاحق ہوا۔ وہ دھتکارا گیا تو اس سے خلعت چھین لی گئی، اس کا نور اور مہک واپس لے لی گئی۔ وہ سراپا قہر و غلاظت بن گیا لیکن بدطینت اور فریب کار ابلیس اپنے طاغوتی علوم کی بدولت انسانوں کی عقلوں کو مار دیتا ہے۔ یہ کسی بھی وقت کسی نیک بزرگ کا روپ اختیار کر کے انسانوں کو نیکی اور پارسائی کی آڑ میں گمراہ کر سکتا ہے۔ اس لئے جب بھی تمہیں کوئی ایسا بزرگ ملے تو دیکھو اور غور کرو کہ وہ شریعت کے مطابق چل رہا ہے کہ نہیں۔ ابلیس کی

گمراہی کا طوق بڑا دلفریب ہوتا ہے اس سے بچو۔ اپنے دامن کو اس کی آگ سے بچاؤ۔ ورنہ یہ آگ نفرت، حسد، تکبر اور نافرمانی کی آگ' شرک کی آگ...... تمہیں بہت بڑے عذاب میں مبتلا کر دے گی۔

سنو!

ابلیس نے مجھے بڑی دلفریب پیشکشیں کیں۔ اس نے مجھے اپنی طاغوتی طاقتوں سے صحرائے احقاف میں باندھ کے رکھ دیا تھا۔ وہ چاہتا تو مجھے جلا کر مار دیتا۔ میں تو اس وقت اکیلا تھا اور اس کے رحم و کرم پر تھا۔ مگر وہ میری حیثیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ مجھے لالچ دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔

''ہامہ! تم میرے بیٹے ہو...... میرا خون ہو۔ تم نے میری تعلیمات کو دھتکار دیا ہے لیکن میری تعلیمات تمہارے اندر گھن کی طرح موجود ہیں۔ یہ ابلیسی تعلیمات کا اثر ہے کہ مزمار کی دھنیں سنتے ہی تم مدہوش ہو جاتے ہو۔ تمہاری طاقت کا آتش ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ آؤ اور اپنے باپ کے باپ، بدیوں کے خالق کے ہاتھ تھام لو اور اس کی طاقتوں کے آگے سرنگوں ہو کر ان انسانوں کی بربادی کا سامان اکٹھا کرو۔'' لیکن میں نے ابلیس کو بری طرح دھتکار دیا مجھے نفرت تھی اس سے...... میں نے اس پر تھوک دیا اور کہا۔

''اے مردارِ اللہ کے ناپسندیدہ شخص۔ میں نے اللہ کے نیک بزرگوں اور پارساؤں سے تعلیم پائی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ابلیس روز قیامت تک اصلاح کی بات نہیں کر سکتا جبکہ میں اصلاح کا دامن چھوڑنا نہیں چاہتا۔ مجھ سے زیادہ تیرے مکر و فریب کون جانتا ہے۔ اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو مار ڈال۔ مگر یہ جان لے کہ حق پرست جنات و انس کبھی بھی تیری گمراہی کے جال میں نہیں آئیں گے۔''

''تیری اکڑ اور رعونت ابھی تک نہیں گئی ہامہ!'' ابلیس قہرناک انداز میں آگے بڑھا اس نے ہاتھوں میں نوکیلی کوہساری ہڈی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہڈی کی نوک میرے ماتھے پر رکھی اور زور ڈال کر بولا۔

''میں تیری کھوپڑی میں سوراخ کر کے تیرے سر سے فخر و حق پرستی کا مادہ نکال دوں گا اور اس میں اپنی آگ بھر دوں گا سمجھے تم۔''

نوکیلی ہڈی میرے ماتھے کی ہڈی میں گھس گئی۔ میں نے حوصلے کے ساتھ اس درد کو برداشت کیا۔ میرا بدن تو پتھر کی طرح منجمد تھا۔ اس لئے تکلیف شدت سے ہل نہ سکا مگر میری روح کا طائر پھڑپھڑانے لگا۔ مجھے اس وقت کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ پھر کچھ بعید نہیں تھا کہ ابلیس اپنی سپاہ کی موجودگی میں مجھے عبرتناک سزا دیتا۔ اس کا عندیہ بھی یہی تھا۔ اس نے ہڈی میری پیشانی میں پیوست کر کے چھوڑ دی۔ پھر غول بیابانی اور اپنے فرزندان سے مخاطب ہو کر چلانے لگا۔

''اسے عبرت سے دیکھو اولادِ ابلیس۔ یہ وہ باغی شیطان ہے جو جنات کے گروہ میں شامل ہو
یا اور ہمارے خلاف جہاد کر رہا ہے۔ آج میں اسے تم لوگوں کے لئے عبرت بنا دوں گا۔ تم دیکھنا اس
ی روح کسی بے بس کیڑے کی طرح تڑپتی ہوئی جھلس جائے گی۔ اسے اپنی نوری طاقتوں پر بڑا یقین
ا لیکن یہ ابلیس کی کالی اور طاغوتی طاقتوں کے فریب نہیں جانتا۔''

میری پیشانی سے لہو بہنے لگا۔ سنو۔ شاید تم حیران ہو کر سوچو کہ کیا جنات کا بھی لہو ہوتا ہے۔
ے میرے محسن۔ انسانوں کی طرح جنات کی رگوں میں بھی لہو ہوتا ہے لیکن ہمارا یہ خون تمہارے بدن
یں دوڑنے والے سرخ گاڑھے سیال سے مختلف ہے۔ ہمارا یہ خون لاوا کی طرح ہوتا ہے۔ تم جانتے
ہو کہ یہ لاوا کیا ہوتا ہے۔ آگ اور سیال کا مرکب ہے۔ یہ ہماری رگوں میں بہتا ہے۔ اسی پر ہماری
زندگیاں قائم ہیں لیکن جب ہم انسانی روپ میں آتے ہیں تو ہمارے جسموں میں بھی تمہارے جیسا
خون گردش کرنے لگتا ہے۔ پس جب ابلیس نے میرے ماتھے میں اپنی ابلیسی ہڈی ٹھونس دی تو گاڑھا
گاڑھا آتش گیر لہو میرے چہرے کو تر کرنے لگا۔ ابلیس نے میری ماں کو اشارہ کیا اس نے ایک بڑا سا
پیالہ ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا۔ وہ پیالہ لے کر آگے بڑھی اور ابلیسی ہڈی کے عین نیچے پیالہ بڑھا کہ میرا
خون اس میں اکٹھا کرنے لگی۔

''ہامہ تو ابلیس کی طاغوتی طاقتوں کو نہیں جانتا۔ دیکھ آج میں تجھے کتنی عبرتناک سزا دیتا ہوں۔
آج میں تجھ سے اپنے یاسوط کا بدلہ لوں گا۔ تجھ سے قابوط' ژالہ اور مژالہ کی بے بس موتوں کا بدلہ
چکاؤں گا۔ تجھ سے تجھ کو مرواؤں گا۔'' ابلیس پر وحشت طاری تھی۔ میری ماں پیالہ خون سے بھر چکی تو
اس نے پیالہ ابلیس کے سامنے کر دیا۔ ابلیس نے ہاتھ آگے بڑھا کر بے دردی سے ہڈی میری پیشانی
سے کھینچ لی تو پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ یہ دیکھ کر میرا بیٹا ناسور تالیاں بجانے لگا۔ وہ میرے
باپ سے ہاتھ چھڑا کر کسی بگولے کی طرح میری طرف آیا اور اپنی ہتھیلیوں میں میرا خون لے کر
چاٹنے لگا۔ ابلیس اور اس کے سارے شیطان ناسور کی یہ حرکت دیکھ کر قہقہے لگانے لگے اور میں بے بسی
سے اپنی لاچارگی کا تماشا دیکھنے لگا۔

ابلیس نے پیالہ اپنے سامنے رکھا اور کوہستانی ہڈی اس میں ڈبو کے طاغوتی عمل پڑھنے لگا اور
دوسرے ہی لمحے پیالے میں آگ بھڑک اٹھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے تاب شراروں سے بھرپور جہنم کی
آگ کے شعلے آسمان کو چھونے لگے تو ابلیس نے میری ماں کو مزمار بجانے کا کہا۔

''میرے حکم سے جلنے والی آگ اس مردود اور سرکش ہامہ کے اندر چلی جا۔''

آگ گہرے سیاہ دھوئیں کی شکل اختیار کر کے میری پیشانی کے سوراخ میں داخل ہو گئی اور
مجھے یوں لگا جیسے میں سیاہ تاریک اور مہیب گہرائیوں میں گرتا جا رہا ہوں۔ میرا ذہن گھوم رہا تھا اور

میرے اندر عجیب سی مستی و کرب کا تضاد برپا ہو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد مجھے ابلیس کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا۔

"ہامہ کے اندر پلنے والے اب باہر آ جا۔"

دھواں اسی سوراخ سے دوبارہ باہر کو نکلنے لگا لیکن مجھ پر نقاہت طاری ہو گئی۔ میں اپنے ہوش کھو بیٹھا تھا۔ نہ جانے میں کب تک گرد و پیش سے بیگانہ رہا تھا لیکن میری آنکھ اس وقت کھلی جب میری ماں نے ایک بار پھر مزمار میرے سر پر مارا تھا۔

اپنے سامنے کا منظر دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میں ابلیس کے پہلو میں کھڑا تھا۔ میں شش و پنج میں مبتلا ہو گیا کہ میں تو پتھر کا ہوں اور میرے ارد گرد تو کوئی بھی نہیں کھڑا' پھر میں ابلیس کے پہلو میں کیسے کھڑا دکھائی دے رہا ہوں۔ میری آنکھیں کھلتے دیکھ کر ابلیس کے پہلو میں کھڑا ہامہ بڑے زہرناک انداز میں مسکرانے لگا تھا۔ ابلیس کے چہرے پر بھی خباثت تیر رہی تھی۔ میں نے خود کو ہلانے جلانے کی کوشش کی تو محسوس ہوا کہ میں تو بدستور پتھر کا ہوں۔ پھر یہ معمہ کیا تھا۔

"ہامہ...... تو خود ہمارا نہ ہو سکا تو ہم نے آخر تجھے اپنا بنا ہی لیا ہے۔" ابلیس قہقہہ لگا کر بولا تھا۔ "یہ بھی ہامہ ہے...... مگر یہ اپنے پڑدادا کی تعلیمات کا رسیا ہے۔"

مجھے سمجھ آ گئی کہ ابلیس نے اپنے طاغوتی علم کی جوت سے میرا موکل بنا لیا ہے۔ میں اس کے مقاصد جان گیا تھا۔ ابلیس ابھی مجھے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ بدک گیا اور خوف و ہراس سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ غول ابلیس میں بھی بے چینی و بے قراری پیدا ہو گئی تھی۔

"فرشتوں کا گروہ بنو عاد کے قبیلہ خلود میں اتر رہا ہے۔" ابلیس کو اطلاع دی گئی۔ تاریک آسمان سے ریگزاروں کی بستی حضر موت میں چاندنی جیسا اجالا پھیلا نظر آیا تو ابلیس افراتفری سے بولا۔

"جلدی اپنی اپنی پناہ گاہوں میں بھاگ جاؤ اور سنو میرے جاسوس خلود کی بستی کی طرف جائیں گے اور معلوم کریں گے کہ خلود کے قبیلے میں فرشتوں کی بارات کیوں اتری ہے؟"

میں نے دیکھا کہ ابلیس کے چہرے پر لرزا طاری تھا اور نقاہت و شکستگی سے اس کی آواز بھی دب گئی تھی۔ اس لحہ اسے اطلاع ملی کہ قبیلہ خلود کے ایک اعلیٰ نسب گھر میں سلخ نامی ایک بچہ پیدا ہوا جس کے ماتھے سے نور برس رہا ہے۔

ابلیس یہ سن کر پچھاڑیں مار کر رو دیا۔ "مجھ پر لعنت ہو۔ آج پھر مجھے شکست ہو گئی۔ کائنات کے حقیقی مالک نے خلود والوں میں اپنے نیک بندے کو بھیجنے کا اشارہ دیا ہے اور عنقریب اس بستی میں

ایک رسول آئیں گے۔"

ابلیس اپنا سینہ کوٹ رہا تھا اور خود پر لعنت کے کوڑے برسا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔

"میں نے بنو عاد کو تباہ کر ڈالا۔ میں نے بنو ثمود میں سے شدید کو پیدا کیا اور اس کے بعد شداد کو پیدا کرنے والا تھا لیکن میں کیا کروں کہ میری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ میں گنہگاروں کا ایک پہاڑ کھڑا کرتا ہوں لیکن اللہ رائی سے چھوٹا ایک نور پھیلا کر اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔"

ابلیس دھاڑیں مار مار کر رویا تو غول ابلیس بھی اپنا سینہ کوٹنے اور بال نوچنے لگا۔ معاً فتنہ ساز ابلیس رکا۔ اس نے میرے باپ کو حکم دیا اور کہا۔

"ہامہ کے بت کو ہیکل کے پجاری کے سپرد کر دو۔ ہامہ کے اس موکل کو آزاد چھوڑ دو۔ یہ جنات اور ہر اس شخص کو ہامہ کی شکل میں فریب دے کر تباہ کرے گا۔"

میرا باپ مجھے ہیکل کے اندر لے آیا اور مجھے سحری جال کے اندر ڈال کر اسرار کے پردوں میں ملفوف کر دیا۔ اب میں تو ہر ایک کو دیکھ سکتا تھا مگر مجھے کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا تھا۔ البتہ میرا موکل، میرا ہمزاد مجسم، شیطان ہامہ کی شکل میں میرے سامنے کھڑا دانت نکوس رہا تھا۔ میرے باپ نے مجھے معبود نصر کے پاس باندھ دیا تھا اور خود پجاری کو بلانے چلا گیا تھا۔ میرا ذہن منتشر ہو چکا تھا اور کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں اپنے ذہن کو کیسے قابو کروں۔ مجھے کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذواد ابھی تک ہیکل میں موجود تھا اور شدید کے سپاہیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔ شدید اور پجاری کا موکل حصار میں قید تھے۔ وہ ذواد کی وحشیانہ قوتوں سے اتنا خائف تھا کہ اس کی جرات نہیں ہو رہی تھی کہ حصار سے نکل کر اپنے محل میں بھاگ جائے۔ کچھ دیر میں میرا باپ پجاری کو اپنے ساتھ لے آیا۔ شدید نے اسے بڑی حیران نظروں سے دیکھا۔ وہ حیران اس بات پر ہوا کہ پجاری تو اس کے حصار میں کھڑا تھا اور ہنوز وہ اسی جگہ تھا لیکن ایک دوسرا پجاری کہاں سے برآمد ہو گیا۔ شدید اسی حیرانی میں فریب کھا گیا اور بدک کر حصار سے باہر نکل گیا۔ پس یہ لمحات اس کی موت کا پروانہ بن گئے۔ ذواد کی نظر بھی اس پر پڑ گئی اور وہ برق و باراں کی طرح موت بن کر اس پر نازل ہوا۔ پجاری نے اس لمحے شدید کو صورتحال سے آگاہ کرنا چاہا تھا مگر اس وقت تک ذواد کے ہاتھ شدید کی گردن میں پیوست ہو چکے تھے۔ شدید ایک جری اور قوی ہیکل انسان تھا مگر ذواد نے اس کی لاش کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور زور سے نعرہ مار کر اسے ہیکل سے اس طرح باہر اچھال دیا کہ ہیکل کے در و دیوار کانپ اٹھے۔

اس نے کہا۔ "اے بنو عاد و ثمود کے گناہ گارو، بے گناہوں اور معصوم انسانوں میں نے شاہ عود کو مار ڈالا ہے۔ اب تم آزاد ہو۔ اس کی بندگی سے تمہیں آزادی دی جاتی ہے اور اپنے اپنے برتن لے کر ینوع کے چشمہ پر چلے جاؤ۔ آج تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جتنا چاہے پانی پیو۔"

ذواد کی آواز احقاف وحضر موت میں سنی گئی۔ احقاف کی بستی کے شمال میں واقع حضر موت کا علاقہ اپنی شادابی میں بے مثال تھا۔ لوگ یہ نقارہ صدا سن کر ینوع کے چشمہ کی طرف بھاگ اٹھے تھے۔

ذواد نے ہیکل کو شاہ عاد کے سپاہیوں سے پاک کر دیا اور پھر وہ پجاری کی طرف متوجہ ہوا۔

پجاری نے میرے موکل ہامہ کو اشارہ کیا۔ ”ذواد کو اپنے قابو میں کر لو۔“

میرا موکل ذواد کی طرف گیا اور اس کے اندر حلول کرنے لگا تو ایک دلچسپ صورتحال پیدا ہوگئی۔ ذواد کو اس کے وجود کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اس نے اسے اپنی سانسوں کے جال میں جکڑ لیا۔ پجاری اور میرا باپ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے اور اپنے سر پیٹنے لگے۔ پجاری نے کچھ علوم پڑھ کر ذواد پر حملہ کیا لیکن ذواد نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا اور اپنے گرد حفاظتی حصار باندھ لیا۔

میں نہیں جانتا کہ ذواد کو میرے موکل کی حقیقت کیسے معلوم ہوگئی تھی لیکن میں یہ دیکھ رہا تھا کہ ذواد نے اسے اپنی سانسوں میں جکڑا پھر کچھ پڑھنے کے بعد اس نے میرے ہمزاد کو بالوں سے پکڑ کر ہوا میں لٹکا دیا۔ میرا ہمزاد شدت کرب سے چلایا۔

”اے ذواد تم اپنے دوست کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟“

”تم ہامہ نہیں ہو۔“

”میں ہامہ ہی ہوں۔“ میرا ہمزاد بولا۔

”تم ابلیس کی گندگی ہو۔“ ذواد بولا۔ ”تم کیا سمجھتے ہو کہ مخفی علوم پر صرف تم شیطانوں کو دسترس ہے۔ لعنت ہے تم پر۔ تم نے جس آگ سے جنم لیا ہے لو اب اسی میں واپس لوٹ جاؤ۔“

ذواد نہایت تیزی کے ساتھ حملے کر رہا تھا۔ اس نے میرے ہمزاد کو آناً فاناً جلا کر بھسم کر دیا اور ایک بار پھر سینہ تان کر نعرہ مستانہ بلند کیا۔ میرا باپ جو پجاری کے پاس کھڑا تھا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پھر دوسرے ہی لمحے بھاگ گیا۔ شیطان مردود کی یہی تو فطرت ہے کہ وہ حق اور طاقت کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ میں ابھی تک لاعلم تھا کہ ذواد علم کی انتہا پر کیسے پہنچ گیا ہے۔ کسی موکل یا ہمزاد کی حقیقت جان لینا عام بات نہیں ہے۔ علوم کی انتہا پر پہنچا ہوا انسان ہی اس فریب کا پردہ چاک کر سکتا ہے۔

ذواد اب پجاری کی طرف بڑھا اور بولا۔ ”ارم کہاں ہے؟“

”اسے بھول جاؤ ذواد۔ اب وہ تمہاری دسترس میں نہیں ہے۔“ پجاری ڈھٹائی سے بولا۔ اس نے ایک بار پھر خود کو حصار میں قید کر لیا تھا۔

”میں پوچھتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟“ ذواد نے زوردار آواز میں کہا۔

”وہ جس کی امانت تھی اس کے پاس پہنچ گئی ہے۔“ پجاری ذواد کو الجھانے لگا۔

”وہ کس کی امانت ہے اور کہاں پہنچ گئی ہے؟“ ذواد حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

”اسے غفان لے گیا ہے۔ ارم اس کی امانت تھی پس اس کے پاس چلی گئی۔“ پجاری نے انسانی نفسیات کو بطور ہتھیار استعمال کیا اور ذواد میں جذبہ رقابت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

”غفان...... ارم اس کے پاس کیسے جا سکتی ہے وہ تو مجھے پسند کرتی تھی۔“ ذواد چیخ کر بولا تھا۔

”اے قوم عاد کے سب سے جری انسان۔ غفان خوبصورت لڑکیوں پر جادو کرتا ہے۔ وہ پارسائی کے لبادے میں چھپ کر گناہوں کی فصل اگاتا ہے۔“ پجاری نے انسانی حسد و رقابت کے تیر برسانے شروع کر دیے۔

میں نے چیخ کر ذواد کو بتانا چاہا کہ پجاری جھوٹ بول رہا ہے اور تجھے فریب دے رہا ہے۔

مجھے انسان کی اس تلون مزاجی سے شکوہ رہا ہے۔ میرے دوست...... کہاں وہ میرے موکل کو اپنی غیبی قوتوں سے پکڑ کر مار دینے والا ذواد...... شاہ عاد کو جہنم واصل کرنے والا بہادر و یکتا نوجوان اور کہاں یہ ذواد۔ لمحوں میں وہ آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں کی طرف آ گیا تھا۔ پجاری نے جب دیکھا کہ ذواد جو اس کے علوم کے تیر و کمان سے گھائل نہیں ہو رہا تھا، محض اس کی چرب زبانی سے قابو میں آ رہا ہے تو اس نے ذواد کو ورغلانا شروع کر دیا۔ اس نے کہا۔

”ذواد، تم قوم عاد کے سب سے بہادر انسان ہو۔ شدید کا خالی تخت تمہارا منتظر ہے۔ میرے ہاتھوں میں ہاتھ دو میں تمہیں قوم عاد کے شہنشاہ خداوند کے روپ میں سب کے سامنے پیش کروں گا۔ قوم عاد کی ساری خوبصورت لڑکیاں تیرے قدموں میں پھولوں کی طرح بکھر جائیں گی اور سنو! تم ایک طاقتور انسان ہو۔ تخت عاد پر بیٹھ جانے کے بعد تم غفان کو پکڑ سکتے ہو۔ اس سے اپنی ارم چھین سکتے ہو۔“

پجاری ذواد کے نفس کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ اسے لے کر شدید کے محل میں چلا گیا۔ ذواد جب بستی میں سے گزر رہا تھا تو بلند و بالا عمارتوں کے شہر کی ساری رونقیں اس کی منتظر تھیں۔ اس پر پھول برسائے جانے لگے لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ تخت اقتدار پر بیٹھنے کی بجائے مقتل میں لے جایا جا رہا ہے۔

میری ایک بات یاد رکھو! نیک قوتوں اور علوم کا پروردہ انسان جب نفس کے زیر اثر آتا ہے تو اس کی یہ طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ پس ذواد بھی دھوکہ کھا گیا اور جونہی وہ محل میں پہنچ کر شدید کے دار العیش میں پہنچا، سونے، ہیرے جواہرات سے مرصع در و دیوار دیکھے تو مدہوش ہو گیا۔ اس کا یوں بہک جانا اس کی موت کا باعث بن گیا اور شدید کے بھائی شداد بن عاد نے اسے عین اس وقت قتل کر

ڈالا جب وہ عشرت کدے کی رنگینیوں میں غرق ہو گیا تھا۔

شداد تو شدید سے بھی زیادہ جابر، عشرت جو، ظالم اور شیطان صفت انسان تھا۔ طاقت ور رعونت میں بھی وہ، شدید سے بڑا تھا۔ اس وقت اس کی مسیں بھیگ رہی تھیں۔ پجاری کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شداد اس کی اجازت مانگے بغیر ذواد کو قتل کر ڈالے گا۔ پجاری نے تو کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا لیکن تقدیر کے فیصلے اور حکمت کو جاننا نہ شیاطین کے بس میں ہے نہ انسانوں کو ادراک ہے۔ پس شداد بن عاد نے اپنے بھائی کا بدلہ لیا اور تخت عاد پر بیٹھ گیا۔

شداد اپنے بڑے بھائی شدید کی ساڑھے سات سو سال حکمرانی کے بعد تخت پر جلوہ گر ہوا تھا۔ اپنی رعونت کے باعث اس نے پجاری کو نظر انداز کر دیا تھا مگر اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ جب تک مقدس ہیکل کے آگے سرنگوں نہیں ہو گا وہ بنو عاد پر حکمرانی نہیں کر سکتا۔ پس ایک وقت آ گیا کہ وہ پجاری کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا۔ پجاری نے اسے بتایا کہ ذواد کی طرح غفان کو بھی مارنا ضروری ہے۔ اس نے شداد کو یہ بھی بتایا کہ ذواد کو ایک سرکش جن زادے ہامہ نے بھڑکایا تھا۔ شداد بن عاد نے اپنے پجاری سے کہا کہ وہ ہامہ یعنی مجھے مارنے کے لئے کوئی طاقتور علم استعمال کرے۔

میں ان دنوں چکرا کر رہ گیا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ پجاری کیا کچھ کرنا چاہتا ہے۔ البتہ میں یہ جان گیا تھا کہ پجاری ایک شاطر اور مکروہ انسان ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ ذواد کی پراسرار طاقتیں اس کے قابو میں نہیں آ رہیں تو اس نے اسے گمراہ کر کے مروا دیا۔

شداد نے غفان کو تلاش کرنے کے لئے اپنے سپاہی اور جاسوس صحرائے احقاف میں پھیلا دیئے تھے۔ میں ابھی تک غفان سے نہیں ملا تھا اور نہ ہی مجھے معلوم تھا کہ غفان کہاں رہتا ہے۔ مجھے ارم کی بھی فکر ہو رہی تھی۔ وہ پری چہرہ دوشیزہ پجاری کے طاغوتی جال میں پھنسی ہوئی تھی لیکن پجاری نے اس کا الزام غفان پر ڈال دیا تھا۔

انہی دنوں ایک انوکھا واقعہ رونما ہوا۔ شداد جو عورتوں کا رسیا تھا اور اپنے خونی رشتوں کو بھی اپنے نفسانی درندے کا شکار بناتا تھا' اسے معلوم ہو گیا کہ ارم پجاری کی قید میں ہے۔ اس نے ارم کے حسن و جمال کی تعریفیں سن رکھی تھیں۔ وہ غضبناک ہو گیا وردندناتا ہوا ہیکل میں پہنچ گیا۔ شداد کو خلاف توقع ہیکل میں دیکھ کر پجاری سراسیمہ ہوا۔ اس نے اس کے چہرے پر رقصاں جلال دیکھ لیا۔ اس نے جھک کر شداد کو سجدہ کیا اور وہ فوراً اپنی طاغوتی طاقتوں کے ذریعے اس کے ارادے بھانپ کر بولا۔

"خدائے نصر کی قسم...... مجھے شاہ عاد کے دل کا بھید معلوم ہو گیا ہے لیکن اگر شاہ عاد اپنے دل کو اس بدگمانی سے بچالیں کہ مقدس ہیکل کے پجاری اعظم نے ان کے ساتھ دھوکا کیا ہے تو یہ آل عاد پر بہت بڑا احسان ہو گا۔"

"معزز پجاری! آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کی بے حد عزت کرتے ہیں اور آپ کی خوشنودی ... خاطر ہم اپنی پوری رعایا قربان کرنے میں عار نہیں سمجھتے لیکن ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ارم ...سی دوشیزہ کو اپنی قید میں رکھا ہوا ہے۔"

"اے شاہ عاد! یہی تو وہ بدگمانی ہے جس نے شداد بن عاد کو غضبناک بنا دیا ہے۔ میں خدائے ...واع کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ارم میرے پاس نہیں ہے۔" پجاری نے دروغ گوئی میں انتہا کر دی ...ر بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ شاہ عاد سے کوئی بات چھپائی نہیں جا سکتی لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ شاہ ...اد اپنے عظیم پجاری کی سچائی جاننے میں تامل کر رہے ہیں۔ انہیں میرے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔"

"ہمیں کسی نے نہیں بھڑکایا...... ہمیں ہمارے رازداروں نے بتایا ہے۔" شاہ عاد قدرے ٹھنڈا ...ہو گیا مگر پھر اس کی نفسانی خواہشیں ابھر آئیں وہ بولا۔ "اگر ارم تمہارے پاس نہیں ہے تو کہاں ہے۔ ...گر تم یہ کہو گے کہ وہ غفان کے پاس ہے تو پھر ہمیں یہ معلوم کر کے بتاؤ کہ غفان کہاں ہے۔ خدائے نصر ...کی قسم اگر وہ پہاڑوں کی آخری تہہ میں بھی بیٹھا ہو گا تو ہم اسے وہاں سے نکال لائیں گے۔"

پجاری نے شاہ عاد کو یقین دلایا کہ ارم واقعی غفان کے پاس ہے۔ اس نے عہد کیا کہ وہ بہت جلد غفان کا کھوج لگا لے گا۔

میں اب بہت بے قرار ہو گیا تھا۔ میری قید اذیت بن گئی تھی۔ حالات میری گرفت میں نہیں تھے اور کوئی انسان ایسا نہیں تھا جسے میں اپنی طاقتیں منتقل کر کے اسے انسانوں میں ممتاز بنا کر اپنے مقاصد حاصل کرتا۔ مجھے بار بار غفان کا ہی خیال آ رہا تھا۔ لہٰذا ایک روز میں نے اپنی علمی قوتوں کو دوبارہ استعمال کیا اور اپنے گرد قائم سحری طاقتوں کا جال توڑ کر ہیکل سے باہر نکل گیا۔ ابھی میں صحرائے احقاف میں ہی تھا کہ مجھے ذوالناس کی مہک نے آ گھیرا میں نے اسے پکارا تو وہ سامنے آ گئی۔ مجھے اس سے بہت شکوہ اور رنج تھا۔ وہ میرے بولنے سے پہلے ہی کہنے لگی۔

"ہامہ! میں تمہاری بے قراری اور ناراضگی کا سبب جانتی ہوں لیکن حالات اتنی تیزی سے تبدیل ہوئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے کاموں سے آگاہ نہیں کر سکی۔"

"ذوالناس کیا تم ارم اور غفان کے بارے میں جانتی ہو!" میں نے اس کی مجبوریوں کا احساس کرتے ہوئے اپنی ناراضگی موخر کر دی۔

"میں جانتی ہوں۔ ارم ابھی تک پجاری کی قید میں ہے۔ عفت مآب دوشیزہ ہے اور میں اس کی حفاظت کر رہی ہوں۔ غفان حضر موت کے پہاڑوں میں ہے۔ اس کا گروہ بہت مختصر ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اسے اپنی طاقتیں عطا کرو اور اب دیر نہ کرنا۔ جہاں جہاں شیطان کدے ملیں غفان کو

ان کے بارے میں مطلع کرو اور انہیں نیست و نابود کر دینا۔“

میرے ذہن میں بہت سارے سوالات کلبلا رہے تھے لہٰذا میں نے ذوالناس سے کہا۔ ”میں نے تمہاری خوشبو کو ینوع کے چشمہ پر محسوس کیا تھا۔ پھر جب میں ہیکل کے اندر ابلیسی قوتوں سے لڑ رہا تھا مجھے تمہاری مہک محسوس ہوئی تھی۔ میں نے تمہیں پکارا تھا لیکن تم میرے بلانے کے باوجود میرے پاس نہیں آئی تھی۔“

ذوالناس ایک جاں سوز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”ہامہ! میں شروع سے ارم کے ساتھ ہوں۔“

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

”میں سچ کہہ رہی ہوں۔ جب ذواد اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑ پڑا تھا یہ میں ہی تھی جو ارم کے اندر موجود تھی اور ذواد کو اکسا رہی تھی۔ پھر میں ہیکل میں ذواد کے اندر اس وقت داخل ہو گئی جب تمہارا ہمزاد موکل اس کے اندر گھس رہا تھا۔ آہ میرے خدا تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اگر تمہارا موکل ذواد کے اندر داخل ہو جاتا تو ذواد تباہی پھیلا دیتا۔ سب سے پہلے وہ تمہیں مارتا لیکن میں تمہیں مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی ہامہ۔“

ذوالناس کا میٹھا لہجہ میرے اندر تلخیوں اور اداسیوں کو دور کر گیا۔

”تم اب کہاں جاؤ گی؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”میں ارم کے پاس جا رہی ہوں“ اس نے کہا۔ ”اسے میری ضرورت ہے۔ آج پجاری ینوع کے چشمہ پر غسل کرنے گیا ہے۔ وہاں وہ معبود نصر کے نام پر حسین لڑکیوں کی قربانی دے گا اور شاہ عاد کی صحت اور طویل العمری کے لئے دعا کرے گا۔“

یہ سن کر میں بے چین ہو گیا اور کہا۔ ”مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں چل سکا۔“ پھر میں نے ذوالناس سے کہا۔

”تم اسے قربانی دینے سے روک کیوں نہیں دیتی؟“

ذوالناس بے بسی سے بولی۔ ”ہم انسانوں کے معاملات میں دخل دینے سے قاصر ہیں۔ ہماری حدود لامحدود ہونے کے باوجود بڑی محدود ہیں ہامہ۔“ ذوالناس کی بات سن کر میں الجھ گیا اور کہا۔

”تم کیسی الجھی الجھی باتیں کر رہی ہو۔“

”سنو ہامہ یہ جو انسان ہے نا...... اس کی عقل پر ہم پہرہ نہیں دے سکتے۔ یہ فہم و ادراک اور شعور والی مخلوق ہے۔ ہم سے زیادہ مکمل ہے لیکن یہ شیطانی ترغیبات کے باعث کمزور، ناقص العقل اور

ظالم بن جاتا ہے۔ جب اللہ کو ان کی اصلاح منظور ہو گی وہ ان میں اپنا رسول بھیجے گا۔“

یہ سن کر میں نے کہا۔ ”ذوالناس جن دنوں مجھے ابلیس نے بے بس کر کے صحرا میں کسی پتھر کی طرح بت بنا دیا تھا۔ اس روز فرشتوں کی ایک جماعت بنو خلود میں اتری تھی اور سلخ نامی ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ ابلیس اپنی حواریوں سے کہہ رہا تھا کہ یہ سب نشانیاں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ بنو عاد میں اللہ اپنا رسول بھیجنے والا ہے۔“

”ہاں...... بنو عاد کو ہی یہ سعادت نصیب ہو گی۔ شیطانی قوتیں اس قبیلے پر قدرت حاصل نہیں کر سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاندان کے گرد اپنے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا نور علم پستیوں اور تاریکیوں میں گھری بنو عاد کی بستی کو اجالے بخشنے والا ہے۔“

ذوالناس اور میں انسانوں کی گمراہی پر خاصے جز بز تھے اور افسوس کر رہے تھے۔ ذوالناس نے مجھے ایک خوشخبری سنائی اور کہا۔ ”تمہاری شانو رجوان ہو رہی ہے ہامہ۔“

”تم اس سے ملی ہو؟“ میں نے بے تابی سے پوچھا۔

”ہاں کبھی کبھار تمہاری امانت کو دیکھنے جاتی ہوں۔“ ذوالناس معنی خیز انداز میں بولی۔

”وہ کیسی ہے؟“ میں نے بے قراری سے سوال کیا۔

”پہلے سے زیادہ حسین، طرار اور شعلہ جوالہ ہے۔“ ذوالناس کا لہجہ بدستور شرارت آمیز تھا۔

”اگر کہو تو اسے جا کر کہہ دوں کہ تمہارا ہامہ بہت بے تاب ہے۔“

”ذوالناس......“ مجھے شرم آ گئی۔ ”تم کیسی باتیں کرتی ہو۔“

”واللہ۔“ ذوالناس نے قہقہہ چھوڑا۔ ”تم پہلے جن ہو جسے میں نے شرم سے دوہرا ہوتے دیکھا ہے۔ ورنہ اس قوم کی بے شرمی کی حالت یہ ہے کہ سر بازار اپنی عورتوں کے ذکر کرتے پھرتے ہیں۔“

”تم جانتی ہو کہ میں اس قسم کا جن نہیں ہوں۔“ میں نے اپنے کردار کو واضح کیا۔

”تم تو سنجیدہ ہو گئے ہامہ۔“ ذوالناس ہنستے ہوئے کہنے لگی۔ ”آؤ! میں تمہیں غفان کے پاس چھوڑ آؤں۔“

یہ کہہ کر ذوالناس نے میرا ہاتھ پکڑا تو میری روح میں جلترنگ سے بجنے لگے۔ میں سوچنے لگا کہ اے ذوالناس کاش مجھے تیری رفاقت نصیب ہوتی۔ میرے ذہن میں جونہی یہ خیال آیا۔ ذوالناس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور میں فضا کی بلندیوں سے قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے کو گرا۔

”ہامہ...... خبردار پھر کبھی ایسا نہ سوچنا۔“ ذوالناس کی آواز مجھے بلندیوں سے سنائی دی اور میں شرمندہ ہو گیا۔ واقعی میں نے کبھی یہ سوچا نہیں تھا کہ ذوالناس تو ایک پاکیزہ نور اور مجھ سے ماورائی

روح ہے جس پر میری دسترس نہیں۔ جس پر کسی جن شیطان اور انسان کا علم مخفی کارگر نہیں ہوتا۔

میں گرتے گرتے سنبھل گیا اور ذوالناس کو دیکھنے لگا۔ وہ غائب ہو گئی۔ پھر وہی بے کیف بوجھل اور کثافتوں سے بھری ہوا میرے گرد تھی۔ ذوالناس کی مہک عنقا ہو گئی تھی۔ میں خود پر ملامت کرتا ہوا حضر موت کی پہاڑیوں میں پہنچ گیا اور بہت جلد غفان کو ڈھونڈ لیا۔ وہ سنہری بالوں والا' سونے اور فولاد سے کشیدہ بدن کا حامل نہایت خوبرو اور مردانہ وجاہتوں کا شاہکار نوجوان تھا۔ وہ ایک پتھر پر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ آسمان کی طرف دعا کے لئے اٹھے ہوئے۔ ہوا چل رہی تھی اس کے لمبے اور گھرے سنہری بال ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور سورج کی شعاعیں اس کے چاندنی بدن سے ٹکرا کر قوس قزح کے رنگ بکھیر رہی تھیں۔ وہ صورت باکمال نوجوان میرے دل کو بھا گیا۔ مدتوں بعد مجھے ایک ایسا انسان دکھائی دیا تھا جو حسن وصحت میں بے مثال تھا۔

میں اس کی ہتھیلیوں کی اوٹ میں نیچے اترا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں لیکن جونہی میں اسرار کے پردوں میں ملفوف ہو کر اس کے پاس گیا اس نے بے اختیار آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس کی نیلگوں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"کون ہو تم؟" اس کی آواز میں دبدبہ اور نرمی بھی تھی۔

میں جان گیا کہ غفان کے پاس مخفی حسیات ہیں جو علوم مخفی کی آبیاری کرتی ہیں۔ اس سے چھپا نہیں رہا جا سکتا تھا۔ میں ظاہر ہو گیا۔ میرا روپ ایک باریش کہنہ سال بزرگ کا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی مرعوب ہو گیا اور پتھر سے نیچے اترنے لگا۔ مگر معاً رکا۔ اس نے پتھر سے دور نشیب کے ہرے بھرے قطعات میں گھاس چرتے اپنے جانوروں کے ریوڑ پر نظر ڈالی اور مخصوص آواز میں انہیں پکارا تو جانور جھٹ سے اپنے منہ اٹھا کر اپنے آقا کی آواز کی طرف لپکے تھے۔

غفان پتھر سے نیچے آیا اور میرے بولنے سے پہلے ہی مبلغانہ لہجے میں بولا۔ "اے نیک صورت بزرگ۔ دیکھو یہ جانور اپنے آقا کی آواز سن کر آ گئے ہیں مگر بنو عاد کے یہ گمراہ بت پرست میری آواز کو نہیں سن پا رہے۔ افسوس کہ عنقریب یہ قوم بھی بنو نوح کی سرکش اور گمراہ قوم کی طرح تباہ ہو جائے گی۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو غفان۔"

"تم کون ہو؟" غفان اپنی بات ختم کرتے ہی دوبارہ پوچھنے لگا۔

"میں تمہارا حبیب ہوں...... دوست ہوں تمہارا۔ خیر خواہ سمجھ لو مجھے۔ یہ میں ہی سمجھتا ہوں کہ تم غسان کا وہ ٹوٹا ہوا سلسلہ ہو جو ینبوع کے چشمہ پر قائم ہوا تھا۔"

غفان میری بات سن کر چونکا۔ "تم غسان کو جانتے ہو۔ وہ تو بہت پرانی بات ہو گئی ہے۔" اس

نے پھر سوال کیا۔ "تم کون اور یہ باتیں کیسے جانتے ہو؟"

میں نے اسے اپنے بارے میں مفصل بتایا تو اس کے سنہری روشن اور پرنور چہرے سے خوشیوں کے فوارے پھوٹنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے جانور اس کے پاس آ گئے تھے اور اس کے ساتھی بھی پہاڑوں کی کھوہ سے نکل کر وہاں آ گئے تھے۔

غفان نے کہا۔ "تم ایک جن زادے ہو۔ تمہاری خوراک تو مختلف ہو گی۔"

"ہاں ہمارا کھانا تم انسانوں سے مختلف ہے۔" میں نے کہا۔

"اگر میں تمہیں اپنے پالتو جانور کا دودھ پلاؤں تو کیا تم اسے میری دعوت سمجھ کر پی لو گے۔"

میں نے انکار نہ کیا اور غفان نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بھیڑ کا دودھ مٹی کے ایک پیالے میں مجھے پیش کیا۔ پھر اس نے کھجوروں کا ایک خوشہ منگوایا اور میرے سامنے رکھ دیا۔

سنو میں نے زندگی میں پہلی بار کسی انسان کی یہ دعوت قبول کی تھی۔ کسی جانور کا پہلی بار دودھ پیا تھا۔ کھجوریں تو ہماری خوراک ہیں۔ یہ کھاتے رہتے ہیں۔ مگر بھیڑ کا دودھ پیتے ہی مجھے عجیب سی لذت، خماری اور ترنگ محسوس ہوئی۔ یہ ایک ایسا کیف اور سرور تھا جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ نہایت شیریں اور ٹھنڈا دودھ پیتے ہی میں اپنے اندر توانائی کا ایک سیل رواں محسوس کرنے لگا۔ تم نے ہماری ضیافتوں کا ذائقہ تو چکھا ہے میرے ہمدرد انسان' لیکن ایک جن جب انسانوں کی طرف سے دی گئی ضیافتیں کھاتا ہے تو اس کا اپنا ہی لطف ہے۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ جنات صرف اپنی مخصوص خوراک کھاتے ہیں لیکن سنو! جو جنات ایک بار انسانوں کی خوراک کا ذائقہ چکھ لیتے ہیں وہ تا عمر اسے کھانے کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ تم شاید اب یہ سوچنے لگو کہ جنات کو یہ غذائیں کھانے سے کون سی بات روکتی ہے تو سنو! اصل وجہ یہ ہے کہ جنات انسانوں کی غذائیں بلا اجازت نہیں کھا سکتے۔ البتہ جب ایک انسان خود انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرے تو وہ بصد شوق کھاتے ہیں۔ پس جب مجھے غفان نے دودھ پلایا تو میری بھوک اور اشتہا بڑھ گئی۔ میرے اندر کی غضبناکی اور عصبیت کی دبی ہوئی چنگاریاں دوبارہ آگ پکڑنے لگیں اور میرا ظاہری بدن یعنی خاکی بدن زیادہ سے زیادہ دودھ پینے کا تقاضا کرنے لگا پھر میں نے غفان سے کہا۔

"کیا تم مجھے مزید دودھ پلا سکتے ہو۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب جانوروں کا دودھ اکٹھا کر کے لے آئے اور میرے آگے رکھ دیا۔ میں نے بے تابی اور ندیدے پن کی انتہا کر دی اور یوں دودھ کے پیالوں پر جھپٹ پڑا جیسے کئی دنوں کا بھوکا شخص روٹی پانی پر گرتا ہے۔

غفان بڑی دلچسپ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں سارا دودھ پی چکا تو مجھ پر سرشاری و بے خودی اور خوشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں اسے بتانے لگا۔

''اے غفان مجھے دیکھ کہ میں...... ابلیس کا پڑپوتا تھا مگر میرے اندر روشنی پیدا ہوگئی تھی اور میں نے تاریک راہوں کو چھوڑ دیا۔ میں اس دلدل سے باہر نکل آیا۔ میں وہ ہامہ ہوں جسے اللہ کے نیک بزرگوں سے فیض ملا۔ میں اب اس کا حق ادا کر رہا ہوں جو مجھ پر فرض ہے۔''

غفان نے میرے جذبے کی قدر کی اور پھر وہ مجھے اپنے بارے میں بتانے لگا تو میں نے کہا۔ ''اے غفان کیا تو نہیں جانتا کہ میں تمہارے بارے میں سب جانتا ہوں۔''

''مجھے امید ہے کہ تمہیں سب معلوم ہوگا۔'' وہ خاموش ہوگیا اور اپنے ساتھیوں کو میرے بارے میں بتانے لگا۔ پھر اس نے انہیں اپنی اپنی اقامت گاہوں میں جانے کا اشارہ کیا اور وہ دیو ہیکل جثے والے پہاڑوں کے اندر چلے گئے۔

اب میں اور غفان تھے یا کھلا آسمان۔ رات ہو چکی تھی اور تاروں بھری رات کا نور جگمگا رہا تھا معاً میں نے دیکھا ایک براق وجود آسمان کی وسعتوں سے تیرتا ہوا احقاف کی سرزمین کی طرف آیا۔ غفان نے متجسس نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ میں اس وجود پاک، مرقع نور کے بارے میں جان گیا اور کہا۔

''اللہ کے ایک عظیم فرشتہ جبریل ہیں جو خلود کے اس پارسا انسان سلح کے ہاں اترے ہیں۔'' یہ کہتے ہی میں سرشاری کے عالم میں بولا۔ ''مجھے گماں ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بستی میں نور نبوت پیدا فرمائیں گے۔''

''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ حضرت نوح دوبارہ اس سرزمین پر آ رہے ہیں۔'' غفان نے سرگوشی سے پوچھا۔

''حضرت نوح دوبارہ پیدا نہیں ہوں گے مگر یہ ان کی نسل میں سے ہوں گے۔ میں کچھ دیر بعد وہاں جاؤں گا اور معلوم کروں گا کہ یہ پاک ہستی وہاں کیوں اتری ہے۔''

ہمیں امید تھی کہ اللہ کے نبی کے ظہور کے بعد سرزمین احقاف کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔ میں نے غفان کو زواد کے بارے میں بھی بتا دیا تھا اور اسے کہا۔

''اے غفان! پری جمال ارم پجاری کی قید میں ہے۔ اس کی حفاظت ایک نیک روح کر رہی ہے۔ کیا تم اسے چھڑوانے نہیں جاؤ گے؟''

غفان ارم کا نام سنتے ہی بے چین ہوگیا۔ وہ بولا۔ ''میں ابھی جاؤں گا اور ہیکل کو ایک ہی ٹھوکر میں مسمار کر دوں گا۔'' میں نے غفان کو سمجھایا کہ پہلے وہ مجھ سے تعلیمات حاصل کرلے اور ایسے علوم

سیکھ لے جو اس کی قوتوں میں بے حد اضافہ کر سکتے تھے۔ غفان نے میری بات مان لی اور میں نے اسے رات کے آخری پہر میں طاقتور علوم کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ کئی روز تک ہمارا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ بڑی توجہ اور ذہانت کے ساتھ سیکھ رہا تھا۔ یہ میری تعلیمات کا آخری روز تھا جب میں نے فیصلہ کیا کہ اسے ینبوع کے چشمہ پر لے جاؤں اور تعلیمات کا آخری بوسہ اس کی پیشانی پر ثبت کر دوں۔ میں نے اسے ساتھ لیا اور کچھ ہی دیر بعد ہم ینبوع کے چشمہ پر پہنچ گئے۔ اس وقت لڑکیوں اور مردوں کا ایک ہجوم اکٹھا تھا اور ہر کوئی سب سے پہلے پانی حاصل کرنے میں ایک دوسرے کو پچھاڑ رہا تھا۔ ینبوع کے چشمہ پر شداد کے سپاہی مامور تھے جو انہیں کوڑوں سے پیٹ بھی رہے تھے۔ میں غفان کو ان کی نظروں سے بچا کر اس بار آور نخلستان میں لے آیا جہاں کبھی غسان بیٹھا کرتا تھا۔ یہ بڑا روح پرور مقام تھا۔ میں نے غفان کو بتایا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں عظیم غسان بیٹھ کر نوحے پڑھا کرتا تھا۔ غفان یہ جان کر سسک پڑا۔ اس نے میرے ہاتھوں کو تھام لیا اور قسم کھا کر بولا۔

''مجھے قسم اس پاک ہستی کی جو اس سرزمین پر آنے والے ہے میں شداد سے جنگ کروں گا اور غسان کی روح کو چین اور سکون مہیا کروں گا۔''

پھر میں جونہی غفان کو تعلیمات دے کر فارغ ہوا ہمیں اپنے قریب کسی لڑکی کے ہنسنے کی آواز آئی۔ اس طرف عموماً کوئی نہیں آتا تھا۔ اس لئے ہم نے چونک کر دیکھا۔ ایک نہایت شفاف، ینبوع کے پانیوں کی طرح شیریں رخ لڑکی اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں نخلستان کی طرف آ رہی تھی۔ اس کی سہیلیاں اسے چھیڑ رہی تھیں۔

''اری زمعہ...... سچ سچ بتا دو کہ وہ کون ہے؟''

''میں نے کہا ناں کہ نہیں بتاؤں گی۔ بس وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تم خود دیکھ لینا۔''

''زمعہ کچھ نشانیاں ہی بتا دو کہ وہ کیسا ہے......'' اس کی ایک سہیلی بے قراری سے اس سے دریافت کر رہی تھی۔

''میں نے اسے صرف ایک بار دیکھا تھا مگر دور سے۔ تب میں حضر موت سے احقاف آ رہی تھی کہ میں نے اس سنہری انسان کو دیکھا۔ وہ اس شجر نخل سے زیادہ طویل ہے اور اس کا سینہ پہاڑ سے زیادہ قوی اور کشادہ ہے۔ اس کی آنکھوں کے رنگ روشنی میں قوس قزح کے رنگوں کی طرح پھیل جاتے ہیں۔'' وہ خواب وخیال کی سی کیفیت میں اپنے محبوب کے بارے میں انہیں بتا رہی تھی اور میں اور غفان اس پری جمال دوشیزہ کی باتیں سن کر حیرت میں ڈوب گئے۔

''کہیں تم غفان کے بارے میں تو......''

''خاموش...... خبردار...... اونچی آواز میں نام نہ لو اس کا۔ اگر ظالم شداد کے کسی آدمی نے سن

لیا تو وہ ہم کو قتل کرا ڈالے گا۔" دوسری سہیلی نے اسے سرزنش کی اور اس کے ساتھ ہی سب لڑکیوں کے چہرے زرد پڑ گئے مگر زمغہ کی شان ہی نرالی تھی۔ وہ بے خوفی سے بولی۔

"میں شداد سے نہیں ڈرتی۔ اگر اسے معلوم ہو بھی تو کوئی غم نہیں ہے۔"

لڑکیاں باتیں کرتی ہوئی نخلستان میں آئیں اور شام ڈھلے تک ہنستی کھیلتی رہیں۔ ہم دونوں نے خود کو اسرار کے پردوں میں چھپا لیا تھا۔ میں نے غفان کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ زمغہ بھی تمہیں پسند کرتی ہے۔ جاؤ اور اس سے مل کر آؤ۔"

غفان سپاٹ لہجے میں بولا۔ "میں ارم کے سوا کسی کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھوں گا۔"

پھر ہم دونوں وہاں سے نکلنے لگے تو غفان نے کہا۔ "مجھ سے زیادہ صبر نہیں ہوتا۔ مجھے ہیکل میں جانے دو میں پجاری سے لڑنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اسے اجازت دے دی اور وہ خود بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ سب سے پہلے ینوع کے چشمہ پر آیا اور شداد کے سپاہیوں کو دیکھ کر دھاڑا۔ اس نے کہا۔

"میں غفان ہوں۔ تم کو حکم دیتا ہوں کہ ینوع کے چشمہ سے اپنے ناپاک وجود لے کر غائب ہو جاؤ۔"

میں نے دیکھا۔ وہ سب جو بڑے قوی ہیکل انسان تھے، اسے دیکھ کر سہم گئے۔ غفان کا تو نام ہی ان کے لئے دہشت تھا۔ وہ اپنے اپنے جانوروں پر بیٹھ کر بستی میں بھاگے اور پھر کچھ ہی دیر بعد ہر طرف ہڑبونگ مچ گئی۔

زمغہ جو بستی میں واپس جا رہی تھی اسے معلوم ہوا کہ غفان آ گیا ہے تو وہ والہانہ انداز میں اس کی جانب بھاگی لیکن غفان اس دوران ہیکل میں پہنچ چکا تھا اور وہ بے چاری لوگوں کی دھکم پیل میں گم ہو گئی۔

غفان مار دھاڑ کرتا ہیکل کے اندر داخل ہو گیا۔ پجاری اسے دیکھتے ہی آتش گیر مادے کی طرح اس کے گرد پھیل گیا۔ اس نے غفان کو للکارا۔ میں نے پجاری کو غفان کے ہاتھوں خوب پٹتے دیکھا۔ پجاری نے اپنی طاغوتی طاقتوں کے سارے مظاہر آزما لئے لیکن وہ غفان کو زیر نہ کر سکا اور پھر بالآخر وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں تو پہلے ہی اس کے لئے پھندے لگا کر بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ارم کو گھسیٹتا ہوا صحرا پھلانگتا ہوا بھاگ رہا ہے۔ میں اس کے پیچھے لپکا اور غفان سے کہا کہ دشمن خدا اس طرف جا رہا ہے۔ غفان اور میں اس کے تعاقب میں بھاگ رہے تھے کہ صحرا کو عبور کرتے ہی میری نظر غول ابلیس پر پڑی جو پجاری کی لاچارگی پر لطف اندوز ہو رہی تھی۔ میں نے آگ کا ایک گولہ ان کی طرف پھینکا تو سارا غول ابلیس جل کر راکھ ہو گیا۔

پجاری ابو قبیس کی وادی میں داخل ہو رہا تھا جب غفان نے اسے پکڑ لیا اور اسے اس کی برائیوں سمیت جہنم واصل کر دیا۔ ارم بے ہوش تھی۔ اسے ہوش میں لایا گیا تو وہ غفان کو دیکھ کر مسرور ہو گئی۔ پجاری کو مارنا ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ مجھے بڑا سکون ملا تھا کہ ابلیس کا ایک پجاری بالآخر جہنم کی آگ میں جھونک دیا گیا ہے۔ میں عرصہ بعد اپنی وادی میں آیا تھا۔ میں نے غفان کو ساتھ لیا ور ابو قبیس میں مقیم جنات کے پاس لے گیا۔ میں نے ایک جاسوس جن کو شداد بن عاد کی جاسوسی پر امور کر دیا تھا جو مجھے ہر روز اس کی اطلاعات دیتا تھا۔ شانور جوان ہو گئی تھی اور ہم نے دوبارہ شادی کر لی۔ غفان اور ارم بھی ازدواجی زندگی گزارنے لگے تھے۔ نہ جانے ہم دونوں کب تک اپنے اپنے قاصد سے غافل ہو کر وہاں پڑے رہتے کہ ایک روز میرا ایک جاسوس جن آیا اور اس نے بنو شداد کے روز و شب کا پورا ماجرا سنایا اور بتایا کہ شداد ظلم کی انتہا پر پہنچ چکا ہے۔ اس نے ہیکل کے فرائض بھی سنبھال لئے اور ہر روز عفت مآب لڑکیوں کو پامال کرتا اور انسانی سروں کو خون اگلتے دیکھتا ہے۔ اس کی عونت بڑھ گئی تھی۔ میں تمہیں شداد کے ظلم و بربریت کی تصویر دکھاتا ہوں۔

شداد بن عاد کی نظروں میں دوشیزاؤں کی عصمتوں اور کمزوروں کی آہ و فغاں کی کوئی وقعت نہ تھی۔ سونے کے خوبصورت تخت پر جس میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے نہایت مغرورانہ نداز میں بیٹھا تھا۔ تخت کے دونوں بازوؤں پر سونے اور چاندی سے اڑتے ہوئے دو گدھ بنے ہوئے تھے جو اس کے معبود بت نصر کی شکل کی طرح تھے۔ یوں نظر آتے تھے جیسے ابھی اڑ کر اس کی طرف میلی نظر سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نکال لیں گے۔ اس نے عسکری قوت وسعت سلطنت اور بھرے زانوں کی وجہ سے غرور گھمنڈ کو طرہ امتیاز، ظلم و جور کو مشغلہ اور عیش پرستی کو اپنا حق سمجھ رکھا تھا۔ معبودان طل کی پرستش کی نحوست، قبیح اعمال اور اخلاقیات کے فقدان نے قوم عاد کی اکثریت کی روحوں کو پلید ردہ، قلوب کو حق کی قبولیت سے عاری اور عقلوں کو سلب کر رکھا تھا۔ عمائدین سلطنت، سرداران قوم رروسا شہر بیت الحکومت میں باادب بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں ایک ضعیف العمر شخص پابجولاں دربار ں پیش کیا گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد اور خوف سے جسم پر لرزہ طاری تھا۔

"یہ بدبخت بوڑھا کون ہے؟" شداد بن عاد کی بارعب آواز فضا میں ابھری۔

"خداوند نصر آپ کا اقبال سدا قائم رہے یہ زمغہ کا باپ ہے جسے کل آپ نے لب نہر خراماں یکھ کر حکم صادر فرمایا تھا کہ اسے آپ کے دارالعیش میں پہنچا دیا جائے۔" ایک درباری نے کہا۔

"خوبصورت زمغہ کہاں ہے؟" شداد بن عاد کی آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا۔

"عالیجاہ! اس بوڑھے نے اسے بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔" دوسرے درباری نے کہا۔

"انکار اور وہ بھی اس بوڑھے نے کیا ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہماری حکومت میں

کوئی ایسی جرات بھی کر سکتا ہے۔'' شداد بن عاد کا مکروہ چہرہ غیظ و غضب سے ہیبت ناک ہو گیا۔

''نہیں عالی مرتبت! زمعہ خود آنے پر آمادہ نہ تھی۔ ورنہ میری کیا مجال ہے۔'' بوڑھے کی آواز میں خوف سے لرزہ طاری تھا۔

''کیا تم نے اپنی بیٹی کو بتایا نہیں تھا کہ ہم انکار سننے کے عادی نہیں۔ ہماری نظر میں یہ بغاوت ہے۔ تم بھی اس میں شریک ہو اور باغی کی سزا یہ ہے کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔'' شداد بن عاد گرجا۔

''نہیں بندہ پرور! رحم...... میں......''

ابھی پورا فقرہ زمعہ کے باپ کی زبان سے ادا نہیں ہوا تھا کہ جلاد نے ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ لاشہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور شداد بن عاد زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔ دربار میں حاضرین پر خوفناک خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ فضا میں اس کی آواز پھر ابھری۔

''ہم ذات العماد (ستونوں والے) ہیں۔ ہمارا ہر حکم پتھر پر لکیر ہے۔ مال و دولت خود مغرور حسن و جوانی زمعہ کے پاس جاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں وہ ہماری خواہش کا احترام کس طرح نہیں کرتی۔'' یہ کہہ کر وہ تخت سے اٹھ بیٹھا۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر سر جھکا دیئے۔ جب وہ ان کے درمیان سے گزر گیا تو وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔

بیت الحکومت سے دو کوس کے فاصلے پر ایک آبادی کے چھوٹے سے مکان میں زمعہ اور اس کی ماں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

''نہ جانے شداد نے تیرے باپ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہو گیا۔ ظالم شخص کبھی انکار برداشت نہیں کرتا۔''

''تم جانتی ہو ماں میں کس سے پیار کرتی ہوں۔ میرا وجود اس کی امانت ہے۔ مر جاؤں گی لیکن وفا پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔'' زمعہ نے خود اعتمادی سے جواب دیا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ کھڑکی کھول کر دونوں ماں بیٹی نے دیکھا تو شداد بن عاد پر نظر پڑتے ہی سہم گئیں اور جب ایک درباری کے ہاتھ میں زمعہ کے باپ کا سر دیکھا تو منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ درباری نے سر ان کی طرف اچھال دیا اور گرجدار آواز میں زمعہ کو باہر آنے کے لئے کہا۔

اس نے ماں کی طرف دیکھا۔ خود پر قابو پایا اور دروازہ کھول کر گھر سے باہر جا کر تن کر کھڑی ہو گئی۔

''ابھی تمہارے دل کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی۔'' اس نے ہاتھ کو آگے بڑھا کر کہا، جس میں اس نے اپنے باپ کا سر پکڑ رکھا تھا۔

''تمہیں اور تمہاری ادا کو دیکھ کر آگ تو اور بھڑک اٹھی ہے۔'' شداد بن عاد کے ہونٹوں پر ابلیسی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''مگر تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہو سکتا کمینے۔''

شداد بن عاد اور اس کے ساتھ آنے والے یہ سن کر سناٹے میں آ گئے۔ ان کے چہرے پر کئی رنگ یکے بعد دیگرے ابھرے۔

''اے مصیبت کے رفع کرنے والے خدا میری مدد کر۔'' زمعہ کہتی ہوئی پہاڑوں کی طرف بھاگی۔ خدام و حشم اس کے پیچھے لپکے۔

''رک جاؤ'' شداد بن عاد کی آواز فضا میں ابھری۔ ''اس خوبصورت ہرنی کا شکار ہم خود کھیلیں گے۔''

اس نے کہا اور گھوڑا اس کی طرف بڑھا دیا۔ ہیکل سے تھوڑی ہی دور اس نے زمعہ کو روک لیا اور پھر اپنے سرکش گھوڑے کو اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اس کی زد میں آنے سے بچنے کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ شداد بن عاد اس کی بوکھلاہٹ اور خوفزدہ ہرنی کی سی ادائیں دیکھ کر مسکرانے لگا۔ آبادی کے مرد، عورتیں، لڑکیاں اور بچے بھی باہر نکل آئے۔ سب دم سادھے کھڑے تھے۔ مسلسل بھاگ دوڑ سے زمعہ کا سانس پھول گیا۔ تھک کر چور ہو گئی اور پھر بے حس ہو کر زمین پر گر پڑی۔ فوراً چند خادم آ گئے اور اسے اٹھا کر دارالعیش کی طرف لے گئے۔

''اے میرے آقا! بے بس مظلوم عادیوں کی امیدوں کے آخری چراغ۔ شداد کی بوالہوسی حد سے بڑھ گئی ہے وہ تو اپنے خون کو بھی نہیں پہچانتا۔ ہائے وہ ظالم تو اپنی بیٹی کو بھی ہوس کا نشانہ بنا بیٹھا ہے۔ میں تمہیں یہ کیسے بتاؤں کہ ایک روز شداد جنگلی شراب کے نشے میں دھت پڑا تھا کہ اس کی بیٹی ضبغہ کسی ضروری کام سے اس کے کمرے میں آئی۔ معصوم سی شہزادی اپنے باپ کی فطرت سے آگاہ نہیں تھی۔

''کون؟'' وہ نشے میں بڑبڑایا۔

''میں آپ کی بیٹی ضبغہ ہوں۔'' وہ بولی۔

''ادھر آؤ۔'' شداد نے کہا تو وہ اس کے قریب چلی گئی۔ اس نے بیٹی کے سراپا کا بغور جائزہ لیا اور پھر دست درازی شروع کر دی اور وہ ابا حضور...... ابا حضور پکارتی رہی۔

سنو!! اے میرے ہمدم۔ میرے عزیز شداد کا یہ جرم چھپا نہ رہ سکا تھا۔

تاریخ کہتی ہے کہ کئی سو سال بعد جب کلال بن یغوث الحمیری نے اپنی قوم کا نشان تلاش کرنے کے لئے کھدائی کی تو اسے چاندی کے تخت پر ایک نوجوان لڑکی کی ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ملا تھا۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا۔ ''میں ضبغہ شداد بن عاد کی بیٹی ہوں جس نے مجھ پر دست درازی کی۔'' شداد کی خباثتیں عروج پر تھیں کہ عادی سب سے زیادہ معزز شاخ خلود کے ایک شخص کے ہاں جس کا نام سلخ

تھا ایک فرزند جلیل پیدا ہوا۔ جس کا نام اس نے عبر رکھا جو بڑے ہو کر حضرت ہود علیہ السلام کے نام سے مبعوث ہوئے۔

میرا جاسوس اپنی روانی میں احقاف والوں پر شداد کے ظلم کی داستانیں سنا رہا تھا اور غفان اپنا سینہ کوٹ رہا تھا۔

"اے ہامہ۔ افسوس کہ میں یہاں بیٹھا ہوں اور شداد مظلوموں پر قیامتیں ڈھا رہا ہے۔ اے ہامہ۔ افسوس کہ آنے والا آ چکا تھا کہ وہ مبارک ہستی آنے والی ہے۔ ہمیں تو وہاں ان کی اعانت کے لئے ہونا چاہئے تھا۔ وہ ہم ہی ہوتے جو سب سے پہلے ان کے مبارک و مقدس ہاتھ پر بیعت کرتے۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو غفان۔ ہم نے تمہیں طاقتیں دیں۔ صرف اسی لئے کہ تم اللہ کے دشمنوں کو تباہ و برباد کرو...... لیکن ہم دونوں یہاں آ کر پڑے رہے۔" میں خود کو ملامت کرنے لگا۔ "مجھے یقین ہے کہ اللہ کے نبی حضرت ہود کو ان کی قوم نے جھٹلایا ہوگا۔ اے غفان ہمیں بستی احقاف میں جانا ہوگا۔"

میں نے شانور سے کہا۔ "اے میری شریک حیات میں ایک بار پھر احقاف جا رہا ہوں۔ اب میں ابلیس کی طاغوتی قوتوں کے سارے جال توڑ دوں گا۔"

شانور اداس لہجے میں بولی۔ "اے ہامہ۔ کیا ہم ساری عمر الگ الگ رہ کر دشمنوں سے لڑتے رہیں گے؟"

میں نے اس کی گہری اداس اور سرخ سیال و آتش جیسی نظروں میں دیکھا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تم جانتے ہو کہ میرا پورا وجود زخم زخم بنا ہوا ہے۔ ابلیس نے میری روح پر اتنے زخم لگائے ہیں کہ جو بھرتے ہی نہیں ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میں واحد جن زادی ہوں جس نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب جنات نے زمین کو آباد کیا اور میرے آباؤ اجداد نے یہاں حکمرانی کی...... میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی۔" اس کی آنکھوں میں ایک کسک تھی۔ "اے ہامہ۔ کیا تم اپنے بیٹے کو بھول گئے ہو؟"

"ناسور......" اسے یاد کرتے ہی میرے زخم بھی ہرے ہو گئے۔ "شانور...... ہمارا ناسور ایک خطرناک زہر بن چکا ہے۔ میرا باپ اس کی تربیت کر رہا ہے۔" میں نے شانور کو ناسور کی حرکات سے آگاہ کیا تو وہ بولی۔

"ہامہ۔ ہمیں اس کو ابلیس سے چھڑانا ہوگا۔"

"کیسے......؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ ہمیں سوچنا ہوگا۔" وہ اٹل لہجے میں کہنے لگی۔ "میں ابلیس کو اس کے مکر و فریب سے شکست
دوں گی اور اپنا ناسور چھین کر لاؤں گی۔ وہ ابھی بچہ ہے اگر اپنے ہاتھوں میں آ گیا تو وہ سدھر سکتا
ہے۔"

غفان اور ارم نہایت توجہ سے ہماری گفتگو سن رہے تھے۔ غفان بولا۔ "شانور سچ کہتی ہے۔
ں اس کا ساتھ دوں گا اور ہم بہت جلد ناسور کو حاصل کر لیں گے۔"

میں نے اختلاف کیا اور کہا۔ "فی الحال یہ ناممکن ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے ناسور کو
اصل کرنے کے لئے ابلیس سے جنگ کی تو ہم احقاف والوں کی مدد نہیں کر سکیں گے۔"

احقاف سے آئے ہوئے دو صدیاں گذر چکی تھیں۔ میں اور غفان صاحب اولاد ہو چکے تھے۔
ِرا جاسوس ابھی تک سر گرائے کھڑا تھا۔ غفان نے اسے متوجہ کیا اور پوچھا۔

"اے نیک دل جن زادے۔ تم ہمیں احقاف کی خبریں دے رہے تھے۔ اللہ کے رسول
ضرت ہود کے بارے میں کچھ اور سناؤ۔"

میرا جاسوس مودب ہو کر بولا۔ "اے غفان! اللہ تجھ پر اپنی رحمت کرے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں
۔ وہ بچہ جب پیدا ہوا تو احقاف کی سیاہ دل بستی میں کیسا اجالا ہوا تھا۔" جاسوس نہایت عقیدت و
ِب کے عالم میں کہنے لگا۔

"جب یہ بچہ تولد ہوا تو اس کی پیشانی مبارک سے نور محمدی ﷺ جھلک رہا تھا۔ یہ نور جو حضرت
ِم سے نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔ اس کے متعلق جن کو علم تھا انہوں نے جب عبر کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ
ں کے فرائض میں بتوں کی تباہی' منکرین کی سزائیں اور باطل کے چراغوں کو بجھانا ہوگا۔ چار دانگ
ِم میں اس امر کا چرچا ہو گیا لیکن باطل کی قوتیں جو اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں اور اپنی قوت کے
ابل سب کو ہیچ سمجھتی تھیں' انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی لیکن لوگوں کے دلوں میں انجانا خوف بیٹھ
یا۔ بچے کے ماتھے میں بھی تو ایسی چمک تھی اس نے کیا نقصان پہنچایا ہے۔ ماسوائے اس کے کہ وہ ہم
ِب سے الگ تھلگ رہتا ہے ایک قبیلے کے سردار نے کہا تو سب خاموش ہو گئے۔

عبر کی پیدائش کے وقت آپ کے والد کی عمر صرف تیس سال تھی۔

وہ اپنے قبیلے کے ماحول میں پرورش پانے لگا۔ اس کی پیشانی میں چمکنے والے نور نے اس کے
ِ ہر غلط راستے کو مسدود کر دیا تھا جس پر اس کی قوم بڑی تیزی سے رواں دواں تھی۔ بچپن سے ہی
ِ کے اندر بتوں سے بیزاری ظلم و ستم کی مخالفت، مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت' غرور اور تکبر سے
ِوں دوری' لہو و لہب اور کھیل تماشوں کی محفل اور منڈلیوں سے نفرت' عجز و انکساری اور حلم و

بردباری کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ وہ قوم کے بھائیوں میں سے ہوتے ہوئے بھی ان میں سے نہیں لگتا تھا۔ کفر و شرک والحاد کے ناپاک ماحول میں پاک و معصوم زندگی گزار رہا تھا۔ اس طرح کئی سال بیت گئے۔ ایک دن آبادی سے باہر تدبر و فکر میں غلطاں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ فرشتے کو سامنے دیکھ کر عجیب حالت ہو گئی۔

''اے ہود (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور قوم عاد کے لئے مبعوث کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ اسے خدائے واحد کی طرف بلائیں۔''

احکامات الٰہیہ حاصل کرنے کے بعد آپ بسوئے آبادی چل پڑے۔

ایک جگہ آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا جم غفیر ہے وہ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

''کیا بات ہے؟'' آپ نے کسی سے دریافت کیا۔

''ہمارے قبیلے کے ایک شخص کو سزائے موت ہونے والی ہے۔ اسے محل کی چھت پر سے گرانے کے لئے سرکاری کارندے اوپر لے گئے ہیں۔''

''کس جرم کی پاداش ہیں؟'' آپ نے دریافت کیا۔

''اس نے شداد کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔''

اس شخص نے بتایا اور محل کی چھت کی طرف دیکھنے لگا جہاں سرکاری کارندے مجرم کو لے کر پہنچ چکے تھے۔ تمام لوگوں کی نظریں اوپر لگی ہوئی تھیں اور ماحول میں خاموشی تھی۔ اسی اثناء میں ایک منادی کی آواز فضا میں ابھری کہہ رہا تھا۔

''اے عادیو! یہ شخص جسے ابھی تھوڑی دیر بعد محل کی چھت پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے گا یہ تمہارے بادشاہ کا نافرمان ہے۔ شداد کے دستور میں حاکم وقت کی نافرمانی بغاوت کے مترادف ہے۔''

''اے عادیو! ایک بات میری بھی سن لو۔''

حضرت ہود علیہ السلام کی آواز فضا میں بلند ہوئی۔ لوگ حیران و ششدر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ عبر نے جسے عبرانی میں ماہر کہتے ہیں کہ آج تک کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی تھی۔ شاہی منادی بھی عالم سکتہ میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''اللہ تعالیٰ نے جس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں اس نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے تاکہ تمہیں راہ ہدایت دکھاؤں۔ تم شداد بن عاد کے نافرمان کا تماشا دیکھنے آئے ہو لیکن تم جو خدائے واحد کے منکر و نافرمان ہو کبھی اپنا انجام بھی سوچا ہے۔ مرنے کے بعد جب تم اللہ کے حضور پیش کئے جاؤ گے تو کیا جواب دو گے؟''

آپ کا اعلان نبوت سن کر لوگوں میں کھلبلی مچ گئی لیکن عاد قبیلے کی جس معزز و محترم شاخ سے آپ کا تعلق تھا اس کے پیش نظر کسی کو اس وقت کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ بعض لوگ آپ کو دیوانہ سمجھنے لگے۔

''حکم کی تعمیل ہو۔''

منادی نے با آواز بلند سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ انہوں نے فوراً اس باغی نوجوان کو ہاتھوں اور ٹانگوں سے پکڑا اور زور سے اچھال کر محل سے نیچے گرا دیا۔ ہجوم میں موجود عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ آن واحد میں وہ نوجوان پتھروں پر آ کر گرا اور تڑپنے لگا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ کربناک اذیت کی وجہ سے وہ ایک پتھر سے دوسرے پتھر پر گرتا تھا کافی دیر اس طرح تڑپنے کے بعد اس کی گناہوں سے رنگی ہوئی روح اس کے نجس جسم سے علیحدہ ہو گئی۔ اس کا چہرہ اس قدر مسخ ہو گیا تھا کہ پہچاننا دشوار تھا۔ شاہی کارندے واپس لوٹ گئے۔ نوجوان کے لواحقین اس کی لاش کو اٹھا کر لے گئے اور ہجوم منتشر ہو گیا۔

اب ہر جگہ حضرت ہود علیہ السلام کے اعلان نبوت کا چرچا تھا۔ جہاں دو آدمی ملتے وہی ذکر ہوتا۔ آپ مختلف بستیوں اور قبائل کی طرف نکل جاتے اور لوگوں کو رب العالمین کی طرف بلاتے۔ ایک دن ایک بستی کی طرف نکل گئے جہاں دوسرے قبیلوں کے امراء رہنما کسی کام سے جمع تھے۔ بستی کے لوگ بھی موجود تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں غیر نہیں ہوں۔ تمہارا بھائی ہوں۔ حقیقی خیر خواہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اصنام پرستی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔''

''تم جھوٹ کہتے ہو ہم تم کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں۔'' بستی کے رئیس نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

''مجھ میں حماقت نہیں۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اسی کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اگر تم اپنے اعمال سے باز نہ آئے تو سمجھ لو اللہ کا عذاب قریب آ گیا ہے۔ انتظار کرو۔ کیا تم طوفان نوح کو بھول گئے ہو جس میں اللہ کے نافرمان اور منکر غرق کر دیئے گئے تھے۔'' آپ نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے ہم ان بتوں کی پوجا چھوڑ دیں جن کو ہمارا آباؤ اجداد پوجتے آئے ہیں۔ ہم ان کو چھوڑنے والے نہیں۔ نہ تم پر ایمان لائیں گے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں جو ہمیں قائل کر سکے۔ تم جس عذاب کا کہتے ہو لے آؤ۔'' دوسرے قبیلے کے سردار نے غضبناک لہجے میں کہا۔

''بہتر ہے تم بتوں کی مخالفت چھوڑ دو ہمیں ڈر ہے۔ تمہارا بھی کہیں وہی انجام نہ ہو جو چند دن پہلے اس نوجوان کا ہوا تھا جس نے شداد کی نافرمانی کی تھی۔'' ایک اور بولا۔

آپ کی تبلیغ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن لوگ ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔ کفر و شرک اور عصیاں سے ان کی روحیں اس قدر پلید ہو چکی تھیں کہ کسی بات کا اثر ہی قبول نہ کرتی تھیں۔

''کیا شداد کو معلوم ہے کہ اس کی بستی میں اللہ کے رسول آ چکے ہیں۔'' غفان نے دریافت کیا تو جاسوس بولا۔ اسے معلوم ہو گیا ہے۔

ایک دن شداد بن عاد دربار میں امراء، وزراء کے ہمراہ بیٹھا تھا کہ کسی نے حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر کیا۔ سننے کی دیر تھی کہ چہرہ غصے سے غضبناک ہو گیا۔

''حیرت ہے کہ اتنے دنوں سے وہ تبلیغ کر رہا ہے اور کسی نے مجھے بتایا تک نہیں۔''

دربار میں سناٹا طاری تھا۔ اس نے تخت کے قریب پڑے ہوئے بڑے سے تھال پر لکڑی کے ڈنڈے سے ضرب لگائی۔ فوراً ایک خادم حاضر ہوا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

''عبر بن سلح کو فوراً دربار میں پیش کیا جائے۔'' شداد بن عاد نے غصے سے کہا۔

خادم گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

حضرت ہود علیہ السلام ایک جگہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے۔

''اے احقاف کے رہنے والو۔ تم میری بات کو کیوں نہیں سمجھتے ہو۔ میں وعظ کا تم سے معاوضہ نہیں مانگتا۔ وہ مجھے اللہ دے گا۔ گواہ رہنا میں بتوں سے بیزار ہوں۔ میرے خلاف سازش کر لو۔ میرا تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ ہے۔ تم ہر بلند مقام پر یادگار اور کاریگری کا نمونہ عمارتیں بناتے ہو کیا سدا زندہ رہو گے؟''

اسی اثناء میں شاہی کارندے پہنچ گئے۔ ''تم کو شداد بن عاد نے ابھی اور اسی وقت دربار میں طلب کیا ہے۔'' ایک نے کہا۔

''چلو۔'' آپ نے کہا اور سپاہیوں کے ساتھ چل پڑے اور وہاں موجود لوگ طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

شداد بن عاد بڑے مغرورانہ انداز میں تخت شاہی پر براجمان تھا۔ اسی اثناء میں سپاہیوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو لا کر سامنے پیش کر دیا۔ شداد نے جب دیکھا تو اس کی بھنویں تن گئیں۔ پیشانی پر بل پڑ گئے اور چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو گیا مگر آپ نہایت اطمینان سے کھڑے رہے جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ آپ بڑے وجیہہ اور سرخ و سپید رنگ کے مالک تھے۔ چہرہ اقدس پر گھنی ڈاڑھی تھی اور پیشانی اطہر میں نور محمدی ﷺ اس طرح نظر آ رہا تھا جیسے نور کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ شداد نے آپ کے سراپا مظہر پر نظر ڈالی اور آپ کی وجاہت و جلالت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کے چہرے کے خدوخال اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔ پھر آپ سے ہمکلام ہوا۔

''تم ہی وہ ہو جس نے دعویٰ نبوت کیا ہے؟''

''ہاں۔''

''تم کہتے پھر رہے ہو کہ ہم ھدا، شمود، الہیہ، وذ سواع، یغوث، یعوق اور نصر کی پوجا چھوڑ دیں۔'' شداد گویا ہوا۔

''ٹھیک سنا ہے۔ بہتر ہے تم اپنی جسمانی طاقت اور حکومت کے جبروت پر غرور گھمنڈ نہ کرو...... اس ذات حقیقی ولافانی کا شکر بجا لاؤ جس نے تجھ کو یہ دولت بخشی ہے۔ قوم نوح کی تباہی کے بعد تجھ کو زمین کا مالک بنایا گیا ہے۔ خوش عیشی، فارغ البالی عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا اس کی نعمتوں کو فراموش نہ کرو اور خود ساختہ بتوں کی پرستش سے باز آ جاؤ۔ جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ دکھ دے سکتے ہیں۔ موت و زندگی نفع و نقصان سب ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

حضرت ہود علیہ السلام نے نہایت پر وقار اور خیر خواہانہ انداز میں تبلیغ فرمائی۔ شداد نے سنا تو اس پر آپ کے رعب سے سکتہ طاری ہو گیا۔ نور رسالت کے خوف سے اس کا غضب برف کی طرح پگھل گیا اور وہ مہین آواز میں بولا۔

''اے عبر! اگر میں تمہارا دین قبول کر لوں تو ہم کو کیا فائدہ ہو گا؟''

''اے شداد...... اگر تو اپنے ظلم اور لذت و مستی سے کنارہ کر لو۔ تو اس کے عوض خالق ارض و سما تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ بہشت کے باغوں میں لے جائے گا۔ اپنے رحم و کرم کی بارش برسائے گا۔''

شداد نے دریافت کیا۔ ''یہ بہشت کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا۔ ''بہشت فردوس، جنت...... آسمانوں پر ہے جس کے باغات میں ایسے پھل دار، سایہ دار درخت ہوں گے جو تم نے زمین پر نہیں دیکھے۔ دودھ کی شیریں نہریں ہوں گی۔ حور و غلمان ملیں گے۔ مرنے کے بعد نیک انسان وہاں قیام کریں گے۔ اللہ کریم کا لطف و کرم ان پر نازل ہوتا رہے گا۔''

حضرت ہود علیہ السلام نے بہشت کا ایسا نقشہ بیان کیا کہ شداد کے درباریوں میں اس کو دیکھنے کی طلب ہو گئی اور وہ بے قراری سے حضرت ہود علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگے۔ اگر ان پر شداد کا رعب طاری نہ ہوتا تو وہ یقیناً ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔

شداد یہ سن کر دھاڑا۔ اس کے کانوں اور دل پر گمراہی و ضلالت کے قفل پڑ چکے تھے۔ کہنے لگا۔ ''اے عبر! تم مجھے بہشت کا لالچ دیتے ہو۔ تم نے اس کی صفت بیان کی ہے ایسی بہشت تو میں یہاں بھی بنا سکتا ہوں۔ مجھے دنیا کا یہ جاہ و جلال چھوڑ کر ان دیکھی بہشت میں جانے کا کوئی شوق نہیں

ہے۔"

"اے شداد...... تم تکبر میں مبتلا ہو کر خاک ہو جاؤ گے۔ جس زمین کی کاٹھی پر تم سوار ہو یہ تمہیں منہ کے بل گرا دے گی اور تمہارا یہ زرق برق سا لباس' یہ محلات اور تمہارے سارے خواب و خیال خاک میں مل جائیں گے۔"

"اے عبر' تم شداد کے دربار میں کھڑے ہو کر اسے ڈرا رہے ہو۔" شداد غضب سے کھڑا ہو گیا۔ تو سارے درباریوں میں ہلچل مچ گئی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ شداد حضرت ہود علیہ السلام پر اپنا قہر ڈالے گا اور وہ سہم جائیں گے...... مگر نور محمدی ﷺ جس کی پیشانی سے نکل رہا ہو...... وہ سیاہ کاروں سے کب ڈرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے نہایت تحمل سے اسے سمجھایا۔

"اے شداد' تم زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہو گے۔ سوچو کہ کیا تمہارا بھائی شدید زندہ ہے۔ وہ کب کا خاک میں مل چکا ہے۔ تمہارا باپ عاد اس کا باپ عوص' اس کا باپ ارم اور اس کا باپ سام آج کہاں ہیں؟ تم بھی اسی طرح مر جاؤ گے جس طرح وہ مر گئے...... ابھی تو تمہارے لئے در کھلے ہیں۔ اللہ کی رحمتیں موجزن ہونے کیلئے بے قرار ہیں۔ تم معبودان باطل سے منہ موڑ کر دیکھو۔"

"بس...... ایک لفظ اور نہ بولو۔" شداد بولا۔ "ہم چاہیں تو تمہیں ابھی اسی مٹی میں ملا دیں جس کا تم ہمیں ڈراوا دے رہے ہو۔ مگر اے عبر' ہم چاہتے ہیں کہ تم دیکھو کہ شداد بن عاد بن عوص بن ارم بن سام نوح...... ایک جبر و قہر والا با اختیار شہنشاہ ہے۔ اس پوری زمین پر اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک ہم خود تمہیں اس زمین پر باغ ارم بنا کر دکھا نہیں دیتے۔ تم شاید اس بہشت کو تو نہ دیکھ سکو جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ مگر ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ بہت جلد ہم تمہیں جنت دکھائیں گے اب تم جاؤ اور اس دن کا انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر جاسوس کا گلا رندھ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں اور غفان بولے۔

"یہ تم رونے کیوں لگے ہو۔ خدا کے واسطے اگر اس کے بعد کوئی بری خبر ہے تو جلدی سے ہمیں سنا ڈالو۔"

جاسوس بولا۔ "اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام پر دربار والوں نے آوازیں کسی۔ ان پر پتھراؤ کیا۔ انہیں کہا کہ یہ شخص پاگل ہے۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی۔ اللہ کے غضب سے ڈراتے رہے۔ آپ علیہ السلام کو بستی سے نکال دیا گیا۔ آپ علیہ السلام کے خاندان پر بھی ظلم ہوئے مگر اس سے بڑا ظلم یہ ہو رہا ہے میرے آقا کہ شداد نے اپنی بہشت بنانے کا اعلان کر دیا ہے اور اس کے سپاہی پوری بستی کے مردوں اور عورتوں کو ہانک کر اس طرف لے گئے ہیں جہاں یہ بہشت بن رہی ہے۔ وہ بے چارے پہاڑوں سے پتھر اٹھا کر لا رہے ہیں۔ شداد کا ایک قافلہ ابوقبیس

کی طرف بھی آنے والا ہے۔ اس کے عزائم بے حد خطرناک ہیں۔" یہ کہہ کر جاسوس چپ ہو گیا۔

میں نے پوچھا۔ "اگر تم یہ جانتے ہو تو جلدی سے بتاؤ۔"

"اے عظیم ہامہ! ابلیس ایک نئی چال چل گیا ہے...... اس نے ہیکل میں اپنا ایک نیا پجاری بٹھا دیا ہے اور اسے طاغوتی علوم سکھانے کے بعد کہا ہے کہ وہ شداد بن عاد کو کہے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں بہشت بنا کر اس میں رہنا چاہتا ہے تو کوہ ابوقبیس کے جنات اور ہامہ کو قید کر کے اپنا معمول بنا کر ان سے تعمیر کا کام لے۔ پجاری کا نام مواط ہے۔ یہ پہلے پجاری سے زیادہ خوفناک اور زہریلا ہے۔ مواط کے ساتھ اے ہامہ...... تمہارا بیٹا ناسور بھی انسانی روپ میں رہ رہا ہے۔"

جاسوس کی بات سن کر میں سناٹے میں آ گیا۔

غفان نے اس موقع پر تجویز دی۔ "اے ہامہ' تو دیکھ رہا ہے کہ ہمارے خلاف انسانوں کے علاوہ ابلیسی قوتیں بھی سرگرم عمل ہوتی ہیں۔ تمہارا تو براہ راست ان کے ساتھ جھگڑا ہے۔ اس لئے اگر تو بھی انسانوں سے مدد و اعانت طلب کرے تو اس طرح ہماری طاقت میں اضافہ ہو جائے گا اور تو اپنے ناسور کو ابلیس سے چھڑا بھی لے گا۔"

میں نے نہایت غور و فکر کے ساتھ اس کی بات سنی۔ پھر شانور کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھا تو وہ بولی۔ "اے معزز غفان! جہاں تک انسانوں کے ساتھ مل کر ابلیس کے خلاف کام کرنے کا تعلق ہے تو ہامہ نے ہر دور میں انسانوں میں اپنے مونس و خیر خواہ تلاش کئے ہیں یہ دیکھو کہ تم بھی ایک انسان ہی ہو۔ تمہیں ہامہ نے پر اسرار علوم سکھائے ہیں۔ اب ہمیں چاہئے کہ فوراً احقاف پہنچ جائیں۔" یہ کہہ کر شانور اور غفان میری طرف دیکھنے لگے مگر میں کچھ الجھنوں میں گم تھا۔ انہیں امید تھی کہ میں کچھ کہوں گا مگر میں ایک مختلف زاویے سے سوچ رہا تھا۔

اس زمانے میں کوہ ابوقبیس سے نیچے مکہ کی سرزمین آباد ہو چکی تھی اور یہاں مکہ کی ایک معزز شاخ کا سردار معاویہ بن بکر عنان اقتدار سنبھالے ہوئے تھا۔ خانہ خدا کے گرد کوئی عمارت نہیں تھی۔ بس ایک سرخ پتھر تھا جس کی نورانی روشنیوں سے ہر سو اجالا پھیلا ہوا تھا اور کوہ ابوقبیس کے جنات اور فرشتے اس کی زیارت اور حفاظت پر معمور تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر شداد بن عاد نے بہشت بنانے کے لیے جنات سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا تو جنات کو حفاظتی قدم دکھانے کے لئے فوراً حرکت کرنی چاہئے تھی۔ اگرچہ کوہ ابوقبیس کے جنات میں سے سب سے زیادہ بزرگ میں ہی تھا مگر جنات کی عملاً سرداری عبداللہ بن سلمان کے پاس تھی۔ میں نے غفان اور شانور کو اپنے ارادوں سے خبردار کیا اور عبداللہ بن سلمان کے پاس گیا اور جنات کے سرکردہ معززین کو طلب کر کے انہیں شداد کے فیصلوں

سے آگاہ کیا۔ عبداللہ نہایت متقی اور حکمت والا جن تھا۔ اس نے مجھے کہا۔

''ہامہ تو جو فیصلہ کرے گا ہم پر وہ واجب ہوگا۔ لیکن میں تمہیں ایک بات سے آگاہ کر دوں کہ جنات جو کہ پورے کرہ ارض میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر آبادیوں میں سرکشی پیدا ہو رہی ہے اور وہ خدائے لم یزل کی تعلیمات کی حکم عدولی کر رہے ہیں البتہ کوہ ابوقبیس کے جنات اس بدعت سے محفوظ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ پجاری کوہ ابوقبیس کے جنات کو قابو نہیں کر سکتا لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ دوسری بستیوں میں آباد جنات کو اپنا اسیر بنا لے۔''

''اے معزز سردار! اگر ہیکل کا پجاری مواط ایک طاقتور گیانی و عامل ہوا تو وہ ابلیسی طاقتوں سے کمزور جنات کو قابو کر لے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کالے علوم کا غلام ایک انسان بہر حال طاقت رکھتا ہے۔ اگر چہ اس کی طاقت کو دوام نہیں اور ذرا سی مزاحمت سے اس کی طاقت کے پہاڑ کو رائی کی طرح فضاؤں میں بکھیر دیا جاتا ہے۔''

''اے معزز ہامہ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا واقعی ایک انسان جنات سے کام لے سکتا ہے؟'' عبداللہ نے سوال کیا۔

میں نے کہا۔ ''اے عبداللہ کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے مہلیل نام کے ایک شہنشاہ گزرے ہیں۔ انہوں نے زمین پر آباد سرکش جنات کو تہ تیغ کر دیا اور انہیں اپنا غلام بنا کر ان سے بابل میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ ان کو پہاڑوں کو ہموار بنانے پر لگا دیا۔ اے عبداللہ تو اس وقت دنیا میں وارد نہیں ہوا ہوگا مگر میں نے اپنی آنکھوں سے مہلیل کا دور شاہی دیکھا ہے اور ان کی خدمت میں رہ کر ابلیس سے لڑتا رہا ہوں۔ پس یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک انسان کے پاس روحانی طاقتیں ہوں تو وہ جنات وشیاطین کو پابہ زنجیر کر سکتا ہے۔''

''تو پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟'' عبداللہ بن سلمان نے پوچھا۔

''ہمیں جنات کو اکٹھے کر کے انہیں خبردار کرنا ہوگا خاص طور پر بچوں اور بوڑھوں کو سمجھانا ضروری ہے کہ وہ آبادیوں سے باہر نہ جائیں اور جونہی انہیں محسوس ہو کہ کوئی شخص طاغوتی علوم کا طلسم قائم کر کے جنات کو اسیر بنانا چاہ رہا ہے تو وہ اس کا نظارہ دیکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ جلدی سے وہاں سے واپس آ جائیں اور ہمیں مطلع کریں۔ میں غفان سے کہوں گا کہ وہ اس سیاہ کار بدبخت عامل کو تباہ و برباد کر دے۔''

ہم دونوں میں یہ معاملہ طے ہو گیا ہم احقاف کی جانب روانہ ہو گئے۔ ہم نے اپنے سینوں کو نور نبوت سے کشادہ کیا اور حضرت ہودؑ کا سایہ بن کر ان کے ساتھ رہنے لگے۔ آپؑ قوم عاد کو برابر راہ راست لانے کی کوشش کرتے رہے۔ شداد نے پوری قوم کو اپنی بہشت بنانے پر مامور کر دیا تھا۔ ایک

روز میں ہیکل کی طرف گیا اور دیکھنے لگا کہ مواط کس قماش کا پجاری ہے۔ میں جونہی ہیکل کے قریب پہنچا تو مجھے غول ابلیس جا بجا پہرے پر بیٹھی نظر آئی۔ ہیکل کے ارد گرد غلاظت اور تعفن پھیلا ہوا تھا اور ابلیس کی سپاہ وہاں دندناتی پھر رہی تھی۔ میں ہیکل کے اندر جانے لگا تو غول ابلیس مجھے دیکھ کر چیخنے چلانے لگی۔

''ہامہ آ گیا۔ ہامہ آ گیا'' اس کا شور وغوغا سنتے ہی میرے بیٹے ناسور نے ہیکل کے اوپر سے سر اٹھایا اور پھر جلدی ڈبکی لگا کر غائب ہو گیا۔

میں ہیکل کے اندر گیا۔ مواط نصر و راع کے بتوں کے سامنے بیٹھا اپنی عبادت میں مصروف تھا۔ اس نے میری آمد محسوس کر لی اور سر اٹھا کر مجھے دیکھا اس کے چہرے پر خباثت کا تلاطم خیز سمندر موجزن تھا۔ اس نے کہا۔

''اچھا ہوا کہ تو خود ہی آ گیا۔''

میں نے اسے کہا۔ ''مواط اسی ہیکل میں تیرا بڑا پجاری مارا گیا مگر تیرے یہ معبود اور شداد کچھ نہ کر سکا اور نہ ہی تیرا آقا ابلیس اسے بچا سکا اگر تو جان کی امان چاہتا ہے تو یہ خرافاتی علوم چھوڑ دے۔''

مواط نے میری بات کو ہوا میں اڑا دیا اور قہقہہ مار کے بولا۔ ''ہامہ وہ بڑے کمزور تھے لیکن میں ایک طاقتور پجاری ہوں۔ اس کا یقین میں تجھے باتوں سے نہیں عملی طور پر دکھاؤں گا مگر ایک بات ذہن میں بٹھا لو کہ میں صدیوں تک زندہ رہوں گا۔'' یہ کہہ کر مواط نے انتہائی تیزی سے کوئی عمل پڑھا اور دوسرے ہی لمحے ہیکل کی فلک بوس عمارت میں جنات داخل ہوئے جنہیں غول ابلیس آتشی کوڑوں سے پیٹ رہی تھی۔

مواط بولا۔ ''یہ جنات ہیں جنہیں میں نے شداد کی جنت پر مامور کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے وہ اپنی جنت دیکھ لے اور اسے اطمینان ہو جائے کہ وہ زمین پر خدا کا وجود رکھتا ہے اور وہ انسانوں کو اپنی اطاعت کے لئے مجبور رکھے۔''

جنات مجھے دیکھتے ہی پچھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ اے ہامہ ہم نے تمہاری ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ پس یہ پجاری ہمیں پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں غفان کے پاس واپس آ گیا اور اسے ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ زمانہ انتہائی سرعت سے گزر رہا تھا۔ پس ہم نے قوم عاد کو ابلیس کے شکنجے سے نجات دلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مواط کے قبضے سے جنات کو چھڑا بھی لیا۔ اس کے لئے ہمیں ایک طویل جنگ لڑنی پڑی لیکن اس دوران شداد اپنی جنت بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

قوم عاد دنیا کی واحد قوم تھی جو بلند و بالا عمارتیں بنانے اور نقش و نگاری میں ماہر متصور ہوتی

تھی۔شداد کی جنت میں پہاڑوں کو کھود کر ایسی نہریں بنائی گئی تھیں جن میں بنوع کے چشمہ کا میٹھا پا اور دودھ بہتا ہوا گزرتا تھا۔باغات میں ایسے خوشنما پھلدار درخت و پودے تھے جن کے خیال سے شداد مسرور ہو جاتا تھا۔جب اس کی جنت مکمل ہو گئی تو اس روز احقاف میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ آ شاہ عاد شداد بن عاد اپنی جنت دیکھنے جائے گا۔

میں فکر و ہیجان میں مبتلا تھا کہ الٰہی! یہ فرعون صفت انسان اپنی جنت میں چلا جائے گا تو تیرے نبی پر زمین کو تنگ کر دے گا اور ان کا مذاق اڑائے گا۔

لیکن خدا کے فیصلے بڑے حکمت والے ہوتے ہیں جس روز شداد جنت دیکھنے گیا تو پورے وجلال کے ساتھ روانہ ہوا تھا مگر جونہی وہ جنت کے دروازے پر پہنچا اس پر خدا کا عتاب نازل ہو گیا ایک ایسا قہر اس پر نازل ہوا کہ اس کی جنت کے پرخچے اڑ گئے اور شداد اپنی سواری پر ایسے لٹک جیسے کسی ذلیل وحقیر جانور کو گھسیٹا جاتا ہے۔

شداد کی موت اور قہر الٰہی نے اس کے لشکریوں میں ابتری پھیلا دی اور سرزمین احقاف میں کوئی سوچنے لگا کہ اب خدا کا قہر برس کر رہے گا۔

اے میرے معزز مہمان! افسوس کہ شداد تو اپنے انجام کو پہنچ گیا مگر بنو عاد کو گمراہ کرنے وا طاقتوں نے رسوا کر کے مارا۔وہ پھر بھی نہ سنبھلی۔مواط نے قوم عاد کو اپنے ابلیسی شکنجوں میں جکڑ ر تھا۔لوگ اس کے خلاف اٹھے تھے مگر اس نے قوم کو گمراہی کا نشہ پلا کر مدہوش کر دیا۔ہائے اے انسا کہ تو اپنے رب کی ان نشانیوں سے سبق نہیں سیکھتا۔

''سنو!'' ہامہ نے طویل گفتگو کے بعد مجھے مخاطب کیا اور کہا۔''قوم عاد کی تباہی و بربادی داستان سنو۔شداد بن عاد کا انجام دیکھ کر لوگوں کا دل ایک بار تو لرز اٹھا۔مگر چند لوگوں کے سوا کوئی حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لایا۔عادی بدستور فسق و فجور اور کفر و شرک میں مبتلا رہے۔آوا بدچلن افراد اور مذہب ابلیس کے پیروکار اللہ تعالیٰ کے رسول معظم کا مذاق و تمسخر اڑاتے تھے۔جب موقع ملتا بے ادبی و گستاخی سے پیش آتے اور جب آپ اللہ کی باتیں سناتے تو وہ سیٹیاں بجاتے ا شور و غوغا کرنے لگتے۔''

ایک دن ایک امتی نے حاضر خدمت ہو کر کہا۔

''اے اللہ کے رسول (علیہ السلام) لوگ آپ کے قتل کا پروگرام بنا رہے ہیں۔''

آپ نے سنا تو بارگاہ صمدیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔

''اے خالق کون و مکان! میری قوم کسی صورت تیری طرف رجوع نہیں کرتی۔جن لوگوں کو نے اپنے کرم سے ہدایت نصیب کی ہے انہیں سلامت رکھ اور منکرین کی سزا کی تدبیر فرما۔''

ہاتھ اٹھنے کی دیر تھی کہ دعا مستجاب ہوئی۔منکرین حق قحط سالی کا شکار ہو گئے۔آسمان باران نت برسا رک گئی۔آبی وسائل ختم ہو گئے۔چشمے سوکھ گئے۔کنوؤں کا پانی زیر زمین چلا گیا۔سبزہ زار لک وویران ہو گئے۔ہر سو خزاں نے ڈیرے ڈال لئے۔گلی کوچوں، بازاروں اور گھروں میں بھوک، ں اور افلاس ناچنے لگے۔زندگی اجیرن ہو گئی۔پانی کی فراہمی اور غذائی ضرورت کو پورا کرنے کے ئے لوگ بادیہ پیمائی پر مجبور ہو گئے۔

''اب اپنے باطل معبودوں سے کہو نا آسمان سے پانی برسائیں۔باغوں میں ہریالی اگائیں۔''

آپ فرماتے لیکن وہ اس کا کیا جواب دیتے لیکن اپنی ہٹ پر بدستور قائم رہے۔جب قحط الی نے انہیں نڈھال کر دیا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو عمائدین قوم نے جن کی پیروی میں قوم اس ل کو پہنچی تھی فیصلہ کیا کہ ایک جماعت کو خانہ کعبہ بھیجا جائے جو وہاں دعا کرے کہ عادیوں کو اس یبت سے چھٹکارا نصیب ہو۔

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب کسی قوم' قبیلے یا جماعت پر ایسی مصیبت و ابتلا نازل ہوتی ں سے چھٹکارا ممکن نہ ہوتا تھا تو چند لوگوں کو دعا کے لئے مکہ بھیجا جاتا تھا۔چنانچہ متفقہ فیصلہ سے ستر راد کو دعائے استسقاء کے لئے خانہ کعبہ بھیجنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ان میں قیل بن غفیر، نعیم بن ال، عثیل بن ضدی، عاد بن مکر اور مرثد بن سعد فرزندان عاد میں سے تھے۔قیل بن غفیر کو قافلہ الار مقرر کیا گیا۔قحط سالی سے نڈھال وخستہ فاقہ مستوں اور پیاسوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ جب سوئے عبہ روانہ ہوا تو اہل احقاف کے چہروں پر تھوڑی دیر کے لئے امید کی کرن روشن ہو گئی کہ اب ان کی یبت رفع ہو جائے گی۔اس زمانے میں خانہ کعبہ کی کوئی عمارت نہ تھی بلکہ اس مقام پر ایک سرخ ک کا بڑا سا پتھر پڑا تھا جہاں سب دعائیں مانگتے تھے۔

کئی دن سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد قافلہ مکہ پہنچا تو معاویہ بن بکر امراء شہر کے راہ قافلے کے استقبال کے لئے گیا اور قافلے کو مہمان خانے میں لاکر اتارا جہاں اس نے اہل قافلہ ے لئے بڑی زبردست دعوت کا انتظام کر رکھا تھا۔ان کی دل بستگی کے لئے ایک مغنیہ نے اپنی سریلی کش آواز میں اشعار پڑھنے شروع کئے تو وہ سفر کی ساری کلفت بھول گئے اور سکھ کا سانس لیا۔عرصہ از کے بعد انہیں دوبارہ عیش و آرام نصیب ہوا تھا۔قحط سالی نے جو اثرات ان کے چہروں پر مرتب ے تھے وہ ایک ہی دن میں ماند پڑ گئے تھے۔

دن گزرنے لگے۔قافلہ والوں کے ذہن سے یہ بات یکسر محو ہو گئی تھی کہ انہیں کس مقصد کے ئے قوم نے بھیجا تھا۔خود غرضی نے ان کے ذہنوں سے قوم کی زبوں حالی کا احساس مٹا دیا تھا۔اس ارے قافلے میں صرف مرثد بن سعد مسلمان تھے۔لیکن ان کا ایمان کسی پر عیاں نہ تھا وہ خاموش ان کا

تماشا دیکھتے رہتے تھے۔

ادھر احقاف میں لوگوں کی جانوں پر بنی تھی۔ ایک ماہ ہو گیا تھا۔ وہ ہر روز آسمان کی طرف اس امید سے دیکھتے کہ شاید بادل نظر آئیں۔ قافلے والوں کی بھی کوئی خبر نہ تھی۔ لوگ مختلف قیاس آرائیاں کرتے تھے کوئی کہتا بھوک پیاس کی شدت سے راستے میں ہی مرکھپ گئے ہوں گے۔ کوئی کہتا وہ یہاں سے جان بچا کر نکل گئے ہیں۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ حضرت ہود لوگوں کو وعظ فرماتے اور کہتے۔

"اے قوم عاد! اے میرے بھائیو! اپنی ہٹ دھرمی چھوڑو اور اللہ کا سیدھا راستہ اختیار کرو۔ کیوں خود کو ہلکان کرتے ہو۔ اللہ کے غضب و عذاب کو دعوت دیتے ہو۔"

لیکن عادیوں کا صرف یہی جواب ہوتا "بے شک وعظ کئے جاؤ ہم ماننے والے نہیں۔"

قوم کا فیصلہ سننے کے بعد آپ نے بارگاہ ایزدی میں اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کرنے لگے۔

"اے الہ العالمین! اے جبار و قہار! یہ لوگ حد اصلاح سے گزر گئے ہیں۔ اب تو اپنا وعدہ پورا فرما دے۔"

رات کا کھانا کھانے کے بعد قیل بن غفیر اور قافلے کے دوسرے ساتھی اطمینان سے بیٹھے تھے۔ مغنیہ دلربا آواز میں گا رہی تھی۔ گانا ختم ہونے کے بعد وہ ان اشعار کو پڑھنے لگی جو معاویہ بن بکر نے لکھ کر دیئے تھے ان کا مطلب تھا۔

"اے قیل! کھڑے ہو جاؤ۔ عاجزی انکساری سے اہتمام کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ بادلوں کو بھیج کر قوم عاد کی زمین کو سیراب کر دے۔ اگرچہ انہوں نے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا ہے۔"

اشعار سنے تو اسے اپنی غفلت و لاپرواہی کا احساس ہوا وہ دوسروں کو سرزنش و ملامت کرنے لگا۔

"تم نے مجھے یاد کیوں نہیں کرایا۔ قوم نے ایک فرض سونپا تھا نہ جانے لوگ کس حال میں ہوں گے۔"

"تم سردار قافلہ ہو۔ تمہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے تھا۔ ہمیں کیا کہتے ہو۔"

الغرض وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ صبح اٹھ کر دعا کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ قربانی اور نذرانے کا سامان اکٹھا کرنے لگے۔ جب سب انتظام ہو گئے اور دعا کے لئے جانے لگے تو مرثد بن سعد نے قیل بن غفیر کو مخاطب کر کے کہا۔

"جب تک تم وقت کے نبی پر ایمان نہ لاؤ گے خالق کل تمہاری دعاؤں کو قبول نہ فرمائے گا۔"

اور پھر ایک شعر پڑھا جس کا مطلب تھا۔

"قوم عاد نے اپنے رسول کی نافرمانی کی لیکن پیاس کی حالت میں ایمان لائے جبکہ آسمان نے ان پر بارش برسائی۔"

مرثد بن سعد کی بات سن کر قیل بن غفیر فوراً سمجھ گیا کہ وہ مسلمان ہے اور اس کے دل میں شمع ایمان فروزاں ہے لہٰذا وہ الگ ہو گیا۔ جلدی جلدی نذرانے چڑھائے اور پھر دعا مانگنے لگا۔

"اے اللہ بے شک میں ایک مرض کا مریض ہوں اور اس کی مختلف حالتوں سے بچنا چاہتا ہوں۔ اے اللہ قوم عاد پر بارش برسا۔ اے اللہ اگر ہود (علیہ السلام) سچا نبی ہے تو ہم پر بارش برسا۔ بے شک قوم ہلاک ہو چکی ہے۔"

بحیثیت مسلمان مرثد بن سعد نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

"اے اللہ! میرے سوال کو پورا فرما اور جو وہ شرک کرتے ہیں اس میں مجھے شامل نہ فرما۔"

دعا جب ختم ہوئی تو یکایک آسمان پر سفید، سرخ اور سیاہ رنگ کے بادلوں کے تین ٹکڑے ظاہر ہوئے۔ کوئی کہنے والا آواز دے رہا تھا۔

"اے قیل! ان تینوں میں سے ایک رنگ تو اپنے اور قوم کے لئے پسند کر لے۔"

قیل غور سے بادلوں کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر غور و خوض کرنے کے بعد اس نے کہا۔ "میں نے سیاہ رنگ کے بادلوں کو اپنے اور قوم کے لئے پسند کیا ہے کیونکہ یہ خوب مینہ برساتا ہے۔"

میں اس روز ینوع کے چشمہ پر گیا ہوا تھا غفان بھی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس روز غفان سے کہا تھا کہ وہ مواط کا مقابلہ کرنے سے قبل اپنی قوتوں کو بڑھائے اور اس مقصد کے لئے ہی ہم دونوں ینوع کے چشمہ سے اس پار پہاڑوں کے دامن میں کھڑے تھے۔ میں نے غفان کو مخفی قوتوں کو بیدار کرنے کا علم سکھایا۔ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ آسمان صاف اور تیز دھوپ سے چمک رہا تھا اس روز مجھے سورج کی تمازت حد سے بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔ قوم بنو عاد عذاب الٰہی سے دوچار تھی اور قحط کے باعث روز بروز موت کے منہ میں جا رہی تھی مگر انہیں خدا کی نشانیاں ابھی تک اصلاح کی راہ پر نہیں ڈال رہی تھیں۔ ہیکل کا پجاری مواط اور اس کے شریر و ذلیل کارندے بستی والوں کو کہتے کہ خداوند نصر ان سے ناراض ہے لہٰذا وہ قربانیاں دیں۔ بستی میں اناج کا ایک دانہ نہیں بچا تھا۔ اس لئے پتھروں کے معبودوں کو راضی کرنے کے لئے مواط انسانوں کے خون سے اپنے معبودوں کو نہلا رہا تھا اور ان کی خوشنودی کے لئے روزانہ صحرائے احقاف میں رات کے وقت جشن ابلیس کا اہتمام کرتا تھا جہاں بے

"اے معبود نصر کے پجاریو! تم نے دیکھ لیا کہ اس نے ہماری قربانی قبول کر لی ہے۔ آؤ اور آگے بڑھو اپنے معبود کے حضور اب مزید قربانیاں دو تاکہ وہ تم سے خوش ہو جائے۔"

اسی لمحہ ایک عورت کی سناٹے دار چیخ سن کر سب ہڑبڑا اٹھے۔ مواط نے اس عورت کی جانب دیکھا جو دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

"اے مہندہ تو ہمارے ان پجاریوں میں کیوں آئی ہے۔ میرے پجاریو اس کو اٹھا کر باہر پھینک دو۔ یہ تمہاری خوشی کو دیکھ کر پاگل ہو گئی ہے۔"

"اے بے بس و جاہل عادیو! پاگل میں نہیں ہوئی بلکہ تم سب پاگل ہو گئے ہو۔ تمہیں مواط نے اندھا کر دیا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کیا یہ سیاہ بادل ابر رحمت بن کر آئے ہیں یا خدائے ذوالجلال کا وہ عذاب ہے جو زمین کی پاتال سے نکل رہا ہے۔"

مواط اس کی بات سن کر لحظہ بھر کے لئے ٹھٹکا تھا مگر اس نے جلد ہی طاغوتی قہقہہ لگا کر کہا۔

"مہندہ بے شک تجھے مخفی علوم حاصل ہیں لیکن یہ ہوا عذاب نہیں ہے۔"

مگر مہندہ نامی عورت چیخ و پکار کرتی اور عادیوں کو اس ہوا کے عذاب سے ڈراتی رہی مگر عادی تو نشاط طرب و شراب میں گم تھے۔

غفان' مواط کو دیکھ کر بے قرار ہو رہا تھا۔ میں نے اس لمحہ محسوس کیا کہ ابلیس اور غول ابلیس اس وقت غائب ہو چکے ہیں۔ میں نے شانور سے کہا۔ "تم نے ناسور کو دیکھا ہے۔"

وہ آہ بھر کر بولی۔ "وہ بدبخت غائب ہو گیا ہے۔ انہیں محسوس ہو گیا ہو گا کہ یہ سیاہ بادل تو خدا کا عذاب ہیں۔ پس وہ عادیوں کو تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلے۔"

مجھے یقین تھا کہ اگر مواط کو یہ معلوم ہو گیا کہ سیاہ بادل ریح العقیم ہیں تو وہ بھی بھاگ نکلے گا۔

پس میں نے غفان اور شانور سے کہا کہ وہ مواط کو پکڑ کر مار ڈالیں۔ مجھے کچھ اور امور انجام دینے کے لئے کوہ ابوقبیس میں جانا تھا لہٰذا میں نے انہیں مواط کے لئے چھوڑا اور خود اپنی بستی میں آ گیا۔ اس روز مجھے خبر مل گئی کہ غفان نے ہیکل کے پجاریوں کو مار ڈالا تھا مگر مواط ان کے ہاتھ سے چکنی مچھلی کی طرح پھسل گیا تھا۔ میں جب واپس احقاف گیا تو صورتحال بہت ابتر ہو چکی تھی۔ مگر قوم عاد تب بھی اصلاح پر مائل نہیں تھی۔ میں اس روز مہندہ سے انسان کے روپ میں ملا تھا اس عورت کے پاس مخفی علوم کی طاقت تھی لہٰذا میں اسے بھی طاغوتی طاقتوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ اس روز بے ہوش کیوں ہو گئی تھی۔ اس پر وہ کہنے لگی۔

"مجھے ہوا میں آگ کی زبانیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے آگے ایک توانا شخص چل رہا تھا اور لوگوں کی ایک جماعت ہوا کو دھکیلتی ہوئی ہماری طرف آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکی

تھی۔"

مہندہ کی عمر پانچ سو سال تھی اور یہ عورت شدید کے زمانے سے احقاف میں رہ رہی تھی۔ اس نے یہ علوم کہاں سے سیکھے تھے، یہ ابھی تک راز میں تھا لہٰذا میں نے جب اسے اپنے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ بھی مجھے اپنے بارے میں آگاہ کرے کہ اس نے یہ علوم کہاں سے حاصل کئے ہیں تو وہ کہنے لگی۔

"اے ہامہ! میں تجھے ابھی نہیں بتاؤں گی۔ قوم عاد کی تباہی کے بعد میں تجھ سے دوبارہ ملوں گی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں درحقیقت کون ہوں۔"

مہندہ سے ملنے کے بعد میں بستی کے کونے کونے میں گیا تو ہر سو ویرانی اور ابتری نظر آئی۔ سب لوگ ہیکل کے بڑے دروازے پر کھڑے تھے اور ہیکل کے دروازے پر بڑا تالہ لگا ہوا تھا۔ وہ سب پریشان تھے کہ آج خلاف معمول دروازہ کیوں بند ہے۔ اس دوران مہندہ نے آ کر انہیں آگاہ کیا۔

"اے غافل عادیو..... تمہارا مواط عذاب کے خوف سے بھاگ گیا ہے۔"

قوم عاد کے ایک سرکش قبیلے کا سردار خلجان بن سعد بھی ان میں موجود تھا۔ وہ مہندہ کے سر پر مکا مار کر بولا۔

"تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

مہندہ اپنی قوم کی جہالت پر روتی بلکتی واپس چلی گئی اور لوگ اس کی پریشانی پر قہقہے لگاتے رہے۔ میں خود بے حد پریشان تھا اور بستی کے نیک لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔

اپنی پسند بتانے کے بعد قیل بن عفیر کو پھر آواز سنائی دی۔

"تم نے ہلاک کرنے والی ہوا کا عذاب مانگا ہے اب قوم عاد کا بڑا چھوٹا کوئی نہ بچے گا۔"

وفد کے دوسرے اراکین نے جب سیاہ بادلوں کو احقاف کی طرف مائل بہ پرواز دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑے۔ کہنے لگے اب ہمارے کھیت کھلیان سرسبز و شاداب ہو جائیں گے۔ چشمے اور کنوئیں پھر سے پانی دینے لگیں گے لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ اس کے اندر آتش بار ہوا چھپی ہوئی ہے جو تباہ و برباد کر دے گی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے سیاہ بادل کو دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ عذاب الٰہی کا مقدمۃ الجیش ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل تشریف لائے اور عرض کی۔

"اے ہود (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اپنے پیروکاروں کو ساتھ لے کر قوم سے علیحدہ ہو جائیں۔"

آپ چار ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر ینوع کے چشمے کی طرف جو آبادی سے دور تھا' چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے سب کو یکجا ہونے کا حکم دیا اور پھر ان کے اردگرد حصار کھینچ دیا اور کہا۔

"اس لائن سے کوئی شخص قدم باہر نہ رکھے اور نہ ہی میرے احکام کی خلاف ورزی کرے۔"

یہ الگ بات تھی کہ قوم نے آپ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا تھا لیکن اتنا ضرور جانتے تھے کہ آپ سچے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت ہود علیہ السلام آبادی سے باہر نکل گئے ہیں تو عورتوں نے اپنے اموال جمع کیے اور ترک سکونت کے لئے نکلے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام راستوں پر جو آبادی سے باہر جاتے تھے سانپ اور بچھو بکھیر دیئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر پلٹے اور ایک گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ان کے کفر اور شرک اور اللہ کے رسول کی نافرمانی نے عذاب کی شکل میں انہیں گھیر لیا تھا۔ عورتوں کو دائرے کی شکل میں بٹھا دیا گیا اور مرد جنہیں اپنی طاقت و قوت پر گھمنڈ تھا ان کے اردگرد ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کھڑے ہو گئے۔ غرور و تکبر ابھی تک ان کے رگ و ریشہ میں موجزن تھا' بولے۔

"دیکھتے ہیں ہود (علیہ السلام) کی ہوا ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

ابھی یہ الفاظ ان کے منہ ہی میں تھے کہ ہوا کے پہلے ریلے نے ہی ان کے بڑے بڑے محلات و تعمیرات اور سنگلاخ ستونوں کو جن پر انہیں ناز تھا، زمین بوس کر دیا اور ان کے پتھر ادھر ادھر بکھر گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کبھی کوئی عمارت تھی ہی نہیں۔ اس کے بعد ہوا نے ان عورتوں اور مردوں کو فضا میں گیند کی طرح اچھالا اور وہ اس طرح زمین پر بکھر گئے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ وہ لوگ جو گھروں میں تھے ان کو ہوا نے اٹھا کر باہر پھینک دیا اور زمین پر اس طرح پٹخنے لگی جیسے دھوبی کپڑوں کو پٹختا ہے۔ بعض لوگوں نے خود کو کمر تک زمین میں دھنسا لیا لیکن ان کا بھی یہی حشر ہوا۔ بعض کے جسم کی کھالیں ادھیڑ دیں۔ وہ مرنا چاہتے تھے لیکن موت نہیں آتی تھی۔ درد، کرب، اذیت ان کے رگ و ریشہ اور ہڈیوں کے گودوں میں گھس گئی تھی اور پھر ان کی غلیظ و بدبودار روحوں کو گرز مار مار کر ان کے ناپاک وجودوں سے نکالا گیا ان کے تنومند اور خوبصورت جسم جن پر انہیں ناز و غرور تھا بھیانک شکلوں میں جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔

خلجان بن سعد جو علاقے کا سردار و معزز تھا اور بے حد مال و اسباب کا مالک تھا، اپنے قبیلے کے ہمراہ ایک غار میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے اپنی طرف سے حفاظت کے مکمل انتظام کر رکھے تھے۔ وہ چار دن تک محفوظ رہا۔ پانچویں دن حضرت ہود علیہ السلام اس کے پاس آئے اور فرمایا۔

"تم نے دیکھ لیا کہ دوسروں کا کیا حشر ہوا ہے۔ اب بھی ایمان لے آؤ۔ عذاب سے محفوظ رہو گے۔"

"تمہارے رب کا عذاب میرا اور میرے قبیلے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" اس نے متکبرانہ انداز میں کہا۔

چھٹے دن ہوا نے غار پر آفت ڈھائی اور اس کی آنکھوں کے سامنے جس طرح اس کے قبیلے والوں کو ہلاک کیا ویسا نظارہ فلک نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن اسے ہوش پھر بھی نہ آیا۔ جب ذہنوں اور دلوں پر کفر و شرک کے تالے لگ جاتے ہیں تو ہدایت کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ اگلے دن حضرت ہودؑ پھر اس کے پاس گئے اور ایمان لانے کو کہا۔

"اگر میں ایمان لے آؤں تو تمہارا اللہ مجھے کیا دے گا؟" اس نے پوچھا۔

"بعد از مرگ جنت میں داخلہ ملے گا جو لوگ ابھی ہلاک نہیں کیے گئے وہ بھی اگر تیرے ساتھ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو سو سو اولاد نرینہ عطا کرے گا اور قلیل عرصہ میں تیرا قبیلہ پھر بڑھ جائے گا۔" حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا۔

آپ چاہتے تھے کہ بقیہ عادی عذاب سے بچ جائیں وگرنہ قوم عاد کا چند لمحوں میں صفایا ہو سکتا تھا جبکہ ریح العقیم آٹھ دن اور سات راتیں ان پر چلتی رہی تھی۔ اگر وہ ایمان لے آتے تو آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ عذاب روک لیتا شیطان مردود انہیں آخری وقت تک سبز باغ دکھاتا رہا۔

"میں اس بادل میں بختی اونٹوں کی طرح لوگ دیکھتا ہوں۔ وہ کون ہیں؟" خلجان بن سعد نے دریافت کیا۔

"یہ فرشتے ہیں جنہیں ان پر مسلط فرمایا گیا ہے۔" آپ نے بتایا۔

"اگر ہم ایمان لے آئیں تو کیا اللہ ان کو قصاص کے طور پر ہمیں عنایت فرمائے گا؟" خلجان بن سعد نے کہا۔ اس کے اندر کفر الفاظ کی شکل میں نمودار ہو رہا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بادشاہ نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجا ہو اور وہ اسے ان کے حوالے کر دے۔ بس پھر کیا تھا ریح العقیم کا ایک جھونکا غار میں داخل ہوا اور وہ بدبخت اپنے قبیلے سمیت جل کر راکھ ہو گیا۔

ریح العقیم منکرین حق پر عذاب بن کر چل رہی تھی مگر مسلمانوں کے لئے شمیم صبح کی طرح تھی۔ انہیں اس کے لگنے سے راحت و سکون محسوس ہوتا تھا۔ دراصل یہ حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ دشمنان خدا اور رسول کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

آج اس سرزمین میں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن کئی صدیاں پیشتر یہاں ایک عظیم قوم آباد تھی جس کے اعمال بد نے اسے گھیر لیا اور نتیجتاً ہلاک ہو گئی۔

قیل بن غفیر اور اس کے ساتھی جو دعاء استسقاء کے لئے خانہ کعبہ آئے تھے معاویہ بن بکر کے ہاں بیٹھے تھے۔ انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ ان کی قوم پر کیا بیتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ابر سیاہ نے برس کر ہر سو جل تھل کر دیا ہو گیا۔ وہ خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ انہیں ایک اونٹ سوار آتا دکھائی دیا۔ وہ ان

کے قریب آ کر رک گیا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کدھر سے آ رہے ہو اور کس قوم سے ہو؟'' قیل بن غفیر نے پوچھا۔

''قوم عاد سے ہوں اور اسی طرف سے آ رہا ہوں۔''

انہوں نے سنا تو سب کے کان کھڑے ہو گئے۔

''ہماری قوم کا کیا حال ہے؟'' بہت سے لوگوں نے مضطربانہ بیک زبان پوچھا۔

''سیاہ ابران پر آگ بن کر برسا اور سب کا خرمن حیات بھسم کر کے رکھ دیا۔''

انہوں نے جب بتایا تو سب کے چہرے لٹک گئے۔ دل ہی دل میں اپنے یاروں اور عزیزوں کو یاد کرنے لگے۔

''حضرت ہود علیہ السلام اور اس کے متبعین کا کیا حال ہے؟'' مرثد بن سعد نے دریافت کیا۔

''وہ سب امن و عافیت سے ہیں اور ینوع کے چشمے کے پاس مقیم ہیں۔''

قیل بن غفیر اور اس کے ساتھی ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب ہماری زندگی بیکار ہے جبکہ اپنا کوئی زندہ نہیں رہا اور پھر دعائیہ انداز میں بولے۔

''اے اللہ! ہمیں بھی وہی شربت چکھا دے جو ہمارے عزیز و اقربا اور دوستوں نے پیا ہے۔''

ان لوگوں نے اپنے لئے بھی تو ابر سیاہ ہی مانگا تھا لہٰذا ان پر تو عذاب کا کوڑا برسنا تھا۔ اللہ کے حکم سے ریح العقیم فوراً وہاں پہنچ گئی اور انہیں بھی ان کی قوم کی طرح تڑپا تڑپا کر ہلاک کر دیا۔ ان میں سے صرف مرثد بن سعد بچا۔ وہ سیدھا حضرت ہود علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور وصال تک آپ کے ساتھ رہا۔

قوم عاد کی تباہی و بربادی کے بعد حضرت ہود علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ جگہ بہ جگہ ہولناک مناظر دیکھنے میں آتے تھے۔ پتھروں کے بنے ہوئے مضبوط محلات کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ حد نظر تک عادیوں کی کریہہ المنظر لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ان کے زندگی کے شب و روز ظلم و ستم اور جور و جفا کی طویل داستانیں تھیں لہٰذا ان پر ایسا قہر نازل کیا گیا کہ آنے والے فرعون اور نمرود و ہامان اس سے سبق حاصل کریں۔

عاد کی بستیاں حضر موت کے قریب تھیں۔ حضرت ہود علیہ السلام اس کے قریب ہی ایک شہر بنا کر وہاں مقیم ہو گئے اور بقیہ زندگی عبادت و ریاضت میں گزارنے لگے۔

آپ نے بیشا نامی عورت سے شادی کی تھی جس کے بطن سے شالخ نے جنم لیا جس کے معنی بعض روایات کے مطابق رسول یا وکیل کے ہیں۔ نور محمدی ﷺ جو آپ کی پیشانی انور میں چمکتا تھا وہ اس کی پیشانی میں منتقل ہوا تھا۔ شالخ کی شادی آپ کی حیات میں ہوئی۔ شالخ نے غزوہ بنت

صفوتی ابن عویلم بن سام بن نوح سے بیاہ کیا تھا جس سے مالغ پیدا ہوا جس کا عبرانی نام قاسم تھا اور وہ نور اس کی پیشانی میں چلا گیا۔

میں حضرت ہودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور ان سے تعلیمات اسلام پاتا تھا۔ علم و حکمت میں یکتا حضرت ہودؑ نہایت عبادت گزار تھے۔ قوم عاد کی تباہی کے بعد احقاف میں ایک بار پھر اللہ کے دین کا پرچار ہونے لگا اور نیکی کے نور سے گمراہی کے ظلمت کدے مسمار ہونے لگے تھے۔

ایک روز میں، غفان اور شانور ینوع کے چشمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میری حالت ان دنوں نہایت بے قرار اور دگرگوں ہو رہی تھی۔ میں اگرچہ شب و روز رب کائنات کے حضور سجدہ ریز اور گریہ زار رہتا تھا مگر میرے دل کے نہاں خانوں میں ناسور کی کسک ہلچل مچاتی رہتی تھی۔ جب قوم عاد پر ریح العقیم نازل ہوئی تو مواط اسے لے کر کہیں بھاگ گیا تھا۔ ہم نے اپنی اپنی طاقتوں کے بل پر اسے بہت ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر اس کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ ریح العقیم نے جہاں بدکردار اور فاسق انسانوں کو مار ڈالا تھا وہاں صالح جنات نے سرکش جنات اور غول ابلیس کو بھی اس جہنمی ہوا اور آگ میں جھونک دیا تھا۔ قیامت صغریٰ اور عتاب الٰہی کے خوف سے تمام شیطانی قوتیں زمین کے کونے کھدروں میں چھپ گئی تھیں اور جو ہمارے سامنے آتیں یا جنہیں ہم تلاش کر لیتے تھے انہیں فوراً مار ڈالتے تھے۔ انہیں مارنے سے قبل ہم ان سے ناسور اور مواط کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن وہ کوئی بھی اس کا پتہ نہیں بتاتا تھا۔

شیطان الرجیم ابلیس بھی ان دنوں کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ امن اور نیکی کا دور تھا۔ حضرت ہودؑ کی نسل بڑھ رہی تھی اور ان پر ایمان لانے والے اللہ کی رحمتوں سے فیض پا رہے تھے۔ کہیں ایک بھی خدا کا نافرمان دکھائی نہیں دیتا تھا۔

جس روز کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ نہایت خوشگوار دن تھا۔ سب ایک دوسرے سے ساتھ چہلیں کر رہے تھے۔ شانور بھی غفان اور ارم کو چھیڑ رہی تھی اور بار بار مجھے بھی اپنی شرارتوں میں شریک کر رہی تھی۔ شانور کو برسوں بعد میں نے یوں کھلتے گلابوں کی طرح لہکتے اور مہکتے ہوئے دیکھا تھا مگر جب میں اس کے بار بار چھیڑنے سے بھی آمادہ گفتگو نہ ہوا تو وہ جھلا کر بولی تھی۔

''ہامہ...... تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کن سوچوں میں گم ہو؟ خدا کے لئے ادھر دیکھو یہ غفان کیا کہہ رہا ہے۔''

میں نے غمناک نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو اس کی مسکراہٹیں کافور ہو گئیں۔ بے تابی سے پوچھنے لگی۔

''ہامہ کیا بات ہے۔ تم اداس و پریشان ہو؟''

میں خاموشی سے اٹھا اور حسرت ناک آہ بھر کر ینوع کے چشمہ پر چلا گیا۔ شانور جھٹ سے میرے پاس آ گئی اور میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے پوچھنے لگی۔

"ہامہ! تم پریشان کیوں ہو خدا کے لئے مجھے کچھ بتاؤ۔ مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔"

میں نے اس کے ہاتھ کو سہلایا اور کہا۔ "شانور میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ میں دراصل ناسور، مواط اور ان کے باپ ابلیس کے بارے میں سوچ رہا ہوں کہ وہ کہاں ہوں گے۔ کئی برس بیت گئے ان کی کوئی خبر نہیں مل رہی۔"

شانور کے چہرے کی شادابی بھی عنقا ہو گئی اور وہ بولی۔ "ہامہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ابلیس بھی ریح العقیم کی خوراک بن گیا ہو اور اس کے بدن ناپاک سے یہ زمین پاک ہو گئی ہو۔ شیطان روز قیامت تک زندہ رہے گا۔ وہ مکر و فریب اور عیاری کا منبع ہے۔" یہ کہتے کہتے وہ چونکی اور پھر ایک دم اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ایسا لگا جیسے اس نے کوئی راز پا لیا ہو۔ نہایت راز داری کے ساتھ کہنے لگی۔

"ہامہ میں نے ابلیس کا راز پا لیا ہے۔ میں نے جان لیا ہے اس کی سپاہ کہاں ہو گی۔"

میں نے پہلے تو بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا مگر اس کے چہرے پر اعتماد یقین محکم کی طرح ثبت تھی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کا رنگ غیض و جلالت سے بھر گیا اور وہ مکا فضا میں لہرا کر بولی۔

"میں نے ابلیس کا راز پا لیا ہے۔" شدت غضب سے اس کا بدن لرزنے لگا تھا۔

میں نے اس کا شانہ پکڑ کر کہا۔ "شانور جلدی سے بتاؤ کہ تم نے کیا راز پایا ہے؟"

کہنے لگی۔ "ہامہ کیا تم نہیں جانتے کہ جب دین حق آتا ہے نیکی غالب ہوتی ہے تو شیطان بھوکے مرنے لگتے ہیں۔ انہیں بدی اور گمراہی کی غذا نہیں ملتی اور وہ نحیف و نزار ہو کر سڑنے لگتے ہیں۔ شیطان تو گندگی کا کیڑا ہے۔ جب گندگی نہ ہو گی تو یہ بھوکا یہاں مر جائے گا۔"

شانور کی بات سن کر میرے ذہن میں یکدم وہ واقعہ گھوم گیا جب میں نے ایک ایسے ہی دم لب پر اٹکے شیطان کو مارا تھا۔ وہ ایک ایسے انسان کے اندر رہتا تھا جو پہلے مشرک تھا مگر جب وہ حضرت نوحؑ پر ایمان لایا تو اس کے اندر کی غلاظت چھٹنے لگی۔ پاکیزگی اور نیکی نے اس کے اندر کو دھو دیا جس کے باعث اس کا شیطان نہایت کمزور ہو گیا تھا۔ شیطان نے مرنے سے پہلے مجھے یہ بتایا تھا کہ جب ایک انسان کی روحانی اقدار بڑھتی ہیں، وہ ذکر و اذکار میں محو ہو جاتا ہے۔ برائی سے کنارہ اختیار کرتا ہے تو اس کا شیطان بھوک پیاس سے مرنے لگتا ہے۔ شانور کی یہ بات واقعی بڑی اہم دلیل تھی۔ میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور پھر پوچھا۔

"اے میری شریک حیات تو نے شیطان کا یہ راز تو پا لیا ہے مگر کیا یہ بھی تجھے معلوم ہو گیا ہے کہ

ہ کہاں ہوگا؟"

"شیطان تو آج بھی انسان کے اندر چھپے بیٹھے ہیں۔ پس یہ اللہ کے نبیوں پر قادر نہیں ہو سکتے۔ میں نے ہمیشہ یہی سنا ہے کہ ہر انسان پر خدائے ذوالجلال نے جس طرح ایک فرشتہ مامور کیا ہے اسی طرح شیطان بھی اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے انسان پر براجمان ہوتا ہے۔"

"تو کیا سارے شیاطین انسانوں کے اندر چھپے بیٹھے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نہیں کہہ سکتی۔ آؤ کوہ ابوقبیس چلتے ہیں اور برگزیدہ جنات سے پوچھتے ہیں کہ ابلیس آج کل کہاں ہوگا۔"

میں نے شانور کی بات مان لی اور ہم دونوں غفان اور ارم کو چھوڑ کر مکہ کی وادیوں میں چلے گئے۔

کوہ ابوقبیس پر رات طاری تھی مگر روشن و مبارک پتھر کے نور سے ہر سُو اجالا پھیلا ہوا تھا۔ براق بوسات میں ملبوس جنات عقیدت و احترام کے ساتھ کوہ ابوقبیس پر چہل قدمی کر رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے جنات عبادت و ریاضت میں مشغول تھے۔ بڑا سہانا پُر لطف اور وجدان پیدا کرنے والا حول تھا۔ مکہ کی وادی میں ہر سُو سناٹا طاری تھا اور کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مکہ سے باہر کئی ستیاں تھیں اور ہر بستی میں ہُو کا عالم تھا میں اور شانور کوہ ابوقبیس میں اترے تو ہمارے بچے بھاگے ماگے ہمارے پاس چلے گئے۔ دونوں نے خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کی اور اللہ تعالیٰ سے اس ی تائید و نصرت کے لئے دعائیں کیں۔ ہم دونوں عبداللہ بن سلمان سے ملے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا۔

"ہامہ، اب تم یہاں ہی رہو۔ یاد رکھو جو جنات اپنے مرکز کو چھوڑ دیتے ہیں وہ اپنے مقاصد ری طرح حاصل نہیں کر پاتے۔"

میں نے عبداللہ سے کہا۔ "میں آپ کی بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس لئے کہ میرا مقصد سکون ی زندگی گزارنا نہیں ہے۔ میں تو روز اول سے شیطانی قوتوں کے خلاف جہاد کرنے نکلا ہوں۔"

"لیکن اپنی قوم کو اکٹھا کرنا اور اسے جہاد پر مائل کرنا بھی تمہارا فرض ہے۔" عبداللہ نے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جنات میں اگر نیکی کا پرچار کم ہو جائے تو یہ بدک جاتے ہیں۔ ان کی فطری ونت عود آتی ہے۔ اس لئے اب کچھ عرصہ کے لئے کوہ ابوقبیس کے جنات کے درمیان رہو کیونکہ ارے ہاں کچھ سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں اگرچہ میں ان اختلافات اور مسائل کو حل کرتا رہتا ہوں گر کچھ مسائل ایسے ہیں جنہیں تمہاری مدد سے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔"

"مثلاً......؟" میں نے پوچھا۔

عبداللہ بن سلمان نے کہا۔ ”ہمارے کچھ جنات مخفی علوم پر دسترس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم صدیوں سے علوم سیکھتے آ رہے ہو۔ کیا یہ اچھا نہیں ہو گا کہ وہ علوم اب تم اپنے جن بھائیوں میں بانٹ دو۔ یاد رکھو ہامہ...... علم جتنا بانٹو گے یہ اتنا ہی بڑھے گا۔“

عبداللہ بن سلمان کی بات معقول تھی لہٰذا میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ تم جنات میں سے ان تمام افراد کو تیار کرو جو علوم سیکھنا چاہتے ہیں۔ اس دوران میں غفان کے پاس جاتا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ غفان عیش و نشاط میں محو رہنے لگا ہے۔ اس کے پاس بہت سی قوتیں ہیں جنہیں اگر جنات میں منتقل کیا جائے تو ہمیں زیادہ فائدہ ہو گا۔“

میں نے شانور کو وہاں ٹھہرایا اور اگلی صبح ینوع کے چشمہ کی جانب اڑنے لگا۔ ابھی میں وادی مکہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ مجھے کسی انسان کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ”اللہ...... اللہ...... اللہ“ پکار رہا تھا۔ میری نظر ایک انسان پر پڑی جو ایک گڑھے میں پڑا تھا۔ اس کے بدن سے گوشت کاٹ کاٹ کر اتارا گیا تھا۔ وہ سسک رہا تھا۔ میں اس کی حالت دیکھ کر اس کے پاس گیا۔ وہ نیم مدہوش تھا مگر اس کی زبان سے بے اختیار ”اللہ...... اللہ...... اعوذ باللہ“ نکل رہا تھا۔

میں اس کے پاس گیا اور کہا۔ ”اے اللہ کے ولی تم کون ہو؟“ وہ یقیناً ایک مسلمان تھا جس کی زبان سے اللہ کے مقدس الفاظ نکل رہے تھے۔

اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور کراہ کر بولا۔ ”میں ایک گناہگار مسلمان ہوں مجھے مواط نے پکڑ لیا تھا۔“

”مواط...... کک...... کک کہاں ہے؟“ میں نے بے تابی سے اسے اٹھایا اور جلدی سے اس کی زنجیریں کھول دیں۔ اس کے زخموں سے خون بے تحاشا نکل چکا تھا۔ اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔

”مواط...... کم ذات بد بخت مجھے جنگل میں ملا تھا۔“ اس نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں بتایا۔

”کس جنگل میں؟“ میں نے پوچھا۔

”کوہساروں کے جنگل میں۔ اس جنگل میں جو بابل کی طرف جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے۔“ اس نے بمشکل بتایا۔

”تم یہاں کیسے پہنچے؟“ میں نے حیرت پوچھا۔

”مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ مواط نے مجھے بابل جاتے ہوئے پکڑا تھا۔ اس نے میرے بدن سے گوشت نوچ لیا اور میرا خون نکال کر اپنی طاغوتی قوتوں کو غذا کھلاتا تھا۔ اس کے بعد مجھے نہیں

معلوم کہ میں یہاں کیسے پہنچا ہوں۔ بس مجھے ایک احساس ہو رہا ہے کہ وہ اسپ سوار تھے جنہوں نے مجھے یہاں لا پھینکا تھا۔ یہاں مجھے کیوں پھینکا گیا ہے یہ میں نہیں جانتا۔ اس کے علاوہ مجھے ایک خوشبو کا جھونکا یاد آتا ہے جو اسپ سواروں کے وجود سے اٹھ رہا تھا۔“

”تمہارا تعلق کس وادی سے ہے؟“ میں نے دوبارہ دریافت کیا۔

”میں وادی القریٰ کا رہنے والا ہوں۔ اس وادی کے باسیوں نے مرشد کے کہنے پر اسلام قبول کیا تھا۔“

میں نے وادی القریٰ نہیں دیکھی تھی۔ اس کے اوپر سے کئی بار گزرا تھا۔ حضرت نوحؑ کی نسل نے یہ وادی بھی آباد کی تھی۔

میں نے اس سے پوچھا۔ ”مواط نے تمہارے بدن سے گوشت کیسے نوچا تھا؟“

اس نے کہا۔ ”مواط بڑا ظالم ہے۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے میرا بدن ادھیڑ دیا تھا۔ اس کے نوکیلے ناخنوں نے میری پور پور کاٹ دی ہے۔ میں اب کچھ دم کے لئے زندہ ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو مگر تمہارے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اللہ کے تابعداروں میں سے ہو۔ سنو! اگر تمہیں حضرت ہوذ ملیں تو اس گناہ گار کا سلام ان کے حضور پیش کرنا اور کہنا کہ وادی القریٰ اور بابل میں مواط کی شیطانی وارداتیں بڑھ رہی ہیں...... اور......“ اتنا کہہ کر اس کا دم اکھڑنے لگا اور پھر وہ مزید کوئی بات نہ کر سکا۔ اس بے کس نے مجھے مہلت ہی نہیں دی کہ میں اس کی مدد کر سکتا۔ اس کا طائر روح نہایت سکون سے پرواز کر گیا اور اس کا زخموں سے بھرا بدن میری گود میں پڑا رہ گیا۔

میں اسے زمین میں دفن کرنے لگا کہ معاً مجھے ایک اچھوتا خیال آیا۔ اس نے کہا تھا کہ مواط نے اپنے ناخنوں سے اس کا بدن کھرچ ڈالا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کے ہاتھوں کی بو اس کے زخموں میں رچ بس گئی ہو گی۔

اے میرے ہمراز! جنات کی زندگی اور ان کی طاقتوں کے ایک اور راز کو اپنے سینہ میں دفن کر لو اور غور سے سنو۔ جنات کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ کسی انسان کے بدن کی بو کا تعاقب کر کے اس تک پہنچ سکتے ہیں۔ پس میں نے بھی اس روز اپنی اس قوت کو استعمال کیا اور اس کے زخموں پر اپنی ناک رکھ کر انہیں سونگھنے لگا۔ مجھے مواط کی بو تلاش کرنے میں دیر نہیں لگی۔ تعفن سے بھری بو تھی جو اس انسان کے زخموں سے اٹھ رہی تھی۔ مواط نے جب اپنے گندے اور غلیظ ناخنوں سے اس کا بدن چیرا ہو گا تب اس کی انگلیوں کی گندگی زخموں میں رچ بس گئی تھی۔ اگر یہ انسان زندہ ہوتا تو مواط کی بو تلاش کرنا میرے لئے قدرے مشکل ہوتا۔ یہ بڑی اہم بات ہے جو تمہیں بتا رہا ہوں۔ ایک انسان جب زندہ ہو تو اس کی روح کی مہک اس کے بدن پر غالب ہوتی ہے۔ مگر مردہ ہونے سے روح پرواز کر جاتی ہے

اس لئے مردار کے بدن سے صرف ایک طرح کی بو ہی آتی ہے۔ یہ بڑا احساس معاملہ ہے۔ اس پر کسی اور وقت روشنی ڈالوں گا۔ بس فی الحال تم یہ جان لو کہ کسی طاغوتی یا جناتی قوت کو تلاش کرنے کے لئے انسان کے لباس اور اس کے بدن سے بو حاصل کر کے ان تک پہنچا جا سکتا ہے۔

پس جب میں نے مواط کی بو پالی تو میرا انگ انگ سرشاری سے جھوم اٹھا۔ میں نے اس شخص کو زمین میں دفن کیا اور اس کے لئے دعائے خیر کرنے کے بعد میں بو کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ مواط کو تلاش کرنے کے بعد میں غفان کو بھی بلا لوں گا۔

ہوا ساکن تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مخلوق ارضی پر کوئی نئی افتاد آنے والی ہو۔ بابل کی سرحدوں کو عبور کرتے ہی مجھے ماحول میں وحشت اور گھٹن کا احساس ہو گیا۔ ایک بے قرار اور ہیجان کی کیفیت برپا تھی۔ میں جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا گھٹن میں غیر مانوس سی سڑاند ابھرنے لگی اور مواط کی بو یکدم معدوم ہو گئی۔

میں اس عظیم کوہسار پر اترا جہاں کبھی جنات و شیطانی مخلوق پر حاکم مامور ہوا تھا۔ مہلیل کے دور عظمت و جلالت کی یادیں میرے ذہن میں عود آئیں۔ میں نے حسرت و یاس سے دجلہ کے فراواں پانیوں کو دیکھا اور پھر بابل کی بلند و بالا پتھریلی عمارتوں پر نظر دوڑائی۔ ماحول کی بے تابی اور وحشت نے عمارتوں اور دریا پر بھی اپنی کثافت طاری کی ہوئی تھی۔

میں نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر نظر پاش نظروں سے ہواؤں کی مخلوق کو تلاش کرنا چاہا تو مجھے ہواؤں کے پردے ساکن و جامد دکھائی دیئے۔ ہواؤں کی دبیز تہوں میں کوئی بھی مخلوق دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں حیران تھا کہ ہواؤں کی مخلوق جنات اور مخلوق ابلیس بابل چھوڑ کر کہاں گئی ہے۔ یہ تو ناممکن سی بات تھی۔ میری نظر جہاں جہاں جا سکتی تھی میں نے اسے دوڑایا مگر پورے بابل کو کھنگال مارا مگر مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ ہاں مخلوق آدم کے کاندھوں پر مامور اس کے ملائکہ اور شیطان ہنوز سوار تھے۔ میں نے غور کیا کہ انسانوں پر مامور ملائکہ ان سے دور دور رہ کر چل رہے ہیں اور ان کے حسابات مرتب کرتے جا رہے ہیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ بابلی قوم گمراہی و ذلالت کے گڑھوں میں گر گئی ہے اور ان کی روحیں پارسائی سے محروم ہو چکی ہیں۔ اسی لئے تو ملائکہ ان کی نجاست سے دور تھے۔ شیطان ملائکہ کو دیکھ دیکھ کر ٹھٹھے مارتے اور انہیں چھیڑتے دکھائی دیتے تھے۔ مجھے ان کی باتیں صاف تو سنائی نہیں دیتی تھیں مگر مجھے یقین تھا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ”دیکھو ہم ابن آدم پر مسلط ہو گئے ہیں۔ یہ گناہ کرتا رہے گا اور تم کف افسوس ملتے رہو گے۔“

ملائکہ جواب دیتے۔ ”اے ناہنجار! یہ اللہ کی حکمت اور اللہ کی رحمت بے کراں ہے کہ اس ذات

رش العظیم اور کائناتوں کے مالک کل نے تمہیں چھوٹ دے رکھی ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس کے امر کو کوئی مانع نہیں ہے۔ اس کا ایک حکم ہو تو تمہیں جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ اے غلاظت کے مارو...... ہم لائکہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کے خوگر ہیں۔ ہمیں جو امر اور ماور دیئے گئے ہیں ہم صرف ان پر ہی مل کرتے ہیں۔ ہم اپنے رب کے حکم کے بغیر تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ مگر افسوس کہ اے ابن بلیس...... تم خدا تعالیٰ کی ان نشانیوں سے توبہ نہیں پکڑتے۔ یہ تم جانتے ہو کہ تم جہنم کا ایندھن بنو گے۔ تمہیں کوئی راحت نہیں ملے گی۔ تم سے زیادہ بدنصیب اور کون ہو گا۔ اے بدنصیبو...... تم واحد لوق ہو جس کی بخشش نہیں ہو گی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے۔ اسے ادراک دیا ہے۔ یہ تو ں کا امتحان ہے بے شک آج تم نے اس کی بصارت پر گمراہی کی دبیز تہہ بٹھا دی ہے اور اسے نشاط و فریب اور پتھر کے خداؤں کے آگے جھکا کر اسے شرک پر مجبور کر دیا ہے مگر کل کو یہی انسان تم پر لعنت یجے گا اور تم دفور غم سے اپنا کلیجہ چباتے پھرو گے۔ دہائیاں دیتے کلبلاؤ گے اور پچھاڑیں مار مار کے دو گے۔ آج اگر تم انسان کے خیر خواہ نہیں ہو تو کل کو ابن آدم بھی تمہارا خیر خواہ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کو ں سے کچھ غرض نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ اگر وہ ابن آدم بھی جہنم کا ایندھن بن جائیں گے جو اس کے نافرماں ہیں اور توبہ نہیں کرتے۔ وہ ذات بے پرواہ ہے۔ اسے کوئی رنج و ملال نہیں ہے۔ یہ صرف م جیسے غلاظت وحسد کے مارے بدنصیب ہیں جو رنج و کرب کی آگ میں جلتے کڑھتے ہیں۔“

ملائکہ کی مدلل باتیں سن کر شیطان اپنے کان بند کر لیتے اور دہائی دے کر اپنے باپ ابلیس کو ار کے کہتے۔ ”اے بدی کے باپ تو نے ہمیں کس کرب میں ڈال دیا ہے۔ ملائکہ کی یہی باتیں ہمارا بنہ جلاتی ہیں۔“

بابلیوں پر مامور شیاطین اور ملائکہ کے علاوہ سارا ماحول وجود ابلیس سے محروم تھا اور مواط کی بو ی معدوم...... ہو چکی تھی۔ میں شش و پنج میں مبتلا ہو کر سوچ رہا تھا کہ مواط کہاں ہو سکتا ہے۔ مجھے پنے علوم پر گمان کی حد تک یقین تھا کہ مجھے میری حسیات دھوکا نہیں دے سکتی تھیں۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں پہاڑ کی فلک بوس چوٹی سے نیچے اترا۔ اس وقت اندھیرے بڑھ رہے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی کے عقب میں سورج اپنی روشنیوں کو سمیٹ کر فلک کے دامن میں رات زارنے جا رہا تھا۔ زوال کی ان ساعتوں کا انتظار تھا۔ اس لمحے مخلوق جنات اور غول بیابانی، مخلوق بس اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکل کر انسانی بستیوں میں پھیل جاتی ہے اور ہواؤں میں اندھیر نگری مچا تی ہے۔ سورج غروب ہو گیا اور زوال کی ساعت بھی گزر گئی مگر بابل کی ہواؤں میں موجود مخلوق کا ئی شور و غوغا سنائی نہ دیا۔ مجھے اس مرنے والے شخص کی باتوں پر تعجب ہونے لگا کہ اس نے تو کہا تھا ہ مواط بابل میں چھپا ہوا ہے مگر یہاں تو پورے بابل میں کوئی شیطانی مخلوق بھی دکھائی نہیں دے

رہی۔ لیکن پھر مجھے اس بدگمانی کو ختم کرنا پڑا کیونکہ میں مواط کی بو کے تعاقب میں ہی یہاں تک پہنچا تھا جس کا مطلب تھا کہ مواط اس سرزمین پر ہی موجود ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے مواط کو یہ خبر مل گئی ہو کہ ہامہ اس کی تلاش میں یہاں پہنچ رہا ہے تو اس نے خود کو طاغوتی علوم کے پردے میں چھپا لیا ہو۔ یہ خیال آتے ہی میں نے مواط کو تلاش کرنے کے لئے اپنے علوم کی شمشیر کو بے نیام کیا اور پہاڑ کے ایک سرخ پتھر پر بیٹھ کر حصار کھینچ لیا۔ اسی لمحے میں ایک مانوس ہوشربا، حسن نواز، دلفریب اور برق تمنا مہک نے آلیا۔

''ذوالناس...... ذوالناس۔'' میں ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ ''ذوالناس کہاں ہو تم؟'' میں نے وار فتگی کے عالم میں اسے پکارا۔

''میں یہاں ہوں......'' اس کی مدھ بھری شہد کی مٹھاس سے بھرپور آواز میرے عقب میں گونجی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا اور اسے دیکھتے ہی مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔ ایک عرصہ بعد شاید صدیوں بعد وہ اپنے حسن جاہ جلال کے ساتھ ظاہر ہوئی تھی۔ اس کے رسیلے لبوں پر یاقوتی مسکراہٹ تھی۔ ماہتابی وشتابی آنکھیں نور حیات سے معمور تھیں۔ سنہری دراز زلفوں سے ہوائیں کھیل رہی تھیں۔ وہ خوشبوؤں کا پیکر تھی۔ گہری رات میں روشنیوں کا ماخذ تھی۔ میں دم بخود ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اٹھلا کر آگے بڑھی تو فضائیں خوشی سے گنگنانے لگیں۔

ایک دلفریب ساز سا پیدا ہو رہا تھا پتھروں پر اس کے چلنے سے۔ ایک ترنگ سی جاگ رہی تھی میرے رگ و پے میں اور میں مدہوش ہوا جا رہا تھا۔ ذوالناس کا وجود میری رگوں میں بسیرا کرتا رہا تھا اور آج وہ صدیوں بعد میرے حصار کی دہلیز پر کھڑی تھی۔

''اگر کہو تو...... تمہارے حصار سے واپس پلٹ جاؤں۔'' ذوالناس کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک تھی بولی۔ ''ایسا نہ ہو کہ میں تمہارے حصار میں آؤں اور پھر تمہاری مٹھی میں بند ہو کر رہ جاؤں۔''

میں مسکرا دیا اور سرخوشی کے عالم میں بولا۔ ''کاش کہ تم میری مٹھی میں بند ہو سکتی۔''

''صرف مٹھی میں!'' وہ بولی۔

''اگر تم مٹھی میں ہی بند ہو جاؤ تو یہ کیا کچھ کم ہو گا۔'' میں اس کی خوش مزاجی سے محظوظ ہوا مگر پھر حسرت کے عالم میں کہا۔ ''مگر تم تو ریت کی مانند ہو جو مٹھی میں بند ہو کر بھی ذرہ ذرہ ہو کر نکل جاتی ہے۔ اور بس بند مٹھی کو ایک احساس ہی رہتا ہے کہ کچھ ذرے ابھی بھی اس میں بند ہیں۔''

''ہامہ تمہاری باتیں مجھ پر سحر پھونک رہی ہیں...... خدارا یہ بتاؤ کہ ایسی باتیں تم نے کہاں سے

بھی ہیں۔'' ذوالناس میرے حصار میں آ گئی۔

''کیا ایسی باتیں سیکھی جا سکتی ہیں؟'' میں نے سلگتی آنکھوں سے اس کو دیکھا۔ ''یہ تو حساس دل کی کیفیات ہیں جو آج بے اختیار نوک زباں پر آ گئی ہیں۔''

''میں چلتی ہوں۔'' ذوالناس میری باتوں کی آنچ سے پگھلنے لگی۔

''نہیں ذوالناس...... آج آئی ہو تو واپس نہیں جاؤ۔'' میں نے اسے روک لیا اور پھر ہم دونوں حصار سے باہر نکل کر سرخ پتھر پر بیٹھ گئے۔

''ہامہ خود کو سنبھالو۔'' ذوالناس نے مجھے سمجھایا۔ ''اس وقت تم ایک اعلیٰ مقصد کے لئے نکلے ہوئے ہو۔ اپنے خیالات اور جذبات کو سرکش نہ ہونے دو۔''

''ذوالناس...... اللہ رحیم وقہار کی قسم، مجھے خود پر اختیار حاصل ہے۔ یہ تو اس سرخوشی کا عالم ہے تجھے دیکھتے ہی بے قابو ہو گیا ہوں۔''

ہم دونوں بابل شہر کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا۔ ''ذوالناس تم اتنی مدت سے کہاں تھی؟''

''میں بہت سے کاموں میں مصروف تھی۔ مجھے بہت سے معاملات کی نگہداشت کرنی ہوتی ہے۔ اس جانب دیکھو۔'' اس نے آسمان پر چمکتے دمکتے ایک بڑے ستارے کی جانب اشارہ کیا۔ ''اس کی سیدھ میں بھی انسان بستے ہیں۔ جنات و شیاطین کی بھی وہاں بستیاں ہیں۔ مجھے وہاں بھی جانا پڑتا ہے۔ عرب و عجم اور مصر کی سرزمین پر آباد یہ مخلوق روز بروز سرکش ہو رہی ہے ہامہ۔ مگر ایک تو ہے کہ جس نے احقاف اور کوہ ابوقبیس سے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔''

ہم دونوں کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ پھر میں نے اسے کہا۔ ''ذوالناس مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ مواط کہاں غائب ہو گیا ہے؟''

''اے ہامہ! میرے عزیز میرے مہربان...... مواط بابل میں موجود ہے۔ اس نے آشوریوں کے پجاری اعظم کا روپ دھار رکھا ہے اور وہ اس سرزمین پر ایک بڑا جادوگر بھی بن کر رہ رہا ہے۔ اس نے بابل کے معبد میں تمام شیطانی علوم کو زندہ کر دیا ہے۔ اس نے بابل کے قاتلوں، گناہگاروں اور چوراچکوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا ہے اور وہ ان کے ذریعے طاغوتی علوم پھیلا رہا ہے۔''

میں نے ذوالناس کو اپنی الجھن کے بارے میں بتایا اور کہا۔ ''ذوالناس! میں بابل کے اس پہاڑ تک مواط کی بو تلاش کرتا ہوا پہنچا ہوں مگر یہاں آتے ہی اس کی بو کافور ہو گئی۔ اس کے علاوہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابلیسی مخلوق بھی کہیں نظر نہیں آ رہی ماسوائے ان شیاطین کے جو ابن آدم پر مامور ہیں۔''

ذوالناس نے میری بات سنتے ہی کہا۔ ”ہامہ...... مواط نے ابلیس کے کہنے پر سرکش جنات کو اپنا موکل ومونس بنالیا ہے۔“

”کیا...... کون سے جنات...... یہ سرکش جنات کہاں رہتے ہیں؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔ معاً مجھے یاد آ گیا کہ کچھ روز پہلے ہی عبداللہ بن سلمان بھی مجھے کہہ رہا تھا کہ جنات میں سرکشی بڑھ رہی ہے لہٰذا ہمیں اس جانب بھی توجہ دینی ہوگی۔

”ہامہ! تم زیادہ وقت ابن آدم کے ساتھ گزارتے رہے ہو۔ اس لئے جنات سے غافل ہو گئے ہو۔ عبداللہ صحیح کہہ رہا تھا تمہیں چاہئے کہ کچھ وقت جنات کے مسائل حل کرنے کے لئے بھی صرف کرو۔“

”انشاء اللہ میں اب یہی کام کروں گا۔ مگر اے میری دم ساز ذوالناس پہلے مجھے اس مواط کی خبر لے لینے دو۔ میں غفان کو اس کے تعاقب میں لگانے کے بعد سرکش جنات کی سرکوبی کے لئے نکلوں گا۔“

وہ کہنے لگی۔ ”میں تمہیں ایک اہم بات بتانے لگی ہوں۔ مواط نے کوہستان دماوند کے سرکش جنات کے سردار ابلاق کو اپنے قابو میں کرلیا ہے۔ ابلاق ایک سرکش اور قہر وغضب کی آتش ہے۔ اس ظالم نے ابگتانا کے شہر میں قیامت برپا کر دی تھی۔ کوہستان دماوند پر ان کا پورا قبیلہ آباد رہتا ہے۔ یہ ابلاق ایک زمانے میں ابلیس سے بھی خار کھاتا تھا۔ یہ جنات کی اس سرکش اور باغی نسل میں سے ہے جنہوں نے زمین پر فساد برپا کیا۔ بنو عابس کا یہ جن زادہ آج بھی اپنی عصبیت پر اترتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جنات کی سب سے قدیم نسل میں سے ہے لیکن وہ بد بخت نہیں جانتا کہ شانور آج دنیا میں دوبارہ آ چکی ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں بھی بہت کچھ سن رکھا ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ تمہیں مار ڈالے گا۔“

یہ سن کر میرے رگ وپے میں آگ بھڑک اٹھی۔ میں نے کہا۔ ”ذوالناس! مجھے جلدی سے بتاؤ کہ ابلاق کہاں ہے؟ اور یہ کوہستان دماوند کہاں ہے؟“ اس وقت مجھے اپنی کم عقلی پر رونا بھی آیا تھا۔ میں صدیوں سے زمین کے چپے چپے پر آباد جنات وانس کی آبادیوں سے آگاہی کا دعویٰ کرتا تھا مگر اس وقت مجھے اپنے علم کے ادھورا رہ جانے پر افسوس ہوا اور میں نے خود پر ملامت کی اور کہا۔

”افسوس ہامہ...... تو غافل ہی رہا کہ کوہ ابوقبیس کے علاوہ بھی ایسے کوہسار ہیں جہاں جنات کے قوی قبائل رہتے ہیں۔“

”ہامہ! ابلاق بڑا سفاک اور ظالم جن زادہ ہے اس کی اولاد ہزاروں میں ہے۔ ٹھہرو، پہلے میں تمہیں ابگتانا کے بارے میں کچھ بتادوں۔“ یہ کہہ کر ذوالناس لمحہ بھر کے لئے رکی اور پھر بولی۔

”ابگتانا کا شہر...... طوفان نوح کے بعد کیومرث نے آباد کیا تھا۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث اور اس کے بیٹے مہر اور اس کے بعد کیومرث نے کوہستان دماوند کو آباد کیا۔ اس سے پہلے کہ کوہستان دماوند پر جنات آباد تھے۔ فلک بوس، ہرا بھرا اور سمندر سے بلند ترین یہ شہر سلطنت پارس کے قریب ہے۔ ابگتانا کی عالیشان سلطنت دلفریب وادیوں کی ریاست ہے۔ اس کے مغرب میں کوہستان زوگراس ہے۔ اس پر بھی جنات آباد ہو چکے ہیں۔ جنوب میں پارس کی سلطنت ہے۔ شمال میں کوہستان البرز اور مشرق میں دشت کومیری ہے۔ اس دشت میں غول ابلیس بسیرا کئے ہوئے ہے۔“

”کوہستان البرز...... یہ وہ جگہ تو نہیں ہے جہاں ابلیس کے دشمن جنات رہتے ہیں۔“ معاً مجھے یاد آیا کہ صدیوں پہلے جب میں سرزمین مصر میں محبوس کیا گیا تھا تو اس کوہستان کا باسی ایک جن زادہ مجھے ملا تھا۔ وہ جنات نہایت کمزور تھے مگر اپنی بساط کے مطابق ابلیس کے ساتھ لڑتے جھگڑتے تھے۔

ذوالناس نے میری بات سن کر کہا۔ ”ہاں...... یہ وہی کوہسار ہے۔“

اس نے بات جاری رکھی۔ ”ابگتانا پر آج کل ہوشنگ حکمران ہے۔ یہ کیومرث کا پوتا ہے۔“

”کیا کیومرث زندہ ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ مر چکا ہے۔ اس نے سات سو برس عمر پائی تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ بڑا نیک اور خلوت پسند۔ ایک روز وہ کوہستان دماوند پر عبادت کر رہا تھا کہ ابلاق نے ایک بھاری پتھر اس کے سر پر مارا...... اور وہ بے چارا قتل ہو گیا۔ کیومرث کو اس کا رنج ہوا اور اس نے ایک بار پھر کوہ دماوند کے جنات کو مار مار کر وہاں سے نکال دیا۔“

”کیا اس سے پہلے بھی کیومرث نے جنات کو مارا تھا؟“ میں نے سوال کیا۔

”جس طرح اللہ تعالیٰ نے مہلیل کو سرکش جنات کو مسخر کرنے کا علم دیا تھا اسی طرح کیومرث بھی اس دولت سے مالا مال تھا۔ اہل ابگتانا دماوند کے جنات سے عاجز آ چکے تھے کہ ایک روز کیومرث نے اعلان کیا کہ وہ سرکش جنات کا قلع قمع کر دے گا۔ کیومرث بہت بہادر اور صاحب علم تھا۔ وہ کوہستان دماوند پر چلا گیا۔ اس نے اپنی پوری بستی وہاں آباد کر لی۔ اس نے سرکش جنات سے کہا کہ اب اس کوہستان پر انسان آباد ہو گئے ہیں لہٰذا وہ اپنی مخلوق کو لے کر چلا جائے۔ مگر ابلاق نے ایک نہ سنی اور اس نے کیومرث کی بھیڑیں مار ڈالیں۔ کیومرث کو آگ جلانے کا فن آتا تھا۔ یہ اس نے اپنے باپ کے باپ یافث بن نوح سے سیکھا تھا۔ اس کے پاس چقماق بھی تھا اور دھات سے بنے تیز دھار خنجر بھی۔ اس نے دماوند کے جنات کو قابو کر کے مارنا شروع کیا تو ابلاق نے کیومرث کے خاندان کے بچوں کو مار ڈالا اور ان کے جانوروں کو بیماریاں لگا دیں لیکن کیومرث بھی ایک دانا اور جری قلب جوان تھا اس نے ابلاق کو بھگا دیا۔ کوہ دماوند جنات سے خالی ہو گیا۔ کیومرث نے جن سرکش

جنات کو اپنے قابو میں کیا تھا اس نے ان کی مدد سے اکبتانا کی ایک سات پردوں والی فصیل تیار کرائی اور اس کے اندر شہر بسایا۔ اکبتانا کی ہر فصیل کا رنگ جدا تھا۔ پہلی فصیل اگر سفید پتھروں سے بنائی گئی تو دوسری سیاہ پتھروں سے تیسری سرنے پتھروں سے اور چوتھی سرخی مائل پتھروں سے۔ سات فصلیں تیار کرانے کے بعد کیومرث نے قیدی جنات کو مار ڈالا۔ پھر ایک روز جب کیومرث دوسرے شہر گیا ہوا تھا۔ ابلاق کوہ دماوند گیا اور اسنے سیامک کو مار ڈالا۔ کیومرث نے واپس آ کر ابلاق کو بہت تلاش کیا۔ وہ بابل میں ہی آ کر رہنے لگا تھا۔ یہاں آ کر اس نے ابلیس سے دوستی کر لی اور اس نے طاقت کے ساتھ ذہانت اور شاطرانہ طریقوں کو بھی سیکھ لیا۔ اس نے کوہ ابوقبیس کے جنات میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے اپنے جنات کو یہاں اور وہاں پھیلا دیا۔ اے ہامہ! افسوس کہ تو غافل ہی رہا۔ تو یہ جان ہی نہ سکا کہ جنات کے قبائل میں کیا کیا شورشیں پیدا ہو رہی ہیں اور اس کے پیچھے کون ہے۔ ابلیس ایک بڑی چال چل گیا ہے۔ ہامہ! تو اب جنات کو بچانے کی فکر کر۔"

ذوالناس کی باتوں نے مجھے ادھیڑ کر رکھ دیا۔ مجھ پر اپنے قبائل کی ذمہ داری بھی تھی جسے میں ادا نہیں کر پا رہا تھا۔ میں پشیمان و خلجان ہو کر سوچنے لگا کہ مجھے اب کیا کرنا ہوگا کہ اسی اثنا میں ذوالناس نے مجھے جھنجھوڑ کر ایک ایسی بات بتائی کہ میں ہکا بکا ہو کر اس کا منہ تکنے لگا۔

73

ذوالناس کے چہرے پر میری نظریں گڑی گئی تھیں۔ میرا ذہن یک لخت خالی سا ہو گیا اور میری آنکھیں جیسے بے یقینی اور شک سے آلودہ ہو گئی تھیں۔

ذوالناس کی بات میرے لئے صور اسرافیل سے کم نہیں تھی۔

"ذوالناس...... کیا یہ سچ ہے کہ تمہاری طاقت ابلاق کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ نہیں میں نہیں مان سکتا کہ اس کائنات میں پھیلی ابلیسی اور طاغوتی طاقتوں میں اتنی ہمت ہو سکتی ہے۔ ذوالناس! میں نے تمہاری طاقت کو خود نہ دیکھا ہوتا تو شاید یہ یقین کر لیتا کہ ابلاق وہ واحد قوت ہے جو تمہارے وجود کو دیکھ سکتا ہے۔" میں نے اپنا سر جھٹک کر بولا۔

میرے ذہن میں ذوالناس کی پراسرار ہستی کے نقوش ابھر آئے۔ میں اسے صدیوں سے جانتا تھا۔ بس میرا دل یہ یقین کرنے پر تیار نہیں تھا کہ میری ذوالناس کسی کے سامنے کمزور بھی پڑ سکتی ہے۔

"ہاں یہ سچ ہے بالکل اس روشن ستارے کی طرح جو تاریک آسمان پر طلوع ہو کر اپنے معبود کی تسبیح کرتا ہے۔ دجلہ کے پانیوں کی حقیقت کی طرح شفاف ہے اور اس پہاڑ کی طرح ٹھوس بات ہے۔ میں ابلاق پر حاوی نہیں ہو سکتی۔" ذوالناس نے مرتعش لہجے میں کہا تو اس کے پورے بدن پر لرزا طاری

ہو گیا۔ وہ خوف سے چھوئی موئی پودے کی طرح اپنی پنکھڑیوں میں سکڑنے لگی۔ اس لمحے مجھے وہ ایک عام سی خاکی دوشیزاؤں کی طرح لگی جن کی شرماہٹ اور نازکی سے پوری کائنات جھوم اٹھتی ہے اور جن کی معصومیت و سادگی اور ملاحت کی حسرت جن زادیاں کرتی ہیں اور جو خوف کے عالم میں سانسیں دبا کر اپنی عصمت کی قبا میں چھپ جاتی ہیں۔

"ذوالناس۔ تم گھبرا کیوں رہی ہو؟ کیا تمہیں ابلاق کا خوف ہے؟" میں نے اس کی تسلی کے لئے پوچھا۔

"ہاں میرے ہامہ۔ ابلاق ایک خطرناک، سفاک اور علوم طاغوت کا رسیا ایسا ماہر عفریت ہے جس کے آگے بڑے بڑے علوم کے ماہروں کے چراغ نہیں جلتے۔"

ذوالناس کی بات سن کر میں الجھ گیا اور کہا۔ "ذوالناس تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ تم نے کہا کہ ابلاق اس وقت مواط کی قید میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مواط ابلاق سے بھی زیادہ طاقتور ہے لیکن اگر مواط اتنا طاقتور ہے تو پھر وہ احقاف سے بھاگ کیوں گیا تھا۔ وہ جنات کو مار کیوں نہیں دیتا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں، میری ذوالناس جنات سے زیادہ افضل اور طاقتور ہستی ہے۔ اگر ذوالناس کسی کے سامنے کمزور ہو گی تو پھر جنات میں اتنی طاقت کہاں۔" میں نے ذوالناس کی بات کو رد کر دیا اور پوچھا۔ "ذوالناس مجھے اس قدر نہ الجھاؤ اور حقیقت بتاؤ کہ اصل وجہ کیا ہے۔ کیونکہ میں تمہیں بے بس نہیں پاتا۔"

ذوالناس نے سرد آہ بھری اور کہکشاؤں بھرے آسمان کو دیکھ کر بولی۔ "اے ہامہ۔ میں سچ کہہ رہی ہوں کہ میں ابلاق کے آگے بے بس ہوں مگر تم یہ جان لو اطمینان رکھو کہ میں مواط کے سامنے بے بس نہیں ہوں۔"

"یہ کیا ہوا ذوالناس۔" میں نے کہا۔ "اگر ابلاق تم پر حاوی ہے تو جو ابلاق پر مسلط ہوگا تم اس سے مبرا کیسے ہو سکتی ہو؟"

"یہ بھی ایک حقیقت ہے میرے عزیز۔ اگر تم کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ تو میں تمہیں سمجھا دیتی ہوں کہ وہ کیسی مجبوریاں ہیں جنہوں نے مجھ سے میری ہمت اور طاقت چھین لی ہے۔" یہ کہہ کر ذوالناس کچھ دیر کے لئے رکی۔ پھر میری آنکھوں میں اپنی نظریں جما کر بولی۔

"تم ذوالناس کے بھید نہیں جانتے ہامہ...... تمہاری ذوالناس تمہارے لئے ایک پراسرار ہستی ہے۔ تم سوچتے تو ہو گے کہ کیا کوئی مخلوق ایسی بھی ہے جو جنات سے بھی مخفی ہے۔ مگر اے میرے ہامہ۔ رب ذوالجلال نے کتنی دنیا کو آباد کیا ہے اور ان دنیاؤں کی مخلوقات کہاں رہتی ہیں۔ وہ کیا کھاتی ہیں اور ان کے ذمہ رب کائنات نے کیا کیا ذمہ داریاں لگائی ہیں، اے ہامہ! یہ رب کائنات کی

حکمتیں ہیں جنہیں وہ دکھانا چاہتا ہے وہ اپنی قدرت سے علم عطا کرتا اور ایسی بصیرت عطا کرتا ہے جس کے ذریعے ہم اس مخلوق اور دنیا کو دیکھ سکتے ہیں۔ پس اے ہامہ۔ میں بھی عقل سے ماورا ایک مخلوق ہوں جو تم جیسی ہے' انسانوں جیسی ہے' لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنی دنیاؤں اور اپنے وجود کی حقیقت سے فی الحال آگاہ نہیں کروں گی۔ ہاں تمہاری یہ الجھن دور کرنے کے لئے بتا رہی ہوں کہ ابلاق مجھ پر حاوی کیوں ہو گیا تھا۔ تو سنو میرے عزیز! ابلاق قہر زدہ جن زادہ ہے۔ کوہ دماوند پر اس کی دہشت سے لرزہ طاری رہتا تھا۔ اس نے اپنے قبیلے کو اپنی حدود میں بند کر کے رکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے قبیلہ کا کوئی فرد جنات کے دوسرے قبائل میں جائے اور مارا جائے۔ اس کے باوجود کوہ البرز کے جنات سے اس کی دشمنی چلتی تھی۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ ابلاق نے ہزاروں جن زادیوں سے شادیاں کیں اور اس کی اولاد کتنی ہے، وہ خود بھی نہیں جانتا۔ ابلاق ایک غضب ناک درندہ صفت اور ہوس گیر جن زادہ ہے۔ ایک روز وہ بابل کی ایک خوبصورت لڑکی پلوشہ پر فدا ہو گیا۔ اے میرے ہامہ! وہ یکتا تھی۔ میں بھی بھی اس کا حسن وروپ چرا کر تم سے بھی ملنے آتی تھی۔ یہ روپ میرا نہیں بلکہ یہ مادی پیرہن ہے جو میری روح نے اوڑھا ہوا ہے۔ پلوشہ ینوع کے چشمہ کے پانیوں کی طرح شفاف، ریشم کی طرح نازک، کہکشاؤں کی طرح روشن تھی۔ اس کا حسن دل گرفت تھا۔ ابلاق نے اسے دیکھا اور اس سے شادی کا تقاضا کرنے لگا لیکن پلوشہ اس کے دام میں نہیں آئی۔ اس ظالم نے اس پر جبر کیا اور اپنی طاغوتی طاقتوں سے اس نازک پھول کی پنکھڑیاں بکھیر کر رکھ دیں وہ پھول سی لڑکی مرجھا گئی۔ مجھے اس کا رنج ہوا اور میں زندگی میں پہلی بار غضب ناک ہو گئی۔ مجھ سے پلوشہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ پس میں ظاہر ہو گئی ابلاق پر......اور اسے للکار دیا...... میرے ہامہ۔ میرا جس مخلوق سے تعلق ہے اس کے قوانین بے انتہا سخت ہیں ہمیں قطعی اجازت نہیں ہے کہ کسی طاغوتی علم کے ماہر اور سرکش جنات پر ظاہر ہو کر اس پر حملہ کریں۔ پس میں اپنی روح لطیف کے ساتھ اس پر ظاہر ہوئی اور میں نے اس کو پہاڑوں سے نیچے گرا دیا۔ ابلاق بھی میرے آگے تن کر کھڑا ہو گیا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ ابلاق اتنی قوت و جبروت والا ہے۔ پس میں غلطی کر گئی۔ ابلاق نے بہت جلد مجھے قابو کر لیا اور اس سے قبل کہ وہ مجھے مار ڈالتا اس نے مجھ سے میری حقیقت دریافت کی۔ اسے جب میرے بارے معلوم ہوا تو اس نے مجھے مارنے کی بجائے مجھے زندہ چھوڑ دیا مگر مشروط طور پر...... اس نے مجھ سے میرا ایک راز گروی رکھ لیا۔ یہ راز علم کی ایک گتھی ہے۔ وہ اسے پڑھتا ہے تو میں بے بس ہو جاتی ہوں۔ جہاں بھی ہوتی ہوں علم کی اس ڈور سے مجبور ہو کر کھچی چلی آتی ہوں۔ آج بھی میں ابلاق کے بلاوے پر آئی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ پس میں اتنا جانتی ہوں کہ وہ مجھے یہاں بلانے کے بعد خود کہیں غائب ہو گیا ہے۔

میرے ہامہ مجھے یقین ہے کہ ابلاق تمہیں دیکھ کر چھپ گیا ہو گا۔ اسی لئے تو مواط کی بو بھی یکدم عنقا ہو گئی اور تم لاچار ہو کر اس پہاڑ پر آ کر بیٹھ گئے۔ یہ وہی لمحات تھے جب میں ابلاق کی گرفت سے نکلی تھی۔ پس اے میرے ہامہ۔ تو جلدی سے ابلاق کو ختم کرنے کے لئے اپنے قدم آگے بڑھا۔ لیکن یہ جان لے کہ ابلاق علم و گیان میں دو آتشہ ہے۔ وہ عفونت ہے۔ مواط اس کے سر پر مسلط ہے۔ اے ہامہ...... میں نے تجھے بابل کی بدلی ہوئی فضاؤں اور اس میں چھپے دشمنوں سے آگاہ کر دیا ہے اب تجھے کیا کرنا ہے تو اپنا فیصلہ مجھے سنا دے۔" ذوالناس خاموش ہو گئی۔ فکرمندی کے بادل اس کے روشن چہرے پر تاریکیاں ڈال رہے تھے۔

میں نے کہا۔ "ذوالناس! کیا تجھے اپنے ہامہ کی طاقتوں پر بھروسہ نہیں ہے۔ کیا تو نہیں جانتی کہ طاغوت کا چراغ حق و نور کے اجالوں کے سامنے ماند پڑ جاتا ہے اور ایک ہی پھونک سے بجھ جاتا ہے۔ اے میری ذوالناس...... ہم صدیوں سے انسانی تاریخ کو پڑھتے آ رہے ہیں اور ہمارا تجربہ اور مشاہدہ ہمیں حق پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہم نے آج تک حق کو جھکتے اور ہارتے نہیں دیکھا۔ پس تو یہ جان لے ذوالناس کہ ہم حق پر ہیں تو ہمیں ابلاق اور اس کے آقا کبھی شکست نہیں دے سکتے۔"

میری باتوں نے ذوالناس کی ڈھارس بندھائی۔ وہ خاصی دیر تک میرے پاس رہی۔ میں نے اسے جانے کے لئے کہا تو وہ بولی۔

"میں چلی جاتی ہوں' اگرچہ میرا دل نہیں چاہتا...... مگر جب تک ابلاق مر نہیں جاتا میں یہاں دوبارہ نہیں آ سکتی......"

ذوالناس مغموم چہرہ لئے مجھ سے رخصت ہو گئی۔ یہ میرا پہلا معرکہ تھا جس کے دوران مجھے ذوالناس کے معجزہ بن کر آنے کی امید نہیں تھی۔ ذوالناس کے جانے کی بعد میں اس سرخ پتھر پر دوبارہ بیٹھ گیا اور اپنے گرد حصار قائم کر لیا۔ میں مکمل یکسوئی سے با آواز بلند ورد کرنے لگا۔ میری آواز کوہساروں پر گردش کرنے لگی اور جوں جوں میری آواز اونچی ہونے لگی مجھے احساس ہوا کہ بابل کی فضاؤں پر طاری طاغوت کے پردے تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ رہے ہیں اور ہواؤں کی مخلوق ظاہر ہونے لگی ہے۔ میں نے ورد پڑھنا ترک نہ کیا بلکہ اسے اور تیز کر دیا۔ کچھ ہی دیر بعد ساری ہوائی مخلوق مجھ پر آشکار ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مواط کی ناگوار بو میری حسیات کو چھونے لگی اور مجھے جلد معلوم ہو گیا کہ مواط اس وقت یہیں کہیں موجود ہے۔ میں نے اس کے مقام کا تعین کیا اور اللہ کا نام لے کر حصار سے باہر نکل آیا۔ میں جونہی حصار سے نکلا غول ابلیس ہاتھوں میں کوہستانی ہڈیاں پکڑے ہوئے پہاڑ پر پھیلے ہوئے نظر آئے۔ وہ کوہستانی ہڈیاں لہرا کر میری طرف بڑھے۔ میں نے جواباً اپنی قوتوں کو

مجتمع کیا اور آگ کا وہ کوڑا جلد ہی میرے ہاتھوں میں آ گیا جس کی زبان سے سرخ سیال اور جہنمی آگ کی لپٹیں کسی ناگ کی طرح نکل رہی تھیں۔ غول ابلیس میرے ہاتھ میں کوڑا دیکھتے ہی چلانے لگی اور ہڈیاں چھوڑ کر بھاگنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ آتشی کوڑا انہیں جہنم رسید کر دے گا۔ غول ابلیس میں ہڑبونگ مچ گئی مگر جب وہ پہاڑ سے اتر کر بھاگنے لگی تھی کہ ان کے سروں پر ایک قیامت نازل ہوگئی۔ یہ کوئی عفریت تھا جس کی گرجدار آواز سن کر پہاڑ نے بھی جھرجھری لی تھی۔

''ٹھہرو۔ ابلیس کی بدروحو! تم ایک معمولی جن سے ڈر کر کہاں بھاگ رہی ہو......''

''اے ابلاق۔ کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ جنات کے بیٹے ہامہ نے آتشی کوڑا پکڑا رکھا ہے۔ یہ وہ کوڑا ہے جسے دیکھ کر ہمارا باپ ابلیس بھی بھاگ جاتا ہے۔ پس تو ہمیں جانے دے۔''

ابلاق نے قید وافتاد سے بھرا قہقہہ بلند کیا اور دھاڑا۔ ''بابل کی ہواؤں کے باسیو، کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری پشت پر مواط کھڑا ہے اور تمہارے سروں پر ابلاق کا سایہ ہے۔ پس تم ڈٹ جاؤ اس سورج کے مقابل۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ تم پر کیسے کوڑا اچھالتا ہے۔''

ابلاق سراپا آتش تھا' تاریک وسیاہ اور طاغوت کے غبار سے بھرے ہوئے گہرے دھوئیں کی مانند اس کا وجود بے کراں کوہسار کو ڈھانپ چکا تھا۔ میں نے اس کی بات سن کر زوردار نعرہ مارا تو غول ابلیس ایک بار پھر تھرا کر بھاگنے لگی۔ میرے نعرہ کی بازگشت کوہ ابوقبیس تک سنی گئی تھی۔ میرا وحشیانہ نعرہ ابلیس کے کلیجے کو چیر کر رکھ دیتا تھا۔ غول ابلیس خوف زدہ ہو کر ایک دوسری پر گری اور بھاگنے ہی والی تھی کہ میں نے آتشی کوڑا ان پر برسا دیا چند ہی لمحوں میں ان کے وجود غلاظت خاکستر ہو کر رہ گئے اور جو کوڑے کی زد میں آنے سے رہ گئی تھیں وہ دہائی دیتی ہوئی کہنے لگیں۔ ''اے ابلاق ہمیں ہامہ کے قہر سے بچالے۔''

ابلاق نے اپنے وجود کو پکڑا اور خود کوہسار پر کود آیا...... وہ طاقت و گھمنڈ اور غضب و آفت کا کوہ گراں تھا۔

''اگر تو ابلاق ہے تو آج اس پہاڑ پر تیرے وجود کی خاک اڑتی پھرے گی۔'' میں نے اسے جلال وقہر سے للکارا۔

''اور اگر تو ہامہ ہے۔ تو سنو...... آج میں تیرا سارا غرور خاک میں ملا دوں گا۔ تیری صدیوں کی ریاضت غرق کر دوں گا۔ تیرا غرور سے تنا ہوا سر ابلیس کے قدموں میں جھکا دوں گا۔'' ابلاق اپنی کمینہ صفت زہر خندگی سے بولا اور مجھ پر حملہ آور ہوگیا۔

مدتوں بعد...... میں نے اس جیسا شہ زور دیکھا تھا۔ وہ آگ ہی آگ تھا۔ غضب ہی غضب' قہر سے بھرا ہوا' علوم کی آتش کندن نے اسے پختہ کار بنا دیا تھا۔ مواط کی طاغوتی طاقتیں بھی اسے

حاصل تھیں۔ اس کے حملے میں بے پناہ جارحیت تھی۔ وہ مجھے رگیدتا ہوا پہاڑ سے نیچے لے آیا اور پھر اس نے مجھے فضا میں بے بس بے وزن پتھر کی طرح اچھال دیا۔ مگر خود بھی ساتھ تیرتا ہوا آیا تھا۔ میرا کلیجہ منہ کو آ گیا تھا۔ کسی نے مجھے اتنی بے توقیری کے ساتھ نہ مارا تھا۔ اس نے مجھے سنبھلنے ہی نہ دیا۔ فلک زیریں کے محافظ جنات نے مجھے فضا میں اس طرح اچھلتے دیکھا تو ان کی کمانیں ابلاق کی طرف تن گئی تھیں۔ ان کے زہریلے تیر اس کے وجود کو چھلنی کرنے کے درپے تھے ان کے آتشیں کوڑے اس کے بدن کو کھال کھینچنے کو بے تاب ہو گئے تھے۔ مجھے ایک جھلک اپنے قبائل کی بھی نظر آ گئی تھی۔ وہ سب زبان دانتوں میں دبا کر دم بخود یہ دیکھ رہے تھے کہ آسمان پر یہ کیسی برق ہے جو ہامہ پر گر رہی ہے' جن زادیوں کے نوحے فضاؤں میں بلند ہو گئے تھے۔ مجھے کہیں دور سے شانور کی چیختی چنگاڑتی آواز بھی سنائی دی تھی۔

''ہامہ...... ہامہ...... میں آ رہی ہوں۔''

شانور کی آواز سن کر جنات میری مدد کو دوڑے تھے مگر عبداللہ سلمان کی آواز نے ان کے پروں کو اڑان پکڑنے سے پہلے ہی جکڑ لیا تھا۔

''ٹھہرو...... مت آگے بڑھو' یہ ہامہ ہے۔ اسے کمزور نہ سمجھو۔ یہ خود دشمن پر غالب آئے گا۔''

ابلاق سراپا برق ورعد بن کر مجھے آسمان کی بلندیوں پر لے گیا اور مجھے پورے کرہ ارض میں مار مار کر پھینکتا رہا۔ یہ سچ ہے کہ میں اس جارحیت کا منہ توڑ جواب نہیں دے سکا تھا۔ دراصل اس نے مجھے سنبھلنے ہی نہیں دیا تھا۔ مخلوق جنات کو یقین ہو گیا تھا کہ آج ہامہ...... زندہ نہیں رہے گا۔ میں نے محسوس کیا کہ ابلیس دشت مردار میں کھڑا دانت نکال رہا ہے۔ میرا بیٹا ناسور تالیاں پیٹ رہا ہے۔ میری ماں۔ میرا باپ...... سب ابلاق کو شہ دے رہے تھے اور اسے کہہ رہے تھے۔ ''اسے مارو...... اتنا مارو کہ یہ اپنے تکبر کی آگ میں ہی جل کر مر جائے۔''

''اے ہامہ۔ دیکھو۔ وہ روشنیوں کا شہر ابکتانا۔ جسے ابن آدم نے آباد کیا اور مجھے اور میرے پورے قبیلہ کو یہاں سے مار مار کر بھگا دیا تھا۔ آج میں اس شہر آدم کو اس کی فصیلوں سمیت غرق کر دوں گا اور ایک ایسا طوفان برپا کروں گا جو تجھے جلا کر تیری راکھ سے پیدا کروں گا۔ میرا آقا مواط کوہ دماوند پر آ کر ایک بہت بڑا معبد تعمیر کرے گا اور پوری دنیا پر ابلیس کی حکمرانی ہوگی۔''

بدقسمت ابلاق اپنی طاقت کے تکبر میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس دوران ہی مجھے اپنے حواس بحال کرنے کا موقع مل گیا۔ گویا میں سنبھل گیا تھا اور پھر میں نے اپنی طاقتوں کے سیل رواں کے پٹ کھول دیئے اور ابلاق کو آسمان کی بلندیوں تک اچھال دیا۔ پھر برق کی رفتار سے اس کے پاس پہنچا اور اس کے بالوں کو پکڑ کر اسے اپنے سر پر اتنے زور سے گھمایا کہ اس کا وجود نجس بھر بھری مٹی کی طرح

فضاؤں میں بکھرنے لگا۔ میں نے ابلاق کو زیادہ دیر تک سنبھلنے نہیں دیا۔ میں اسے مارتا ہوا کوہ دماوند تک لے آیا اور اسے پہاڑ پر کھڑا کر کے اپنے علوم کے جال میں باندھ دیا۔

نخوت و تکبر کا پیکر...... غضب و قہر کا مظہر...... رذیل جنات ابلاق کسی خارش زدہ جانور کی طرح کوہ دماوند کی چوٹی پر سکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت جاگ رہی تھی۔ مگر وہ بے بس تھا۔ میں نے اپنے علوم کی طاقت سے اس کی پور پور کو باندھ دیا تھا۔ اس کی بے بسی پر ارض و سما کے جنات اور غول ابلیس دانت نکوس رہے تھے۔ غول ابلیس تماشائے عبرت دیکھ رہی تھی۔ اس کا آقا عزازیل دور کوہ جرمون پر بسیرا کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس روز اگر وہ میرے قریب ہوتا تو شاید وہ میرے غضب کی آگ میں جل جاتا۔ مگر وہ تو شاطر درندے کی طرح...... چھلاوے کی مانند میری دسترس سے دور نکل گیا تھا۔

میں نے ابلاق کے منہ پر پاؤں سے زوردار ضرب لگائی اور وہ ڈکراتا ہوا کوہ دماوند پر پہلو کے بل گر گیا۔ اس کی نظریں ابگتانا کے روشن پہلودار فولادی قلعے کی جانب اٹھ گئیں جہاں روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ فصیل شہر کے میناروں میں آگ جلا دی گئی تھی اور پورے شہر کو اندھیروں کے تسلط سے آزاد کرا دیا گیا تھا۔

میں نے ابلاق کے پہلو میں ٹھوکر ماری اور غضبناک انداز میں کہا۔ ”اے شیطان مردود کے پیروکار، کہاں گئی تیری وحشت...... کہاں گیا تیرا علم و گیان۔ دیکھ لو ظالم اور متکبر جن زادے! اس شہر نگاراں کو دیکھ۔ یہ جاگ رہا ہے۔ روشنیوں اور خوشبوؤں سے بھرے اس شہر کو اپنی آگ سے جلانا چاہتا تھا۔ آج دل بھر کر حسرت بھری نظروں سے آخری بار اسے دیکھ لے۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے تمہاری ناسور اور آتش جہنم میں سلگتی گنہگار آنکھوں کے چراغ بجھا دوں گا۔“

میری آواز سناٹوں کو چیرتی ہوئی زمین کے کونے کونے میں پہنچی تھی۔ قہر میں ڈوبی میری آواز میں ایسا سحر تھا کہ غول ابلیس تھرتھراتی ہوئی اپنے اپنے ٹھکانوں میں دبک گئی۔ اس کی وحشیانہ چیخوں اور بین و نوحوں سے فضائیں مکدر ہو گئی تھیں۔ ان کی نحوست سے بھری آوازوں کی ناگواری نے میرے جنات کو برانگیختہ کر دیا اور وہ اپنے آتشی کوڑے لے کر ان پر لپک پڑے۔ تاریک آسمان جنات کے کوڑوں کی برق سے جگمگانے لگا۔ ہر سو رعد و برق کی دھاڑ سنائی دینے لگی۔

میں نے ابلاق کے سینے پر پاؤں رکھا تو وہ کسمسانے لگا۔

”ابلاق...... اب میں تمہارا قصہ ختم کر رہا ہوں۔“ جب میں نے یہ کہا تو اس کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ میں تلملا گیا۔ میں نے آتشی کوڑا فضا میں لہرایا تو اس کی استہزائیہ سرگوشی

نے لمحہ بھر کے لئے میرے ہاتھ منجمد کر دیئے۔

”ہامہ...... تو مجھے قتل نہیں کر سکتا۔“ میرے علوم نے اس کی قوت گویائی تقریباً سلب کر لی تھی لیکن اپنی سانسوں کی روانی کے ساتھ وہ سرگوشی کے انداز میں بول سکتا تھا۔

”ابلاق، یہ تیرا وہم ہے کہ میں تجھے مار نہیں سکوں گا۔“ میں نے دوبارہ کوڑا لہرایا اور زیر لب کچھ پڑھنے لگا۔ پھر میں نے کوڑا اس کے بدن پر مارا تو کوہ دماوند ابلاق کی وحشیانہ چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کی آواز میں کرب ناگہانی تھا۔ شہر ابگتانا میں بھی اس کی چیخ سنی گئی تھی۔ فصیل شہر پر روشن آتش کدوں میں آگ کے مینارے بھی یک لخت مدھم سے ہو گئے تھے۔ ابلاق کا بدن آتشی کوڑے سے جھلس گیا تھا اور اس کی ناگوار اسڑاند پورے ماحول میں پھیل گئی تھی۔ میں نے دوسری بار کوڑا لہرایا ہی تھا کہ ایک درد سے بھری اذیت ناک چیخ میری سماعت سے ٹکرائی۔

”ہامہ......“

آواز مانوس اور میری رگ رگ اس سے آشنا تھی۔

”ذوالناس!“ میں زیر لب بڑبڑایا۔ کوڑا ہواؤں میں ساکت جامد ہو گیا۔ میں نے آواز کے تعاقب میں دیکھا۔ ذوالناس دکھائی نہیں دی۔

”ہامہ اسے جان سے نہیں مارو...... ورنہ تمہاری ذوالناس بھی مر جائے گی۔“

شدت و کرب میں مبتلا آواز نے مجھے بت بنا دیا۔ رگوں میں آتش رواں جیسے برف کی مانند یخ ہو گئی ہو۔

ذوالناس کی خوشبو میرے قریب آ رہی تھی اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ کوہ دماوند پر نمودار ہوئی۔ اس کا اجلا اجلا پیرہن انتہائی بوسیدہ تھا۔ کچھ وقت پہلے جب وہ بابل کے کوہسار پر مجھے ملنے آئی تھی تو وہ خوش جمال پری وش چہرہ ترو تازگی کا مظہر تھا لیکن اب وہ ایسے لگ رہی تھی جیسے صدیوں کی بیمار ہو۔

وہ خوفزدہ سی ہو کر ابلاق کو دیکھنے لگی جو شدت کرب سے کراہتے کراہتے یکدم خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ابلیسی چمک پیدا ہوئی اور لبوں پر زہرناک مسکراہٹ تیرنے لگی۔

”ہامہ...... مجھے ایک کوڑا اور مارو۔“ اس نے ذوالناس کو دیکھتے ہوئے مجھے طنز کیا۔

”نہیں ہامہ...... اسے مت مارنا۔“ ذوالناس تیزی سے بولی۔ ”یہ تیرے کوڑے کی دوسری ضرب برداشت نہیں کر سکے گا۔ اور اس کے مرتے ہی میں بھی مر جاؤں گی اور اگر میں اس حالت میں مر گئی تو قیامت تک عذاب میرا مقدر ٹھہر جائیں گے۔ اے ہامہ میں جہنم کا ایندھن نہیں بننا چاہتی۔“

ابلاق اپنی کمینگی اور خباثت کے ساتھ گویا زندہ ہو گیا۔ میں نے اسے ایک زوردار ٹھوکر لگائی اور وہ شدت کرب سے تلملانے لگا۔

’’ذوالتاس...... میں اسے ماروں گا نہیں تو یہ اپنی طاغوتیت سے تباہی پھیلا دے گا۔‘‘ میں نے کہا۔ میں نے ابلاق سے کہا۔’’او دشمن خدا...... ذوالتاس کی جان چھوڑ دو...... اور اس کا راز واپس کر دو۔‘‘

میری سادگی پر ابلاق کے چہرے پر مسکراہٹ پیدا ہوئی تو ذوالتاس کہنے لگی۔’’ہامہ یہ راز اس طرح نہیں لیا جائے گا۔ یہ راز علم کی گتھی ہے جو اس کے ذہن میں محفوظ ہے۔ اس کے ذہن میں سے وہ علم نکال دو۔‘‘

میں الجھی نظروں سے ذوالتاس کی طرف دیکھنے لگا تو وہ بولی۔’’ہامہ...... یہ بڑا مشکل مرحلہ ہے۔ مگر جب تک تم اس کے بدن سے میرے علوم کا راز...... اور اس کا طلسم ختم نہیں کرو گے میں اس کی دسترس سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ مر گیا تو میں بھی اس کے ساتھ مر جاؤں گی۔‘‘

میں اس کی مجبوریاں سمجھ گیا تھا لہٰذا میں نے پوچھا۔’’ذوالتاس تجھے معلوم تو ہو گا کہ یہ راز اس سے کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔‘‘

’’اے ہامہ...... یہ کوہ دماوند وہی جگہ ہے جہاں اکبتانا کے والی کیومرث نے ابلاق کے خاندان کو مار کر بھگایا تھا۔ کیومرث ایک شجاع اور علم و گیان کا ماہر تھا۔ اس کا یہ علم اس کے بیٹوں میں بھی منتقل ہو گیا۔ اس کا پوتا ہوشنگ یہ علم جانتا ہے۔ وہ دیکھو شہر اکبتانا۔ جس کی روشنیاں بھڑک بھڑک کر آسمان کو چھو رہی ہیں۔ اس شہر کی روایت ہے کہ ہر سال جشن سدہ منایا جاتا ہے۔ اس جشن کا مقصد آگ کے اس روز کی یادیں تازہ کرنا ہے جب کیومرث نے پتھروں کو رگڑ کر آگ جلائی تھی۔ جو آگ فطری طور پر جلائی جاتی ہے وہ جنات کی موت ہوتی ہے۔ جنات اس سے ڈرتے ہیں۔ ہوشنگ کے پاس ایک ایسا فولادی ہتھیار ہے جس کی نوک جشن سدہ کے روز آگ میں جلا کر تپائی جاتی اور اس سے جنات کا سینہ چھید دیا جاتا تھا۔ اسی فولادی تیر پر طاغوتی علم پڑھ کر اس سے ابلاق کے بدن کو چیر چیر کر اسے بے سدھ کر دیا جائے اور اس کے عملیات کے ذریعے اس کے اندر سے علوم کی طاقت نکال لی جائے تو میں اس کی دستبرد سے آزاد ہو جاؤں گی۔‘‘

ذوالتاس کی باتیں سن کر میں پریشان ہو گیا۔ میں نے اسے کہا۔’’ذوالتاس یہ تو مشرکانہ عقائد ہیں۔ میں ان پر عمل نہیں کروں گا۔‘‘

میری بات سن کر ذوالتاس کا چہرہ اتر گیا۔ وہ مہین آواز میں بولی۔’’ہامہ کیا تم نہیں چاہتے کہ میں دوبارہ زندہ ہو جاؤں۔ آزاد ہو کر تمہارے پاس آیا کروں۔ ہامہ، میں بہت اذیت میں ہوں۔ میں اس روشن ستارے کی مانند ہوں جو اب اندھیروں میں کھو رہا ہے۔ خدا کے واسطے مجھے بچا لو۔‘‘ ذوالتاس یک دم اپنا سینہ تھام کر کوہ دماوند پر گر گئی۔ میں اس کی جانب لپکا۔ ابلاق نے وحشت ناک

قہقہہ بلند کیا۔ مجھے یوں لگا جیسے اس کی آواز کھل گئی ہو۔ میری اسیری طاقتوں کی گرہیں کمزور ہو گئی ہوں۔ میں نے اس کی جانب دیکھا تو اس کی تیوری بدلے ہوئے تھے۔

اسی لمحہ ذوالتاس کی کانپتی ہوئی آواز گونجی۔’’ہامہ...... ابلاق ہوش میں آ رہا ہے۔ اس نے جان لیا ہے کہ میں اس کی دستبرد سے آزاد ہونے والی ہوں۔ اس نے اپنے علم کے زور پر کھینچ ماری ہے۔ لگتا ہے میرے دل کو اس نے اپنے قابو میں کر لیا ہے۔‘‘ یہ کہہ کر ذوالتاس ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی اور میں ہیجان و کرب میں مبتلا ہو کر پریشانی سے سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا ہو گا مجھے کچھ اور سمجھ نہ آیا تو میں نے ابلاق کو پیٹنا شروع کر دیا اور مار مار کر اسے نڈھال کر دیا۔ مجھ پر وحشت طاری ہو گئی تھی۔ اس دوران مجھے احساس ہوا کہ میں جنات کی فطری رعونت اور انا کی غضبناکی کا اسیر ہو گیا ہوں۔ انسانوں میں رہتے ہوئے میں نے جو عقل سیکھی تھی اسے بھول گیا ہوں۔ اس احساس کے ساتھ ہی میں نے ہاتھ روک لئے اور میں نے اپنے علوم کے ذریعے ابلاق کو ایک بار پھر قابو کرنے کے لئے خود کو تیار کیا۔

میں نے ابلاق کے گرد حصار کھڑا کر دیا۔ پھر ذوالتاس کے پاس پہنچا جو ابھی تک تڑپ رہی تھی۔ میں نے اس کے گرد بھی حصار باندھ دیا اور دونوں سے چار قدم دور بیٹھ کر ایک علم کی جوت جگانے لگا۔ میں کچھ دیر تک خاموشی سے زیر لب پڑھتا رہا۔ پھر میری آواز کے پر نکلنے لگے اور پر اسرار علوم کی طاقتیں پرواز کر کے ابلاق کے حصار میں داخل ہو گئیں اور اس کا بدن چاٹنے لگیں۔ میری طاقتیں اس کے بدن میں خندقیں کھود کھود کر داخل ہونے لگیں اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ کسمسا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے اسے علوم کی طاقتوں سے باندھ دیا اور اس کی آنکھوں اور کانوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ بلاق کی اندرونی کیفیات کو اپنے قابو میں کرتے ہی میں نے ذوالتاس کی طرف پھونک ماری تو اس کے حصار کے پاس نیلا دھواں پیدا ہو گیا۔ دھوئیں میں جگنوؤں کی مانند روشنیاں تیر رہی تھیں جو والتاس کے اوپر رقص کر رہی تھیں۔

’’ذوالتاس اپنا سر اٹھاؤ۔‘‘

اس نے نقاہت کے مارے سر اٹھایا تو چھوٹی چھوٹی جگنو نما روشنیاں اس کی آنکھوں میں داخل ونے لگیں اور اس کے چہرے کی تر و تازگی بتدریج بڑھنے لگی۔

میں صدیوں کی طویل مسافتیں طے کر چکا تھا اور کبھی نہیں سوچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علوم کے جن خزانوں سے فیض یاب کیا ہے میں انہیں خرچ کر دوں گا تو رب جلال و قہار مجھے اپنی بے پناہ ازشوں سے بہرہ مند کرے گا۔

میں دیکھ رہا تھا کہ ارض و سما کے جنات کوہ جرموق میں اپنی خباثتوں میں مستغرق عزازیل اپنی

شوریدہ سر باغی اور سرکش لعین اولاد کے ساتھ میرا باپ۔ میرا بیٹا ناسور اور میری ماں سبھی یہ تماشائے حیرت دیکھ رہے ہوں گے افلاک کی وسعتوں میں تیرتی مخلوق ارض و پاتال میں بسیرا کی ہوئی دنیائیں بھی یہ نظارے دیکھ رہی تھی۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ فضاؤں میں ایک ساز فطرت گونج رہا ہے اور جن زادیاں، شانور جن کی صف میں نمایاں تھیں۔ میرے علوم کی کرشمہ سازی اور ان کے ظاہری اثرات دیکھ کر گیت گا رہی تھیں۔ میں اپنی اس کامیابی پر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا کہ اس نے اپنے گناہ گار جن زادے کو علم و حکمت سے نواز دیا تھا۔

میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو پوری کائنات کو سرشار پایا۔ ذوالتاس متبسم انداز میں حصار میں کھڑی تھی۔

''ہامہ...... ہامہ۔'' اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے۔ میں نے ابلاق کی جانب دیکھا کہ اس کے کان اور آنکھیں بند ہیں اور وہ حصار میں مردہ جانور کی طرح گرا پڑا ہانپ رہا ہے۔

میں نے ذوالتاس کا ہاتھ تھام کر اسے حصار سے نکالا۔ ''ذوالتاس تجھے میری مخلوق دیکھ رہی ہو گی۔''

وہ بولی۔ ''میں صرف تمہیں اور ابلاق کو نظر آ رہی ہوں۔ تمہاری مخلوق میں سے کسی کو یہ قوت حاصل نہیں ہے کہ مجھے دیکھ سکے۔''

اسی لمحہ مجھے محسوس ہوا کہ کوہ دماوند کی گزرگاہ پر بڑے الاؤ جلائے جا رہے ہیں۔ میں نے ذوالتاس کی توجہ اس طرف کرائی تو وہ پلک جھپکتے میں غائب ہو گئی اور پھر دوسرے ہی لمحے میرے پاس آ گئی اور کہا۔

''ہامہ...... ہوشنگ اپنے لشکر کے ساتھ آ رہا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے ابلاق کو قید کر لیا ہے۔''

کچھ ہی دیر بعد ہوشنگ اس جگہ پر آ گیا جہاں ہم کھڑے تھے۔ ہوشنگ کے علاوہ اس کے چند مصاحبین ہی ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں آگ کے بڑے بڑے تھال تھے۔

''اے عظیم جن زادے! تم نے ہم پر احسان عظیم کیا ہے۔ ہم برسوں سے ابلاق کی تلاش میں تھے۔ آج جب کوہ دماوند پر اس کی ہچکیاں سنیں اور فضاؤں میں گونجتے تمہاری فتح کے ترانے سے تو ہمارا دل وفور مسرت سے نہال ہو گیا۔''

ہوشنگ کے سر پر ہیروں سے مزین ایک بڑا سا تاج تھا۔ اس کا سینہ چوڑا اور بھرا ہوا تھا۔ پیشانی پر عجیب سا آفتابی نشان تھا جو رات میں چمک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں گہری اور جگر پاش تھیں۔

وہ ابلاق کے پاس پہنچا اور بولا۔ ''اے عظیم ہامہ! تو اس کا حصار ختم کر دے تاکہ ہم اپنے ازلی دشمن کو نیست و نابود کر دیں۔''

میں نے کہا۔ ''اے شہر اکبتانا کے وارث، عظیم کیومرث کے فرزند، کچھ دیر کے لئے ٹھہر جا۔ اسے ابھی قتل نہیں کرنا۔ اس کے قبضہ میں میری ایک عظیم ہستی کا راز ہے۔ اچھا ہوا کہ تم خود خبر پا کر یہاں آ گئے ورنہ میں کچھ دیر میں تمہارے پاس آنے والا تھا۔''

''اے ہامہ...... کہیں تمہارے دل میں اس کے لئے رحم تو نہیں آ گیا۔ تم اس کے قتل میں دیر کیوں کرنا چاہتے ہو؟'' ہوشنگ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''اے ہمارے آقائے پیش داد۔'' ہوشنگ کا ایک مصاحب آگ کا تھال آگے لے کر بڑھا اور بولا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ ابلاق کے اندر ایک نورانی علم کی گتھی ہے جو اس کے ذہن میں محفوظ ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہامہ اس علم کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

ہوشنگ کا مصاحب ایک نظر بیں صاحب علم انسان تھا۔ میں نے کہا۔ ''عظیم ہوشنگ کے مصاحب کا اندازہ درست ہے۔ میں نے ابھی اشارہ کیا تھا کہ ابلاق نے میری ایک عظیم ہستی کو یرغمال بنایا ہے۔ اس نے میری عزیز ہستی کا ایک راز اپنے ذہن میں دفن کر لیا ہے۔ اگر اس کو قتل کرنے سے پہلے وہ راز حاصل نہ کیا گیا تو میں اپنی اس عزیز ہستی سے محروم ہو جاؤں گا۔''

ہوشنگ بولا۔ ''تو پھر ہم اس وقت تک اس سفاک کو مہلت دیتے ہیں پس تم ہمیں بتا دو کہ اس سے یہ راز کیسے حاصل کرنا ہے۔''

میں نے اسے بتایا تو وہ قہقہہ مار کر بولا۔ ''اے ہامہ میں یہ طریقہ ضرور اختیار کروں گا۔ آؤ اسے اکبتانا لے کر چلتے ہیں۔ کل رات کو جشن سدہ منایا جا رہا ہے تمہیں زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔''

میں نے ابلاق کو اٹھایا اور ہوشنگ کے ساتھ اکبتانا چلے گئے۔ یہ شہر انتہائی کشادہ تھا۔ لکڑی اور پتھروں سے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ شہر میں جب داخل ہوئے ایک عجیب صورتحال پیش آئی۔ میں نے ایک بھاری بھرکم جانور دیکھا جو کسی انسان کا سدھایا ہوا تھا۔ ہم جونہی ہوشنگ میں داخل ہونے لگے وہ جانور غراتا ہوا ہوشنگ کی طرف آیا مگر پھر یکدم فضا کو سونگھنے لگا۔ اسی دوران اس جیسے چار جانور مزید اندر داخل ہوئے اور وہ بھی فضا کو سونگھنے لگے۔ میں نے یہ جانور پہلی بار دیکھے تھے۔ تنومند، طویل القامت تھے۔ ان کی آنکھیں طاغوتی تھیں اور سرخ زبان منہ سے نکالے وہ فضا میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر دوسرے ہی لمحے ہماری طرف بڑھے۔ میں بے اختیار ہو کر پیچھے ہٹا تو وہ جانور لپک لپک کر مجھ پر حملہ کرنے لگا۔ میں فوراً زمین سے اٹھ کر فضا میں بلند ہو گیا تو وہ

جانور اچھل اچھل کر فضا میں چھلانگیں لگانے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر ہوشنگ بہت محظوظ ہوا اور قہقہہ مار کر بولا۔

''اے ہامہ کیا تو نہیں جانتا یہ جانور کون ہے؟''

میں نے کہا۔ ''اگر میں جانتا ہوتا تو اس کی بے تابی ختم کر دیتا۔''

ہوشنگ نے کہا۔ ''میرے باپ کیومرث اور اس کے آباؤ اجداد سے یہ جانور ہم تک پہنچا ہے۔ اسے سگ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو خصوصیت دی ہے کہ یہ جنات اور شریری ہوائی مخلوقات کو دیکھ لیتا ہے۔''

میں اس کی بات سن کر اللہ کی شان پر عش عش کر اٹھا۔ ''سنو اے میرے ہمدم یہ سگ...... جسے تم...... کتے کے نام سے پکارتے ہو، اس کو یہ قوت حاصل ہے کہ ہوائی مخلوقات کو دیکھ کر بھونکنے لگتا ہے۔ پس اس روز ہمارے ساتھ بھی یہ تماشا ہوا تو ہم پر عقدہ کھلا کہ اللہ تعالیٰ نے معمولی معمولی مخلوقات کو کیسے کیسے ہنر اور طاقتیں عطا کی ہیں۔ ہوشنگ نے مجھے بتایا کہ کیومرث نے جب کوہ دماوند کو جنات سے خالی کرایا تو یہ سگ پہروں اس پہاڑ پر گھومتے رہتے تھے۔ یہ کیومرث کے محافظ اور جاسوس بھی تھے۔ ان جانوروں کی قوت شامہ' سامعہ بہت تیز ہے لہٰذا کونے کھدروں میں چھپے ہوئے جنات اور شریر ہوائی مخلوقات تک انہیں پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ ہوشنگ نے شہر ابکتانا میں کتوں کو سدھا کر چھوڑا ہوا تھا۔ گلی گلی میں اس نسل کے کتے بھاگتے پھرتے تھے۔ جونہی کسی جگہ کتوں کو ہوائی شیر مخلوق نظر آتی وہ مخصوص آواز میں بھونکنے لگتے تھے۔

ہوشنگ کہہ رہا تھا۔ ''اے میرے حبیب۔ شہر ابکتانا میں سگ بردار دستہ زوال وقت کے ساتھ ہی سرگرداں نظر آتا ہے۔ میرے باپ اور اس کے باپ کیومرث نے ان اسرار کشا درندوں کو تربیت دی اور آج ہمیں سرکش ابلیسی جنات کے عتاب و نحوست اور ان کی شرارتوں سے محفوظ رہنے میں مدد ملتی ہے۔''

میں نے پوچھا۔ ''میرے محسن اور ملتفت مہربان ہوشنگ...... کیا یہ درندہ جنات پر قوی ہے۔ کیا یہ انہیں کاٹ کھاتا ہے؟''

ہوشنگ نے زہر پاش نظروں سے سگ توانا کو دیکھا تو وہ اس کے قدموں میں گر گیا اور ہوشنگ کے تلوے چاٹنے لگا۔ ہوشنگ نے فلک شگاف قہقہہ لگایا اور بولا۔ ''یہ جانور جنات کو دیکھ سکتا ہے مگر انہیں کاٹنے کی قوت نہیں رکھتا۔''

ہوشنگ ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ بلند و بالا اور طویل کمرہ پُر ہیبت ماحول میں ڈوبا ہوا

تھا۔ اس کمرے کی ہیئت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کمرے میں تین چبوتروں پر انسانی ڈھانچے پڑے تھے اور ان کے سروں کے اوپر بڑے بڑے طاقوں میں آتش دان رکھے ہوئے تھے۔ آتش دانوں کے پاس ایک ایک محافظ کھڑا تھا جو ہاتھوں میں عجیب قسم کی اشیا پکڑے ہوئے تھے اور وقفے وقفے سے وہ اشیا آتش دانوں میں ڈال رہے تھے۔ جونہی وہ اشیا آتش دان میں ڈالتے، آگ یکدم بھڑک کر اوپر اٹھتی اور اس سے سرخ رنگ کا دھواں پیدا ہوتا جو بھاپ کی مانند کمرے کی فضا کو نم آلود کر دیتا اور اس سے عجیب سی سرمست' اعصاب شکن اور روح پرور مہک بلند ہوتی تھی۔

''اے جن زادے!'' ہوشنگ کمرے کے درمیان کھڑا ہو گیا اور مجھے مخاطب کرنے لگا۔

''ہامہ...... اے عظیم ہوشنگ، مجھے ہامہ کہتے ہیں۔'' میں نے اپنا نام بتاتے ہوئے کمرے کے طلسمی ماحول کا جائزہ لینا شروع کیا۔

''ہامہ...... یہ کمرہ طلسمات کیومرث ہے۔ میرے آباء سے اس کمرے میں آگ جل رہی ہے۔ یہ مقدس آگ ہے اور اس کے محافظ شہر ابکتانا کے لئے مقدس ہستیاں ہیں۔''

''یہ انسانی ڈھانچے کس کے ہیں؟'' میں نے طویل قامت ہڈیوں بھرے مجسموں کو دیکھا جن کے چہرے سے خشونت اور دبدبہ ظاہر تھا۔ یہ ڈھانچے عجیب سے تھے۔ ان کی ہڈیاں بہت نمایاں تھیں مگر ان پر گوشت کی باریک باریک تہیں جمی ہوئی تھیں اور لگتا تھا ان پر کوئی مسالہ لگایا گیا ہے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کمرے کے ایک جانب سے خاکستری رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ایک عجیب وضع قطع کا انسان اندر داخل ہوا۔ اس نے ہاتھوں میں ایک بڑا سا تھال پکڑا ہوا تھا جس میں مختلف رنگوں کے سفوف رکھے تھے۔ وہ ہوشنگ کے پاس آیا اور تھال ایک جانب رکھ کر عقیدت سے اس کے قدموں میں جھک گیا۔ پھر اٹھا اور نہایت نپے تلے قدموں سے انسانی ڈھانچوں کی طرف بڑھا۔ اسی لمحہ کمرے میں عجیب ساز آہنگ پیدا ہوا اور سرخ دھند کے مرغولوں جیسے شفاف و ملین اجسام نمودار ہوئے اور لہراتے لہراتے یکدم غائب ہو گئے۔ اس دوران وہ شخص انسانی ڈھانچوں کے پاس پہنچا اور تھال ایک بڑے چبوترے کے پاس رکھا اور ایک ڈھانچے کے قدموں میں سر رکھ کر بڑبڑانے لگا۔ پھر عقیدت کے ساتھ اس کے قدم چوم کر اٹھا اور تھال میں سے رنگ آمیز سفوف اس ڈھانچے کے بدن پر ملنے لگا۔ اس نے یہ عمل باقی چبوتروں پر رکھے ڈھانچوں پر بھی کیا اور اس کے بعد فارغ ہونے کے بعد اسی طرح نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

کمرے کی فضا میں اب مہک اور بڑھ گئی تھی۔ ہوشنگ نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بھی ان ڈھانچوں کی طرف بڑھا اور اس نے بھی عقیدت کے ساتھ انہیں سجدہ کیا اور پھر میرے پاس آ کر بولا۔

"یہ انسانی ڈھانچے...... میرے آباء کے ہیں۔ وہ دیکھو سب سے بلند اور بڑے چبوترے پر آقائے کیومرث سو رہے ہیں۔ ان کے دائیں جانب میرا باپ ہے۔ یہ سب میرے خاندان کے بڑوں کے مجسمے ہیں۔ شہر ابگتانا میں انہیں معبودوں کا درجہ حاصل ہے۔"

میں نے اس سے قبل انسانوں کے اس طرح کے ڈھانچے نہیں دیکھے تھے۔ میں نے کہا۔

"اے ہوشنگ تم نے اپنے آباؤ اجداد کے جسموں کو اس طرح کیسے قائم رکھا ہے؟"

وہ بولا۔ "آقائے کیومرث نے یہ علم مصر کے ایک شخص سے سیکھا تھا۔ اس کا نام حاتوق تھا۔ وہ مرنے والے انسان کو ایسے علوم اور مسالوں سے حنوط کرتا تھا کہ یہ قدیمی انسان آج بھی جیسے جاگتے انسانوں کی طرح سو رہے ہیں۔"

میں قریب گیا اور ہوشنگ کے آباؤ اجداد کو دیکھنے لگا۔ کیومرث کو دیکھ کر مجھے مسلا بل یاد آ گئے۔ یہ انسان بھی ان جیسی قد و قامت کا مالک تھا۔ اس کو دیکھتے ہی روح کانپ جاتی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ کیومرث کے بازوؤں پر لمبے لمبے بال تھے جو ابھی تر و تازہ دکھائی دے رہے تھے۔ انہیں دیکھ میں چونکا۔ یہ جنات کے بال تھے جو رسی کی طرح سخت اور لمبے تھے۔

ہوشنگ میری نظروں کو بھانپ کر بولا۔ "یہ بال ان جنات کے ہیں جنہیں کیومرث نے قید کیا تھا۔ یہ جنات آقائے کیومرث کے مطیع ہو کر یہاں بسیرا کرنے لگے تھے۔ یہ شہر اور یہاں کی عمارتیں تم دیکھ رہے ہو۔ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ انہی جنات کی تعمیر کردہ عمارتیں ہیں جنہیں کیومرث نے اپنا غلام بنایا تھا۔ اے ہامہ!" ہوشنگ نے میرے کاندھوں پر لٹکے ابلاق کو دیکھا اور غضب آلود لہجے میں بولا۔ "میں برسوں سے اس سرکش فطرت کا متلاشی ہوں۔ آقائے کیومرث نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ابلاق کے بال اتار کر اس کے بازوؤں پر نصب کروں گا۔" جنات کے بال کیومرث کے فولادی بازوؤں پر تمغات کی طرح آویزاں تھے۔

ہوشنگ نے کہا۔ "ہامہ اس کو اتار دو...... ہم اس کے اندر سے تمہاری امانت نکال کر اس کے بال اتار لیں اور پھر اس کو آتشدان کا ایندھن بنا دیں۔"

میں نے ابلاق کو کیومرث کے قدموں میں رکھا اور ہوشنگ لذت انگیز انگڑائی لے کر اس پر جھپٹا اور اسے یوں فضا میں اچھال دیا جیسے ابلاق کوئی معمولی سا بے وزن پتھر ہو۔ میں حیرت سے گنگ ہو گیا۔ ابلاق فضا میں بلند ہوا اور پھر اس سرخ دھند نے اسے جکڑ لیا تھا۔ ابلاق یکدم جیسے ہوش میں آ گیا۔ اس کی توانائیاں جیسے بحال ہو گئیں۔ وہ زخمی درندے کی طرح دھاڑتا ہوا مچلنے لگا تو سرخ دھند اس کے پورے بدن پر کسی کمبل کی طرح لپٹ گئی۔

ہوشنگ نے ہاتھ بلند کئے اور سلگتی آواز میں بولا۔ "اسے نیچے آنے دو۔"

مجھے گماں بھی نہیں تھا کہ ہوشنگ وہ کر ڈالے گا جس کی میں توقع بھی نہیں کر رہا تھا۔

ابلاق فرعون صفت اور درندگی کا مارا ہوا تھا۔ وہ کشادہ سینے کو پھیلاتا ہوا نیچے کودا اور ہوشنگ کی طرف غضبناک نظروں سے دیکھنے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ ہوشنگ نے ابلاق کی توانائیاں بحال کر دی ہیں۔ مجھے اس پر سخت غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا۔ اسے مائل بہ درندگی دیکھ کر میں آگے بڑھنے لگا تو ہوشنگ پھنکار کر بولا۔

"ٹھہرو ہامہ...... ہم نے خود ابلاق کو اس کی طاقت بخش دی ہے۔"

ہوشنگ خالص مردانہ لہجے میں بولا۔ "ہم نہیں چاہتے کہ ابلاق جیسا درندہ صفت جن زادہ کسی خارش زدہ جانور کی طرح ایڑیاں رگڑتا ہوا مر جائے اور دنیا کو خبر بھی نہ ہو کہ ہوشنگ نے اس رذیل جن زادے کو مار ڈالا ہے جسے آقائے کیومرث نہ مار سکے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ابلاق اپنی طاغوتی طاقتوں کے ساتھ ہمارا مقابلہ کرے۔"

ابلاق نے ہوشنگ کی بات سنی تو بلند قہقہہ مار کے بولا۔ "جس طرح تیرا باپ میرے غضب کو نہ سہہ سکا اور جس طرح تیرا دادا کیومرث مجھے مارنے کی حسرت میں خود مر گیا تو بھی اسی طرح مر جائے گا ہوشنگ۔"

ابلاق کی بے باکی اور دعوت مبارزت میں چٹانوں جیسی سختی اور بے خوفی تھی۔ میں اس کے لہجے سے ڈرا یا خوف زدہ نہیں ہوا تھا مگر مجھے ایک فکر لاحق ہو گئی کہ اگر ابلاق یہاں سے بھاگ گیا تو اس بار وہ ذوالتاس کو نہیں چھوڑے گا۔ میری بے چینی و بے قراری بڑھ گئی تھی۔ ہوشنگ میری دلی کیفیات سے لاتعلق تھا اور اپنے مخصوص طریقہ انتقام سے ابلاق کو مارنا چاہتا تھا۔ میں اسے کوئی تنبیہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس طرح وہ سمجھتا کہ ہامہ ابلاق سے خوف زدہ ہو گیا۔ اب جو بھی ہونا تھا مجھے خاموشی کے ساتھ اسے دیکھنا تھا۔

دونوں ازلی دشمن ایک دوسرے کو بار بار تنبیہات کر رہے تھے اور ڈرا دھمکا رہے تھے۔ میں اب ایک طرف ہو گیا اور دیکھنے لگا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ ابلاق نے کچھ دیر بعد ہی رعد و برق کی سی تیزی سے ہوشنگ پر حملہ کر دیا اور پھر دوسرے ہی لمحہ وہ آتشی دھوئیں میں ڈھل کر ہوشنگ کے سر پر یوں معلق ہو گیا کہ ہوشنگ بھی لمحے کے لیے پریشان ہو گیا تھا۔ ابلاق نے دھوئیں میں ڈھلتے ہی ہوشنگ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کی سانسوں میں گھسنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہوشنگ کو اس کے حملے کا احساس ہو گیا اور اس نے سانس کو روک لیا اور اپنی ناک کے قریب لہراتے ہوئے دھوئیں کو اپنی مٹھی میں بند کر لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آتشی دھواں ہوشنگ کی مٹھی میں بند ہو گیا۔ ہوشنگ نے فلک شگاف قہر سے بھرا ہوا قہقہہ بلند کیا اور اپنی مٹھی کو بھینچنے لگا۔ اسی لمحہ میں نے دیکھا کہ آتشی دھواں غیر

مرئی انداز میں ہوشنگ کی ہتھیلی سے سرک رہا ہے۔ جب ہوشنگ کا قہقہہ ختم ہوا ابلاق اپنے دھوئیں سمیت اس کی ہتھیلی سے خارج ہو چکا تھا اور پھر وہ کمرے میں موجود سرخ دھند میں کچھ اس طرح جذب ہوگیا کہ میری نظروں سے بھی اوجھل ہوگیا۔ میں ہڑبڑا کر چلایا۔

''ہوشنگ...... ہوشنگ...... ابلاق بھاگ گیا۔''

ہوشنگ نے بے اختیاری سے مٹھی کھولی تو حیران ہو کر گرد و پیش میں دیکھنے لگا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ابلاق کمرے کے کونے سے قہقہہ بلند کرتا ہوا کسی آفت زدہ پرندے کی طرح اڑتا ہوا ہوشنگ پر جھپٹا اور اسے رگیدتا ہوا آتش دانوں تک لے گیا۔

ابلاق کا یہ وحشیانہ حملہ دیکھ کر میں سمجھا کہ ہوشنگ اب گیا لیکن ادھر جونہی ہوشنگ آتش دان کے پاس پہنچا اس نے ہاتھ بڑھا کر آتش دان کی آگ یوں اچک لی جیسے ہاتھ ڈال کر چشمے سے پانی لیا جاتا ہے۔ ہوشنگ نے آگ ابلاق کی طرف پھینک دی تو زوال شب کی طرح اس کی طاقتیں گہنا گئیں۔ وہ اپنی ہی آگ کے غضب میں جھلس گیا اور غضبناک ہو کر کمرے کے درمیان میں گرا تھا۔ اس کا پورا بدن کسی نادیدہ آگ میں جل رہا تھا۔ سرخ دھند اس کے سر پر اکٹھی ہوگئی اور اسی لمحے ایک عجیب و غریب صورتحال پیدا ہوگئی۔

دھند میں چھپے اجسام کثیف لہراتے ہوئے سرخوشی کے عام میں ابلاق کے گرد ناچنے لگے تھے۔ اجلے اور ریشمی پیرہن والی یہ مخلوق میرے لئے اجنبی تھی۔ اس کے باوجود ان نازک آبگینوں جیسی مخلوق سے مجھے مانوسیت کا احساس ہو رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے میں اس مخلوق کو صدیوں سے جانتا ہوں۔ میں نے انہیں چھو کر دیکھا ہے لیکن میرے ذہن پر خود فراموشی کی سی کیفیت تھی۔ ان کے جھومنے میں وارفتگی تھی اور ایک آہنگ سے ناچ رہی تھی۔ یہ مخلوق ریشم و کمخواب جیسی حساس تھی۔

ہوشنگ دبدبے کے عالم میں ابلاق کے سر پر پہنچا اور اس نے ابلاق کو پکارا تو اس کے لہجے میں دیوتاؤں جیسا جلال تھا۔

''اے آقائے ہوشنگ...... ہمیں اس رذیل پر ماتم کرنے دو۔ ہمیں آج خوشی کے ترانے گانے دو۔'' سرخ دھند میں متحرک اجسام مناجت بھرے انداز میں بولے۔

''ہاں تم جشن منالو جشن سدہ تک تمہیں اجازت ہے۔''

ہوشنگ نے بے نیازی سے کہا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔ ''ہامہ...... اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ آ سکتے ہو اور اگر تمہیں یہاں ٹھہر کر ابلاق کی حفاظت کرنی ہے تو یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ ویسے تمہیں اس بات کا یقین ہو جانا چاہئے کہ ابلاق ہمارے اس طلسم کدے سے فرار نہیں ہو سکتا۔''

میں نے کہا۔ ''ہوشنگ میں تیری طاقتوں سے آگاہ ہو گیا ہوں لیکن میں کچھ دیر تک یہاں

ٹھہروں گا اس کے بعد میں شہر ابکتانا دیکھنے جاؤں گا۔''

ہوشنگ کچھ دیر بعد کمرے سے نکل گیا اور میں کیومرث کے حنوط شدہ جسم کے پاس بیٹھ کر اس کے بازوؤں پر لٹکے بالوں کو گننے لگا۔ یہ تقریباً ایک سو کے قریب بال تھے۔ سو جنات پر قدرت حاصل کرنے والا کوئی بھی انسان جنات کے نزدیک بے حد خطرناک ہوتا ہے۔ میں چبوترے پر بیٹھ کر ابلاق کی طرف دیکھنے لگا۔ سرخ دھند میں تیرتے کثیف اجسام اب دھیرے دھیرے نمایاں ہو رہے تھے۔ دھند کا رنگ نیلگوں ہوتا جا رہا تھا اور پورہ کمرہ اجسام کثیف کی خوشبوؤں سے بھرتا چلا گیا۔ انہیں دیکھ کر نہ جانے مجھ پر سرخوشی کیوں طاری ہونے لگی۔ یہ دیویاں' اپسراؤں جیسی' حوروں جیسی' شہد دودھ سے جن کے چہرے تھے۔ ایک آہنگ بھرے انداز میں رقص کر رہی تھیں۔ لچکیلے' ریشمی تاروں سے بنے وہ اجسام لہرا رہے تھے۔ بہاروں جیسی پر کیف اور روح کو سرشار کرنے والی ان کی ترنم بھری صدائیں نجانے کیا گا رہی تھیں۔ میرا یہ احساس بڑھ گیا کہ میں نے انہیں کہاں دیکھا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ تو نہ آئی پس میں مدہوش سا ہو کر گرد و پیش سے بے خبر ہو کر ان کو ناچتے ہوئے گاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

برق پوش اجسام ابلاق کے گرد گھیرا وسیع کرتے کرتے اب پورے کمرے میں پھیل گئے اور پھر ان میں سے ایک وجود مہربان نرگسی آنکھوں والا' بحر حسن میرے سامنے ایک شوریدہ سر لہر کی طرح آیا اور اپنا نرم و نازک ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ اس کی نظروں میں تقدس تھا اور لبوں پر یاقوتی مسکراہٹ۔ اس کا پورا چہرہ شباب ماہتاب کی طرح روشن اور کشادہ تھا۔ اس کی جبیں آسمان کی طرح روشن تھی۔

''اے ہامہ ہماری ذوالتاس کہاں ہے؟''

یہ سن کر میں سُن ہوگیا' بے خود' بے تاب' برافروختہ ہوگیا۔

''تمہاری ذوالتاس......'' یہ سنتے ہی میرے ذہن پر شہاب سا گرا اور میں بے اختیار ان الجھنوں سے نکل آیا جن کے تانے بانے نے مجھے اس اجنبی مخلوق میں الجھا کر رکھ دیا تھا۔

''تو کیا یہ ذوالتاس جیسی مخلوق ہے۔ آہ میرے خدا۔!'' میرا پورا بدن عجیب سی سرشاری کے عالم میں نہال ہوگیا تھا۔ ''تم ذوالتاس کی مخلوق میں سے ہو!''

''ہاں...... ذوالتاس ہماری شہزادی ہے لیکن وہ برسوں سے ہمیں دکھائی نہیں دے رہی۔ ہم نے سنا تھا کہ وہ تمہارے عشق میں بے تاب ہو کر انجانی منزلوں کی طرف نکل گئی تھی...... اور اب سنا ہے کہ ابلاق نے اس کا ایک راز اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ اے ہامہ...... ہماری ذوالتاس کو اس شیطان سے آزاد کرا دو۔''

''اے مہربان...... تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ بولی۔ ''میں عملس ہوں۔'' اس کی شہد میں گھلی مترنم آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی۔

''اے عملس...... تو یہ یقین کر لے کہ میں اپنی آخری سانسوں تک ذوالتاس کی حفاظت کروں گا اور ابلاق کے سینے میں دفن اس راز کو حاصل کر کے رہوں گا۔''

عملس دھیرے دھیرے سرکتی ہوئی واپس چلی گئی اور ان بہت سے پری پیکر اجسام میں شامل ہوگئی جو ابلاق کے گرد سرخوشی میں ناچ رہے تھے۔

عملس جہاں اسرار و حیرت کی جنس تھی۔ اپسراؤں جیسا بانکپن اور عجوبہ حسن تھا۔ وہ مجھے سوچوں کی منجدھار میں چھوڑ گئی۔ میں حیران تھا کہ یا الٰہی، ذوالتاس کس دیس کی مخلوق ہے۔ اس کی فطرت کس خمیر سے اٹھی ہے اور اس کا پیکر اسرار اتنے بہروپ کیوں بدل رہا ہے؟

میں نے زیرلب کہا۔ ''اے مولائے کائنات...... میں ایک جن زادہ ہوں۔ میں اس مخلوق عجیب و لطیف میں سے ہوں جو انسانوں کی عقل و نظر سے ماورا ہے۔ مگر اے رب ذوالجلال! تو نے جنات پر مقدم اور ان سے بھی پراسرار مخلوقات پیدا کی ہیں۔ تیری شان کبریائی پر میں حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اے اللہ، اس گناہ گار کو اتنی توفیق علم دے کہ وہ اسرار کے پردوں میں چھپی اس مخلوق کے راز کو پانے اور اسے برداشت کرنے کی تمنا پوری کر سکے۔''

میں کمرہ طلسمات سے جب نکلا تو آتشدانوں کی آگ کی حدت بڑھ چکی تھی اور آگ کے پجاری اپنے فرائض میں منہمک تھے۔ پراسرار دھند میں لپٹے وجود اسی طرح رقصاں تھے اور ابلاق اس دھند کے طلسم میں بے کسی سے جکڑا ہوا تھا۔ میں نے کمرے سے باہر پاؤں رکھا تو اچانک مجھے شدید جھٹکا لگا اور ایک خوفناک گڑگڑاہٹ نے میرے قدم روک دیئے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کمرے کی ہیئت آناً فاناً بدل گئی۔ آتشدان میری نظروں سے غائب ہو گئے اور کمرہ بھی ویران دکھائی دینے لگا۔ میں نے پہلے اپنی آنکھوں کو مسلا پھر اپنے علم کی جوت جلا کر بصیرت قلبی کو روشن کیا اور اس کی مدد سے اس جانب دیکھا جدھر سے میں آ رہا تھا تو مجھے دور سے ایک غبار سا دکھائی دیا۔ مجھ پر عقدہ جلد ہی کھل گیا کہ یہ کمرہ ہوشنگ کے طلسمات کا اسیر ہے۔ ہوشنگ نے اسی لئے تو اعتماد کے ساتھ کہا تھا کہ ابلاق اس کمرے سے نہیں جا سکتا۔

میں ہوشنگ کے محل میں آ گیا اور ہواؤں میں تیرتا پھرتا ان صندلی خوشبوؤں کو سونگھتا رہا جو محل کے کونوں سے کیف اور ہوا کے جھونکوں کے ساتھ پورے محل میں بکھری ہوئی تھیں۔ میں نے غور کیا کہ پہاڑوں کو کھود کھود کر تعمیر کیے گئے اس محل کے در و دیوار میں چھوٹے چھوٹے ہوادار سوراخ ہیں اور سوراخوں سے دوسری جانب خوشبودار جڑی بوٹیوں کو ہلکی ہلکی آنچ پر سلگایا جا رہا ہے جو ہوا کے

جھونکوں کے ساتھ یہ خوشبودار مہک سوراخوں سے اندر آ رہی تھی۔ یہ مہک مجھے بے حد خوشگوار لگی اور پور پور میں سرخوشی اور میرے اندر کیف اور احساس جاگنے لگا۔ مجھے لگا جیسے میرا ذہن جو ایک عرصے بہت سے گردابوں میں پھنسا ہوا تھا اس کے اوپر سے بھاری بھاری پردے سرک رہے ہیں اور میرا وجود لطیف ناگہانی طور پر لطیف تر ہو رہا ہے۔ میں سرخوشی کے عالم میں محل کے ایک باغیچے میں نکل آیا۔ پہاڑوں کی ڈھلان پر ایک وسیع قطعہ پر رنگ برنگے پھول لہک رہے تھے اور ان کی مہک سے فضا پر وجد ساری تھی۔ پھولوں کے ساتھ ساتھ وہاں پھلدار درخت بھی تھے۔ میں حیران ہوا کہ زمین سے اتنی بلندی پر واقع ابکانا کتنا خوبصورت اور شہر طلسم ہے کہ اس کی پتھریلی سرزمین میں سے بھی ایسے خوشنما پھول اور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ میں ایک نخل بارآور کے نیچے گیا اور کھجوروں کا ایک بڑا سا خوشہ اتار کر کھانے لگا۔

میں نے تمہیں بتایا نا...... کہ مجھ پر ہوشنگ کے محل کے اسرار نے وجد و سرمستی طاری کر دی تھی اور میرے ذہن و قلب سے کثافت کی دبیز تہہ اتر سی گئی تھی۔ میں نہال و سرشار تھا میری طبیعت کھجوریں کھانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔ میں ایک ایک کھجور توڑ کر اطمینان سے کھا رہا تھا کہ مجھے ہلکے سے مدھر ساز کی آواز سنائی دی۔ کوئی ہولے ہولے سے میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے اس کی جانب دیکھا ایک دلنشیں غزل خواں آنکھوں والی قامت کشیدہ دوشیزہ ہاتھوں میں ایک تھال اٹھائے ہوئے میری طرف آ رہی تھی۔ اس کے ہر قدم سے پرسوچ چاپ اٹھ رہی تھی۔ میں نے وفور تجسس سے اس کی جانب دیکھا اور اس کے احترام میں اٹھ کھڑا ہوا۔ کھجور کا خوشہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ اس کے لبوں پر تبسم تیر رہا تھا وہ میرے مقابل آ کر ٹھہری تو مجھے حیرت انگیز احساس ہوا۔ وہ مجسم ناز و ادا ایک جن زادی تھی۔ اسے اس روپ میں دیکھ میں چونکا تھا۔ وہ میرے قریب آ کر بولی۔

''اے ہامہ...... آقائے پیش داد کی ملکہ نے تمہارے لئے یہ مشروب بھیجا ہے۔''

میں نے تھال اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اس پر انگوری رنگ کا مشروب تھا۔ میں نے خاموشی سے مگر پرتجسس اور متبسم انداز میں مشروب اٹھایا اور ایک گھونٹ بھر کے کہا۔

''اے ناز و نعم کی پروردہ جن زادی یہ مشروب کیا ہے؟''

''اے ہامہ...... یہ مشروب اس خطہ گلزار میں کھلنے والوں پھولوں اور پھلوں کا رس ہے۔'' وہ نہایت پروقار انداز میں کہنے لگی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے صومار کہتے ہیں...... اور میں آقائے پیش داد کی ملکہ حدید کی کنیز ہوں۔''

''اے صومار...... ہامہ کی جانب سے ملکہ حدید کی خدمت عالیہ میں سلام کہنا۔'' میں نے کہا اور

پھر پوچھا۔ ''لیکن اے صومار کیا تجھ سے پوچھ سکتا ہوں کہ تمہاری عزت مآب ملکہ نے مجھے یہ مشروب کیوں بھیجا ہے؟''

صومار گردن جھکا کر بولی۔ ''اے عظیم ہامہ...... ملکہ حدید جس پر مہربان ہو اسے یہ مشروب پلاتی ہے۔''

''ملکہ حدید کی اس مہربانی پر شکریہ۔'' میں نے کہا۔ ''کیا تو بتا سکتی ہے کہ ملکہ حدید نے مجھ پر یہ کرم فرمائی کیوں کی ہے؟''

''میں زیادہ نہیں جانتی...... البتہ...... ملکہ عالیہ نے فرمایا تھا کہ ہامہ تجھ سے یہ سوال کرے گا اور تو کہنا کہ ملکہ حدید جشن سدہ کے روز تجھ سے ملے گی اور تمہارے سوالوں کے جواب دے گی۔'' صومار یہ کہہ کر چلنے لگی تو میں نے کھجوروں کا خوشہ اس کی جانب بڑھایا اور کہا۔

''صومار، تمہاری میزبانی کا شکریہ...... لیکن کیا تو میری طرف سے یہ تحفہ پسند کرے گی!''

''نہیں ہامہ...... میں یہ وصول نہیں کر سکتی۔'' وہ گھبرا گئی۔ میں نے وجہ دریافت کی تو وہ بولی۔

''میں غلام زادی اور اسیر زدہ ہوں۔ ہم پر اس خطہ گلزار کی کوئی شے کھانا حرام ہے۔''

میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''صومار اس کی وجہ کیا ہے؟''

''اے ہامہ...... تو آقائے ہوشنگ کا مہمان ہے اس لئے تجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تو اس محل میں جہاں چاہے جا سکتا ہے مگر یہ خطہ گل وگلزار ملکہ حدید کی ملکیت ہے۔ آقائے ہوشنگ بھی یہاں نہیں آ سکتے۔ لیکن یہ ملکہ حدید کی عنایت خسروانہ ہے کہ وہ تجھ پر التفات فرما رہی ہیں اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو ملکہ حدید اس کی زندگی کا چراغ ایک شعلہ بے وقت کی طرح بجھا دیتیں اور اس کی راکھ اس صندوق میں بند کر کے اس کی روح اپنے قابو میں کر لیتیں جو ملکہ عزت مآب کے پاس ہے۔''

صومار کی باتیں سن کر میرا تجسس بڑھ گیا اور ابکتانا کے حکمرانوں کے علوم وطلسمات کی ایک نئی کہانی سن کر میری ان میں دلچسپی بڑھ گئی۔ میں نے کہا۔

''صومار...... ملکہ حدید کو بھی علوم پر دسترس حاصل ہے؟''

''اے ہامہ۔ تو نے آقائے ہوشنگ کو دیکھا ہے لیکن ہماری ملکہ حدید تو عجوبہ طلسمات ہیں۔ ان کے پاس علوم کی ایسی طاقت ناگہاں ہے کہ وقت کے بڑے بڑے صاحب علم بھی ان کے سامنے ہار جاتے ہیں۔'' وہ اترا کر مجھے بتانے لگی۔

''تو پھر تمہاری ملکہ آقائے ہوشنگ پر بھاری ہوں گی۔'' میں نے دلچسپ انداز میں پوچھا۔

صومار واپس جانے لگی تو معاً میرے دل میں ایک وجدانی خیال آیا۔ میں نے کہا۔

''اے صومار ایک پل کے لئے ٹھہر جا۔ میں چاہتا ہوں تو میری جانب سے ایک تحفہ اپنی ملکہ

حدید کو پیش کرنے کے لئے لے جا۔''

''لا مجھے دے۔ مجھے اب دیر ہو رہی ہے۔'' صومار بولی۔ ''مگر تمہارے پاس کون سا تحفہ ہے؟''

میں نے کہا۔ ''ایک لحہ کے لئے ٹھہر جا۔'' یہ کہہ کر میں نے اسرار جہاں میں ایک ڈبکی لگائی اور دوسرے لحہ صومار کے سامنے حاضر ہوا اور ایک در نایاب اس کے سامنے رکھا۔ انڈے سے بڑا سرخ رنگ کا یہ گوہر آبدار نگینہ دیکھ کر صومار کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ پتھر کی روشن کرنوں نے اس کے چہرے پر جلترنگ کر دی تھی۔

میں نے کہا۔ ''صومار یہ حقیر سا تحفہ اپنی ملکہ کو پیش کر دینا۔'' صومار نے ہاتھ آگے بڑھا کر پتھر پکڑنا چاہا تو اسے شدید جھٹکا لگا اور بے چاری کرب سے چیخ مار کر پیچھے الٹ گئی۔ اس کا روشن چہرہ تاریک اور مکروہ ہو گیا اور اس کی روح حقیقی کے اوپر سے جسم ظاہری اتر گیا اور اس کا اصل چہرہ اپنے خدوخال کے ساتھ ظاہر ہو گیا۔ مجھے اپنی اس حرکت پر شرمندگی ہوئی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس پتھر کی خاصیت ہے کہ اگر کوئی مخلوق ماورائی جو اخلاقی طور پر کمزور، سرکش ہو یا کسی کے سحر کا شکار ہو اس کے گرد تنے طلسماتی جال کی تاریں ٹوٹ جاتی ہیں۔

میں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور صومار کو کھڑا کر دیا۔ اس کا پورا بدن حقیقی لرز رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جواں سال جن زادی تھی۔ میں نے اس سے اپنی اس حرکت کی معافی مانگی کہ میری وجہ سے اس کا لباس خاکی ختم ہو گیا تھا۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ میں نے اسے تسلی دی اور کہا۔

''صومار...... میں تجھے تیرا بدن واپس لوٹا دیتا ہوں۔''

وہ بولی۔ ''ہامہ تو نے مجھ پر ظلم کیا ہے ملکہ حدید مجھے جلا کر راکھ کر دے گی۔ اس نے مجھ سے قسم لی تھی کہ اگر میں نے کبھی اپنے حقیقی روپ میں آنے کی جسارت کی تو وہ مجھے جلا ڈالیں گی۔''

میں نے کہا۔ ''صومار تو گھبراتی کیوں ہے۔ اگر تو چاہتی ہے کہ تجھے ملکہ حدید کے پنجہ سے آزادی مل جائے تو اس موقع کو غنیمت جان لے اور یہاں سے چلی جا۔''

صومار تڑپ کر بولی۔ ''ہامہ تو عظیم اور نیک سیرت جن زادہ ہے۔ میں ملکہ حدید کے قبضہ سے نکلنا چاہتی تھی مگر ملکہ نے مجھ پر طلسمی بندشیں لگا رکھی تھیں لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ ملکہ اپنے علم کے زور پر مجھے ہر اس جگہ سے بازیاب کر لے گی میں جہاں بھی غائب ہو کر جاؤں گی۔''

میں نے اسے کہا۔ ''اگر تو رضامند ہو تو میں تجھے ملکہ حدید سے آزاد کرا دوں گا۔'' میں نے اس کا خوف ختم کرنے کے لئے اسے تسلی دی اور یہ بھی کہا۔ ''ملکہ حدید اگر مجھ پر ملتفت ہے تو میں تیری آزادی اس سے مانگ لوں گا۔''

وہ تشکر بھرے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اپنے علوم کے ذریعے اس کا پیراہن واپس لوٹا دیا اور پھر وہ درنایاب ایک طلسمی کپڑے میں باندھ کر اس کے حوالے کیا تو وہ ایک بار پھر گھبرائی مگر میری ڈھارس نے اسے مطمئن کر دیا۔

"صومار...... اب اس پتھر کا اسرار تجھ پر منکشف نہیں ہوگا۔"

صومار نے پتھر لیا اور چلی گئی اور میں ملکہ حدید کے بارے میں سوچتا رہا کہ وہ کون ہے۔ مجھے شانور اور ذوالناس یاد آنے لگی تھیں۔ میں نے سوچا کہ شانور کو یہاں بلا لوں لیکن میں نے سوچا کہ جب تک ذوالناس کو ابلاق سے نجات نہیں مل جاتی مجھے شانور کو نہیں بلانا چاہئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ شانور ذوالناس کے بارے میں جان کر کسی بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

آفتاب اپنی روشنیاں سمیٹ کر ارض و آسمان کے کنارے میں اتر رہا تھا۔ زوال کا وقت تھا کہ شاہ ہوشنگ نے مجھے طلب کیا اور بتایا کہ آج رات جشن سدہ منایا جا رہا ہے جس میں دور دراز کے ملکوں سے ان کے خاص خاص مہمان آ رہے ہیں۔ ہوشنگ نے مجھے کہا۔

"ہاں...... مصر کی سرزمین تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہاں اب بلند و بالا اہرام تعمیر ہو چکے ہیں۔ اس ملک میں ہمارا ایک مہربان حوآتپ بھی آ رہا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے انسانوں کو مرنے کے بعد حنوط کرنے کا فن وہاں ترویج کیا ہے۔"

"کیا یہ حوآتپ وہی ہے جس نے آقائے کیومرث کو حنوط کیا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"نہیں یہ وہ شخص نہیں۔ وہ کام حاتوق نے کیا تھا اور حوآتپ اس حاتوق کا شاگرد تھا۔" ہوشنگ نے کہا۔

قلعے میں جشن سدہ کے لئے تیاریاں عروج پر پہنچ گئیں۔ ہر طرف چہل پہل تھی ایک بڑے سے میدان میں صندل کی لکڑیوں سے آگ روشن کی جا رہی تھی اور پورا قلعہ اس کے خوشبودار دھوئیں میں مدہوش ہو رہا تھا۔ قلعہ پر آتشدانوں میں آگ کو مزید بڑھایا جا رہا تھا۔ یہ گہری سیاہ رات تھی مگر ابکتانا میں آگ کے روشن الاؤ نے ہر سو اجالا پھیلا دیا تھا۔

جہاں آگ بھڑک رہی تھی اس سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا چبوترہ بنایا گیا تھا اور اس پر کیومرث سمیت سام حنوط شدہ ڈھانچے نہایت عزت و احترام کے ساتھ رکھے گئے تھے۔ ہوشنگ اپنے مصاحبین اور ملکاؤں کے ساتھ ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا جو چبوترے سے چند قدموں کے فاصلے پر تھا۔ آگ بھڑکانے والے اپنے ہاتھوں میں بھاری تھال اٹھا کر آگ کے گرد ناچ رہے تھے۔ ابکتانا میں جشن سدہ منانے کی روایت کیومرث کے عہد سے جاری تھی۔ کیومرث نے کوہ دماوند پر جنات کے ساتھ جنگ کے دوران انہیں بھاری پتھروں سے بھی مارا تھا۔ پتھر آپس میں ٹکرانے سے آگ پیدا

ہوتی تھی جو بھی جن یا سرکش بدروح اس پتھر اور آگ سے لگتی وہ جل کر ہو جاتی تھی۔ کیومرث ایک دانا اور اعلیٰ پائے کا تعمیراتی خیال رکھنے والا شخص تھا۔ اس نے پتھروں کی رگڑ سے آگ پیدا ہونے اور پھر اس آگ ناگہانی سے جنات کے مرنے کا منظر دیکھا تو اس نے جنگ کے بعد ان پتھروں سے آگ جلائی۔ آگ کو جلا کر قیدی جنات پر آزماتا تھا۔ ایک سرد رات کو وہ ایک جھاڑی دار علاقے میں بیٹھا ہوا تھا اور شغل ہی شغل میں پتھروں کو رگڑ کر آگ جلا رہا تھا ان جھاڑیوں نے آگ پکڑ لی۔ کیومرث آگ کے جلنے کا منظر دیکھنے لگا۔ اسے آگ سے حدت محسوس ہوئی اور اس کے تھکے ہوئے سرد بدن کو راحت کا احساس ہوا۔ اس نے نعرہ مستانہ بلند کیا اور پھر اس نے آگ جلانے کی اس عمل کو اپنی نسلوں تک دراز کر دیا۔ جشن سدہ اس روایت کا تسلسل تھا۔ شہر ابکتانا حضرت نوحؑ کے ان متقی ساتھیوں کی نسل سے آباد ہوا تھا جو کشتی نوح میں سوار تھے۔ یہ متقی پرہیزگار صدیوں تک حضرت نوح کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے تھے مگر شیطان نے انہیں گمراہ کرنا شروع کر دیا تھا اور پھر آہستہ آہستہ وہاں سے آگ اور پھر اپنے بزرگوں کو خدائی رتبہ دے کر خرافات شروع ہو گئی تھیں۔ ہوشنگ بھی ایک شیطانی عمل کا پروردہ انسان دکھائی دیتا تھا۔

جشن سدہ کی تیاریاں عروج پر پہنچ گئیں۔ ہوشنگ ان حنوط شدہ ڈھانچوں کے پاس آ کر عجیب سی خرافات ادا کرنے لگا۔ خاصی دیر بعد اس نے ایک جلال بھرے انداز میں ملکہ حدید کو پکارا تھا اس کی آواز کے دبدبے سے شہر ابکتانا کے در و دیوار پر دہشت طاری ہو گئی تھی۔ مجھے لگا کہ ہوشنگ کے اندر بہت سی طاغوتی طاقتیں داخل ہو گئی ہیں۔

ایک لمحہ بعد آگ کے عقب سے محل کی جانب سے ملکہ حدید پورے جاہ و جلال کے ساتھ آئی۔ اس کے ساتھ صومار تھی جس نے تھال اٹھا رکھا تھا۔ ملکہ حدید کے چہرے سے خوشونت ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ حسن و رعنائی کا پیکر تھی مگر رعب و جلالت نے اسے ایک متکبر ملکہ کا روپ دیا تھا۔ وہ آگ کے الاؤ کے پاس پہنچی تو ہوشنگ نے اس کا استقبال کیا اور وہاں موجود تمام ملکائیں اور مصاحبین اور تمام مہمانوں نے ملکہ حدید کو جھک کر سلام پیش کیا۔ ملکہ حدید کا یہ دبدبہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ملکہ حدید نے اس دوران میری طرف دیکھا اور اس کی گہری پرکشش اور سلگتی آنکھوں میں عجیب سا احساس پیدا ہو گیا۔ مجھے شائبہ ہوا کہ ملکہ حدید میرا جانا پہچانا چہرہ ہے۔ اسے میں نے کہیں دیکھا ہے مگر کہاں...... مجھے قطعی یاد نہ آیا۔ ملکہ حدید شان بے اعتنائی و دلربائی اور رعونت سے ہوشنگ کے پاس کھڑی ہوئی اور پھر اس نے صومار کے ہاتھوں میں پکڑے تھال میں سے ایک عجیب سا نوکیلا فولادی ہتھیار اٹھایا اور کچھ پڑھنے کے بعد ہوشنگ کو دے دیا۔ ہوشنگ نے وہ ہتھیار آگ میں جلانے کے بعد کہا۔

''ابلاق کو حاضر کیا جائے۔''

یہ سنتے ہی ہر طرف سنسناہٹ پھیل گئی۔ ہوشنگ کا چہرہ غضب سے بھر گیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ابلاق کو سامنے لایا گیا اسی لمحہ مجھے احساس ہوا کہ ذوالناس میرے آس پاس کہیں منڈلا رہی ہے۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا وہ میرے عقب میں کھڑی تھی اور شاخ بید کی طرح لرز رہی تھی۔ اس لمحہ ہوشنگ نے مجھے پکارا اور کہا۔

''ہامہ...... اپنی مہربان ہستی کو یہاں لے آؤ۔''

میں نے ذوالناس کو ساتھ لیا اور ہم دونوں ہوشنگ اور ملکہ حدید کے پاس جا ٹھہرے۔ ملکہ حدید نے ذوالناس کو دیکھ کر عجیب سا منہ بنایا تھا جس میں ناپسندیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ ہوشنگ نے مجھے اور ذوالناس کو ابلاق کے گرد کھڑا کیا اور پھر وہ نوکیلا فولادی ہتھیار...... آگ طاغوت سے جھلتا ہوا آلہ...... ابلاق کے سینے میں بے رحمی سے اتار دیا۔

نوکیلا ہتھیار ابلاق کے سینے میں اترا تو آناً فاناً سیاہ آندھی اٹھی اس کے ساتھ ہی عجیب سی کراہت آمیز سڑاند چاروں طرف پھیل گئی۔ ہوشنگ اور ملکہ حدید سمیت میں بھی اس افتادِ ناگہانی پر گھبرا گیا۔ مجھے ذوالناس کی کپکپاتی آواز سنائی دی۔

''ہامہ...... ابلاق کی طاغوتی قوتیں باہر نکل رہی ہیں۔ تم جلدی سے اس بدبودار آندھی کو ختم کر دو۔''

''میں اسے کیسے ختم کر سکتا ہوں۔ ملکہ حدید اور ہوشنگ بھی پریشان ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں توقع نہیں تھی کہ اس طرح بھی حالات پیش آ سکتے ہیں۔''

''ہامہ...... باتوں میں وقت برباد نہ کرو۔ جلدی سے باہر جاؤ اور ان سوراخوں کے پاس کھڑے ہو کر صندلی خوشبوؤں کو اکٹھا کر کے وہاں ہواؤں کا طوفان پیدا کرو تا کہ صندلی خوشبودار ہوائیں جب قلعے کے اندر داخل ہوں گی تو یہ سڑاند باہر نکل جائے گی۔ سنو ہامہ تمہیں یہ کام جلدی کرنا ہوگا۔ اگر تم نے ذرا بھی تاخیر کر دی تو یاد رکھو۔ اس قلعہ میں ابلاق کی مخفی طاغوتی طاقتیں تباہی پھیلا دیں گی۔ ابلاق کی طاقت ان قوتوں میں پنہاں تھی۔ جس طرح سانپ اپنے بچوں کو کھا کر جیتا ہے۔ یہ ابلاق بھی سانپ جیسا ہے۔ اس نے طاغوتی طاقتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے سے کمزور قوتوں کو ہڑپ کر لیا تھا۔ ہامہ میں اس لئے بھی تمہیں یہ بات سمجھا رہی ہوں کہ یہ طاغوت کی مانند نکل رہی ہیں ایسا نہ ہو کہ میرا راز بھی ان کے ساتھ اس کے بدن سے نکل جائے۔ اے ہامہ اگر ایسا ہو گیا تو ذوالناس مقہور و کمزور تر ہو جائے گی۔''

ذوالناس لرز رہی تھی، کپکپا رہی تھی اس کا حسن ابریشم کی مانند سیاہی مائل ہو رہا تھا۔ اسی لمحہ ایک اور عجیب بات ہوئی۔ سیاہ غبار نے ملکہ حدید کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ چیختی چلاتی ہوئی ہجوم کی طرف بھاگی تو سیاہ غبار نے اس کے لباس کو ایسے پکڑ لیا جیسے آگ کسی کپڑے کو پکڑتی ہے۔ پس ملکہ حدید کو سیاہ غبار نے پکڑ لیا تو وہ چیختی ہوئی بھاگنے لگی۔

''ہامہ...... خدائے ذوالجلال کے واسطے جلدی جاؤ۔'' ذوالناس روہانسے انداز میں بولی۔

میں برق و رعد کی مانند قلعے کے باہر پہنچا۔ اس دوران مجھے ہوشنگ اور اس کے مہمانوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ میں صندلی خوشبوؤں کے ڈھیر کے پاس پہنچا جو ہلکی ہلکی آگ سے سلگ رہی تھیں۔ میں نے اپنی طاقتوں کو اکٹھا کیا اور صندلی خوشبوؤں کے دھویں کو اپنے حصار میں لے کر قلعے کی دیوار کے سوراخوں میں تیز دار ہواؤں کو داخل کر دیا۔ صندلی دھواں تیز طوفان کی طرح بگولوں کی صورت میں شورش برپا کرتا ہوا قلعے میں داخل ہونے لگا اور پھر کچھ ہی دیر میں اس معطر و مطہر دھویں نے شہر اکبتانا کو اپنے حصار میں لے کر ایک وسیع و دبیز تہہ جما دی۔ اسی لمحے میں نے دیکھا کہ ابلاق کی طاغوتی طاقتوں کا غبار اس خوشبودار طغیانی کی تہہ کے نیچے ایک کثافت کی طرح بیٹھنے لگا ہے اور اس میں چھپے ناسور وجود شہر اکبتانا کے باسیوں کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ابلاق کی طاغوتی طاقتیں ہراساں ہو کر انسانوں کے اندر پناہ لے رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ قوتیں انسانوں کے اندر داخل ہو گئیں تو ہر انسان کے اندر موجود شیطان ان قوتوں کی پناہ گاہ بن جائے گا اور وہ ان کے ساتھ مل کر ہر انسان کو لشکرِ ابلیس میں شامل کر دے گا۔

''اے میرے معزز دوست میری بات دھیان سے سنو۔'' ہامہ نے مجھے مخاطب کیا اور میں ہمہ تن گوش اس کی بات سننے لگا۔

''ہر انسان پر ایک فرشتہ اور شیطان مسلط ہے۔ جب ایک طاغوتی طاقت انسان کے اندر داخل ہوتی ہے تو روحانی طور پر کمزور انسان پر وہ قوت غالب آ جاتی ہے اور اس کے شیطان سے مل کر انسان کے اندر باطل و گمراہی کی خندقیں کھودتی پھرتی ہے۔ وہ انسان شیطان کا آلہ کار تو ہوتا ہی ہے مگر اس کی یہ شیطانی قوتیں دو دھاری تلوار کی مانند ہو جاتی ہیں۔ پس جب ابلاق کی وہ غلام روحیں اس کے سینے کے قید خانے سے باہر نکلیں تو عفریت بن کر انسانوں کو چمٹنے لگی تھیں۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ہوشنگ جو مخفی علوم کا پروردہ تھا اور ملکہ حدید جو علوم پر دسترس رکھتی تھی ان قوتوں کے آگے بے بس ہو چکے تھے۔ پس میں نے ایک عرصہ بعد اپنی مخفی طاقتوں کو پیدا کیا اور صندلی طوفان برپا کر کے میں قلعہ کے اوپر چڑھ گیا اور سینہ تان کر ایک زوردار نعرہ مارا۔ میرے نعرے کی گونج سے پورا شہر اکبتانا لرز اٹھا۔ میں نے بے رحم عفریت نما ہوائی مخلوق کو للکارا اور کہا۔

"اے ابلیس کی غلام روحو...... میں ہامہ تمہارے سر پر مسلط ہوں۔ ہم نے تمہیں ابلاق کی قید سے نجات دلائی ہے۔ یہ تم پر ہمارا احسان ہے۔ اب اگر تم نے انسانوں میں داخل ہونے کی کوشش کی تو خدائے ذوالجلال کی قسم...... میں تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

میری آواز کے رعب و جلال نے عفریتوں کو بے چین کر دیا۔ وہ بولے۔ "ہامہ...... ہمیں راستہ دے دو ہم بھاگ جاتے ہیں۔"

میں نے صندلی طوفان میں ایک راستہ بنایا اور کہا۔ "اس راستے سے اپنے غلیظ وجود کے ساتھ باہر کھسک جاؤ اور جاتے ہوئے وعدہ کرو کہ تم آئندہ شہر ابگتانا میں نہیں آؤ گی۔"

عفریت نما وجود آزادی ملنے پر خوش ہو گئے وہ بولے۔ "ہامہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس شہر میں ڈیرہ نہیں ڈالیں گے۔"

میں نے انہیں راستہ دیا اور سیاہ غبار ایک قطار کی صورت میں باہر آنے لگا کچھ ہی دیر بعد سارا دھواں غائب ہو گیا۔ پھر میں فوراً ابلاق کی لاش کے پاس پہنچا ہوشنگ اس دوران ملکہ حدید کے ساتھ محل میں جا چکا تھا اور اس کے مہمان بھی بھاگ چکے تھے۔ ابلاق کے سینے سے اب تھوڑا تھوڑا دھواں اٹھ رہا تھا۔ اس کا رنگ سیاہی مائل ہو چکا تھا اور اس میں سے روشنی کی لہریں سی پھوٹ رہی تھیں۔ اسی لمحہ ذوالناس کی سرسراتی آواز سنائی دی۔

"ہامہ...... میرا راز...... باہر نکلنے والا ہے۔ اسے جلدی سے قابو کر لو۔"

میں نے جلدی سے ابلاق کے گرد حصار قائم کر دیا اور ذوالناس کو بھی اس میں بلا لیا۔ ابلاق کے سینے سے نکلنے والا سیاہی مائل دھواں اب ایک گہری روشنی میں بدل گیا تھا اور تیزی سے باہر نکل رہا تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نور کی لہروں کو قابو کیا اور پھر ذوالناس کے سامنے وہ لہریں پیش کر دیں۔ ذوالناس کی آنکھیں زندگی کی تابانیوں سے جھلملانے لگیں اس نے اپنا مقصد راز...... اپنی طاقتوں کا منبع میرے ہاتھوں سے لیا اور پھر اپنے لرزتے ہاتھوں میں پکڑ کر بولی۔

"ہامہ اب یہ جیون تیرے نام ہے۔ تو نے مجھے خرید لیا ہے۔ اب میں نہیں جا سکتی۔ پس اے ہامہ! ذوالناس اب صرف تیرا دم بھرے گی۔" ذوالناس کی آنکھوں میں محبت و الفت کا سمندر موجزن تھا۔ اس نے اپنا وجود مکمل کیا اور پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"ہامہ...... ملکہ حدید سے ہوشیار رہنا وہ تمہیں پھانسنا چاہتی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "ذوالناس ملکہ حدید کو دیکھ کر مجھے احساس ہوتا ہے میں نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔"

ذوالناس بولی۔ "تم نے اسے دیکھا ہے۔ یہ ابلیس کی پیدا کردہ مخلوق ہے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ

صدیوں پہلے ابلیس کی دو داسیوں ژالہ اور مژالہ نے تمہیں بہت تنگ کیا تھا۔ جنہیں تو نے مار ڈالا تھا۔"

"ہاں ہاں...... تو کیا یہ وہی ہے۔ او...... میرے خدا...... کیا یہ ژالہ ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

وہ بولی۔ "یہ ژالہ نہیں ہے مژالہ ہے۔ ابلیس نے اس کی روح قید کر لی تھی جسے وہ ہر دور میں اپنے وقت کی حسین و جمیل دوشیزہ کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ ملکہ حدید...... ایک دوشیزہ تھی جسے ہوشنگ پسند کرتا تھا۔ پس جب کیومرث نے شہر ابگتانا کو طاغونی طاقتوں سے پاک کر دیا تو ابلیس نے مژالہ کی روح کو حدید کے اندر داخل کر دیا۔ کیومرث کے بعد ہوشنگ بادشاہ بنا تو اس نے حدید سے شادی کر لی۔ ملکہ حدید نے ہوشنگ کو اپنی طاقتوں سے یرغمال بنا لیا، ہوشنگ ملکہ حدید سے ڈرتا ہے۔ ملکہ حدید نے ہزاروں نیک جن زادیوں کو اپنا غلام بنایا ہے اور ان سے کام لیتی ہے۔ صومار بھی ان میں سے ایک ہے۔"

"اس وقت یہ سب لوگ کہاں ہیں؟" میں نے دریافت کیا تو ذوالناس بولی۔

"وہ اس بڑے کمرے میں ہیں جہاں تم کو لے جایا گیا تھا۔ ملکہ حدید پر پہلے ابلاق کی غلام طاغوتی طاقتوں نے حملہ کیا تھا اور پھر تمہارے صندلی طوفان نے اسے کمزور کر دیا۔ ہوشنگ اس کا علاج کر رہا ہے۔ پس اے میرے ہامہ...... فی الحال تو اس کمرے میں نہیں جائے گا۔"

وہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے کوہ دماوند پر لے گئی میں نے سوال کیا۔ "ذوالناس...... ہوشنگ نے تمہارے جیسی مخلوق کو اپنا اسیر بنایا ہوا ہے کیا تم جانتی ہو؟" میں نے اسے عملس کے بارے میں بتایا تو ذوالناس سرد آہ بھر کر بولی۔

"ہامہ...... یہ داستان بڑی طویل اور خوفناک ہے۔ میں تمہیں اس راز سے آگاہ کروں گی لیکن اس کہانی سے پہلے بھی تمہیں بنو ثمود کے حالات سنا دوں کہ تیرے بعد وہاں کیا حشر برپا ہوا ہے۔ آؤ یہاں بیٹھو۔ میں تمہیں بنو ثمود کے حالات سنا دوں کہ وہاں اب اللہ کے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔"

"سنو اے ہامہ! عملوق بنی طسم سے تعلق رکھتا تھا، بہت بے رحم اور خود غرض انسان تھا۔ لوگوں کی عزتوں سے کھیلنا اس کا مشغلہ بن کر رہ گیا تھا۔ اپنے دشمن قبیلے بنی جدلیس کو ذلیل و خوار سمجھتا تھا۔ دشمن قبیلے کو مزید ذلیل و خوار کرنے کی غرض سے اس نے ایک رسم یہ بنا رکھی تھی کہ بنی جدلیس کی لڑکیاں شادی کی پہلی رات اس کی حویلی میں لائی جاتی تھیں۔ تب اس کے بعد وہ اپنے شوہروں پر حلال ہوتی تھیں۔ اگر کوئی اپنی عزت بچانے کی کوشش کرتا تو اسے سخت سزا دی جاتی کیونکہ اب اس کا راج

تھا۔ اس لئے اس نے بنی جدلیس پر ظلم وستم کر کے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ اس قوم میں اب کوئی ایسا نہ تھا، جو اس کے ظلم کے آگے سر اٹھاتا۔ ان دونوں قبیلوں کی جنگ بہت دنوں سے چل رہی تھی۔ کبھی بنی جدلیس ان پر غالب آجاتے تو کبھی انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑتا۔

اس روز بنی جدلیس کی بیٹی عفیرہ اس کے سامنے سہمی ہوئی پڑی تھی اور عملوق زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ قلعہ مشقر کی سنگی دیواریں برسوں سے یہ ہولناک تماشا دیکھ رہی تھیں۔ مظلوم عفیرہ کبھی مشقر کی اونچی دیواروں کو دیکھتی تو کبھی سہمی ہوئی نگاہوں سے اس عملوق کو دیکھتی جو اس کے پاس کھڑا زور زور سے ہنس رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ مشقرہ کی دیواروں کو توڑ کر بھاگ جائے یا اس خونخوار درندے کا خون کر دے۔ مگر وہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے مقابلہ کرنا اس کے بس میں نہ تھا۔ کہاں وہ خونخوار دیو اور کہاں یہ مظلوم اور کمزور لڑکی۔ لہٰذا ہر لڑکی کی طرح یہ بھی بے بس ہوگئی اور رونے دھونے کے سوا کچھ نہ کر سکی۔

مگر اسود کے دل میں جو آگ بھڑک اٹھی تھی اب وہ بجھنے والی نہ تھی۔ اس نے انتقام لینے کی غرض سے بنی جدلیس کے تمام بزرگوں اور بڑوں کو جمع کیا اور انہیں غیرت دلاتے ہوئے بولا۔

''اے بنی جدلیس کے عزت دارو! تم بنی جدلیس کے معزز اور عزت دار ہو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی، جب تمہاری بہن بیٹیوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔'' پھر اسود جوش میں آکر کہنے لگا۔

''اگر تم میرا کہنا مانو تو یقین جانو اسی میں تمہارا بھلا ہے۔ تمہیں اس ذلت کی زندگی سے نجات مل جائے گی اور تم عزت کی زندگی گزارو گے۔ تم کسی بڑی دعوت کا اہتمام کرو جس میں عملوق کے علاوہ بنی طسم کے دوسرے معززین بھی شرکت کریں۔ اس کھانے میں کوئی ایسی زہریلی چیز ملا دو جس کھانے سے یہ سب مر جائیں یا جب یہ سب کھانے میں مصروف ہوں تو انہیں کاٹ کر ڈال دو۔ تاکہ ان کے غیر انسانی مظالم سے نجات مل سکے۔ مجھے یقین ہے پھر ہماری بہن بیٹیوں کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا کوئی نہ رہے گا اور ہم عزت اور سکون سے زندگی گزار سکیں گے۔''

جو کچھ اسود کے دل میں تھا اس نے سب کے سامنے کہہ دیا۔ بنی جدلیس نے جب اسود کی یہ ترکیب سنی تو انہیں اپنی عزت و آبرو بچانے کی امید نظر آنے لگی۔ ان کے مرجھائے ہوئے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

''ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے' اے اسود!'' مجمع میں سے کوئی جوش میں کھڑا ہو کر بولا۔ ''ہم عملوق اور اس کے ساتھ آنے والوں کو کاٹ کر ڈال دیں گے۔ جو ہماری عزت سے کھیلتے ہیں، انہیں اپنے نیزوں سے چھید دیں گے۔ ہم ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ جو سرداری کر سکے یا اپنی طاقت کا دم بھر سکے۔ اس طرح ہم ایک بار پھر غالب آجائیں گے۔''

پورے مجمع کے لوگوں نے مل کر اس ترکیب پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر اسود نے کہا۔ ''میں اس دعوت کا تمام خرچہ برداشت کروں گا اور خود عملوق کو دعوت دے کر آؤں گا، وہ اس دعوت میں ضرورت شرکت کرے گا، نہ صرف خود بلکہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اس دعوت میں ساتھ لائے گا۔'' پھر سب نے مل کر دعوت کا ایک دن مقرر کیا اور اپنے پروگرام کو عملی شکل دینے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اسود کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ جلد از جلد اس کام کو انجام تک پہنچانے کا خواہش مند تھا۔ وہ صبح ہونے کے انتظار میں رات بھر نہ سو سکا۔ کبھی کروٹیں بدلتا تو کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتا۔ ساری رات اس نے بڑی بے چینی سے کاٹی۔ صبح ہوتے ہی اس نے بنی جدلیس کے سرداروں کو جمع کیا اور ان کو ساتھ لے کر قلعہ مشقر جا پہنچا۔ اسود اور سب سرداروں نے عملوق سے ملاقات کی۔ اس کے پاس رباح بن مرہ بھی بیٹھا تھا۔ یہ خرانٹ بنی طسم میں بڑا دانا سردار مانا جاتا تھا۔ اس نے اسود کے چہرے کو غور سے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں، وہ چہرہ شناسی کا ماہر تھا، وہ اسود کو بھانپ تو گیا مگر خاموشی سے اس کی بات سننے لگا۔ اسود نے عملوق کو دعوت دی تو اس نے فوراً قبول کر لی۔ عملوق نے اسود سے کہا کہ ہم دعوت میں بھنے ہوئے جانور کھائیں گے۔ اسود نے فوراً ہامی بھر لی۔ اور بنی جدلیس کے سب سردار خوشی خوشی واپس لوٹ آئے۔ اب انہیں یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دعوت کا مقررہ دن بھی آن پہنچا۔ دعوت کا اہتمام ایک ایسی عمارت میں کیا گیا تھا جو پتھروں سے تراشی گئی تھی۔ اس عمارت کا نام بیت الحجر تھا۔ اس عمارت کی بناوٹ کچھ یوں تھی کہ نیچے سے چوکور اور اس کی بلندی اسی ہاتھ تھی۔ جدلیس کبھی خود بھی اس عمارت میں رہا کرتا تھا۔ عملوق جب اس عمارت میں داخل ہوا تو اس خیال سے بہت خوش ہوا کہ وہ دشمن کے مسکن کو اپنے قدموں تلے روند رہا ہے۔ عملوق کے ہمراہ اس کے ساتھی رباح بن مرہ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی تھے۔

عملوق بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ وہ اس خبر سے بالکل بے نیاز تھا کہ اس عمارت کو جدلیس کے غیرت مند نوجوانوں نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ عملوق نے دیکھا کہ رباح کچھ خاموش خاموش سا بیٹھا ہے اور بنی جدلیس کے ان سرداروں کو گھور کر دیکھ رہا ہے جو کام میں مصروف تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔

وہ مجلس سے اٹھ کر غائب ہو گیا۔ ہجوم زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی غیر موجودگی کسی نے بھی محسوس نہ کی سب لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان کے چہروں سے خوشی چمک رہی تھی۔ رباح

کو گڑبڑ کا پورا یقین تھا مگر وہ مخالفین کی حکمت عملی نہ جان سکا لیکن ایک انجانے اندیشے کی پیش نظر وہ اٹھ کر باہر چلا آیا۔

رباح بنی جدلیس اور اس کے آدمیوں سے چھپتا چھپاتا بیت الجر کے صدر دروازے تک پہنچ گیا۔ اس نے باہر نکل کر دیکھا کہ بنی جدلیس کے نوجوانوں نے عمارت کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں نوکیلے نیزے تھے۔ رباح جیسے دانا کے لئے یہ سمجھنا بالکل مشکل نہ تھا کہ بنی جدلیس کے ان مسلح جوانوں کے ارادے کیا ہیں۔ جب اس نے اسود کو پہلی بار دیکھا تھا اس وقت شک نے اس کے دل میں جگہ لے لی تھی' جواب یقینی صورت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ وہ دعوت میں شرکت کرنا نہیں چاہ رہا تھا مگر مجبور تھا' کیونکہ عملوق کا حکم ٹالنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔

وہ پریشان ہو گیا۔ اسے موت بالکل سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے سامنے مسلح جوان آ رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ وہ جلد از جلد جا کر عملوق کو ان کی سازش کے بارے میں بتائے' تاکہ وہ ان کے حملے بچ سکیں۔ مگر وہ کچھ نہ کر سکا کیونکہ حملہ آور حملہ کر چکے تھے لہذا مجبوراً اسے ایک جگہ چھپنا پڑا۔

بیت الجر میں بنی جدلیس کے نوجوان اپنا انتقام لے رہے تھے۔ وہ نیزوں سے عملوق اور بنی طسم کے سرداروں کو مار رہے تھے۔ وہ نوجوان بھی بیت الجر میں داخل ہو کر انتقام کی آگ بجھانے لگے' جنہوں نے عمارت کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ بیت الجر میں سارے نوجوان اپنی عزت و آبرو لٹنے کے انتقام کی آگ کو ان کے خون سے بجھا رہے تھے۔ ادھر رباح نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔

عملوق کو موت کے گھاٹ اتارنے والا اسود کا ہی نیزہ تھا۔ آج اس نے اپنی بہن کی ان چیخوں کا بدلہ لے لیا تھا' جس کی آوازیں قلعہ مشقر کے باہر تک سنائی دے رہی تھیں۔ بنی جدلیس کے ان جوانوں نے بھی اپنے انتقام کی پیاس بجھائی جو ان کے دلوں میں برسوں سے دہک رہی تھی۔ انہوں نے آج اپنی بہن بیٹیوں کی عزت کو ہمیشہ کے لئے بچا لیا تھا۔ بیت الجر میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ چیخ و پکار نے بیت الجر کی عمارت کو سر پر اٹھا رکھا تھا۔ جو بنی جدلیس کے جوانوں کا کلیجہ ٹھنڈا کر رہی تھی۔

رباح اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اس وادی القریٰ میں بالکل پناہ نہیں مل سکے گی اور علاقے کا بادشاہ جندع بھی اس معاملے میں نہیں پڑے گا۔ اس لئے وہ وہاں پر بالکل نہ ٹھہرا اور فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ یہاں سے بھاگ کر وہ شہر یمن کے شاہ حسان بن تبع کے پاس پہنچا' جو قوم عاثانی سے تھا۔ ہود کی وفات کے بعد ان کی قوم یمن تک پھیل چکی تھی' اور ان ہی کی شریعت پر عمل کرتی

تھی۔

وادی القریٰ میں جو قوم آباد تھی' اس کا تعلق ثمود سے تھا اور ثمود کاثر کا بیٹا تھا۔ کاثر عاد کے بھائیوں میں سے ایک تھا۔ جو عاد کے زمانہ عروج میں ہی حجاز اور شام کے درمیان جا بسا تھا اور یہیں پر اس کی نسل بڑھ رہی تھی اور یہی علاقہ وادی القریٰ کہلایا جو احقاف سے الگ ہونے کے باوجود قوم عاد ہی کی محکومی میں تھا۔ کاثر کی موت کے بعد اس کا بیٹا ثمود اس علاقے کا حکمران بنا اور ثمود ہی کے بھائیوں میں ایک جدلیس اور ایک طسم تھا اور ان دونوں کی اولادیں بھی اس وادی القریٰ میں رہتی تھی۔ مگر اقتدار ثمود ہی کی اولاد کے پاس تھا اور اس طرح یہ ساری قوم' قوم ثمود کے نام سے مشہور ہوئی۔

حجر جو کہ قوم ثمود کے بادشاہ جندع کا دارالحکومت تھا۔ اس کے قریب ایک ''جو'' کا علاقہ تھا' جس میں یہ دونوں بنی جدلیس اور بنی طسم آباد تھے۔ یہ دونوں بڑے قبیلے اور جنگ جو اپنے خود مختار ہونے کے باوجود جندع کی محکومی میں تھے۔ اس لئے جندع نہ تو انہیں چھیڑتا اور نہ ہی ان کے معاملے میں دخل اندازی کرتا۔

بہر کیف رباح کی درخواست پر چند روز بعد حسان اپنے قبیلے کے جوانوں کے ساتھ علاقہ ''جو'' کی طرف چل پڑا۔ رباح کی بہن کی شادی جدلیس میں ہوئی تھی۔ اس لئے وہ بھی جدلیس کی حمایتی بن گئی تھی کیونکہ دستور کے مطابق عورت پہلے اپنے شوہر کی ہوتی ہے اور بعد میں کسی اور کی...... مگر رباح کو اس کے حامی ہونے کی خبر نہ تھی۔ رباح کی طرح اس کی بہن بھی کچھ غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک تھی جن کے بارے میں رباح اچھی طرح واقف تھا۔ راستے میں رباح نے حسان کو بتایا کہ میری بہن سے زیادہ دور تک دنیا میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس میں دیکھنے کی یہ خوبی ہے کہ وہ تین مرحلے سے سوار کو دیکھ سکتی ہے۔ اس لئے مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں وہ تم لوگوں کو نہ دیکھ لے۔ اس لئے بہتر ہے کہ قبیلے کا ہر ایک شخص ایک درخت کاٹ کر اپنے ہاتھوں میں لے لے اور پھر ''جو'' کے سفر پر روانہ ہو۔

رباح کے مشورے پر فوراً عمل کیا گیا اتنی احتیاط کے باوجود اس کی بہن یمامہ کی تیز نظروں نے ان کو دیکھ لیا اور اس نے فوراً بنی جدلیس کو ان کے آنے کی خبر کر دی۔ اس نے بنی جدلیس کو بتایا کہ تمہاری طرف حمیری آ رہے ہیں اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بہت سے آدمی اپنے اپنے ہاتھوں میں درخت لئے ہوئے ان کے پیچھے آ رہے ہیں۔ بنی جدلیس کی یہ بدقسمتی تھی کہ انہوں نے مقابلے کی تیاری نہ کی اور نہ ہی اپنی حفاظت کا انتظام کیا۔ انہوں نے اس امر کو عقل کے خلاف سمجھا۔

حسان اپنا لشکر لے کر دوسرے دن صبح سویرے' بنی جدلیس پر حملہ آور ہو گیا۔ انہوں [illegible] جدلیس کے آدمیوں کی خون ریزی شروع کر دی۔ بنی جدلیس آخری وقت تک لڑتے رہے مگر [illegible] نے ان کا ساتھ نہ دیا اور انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان کے مکان اور قلعے سنسان ہو کر رہ گئے۔

طرف ویرانی چھا گئی۔ عفیرہ کا بھائی اسود زندہ بچ کر بھاگ نکلا۔ وہ ان کے شکنجے سے بچ کر ٹلے کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد حسان کو معلوم ہوا کہ یمامہ نے حملے سے پہلے ہی بنی جدلیس کو ان کے آنے کی خبر دے دی تھی۔ یمامہ کے پکڑنے کا حکم دیا۔ یمامہ کیونکہ رباح کی بہن تھی اس لئے رباح حسان کے اس حکم سے ناخوش ہوا۔ اسے یقین تھا کہ حسان اس سے بدلہ لیے بغیر نہ رہے گا اور وہ حسان کے ارادوں سے بھی واقف تھا۔ اس کی اس خوش فہمی نے بھی دم توڑ دیا تھا کہ حسان' بنی جدلیس کو تباہ کر کے یمن واپس چلا جائے گا اور رباح اپنے قبیلے کا سردار بن کر اس پر حکمرانی کرے گا۔ یہ اس کی غلطی تھی کہ وہ دشمن کو اپنے علاقے میں خود لایا تھا۔ اب جو بھی ہوا' کم ہوا' رباح کا پھر کسی کو علم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا اور نہ ہی وہ اس وقت موجود تھا جب حسان کے حکم پر اس کی بہن کو دونوں آنکھوں سے اندھا کیا جا رہا تھا۔ رباح کی بہن یمامہ کا اصل نام زرقا تھا' اس کو غزہ بھی کہتے تھے۔ اور اس واقعہ کے بعد بستی ''جو'' کا نام ''یمامہ'' رکھا گیا اور یہی مشہور ہوا۔ بعد میں یہ بستی ایک شہر کی شکل اختیار کر گئی۔

بنی جدلیس کی ہلاکت کے بعد جب حسان نے ''جو'' پر قبضہ کیا تو اس کی خبر وادی القریٰ کے دارالحکومت حجر تک پہنچی۔ جب وہاں کے بادشاہ جندع کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو وہ بھڑک اٹھا۔ اسے یہ کسی صورت منظور نہ تھا کہ باہر کا دوسرا قبیلہ آ کر ان پر اپنی حکمرانی کرے۔ البتہ اس علاقے پر بنی جدلیس یا بنی طسم کی حکومت پر اسے کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس نے حسان سے جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور تیاری کر کے جنگ شروع کر دی۔ جنگ کے نتیجے میں جندع فتح سے ہمکنار ہوا اور حسان کو الٹے پاؤں یمن واپس جانا پڑا۔

اے ہامہ!

''وادی القریٰ میں اللہ کے نبی کا ظہور ہو چکا ہے لیکن میں تمہیں واقعات اور حالات سے آگاہ کروں جو تمہیں غیر موجودگی میں وادی القریٰ میں پیش آ چکے ہیں۔''

میں نے چونک کر ذوالتاس کی جانب دیکھا اور پھر افسوس کے ساتھ کہا۔

''اے ذوالتاس! زمانہ اتنی جلدی کروٹ بدل گیا۔ میں تو ابلاق اور ابلیس کے تعاقب میں شہر ابگتانا کے پیچ و خم میں کھو گیا...... مگر مجھے احساس ہی نہیں ہوا کہ وقت اتنی سرعت سے گزر بھی جائے گا۔''

ذوالتاس بولی۔ ''ہامہ! کیا تم اس حقیقت کو بھول گئے ہو کہ ہر مخلوق کے لیے دن رات اور وقت کی حیثیت کیا ہے۔ تم جنات میں سے ہو۔ تمہارے لئے وقت زمانوں تک دراز ہے۔ بے شک دن اور رات تمہارے لئے بھی ایک سے ہیں مگر ان کی ساعتیں تمہارے لئے مختلف ہیں۔''

''ہاں اے ذوالتاس...... میں جانتا ہوں لیکن اے ذوالتاس مجھے میرے اپنوں کی بھی خبر سناؤ کہ وہ کہاں ہیں؟''

ذوالتاس بولی۔ ''ہامہ! ارم تو کب کی ختم ہو چکی ہے لیکن غفان زندہ ہے۔ تم نے اسے لاہوتی قوتوں سے مالا مال کیا تھا۔ وہ شہر اتفاف میں رہ رہا تھا۔ بت پرستوں اور معبد خانوں کے خلاف اس کی جنگ جاری ہے۔ شانور اس کا ساتھ دے رہی ہے...... مگر اے ہامہ! وہ سب تمہارے بارے میں متفکر ہیں۔ شانور بے چین و بے قرار ہے۔ اے ہامہ! حدید اور شاہ ہوشنگ تمہیں ایک نئے عذاب ناک امتحان میں مبتلا کرنے والے ہیں اور ابلیسی قوتیں تمہیں اس دلدل میں غرق کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔

اے ہامہ! میں چاہتی ہوں کہ تمہیں وادی القریٰ کے حالات سے آگاہ کر دوں...... اور تم ابلیسی قوتوں کے خلاف برسرپیکار ہونے سے پہلے اللہ کے نبی حضرت صالحؑ پر ایمان لے آؤ۔ تا کہ نیکی کی قوتیں تمہاری طاقتوں میں اضافہ کر دیں۔ سنو...... میں چاہتی ہوں تمہیں اللہ کے برگزیدہ بندے کے حالات سناؤں کہ وہ کیسے حسین و جمیل ہیں اور وہ کہاں مقیم ہیں۔

اس وقت وادی قریٰ میں ایک نوجوان بہت زیادہ شہرت پا رہا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے گن گایا کرتے ہیں۔ اس کا سرخ و سفید رنگ' سر کے بال بارک' اوپر کی طرف اٹھے ہوئے اور کالے ہیں۔ ان میں کچھ بھورا پن بھی ہے۔ یہ نوجوان لمبے قد اور سڈول جسم کا مالک ہے۔ ننگے پاؤں رہنا اس کی خاصیت میں شمار ہے۔ وہ اکیلا رہتا ہے۔ اس نے کبھی اپنے باپ عبیل کے گھر رہنا پسند نہیں کیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی تعلیمات کی کچھ روشن کرنیں اس وادی میں بھی آ پہنچی تھیں جس کی وجہ سے یہاں پر کچھ لوگوں کے دل ان کی تعلیمات سے منور تھے۔ ان لوگوں نے دارالحکومت حجر میں ایک مسجد تعمیر کی جہاں پر وہ ہود علیہ السلام کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق اپنے خدا کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا کافروں اور مشرکوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی سے الجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عبیل کا بیٹا بھی ان ہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ وہ کسی دوسرے کافر یا مشرک کو مجبور نہیں کرتے کہ وہ ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارے۔ اس لئے کافروں کو ان کی بالکل پروا نہیں ہوتی۔ ان ایمان والوں کا تعلق قوم ثمود سے ہی ہے۔

وہ لوگ جو ہود علیہ السلام کے زمانے میں ایمان لے آئے تھے ان کی وفات کے بعد وہ بھی منکر ہو گئے تھے۔ ہود علیہ السلام کو اس وقت دنیا سے گزرے تقریباً سو برس گزر چکے ہیں۔ ان کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کے مذہب کو چھوڑ کر اپنا پرانا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ایمان والوں کی تعداد بالکل کم ہو کر رہ گئی ہے۔ ان سے پہلے خدا کی طرف سے آنے والے نبیوں کی

تعلیم کو بھی فراموش کیا جا چکا ہے۔ یہ پوری قوم بتوں کی پوجا کرتی ہے۔ اپنی طاقت' دولت اور حکومت پر انہیں گھمنڈ ہے اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کے بتوں کو انہوں نے خدا کا نام دیا ہوا ہے۔ ان بتوں کے نام خر'ضمر یر ہیں۔ بڑے بڑے ہیکلوں میں ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ قوم بھی قوم عاد کی طرح بداعمالیوں میں مبتلا ہے۔ قوم عاد نے خدا کی ہستی اور وجود کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے عبیل کے بیٹے صالحؑ کو ہدایت کے لئے منتخب کیا ہے اور اس طرح صالحؑ کو پیغمبری کا شرف حاصل ہوا۔ پیغمبری ملنے کے بعد حضرت صالحؑ نے بڑی جدوجہد کی اور لوگوں کو خدا کی تعلیم دے کر خدا کی طرف بلانے لگے ہیں۔ پھر آپؑ نے دین کی مشعل روشن کر کے انہیں جہالت اور کفر کے اندھیرے سے نکلنے کو کہا ہے۔

حضرت صالحؑ نے فرمایا:

''اے لوگو! تم خدا کی بندگی کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے۔ وہ خدا نہیں ہے جس کی تم پوجا کرتے ہو۔ خدا وہ ہے جس نے یہ کائنات بنائی' مجھے بنایا اور تمہیں بنایا۔ اس لئے اس کی عبادت کرو اور ہر وقت اسے یاد کرو۔ کیونکہ خدا نے تمہیں قوم عاد کے بعد اس کا جانشین بنایا اور زمین پر تمہیں اس طرح بسا دیا۔ تم میدانوں میں اپنے محل بناتے ہو۔ پہاڑوں کو تراش کر رہنے کے لئے مکان بناتے ہو۔ یہ سب تم پر اللہ کا احسان ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ ایک دوسرے کے دشمن نہ بنو۔ میں تمہارے پاس اللہ کا پیغام لانے والا ہوں۔ اس لئے تم خدا سے ہر وقت ڈرو اور اس کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ' ورنہ خسارے میں رہو گے۔ میرا کہا مانو۔ میں تمہیں اس خدا کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ سچا ہے۔ وہ ہم سب کا مالک ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔''

حضرت صالحؑ کی اس تقریر کے بعد بستی میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگ باتیں بنانے لگے۔ بڑی بڑی بحثیں ہونے لگیں۔ جن لوگوں نے انہیں نظرانداز کیا ہوا تھا اور جو دب کر خدا کی عبادت میں زندگی گزار رہے تھے' آج پہلا موقع تھا کہ انہی میں سے ایک نے خدا کی بندگی کا اعلان کیا اور ان کے خداؤں کو جھٹلا دیا' جن کی وہ برسوں سے پوجا کرتے تھے۔ حضرت صالحؑ کو وجود کفار اور مشرکین کو اپنے لئے خطرہ محسوس ہونے لگا' جو انہی کی بھلائی چاہتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت صالحؑ ان کے سمجھانے سے رک جائیں گے اور پھر ایک خدا کی بندگی کا اعلان نہیں کریں گے۔ اسی امید پر انہیں نے حضرت صالحؑ کو بلا کر ان سے بات کی اور بولے۔

''اے صالحؑ! تجھے یہ کیا ہوا ہے۔ تو ایسا تو نہیں تھا۔ ہم سب کی امیدوں پر تو نے پانی پھیر

دیا' جو ہم نے تجھ سے وابستہ کی ہوئی تھی۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تو ہمیں ہمارے خداؤں کی پوجا کرنے سے روکے گا اور کسی دوسرے خدا کی عبادت کو کہے گا۔ جو بات تو نے کہی ہے اس نے ہمارے دل میں بالکل جگہ نہیں کی۔ ہمیں تو تیری ہر بات پر شک ہونے لگا ہے۔ آخر تو ایسا کیوں کر رہا ہے؟''

''میں یہی کہتا رہوں گا کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور پھر تمہیں اس زمین پر بسا دیا۔ تمہیں چاہیے کہ اس سے بخشش مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ یقین کرو میرا پروردگار ہر ایک کے قریب ہے اور ہر ایک کی دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔''

لوگ حضرت صالحؑ کی باتوں سے بیزار ہو رہے ہیں مگر وہ اپنی بات کو کہے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت صالحؑ کو بہت سمجھایا مگر جب انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت صالحؑ پر ان کی باتوں کا بالکل اثر نہیں ہو گا اور انہیں کوئی دوسری ترکیب سوچنا پڑے گی تو انہوں نے حضرت صالح کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ مسجد چھوڑ کر چلے گئے۔ ایمان والوں کی یہ مسجد کافروں کی عبادت گاہوں سے نسبتاً اونچی بنی ہوئی ہے۔ وہاں سے کافروں کے سرداروں کا گزر ہوا جو کہ نشیب کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے کچھ جاتے ہوئے لوگوں کو پہچان لیا' جو ان سے دور جا رہے تھے۔ ان لوگوں کا تعلق ایمان والوں سے تھا۔ یہ سب لوگ مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ ان کی معاشی حالت بہتر نہ تھی۔ چونکہ وہ سچے خدا پر ایمان رکھتے تھے اور اسی کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اس لئے وہ اپنی قوم سے کٹ کر رہ گئے تھے۔ کافر انہیں حقیر اور کمزور سمجھ رہے تھے۔

ایک کافر سردار نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''سنا ہے کہ ان سب نے حضرت صالحؑ کے خدا کو مان لیا ہے۔ کیوں نہ انہیں ٹٹولا جائے۔''

کافر سردار کے دوسرے ساتھیوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ سب مل کر ان لوگوں کے پاس چلے گئے۔ ان کافروں میں سے کسی نے انہیں رکنے کو کہا اور پھر دوسرے سردار نے ان لوگوں سے کہا۔

''کیا تم نے واقعی سچ مچ تسلیم کر لیا کہ حضرت صالحؑ خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ اس میں تو ایسی کوئی بات دکھائی نہ دیتی۔''

ایمان والوں میں سے ایک بوڑھا' کافر سردار کی بات کا جواب دیتے ہوئے بولا۔

''ہاں بے شک ہمیں اس پر پورا یقین ہے کہ وہ پیغام حق کے ساتھ ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔''

پھر ان گھمنڈ کرنے والے سرداروں میں سے ایک بولا۔ ''تم جس بات پر یقین رکھتے ہو' ہم

اس بات سے انکار کرتے ہیں۔'' یہ کہہ کر سب سرداروں نے ایمان والوں کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا اور آگے کی طرف بڑھ گئے۔

ذوالناس مجھے تاریخ کے ایک اہم دور کی سرگذشت سنا رہی تھی۔ میں ہمہ تن گوش ماحول سے بیگانہ سا ہو کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بار بار مجھے مخاطب کرتی اور خوف سے جھرجھری لے کر کانپ جاتی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''اے ہامہ! بدبخت ثمود والوں نے اللہ کے پیغمبر کی تعلیمات کو جھٹلا دیا ہے۔ انہیں کاہن رباب نے اپنی شیطانی گرفت میں جکڑ رکھا ہے۔ اے ہامہ غور سے سنو......'' ذوالناس کے چہرے پر رنج و ملال تھا اور لہجے سے کرب اُمڈ رہا تھا۔

مسجد کے سامنے ایک پہاڑی بھی ہے اور اس کے اردگرد دوسری کئی چھوٹی بڑی پہاڑیوں نے جگہ گھیری ہوئی ہے۔ ان میں سے کچھ کو تراش کر قوم کے سرداروں نے اپنے رہنے کے لئے مکان بنا لئے اور حجر کی آبادی اس کے بعد ہے۔ جہاں پر بہت سے باغات ہیں اور اس کا بہت سا علاقہ کھیتوں پر بھی مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پر کھجوروں کے درخت بھی لگے ہوئے ہیں۔ آبادی کے نزدیک پہاڑوں کے دامن میں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ اس چشمے کے چاروں طرف ہرا بھرا وسیع میدان ہے۔ جہاں پر ان لوگوں کے مویشی چرا کرتے ہیں۔ دوسری جانب جہاں پر آبادی ختم ہوتی ہے۔ وہاں پر بادشاہ جندع کا محل ہے۔ یہ محل بھی ایک بڑی پہاڑی کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ جندع کے جندع بادشاہ کے قصر کے چاروں طرف جندع کے سرداروں کے بڑے بڑے گھر بنے ہوئے ہیں۔

حضرت صالحؑ کے والد عبیل آبادی میں رہا کرتے ہیں جبکہ حضرت صالحؑ اپنے والد کے پاس کبھی کبھار ہی جایا کرتے ہیں۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں رہ کر خدا کی عبادت میں ہی گزار دیا کرتے تھے لیکن پیغمبری ملنے کے بعد وہ خدا کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے اپنی بستی میں کثرت سے آنے جانے لگے ہیں۔ ہر شام مسجد کے سامنے والی پہاڑی کے دامن میں بیٹھ کر ایمان والوں کو خدا کی تعلیم کا درس دینا ان کا معمول بن چکا ہے۔ جو لوگ پہلے نبی کے کہنے پر ایمان لائے ہیں ان کے علاوہ کم لوگوں نے حضرت صالحؑ کی پیغمبری کا یقین کیا۔ قوم ثمود میں سے صرف وہی لوگ حضرت صالحؑ کی پیغمبری پر ایمان لائے جو غریب ہیں۔ مگر حضرت صالحؑ نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور وہ حسب معمول خدا کا پیغام لے کر حجر کی آبادی میں جاتے رہتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے پیغام سے آگاہ کرتے ہیں۔ ان ہی دنوں ان کی کافروں سے بڑی بحث ہوئی۔ حضرت صالحؑ فرماتے:

''خدا سے ڈرو، نہ کرو کسی دوسرے خدا کی عبادت اور نہ ہی بیباک لوگوں کا حکم مانو جو کہ خرابی کرتے ہیں اور ملک کی اصلاح کرنے کی بجائے فساد پھیلاتے ہیں۔''

اس وقت وہاں پر قوم ثمود کے ایسے شریر لوگوں کا ہجوم تھا جن کے دل و دماغ پر سیاہی پھر گئی تھی۔ وہ حضرت صالحؑ سے بہت خفا ہوتے اور چڑتے تھے۔ جب حضرت صالحؑ کا وعظ ختم ہوا' تو انہی لوگوں میں سے ایک نے اپنا منہ بگاڑتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

''کیا ہم سب میں ایک تو ہی خدا کو نظر آیا تھا' جسے خدا نے اپنا پیغمبر بنانے کے لئے چنا۔ اگر تیرے کہنے پر عمل نہ کریں تو ہم غلطی پر ہوں گے اور آگ میں جھونکے جائیں گے۔ کیا یہ سب نصیحت تجھ پر ہی اترنا تھی۔''

دوسرا کافر بھی اس کی طرفداری کرتے ہوئے بولا ''یہ جھوٹا ہے اور جھوٹ بولتا ہے' کوئی اس کی بات پر یقین نہ کرے۔'' پھر سب کے سب بکنے لگے اور جو منہ میں آیا کہتے چلے گئے۔ کوئی صالحؑ کی بات سننے پر رضامند نہیں تھا' سو وہ ملول سے وہاں سے چلے گئے۔

قوم ثمود میں حضرت صالحؑ کی پیغمبری کا مسئلہ ایک موضوع بن کر رہ گیا۔ نہ صرف دارالحکومت بلکہ آس پاس کی بستیوں میں بھی ان کی پیغمبری کا بہت چرچا ہوا ہے۔ آئے دن قسم قسم کی افواہیں اڑتی رہتی ہیں۔ لوگ آپس میں اس مسئلے پر چہ میگوئیاں کرتے اور خوب بحث ہوتی ہے۔ حجر اور دوسری بستیوں میں ہونے والی سرگرمیوں کی خبر جندع بادشاہ کو بھی پہنچتی رہی ہے۔ حضرت صالحؑ نے بھی اپنا وعظ نہ چھوڑا اور ان کی قوم بحث و تکرار کرتی رہی ہے۔ بالآخر جندع نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ اس نے ثمود کے سرداروں کو بلوا کر اس سے آگاہ کیا۔ پھر جندع کے اشارے پر ثمود کے سرداروں نے ایک اور چال چلی۔ وہ کسی طرح حضرت صالحؑ کو اپنی دانست میں عاجز کرنا چاہتے تھے۔ ایک روز شام کے وقت یہ سب لوگ جمع ہو کر مسجد کے سامنے والی پہاڑی کے دامن میں جمع ہو گئے' جہاں حضرت صالحؑ دین کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

سرداروں کے ساتھ آبادی کے دوسرے لوگ بھی ساتھ ہو لئے تھے کہ دیکھیں آج کیا ہوتا ہے کیونکہ آج ان کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنا وعظ ختم کر چکے اور مسجد کی طرف جانے لگے تو اس ہجوم کو آتے دیکھ کر رک گئے۔ آبادی کے وہ لوگ جو صرف تماشا دیکھنے آئے تھے، وہ تو وہیں پیچھے رک گئے۔ باقی قوم کے سردار ان کے قریب آ گئے۔ ان میں سے ایک سردار باقی سرداروں کی نمائندگی کرتے ہوئے صالح علیہ السلام سے یوں مخاطب ہوا۔

''اے صالح (علیہ السلام)! ہم تیری ان باتوں اور حرکتوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ اگر تیرا تعلق

ہماری قوم سے نہ ہوتا تو یقین کر اب تک ہم تجھے ختم کر چکے ہوتے۔ آج ہم تجھ سے آخری بار بات کرنے آئے ہیں۔ سن! اگر تو سچا ہے اور واقعی خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے تو پھر کوئی ثبوت دے۔ کوئی نشانی دکھا' تا کہ ہمیں بھی یقین ہو جائے کہ تو واقعہ خدا کا بھیجا ہوا ہے اور ہم تجھ پر ایمان لے آئیں۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں اس بات کا ثبوت دوں اور کوئی نشانی ظاہر ہونے کے بعد بھی تم ضد پر قائم رہو اور مجھے جھٹلاتے رہو۔" حضرت صالح علیہ السلام نے جواب دیا۔

"نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اگر تو نے ثبوت یا کوئی نشانی دکھا دی تو ہم یقین کر لیں گے۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔ "تم کس قسم کی نشانی یا ثبوت چاہتے ہو؟"

"اگر تو واقعی اللہ کا نبی ہے تو ایسا کر کہ ہمارے سامنے جو یہ پہاڑ ہے' اس کو چیر کر اس کے اندر سے ایک اونٹنی کو ظاہر کر جو گابھن ہوا اور فوراً بچہ دے۔ اس بچے کے بال سرخ ہونے چاہئیں' تا کہ ہم اس اونٹنی کا دودھ پیا کریں اور خوش جیا کریں۔"

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کا یہ مطالبہ سنا اور بارگاہ خداوندی میں اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ آپ اس وقت بالکل مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ ادھر ثمود کے سردار خوش تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کا مطالبہ کبھی بھی پورا نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی دانست میں ایسی نشانی کا مطالبہ کیا ہے' جو ناممکن ہے۔ ان کی محدود عقل میں بھلا یہ بات کس طرح سما سکتی تھی کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ ہل رہے تھے۔ گویا وہ خدا کی بارگاہ میں دعا میں مصروف تھے' تا کہ خدا ان کی دعا سن سکے اور کافر سرداروں کو یقین ہو جائے کہ وہ واقعی خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ سردار بڑے غور سے کبھی پہاڑ کو دیکھتے تو کبھی صالح علیہ السلام کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ وہ کبھی خوش ہوتے تو کبھی کبھی پریشانی دکھائی دینے لگتے۔

آخر کار خدا نے اپنی نبی کو ان کے سامنے جھوٹا ہونے سے بچا لیا۔ اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔ کچھ دیر بعد پہاڑ کی طرف سے ایک زوردار آواز آئی۔ وہ سب سردار گھبرا گئے اور فوراً اس آواز کی طرف متوجہ ہو گئے اس کے بعد ایک پتھر کا ٹکڑا ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور اس میں سے ایک اونٹنی باہر نکل آئی' جو گابھن تھی۔ سردار یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ خاموش کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اونٹنی نے ایک بچے کو جنم دیا' جس کے بال سرخ رنگ کے تھے۔ سارے سردار یہ سب منظر شدید حیرت کے عالم میں دیکھ رہے تھے۔ جوان کی سوچ کے بالکل برعکس تھا۔ جب یہ ثبوت انہیں ملا تو ان میں سے ایک سردار فوراً ایمان لے آیا۔ دوسرے

سردار بھی جب ایمان لانے لگے تو ہیکل کے کاہن رباب نے انہیں روک دیا اور سختی سے بولا۔

"تم یہ کیا کر رہے ہو۔ رک جاؤ' مت لاؤ اس پر ایمان۔ اس نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ تم ہرگز نہ بدلو۔"

سردار جو ایمان لانے لگے تھے' انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اسی دوران اونٹنی دو بار بولی اور اسی پہاڑ کے دامن میں اپنے بچے کے ساتھ چرنے لگی جس سے وہ پیدا ہوئی تھی۔

کافروں کے لئے یہ بڑی حیران کن بات تھی۔ کاہن رباب نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ قوم کے سردار صالح علیہ السلام کے اس ثبوت سے متاثر ہو گئے ہیں اور وہ ضرور اس کے مذہب کو اپنا لیں گے۔ سرداروں کو متاثر ہوتے دیکھ کر کاہن کہنے لگا۔

"یہ عقل کے بالکل خلاف ہے کہ ایک چٹان کے پتھر سے ایک اونٹنی نکل آئی اور پھر اس نے ایک بچے کو جنم دیا۔ یہ اسرار جادو ہے مجھے یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) بہت بڑا جادوگر ہے۔ اس نے اپنے جادو کے زور سے یہ سب کر کے دکھایا تا کہ ہم اس سے متاثر ہو جائیں اور اس کا مذہب اختیار کر لیں۔"

کاہن نے سرداروں کے ذہنوں کو جھنجوڑ کر ایک نئی راہ دکھائی۔ ان میں سے ایک سردار نے کاہن کی بات کی فوراً تائید کی اور کہنے لگا۔

"یہ واقعی جادو ہے۔ اس نے خود کو منوانے کے لئے جادو کے زور پر پتھر سے اونٹنی کو نکالا اور پھر اس نے بچہ دیا۔ بھلا اس سے بڑا جادو اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ہرگز خدا کی طرف سے نہیں بھیجا گیا ہے۔"

یہ سب سردار آپس میں بحث و مباحثہ میں مصروف تھے اور ایک دوسرے کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ ادھر وہ پتھر سے جنم لینے والی اونٹنی اور اس کا بچہ چرتے چرتے اس چشمے پر پہنچ گئے جو قریب ہی بہہ رہا تھا۔ ان سرداروں کی نظر جب اونٹنی پر پڑی تو سب کے سب اس غرض سے اس کی طرف دوڑے کہ دیکھیں بھلا یہ اونٹنی کدھر جاتی ہی اور کیا کرتی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام وہیں پر ہی رہے جہاں ان کے دوسرے ایمان والے ساتھ کھڑے تھے۔ سردار جب چشمے پر پہنچے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ کر دنگ رہ گئیں کہ اونٹنی اور اس کا بچہ چشمے کا سارا پانی پی گئے ہیں اور چشمے کو بالکل خشک کر دیا۔ کاہن نے جب یہ دیکھا تو جھٹ سے اس نے اپنی پہلی بات کی تائید کرنا چاہی اور فوراً بولا۔

"دیکھو، میں کہہ رہا تھا نا کہ یہ اونٹنی جادو کی ہے۔ بھلا کسی جاندار نے کبھی پتھر سے بھی جنم لیا ہے۔ اور تم نے کبھی یہ سنا یا دیکھا ہے کہ ایک جانور چشمے کا سارا پانی پی کر اسے خشک کر دے۔ یہ سب

جادو ہے اور ہمیں بہکانے کا بہانہ ہے۔"

ایک سردار نے اپنے ساتھیوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کاہن ٹھیک ہی کہتا ہے اور میرا خیال بھی یہ ہے۔ صالح (علیہ السلام) نے اسے جادو سے پیدا کیا اور جادو سے ہی سارا پانی پلا دیا۔ ورنہ یہ اتنا پانی کیسے پی سکتی تھی۔"

اونٹنی جب چشمے کا سارا پانی ختم کر چکی تو وہ اپنے بچے کو لے کر پھر پہاڑوں کی طرف چر۔ نکل گئی۔

وادی القریٰ میں وہ واحد چشمہ تھا جس کا پانی وہاں کے لوگ پیتے تھے۔ بہر کیف سردار یہ سب کچھ دیکھ کر خاموشی سے واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے مزید کوئی بحث نہ کی۔ مگر دوسرے دن صبح ہی وہ سب مل کر حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ آپ اس وقت مسجد سے نکل کر آبادی کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کو آتا دیکھ کر رک گئے۔ سرداران کے پاس آئے اور شکایت کی کہ کل جو تو نے پتھر سے اونٹنی بنائی تھی وہ چشمے کا سارا پانی پی گئی ہے۔ ہم لوگ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ ہمارے گھروں میں پانی نہیں' سب پیاسے بیٹھے ہیں۔ ہم تیری اونٹنی اور اس کے بچے کو باندھ دیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کی تمام شکایت سن لینے کے بعد انتہائی نرم لہجے میں جواب دیا۔

"اے میری قوم کے لوگو! یہ اونٹنی ایک فیصلہ کن ثبوت اور نشانی ہے جو کہ خدا کے نام پہ تمہارے لئے چھوڑی گئی ہے۔ تم اسے نہ پکڑنا۔ اسے کھلا چھوڑ دو۔ وہ جہاں چاہے جائے اور جہاں چاہے کھائے۔ تم اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤ۔ ورنہ تمہیں بہت نقصان ہو گا' جو کہ خدا کی طرف سے تم پر عذاب کی صورت میں نازل ہو گا۔ اس لئے تم اسے کچھ نہ کہنا۔"

"مگر صالح (علیہ السلام) ہم پانی کہاں سے پئیں گے۔ ہمارے مویشی بھی پیاسے مر جائیں گے اور وہ جو ہمارے بچے گھر پر پیاسے بیٹھے رو رہے ہیں۔ ان کا کیا بنے گا؟"

حضرت صالح علیہ السلام نے جواب دیا۔ "یہ چشمہ ایک روز تمہارے لئے بہے گا جس کا پانی تم پیو گے اور تمہارے مویشی پئیں گے۔ اور ایک روز اس اونٹنی کے لئے بہے گا جس کا پانی وہ اور اس کا بچہ دونوں پئیں گے۔ سو تم اپنی باری پر جتنا پانی چاہے چشمے سے لے لینا مگر اس کی باری میں اسے ہرگز تنگ نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بڑے دن کی آفت کی طرح اونٹنی تمہیں پکڑ لے۔ تم کبھی بھول کر بھی اس اونٹنی کو مارنے کی کوشش نہ کرنا اور نہ ہی اسے کچھ کرنے سے روکنا۔ جب تک یہ اونٹنی تمہارے درمیان موجود رہے گی' تم پر خدا کا کوئی عذاب نازل نہیں ہو گا۔ تم ہر عذاب سے محفوظ رہو گے۔"

اس کے بعد پھر یہی ہوا کہ ایک روز چشمے کا پانی لوگ استعمال کرتے اور دوسرے روز چشمے کا پانی اونٹنی پیتی۔

جب سے اونٹنی نے پتھر سے جنم لیا اور یہ معجزہ ظہور میں آیا ایمان والوں کے ایمان میں مزید پختگی آ گئی تھی اور ان کے مزید حوصلے بڑھ گئے۔ اب وہ غریب ہونے کے باوجود ان کافروں سے ڈرتے تھے اور نہ ہی ان کی غلط باتوں کو سنتے تھے۔ کافروں نے حضرت صالح علیہ السلام کو خود ہی ایک بڑا ساحر مشہور کر دیا تھا۔ اب وہ حضرت صالح علیہ السلام کے ماننے والے لوگوں سے جھگڑتے تو ضرور مگر زیادہ نہیں یعنی حد سے نہ گزرتے۔

انہیں اونٹنی پر بھی سخت غصہ آتا' کیونکہ اونٹنی کو دیکھ کر ان کے مویشی بھاگ جاتے تھے اور پھر ایک روز پانی نہ ملنے کی وجہ سے انہیں اور بھی غصہ آتا۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر ان کی کشیدگی بڑھتی چلی گئی۔ کبھی کبھی کوئی کافر غصہ میں آ کر اونٹنی کو مار دینے کی دھمکی بھی دیتا۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کی تمام باتوں سے واقف تھے مگر اس کے باوجود وہ کافروں کو سمجھاتے اور انہیں ہدایت کرتے کہ ایک خدا کو مانو۔ ایک بار انہوں نے کشیدگی کے دوران لوگوں سے تبلیغ کرتے ہوئے کہا:

"اے لوگو! تم بھلائی سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا کیوں چاہتے ہو۔ کیوں برائی مانگتے ہو۔ اللہ سے اپنی بخشش کیوں نہیں چاہتے، ہو سکتا ہے خدا تم پر رحم کر دے۔"

اس پر ایک کافر نے جل کر کہا۔ "ہم نے تیرے قدموں کو منحوس پایا ہے اور تیرے ساتھ تیرے ان چند ساتھیوں کو بھی منحوس پایا' جو اندھے ہو کر ایمان لے آئے۔ جب سے تو نے ہمیں ہمارے مذہب سے روکنا چاہا ہے اس وقت سے ہمیں مصیبتوں نے گھیرا ہوا ہے۔"

حضرت صالح علیہ اسلسلام نے جواب میں کہا۔ "تمہاری بری قسمت خدا کے پاس ہے۔ تمہیں ایمان والوں سے لڑنا جھگڑنا نہیں چاہئے۔ تمہیں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ تمہاری قسمتوں کے ذمہ دار یہ ایمان والے نہیں بلکہ اللہ ہے۔ اور یہ اونٹنی جس سے تم جلتے ہو اور اس کے لئے دل میں برے خیالات کو جگہ دیتے ہو یہ تمہارے درمیان اسی کی نشان ہے۔" اونٹنی کا ذکر سن کر وہ اور بھی زیادہ بگڑ گئے اور طرح طرح کے الزام لگانے لگے۔

حضرت صالحؑ نے انہیں پھر نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "سنو لوگو! میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں اگر تم نے اس اونٹنی کو کوئی نقصان پہنچایا یا اسے ہلاک کر دیا تو خدا کی طرف سے تمہیں بہت بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم میں سے ایک شخص کسی روز اس اونٹنی کو مار ڈالے گا اور جس کی وجہ سے خدا تم پر عذاب ڈالے گا' جو تم برداشت نہیں کر سکو گے۔ مگر پھر پچھتانے سے کچھ نہ ہو گا۔"

بستی کے شرپسند حضرت صالح کی تبلیغ سے تنگ آ کر ان کو تنگ کرنے کے درپے ہو گئے۔

ایک روز بستی کے نو کافروں نے آپؑ کو قتل کر منصوبہ بنایا۔

ان سب نے مل کر حضرت صالح علیہ السلام کو مارنے کا تہیہ کر لیا اور اس کے لئے بہانہ ڈھونڈنے لگے۔ یہ کافر جانتے تھے کہ حضرت صالح علیہ السلام رات مسجد میں ہی سو کر گزارتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پاس اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ رات کو بستی سے نکل کر مسجد کے سامنے والی پہاڑی کے اس درے میں چھپ گئے' جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام گزرا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کر دیں گے اور پھر ان کے عزیز و اقارب سے جھوٹی قسمیں کھا کر انہیں یقین دلا دیں گے کہ صالح (علیہ السلام) کا قتل انہوں نے نہیں کیا۔ مثل مشہور ہے کہ چاہ کن را چاہ درپیش۔ سو ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ جو کافر حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلے تھے' اللہ کے حکم سے ان پر پہاڑ کا ایک بھاری پتھر آن گرا' جس کے نتیجے میں وہ دب کر اپنے انجام کو پہنچے۔ کچھ دنوں بعد بستی کے لوگوں کا وہاں سے گزر ہوا۔ ان لوگوں میں سے کسی ایک کی نظر پتھر کے نیچے دبے ہوئے آدمی کے ہاتھ پر پڑی۔ اس نے فوراً اپنے ساتھیوں کو اس دبے ہوئے ہاتھ کی طرف متوجہ کیا۔ وہ سب جلدی سے اس ہاتھ کی طرف لپکے تو انہیں کچھ اور لاشیں بھی دکھائی دیں' جو بڑے پتھر کے نیچے دبی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر جلد ہی وہ سارا ماجرہ سمجھ گئے' کیونکہ یہ ان ہی نو افراد کی لاشیں تھیں جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے کہنے پر اپنے بیٹوں کو قتل کر دیا تھا' اور یہ لوگ ان کی لاشوں کو دیکھ کر پہچان گئے تھے اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے ارادے سے نکلے تھے' مگر صالح علیہ السلام کے خدا نے انہیں ہی ختم کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں درہ ہجوم سے بھر گیا۔ ان نو افراد کی المناک موت کی خبر حجر اور آس پاس کی بستیوں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ بچے بچے کی زبان پر ان کی المناک موت کا ذکر ہو رہا تھا۔ حجر اور بستیوں میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بڑے ہیکل کے کاہن رباب نے' قوم کے دوسرے سرداروں نے ان افراد کی موت کا قصوروار صالح علیہ السلام کو ٹھہرایا۔

پھر کچھ لوگ اپنے سرداروں کو ساتھ لے کر حضرت صالح علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ آپؑ ہجوم کو دیکھ کر باہر نکل آئے۔ انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو دیکھا تو ان میں سے ایک سردار کہنے لگا:

''اے صالح (علیہ السلام)! پہلے تو تو نے یہ ظلم کیا کہ ان کے معصوم بچوں کو قتل کروا دیا اب انہیں بستی سے باہر لا کر قتل کر دیا۔ صرف یہی نہیں' بلکہ تم نے اپنا جرم چھپانے کے لئے انہیں پتھر کے

نیچے دبا دیا' تا کہ کوئی تجھ پر شک نہ کر سکے۔ یہ سب فساد اس اونٹنی ہی کی وجہ سے ہو رہے ہیں' جسے تو خدا کی نشانی یا اپنے پیغمبر ہونے کا ثبوت بتاتا ہے۔ اب ہم اس اونٹنی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اسے جان سے مار ڈالیں گے۔ نہ وہ ہو گی اور نہ ہی جھگڑے ہوں گے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی' مگر وہ ایک نہ مانے اور اپنے فیصلے پر اڑے رہے اور حضرت صالح علیہ السلام کو برا بھلا کہہ کر واپس بستی میں لوٹ آئے۔

کافی دنوں سے اونٹنی کا قتل قوم ثمود کے لئے ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اونٹنی کو پہاڑ کے پتھر سے پیدا ہوتے دیکھ کر بھی ان کے دلوں میں کفر کا اندھیرا رہا اور دین کے نور سے منور نہ ہو سکے۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کو اونٹنی کے وجود سے نفرت ہونے لگی۔ وہ اب اکثر جمع ہوتے اور اونٹنی کو ختم کرنے کی ترکیبیں سوچتے تا کہ ان پر ہر دوسرے روز پانی کی جو پابندی تھی' وہ ختم ہو جائے۔ یہ پابندی ان کے لئے وبال جان بن چکی تھی' جو ان پر اور ان کے مویشیوں پر لگی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ یہ کیفیت جاری رہی۔ پھر اسی دوران کچھ روز پہلے ایک حسین و جمیل صدوق نامی عورت جو بہت مالدار تھی' اس نے خود کو ایک شخص مصدع کے سامنے پیش کیا۔ اس عورت کے پاس بہت سے مویشی تھی۔ وہ بھی پانی نہ ملنے کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ اس عورت کے حسن اور مال کی ہر بستی میں کافی شہرت تھی۔ اس نے مصدع کو لالچ دیا کہ اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے تو میں تجھ سے شادی کر لوں گی۔ مصدع نے بھی دولت اور شہرت کا کافی ذکر سن رکھا تھا۔ لہٰذا وہ اس کے لالچ میں آ گیا اور اس امر کو اپنی خوش فہمی سمجھ کر اس نے اونٹنی کو ختم کرنے کا عہد کر لیا کہ وہ جلد ہی اس اونٹنی کو ختم کر دے گا۔ یہی واقعہ قیدار بن سالف کے ساتھ بھی چند روز پہلے پیش آیا تھا۔ اس کے سامنے ایک دوسری مالدار عورت نے اپنی خوب صورت لڑکی کو پیش کیا اور کہا۔

''اے قیدار! اگر تو اونٹنی کو مار ڈالے تو میں اپنی بیٹی کی شادی تجھ سے کر دوں گی جو بہت خوب صورت ہے تو اسے اپنی بیوی بنا لینا۔'' چنانچہ قیدار بھی اس دن سے اونٹنی کی تاک میں رہنے لگا۔

آخر کار ایک روز مشتعل ہجوم نے اس اونٹنی اور اس کے بچے کو گھیر ہی لیا مگر اسے مارنے کی ہمت کسی کو نہ ہو سکی۔ قیدار اس ہجوم سے کچھ پیچھے کھڑا تھا اور مصدع کچھ ڈرا ہوا سا لگ رہا تھا۔ قیدار کی یہ کوشش تھی کہ وہ ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھ جائے اور اونٹنی کو مار ڈالے۔ پھر اس نے ایسا ہی کیا وہ ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور بے خوف و خطر اس نے اپنی نیام سے تلوار نکالی اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اونٹنی زخمی ہو کر جیسے ہی نیچے گری اس نے فوراً اس کی گردن پر تلوار کا حملہ کیا۔ قیدار بن سالف کے چہرے پر ذرا بھی خوف نہ تھا۔ قیدار کو دیکھ کر مصدع کو بھی جوش آیا اور اس نے بھی ہمت کی اور اونٹنی کو مارنے کو بڑھا۔ مگر اس سے پہلے کہ مصدع اپنی تلوار سے اس پر وار کرتا' اونٹنی قیدار کی تلوار کی

ضربیں کھا کر دم توڑ چکی تھی۔ اونٹنی کا بچہ یہ ہنگامہ دیکھ کر اس پہاڑ کی طرف بھاگ گیا' جس کے اندر سے بچے کی ماں نے جنم لیا تھا۔

جب اونٹنی کی ہلاکت کی خبر حضرت صالح علیہ السلام کو ہوئی تو وہ مسجد سے نکل کر آبادی کی طرف آنے لگے۔ مگر انہیں وہ ہجوم راستے میں ہی مل گیا۔ اس ہجوم میں مصدع اور قیدار بھی شامل تھے۔ یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کو دیکھ کر رک گئے۔ آپؑ ایک چٹان پر جا کھڑے ہوئے اور ان سے کہنے لگے۔

''آخر تم نے وہی کیا جس کا مجھے خوف تھا۔ میں نے تمہیں اونٹنی کو نقصان پہنچانے سے روکا' مگر تم نہ رکے۔ اب تم اپنے گھروں میں تین دن اور گزار لو۔ یہ ایسا سچا وعدہ ہے جس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں۔''

حضرت صالح علیہ السلام کی یہ بات سن کر وہ لوگ گھبرا گئے اور سوچنے لگے کہ شاید تین دن بعد انہیں عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ان میں سے کچھ کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔ وہ حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے۔

''اے صالح (علیہ السلام) سب نے اونٹنی کو ہلاک نہیں کیا۔ اونٹنی کو صرف اسی نے ہلاک کیا ہے جس کی پیشین گوئی کی تھی اور اس کے ساتھ مصدع بھی مل گیا تھا' اس اونٹنی کی ہلاکت میں۔ ان دونوں نے ہی مل کر اونٹنی کو ختم کیا ہے' اور کسی نے اونٹنی کو ہاتھ نہیں لگایا۔''

اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے کہا۔ ''اونٹنی کا وجود تم سب کو برا لگتا تھا اور اس کی ہلاکت ہی تم سب کی منشا تھی' لیکن اگر تم چاہتے' اسے مارنے والے کا ہاتھ پکڑ سکتے تھے لیکن اب تم اونٹنی کے بچے کو تلاش کر کے لے آؤ تو ہو سکتا ہے کہ تم پر آنے والا عذاب ٹل جائے۔''

سب لوگ عذاب کے خوف سے اونٹنی کے بچے کو تلاش کرنے پہاڑوں کی طرف دوڑے۔ انہوں نے علاقے کا کونا کونا چھان مارا۔ مگر اونٹنی کا بچہ انہیں نہ مل سکا۔ آخر وہ مایوسی کی حالت میں واپس حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آئے جو اس وقت مسجد میں بیٹھے خدا کی عبادت میں مصروف تھے۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو بتایا کہ اونٹنی کا بچہ انہوں نے ہر جگہ تلاش کر لیا۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا۔

''اب تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔'' پھر آپؑ نے لوگوں کو عذاب کی نشانیاں بتاتے ہوئے کہا۔

''عذاب کے پہلے دن تم سب کے چہرے زرد پڑ جائیں گے اور دوسرے دن تمہارے چہروں کا رنگ سرخ ہو جائے گا اور پھر تیسرے روز تمہارے چہروں کا یہ سرخ رنگ سیاہی میں تبدیل ہو جائے

۔ اس کے بعد تم پر مزید خدائی عذاب نازل ہو گا۔ جو صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ ساری قوم کے ۓ ہو گا۔ بادشاہ جندع بھی اس عذاب میں مبتلا ہو گا اور بڑا ہیکل کا کاہن بھی اس عذاب کی لپیٹ ں آئے گا' جس نے مجھے ساحر کا نام دے کر مشہور کیا تھا اور میرا مذاق اڑایا تھا۔ خدا کو جھٹلانے والے ف تم ہی چند نہیں ہو' بلکہ تمہاری ساری قوم نے خدائے واحد کو جھٹلایا ہے اور سرکشی کی ہے۔ اس ب سے صرف وہی بچ سکیں گے جو خدائے واحد پر ایمان لے آئے ہیں۔ انہیں اس عذاب سے ئی تکلیف یا نقصان نہیں پہنچے گا۔''

پھر حضرت صالح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق اگلے روز عذاب کی علامتیں ظاہر ہونا ع ہو گئیں۔ پہلے دن تو ان کے چہرے زرد ہو گئے۔ دوسرے دن ان پر سرخی آ گئی اور تیسرے روز سب کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ جب ان تینوں رنگوں نے اپنا رنگ ان کے چہروں پر جمایا تو انہیں لح علیہ السلام کی پیغمبری پر یقین آنے لگا اور اسے سچا ماننے لگے۔ مگر ضد میں آ کر انکار کرتے رہے ں اب ان کے چہروں پر موت کی زردی چھائی ہوئی تھی' پھر اسی رات ایک ہیبت ناک آواز نے ں وادی القریٰ کو سر پر اٹھا لیا اور سب لوگ اسی حالت میں مر گئے جس حالت میں وہ بیٹھے تھے۔

ادھر کافروں پر خدا کا عذاب نازل ہوا اور دوسری طرف خدا نے حضرت صالح علیہ السلام اور کے ایمان والے ساتھیوں کو اپنی امان میں لے لیا۔ جب دن کی روشنی نے رات کے اندھیرے کو لیا اور ہر طرف صبح کا نور پھیل گیا تو بستی میں ہر طرف تباہی ہی تباہی پھیلی ہوئی نظر آئی۔ نہ بادشاہ ہ عالی شان محل تھا جس میں بادشاہ بڑی شان سے رہا کرتا تھا اور نہ ہی بڑے ہیکل تھے وہ مکان تھا پتھروں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ سب کچھ تباہ و برباد' نیست و نابود ہو کر رہ گیا۔ ان سب کو زمین نگل لیا تھا۔

جب حضرت صالح علیہ السلام ایمان والوں کو ساتھ لے کر آبادی کی طرف گئے تو آپؑ پر ں و ملال طاری تھا۔ وہ حجر جو کچھ دن پہلے ایک پر رونق شہر بنا ہوا تھا' تباہ ہو کر کھنڈر بن گیا تھا۔

چونکہ وادی القریٰ خدا کے نازل کئے ہوئے عذاب سے تباہ ہو گئی تھی' اور رہنے کے قابل نہ تھی۔ اس لئے حضرت صالح علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو لے کر فلسطین کی جانب ہجرت کر گئے۔ لہ حجر کے قریب صرف یہی مقام سرسبز و شاداب تھا۔ یہاں پر ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔ وہ فلسطین ملاقہ رملہ میں جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں کچھ دن قیام کیا اور پھر وہاں سے بھی ہجرت کر کے مکہ چلے

۔

ذوالناس قوم ثمود کی تباہی کی داستان سناتے سناتے رونے لگی۔ اس کے گلنار چہرے کو رنج و نے پھیکا کر دیا۔ میں بھی انسانوں کی تباہی و بربادی کی داستان سن کر بے تحاشا رویا تھا۔ میرے

دل میں حضرت صالح علیہ السلام کو دیکھنے کی خواہش مچلنے لگی۔

"اے میرے غمگسار! میری حیات بے مایہ کے رازدار میری ایک بات توجہ سے سنو۔" ہامہ نے مجھے ایک طویل وقفے کے بعد مخاطب کیا اور پرجوش انداز میں بولا۔ "تم میں سے بہت سارے انسان افسوس کہ ان میں مسلمان بھی ہیں' مخلوق جنات کے وجود سے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کو ہدایت دے میں ان کی تباہی کے لئے بددعا نہیں کر سکتا کیونکہ مسلمان میرے نبی محترم رسول خداؐ کی قوم ہے۔ یہ ضرور کہوں گا کہ قرآن و احادیث اور تاریخی کتابوں میں مخلوق جنات کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ پس اگر تم لوگ غور کرو اور ان نشانیوں پر توجہ دو جو جنات کے وجود کو ظاہر کرتی ہیں تو تمہیں ہماری مخلوق سے متعلق بدگمانی نہیں ہوگی۔

سنو، میں کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی اصلاح کے لئے اپنے جتنے بھی پیغمبر اس زمین پر بھیجے ہیں وہ انسانوں کے علاوہ جنات کو بھی امر بالمعروف و نہی والمنکر کی ہدایت فرماتے تھے۔ جنات چونکہ عام انسانوں کو نظر نہیں آتے اس لئے تم لوگ اس بات کی حساسیت اور حقانیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر یہ بات سمجھ لو کہ اللہ کے بندوں سے یہ مخلوق پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ختم نبوت تک تمام نیک و صالح امن پسند جنات نے اسلام قبول کیا۔ پس جب میں نے یہ سنا کہ حضرت صالحؑ مکہ میں تشریف فرما ہیں تو میرے دل میں آپؑ کے دیدار کی امنگیں بے تاب ہو گئیں۔ ہماری بستیاں مکہ میں آباد تھیں۔ مجھے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ اللہ کے پیغمبر کے قدم مبارک اس خطہ مقدس میں پہنچے ہیں تو ہمارے باغی جنات بھی سرکشی سے تائب ہو جائیں گے۔

اے میرے ہمدرد! اس عہد میں حضرت نوحؑ کی اولادیں پورے کرہ ارض پر پھیل چکی تھیں انسانوں کی بستیاں صرف صحرائے احقاف تک محدود نہیں تھیں بلکہ آج جب تمہاری دنیا 21 ویں صدی میں داخل ہو چکی ہے تو آج کے مشہور شہر اور ملک اس دور میں آباد ہوئے تھے۔ فلسطین کا شہر رملہ۔ جہاں مسلمانوں پر یہودیوں کے مظالم ٹوٹ رہے ہیں۔ یہ شہر حضرت صالحؑ کی تشریف آوری سے پہلے ہی آباد ہو چکا تھا۔ شہر اکتانا کی تمہیں داستان سنا دی تھی۔ مصر اور نیل کے قصے بھی تم سن چکے ہو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں انسانی آبادی دنیا کے مختلف خطوں میں پھیل چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام بستیوں میں اپنے صالح بندوں کو رشد و ہدایت کے لئے مامور کیا تھا۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مبعوث کئے ہیں لیکن ان عظیم اور عہد ساز شخصیات کے کتنے نام ہمیں یاد ہوں گے۔ چالیس پچاس' ساٹھ' ایک سو۔ میں تمہیں یہ سمجھا رہا ہوں کہ لاکھوں سال سے قائم اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی بھیجے جو ہر اس آبادی میں پہنچے جہاں جہاں انسان

آباد تھے۔ مگر ہمیں ان بستیوں کے ناموں اور کارناموں کا پورا پورا علم نہیں۔

اے میرے ہمراز! میری یہ داستان ہوشربا تمہیں عجیب لگ رہی ہوگی۔ تم اس داستان کو آگے سناؤ گے تو اکثریت اسے جھٹلائے گی اور تم پر بہتان بھی لگیں گے۔ تمہیں اس داستان کو سنانے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ دیکھو، اللہ تعالیٰ کی بنائی مخلوق ارفع یعنی انسان کو ابلیس نے کس کس طرح گمراہ کیا ہے اور نیک کاروں کو شیطانی قوتوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے کن کن مصائب سے گزرنا پڑا ہے۔ ابلیس نے روز قیامت تک اللہ تعالیٰ سے یہ مہلت مانگی ہے کہ وہ زندہ رہے گا اور انسانوں کو اپنے خالق کے آگے جھکنے سے روکے گا۔ انسانوں کو بدی پر مائل کرے گا۔ دنیا میں امن قائم نہیں ہونے دے گا۔ ابلیس تو نفرت حسد اور انتقام کی آگ ہے جو ابن آدم کو مکر و فریب اور چالبازیوں سے گمراہ کرتا ہے۔

اے میرے معزز مہمان۔ تم انسان بھی بڑے عجیب ہو۔ تم یہ تو تسلیم کرتے ہو کہ ابلیس بدی کی قوت اور گناہ کا خالق ہے۔ یہ انسانوں کو گمراہ کرتا اور انسانوں کو خدائے لم یزل کا شریک بناتا ہے۔ لیکن یہ بات تمہاری عقل میں نہیں آتی کہ ابلیس بھی ایک مخلوق ہے۔ ایک ایسی مخلوق جو ملائکہ کی ضد ہے۔ ظاہر ہے اگر ابلیس ایک مخلوق ہے تو اس کی اولاد بھی ہوگی اور اس کے قبائل بھی ہوں گے۔ اس کی سماجی زندگی بھی ہوگی اور وہ بھی کھاتے پیتے ہوں گے۔ جس طرح انسانوں کے قبائل ہیں، جنات کے قبائل ہیں اسی طرح ان کے ازلی دشمن ابلیس کی بھی ایک نسل ہے۔ ایک غول بیابانی ہے جو انسانوں اور جنات پر یلغار کرتی ہے۔

ابلیس عقلوں اور دلوں پر ہی حکمرانی نہیں کرتا بلکہ ہر اعضائے انسانی پر یہ بیٹھا ہوتا ہے۔ ہر انسان پر اگر ایک فرشتہ مامور ہے تو ایک شیطان بھی اس پر مسلط ہے۔ میں تمہیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ میری اس داستان کو سننے کے بعد تاریخ کا مطالعہ کرنا' قرآن و احادیث کو بغور پڑھنا۔ تم پر اس ارض کے علاوہ تمام کائناتوں میں بسنے والی مخلوقات کا احساس ظاہر ہوگا۔ ان کی حقیقتیں کھلیں گی۔

ہامہ مجھے درس دے رہا تھا' مجھے نصیحتیں کر رہا تھا۔ اس کا کہن سالہ وجود تاریخ کا بوجھ لئے ہانپ رہا تھا۔ اس کے ماتھے کی لکیریں انسانی تاریخ کے عروج و زوال کی داستانیں سناتے ہوئے پھڑک رہی تھیں۔ آنکھوں میں جلال و قہر بھرا ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ہامہ' ایک طویل تر' الف لیلوی داستان سناتے سناتے تھک گیا ہوگا اور اب وہ کچھ دیر کے لئے ستائے گا۔ مگر دوسرے ہی لمحے جب ہماریہ ہاتھوں میں ایک کوزہ اٹھائے اس کے پاس آئی تو ہامہ بسم اللہ پڑھنے کے بعد اسے گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔ اس نے چند گھونٹ کے بعد وہ کوزہ میری طرف بڑھایا اور بولا۔

"لے تو آب زم زم پی۔" میں نے عقیدت و ممنونیت کے ساتھ کوزہ لیا اور بسم اللہ پڑھ کے شریں آب زم زم پینے لگا۔ مجھے راحت و سکون مل گیا در میرے قلب و ذہن پر چھائی تھکن اور دھند تحلیل ہوگئی۔ ہامہ ایک بار پھر ہشاش بشاش ہوگیا تھا۔ میں نے متبسم انداز میں ساریہ کی جانب دیکھا جو دزدیدہ نظروں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ ہامہ نے اس کے سر پر چپت رسید کی تو ساریہ جھینپ گئی۔ ہامہ نے کہا۔

"میری بچی۔ آج کی رات یہ میرے پاس ہی رہے گا۔ اس رات میں رواں داستاں کا باب پورا کردوں گا۔ تو فجر کے بعد آنا اور اسے لے جانا۔ یہ تیرا بھی مہمان ہے۔" ہامہ کے لہجے میں شفقت پدرانہ بھری ہوئی تھی۔

میں نے شرما کر سر نیچے کرلیا۔ ساریہ...... میری آگ میں جل رہی تھی۔ میری خاطر اس نے بڑے دکھ اٹھائے تھے۔ ساریہ باپ کی بات سنتے ہی چلی گئی۔ تو ہامہ ایک بار پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"ہاں تو سنو، ذوالناس نے مجھے قوم ثمود کی تباہی کے حالات بھی سنا دیئے تھے اور یہ بھی تنبیہ کر دی تھی کہ ملکہ حدید مجھے کسی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتی تھی۔ میں نے ذوالناس سے کہا۔

"اے میری غمخوار۔ کیا اب تو واپس چلی جائے گی؟"

وہ بولی۔ "ہامہ...... میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی۔ اب مجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں تو ایک بار مکہ سے ہو آ۔"

میں نے اس کی بات پر غور کیا اور کہا۔ "پھر تم میرے ساتھ ہی چلو۔" ذوالناس نے میری بات مان لی اور ہم دونوں کچھ دیر کے لئے شہر ابکتانا کے طلسم کدے سے نکلنے کے لئے پرواز پکڑنے لگے۔ ذوالناس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور شہر ابکتانا کو صندلی خوشبوؤں کے حصار میں چھوڑ کر کوہ دماوند پر پہنچے لیکن اس لمحے مجھے شانور شہر ابکتانا کے قلعے پر کھڑی نظر آئی۔ میں نے دیکھا کہ شانور کے بال بکھرے ہوئے تھے اور قہر و غضب سے مٹھیاں بھینچ کر وہ ابکتانا کے طلسم کدے میں داخل ہونے کی تگ و دو کر رہی تھی مگر اس شہر طلسم کی پراسرار قوتیں اس کو شہر کے اندر داخل ہونے سے روک رہی تھیں۔

ذوالناس کے چہرے پر سراسیمگی طاری ہوگئی۔ اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "کاش شانور اس وقت یہاں نہ آتی۔" "میں خود حیران ہوں کہ شانور یہاں کیا کرنے آئی ہے؟" میں نے الجھتے ہوئے سوچا پھر کہا۔ "ذوالناس مجھے شانور کی مدد کرنی ہوگی۔ مجھے خدشہ ہے کہ شہر ابکتانا کا طلسم اسے غرق نہ کردے۔"

میں جلدی سے فصیل شہر کی جانب بڑھا مگر شومئی قسمت سے اسی لمحہ ابکتان کی پراسرار قوتوں نے شانور کے لئے راستے کھول دیئے اور شانور ان سے شہر میں داخل ہوگئی۔ اسی وقت مجھے ایک

ب سا تمسخرانہ نسوانی قہقہہ سنائی دیا تھا۔ یوں لگا جیسے وہ مکروہ قہقہہ میری بے بسی پر لگایا گیا ہو۔

ذوالناس نے میری طرف دیکھا اور پوچھا۔ "ہامہ تم جانتے ہو یہ قہقہہ کس نے لگایا ہے؟"

میں نے لاعلمی ظاہر کی تو وہ بولی۔ "یہ ملکہ حدید ہے۔"

"ملکہ حدید!" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "اس نے قہقہہ کیوں لگایا ہے؟"

ذوالناس نے سرد آہ بھری اور کہا۔ "ہامہ...... ملکہ حدید ابلیس کی داسی ہے۔ اس نے ہوشنگ کو ی طاغوتی اور جمالی قوتوں سے زیر کیا ہوا ہے اس لئے وہ اس کے وجود کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ ملکہ حدید کے اصل مقاصد کیا ہیں، یہ تم اچھی طرح جان لوگے۔ بہر حال میں اتنا جانتی ہوں کہ لہ حدید اپنی طاغوتی طاقتوں کو توانائی بخشنے کے لئے جن زادیوں کو اپنا اسیر بناتی ہے۔ شانور کو بھی اس نے اسی غرض سے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔"

مجھے ذوالناس کی بات بڑی عجیب سی لگی۔ میں نے کہا۔ "ذوالناس، کیا تم نہیں جانتی کہ شانور ل سے مخفی قوتوں سے مالا مال ہے۔ ملکہ حدید اس پر دسترس نہیں پا سکتی۔"

"تمہاری بات درست ہے مگر یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ شانور کی قوتیں ابدی نہیں ہیں۔ کو زوال آ سکتا ہے۔" ذوالناس نے مجھے سمجھایا۔ "ہامہ۔ تمہیں چاہئے کہ تم مکہ چلے جاؤ۔ شانور کو س آ کر چھڑا لینا۔"

میں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا۔ "میں شانور کو ملکہ حدید کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔" نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"ہامہ...... ذرا ٹھنڈے دل سے فیصلہ کرو۔ ابلیسی قوتوں کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ ق پرستوں کو اشتعال دلا کر ان سے غلط فیصلے کراتی ہیں۔ لہٰذا جب بھی شیطانی قوتوں کے خلاف ئی کام کرو تو پہلے اپنی تدبیر پر غور کرو۔ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔"

"تمہاری بات کسی حد تک ٹھیک ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ نیک کام میں تاخیر بھی نہیں کرنی ہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شانور کی مدد کرنا ایک نیک کام ہے۔ وہ میری شریک حیات ہے۔ میں اسے سی قوتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

اے میرے ہمدرد انسان! پس میں نے ذوالناس سے کہا۔ "اے میری غمخوار اگر میرے ساتھ انا میں جانا تمہارے مفاد میں نہیں ہے تو تم واپس چلی جاؤ۔ میں شانور کو چھڑوانے کے لئے جا رہا ں۔"

ذوالناس امتحان میں پڑ گئی۔ اس نے بالآخر کہا۔ "اے ہامہ۔ میرے جیون پر تیرا احسان ہے۔ کہہ چکی ہوں کہ تمہیں چھوڑ کر اب کہیں نہ جاؤں گی۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

پھر ہم دونوں شہر ابکتانا میں داخل ہونے کے لئے جونہی فصیل پر پہنچے تو مجھے بھی وہی صورتحال پیش آئی جو اس سے قبل شانور کو پیش آ چکی تھی لیکن ذوالناس پر اسرار قوتوں کے پردے چاک کر کے دوسری طرف پہنچ چکی تھی۔ اس نے مجھے فصیل شہر پر کھڑے دیکھا تو بولی

"ہامہ۔ وہ کلام پڑھو جو ہمیشہ تیری اعانت کرتا ہے۔" اس نے مجھے یاد دلایا تو میں نے اللہ کا کلام پڑھا' اور پھر شہر ابکتانا کی پر اسرار قوتیں یوں سکڑ گئیں جیسے گرم شے پر پانی ڈال دیا جائے تو بھڑکتے شعلے یکدم بجھنے کو آ جاتے ہیں۔ میں سینہ تانے کلام ربی پڑھتا ہوا ہوشنگ کے محل کے پاس پہنچا تو ایک عجیب وغریب منظر جیسے میرا منتظر تھا۔

محل کے سامنے اسی کھلے میدان میں جہاں ذوالناس کو ابلاق کی قید سے رہائی ملی تھی۔ ملکہ حدید آگ کا ایک الاؤ روشن کئے کھڑی تھی۔ آگ کے ایک طرف شانور تھی اور دوسری طرف ملکہ حدید۔ اس وقت صرف دونوں ہی وہاں موجود تھیں۔ کوئی ذی نفس نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک عجیب سی سڑاند ماحول میں سرایت کر رہی تھی۔ ماحول کی اپنی سانسیں بوجھل تھیں۔ ملکہ حدید نے بازو پھیلائے ہوئے تھے اور زیر لب کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ شانور کی آنکھیں لحہ لحہ بوجھل ہو رہی تھیں۔ اس کا وجود آگ کے بھڑکتے الاؤ کی طرح روشن ہو رہا تھا۔ ادھر ملکہ حدید کا بدن سیاہ دھوئیں میں تحلیل ہونے لگا تھا اور وہ آہستہ آہستہ شانور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ دھواں باریک سی لہر میں تبدیل ہوا اور شانور کی ناک کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔

میں نے ملکہ حدید کے مقصد کو جان لیا اور اسی لحہ اپنی طاقتوں کو بیدار کر کے میں نے آگ کے الاؤ کے گرد حصار قائم کر دیا اور پھر جھٹ سے شانور کے پاس پہنچا جو مدہوش سی ہو کر لہرا رہی تھی۔ ذوالناس نے اس وقت میری بہت مدد کی تھی۔ میں نے اس کی مدد سے ملکہ حدید کے دھویں کو اپنی مٹھی میں بند کر لیا۔ اس دھویں کو مٹھی میں بند کرنا جان جوکھم کام تھا۔ یوں سمجھو کہ اگر یہ دھواں فلک بوس پہاڑ کے اندر قید کر دیا جاتا تو اس کی تپش سے پہاڑ موم کی طرح پگھل جاتا۔

ذوالناس نے مجھے سمجھایا۔ "ہامہ۔ اس کو اسی وقت ختم کرنا مناسب ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے ملکہ حدید کو جہنم واصل کر دیا تو شہر ابکتانا پر طاری دوہرا طلسم بھی ختم ہو جائے گا اور ہوشنگ اس کی اسیری طاقتوں کے جال سے باہر آ جائے گا۔"

ذوالناس نے مجھے ملکہ حدید کے وجود نار کو جلانے کا ایک وظیفہ بتایا اور کہا۔

"اس کا توڑ صندلی خوشبوؤں میں ہے۔ یخ بستہ خوشبوؤں کو جلاؤ اور میں نے تمہیں جو وظیفہ بتایا ہے اور اسے پڑھو۔ مجھے یقین ہے کہ ملکہ حدید کا یہ وجود ناپاک ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ ابلیس اسے دوبارہ جنم نہیں دے سکے گا۔"

قصہ مختصر۔ میں نے ذوالناس کی ہدایات پر عمل کیا اور اس آگ کو بجھا دیا جو اس میدان میں ڑک رہی تھی۔ ذوالناس نے شانور کے گرد حصار قائم کر دیا اور پھر خوشبودار لکڑیوں اور ایسے جواہر کو اش کر کے لائی جن کے جلانے سے نہایت دلفریب پر سوز روح پرور اور مطہر خوشبو پھیل جاتی ہے۔ ن خوشبویات کی برکت سے گندی مخلوق جل کر خاکستر ہو جاتی ہے۔ ذوالناس نے ہی خوشبویات کو ایا اور مجھے پڑھائی کرنے کے لئے کہا۔ میں نے اللہ کا وہ کلام' جو میں صدیوں سے پڑھتا آ رہا تھا۔ ھنا شروع کیا تو ماحول کی کدورت بتدریج ختم ہونے لگی۔ باطل قوتوں پر لرزہ طاری ہو گیا اور شہر بکتانا پر ابلیس کی حکمرانی کا اقتدار ڈگمگانے لگا۔ میں نے ساری رات اللہ کا ذکر کیا۔ صبح کا تارہ جب سمان پر روشن ہوا تو میں نے ذوالناس کی ہدایت پر اپنی مٹھی کھول دی۔ ملکہ حدید جو دھوئیں میں بدل ئی تھی۔ میری مٹھی کے کھلتے ہی ایک سیاہ رنگ کے خونی لوتھڑے کی مانند زمین پر گری اور تڑپ تڑپ ر جلنے لگی۔ اس کی دلدوز چیخیں اس کے حلق میں ہی دم توڑ رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سیاہ لوتھڑا بے ان ہو گیا اور راکھ میں بدل گیا۔ ذوالناس نے اس راکھ کو اٹھایا اور اسے کوہ دماوند کی یخ بستہ سلوں میں با دیا۔ اس نے واپس آ کر شانور کو ہوش دلایا۔ شانور مجھے دیکھتے ہی دیوانہ وار میری طرف بڑھی اور لی۔

"ہامہ تم ٹھیک تو ہو۔"

میں نے پوچھا۔ "شانور تم یہاں کیوں آئی تھی؟"

کہنے لگی۔ "اے میرے ہامہ۔ میں کئی دنوں سے ایک خواب دیکھ رہی تھی کہ میرا ہامہ کسی صیبت میں مبتلا ہے۔ کوئی قوت مجھے شہر ابکتانا میں بلا رہی تھی۔ پس تمہاری محبت مجھے یہاں کھینچ ئی۔ مگر اے ہامہ۔ یہاں آتے ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ ابلیس تھا جو مجھے ورغلا کر یہاں تک لے آیا ھا۔"

میں نے اسے ملکہ حدید کے ارادوں اور اس کے انجام سے باخبر کیا۔ "شانور اگر میری مقدم ستی ذوالناس مجھے ملکہ حدید کی اصلیت سے آگاہ نہ کرتی تو آج ملکہ حدید تم پر غالب آ چکی ہوتی۔" یں نے شانور کو ذوالناس کے بارے میں بتایا کہ کس طرح وہ آڑے وقتوں میں ہمارا ساتھ دیتی رہی ہے اور کس طرح اس نے ناسور کی ولادت کے وقت کوہ طور پر تمہاری عیادت اور تیمارداری کی تھی۔ شانور ذوالناس کا ذکر سن کر رونے لگی۔

"اے ہامہ۔ مجھے بھی اس مطہر ہستی سے ملا دے۔"

اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا۔ ذوالناس کی آنکھوں میں نمی آ گئی اور وہ شانور کے شانوں پر اتھ رکھ کر بولی۔ "شانور میں تمہارے پاس ہوں۔"

شانور نے پلٹ کر ذوالناس کو دیکھا اور اس حسن لازوال کو دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گئی۔ ذوالناس نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

میں ان دونوں کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اسی لمحہ شانور دیوانہ وار میری طرف پلٹی اور بولی۔ ''ہامہ۔ تمہیں ذوالناس کیسی لگتی ہے؟''

''بہت اچھی۔ مہربان۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر اسے میں کہیں نہیں جانے دوں گی۔'' اس نے ذوالناس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور بولی'' اے ہامہ۔ تم ذوالناس سے شادی کر لو۔''

یہ سنتے ہی میرے دل میں قوس قزح کے سارے رنگ پھیل گئے اور آنکھوں میں تمناؤں کے دیپ روشن ہو گئے۔ ذوالناس نے شرما کر چہرہ نیچے کر لیا۔ میں نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد کہا۔

''شانور۔ یہ تو ذوالناس کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ تمہارے ہامہ کو اس عزت کے قابل سمجھتی بھی ہے کہ نہیں۔''

''مجھے یقین ہے کہ ذوالناس میری التجا کو ٹھکرائے گی نہیں۔'' شانور نے محبت بھرے وثوق کے ساتھ کہا کہ ذوالناس کے گلنار چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ شانور نے اس سے دریافت کیا۔

''اے ذوالناس۔ کیا تم میری التجا کو ٹھکرا دو گی؟''

ذوالناس نے محبت پاش نظروں سے میری جانب دیکھا اور پھر منہ سے کچھ نہیں بولی۔ صرف سر کو اثبات میں ہلا کر رہ گئی۔ شانور اس سے دوبارہ لپٹ گئی۔

اے میرے ہمدرد مہمان۔ میری یہ داستان ابھی صدیوں پر محیط ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو تمہیں اس کے سارے ابواب سنا کر رہوں گا۔ صبح ہونے والی ہے۔ اس سے پہلے کہ آفتابی کرنوں سے اس غار کے دہانے میں روشنی اتر آئے۔ میں تمہیں کچھ باتیں بتانے کے بعد ایک وعدہ پورا کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم ایفائے عہد میں میری التجا کو رد نہیں کرو گے۔

میں ہمہ تن گوش ہوا۔

ہم دونوں شہر اکتانا سے رخصت ہونے سے قبل ہوشنگ کے پاس پہنچے وہ میٹھی نیند سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگایا اور اسے ملکہ حدید کی اصلیت سے آگاہ کرنے کے بعد کہا کہ وہ اپنی قوتوں کو حق پرستی کے لئے استعمال کرے۔ میں نے اس کے مصری دوستوں سے بھی ملاقات کی۔ اور اس جن زادی صومار کو تلاش کرنا چاہا جسے میں ملکہ حدید کے قبضہ سے نجات دلانا چاہتا تھا مگر وہ مجھے کہیں نہ ملی۔ غالباً وہ واپس اپنے قبیلہ میں چلی گئی تھی۔

ہم تینوں کوہ ابوقبیس میں آ گئے۔ میں نے غفان کو بھی وہاں بلا لیا تھا۔ میں کئی صدیوں تک ابو

قبیس میں ہی مقیم رہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ذوالناس سے میری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ذوالناس اور شانور میں بہنوں جیسی محبت تھی۔ میں اللہ کے نیک و صالح بندوں کے ساتھ دنیا میں پھیلی ہوئی بنی نوع انسان کے پاس تبلیغ کے لئے جاتا رہا۔ ہر دور کی داستان بڑی لرزہ خیز ہے اے میرے ہمدرد انسان۔ چونکہ اب ہماری ملاقات کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ وہ دیکھو۔ غار کے دہانے پر سنہری کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اجالے کا سفر شروع ہونے والا ہے۔ ساریہ بھی آ گئی ہے۔ بس مجھ سے وعدہ کرو جس کا میں تجھ سے عہد لینا چاہتا ہوں۔ ہامہ نے مجھ سے کہا۔

''اے میرے مہربان۔ وجود جنات کے ہمراز! کیا تو میری بچی ساریہ سے شادی کرے گا؟''

ہامہ کی اس پیشکش میں ایک مجبور باپ کی بے بسی بھی تھی۔ ساریہ کی خوشبو پورے غار میں پھیل چکی تھی۔ ہامہ میرا مہربان تھا۔ میں اس کی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔ مگر میں ایک جن زادی سے شادی کیسے کر سکتا تھا۔ میں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ انسان اور جنات میں شادیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر اس کی قیمت بہت زیادہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ میں جوان تھا' خوبصورت تھا۔ ساریہ کی محبت میری رگوں میں سرایت کر چکی تھی۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ ساریہ کی بدولت ہامہ کی قربت بھی مجھے میسر ہوتی۔ میں نے فوراً تو جواب نہ دیا البتہ کہا۔

''اے ہامہ۔ میں تیرے ساتھ تعلق قائم کر کے فخر محسوس کروں گا۔ مگر میری لاچارگی تمہارے سامنے ہے۔''

''میں تمہارے مسائل سمجھتا ہوں۔'' ہامہ نے سر ہلایا اور کہا۔ ''اگر ایک انسان کے پاس علوم کا خزانہ ہو تو جنات اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتے۔'' ہامہ نے مجھے سمجھایا۔ ''میں تمہیں علوم سکھاؤں گا۔ علوم کی یہ طاقت تمہیں کبھی بھی جنات کا مطیع نہیں ہونے دے گی۔ البتہ تم جب چاہے اس مخلوق کو اپنی قوت سے تسخیر کر سکتے ہو۔''

میں ہامہ کی خواہشات کا خون نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اپنا سر جھکا دیا۔ میری رضامندی جانتے ہی پوری غار میں خوشبوؤں کا چھڑکاؤ ہونے لگا اور پتھریلی غار سے خوشیوں اور شادمانیوں کے نغمے پھوٹنے لگے۔ ہامہ کے چہرے پر ایسی شادابی اور سکون طاری ہوا کہ اس نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ اس نے مجھے والہانہ لپٹاتے ہوئے کہا۔

''تم نے اس بوڑھے کی لاج رکھ لی ہے۔ آج سے تم میرے بیٹے ہو۔ پس میں تمہیں بہت جلد نسل انسانی اور ابلیس و جنات کی صدیوں پر پھیلی کہانی کے دوسرے باب بھی سناؤں گا۔ کل صبح سے میں تمہیں علوم کی طاقت دوں گا۔ اس کے بعد تم ساریہ سے شادی کر لینا پھر تم اپنی ساریہ کو لے کر لاہور چلے جانا۔ تمہارے گھر والے بہت پریشان ہیں۔ کچھ وقت وہاں گزارنے کے بعد واپس یہاں آ

جانا۔ میں تمہیں تاریخ کے گمشدہ ابواب سناؤں گا۔"

ہامہ نے اپنا کہا سچ کر دکھایا۔ ساریہ سے میری شادی ہونے تک اس نے مجھے بہت سے علوم سکھائے اور پھر میں نے ساریہ سے شادی کر لی۔ اس شادی کا منظر میں پھر کبھی بیان کروں گا۔ زندگی نے وفا کی تو اس داستان کا دوسرا حصہ بھی سناؤں گا۔ بہر حال میں آپ سے اجازت لینے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ لاہور واپس آنے کے بعد مجھے بہت سے عجیب و غریب حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے پہلے تو میرے والد نے ساریہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میری اس شادی کا معاملہ عام انسانوں پر نہیں کھلا۔ میرے والد خود بھی بہت بڑے عامل تھے۔ اس لئے وہ اس حقیقت کو جان گئے تھے۔ ان کی ناراضی کے باعث میں واپس سندھ میں رہنے پر مجبور ہو گیا تھا اور ایک طویل عرصہ تک ہامہ کے پاس ہی رہا تھا۔ ساریہ نے اس دوران میری بے حد خدمت کی۔ ایک وفا شعار بیوی کی طرح وہ میری خدمت پر آمادہ رہتی تھی۔ لیکن ایک انسان ہونے کے ناطے میرے کچھ سماجی اور بشری تقاضے تھے۔ میرے والدین تھے، بہن بھائی تھے، جن کی خدمت و محبت میرا جزو ایمان تھا۔ پس ایک طویل عرصہ تک ہامہ کے پاس رہنے اور علم کی پیاس بجھاتے رہنے کے بعد میں واپس اپنے گھر آ گیا اور زندگی کے معمولات میں کھو کر رہ گیا۔

The end .... ختم شد

تمت بالخیر

بیت بی اے II ڈویژن
اکنا مکس
یونیورسٹی)
226449

کس دمقہور انسانوں کو شیطان کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا۔ جس روز ہم ینوع کے چشمہ پر آئے تھے اس سے ایک رات قبل ہی اللہ کے رسول حضرت ہود نے ہیکل کے پجاریوں کو اس ظلم و ذلالت سے منع کیا اور انہیں خدائے ذوالجلال والقہار کے عذاب سے ڈرایا اور کہا۔

''بستی عاد کے بے بس لوگو! اب تو خدائے کریم خالق کائنات رازق بنی نوع انسان سے مدد طلب کرو۔ اپنے گناہوں سے تائب ہو جاؤ اور ان پتھروں کو خدائے تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ بت بے جان ہیں۔ تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔ یاد رکھو یہ عذاب اب تم پر دوہرا تہرا ہو جائے گا۔ اگر اب بھی تم نے اللہ کی اطاعت نہ کی اور مجھے اس کا رسول تسلیم نہ کیا تو یہ زمین تمہیں پناہ نہیں دے گی۔''

مگر وہ تو شرک کے مارے تھے۔ ان کے کان اور آنکھیں بند تھیں۔ عادیوں نے اس رات بے پناہ انسانوں کی قربانیاں دیں۔ میں دیکھ رہا تھا کہ صحرائے احقاف کے چپہ چپہ پر ابلیس کے پیادے جشن منا رہے تھے۔ وہ گناہوں کی فصل کاٹ کر کھا رہے تھے۔ ابلیس بے حد خوش تھا کہ اس کی لگائی آگ نے عادیوں کے دل و دماغ کو شعور و ادراک سے محروم کر دیا تھا۔ اس رات کے بعد جو صبح طلوع ہوئی وہ عذاب و قہر سے بھری تھی۔ میرا دل انجانے خدشات سے دھڑک رہا تھا۔ مجھے گماں ہو رہا تھا کہ آج کا دن روز قیامت ہو گا۔ میں تمہیں جنات کی زندگی کے ایک اور اہم راز سے آگاہ کر دوں۔ سنو یہ جنات اور کچھ چرند پرند ہیں جنہیں اللہ کے عذاب کی دستک محسوس ہو جاتی ہے۔ جب بھی کوئی آفت نازل ہوتی ہے تو پرندے اور جانور اپنے آشیانوں اور کچھاروں سے نکل بھاگتے ہیں۔ چھوٹے موٹے کیڑے زمین سے باہر نکل آتے ہیں۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ینوع کے پہاڑوں پر لرزش طاری ہو رہی ہے۔ غفان اس وقت آنکھیں بند کئے اپنے گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔ میں نے ایک نظر اٹھا کر دیکھا تو کانپ کر رہ گیا۔ آسمان بڑی تیزی سے سیاہ بادلوں سے بھر رہا تھا۔ اس لمحہ غفان نے آنکھیں کھول دیں اور آسمان کے تیور دیکھ کر بولا۔

''ہامہ! آسمان نے یک لخت اپنی دھوپ کیوں کھینچ لی ہے اور یہ سیاہ بادل کیوں امڈ آئے ہیں؟''

میں خاموش رہا اور بے قراری سے اپنے گرد و پیش میں نظریں دوڑانے لگا۔ میں نے بہت جلد اس شے کو ڈھونڈ لیا۔ پہاڑوں کے اندر سے سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے بے قراری سے باہر نکل رہے تھے۔

''ہامہ!'' اسی لمحہ مجھے شانور کی آواز سنائی دی وہ اس روز مکہ گئی تھی۔ میں نے اسے اس قافلہ کی خبریں لانے کے لئے بھیجا تھا جو قیل بن غفیر کی قیادت میں بارش کی دعا کرنے گیا ہوا تھا۔ میں نے اس کی سمت دیکھا۔ وہ ایک بڑے رتھ پر ہواؤں کے دوش کوڑے برساتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس کے

چہرے پر خوشیاں رقصاں تھیں۔

''ہامہ...... قیل بن غفیر نے اپنے لئے عذاب مانگ لیا ہے اور اب عنقریب قوم عاد تباہ و برباد ہو جائے گی۔'' وہ میرے قریب آ کر رتھ سے اتری اور غفان کو دیکھ کر بولی۔

''اے غفان! تو جلدی سے بستی میں جا اور مواط کو مار ڈال۔ اب وہ ظالم شخص تجھ پر قدرت ماصل نہیں کر سکے گا۔ پس تو یہ جان لے کہ بنو عاد کے ظالم لوگ اب مرے کہ مرے۔''

میں نے شانور کی طرف غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے سے خوشیاں مترشح تھیں اور وہ کہہ رہی تھی۔

''ہامہ! یہ سیاہ بادل در حقیقت ریح العقیم ہیں۔ زمین کی پاتال...... ساتویں زمین پر اللہ نے ں ہوا کو جکڑ رکھا ہے۔ یہ وہ ہوا ہے جسے ستر ہزار زنجیروں سے باندھا گیا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس محافظ ہیں۔ اے ہامہ! قیامت کے دن جب ریح العقیم کو چھوڑا جائے گا تو یہ سارے پہاڑ روئی کے الوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔''

غفان یہ سن کر بولا۔ ''تو کیا قیامت آنے والی ہے؟''

شانور بولی۔ ''یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مگر میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہ عذاب طوفان نوح طرح ہو گا۔ اللہ کے نیک بندے اس عذاب سے بچ جائیں گے اور نئی بستیاں آباد کریں گے۔''

''مگر یہ ہوا جو آگ سے بھری ہے ساری زمین کو جلا کر راکھ نہیں کر دے گی؟'' غفان نے ویش ظاہر کی۔

''یہ سب اللہ کی قدرت سے ہو گا۔ وہ جسے چاہے محفوظ کرے اور جسے چاہے عذاب سے دوچار ے۔ یہ اس کی شان حکمت ہے۔'' شانور کہہ رہی تھی۔ ''میں جانتی ہوں کہ یہ ریح العقیم کا ایک ذرا سا جھونکا ہو گا۔ زمین کی پاتال سے یہ ہوا سوئی کے ایک سوراخ کے برابر چھوڑی جا رہی ہے جو ہ ابر کی مانند نکل رہی ہے۔ زیر زمین بسنے والے جنات اللہ کی پناہ مانگ رہے ہیں اور اپنی بستیوں ے نکل کر کوہ ابو قبیس پر جمع ہو رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ قوم عاد انہی بادلوں کو دیکھ کر چہک رہی ۔ تم دونوں احقاف میں جا کر دیکھو۔ اللہ کے سارے نافرمان اس بات پر خوش ہیں کہ ان کی رات دی گئی قربانیاں قبول ہو گئی ہیں۔ آؤ میرے ساتھ اور دیکھو کہ ہیکل کو کس شان سے آباد کیا جا رہا ۔ جاہل لوگ مواط کی خوشنودی کے لئے اسے نذرانے دے رہے ہیں۔''

میں، غفان اور شانور بستی میں آئے تو دیکھا کہ لوگ گلیوں اور سڑکوں پر رقص کر رہے ہیں۔ ب کے پیالے ان کے ہاتھوں میں تھے اور وہ اپنی عورتوں کے ساتھ ناچتے گاتے ہیکل میں جا ہے ہیں۔ مواط ہیکل سے باہر ایک چبوترے پر کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا۔